تاریخ ابن کثیر

اردو ترجمہ

البدایۃ والنہایۃ

جلد چہارم

حصہ ہفتم و ہشتم

[illegible]

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)

زیر نگرانی

[illegible]

دار الاشاعت

www.ahlehaq.org

[illegible]

باہتمام [illegible]

[illegible] [illegible]

ضخامت 630 صفحات

قارئین سے گزارش

[illegible]

...... ملنے کے پتے ......

[illegible]

یو کے میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121 Halli Well Road
Bolton BL1 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
[illegible]
Manor Park, [illegible]
[illegible]

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
[illegible]
[illegible]

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
[illegible]
[illegible]

www.ahlehaq.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

البدایہ والنہایہ معروف بہ

تاریخ ابن کثیر

حصہ ہفتم و ہشتم

فہرست	۳	خالد بن سعید بن العاص الاموی	۴۱
آغاز سال ۱۳ھ	۳	سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۴۱
تاریخ ابن کثیر حصہ ہفتم	۳	سلمہ بن ہشام	۴۲
معرکہ یرموک	۱۵	ضرار بن الازور الاسدی	۴۲
خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ملک شام چلے آنے کے بعد	۲۶	طلیب بن عمیر	۴۲
جسر کا معرکہ		عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی	۴۲
خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان	۲۸	عبداللہ بن عمرو دوسی	۴۲
فتح دمشق	۲۹	عثمان بن طلحہ عبدری حجبی	۴۲
فتح دمشق سے متعلق اہل علم کا اختلاف	۳۲	عتاب بن اسید	۴۲
معرکہ چشمہ بیسان	۳۳	عکرمہ بن ابی جہل	۴۲
معرکہ فحل	۳۴	الفضل بن عباس بن عبدالمطلب	۴۳
خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے شام جانے کے بعد عراق کے حالات	۳۴	نعیم بن عبداللہ بن نحام	۴۳
معرکہ نمارق	۳۵	ہبار بن الاسود بن مطلب قرشی اسدی	۴۳
جسر ابی عبید کا معرکہ	۳۶	ہبار بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی	۴۳
البویب کا معرکہ	۳۷	ہشام بن العاص بن وائل سہمی	۴۳
اہل فارس کا یزدگرد کی بادشاہت پر اتفاق	۳۸	۱۳ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات	۴۳
۱۳ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات	۳۹	قادسیہ کا معرکہ	۴۹
حروف تہجی کی ترتیب سے اس سال وفات پانے والوں کا ذکر	۴۰	قادسیہ کا معرکہ	۵۱
ابان بن سعید بن العاص الاموی	۴۰	اس سال ۱۴ھ میں وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ	۵۲
[illegible]	۴۰	عتبہ بن غزوان	۵۶
[illegible]	۴۱	عمرو بن علقمہ	۵۶

مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ ۵۶
ابوزید انصاری نجاری ۵۶
ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ۵۶
ابوقحافہ والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۵۷
۱۵ھ کے واقعات ۵۸
حمص کا پہلا معرکہ ۵۹
قنسرین کا معرکہ ۵۹
قیساریہ کا معرکہ ۶۰
اجنادین کا معرکہ ۶۱
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح ۶۳
نہر شیر کا معرکہ ۶۷
حروف ابجد کی ترتیب سے اس سال یعنی ۱۵ھ میں وفات ۶۸
پانے والوں کا تذکرہ
۱۶ھ کا آغاز ۶۹
مدائن کی فتح ۷۰
معرکہ جلولاء ۷۳
فتح حلوان کا تذکرہ ۷۴
تکریت اور موصل کی فتح کا تذکرہ ۷۷
ماسبذان کی فتح کا تذکرہ ۷۸
قرقیسیا اور ہیت کی فتح کا تذکرہ ۷۸
۱۶ھ کے اہم واقعات ۷۹
حمص میں رومیوں کا ابوعبیدہ کو محصور کرنا اور حضرت عمر رضی ۸۰
اللہ عنہ کا شام آنا
جزیرہ کی فتح ۸۱
طاعون عمواس کے حالات ۸۳
قنسرین سے حضرت خالد بن ولید کی معزولی ۸۵
اہواز، مناذر اور نہر تیری کی فتح ۸۷
سوس کی پہلی فتح بطریق صلح ۸۷
بحرین کی سمت سے ملک فارس میں عجیب معرکہ کا ذکر ۸۸
تستر کی دوسری مرتبہ فتح اور ہرمزان کا قیدی بنا کر حضرت عمر ۸۹
فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جانا
ہرمزان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ۹۱
سوس کی فتح ۹۲
آغاز سال ۱۸ھ ۹۳
حارث بن ہشام ۹۷
شرحبیل بن حسنہ ۹۷
عامر بن عبداللہ بن الجراح ۹۷
فضل بن عباس بن عبدالمطلب ۹۸
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۹۸
یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۹۹
ابوجندل بن سہیل ۹۹
ابومالک اشعری ۹۹
آغاز سال ۱۹ھ ۹۹
اس سال وفات پانے والے چند مشہور لوگوں کا تذکرہ ۱۰۰
آغاز سال ۲۰ھ ۱۰۱
ابن اسحاق اور سیف کی روایت سے فتح مصر کا بیان ۱۰۱
دریائے نیل کا قصہ ۱۰۳
اس سال وفات پانے والے مشہور حضرات کا ذکر ۱۰۵
اسید بن حضیر ۱۰۵
انیس بن مرثد بن ابی مرثد غنوی ۱۰۵
بلال بن ابی رباح ۱۰۵
سعید بن عامر بن حذیم ۱۰۶
عیاض بن غنم ۱۰۶
ابوسفیان بن حارث ۱۰۶
ابوالہیثم بن تیہان ۱۰۷
زینب بنت جحش ۱۰۷
صفیہ بنت عبدالمطلب ۱۰۸
عویم بن ساعدہ انصاری ۱۰۸
ابوخراش خویلد بن مرہ الہذلی ۱۰۹
معرکۂ نہاوند ۲۱ھ ۱۰۹
اس سال یعنی ۲۱ھ میں وفات پانے والوں کا ذکر ۱۱۲
خالد بن ولید ۱۱۲

www.ahlehaq.org

طلیحہ بن خویلد	۱۲۱	میسرہ بن مسروق عبسی	۱۴۵
عمرو بن معدیکرب	۱۲۲	واقد بن عبداللہ	۱۴۵
[illegible]	۱۲۳	ابو خراش ہذلی	۱۴۵
نعمان بن مقرن	۱۲۳	ابو لیلیٰ عبدالرحمن بن کعب بن عمرو انصاری	۱۴۶
آغاز سال ۲۲ھ	۱۲۴	سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۱۴۶
مقام رے کی فتح	۱۲۵	[illegible]	۱۴۶
قومس کی فتح	۱۲۵	امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ۲۴ھ کا آغاز	۱۵۲
جرجان کی فتح	۱۲۵	آغاز سال ۲۵ھ	۱۵۳
آذربائیجان کی فتح	۱۲۵	آغاز سال ۲۶ھ	۱۵۳
باب کی فتح	۱۲۶	آغاز سال ۲۷ھ	۱۵۳
ترکوں کے ساتھ سب سے پہلا معرکہ	۱۲۶	اہل افریقہ سے جہاد	۱۵۳
سد ذوالقرنین	۱۲۷	اہل اندلس سے جہاد	۱۵۳
یزدگرد بن شہریار بادشاہ کسریٰ کا فرار	۱۲۹	مسلمانوں کے ساتھ جرجیر اور بربر کا معرکہ	۱۵۳
خراسان اور احنف بن قیس	۱۲۹	فتح قبرص	۱۵۳
آغاز سال ۲۳ھ	۱۳۲	آغاز سال ۲۹ھ	۱۵۵
فسا اور دارابجرد کی فتح اور ساریہ بن زنیم کا قصہ	۱۳۳	آغاز سال ۳۰ھ	۱۵۶
کردوں کے ساتھ جنگ	۱۳۵	اس سال وفات پانے والوں کا تذکرہ	۱۵۷
سلمہ بن قیس اشجعی کا کردوں کے ساتھ معرکہ	۱۳۵	جبار بن صخر	۱۵۸
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات وظروف	۱۳۶	حاطب بن بلتعہ	۱۵۸
حلیہ مبارک اور کل عمر	۱۴۰	طفیل بن حارث بن المطلب	۱۵۸
ازواج و اولاد	۱۴۱	عبداللہ بن کعب بن عمرو مازنی	۱۵۸
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہے جانے والے بعض مرثیے	۱۴۲	عبداللہ بن مظعون	۱۵۸
		عیاض بن زہیر	۱۵۸
اقرع بن حابس	۱۴۳	مسعود بن ربیع	۱۵۸
حباب بن منذر	۱۴۳	معمر بن ابی سرح	۱۵۸
ربیعہ بن حارث	۱۴۳	ابو اسید	۱۵۸
[illegible] بن ساعدہ	۱۴۳	آغاز سال ۳۱ھ	۱۵۹
علقمہ بن مجزز	۱۴۳	شاہ ایران کسریٰ یزدگرد کا قتل	۱۶۰
عویم بن ساعدہ	۱۴۳	آغاز سال ۳۲ھ	۱۶۰
غیلان بن سلمہ ثقفی	۱۴۵	اس سال وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ	۱۶۲
معمر بن حارث	۱۴۵	عباس بن عبدالمطلب	۱۶۳

www.ahlehaq.org

الحطیئہ ۴۲۰
خبیب بن یساف بن عتبہ انصاری ۴۲۰
سلمان بن ربیعہ باہلی ۴۲۰
عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن قرشی سہمی ۴۲۰
عبداللہ بن سراقہ بن معتمر عدوی ۴۲۰
عبداللہ بن قیس بن خالد انصاری ۴۲۱
عبدالرحمن بن سہل بن زید انصاری ۴۲۱
عمرو بن سراقہ بن معتمر عدوی ۴۲۱
عمیر بن سعد انصاری اوسی ۴۲۱
عمرو بن حزام ۴۲۱
قطبہ بن عامر ۴۲۱
قیس بن مہدی بن قیس بن ثعلبہ انصاری ۴۲۱
ابو عقیل لبید بن ربیعہ عامری ۴۲۱
مسیب بن حزن بن ابی وہب مخزومی ۴۲۲
معاذ بن عمرو بن جموح انصاری ۴۲۲
محمد بن جعفر بن ابی طالب قرشی ہاشمی ۴۲۲
معبد بن عباس بن عبدالمطلب ۴۲۲
معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی ۴۲۲
معقل بن عمرو انصاری ۴۲۲
ابو سلمہ نعیم بن مسعود غطفانی ۴۲۲
ابو ذؤیب خویلد بن خالد ہذلی ۴۲۲
ابو رہم سبرۃ بن عبدالعزی قرشی ۴۲۳
ابو زبید الطائی ۴۲۳
ابو سبرۃ بن ابی رہم عامری ۴۲۳
ابو لبابہ بن عبدالمنذر ۴۲۳
ابو ہاشم بن عتبہ ۴۲۳
امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ۴۲۳
حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت خلافت کا ذکر ۴۲۷
آغاز سال ۳۶ھ ۴۲۹
معرکہ جمل کا آغاز ۴۳۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شام کے بجائے بصرہ کی طرف روانگی ۴۳۳
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ سے واپسی ۴۳۵
حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۳۷
حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۳۸
۳۶ھ کے واقعات ۴۵۰
اہل عراق و اہل شام کے درمیان معرکہ صفین ۴۵۳
آغاز سال ۳۷ھ ۴۵۷
اہل شام کا مصاحف کو بلند کرنا ۴۷۱
واقعہ تحکیم ۴۷۳
خوارج کا خروج ۴۷۶
فصل ۴۷۷
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دومۃ الجندل میں ملاقات ۴۷۹
خوارج کا کوفہ سے نکلنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا ۴۸۱
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کی طرف خروج ۴۸۳
ان کے بارے میں بیان ہونے والی احادیث ۴۸۶
پہلی حدیث ۴۸۶
پہلا طریق ۴۸۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسرا طریق ۴۸۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تیسرا طریق ۴۸۷
چوتھا طریق ۴۸۷
پانچواں طریق ۴۸۷
چھٹا طریق ۴۸۸
ساتواں طریق ۴۸۸
آٹھواں طریق ۴۸۹
نواں طریق ۴۸۹
دسواں طریق ۴۸۹
گیارہواں طریق ۴۹۰
بارہواں طریق ۴۹۰
تیرہواں طریق ۴۹۰
چودھواں طریق ۴۹۰
دوسری حدیث از ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۹۱

www.ahlehaq.org

تیسری حدیث از انس بن مالک	۲۹۱	عبداللہ بن ارقم بن ابی ارقم	۳۰۳
ایک دوسرا طریق	۲۹۲	عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی	۳۰۳
چوتھی حدیث از جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۲۹۲	عبداللہ بن خباب بن الارت	۳۰۳
حدیث پنجم از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۲۹۲	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	۳۰۳
حدیث ششم از ابی سعید سعد بن مالک بن سنان انصاری	۲۹۳	ابو فضالہ انصاری بدری	۳۰۳
اس کے متعدد طرق ہیں۔ پہلا طریق	۲۹۳	ربیع بنت معوذ بن عفراء	۳۰۳
دوسرا طریق	۲۹۳	واقعات ۳۸ھ	۳۰۵
تیسرا طریق	۲۹۳	فصل	۳۰۷
چوتھا طریق	۲۹۴	[illegible] کی وفات	۳۱۰
پانچواں طریق	۲۹۴	سہل بن حنیف	۳۱۰
چھٹا طریق	۲۹۴	سہیل بن بیضاء کے بھائی صفوان بن بیضاء	۳۱۰
ساتواں طریق	۲۹۵	صہیب بن سنان بن مالک	۳۱۰
آٹھواں طریق	۲۹۶	محمد بن ابی بکر الصدیق	۳۱۰
نویں حدیث از [illegible] رضی اللہ عنہ	۲۹۶	اسماء بنت عمیس	۳۱۰
دسویں حدیث از سہل بن حنیف [illegible]	۲۹۶	واقعات ۳۹ھ	۳۱۱
گیارہویں حدیث از [illegible] رضی اللہ عنہ	۲۹۷	خوات کی وفات	۳۱۳
بارہویں حدیث از ابی [illegible] رضی اللہ عنہ	۲۹۷	سعد القرظی	۳۱۳
تیرہویں حدیث از عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	۲۹۷	عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ	۳۱۳
چودہویں حدیث از ابی ذر رضی اللہ عنہ	۲۹۷	واقعات ۴۰ھ	۳۱۳
پندرہویں حدیث از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۹۸	حضرت علی کے قتل کا ذکر اور ان کے قاتل اور کیفیت قتل کے	۳۱۳
دیگر صحابہ سے ایک اور حدیث	۲۹۸	بارے میں دوسری [illegible] احادیث کا بیان	۳۱۴
خوارج سے قتال کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی حدیث	۲۹۸	انہی سے ایک اور طریق	۳۱۵
		حضرت علی سے ایک اور طریق	۳۱۵
اسی بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	۲۹۹	اسی بارے میں ایک اور حدیث	۳۱۵
اسی بارے میں ابو ایوب کی حدیث	۲۹۹	اسی مضمون کی ایک اور حدیث	۳۱۵
فصل	۳۰۰	آپ کے قتل کا بیان	۳۱۶
فصل	۳۰۲	وصیت کی تحریر	۳۱۷
فصل	۳۰۳	آپ کی بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں کا ذکر	۳۲۰
جنگ نہروان کا نتیجہ	۳۰۳	حضرت علی کے چند فضائل	۳۲۲
خوات کی وفات	۳۰۳	حدیث مواخاۃ	۳۲۳
خزیمہ بن ثابت	۳۰۳	حضرت بریدہ بن حصیب کی روایت	۳۲۵

www.ahlehaq.org

عبداللہ بن عمر کی روایت ۳۲۵
ابن عباس کی روایت ۳۲۵
حضرت ابو سعید کی روایت ۳۲۷
حضرت علی بن ابی طالب کی روایت ۳۲۷
حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت ۳۲۷
حضرت عمر کی روایت ۳۲۹
حضرت ابن عمر کی روایت ۳۲۹
حضرت فاطمہ سے حضرت علی کے نکاح کا بیان ۳۲۹
اس بارے میں ایک اور حدیث ۳۳۰
اس بارے میں ایک اور حدیث ۳۳۱
حدیث غدیر خم ۳۳۳
حدیث الطیر ۳۳۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل مختلف احادیث ۳۳۵
رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کرنے کی حدیث (۱۹) ۳۳۷
تاریخ ابن کثیر حصہ ہشتم ۳۴۰
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۳۴۱
فصل ۳۴۱
۴۰ھ کے واقعات ۳۴۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عالی سیرت، مواعظ، فیصلہ جات، خطبات اور دل پذیر چند کلمتوں کا بیان ۳۴۱
عجیب و غریب اور نادر اقوال ۳۵۰
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ۳۵۳
بقیہ خلافت حسن رضی اللہ عنہ ۳۵۵
اکتالیس ہجری ۳۵۶
معاویہ بن سفیان کے عہد اور سلطنت کا ذکر خیر ۳۵۸
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ۳۵۹
خوارج کے ایک گروہ کی بغاوت ۳۶۰
اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات ۳۶۱
رفاعہ بن رافع ۳۶۱
رکانہ بن عبد یزید ۳۶۱
صفوان بن امیہ ۳۶۱
عمرو بن الاسود السکونی ۳۶۲
عائشہ بنت زید ۳۶۲
آغاز بیالیس ہجری ۳۶۲
آغاز تینتالیس ہجری ۳۶۳
اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات ۳۶۳
محمد بن مسلمہ انصاری ۳۶۵
آغاز چوالیس ہجری ۳۶۶
آغاز پینتالیس ہجری ۳۶۷
اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات ۳۶۸
۴۶ھ کے واقعات ۳۶۹
آغاز چھیالیس ہجری ۳۶۹
عبدالرحمن بن خالد ۳۶۹
ہرم بن حیان العبدی ۳۶۹
۴۷ھ کے واقعات ۳۶۹
آغاز سینتالیس ہجری ۳۶۹
اس سال وفات پانے والی شخصیات ۳۷۰
قیس بن عاصم المنقری ۳۷۰
۴۸ھ کے واقعات ۳۷۰
آغاز اڑتالیس ہجری ۳۷۰
۴۹ھ کے واقعات ۳۷۰
آغاز انچاس ہجری ۳۷۰
اس سال رحلت فرمانے والی شخصیات کا ذکر خیر ۳۷۱
حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ۳۷۱
۵۰ھ کے واقعات ۳۸۳
سن ۵۰ھ کی ابتداء ۳۸۳
صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حالات ۳۸۴
ام شریک الانصاریہ ۳۸۴
عمرو بن امیہ الضمری ۳۸۴
جبیر ابن مطعم ۳۸۴
حسان ابن ثابت ۳۸۵
الحکم بن عمرو بن مجدع الغفاری ۵۸۵

www.ahlehaq.org

دحیۃ بن خلیفۃ الکلبی ۳۸۵
عقیل بن ابی طالب ۳۸۵
کعب بن مالک الانصاری السلمی ۳۸۶
المغیرۃ بن شعبہ ۳۸۶
۵۱ھ کے واقعات ۳۸۷
جریر بن عبداللہ البجلی ۳۹۳
حضرت جریر بن عبداللہ البجلی ۳۹۳
حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن المطلب ۳۹۳
حضرت حارثہ بن نعمان انصاری نجاری ۳۹۳
حضرت سعید بن زید بن عمرو نفیل العدوی ۳۹۳
حضرت عبداللہ بن انیس بن الجہنی ابو یحییٰ المدنی ۳۹۴
حضرت ابوبکرۃ نفیع بن الحارث ۳۹۵
۵۲ھ کے واقعات ۳۹۵
سن ہجری ۵۲ھ ۳۹۵
اس سال وفات پانے والے اعیان ۳۹۵
حضرت خالد بن زید بن کلیب ابو ایوب انصاری الخزرجی ۳۹۵
حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی ۳۹۷
ابو محمد کعب بن عجرۃ الانصاری المدنی ۳۹۸
حضرت معاویہ بن حدیج ۳۹۸
حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی ۳۹۸
۵۳ھ کے واقعات ۳۹۸
آغاز سن ۵۳ھ ۳۹۸
حضرت رویفع بن ثابت ۳۹۹
حضرت صعصعہ بن ناجیہ ۴۰۰
اس سال وفات پانے والے مشاہیر ۴۰۱
جبلہ بن الایہم الغسانی ۴۰۱
۵۴ھ کے واقعات ۴۰۲
آغاز ۵۴ھ ۴۰۳
اس سال وفات پانے والے اعیان ۴۰۳
ابو محمد اسامہ بن زید حارثہ الکلبی ۴۰۳
ثوبان بن مجدد ۴۰۵
جبیر بن مطعم ۴۰۵
ابو قتادہ حارث بن ربعی الانصاری ۴۰۵
حکیم بن حزام ۴۰۵
حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ عامری ۴۰۶
حضرت سعید بن یربوع بن عنکثہ ۴۰۷
حضرت مرۃ بن شراحیل الہمدانی ۴۰۷
حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن الحر ۴۰۷
حضرت سودۃ بنت زمعہ ۴۰۸
آغاز ۵۵ھ ۴۰۸
اس سال وفات پانے والے سردار ۴۰۸
حضرت ارقم بن ابی ارقم ۴۰۸
حضرت عثمان بن زفر بن ایاس ابن عبد شمس بن الاجب ابا علی الوائلی ۴۰۹
حضرت سعد بن ابی وقاص ۴۰۹
فضالہ بن عبید انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ۴۱۵
قثم بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ۵۱۵
کعب بن عمرو ابو الیسر رضی اللہ عنہ ۵۱۵
آغاز ۵۶ھ ۴۱۵
آغاز ۵۷ھ ۴۱۸
آغاز ۵۸ھ ۴۱۸
ایک حیرت انگیز واقعہ ۴۱۹
اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات ۴۲۰
حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۴۲۳
حضرت شداد بن اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ ۴۲۳
حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۴۲۳
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۴۲۳
لیلیٰ بنت الجودی کا واقعہ ۴۲۵
حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ۴۲۶
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۴۲۷
آغاز ۵۹ھ ۴۳۱

www.ahlehaq.org

عبید اللہ و عباد پسران زیاد کے ساتھ یزید بن ربیعہ بن مفرغ الحمیری کا قصہ ۴۳۱
اس سال فوت شدہ مشہور حضرات ۴۳۲
شاعر حطیہ ۴۳۲
حضرت عبد اللہ بن مالک بن القشب ۴۳۹
حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی ۴۳۹
حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ ۴۳۹
حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ ۴۳۸
۶۰ھ کے واقعات ۴۵۰
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات، دور حکومت اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب ۴۵۳ ۴۵۳
آپ کی بیویوں اور اولاد کا ذکر ۴۸۰
فصل ۴۸۱
ابو مسلم خولانی ۴۸۱
یزید بن معاویہ کی امارت اور اس کے زمانے کے حوادث و فتنے ۴۸۵
حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ سے امارت کی طلب میں خروج کا سبب اور آپ کی شہادت کی کیفیت
حضرت حسین کا عراق کی طرف خروج اور اس کے بعد کے واقعات ۴۹۴
آغاز سن ۶۱ ہجری ۵۰۲
اہل تشیع کی افتراء پردازی اور بہتان اندازی سے قطع نظر کرتے ہوئے ۵۰۳
ائمہ تاریخ کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ۵۰۳
باب ۵۲۶
روضہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۵۳۰
حضرت حسین کا سر ۵۳۱
آپ کے بعض فضائل ۵۳۱
آپ رضی اللہ عنہ سے مروی چند اشعار ۵۳۵
۶۱ھ کے واقعات ۵۳۸
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ۶۱ھ میں پیش آنے والے حالات ۵۳۸
حضرت جابر بن عتیک بن قیس ۵۳۹
حمزہ عمرو بن اسلمی ۵۳۹
حضرت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی ۵۴۰
حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم ۵۴۰
ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۴۱
آغاز ۶۲ھ ۵۴۱
اس سال وفات پانے والے اعیان ۵۴۹
حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی ۵۴۳
الربیع بن خثیم ۵۴۳
علقمہ بن قیس ابو شبل النخعی الکوفی ۵۴۳
عقبہ بن نافع فہری ۵۴۳
حضرت عمرو بن حزم ۵۴۵
مسلمہ بن مخلد انصاری ۵۴۵
۶۳ھ ۵۴۵
۶۳ھ کے واقعات ۵۵۳
یزید بن معاویہ کے حالات ۵۵۴
یزید بن معاویہ کی اولاد اور اس کی تعداد ۵۶۲
معاویہ بن یزید کی حکومت و سربراہی ۵۶۳
مروان بن الحکم کی بیعت کا بیان ۵۶۶
مرج راھط کے واقعہ کی مزید تفصیلات ۵۶۸
حضرت نعمان بن بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ ۵۷۰
ان کی بیٹی ان کے حق میں مرثیہ گو ہے ۵۷۰
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ارشادات ۵۷۰
حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ ۵۷۱
حضرت منذر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ ۵۷۱
مصعب بن عبد الرحمن بن عوف ۵۷۲
عہد ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں کعبہ کی تہدیم و تعمیر کا قصہ ۵۷۶
آغاز ۶۵ھ ۵۷۷
معرکہ عین الوردۃ ۵۷۹

www.ahlehaq.org

واقدی کا بیان ہے ۵۸۰
مروان بن الحکم کے حالات ۵۸۴
عبدالملک بن مروان کی خلافت ۵۸۵
اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات ۵۸۷
آغاز ۶۶ھ ۵۸۸
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے دستے کے امیر شمر بن ذی الجوشن کا قتل ۵۹۳
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے والے خولی بن یزید کا قتل ۵۹۵
قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کا قتل ۵۹۵
مختار بن ابی عبید کی جانب سے محمد بن علی کی طرف ۵۹۶
مختار بن ابی عبید کی جانب سے احنف بن قیس کی طرف ۵۹۸
باب ۶۰۰
سن ۶۷ کی شروعات ۶۰۲
ابن زیاد کے حالات ۶۰۳
مختار بن ابی عبید کا مصعب ابن زبیر اور اہل البصرہ کے ہاتھوں قتل کا تذکرہ ۶۰۷
مختار بن ابو عبید الکذاب کے حالات ۶۰۹
فصل ۶۱۱
ابتداء سن ۶۸ ہجری ۶۱۲
اس سال وفات پانے والے ۶۱۳
ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی ۶۱۶
دوسری صفت
فصل ۶۲۲
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک ۶۲۳
اس سال دیگر وفات پانے والے حضرات ۶۲۳
۶۹ھ کے واقعات ۶۲۳
عبدالملک اور سعید کی مراسلت ۶۲۵
اس سال وفات پانے والے حضرات ۶۲۵
ابو الاسود الدؤلی التابعی ۶۲۵
اسماء رضی اللہ عنہ بنت یزید و حسان بن مالک ۶۲۵
۷۰ھ کے واقعات ۶۲۶
اس سال وفات پانے والے حضرات ۶۲۶
عاصم بن عمر کا ایک واقعہ ۶۲۶
ابو العلاء قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ بن ذویب الخزاعی ۶۲۶
قیس رحمۃ اللہ علیہ بن ذریح ۶۲۷
یزید بن زیاد حمیری ۶۲۶
قاضی بشیر بن النضر ۶۲۷
مالک بن یخامر السکسکی الہانی الحمصی ۶۲۷
۷۱ھ کے واقعات ۶۲۷
مصعب بن زبیر ۶۲۷
اس سال وفات پانے والے حضرات ۶۲۸
ابراہیم بن الاشتر ۶۲۸
ابو عبداللہ المرادی عبدالرحمن بن عسیلہ ۶۲۸
عمرو بن سلمہ مخزومی مدنی ۶۲۸
ابو عبدالرحمن حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ۶۲۸
آپ کے نام کی وجہ تسمیہ ۶۲۸
ابو زید عمرو بن اخطب انصاری ۶۲۸
یزید بن الاسود الجرشی السکونی ۶۲۸
۷۳ھ کے واقعات ۶۲۹
عبداللہ بن خازم کے حالات ۶۲۹
اس سال وفات پانے والے حضرات ۶۳۰
احنف بن قیس ۶۳۰
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ۶۳۰
قاضی عبیدہ بن عمر سلمانی ۶۳۰
حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ذات النطاقین ۶۳۰
ختم شد ۶۳۰

www.ahlehaq.org

تاریخ ابن کثیر...... حصہ ہفتم

آغاز سال ۱۳ ہجری

ہجرت کا تیرھواں سال شروع ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام پر فوج کشی کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کے لئے لشکر اسلام کو جمع کرنا اور تیار کرنا شروع کر دیا۔ یہ ان کے حج سے واپسی کے بعد کا واقعہ ہے۔ یہ اصل میں باری تعالیٰ کے اس قول "اے ایمان والو ان کفار سے قتال کرو جو تمہارے قرب وجوار میں رہتے ہیں اور چاہئے کہ وہ اس (قتال کے بارے میں) تمہارے اندر سختی وشدت محسوس کریں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔ اور دوسری آیت "تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"(۱) پر عمل ہے نیز رسول اللہ ﷺ کی اقتداء ہے اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر شام پر چڑھائی کے لئے لشکر تیار کیا اور شدید گرمی وسخت حالات میں ان سے مقابلے کے لئے پہنچ گئے لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی اور اسی سال آپ ﷺ واپس لوٹ آئے پھر اپنی وفات سے قبل اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی سرحدوں پر جنگ کے لئے بھیجا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب جزیرۃ العرب کے معاملات سے فارغ ہوئے تو آپ نے عراق کی طرف ہاتھ بڑھایا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر مامور فرمایا پھر عراق کی طرح شام کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کیا اور اس مہم کو سرانجام دینے کے لئے جزیرۃ العرب کے مختلف مقامات کے امراء و عاملین کو جمع کیا آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جو قضاعہ کے صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کیا تھا ان کے ساتھ ولید بن عقبہ بھی معاونت کے لئے تھا سو آپ نے اس موقع پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شام کے لئے تیار کرتے ہوئے لکھا۔

میں نے آپ کو اسی کام پر واپس بھیج دیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے سپرد کیا تھا اور آپ نے اس کے ساتھ ایک دوسرے کام کا بھی تذکرہ کیا تھا "پس اے ابو عبداللہ میں نے چاہا کہ آپ کو اس کام کے لئے فارغ کر دوں جو آپ کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اگرچہ آپ جس کام میں مشغول ہیں وہ آپ کو زیادہ پسند ہو"۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں اسلام کے تیروں میں ایک تیر ہوں اور آپ ان تیروں کو پھینکنے اور جمع کرنے والے ہیں پس ان میں سے انتہائی سخت اور خوفزدہ کرنے والے تیروں کا انتخاب کیجئے اور پھر مجھے ان میں شامل کر دیجئے۔

ولید بن عقبہ کی طرف بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کا خط لکھا اور انہوں نے بھی مثل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے جواب دیا پھر یہ دونوں حضرات اپنی جگہ قائم مقام مقرر کر کے مدینہ چلے آئے۔ خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یمن سے آ گئے وہ مدینہ اس حال میں پہنچے

---

(۱) سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۳، ۲۹

www.ahlehaq.org

تھے کہ ان پر ایک ریشمی جبہ تھا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس موجود لوگوں کو حکم دیا کہ ان سے جبہ لے کر جلا دیں، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری انہوں نے علی بن ابی طالب کو کہا کہ اے ابوالحسن کیا بنی عبد مناف امارت سے عاجز و مغلوب ہو گئے ہیں؟

علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ اسے جبری غلبہ سمجھتے ہیں یا قاعدہ خلافت، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سے زیادہ اس منصب کا کوئی بھی حقدار و لائق نہ تھا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو گرا دے اگر تم اسی طرح مسلسل جھوٹ بولتے رہے اور اسی قسم کی باتوں میں مشغول رہے تو اللہ کی قسم اپنا ہی نقصان کرو گے اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گوش گزار بھی کر دیا لیکن انہوں نے اس کا کچھ اثر نہیں لیا، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حسب منشاء افواج جمع ہو گئیں تو انہوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اولاً اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد و ثناء بیان کی اور پھر لوگوں کو جہاد پر ابھارتے ہوئے فرمایا خبردار! ہر کام کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں جو ان مقاصد کو حاصل کر لے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے تم متانت اور میانہ روی کو لازم پکڑو یہ مقصود تک پہنچانے والی چیز ہے۔

خبردار! جس کا ایمان نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کے اندر خوف و خشیت نہیں اسے ایمان حاصل نہیں اور جس کے اندر حسن نیت نہیں اس کا عمل مقبول نہیں، آگاہ رہو! کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا اجر و ثواب ہے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کو خصوصی اہمیت دے یہی وہ نجات ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی ذلت و رسوائی سے نجات پاتا ہے اور اس کو شرافت و بزرگی حاصل ہوتی ہے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امراء کے تقرر اور ان کے لئے علم تیار کرنے میں مشغول ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کے لئے علم تیار کیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا اور ان کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح متاثر نہ ہوئے بلکہ ان کو شام سے معزول کر کے ارض تیماء کا والی بنا دیا اور فرمایا کہ وہاں موجود مسلمان ساتھیوں کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ حکم نامہ پہنچ جائے پھر آپ نے یزید بن ابی سفیان کے لئے علم تیار کیا ان کے ساتھ بہت سے معززین تھے، سہیل بن عمرو اور ان کے ہم مرتبہ اہل مکہ بھی اس جماعت میں شامل تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چلتے ہوئے آئے اور انہیں جنگ اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی سے متعلق وصیت فرمائی اور انہیں دمشق کا امیر مقرر فرمایا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر پر مقرر فرمایا انہیں بھی اسی طرح نصیحتیں کرتے ہوئے رخصت کیا اور حمص کا والی بنا دیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر فلسطین پر مقرر فرمایا اور ہر امیر کو بعض مصالح کی بناء پر الگ الگ راستوں سے جانے کی ہدایت کی، اس سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اقتداء کی کہ انہوں نے بھی اپنے بیٹوں کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازہ سے مت داخل ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا، فیصلہ اور حکم صرف اللہ کا چلتا ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور متوکلین کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

یزید بن ابی سفیان تبوک چلے گئے، مدائنی اپنی سند سے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لشکروں کو ۱۳ھ کے شروع میں روانہ کیا تھا محمد بن اسحاق صالح بن کیسان سے نقل کرتے ہیں کہ یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرتے وقت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل چل رہے تھے اور یزید سوار تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نصیحتیں فرما رہے تھے، آخر میں فرمایا کہ اب میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے اور یزید بن ابی سفیان تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔

شرحبیل بن حسنہ نے ان کی متابعت کی پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ان دونوں کی امداد کے لئے روانہ ہوئے اور ان سب نے الگ الگ راستہ اختیار کیا، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہو کر ارض شام کے غمرات نامی مقام پر اترے، کہا جاتا ہے کہ یزید بن ابی سفیان اولاً بلقاء نامی جگہ پر اترے تھے اور شرحبیل بن حسنہ نے ایک قول کے مطابق اردن اور دوسرے قول کے مطابق بصریٰ میں نزول فرمایا اور ابوعبیدہ بن الجراح جابیہ مقام پر فروکش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات کو لشکروں سے امداد دیتے گئے اور فرمایا کہ ہر امیر اپنے پسندیدہ امیر کے ساتھ مل جائے، کہا جاتا ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراح جب ارض بلقاء میں اترے تو ان سے قتال کیا یہاں تک کہ اہل بلقاء نے صلح کر لی یہ سب سے پہلی صلح تھی جو کہ شام

www.ahlehaq.org

میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی جنگ بھی شام ہی میں ہوئی کہ رومی ارض فلسطین میں عربہ نامی جگہ پر جمع ہو گئے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف ابوامامہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، ابوامامہ نے رومیوں کو قتل کیا اور ان سے مال غنیمت حاصل کیا اور ان کے ایک بڑے جرنیل کو بھی مار ڈالا، اس کے بعد مرج الصفر کا معرکہ ہوا جس میں خالد بن سعید اور مسلمانوں کی ایک جماعت شہید ہوگئی اور بعض کے قول کے مطابق مرج الصفر میں شہید ہونے والے خالد بن سعید کے بیٹے تھے اور وہ خود ارض حجاز میں ایماز نامی جگہ پر پہنچ کر بچ گئے تھے واللہ اعلم بالصواب۔

اس کو ابن جریر نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب خالد بن سعید تیماء پہنچے تو رومی لوگ عرب کے اطرافی قبائل بہرا، تنوخ، بنو کلب، سلیح، لخم، جذام اور غسان کی جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک بڑا لشکر تیار کر کے آپ کے مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے لیکن جب خالد بن سعید سے آمنا سامنا ہوا تو سب منتشر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت سے اسلام میں داخل ہو گئے خالد بن سعید نے فتح کی خوشخبری صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوائی، انہوں نے حکم فرمایا کہ آگے بڑھتے رہیں رکیں نہیں اور ولید بن عتبہ عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ایک امدادی دستہ بھی روانہ کیا پھر خالد بن سعید ایلیاء کی طرف بڑھے یہاں رومیوں کے سردار ماہان سے مقابلہ ہوا، آپ نے اسے شکست دی اور وہ دمشق کی طرف بھاگ گیا لیکن آپ اس کے تعاقب میں لگے رہے اسلامی افواج جلدی دمشق پہنچ گئی اور قسمت کی یاوری سے مرج الصفر تک پہنچ گئیں لیکن وہاں ماہان کی مسلح افواج نے گھیراؤ کر کے ان کا راستہ روک لیا اور اس کی فوجیں خالد بن سعید کی طرف بڑھیں، خالد بن سعید اس بدلتی ہوئی صورتحال کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر دوبارہ ذوالمروہ کی طرف نہ آئے اس جنگ میں گھوڑوں پر سوار لوگ تو فرار ہو گئے اور بقیہ فوج پر دشمن نے غلبہ پا لیا البتہ عکرمہ بن ابی جہل ثابت قدم رہے اور حکمت عملی کے ساتھ خود اور جو ان کے پاس بھاگ کر پہنچ گیا تھا لے کر شام سے نکل آئے پھر جب شرحبیل بن حسنہ عراق سے خالد بن ولید کے پاس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

شرحبیل بن حسنہ جب شام میں خالد بن سعید کے ٹھکانہ پر سے گذرے تو ان کے ذو مرتبہ اصحاب جو ان کے ساتھ ذوالمروہ بھاگ آئے تھے کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور دستہ پر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے پیچھے ان کی مدد کے لئے روانہ کر دیا، جب یہ دستہ خالد بن سعید کے ٹھکانہ پر سے گذرا تو ان کے باقی بچے ہوئے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف بڑھ گیا اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

معرکہ یرموک...... (۱) سیف بن عمر کے قول کے مطابق یہ معرکہ اسی سال یعنی ۱۳ھ میں فتح دمشق سے پہلے ہوا، ابو جعفر بن جریر نے اس قول کی متابعت کی ہے لیکن حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی عبیدہ، ولید، ابن لہیعہ، لیث اور ابو معشر وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ معرکہ ۱۵ھ میں ہوا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ معرکہ رجب ۱۵ھ میں ہوا، خلیفہ بن خیاط ابن کلبی سے نقل کرتے ہیں کہ واقعہ یرموک ۵ رجب المرجب ۱۵ھ بروز پیر پیش آیا۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ قول محفوظ ہے اور سیف بن عمر کا ۱۳ھ کا قول قابل اعتنا نہیں ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ سیف بن عمر کا سیاق عبارت ابن جریر وغیرہ کے بیان کے مطابق ہے وہ کہتے ہیں کہ جب یہ افواج شام کی طرف بڑھیں تو رومی گھبرا گئے اور ان پر شدید خوف طاری ہو گیا انہوں نے ہرقل قیصر روم کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ ہرقل اس وقت حمص میں تھا اور اس نے اسی سال بیت المقدس کو فتح کیا تھا، جب اسے یہ خبر ملی تو اس نے اپنی قوم سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارا ناس ہو، یہ لوگ دین جدید کے حامل ہیں ان سے مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں تم میری بات مانو اور ان سے شام کے نصف خراج پر صلح کر لو، ایسی صورت میں روم کے پہاڑ تمہارے قبضے میں رہیں گے وگرنہ یہ شام کو تو تم سے لے ہی لیں گے لیکن اس کے ساتھ روم کے پہاڑوں کو بھی تم پر

---

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۱۸۳/۴، وتاریخ الطبری: ۳۳۵/۲، والکامل فی التاریخ: ۲۸۱/۲

www.ahlehaq.org

تنگ کر دیں گے۔

ہرقل کی اس تقریر پر رومیوں نے قلت تدبر، جنگی ناتجربہ کاری اور دین و دنیا میں عدم نصرت کی وجہ سے حسب عادت وحشی گدھوں کی طرح خراٹا لیا گویا اس تجویز کو ناپسند کیا۔ اس وقت ہرقل حمص چلا گیا اور امرائے فوج کی سرکردگی میں لشکر روانہ کرنے لگا۔ اس نے ہر مسلمان امیر کے مقابلہ میں ایک بڑا لشکر بھیجا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے باپ شریک بھائی تذارق کو نوے ہزار جنگجو دے کر بھیجا، جرجہ بن بوذیعا کو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اتارا اور الدراقص کو شرحبیل بن حسنہ کے مقابلہ میں اور لقیقار "یا قیقلان" کو ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ ابو عبیدہ بن الجراح کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

یہ لقیقار "یا قیقلان" ابن اسحاق کے قول کے مطابق ہرقل نسطوری کا خصی تھا رومی اپنی افواج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگے کہ قسم بخدا اب ہم یقیناً ابو بکر کو اپنی سرزمین کی طرف لشکر کشی سے روک دیں گے، اس موقع پر مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد عکرمہ بن ابی جہل کی جماعت کو چھوڑ کر اکیس ہزار تھی، عکرمہ بن ابی جہل اپنے چھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ شام کے ایک گوشہ میں امداد کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے لشکر اسلام کے امراء نے یہ ساری صورتحال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھی، انہوں نے جواب میں لکھا کہ تم سب جمع ہو جاؤ اور ایک لشکر بنالو اور مشرکین کی افواج پر ٹوٹ پڑو، تم اللہ کے مددگار ہو اور اللہ اپنے مددگار لوگوں کی مدد کرتا ہے اور اپنا انکار کرنے والوں کو رسوا کرتا ہے، تم لوگ قلت کی وجہ سے ہرگز شکست نہیں کھا سکتے البتہ گناہوں کی وجہ سے مغلوب ہو سکتے ہو لہٰذا ان سے مکمل طور پر بچو اور تم میں سے ہر امیر اپنے ساتھیوں کی نماز میں امامت کیا کرے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نصاریٰ کو شیطانی وساوس و تلبیسات کرنے سے خالد بن ولید کے ذریعہ روک دوں گا اور خالد بن ولید کی طرف عراق میں پیغام بھیجا کہ شام چلے جائیں وہ اپنے ساتھیوں پر امیر ہوں گے اور فراغت پر دوبارہ اپنے کام کی طرف عراق آجائیں۔ ہرقل کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے امراء اور فوجوں کو جمع کر کے لڑنے کا حکم دیا ہے تو اس نے بھی اپنے سپہ سالاروں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ کسی ایسے وسیع و عریض میدان کا انتخاب کریں کہ جس میں فرار کی کوئی راہ نہ ہو اور اپنے بھائی تذارق کو تمام افواج کا سپہ سالار مقرر کیا اور میمنہ و میسرہ پر ماہان اور دراقص کو اور مقدمہ میں قیقلان کو تجویز کیا۔

محمد بن عائذ کے بیان کے مطابق جو انہوں نے عبدالاعلیٰ سے سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمان اس معرکہ میں کل چوبیس ہزار تھے اور ابو عبیدہ بن الجراح ان سب کے امیر تھے اور رومیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ماہان و سقلاب ان کے سپہ سالار تھے۔

ابن اسحاق نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے کہ سقلاب خصی اس دن ایک لاکھ رومیوں پر امیر تھا اور جرجہ آرمنی بارہ ہزار افراد پر مشتمل مقدمہ پر اور جبلہ ابن ایہم مستعربی بھی بارہ ہزار فوج پر امیر تھے اور مسلمانوں کی کل تعداد چوبیس ہزار تھی رومیوں نے شدید جنگ لڑی حتیٰ کہ ان کے پیچھے ان کی عورتیں بھی بھرپور طریقے پر شریک جنگ تھیں۔

ولید، صفوان سے اور وہ عبدالرحمن بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ہرقل نے دو لاکھ فوج ماہان آرمنی کی سرکردگی میں بھیجی اور سیف کہتے ہیں کہ رومی چلے اور یرموک کے قریب واقوصہ مقام پر فروکش ہوئے۔ وہ وادی ان کے لئے خندق ثابت ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف امداد کے لئے لکھا اور رومی لشکر کے یرموک میں ہونے کی اطلاع دی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو پیغام بھیجا کہ وہ عراق پر اپنا نائب مقرر کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلے جائیں جب وہ شام پہنچیں تو وہی اہل شام پر امیر ہوں گے، چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ بن حارثہ کو عراق کا منتظم مقرر کیا اور اپنے ساتھ ساڑھے نو ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ رافع بن عمیرہ طائی ان کا رہبر تھا وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو عراق کے راستے قراقر لے گیا اور ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اس سے پہلے کوئی نہ چلا تھا پس اس نے جنگلات و صحراؤں کو طے کیا وادیوں کو قطع کیا پہاڑوں پر چڑھا اور بالکل غلط راستہ اختیار کیا اور وہ ایک بے آب و گیاہ جنگل میں تھے کہ ان کی اونٹنیاں پیاس سے تڑپنے لگیں رافع بن عمیرہ طائی نے انہیں پانی پلایا اس کے بعد ان کے ہونٹ کاٹ دیئے اور جبڑے باندھ دیئے تاکہ وہ اپنی پشت پر موجود بوجھوں کو نہ تھکا ڈالیں۔ وہ ان اونٹنیوں کو ہانکتا رہا، جب آگے پانی نہ ملا تو ان اونٹنیوں کے پیٹ چیر دیئے گئے اور جو کچھ پانی تھا اس سے لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو بھی پلایا جس قدر پانی ساتھ لیجا سکتے تھے وہ اٹھالیا اور ان کا گوشت کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانچ دن

میں منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کی طرف تدمر کے راستے سے بڑھے اہل تدمر اور اہل ارک نے صلح کرلی، جب عذراء مقام پر پہنچے تو اسے مباح قرار دیا اور غسان کے کثیر مقدار میں اموال غنیمت کے طور پر حاصل کرلئے گئے پھر آپ دمشق کی مشرقی سمت سے نکلے اور چلتے رہے یہاں تک کہ نہر بصریٰ پر پہنچ گئے وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جماعت کو دیکھا کہ اہل شہر سے مقابلہ کر رہے ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اہل شہر نے صلح کرلی اور شہر حوالہ کر دیا، یہ شام کا پہلا شہر تھا جو فتح ہوا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا خمس بلال بن حارث مزنی کے ہاتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا پھر خالد بن ولید، ابوعبیدہ، مرثد اور شرحبیل یہ سب حضرات عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور رومی عربا نامی جگہ پر مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے اور اجنادین کا مشہور معرکہ ہوا اس موقع پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی جو خالد بن ولید کے عراق سے شام آتے ہوئے ہمسفر تھا اس نے یہ اشعار پڑھے:

رافع جاسوس کیا خوب ہے، اس نے کس طرح راہ پائی
وہ قراقر سے چل کر پانچ دن میں سویٰ پہنچ گیا
جب کہ فوج چل چل کر بعد مشقت کے رو پڑی تھی
اور اس سے پہلے کوئی نفس اس راستہ پر نہ چلا تھا

اس سفر میں بعض لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگر آپ صبح تک فلاں درخت کے پاس پہنچ جائیں تو آپ اور آپ کے ساتھی دشمن کی دسترس سے محفوظ رہیں گے ورنہ پکڑے جائیں گے پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور صبح تک اس درخت تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ عند الصباح یحمد القوم السری یعنی صبح کے وقت ہی قوم رات بھر چلنے کی تعریف کرتی ہے، آپ کا یہ جملہ مثل اور محاورہ بن گیا اس لئے کہ سب سے اول آپ نے ہی اس کو کہا تھا۔

ابن اسحاق کے علاوہ مثلاً سیف بن عمر اور ابی مخنف وغیرہ پہلے قصہ کی تکمیل کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جب رومی اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ واقوصہ میں جمع ہو گئے اور صحابہ کرام اپنی جگہ سے ہٹ کر ان کے راستے میں آ پڑے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! بشارت پاؤ کہ رومی محصور ہو گئے اور محصور قوم کم ہی کامیاب ہوتی ہے، جب صحابہ کرام رومیوں کی طرف چلنے کے لئے مشورہ کرنے جمع ہوئے تو امرائے فوج بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آ گئے اور فرمایا کہ میرا خیال نہ تھا کہ میں اتنی لمبی عمر پاؤں گا اور اس جماعت کے ساتھ ہوں گا جو جہاد کے لئے جمع ہوگی پھر مشورہ دیا کہ لشکر کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ تو رومیوں کے مقابل جا کے پڑاؤ ڈالے اس کے بعد دوسرا حصہ روانہ کیا جائے اور یہ حصہ سامان خورد و نوش اور عورتوں، بچوں پر مشتمل ہونا چاہیے، اس کے بعد تیسرے حصہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لے کر چلیں اور ایسے مقام پر پڑاؤ کریں کہ جنگل ان کی پشت پر ہو تا کہ مدد اور خوراک انہیں پہنچتی رہے سب نے اس رائے کو قبول کیا اور اس کی تحسین کی۔

ولید نے صفوان سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ رومی لوگوں نے دیر ایوب اور یرموک کے درمیان پڑاؤ کیا اور مسلمان دریا کے دوسری جانب اترے اور ان کے عقب میں جنگلات تھے تا کہ مدینہ منورہ سے ان کے لئے کمک پہنچتی رہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت سے کام لیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رومیوں کے سامنے فروکش ہو گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ ربیع الاول کے پورے مہینہ جاری رہا، سامان خورد و نوش کی قلت کی وجہ سے مزید جنگ جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو انہوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی انہوں نے فرمایا کہ خالد ان کے لئے مناسب ہوں گے اور خالد بن ولید کی طرف پیغام بھیج دیا وہ ربیع الآخر میں ان کی مدد کے لئے پہنچے جب وہ وہاں پہنچے ماہان بھی رومیوں کی مدد کے لئے آ گیا اس کے راہب اور پادری وغیرہ بھی تھے جو لوگوں کو نصرانیت کی مدد کے لئے ابھارتے اور ترغیب دیتے تھے۔

ان کے لشکر کی کل تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی ان میں سے اسی ہزار رسیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اسی ہزار گھڑ سوار اور اسی ہزار پیادہ تھے۔

سیف کے بیان کے مطابق ہر رومی کو ایک لمبی زنجیر میں باندھ دیا گیا تا کہ فرار کا موقع نہ مل سکے اور جب عکرمہ بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے تو اسلامی لشکر کی کل تعداد چھتیس ہزار سے چالیس ہزار ہو گئی، ابن اسحاق اور مدائنی کے نزدیک بھی اجنادین کا معرکہ یرموک کے معرکہ سے قبل ہے اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ کی ۲۸ تاریخ کو پیش آیا اس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور رومیوں کو شکست ہوئی ان کا امیر قیقلان بھی مقتول ہوا، جنگ سے پہلے اس نے نصاریٰ عرب میں سے اپنے ایک جاسوس کو مسلمانوں کے حالات کی تفتیش کے لئے بھیجا تھا اس نے آ کر بتایا کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جو دن گھوڑے کی پشت پر گزارتی ہے اور رات کو خداوند قدوس کے سامنے سجدہ ریز رہتی ہے اللہ کی قسم ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی چوری کرے تو اس کا بھی سزا میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے یا زنا کرے تو رجم کر دیا جاتا ہے قیقلان نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم اگر تو سچا ہے تو (ہمارے لئے) زمین کا پیٹ بہتر ہے اس کی پشت سے۔

سیف بن عمر اسی سیاق میں بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو دو حصوں میں منقسم پایا ابو عبیدہ اور عمرو بن العاص ایک طرف تھے اور یزید و شرحبیل دوسری طرف، پس خالد بن ولید ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور انہیں تفرقہ و اختلاف سے بچنے کا اور آپس میں مجتمع و متحد ہونے کا حکم دیا اس پر سب جمع ہو گئے اور متحدہ لشکر بن گیا اور جمادی الاخریٰ کے اوائل میں دشمن کے سامنے صف بندی کر لی، خالد بن ولید نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد کہا یہ دن یقیناً ایام اللہ میں سے ہے اس دن نہ فخر مناسب ہے اور نہ اللہ کی نافرمانی زیب دیتی ہے تم اپنے جہاد میں اخلاص پیدا کرو اور اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو آج کا دن بعد والے دنوں پر بھی اثر انداز ہو گا، آج ہم انہیں خندقوں کی طرف دھکیل دیں گے اور مسلسل انہیں پسپا کرتے رہیں گے لیکن خدانخواستہ آج انہوں نے ہمیں شکست دیدی تو آگے ہم ان کے سامنے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ آؤ باری باری فوج کی امارت سنبھالو، کوئی آج امیر بنے کوئی کل اور کوئی پرسوں یہاں تک کہ ہر ایک کو اس اعزاز کا موقع مل جائے اور مجھے تم میرے حال پر چھوڑ دو۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ اس مرتبہ جنگ کا معاملہ بہت طول پکڑ جائے گا اس لئے انہوں نے متفقہ طور پر خالد بن ولید کو اپنا امیر بنا لیا رومی افواج ایسی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ نکلیں کہ جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی افواج کی ایسی ترتیب قائم کی جس کی عرب میں نظیر نہیں تھی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو چھتیس سے چالیس دستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر دستہ پر جو ایک ہزار پر مشتمل تھا ایک امیر مقرر کیا لشکر کا قلب ابو عبیدہ کی ماتحتی میں دیا میمنہ پر عمرو بن العاص اور شرحبیل اور میسرہ پر یزید بن ابی سفیان کو مقرر کیا، ہراول دستہ پر قباث بن اشیم کو، مال غنیمت کے جمع پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ابو الدرداء کو اس دن قاضی بنایا گیا ابو سفیان بن حرب اس دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے والے اور مقداد بن اسود لشکر کے قاری تھے جو لوگوں میں گھوم پھر کر سورہ انفال کی آیات سنایا کرتے اور ان کے جذبات ابھارا کرتے تھے۔

اسحاق بن یسار کا بیان ہے کہ اس دن لشکر چار حصوں پر مشتمل تھا اور ہر حصہ پر ایک امیر مقرر تھا امرائے لشکر یہ حضرات تھے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مسلمان اپنے اپنے جھنڈوں کے سائے میں نکلے میمنہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، میسرہ پر نفاثہ بن اسامہ کنانی، پیدل دستہ پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور گھوڑ سوار دستہ پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو تمام امور جنگ کے مشیر و منتظم تھے اور لوگوں کو اپنی رائے سے واپس کر دیتے تھے (یعنی جس کے بارے میں جو فیصلہ فرماتے اور جہاں اس کی تشکیل فرماتے وہ اس کو خوشی قبول کرتا) جب رومی افواج نے انتہائی فخر و غرور کے عالم میں اس مقام کی طرف تمام نرم و سخت زمین کو بھر دیا گویا کہ وہ سیاہ بادل ہیں جو خوب گرج رہے ہیں اور ان کے مذہبی پیشوا انجیل کی تلاوت کر کے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے لگے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہسواروں کے دستے کے ساتھ فوج کے سامنے تھے وہ گھوڑے پر سوار ابو عبیدہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ایک امر میں مشورہ چاہتا ہوں۔ ابو عبیدہ نے فرمایا کہ کہئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں القاء فرمایا ہے میں آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قوم ایک زبردست حملہ کرنے والی ہے میرے خیال میں انہیں چارہ نہیں اور مجھے میمنہ اور میسرہ کے متعلق اندیشہ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ سواروں کے دو حصے کر دوں اور ہر ایک کو میمنہ و میسرہ کے عقب میں مقرر کر دوں تا کہ جب جنگ شروع ہو تو یہ سواروں کے دستے ان کی مدد کر سکیں، ابو عبیدہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اجازت دیدی پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان دو میں سے ایک حصہ کو اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ قیس بن ہبیرہ کی ماتحتی میں

سیف بن عمرو اپنی سند سے اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اس دن اسلامی لشکر میں ایک ہزار صحابہ تھے جن میں سے ایک سو بدری تھے اور ابو سفیان ہر دستے کے سامنے کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ تم عرب ہو اور اسلام کے مددگار، اور وہ رومی ہیں اور شرک کے مددگار، بے شک یہ دن اللہ کے ایام میں سے ایک یوم ہے پھر دعا کی اے اللہ! اپنے بندوں کی مدد و نصرت فرما۔

اور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے آئے تو عرب کے نصاریٰ میں سے ایک آدمی نے کہا کہ رومی بہت ہیں اور مسلمان کم، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو کیا تم مجھے رومیوں سے ڈراتے ہو؟ فوجوں کی کثرت آدمیوں کی تعداد سے نہیں ہوتی بلکہ مدد و نصرت سے زیادہ ہوتی ہے اور عدم نصرت کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ میرا سرخ و زرد گھوڑا تندرست ہو جائے اور ان کی فوجیں بے شک دگنی ہو جائیں کوئی پروا نہیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے سم گھس گئے تھے اور وہ عراق سے آنے کے بعد بیمار ہو گیا تھا۔

جب لوگ جنگ کے لئے آمنے سامنے ہوئے تو ابو عبیدہ اور یزید بن ابی سفیان آگے بڑھے ان کے ساتھ ضرار بن الازور، حارث بن ہشام اور ابو جندل بن سہیل بھی ہو گئے ان سب نے رومیوں کے قریب جا کر کہا کہ ہم تمہارے امیر سے ملنا چاہتے ہیں رومیوں نے انہیں اپنے امیر تذارق کے پاس جانے کی اجازت دے دی یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ریشم کے خیمہ میں بیٹھا ہوا ہے ان حضرات نے کہا کہ ہم اس میں داخل ہونا حلال نہیں سمجھتے پھر ان کے لئے ریشم کے قالین بچھائے گئے لیکن اس پر بھی بیٹھنے سے ان حضرات نے انکار کر دیا پھر رومی امیر وہیں آ کر بیٹھ گیا جہاں یہ لوگ چاہتے تھے اور باہم گفتگو شروع ہوئی اور صلح پر دونوں فریق راضی ہو گئے اس کے بعد یہ حضرات اللہ کے دین کی دعوت دے کر چلے آئے لیکن یہ صلح تام نہ ہو سکی۔

ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ رومیوں کے سردار ماہان نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ہم دونوں صفوں کے درمیان سے نکلیں اور باہم ملاقات کر کے مصالحت کریں اور پھر کہا کہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تمہیں تمہارے شہروں سے بھوک اور تنگدستی نے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ آؤ میں تم میں سے ہر ایک کو دس دینار، لباس اور کھانا دوں، پھر تم واپس اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جاؤ اور جب آئندہ سال آئے گا تو اسی قدر مال و سامان تمہارے پاس بھیج دوں گا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ ہمیں اس چیز نے نہیں نکالا جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ ہم لوگ اصل میں خون پینے والے ہیں اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رومیوں کے خون سے زیادہ لذیذ کوئی خون نہیں ہے بس ہم تو اس غرض سے آئے ہیں ماہان کے ساتھی کہنے لگے اللہ کی قسم ہم عربوں کے متعلق یہی کچھ بیان کرتے ہیں۔

مورخین کہتے ہیں کہ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن عمرو کی طرف بڑھے یہ دونوں قلب لشکر کے دائیں بائیں تھے اور کہا کہ آگے بڑھ کر قتال شروع کریں بس یہ دونوں رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کو دعوت مبارزت دی بہادر میدان میں اتر گئے اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے، جنگ کی آگ گرم ہو گئی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دلیروں کے ایک دستے کے ساتھ صفوں کے سامنے کھڑے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے اور فریقین کے بہادر ان کے سامنے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہر دستے کے پاس ایسے لوگوں کو مدد کے لئے بھیج رہے تھے جن پر انہیں اعتماد تھا اور امور جنگ کی نہایت حکمت اور تدبر کے ساتھ نگرانی اور انتظام کر رہے تھے۔

اسحاق بن بشیر، سعید بن عبد العزیز سے اور وہ دمشق کے قدیم مشائخ سے جنگ کے حالات نقل کرتے ہیں کہ ماہان جنگ کے لئے نکلا ادھر سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نکلے انہوں نے میمنہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو میسرہ پر قباث بن اشیم کنانی کو پیدل فوج پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اور سواروں پر خالد بن ولید کو مقرر کیا لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے سامنے آ گئے۔

ابو عبیدہ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ اے مسلمانو! دین پر ثابت قدم رہو یہ چیز کفر سے نجات دینے والی اور رب تعالیٰ کو راضی کرنے والی ہے نیز عیب و عار کو تم سے دور کرنے والی ہے اپنے میدان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور خود پیش قدمی نہ کرنا اور نہ حملے کی ابتداء کرنا نیزوں کو بلند رکھو اور ڈھال کو سامنے کرو۔

www.ahlehaq.org

خاموشی اختیار کرو اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اہل قرآن! اے کتاب الٰہی کے محافظو! اے حق و ہدایت کے مددگارو! آدمی اپنی خواہشات اور تمناؤں میں رہتے ہوئے نہ اللہ کی رحمت کو پا سکتا ہے اور نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ صادق اور مصدق شخص ہی کو رحمت و مغفرت سے نوازتا ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین پر خلافت و حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی۔

اور پھر فرمایا کہ تم اپنے رب سے حیاء کرو اس چیز سے کہ وہ تم کو تمہارے دشمن کے مقابلہ میں بھاگتا ہوا دیکھے، حالانکہ تمہاری جان اسی رب کے قبضہ میں ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔

عمرو بن العاص نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم نگاہوں کو پست رکھو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ، نیزوں کو بلند رکھو، جب وہ تم پر حملہ کرنے لگیں تو ذرا ٹھہر جاؤ، جب وہ اپنے نیزوں کو درست کر کے آگے بڑھیں تو ان پر شیر کی طرح حملہ کر دو، قسم ہے اس ذات کی جو سچائی سے راضی ہوتا ہے اور اس کا صلہ دیتا ہے جھوٹ کو مٹاتا ہے اور نیکی کا بدلہ احسان کے ساتھ دیتا ہے میں نے سنا ہے کہ مسلمان عنقریب ان کا ایک ایک پہاڑ اور ایک ایک محل فتح کر لیں گے پس ان کی جمعیت اور تعداد تمہیں خوفزدہ نہ کرے، اگر تم ان پر دل جمعی کے ساتھ حملہ کرو گے تو یہ چکور کے بچوں کی طرح اڑ جائیں گے حتیٰ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

پھر ابو سفیان نے فوج سے خطاب کیا اور بہت عمدہ پیرائے میں لوگوں کو قتال پر ابھارا، اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ طویل کلام کیا اور جب لوگ جنگ کے لئے بالکل تیار اور آمنے سامنے ہو گئے تو فرمایا کہ اے اہل اسلام! جو حالات اس وقت ہیں وہ تم دیکھ ہی رہے ہو پس اللہ کے رسول اور جنت تمہارے سامنے ہیں اور شیطان تمہارے پیچھے، اس کے بعد عورتوں کو ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ جس شخص کو تم میدان چھوڑ کر بھاگتے ہوئے دیکھو تو اسے پتھروں اور لاٹھیوں سے اتنا مارو کہ وہ میدان جنگ کی طرف لوٹ جائے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ قلب میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوں اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر کے عقب میں تا کہ بھاگنے والوں کو واپس لوٹائیں، اور سواروں کے دو حصے کر دیئے ایک حصہ میمنہ کے پیچھے اور دوسرا میسرہ کے پیچھے مقرر کر دیا تا کہ لوگ پیچھے کی طرف نہ بھاگ سکیں، اور عقب سے مسلمان محفوظ بھی رہیں، خالد بن ولید کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں جو کچھ القا فرماتے ہیں وہ آپ بیان کیجئے اور ان کے ساتھیوں نے ان کے مشوروں پر خوب عمل کیا، رومی فوجیں اپنی صلیبیں اٹھائے آگے بڑھیں ان کی آواز گرجتے بادل کی طرح خوف و گھبراہٹ پیدا کر دینے والی تھیں ان کے پادری اور جرنیل ان کو لڑائی پر ابھار رہے تھے اور وہ اتنی تعداد میں تھے کہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد نہیں دیکھی گئی، پس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہی گئی اور اسی پر بھروسہ کیا گیا۔

یرموک کی لڑائی میں زبیر بن العوام بھی شریک تھے اور وہ اس وقت موجود صحابہ میں سب سے دلیر تھے بڑے شہسوار اور بہادر تھے ان کے پاس بہادروں کی ایک جماعت آئی اور کہا کہ کیا آپ حملہ نہیں کریں گے؟ تا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں، زبیر بن العوام نے کہا کہ تم ثابت قدم نہ رہ سکو گے لوگوں نے کہا کیوں نہیں ضرور، پس انہوں نے حملہ کیا لوگ بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے جب دشمن کی صفوں کے سامنے پہنچے تو لوگ رک گئے لیکن زبیر بن العوام دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے اور پھر پلٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے پھر دوبارہ اسی طرح کا حملہ کیا اور پھر اپنی جگہ لوٹ آئے اس دن ان کے کندھے پر دو زخم آئے اور ایک روایت کے مطابق ایک زخم آیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے ہم معنی مضمون اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب پادریوں اور جرنیلوں کی آوازیں سنتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! ان کے قدم پھسلا دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ہم پر سکینت نازل فرما، ہمیں تقویٰ کا پابند بنا، ہمیں اپنی ملاقات محبوب بنا دے اور اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔

ماہان باہر نکلا اور اس نے اپنے میسرہ پر مقرر جرنیل دریجان کو حملہ کا حکم دیا وہ اللہ کا دشمن ان میں سب سے زیادہ بزرگ تھا پس اس نے مسلمانوں

کے میمنہ پر حملہ کر دیا اس حصہ میں ازد، مذحج، حضر موت اور خولان کے آدمی تھے انہوں نے ثابت قدمی دکھائی اور اللہ کے دشمنوں کے قدم روک دیئے اور پہاڑوں کی سی استقامت اور بلند ہمتی کے ساتھ ان پر فدائی حملہ کر دیا پھر مسلمان میمنہ سے قلب کی طرف چلے گئے ایک جماعت لشکر کی طرف چلی گئی لیکن اکثریت دشمن کے سامنے جمی رہی اور اپنے اپنے جھنڈوں کے سامنے تلے قتال کرتی رہیں، جب بھاگ چکا تو لوگوں نے ایک دوسرے کو آواز دی بھاگنے والے واپس پلٹے اور دشمن پر حملہ کیا اور سامنے والے رومیوں کے قدم روک دیئے اور انہیں بھاگنے والے مسلمانوں کے تعاقب سے بھی باز رکھ دیا اور عورتوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کی لاٹھیوں اور پتھروں سے خوب خبر لی، خولہ بنت ثعلبہ اس دن یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

اے پاکیزہ عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والے (اگر تیرا یہی حال رہا تو) عنقریب تو انہیں قیدی بنا ہوا دیکھے گا، اس وقت یہ نہ عقل مند ہوں گی اور نہ پسندیدہ۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ اپنی اپنی جگہ واپس آ گئے۔

سیف بن عمرو ابو عثمان غسانی اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ بن ابی جہل نے یرموک کے دن کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی موقعوں پر شریک جہاد ہوا ہوں، کیا میں آج تم سے بھاگ جاؤں گا پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا کہ کون ہے جو موت پر بیعت کرتا ہے ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن الازور نے چار سو ذی وجاہت مسلمانوں کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں شہسوار بھی تھے پھر ان سب نے خالد بن ولید کے خیمے کے سامنے بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے قتال کیا اور سب زخمی ہو گئے بہت سے شہید بھی ہو گئے ان میں ضرار بن الازور بھی تھے۔

مؤرخ واقدی نقل کرتے ہیں کہ شہید ہونے والے لوگوں نے زخموں سے بے تاب ہو کر پانی طلب کیا جب ان میں سے کسی کے پاس پانی لایا جاتا تو اس کے قریب دوسرا زخمی پانی کو دیکھتا تو پہلا دوسرے کی طرف اشارہ کر دیتا کہ انہیں پلاؤ، جب دوسرے تک پانی پہنچتا تو وہ اپنے قریب تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کر دیتا کہ انہیں پلاؤ، یہ سب ایک دوسرے کی طرف پانی بھیجتے رہے یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے لیکن کسی نے پانی نہ پیا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں میں سب سے پہلا شہید ابو عبیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی تیاری کر لی ہے کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ سے کچھ کام ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ ہاں، میری طرف سے سلام عرض کر دیجئے گا اور کہہ دیجئے گا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا پھر یہ شخص آگے بڑھا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

اس دن مسلمانوں میں سے ہر دستہ اپنے جھنڈوں تلے ثابت قدم رہا اور رومی چکی کے پاٹ کی طرح میدان میں چکر لگا رہے تھے اور لوگوں کی پر گوشت پنڈلیاں، دھڑ، کلائیاں اور اڑتی ہوئی ہتھیلیاں ہر طرف نظر آ رہی تھیں پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے سواروں کو لے کر دشمن کے میسرہ پر حملہ کر دیا جس نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا تھا اس حملہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار رومی قتل کئے اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب ان رومیوں کے پاس نہ صبر باقی ہے اور نہ ہی قوت، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے کندھے تمہارے سپرد کر دے گا پھر انہوں نے ایک سو سواروں کے ساتھ ایک لاکھ رومیوں پر حملہ کر دیا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے ہی ان کے پاس پہنچے ان کی فوج بدحواس اور تتر بتر ہو گئی اور مسلمانوں نے یکبارگی جو حملہ کیا تو ان کے قدم بالکل ہی اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا اور رومی ان سے بچ نہ سکے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جنگ کی جولانی عروج پر تھی اور مسلمان گھمسان کے معرکہ میں مصروف تھے کہ اچانک حجاز سے ایک قاصد آیا جسے امیر لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا گیا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ اس نے بتایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے ہیں انہوں نے ان تمام افواج کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دے کر اپنا نائب مقرر کیا ہے، یہ گفتگو قاصد اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کو پوشیدہ رکھا اور لوگوں پر بالکل ظاہر نہ کیا تاکہ اس صورتحال میں اس خبر سے مسلمانوں کو کسی قسم کی کمزوری وضعف لاحق نہ ہو خالد بن ولید نے قاصد سے کہا اور یہ بات لوگ سن رہے تھے کہ تم نے بہت اچھا کیا اور اس کے ہاتھ سے وہ رقعہ لے کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور امور جنگ کی تدابیر میں مشغول

www.ahlehaq.org

ہو گئے اور حملہ لانے والے لقا صعد کو جس کا نام تجمہ بن زنیم تھا اپنے برابر میں کھڑا کر لیا۔ ابن جریر نے اس واقعہ کو اپنی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

مورخین کے بیان کے مطابق اسی جنگ میں رومی سرداروں میں سے ایک بڑا سردار جرجہ صف سے باہر نکلا اس نے خالد بن ولید کو بلایا آپ اس کے پاس گئے یہاں تک کہ ان دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے چھونے لگیں جرجہ نے کہا کہ اے خالد! مجھے سچ سچ بتلاؤ غلط بیانی نہ کرو اس لئے کہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتا اور دھوکہ بھی نہ کرو، بے شک شریف و کریم آدمی اللہ کا واسطہ دینے والے کو دھوکہ نہیں دیا کرتا، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اتاری ہے جو تلوار اس نبی نے پھر تمہیں دی ہے کہ تم وہ تلوار جس پر اٹھاتے ہو اسے پچھاڑ دیتے ہو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں، جرجہ نے کہا کہ پھر تم نے اپنا نام سیف اللہ کیوں رکھا ہوا ہے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان اپنا ایک نبی مبعوث فرمایا اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی لیکن ہم اس سے بھاگتے رہے اور دور ہوتے رہے ہم میں سے کچھ لوگوں نے ان کی تصدیق کی اور تابعداری کی اور بعض نے تکذیب کی اور دور رہے میں بھی تکذیب کرنے والوں اور دور رہنے والوں میں سے تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلوب اور پیشانیوں کو پکڑا اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی سو ہم نے اس نبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس نبی نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جس کو اللہ تعالیٰ مشرکین پر سونتتا ہے اور میرے لئے مدد و نصرت کی دعا کی پس میں نے اپنا نام سیف اللہ اس وجہ سے رکھا ہے اور میں مشرکین پر مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ سخت و شدید ہوں۔

جرجہ نے کہا کہ اے خالد! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور جو کچھ محمد ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کے اقرار کی دعوت دیتے ہیں۔ جرجہ نے کہا کہ جو تمہاری اس دعوت کو قبول نہ کرے تو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اسے جزیہ دینا ہوگا اس پر ہم اس کی حفاظت کریں گے جرجہ نے کہا کہ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی نہ مانے تو؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اسے جنگ کی اطلاع دے کر اس سے قتال کریں گے، جرجہ نے کہا کہ اس شخص کی تمہارے درمیان کیا حیثیت اور کیا قدر و منزلت ہوگی جو آج اس حال میں تمہاری دعوت کو قبول کر لے، خالد بن ولید نے کہا کہ اللہ کے حکم اور فیصلے کے مطابق وہ اور ہم سب ایک ہی مرتبہ میں ہوں گے ہمارے شریف و رذیل اور اول و آخر سب دینی حیثیت سے برابر و مساوی ہیں، جرجہ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص آج تمہارے دین میں داخل ہوا ہے وہ اجر و ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے تمہارے مساوی ہو جائے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں بلکہ افضل ہوگا، جرجہ نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ تم اس سے سبقت کر چکے ہو، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے اس دین کو برضا و رغبت قبول کیا ہے لیکن ہم نے اپنے نبی کی بیعت اس حال میں کی کہ وہ ہمارے درمیان موجود تھے ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی تھیں وہ ہمیں کتاب الٰہی کے متعلق بتلاتے اور ہمیں نشانیاں (معجزات) دکھلاتے جو بھی سب کچھ دیکھے اور سنے اس پر اسلام قبول کرنا اور بیعت کرنا لازم ہو گیا (یعنی قبول حق سے کوئی عذر بھی باقی نہ رہا) اور جو عجائبات ہم نے دیکھے وہ تم نے نہیں دیکھے، جو دلائل ہم نے سنے وہ تم نے نہیں سنے لہٰذا تم میں سے جو شخص اس دین میں داخل ہوگا وہ حقیقی معنی میں صدق نیت کے ساتھ داخل ہوگا اس بنا پر وہ ہم سے افضل ہوگا۔

جرجہ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! تم نے سچ کہا ہے اور مجھے دھوکہ نہیں دیا، خالد بن ولید نے بھی جواباً کہا کہ ہاں اللہ کی قسم! میں نے سچ کہا ہے اور جو کچھ تم نے پوچھا اس میں اللہ ہی مددگار ہے، پس جرجہ نے اس گفتگو کے بعد اپنی ڈھال کو ہٹایا اور خالد بن ولید کے پاس آ کر کہنے لگا کہ مجھے اسلام سکھائیے، خالد بن ولید اسے لے کر اپنے خیمے کی طرف بڑھ گئے اور اس پر پانی کا ایک مشکیزہ بہا کر غسل کرایا اور دو رکعت نماز پڑھائی، جرجہ کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف پلٹنے کے ساتھ ہی رومیوں نے حملہ کر دیا اور خاص حفاظتی دستے کے علاوہ جس کے امیر عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام تھے باقی مسلمانوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا، پس اس بدلتی صورتحال میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور جرجہ بھی ان کے ساتھ تھے اور رومی مسلمانوں کے درمیان میں آ گئے تھے پس لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا اور اپنی اپنی جگہ لوٹ آئے رومی بھی اپنی جگہ پہنچ گئے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ دونوں طرف سے تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جرجہ بھی تھا دونوں نے سورج کے بلند ہونے سے لے کر غروب کے قریب تک قتال کیا مسلمانوں نے ظہر و عصر کی نمازیں اشارہ سے پڑھیں۔

اس جنگ میں جرجہ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ صرف یہی دو رکعتیں پڑھیں تھی اس موقع پر رومیوں کی طرف

سے جنگ میں شدت آگئی تھی سو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے قلب کی طرف بڑھے اور ان کے شہسواروں کے درمیان پہنچ گئے رومی سوار اس کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمان بھی اپنے گھوڑوں سے جدا ہو گئے یہاں تک کہ جب میدان صاف ہو گیا اور مکمل فتح حاصل ہو گئی تو مسلمانوں نے مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھے پڑھیں، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے خیموں کی طرف گئے اور انہیں آخر تک پراگندہ و منتشر کر دیا اور گری ہوئی دیوار کی طرح بے ضرر بنا دیا، پھر بھاگتے سواروں کا تعاقب کیا اور انہی کی کھودی ہوئی خندقوں کو ان کے لئے رکاوٹ بنا دیا رومی شب کی تاریکی میں واقوصہ کی طرف بھاگے اس بھگدڑ میں زنجیروں میں بندھے ہوئے لوگ گرنے لگے ان میں سے جب کوئی ایک گرتا تو اپنے ساتھ کئی اوروں کو بھی گرا دیتا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ان خندقوں کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار کفار مقتول ہوئے اور یہ تعداد معرکہ میں قتل ہونے والی تعداد کے علاوہ ہے اس جنگ میں مسلمان خواتین نے بھی قتال میں حصہ لیا اور بہت سے رومیوں کو قتل کیا مسلمانوں میں سے جب کوئی شکست خوردہ ہو کر بھاگتا تو یہ عورتیں کہتیں کہ کیا ہمیں ان عجمی کافروں کے لئے چھوڑ کر جا رہے ہو پھر اسے مارتیں یہاں تک کہ وہ شخص اپنے بچاؤ سے عاجز ہو کر میدان قتال کی طرف لوٹ جاتا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ رومی جرنیل قیقلان اور دیگر بڑے بڑے سرداروں نے اس دن عمدہ قسم کے بیش قیمت کپڑے زیب تن کئے اور کہا کہ اگر ہم دین نصرانیت کی مدد پر قادر نہ ہو سکے تو کم از کم اس دین پر جان ضرور دیں گے لیکن پھر وہ سب کے سب مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس دن تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں عکرمہ، ان کے بیٹے عمرو، سلمہ بن ہشام، عمرو بن سعید، ابان بن سعید بھی شامل تھے البتہ خالد بن سعید ثابت قدم رہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلے گئے اور ضرار بن الازور، ہشام بن العاص، عمرو بن طفیل بھی شہید ہونے والوں میں شامل تھے، عمرو بن طفیل کے باپ کے جنگ یمامہ والے خواب کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اس دن عمرو بن طفیل نے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا البتہ عمرو بن العاص نے چار آدمیوں کے ساتھ شکست کھائی اور میدان جنگ سے عورتوں کے خیموں کی طرف دوڑے لیکن عورتوں نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی جس پر وہ دوبارہ میدان میں پہنچ گئے شرحبیل بن حسنہ اور ان کے ساتھی بھی شدت جنگ کی وجہ سے منتشر و پراگندہ ہو گئے لیکن جب ان کے امیر نے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم، آیت پڑھ کر انہیں نصیحت کی تو وہ واپس آ گئے۔

اس دن یزید بن ابی سفیان نے خوب ثابت قدمی دکھائی اور شدید قتال کیا ان کے باپ ابو سفیان ان کے پاس سے گزرے اور کہا کہ اے میرے بیٹے تقویٰ اور صبر کو لازم پکڑو اس وقت اس میدان میں مسلمانوں میں سے کوئی بھی جنگ سے بچا ہوا نہیں ہے بس تم اور تمہارے جیسے مسلمانوں کے سرکردہ لوگ صبر اور نصیحت کے زیادہ مستحق ہیں لہٰذا اے بیٹے تم اللہ سے ڈرو، اور آج تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی جنگ کے اجر و ثواب میں تم سے سبقت نہ کرنے پائے اور نہ تم سے زیادہ دشمنان اسلام پر دلیر و جری ثابت ہو، یزید بن ابی سفیان نے باپ کی یہ نصیحت و وصیت سن کر کہا کہ انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا پھر انہوں نے اس دن جنگ میں خوب شدت و جرأت دکھائی اور وہ لشکر کے قلب کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

سعید بن المسیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ یرموک کے دن آوازیں پرسکون ہو گئیں پھر ہم نے ایک ایسی آواز سنی جو سارے لشکر پر پھیلی اور چھائی ہوئی تھی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے نصرت الٰہی! قریب آ جا اور اے گروہ مسلمین ثابت قدم رہو، ہم نے آواز کی سمت دیکھا تو وہ ابو سفیان تھے جو اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے جھنڈے تلے کھڑے پکار رہے تھے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس دن رات ہرقل کے بھائی تذارق کے خیمے میں گذاری جو اس دن جنگ میں تمام رومی افواج کا امیر تھا اور بھاگنے والوں کے ساتھ وہ بھی بھاگ گیا تھا اور سواروں کے دستے نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے باہر رات گذاری، وہ ارد گرد چکر لگاتے رہے اور جو رومی ملتا اسے پکڑ کر قتل کر دیتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی آخر میں تذارق بھی مارا گیا اس کی ملکیت میں ریشم کے تیس شامیانے اور تیس بڑی چادریں تھیں اس کے علاوہ ریشم کے کپڑے اور بچھونے بھی تھے صبح کے وقت ان تمام غنائم کو اکٹھا کر لیا گیا اور اس وقت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی جسے سن کر انہیں ان غنائم کی کچھ خوشی و مسرت نہ ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صورت میں نعم البدل عطا فرما دیا۔

خالد بن ولید نے اس موقع پر مسلمانوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں تعریفی خطاب فرمایا اور کہا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کا فیصلہ فرمایا وہ مجھے بنسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیادہ محبوب تھے اور تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو والی حکومت بنایا وہ مجھے بنسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کم محبوب ہیں لیکن ان کی محبت مجھ پر لازم کی گئی ہے خالد بن ولید نے بھاگنے والے رومیوں کا تعاقب شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے پیچھے دمشق پہنچ گئے اہل دمشق باہر نکلے اور کہا کہ ہم اپنے عہد اور صلح پر قائم ہیں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بہت اچھا، پھر رومیوں کا ثنیۃ العقاب تک تعاقب کیا اور ان میں سے کثیر کو قتل کر دیا پھر بھاگنے والوں کے پیچھے حمص چلے گئے اہل حمص نے بھی اہل دمشق کی طرح صلح کر لی، ابوعبیدہ نے بھگوڑے رومیوں کے پیچھے عیاض بن غنم کو بھیجا انہوں نے ملطیہ تک ان کا تعاقب کیا اور اہل ملطیہ سے صلح کر کے واپس آ گئے جب ہرقل کو اہل ملطیہ کی صلح کی خبر ملی تو اس نے وہاں کے جانبازوں کو طلب کیا اور ملطیہ شہر کو جلا دینے کا حکم دیا سو ملطیہ جلا دیا گیا اور رومی شکست خوردہ حالت میں بھاگتے بھاگتے جب ہرقل کے پاس پہنچے جس وقت وہ حمص ہی میں تھا اور اسے اطلاع ملی کہ مسلمان ان کے پیچھے مارتے، قیدی بناتے اور لوٹتے ہوئے آ رہے ہیں تو وہ حمص سے بھاگ کھڑا ہوا اور اہل حمص کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان گویا کہ ڈھال بنا گیا اور کہا کہ شام اب شام نہیں رہا اور رومی ایک منحوس بچے سے مار کھا گئے۔

جب یرموک کے موقع پر جو اشعار کہے گئے ان میں سے قعقاع بن عمرو کے یہ اشعار بھی ہیں:

(۱)...... کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم معرکہ یرموک میں ویسے ہی فتح یاب ہوئے۔ جیسا کہ جنگ عراق میں ہوئے تھے۔

(۲)...... اور مدائن و مرج الصفر اء کے آزاد علاقوں کو اصیل گھوڑوں پر بیٹھ کر فتح کیا۔

(۳)...... اس سے قبل ہم العرقی شہر کو فتح کر چکے تھے، جو مشکیں مارنے والوں کے نزدیک ایسا شہر تھا جس کے گرد و مضافات میں قدم رکھنا بھی ممنوع تھا۔

(۴)...... جو ہمارے مقابلہ پر آیا ہم نے اسے قتل کر دیا اور اچھی باریک دھار والی تلواروں کے ساتھ ان کی غنیمت کو حاصل کیا۔

(۵)...... ہم نے رومیوں کو خوب قتل کیا، یہاں تک کہ وہ یرموک کے دن کمزور و لاغر جسم والے کے سامنے بھی نہ ٹھہر سکے۔

(۶)...... اور ہم نے ان کی جمعیت کو برق صفت تلوار کے ساتھ واقوصہ میں پراگندہ و منتشر کیا، جس جگہ انہوں نے وہاں ہجوم کر لیا تھا۔

(۷)...... وہ پے در پے گرنے لگے اور ایسے امر کی طرف چلے گئے جس کا چھٹکارا دشوار ہوتا ہے۔

اسود بن مقرن تمیمی نے اپنے اشعار میں کہا:

(۱)...... ہم نے ایک دن کے بعد دیگرے کتنے ہی حملے کئے اور جنگ کی ہولناکیوں کو دور کر دیا۔

(۲)...... اگر لوگ شکوئی کے نزدیک مال غنیمت میں چھننے والے نہ ہوتے تو پہلے والے بھی ہماری ہی حرص کرتے۔

(۳)...... ہم نے جنگ کی یرموک میں ان سے اس وقت، جب پڑاؤ کرنے والوں پر ان کے پرے تنگ ہو گئے تھے۔

(۴) پس ہرقل اپنے فوجی دستوں کو ہم سے مقابلہ کر کے ضائع مت کرے، جب وہ ایسا کرے گا تو ناکام و نامراد قفص کا سا قصد کرے گا۔

اور عمرو بن العاص نے اپنے اشعار میں کہا:

(۱)...... لخم و جذام کے قبائل شریک جنگ تھے اور ہم رومی مرج الصفر میں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔

(۲)...... وہ اگر دوبارہ آئے تو ہم جنگ نہیں بلکہ تکلیف دہ ضرب کے ساتھ ان کا گھیراؤ کریں گے۔

احمد بن مروان نے مجالسہ میں نقل کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل ترمذی نے ان سے ابو معاویہ بن عمرو نے ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کے دشمن اتنا وقت بھی نہ ٹھہر پاتے تھے جتنا ناقہ کے دودھ کی دو دھاروں کے درمیان ہوتا ہے شکست خوردہ رومی جب ہرقل کے پاس پہنچے تو اس نے کہا اور وہ اس وقت انطاکیہ میں تھا کہ تم لوگ برباد ہو جاؤ جو لوگ تم سے قتال کر رہے ہیں کیا وہ تمہاری طرح انسان نہیں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں، ہرقل نے کہا کہ تعداد میں تم زیادہ ہو یا وہ؟ لوگوں نے کہا کہ ہم ان سے ہر موقع پر کئی گنا زیادہ تھے، ہرقل نے کہا کہ پھر تم کیوں شکست کھا جاتے ہو؟ لوگوں میں سے ایک باشرف اور ذی وجاہت بوڑھا کھڑا ہوا اور کہا کہ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ یہ

لوگ رات کو نماز پڑھتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں عدل وانصاف کرتے ہیں لیکن ہم لوگ شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں حرام کے مرتکب ہوتے ہیں عہد و پیمان کو توڑتے ہیں لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں اللہ کے ناپسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اس کے پسندیدہ کاموں سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ ہرقل نے یہ سن کر کہا کہ بے شک تو نے سچ کہا ہے۔

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ غسانی سے سماعت کرنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ اس کی قوم کے دو آدمیوں نے مجھے بتلایا کہ جب مسلمانوں نے اردن کے نواح میں پڑاؤ کیا تو یہ افواہ اڑی کہ عنقریب مسلمان دمشق کا محاصرہ کریں گے سو ہم اس محاصرہ سے پہلے ہی خرید و فروخت کے لئے دمشق پہنچ گئے افواج دمشق کا ایک جرنیل ہمارے پاس آیا اور کہا کہ کیا تم عرب ہو؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ کیا دین نصرانیت پر قائم ہو؟ ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی ان لوگوں (مسلمانوں) کے حالات کی تفتیش اور جاسوسی کے لئے جائے اور دوسرا اپنے ساتھی کے سامان کی حفاظت کرے، ہم میں سے ایک نے ایسا ہی کیا اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر واپس آیا اور کہا کہ میں ہلکے پھلکے آدمیوں کے پاس سے آیا ہوں جو بہترین گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں رات کو راہب اور دن کو شہسوار ہوتے ہیں اپنے تیروں کے ساتھ پر لگاتے ہیں اور انہیں خوب تیز رکھتے ہیں نیزوں کو بالکل سیدھا رکھتے ہیں اگر تو اپنے پاس والے سے کوئی بات کرے گا تو ان کے قرآن و ذکر کی بلند آواز کی وجہ سے وہ تیری بات نہ سمجھ سکے گا، راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر اس جرنیل نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہارا سامنا ایسے لوگوں سے ہے جن سے لڑنے کی تمہارے اندر قوت نہیں ہے۔

ملک شام کی امارت و سیادت...... ملک شام کی امارت و سیاست ابو عبیدہ بن الجراح کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ پہلے امیر ہیں جنہیں امیر الامراء کا لقب دیا گیا۔

ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ قاصد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب لے کر آیا تو مسلمان اس وقت معرکہ یرموک میں کفار سے نبرد آزما تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو مسلمانوں پر اس لئے ظاہر نہیں کیا کہ عین معرکہ کے وقت ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں لیکن فتح کے بعد صبح کو یہ خبر مسلمانوں کے سامنے ظاہر کر دی اور اپنی رائے کا اظہار کیا پھر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے جمع کرنے اور اس کے شرعی قاعدہ کے مطابق پانچ حصے کرنے میں مصروف ہو گئے اور خباب بن اشیم کو فتح کی خوشخبری اور خمس دے کر حجاز مقدس کی طرف روانہ کر دیا پھر دمشق کی طرف کوچ کا اعلان کیا اور مرج الصفر نامی مقام پر جا کر پڑاؤ کیا ابو عبیدہ نے اپنے آگے ایک دستہ بھیجا جو تین افراد ابو امامہ باہلی اور ان کے دو ساتھیوں پر مشتمل تھا۔

ابو امامہ کا بیان ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ یہاں چھپ کر بیٹھ جائیں اور خود تنہا شہر کی طرف چل دیا رات کا وقت تھا شہر کا صدر دروازہ بند تھا اور کوئی آدمی وہاں موجود نہ تھا میں سواری سے اترا اور اپنا نیزہ زمین پر گاڑ دیا اور گھوڑے کی لگام اتار کر اور توبڑا لٹکا کر سو گیا جب صبح ہوئی تو میں اٹھا اور وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اچانک دیکھا کہ شہر کا دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا تھا جب دروازہ کھلا تو میں نے دربان پر حملہ کر دیا اور نیزے کے وار سے اسے قتل کر ڈالا اور واپس چلا آیا لوگ میرے پیچھے مجھے پکڑنے کے لئے آئے جب اس آدمی تک پہنچے جو راستے میں چھپا ہوا تھا تو اسے دیکھ کر اور یہ خیال کر کے کہ یہاں باقاعدہ فوج گھات لگائے بیٹھی ہے واپس چلے گئے پھر ہم دونوں چلے اور آگے چل کر تیسرے ساتھی کو بھی لے لیا اور ابو عبیدہ کے پاس پہنچ کر ساری صورتحال بیان کی، ابو عبیدہ دمشق پر حملہ کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط کا انتظار کرنے لگے جب خط پہنچا تو اس میں دمشق پر حملہ کا حکم تھا پس ابو عبیدہ نے حکم پا کر کوچ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور یرموک پر بشیر بن کعب کو اس کے سواروں کے ساتھ اپنا نائب مقرر کیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ملک شام چلے آنے کے بعد جرت کا معرکہ...... اہل فارس اپنے بادشاہ اور اس کے بیٹے کے قتل ہونے کے بعد شہریار بن اردشیر بن شہریار کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لئے جمع ہوئے انہوں نے خالد بن ولید کی عراق میں عدم موجودگی کو غنیمت

www.ahlehaq.org

بھیجا اور ان کے نائب مثنیٰ بن حارثہ کی طرف دس ہزار کا لشکر ہرمز بن جاذویہ کی سرکردگی میں بھیجا اور شہریار نے بادشاہ بننے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ میں نے تمہاری طرف اہل فارس کے وحشی اور رذیل لوگوں پر مشتمل ایک لشکر بھیجا ہے جو مرغوں اور خنزیروں کے چرانے والے ہیں میں انہی کے ذریعہ تم سے قتال کروں گا مثنیٰ بن حارثہ نے جواب میں لکھا کہ تم یا تو باغی ہو اور ایسی صورت میں یہ بات تمہارے لئے بری اور ہمارے لئے بہتر ہے اور یا جھوٹے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے انجام اور رسوائی کے اعتبار سے سب سے زیادہ برے جھوٹے بادشاہ ہیں اور جس لشکر کا تم نے حوالہ دیا ہے ہماری رائے ہے کہ تم مجبور ہو کر ان کے پاس گئے ہو پس تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہاری تدبیر کو مرغوں اور خنزیروں کی طرف پلٹ دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس خط سے اہل فارس پر خوف و گھبراہٹ طاری ہو گئی اور شہریار کے خط پر اسے خوب ملامت کی اور اس کی رائے کو حقیر و قابل نفرت قرار دیا اس کے بعد مثنیٰ حیرہ سے بابل کی طرف روانہ ہو گئے صراۃ کے پہلے کنارے پر مثنیٰ اور اہل فارس کا آمنا سامنا ہو گیا اور شدید لڑائی ہوئی اہل فارس نے مسلمانوں کی صفیں الٹنے اور ان میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ایک ہاتھی ان کی طرف ہانک دیا لیکن مسلمانوں کے امیر مثنیٰ بن حارثہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا اور مسلمانوں کو حملے کا حکم دیا اہل فارس کو زبردست شکست ہوئی ان کے بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سا مال ہاتھ لگا اور وہ فرار ہو کر مدائن کی طرف بڑی بری حالت میں پہنچ گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ مر چکا ہے تو انہوں نے کسریٰ پرویز کی بیٹی بوران کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اس نے عدل و انصاف سے کام لیا اور اچھا طرز عمل اختیار کیا۔

ایک سال سات ماہ حکومت کر کے وہ مر گئی اس کے بعد اس کی بہن آزرمیدخت زنان ملک بنی لیکن اس سے ملکی نظم ٹھیک نہ چلا تو لوگوں نے اسے ہٹا کر سابور بن شہریار کو بادشاہ بنا دیا اور فرخزاذ بن البندوان کو اس کا وزیر و مشیر بنا دیا سابور نے کسریٰ کی بیٹی آزرمیدخت کے ساتھ اپنے وزیر و مشیر کا نکاح کر دیا لیکن آزرمیدخت نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ یہ تو ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے جب شب عروسی ہوئی تو لوگوں کو بلا کر فرخزاذ بن بندوان کو قتل کر دیا اس کے بعد سابور بن شہریار کا رخ کیا اور اسے بھی مار ڈالا اور پھر دوبارہ آزرمیدخت کو ہی اپنی ملکہ بنا لیا اہل فارس نے بار بار بادشاہ بدلنے کا خوب کھیل کھیلا لیکن اس سال بھی ان کی حکومت مستقر و منتظم نہ ہو سکی اس لئے کہ انہوں نے امور سلطنت کا والی ایک عورت کو بنایا تھا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور سلطنت عورت کے سپرد کر دے۔

اس معرکہ کے متعلق عبدہ بن طبیب سعدی کہتا ہے کہ جو خود اس میں شریک تھا اس نے اپنی بیوی سے مفارقت اختیار کر کے ہجرت کی تھی اس کی بیوی نے اسے مایوس کیا تو یہ جنگل کی طرف لوٹ آیا اور کہا:

(۱)..... کیا خولہ کا عہد جدائی کے بعد قائم ہے؟ یا تو اس کے گھر سے بہت دور مشغول ہے۔
(۲)..... محبوبوں کے لئے دن ہوتے ہیں جنہیں تو یاد کرتی ہے، جدائی سے پہلے جدائی کی تاویل کی جاتی ہے۔
(۳)..... خولہ اپنے قبیلے میں رہتی ہے کہ جن سے میں نے مدینہ کے دور سے مرتے ہاتھی والی جنگ میں عہد کیا تھا۔
(۴)..... وہ دھوپ میں اہل عجم کے سر پر حملہ کرتے ہیں ان میں ایسے شہسوار ہیں جو نڈر ہیں اور نہ جھکنے والے۔

اور فرزدق شاعر نے اپنے شعر میں مثنیٰ بن حارثہ کا ہاتھی کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ:

مثنیٰ کے گھرانے نے زبردست انداز میں ہاتھی سے جنگ کی جبکہ اہل فارس میں بابل کا بادشاہ بھی شامل تھا۔

پھر مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دینے میں تاخیر کی اور جنگ یرموک کی اطلاع دہی میں بھی تاخیر ہو گئی تھی سو مثنیٰ بن حارثہ بذات خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دینے کے لئے روانہ ہوئے اور عراق میں بشیر بن خصاصیہ کو اور مسالح پر سعید بن مرہ عجلی کو اپنا نائب مقرر کیا جب مثنیٰ بن حارثہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نزع کی کیفیت میں تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت فرما چکے تھے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ کو دیکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میری وفات پر شام گزرنے سے پہلے پہلے لوگوں کو مثنیٰ کے ساتھ اہل عراق سے جنگ کے لئے تیار کرنا اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے امراء کو شام پر فتح عطا فرما دے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مع ان کے اصحاب کے عراق کی طرف واپس بھیج دینا اس لئے کہ وہ اہل عراق کے ساتھ جنگ کا خوب تجربہ رکھتے ہیں۔

www.ahlehaq.org

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو سرزمین عراق میں جہاد کے لئے تیاری شروع کیا اسلئے کہ خالد بن ولید کے بعد وہاں مجاہدین کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو تیار کر لیا اور ابو عبیدہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا وہ بڑے بہادر نوجوان اور جنگی چالوں کا خوب تجربہ رکھنے والے باخبر آدمی تھے۔

خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان[1]...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پیر کے دن عشاء کے وقت اور ایک قول کے مطابق مغرب کے وقت ہوئی اور اسی شب تدفین عمل میں آئی، یہ حادثہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو پیش آیا آپ نے پندرہ دن مرض الوفات میں مبتلا رہ کر انتقال فرمایا اس عرصہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوران مرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنائے جانے کی وصیت فرمائی اس وصیت نامہ کو حضرت عثمان غنی نے لکھا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا لوگوں نے تسلیم کیا اور سمع و اطاعت کا وعدہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ رہی اور بوقت وفات ان کی عمر تریسٹھ سال تھی اسی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے بھی وفات پائی تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندگی میں اکٹھا رکھا بعد وفات بھی ان دونوں کو جمع کر دیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

محمد بن سعد ابو قطن عمرو بن الہیثم سے اور وہ ربیع بن حسان الصائغ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش نعم القادر اللہ تھا لیکن یہ روایت غریب ہے ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات ان کی سیرت، ان کے دور کے کارنامے، ان کی روایات اور ان سے مروی احکام مستقل ایک جلد میں بیان کئے ہیں، آپ کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتہائی کمال و خوبی کے ساتھ نظم و نسق کو سنبھالا اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو اس لقب سے سلام و تحیہ پیش کیا، بعض کا قول ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور نے پہل کی تھی جیسا کہ ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات و سیرت سے متعلق مستقل کتاب میں یہ بات تفصیل سے بیان کی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسند و موقوف روایات مرتب ابواب کے ساتھ دوسری مستقل جلد میں تحریر کی گئی ہیں۔ وللہ الحمد

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع بذریعہ خط شداد بن اوس اور محمد بن جریج کے ہاتھ امرائے شام کی طرف بھیجی اور لوگ اس وقت رومیوں کے ساتھ یرموک کی لڑائی میں مصروف تھے جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام لشکروں پر ابو عبیدہ کو امیر الامراء مقرر فرمایا اور خالد بن ولید کو معزول کر دیا۔

سیف نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بعض ان باتوں کی وجہ سے معزول کیا تھا جو ان کو پہنچی تھیں اس کے علاوہ مالک بن نویرہ کا بھی قضیہ تھا اور یہ بھی کہ وہ اپنی جنگی تدابیر پر بڑا اعتماد و بھروسہ کرتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا حکم جاری فرمایا اور کہا کہ وہ کبھی بھی میرے کام کے آدمی ثابت نہیں ہوں گے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ اگر خالد اپنے نفس کی تکذیب کریں تو وہ بدستور امیر رہیں گے اور اگر تکذیب نہ کریں تو وہ معزول ہیں ان کے سر سے امارت کا عمامہ اتار لیا جائے اور ان کا مال نصف نصف تقسیم کر لیا جائے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حکم نامہ حضرت خالد بن ولید کو سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو تاکہ میں اپنی ہمشیرہ سے مشورہ کر لوں، وہ اپنی بہن فاطمہ کے پاس گئے جو حارث بن ہشام کی زوجہ تھی اور ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا، ان کی بہن فاطمہ نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کبھی بھی تمہیں پسند نہ کریں گے اگر تم اپنی تکذیب بھی کر دو تو بھی بہت جلد تمہیں معزول کر دیں گے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ اللہ کی قسم! آپ نے سچی بات کہی ہے۔ بہرحال ابو عبیدہ نے ان کے مال کو آدھا آدھا تقسیم کر لیا حتیٰ کہ ان کی جوتی بھی ایک خود رکھ لی اور دوسری ان کو دے دی اور خالد بن ولید اس موقع پر کہہ

---

[1] المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۳۱، وتاریخ طبری: ۲/ ۳۵۴، والمختصر فی اخبار البشر: ۱/ ۱۵۹، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۱، مروج الذہب: ۲/ ۳۱۲۔

www.ahlehaq.org

رہے تھے کہ میں امیر المومنین کا حکم سنوں گا اور ان کی اطاعت کروں گا۔

جریر صالح بن کیسان سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کو امیر بنایا اور حضرت خالد بن ولید کو معزول کیا تو سب سے پہلا خط جو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھا اس میں لکھا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ذات ہے اور اس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائیگی وہ وہی ذات ہے کہ جس نے ہمیں گمراہیوں سے ہدایت عطا فرمائی اور اندھیروں سے نور روشنی کی طرف لائی، میں نے تمہیں خالد بن ولید کی سپاہ پر امیر مقرر کیا ہے پس تم ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ جو تم پر ڈالی گئی ہے، مسلمانوں کو مال غنیمت کی امید پر ہلاکت میں نہ ڈالنا اور نہ انہیں کسی مقام پر تحقیق و معلومات کے بغیر پڑاؤ کے لئے اتارنا، کوئی بھی سریہ لوگوں کی حفاظت کے بغیر نہ بھیجنا اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے خوب احتیاط و اجتناب کرنا، اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعے اور مجھے تمہارے ذریعے آزما رہا ہے پس تم دنیا سے آنکھیں بند کر لو اور اپنے قلب کو اس سے غافل کر لو اپنے آپ کو ان امور سے بچاؤ جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں میں نے ان کی قتل گاہوں کو دیکھا ہے پھر آپ نے انہیں دمشق کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ خط فتح یرموک کی خوشخبری ملنے کے بعد لکھا تھا اس جنگ کا خمس بھی آپ کو پہنچا دیا گیا تھا ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے یرموک کے بعد اجنادین کا معرکہ لڑا پھر بیسان کے قریب ردغہ نامی جگہ پر سرزمین غور کے پہاڑوں سے مقاتلہ کیا اس مقام پر چونکہ کثرت کیچڑ تھا اسلئے اس کا نام ردغہ پڑ گیا، مقابل افواج کیچڑ میں دھنس گئیں تھیں اور صحابہ کرام نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوعبیدہ کی امارت اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی اطلاع آئی لیکن ابن اسحاق کے بیان کے مطابق یہ اطلاع محاصرہ دمشق کے موقع پر آئی تھی اور یہی مشہور ہے۔

فتح دمشق [1]...... سیف بن عمر کہتے ہیں کہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یرموک سے کوچ کیا اور افواج اسلامیہ کے ساتھ مرج الصفر میں پڑاؤ کیا تو آپ اس وقت محاصرہ دمشق کا عزم رکھتے تھے تو اسی دوران آپ کو ایک تو یہ خبر ملی کہ اہل دمشق کو حمص سے تازہ کمک حاصل ہو گئی ہے اور دوسری یہ کہ رومیوں نے بہت بڑی جمعیت کے ساتھ فلسطین کے علاوہ فحل میں اجتماع کیا ہوا ہے آپ کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہو رہا تھا کہ ان دونوں لشکروں میں سے کس سے آغاز کریں سو آپ نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا وہاں سے جواب موصول ہوا کہ آپ دمشق سے ابتداء کریں اسلئے کہ وہ شام کا حفاظتی قلعہ اور دار الحکومت ہے پس اس پر حملہ کرنے میں جلدی کیجئے اور اہل فحل کو ان شہسواروں کے ذریعے مشغول رکھئے جو ان کے سامنے کھڑے ہیں سو اگر اللہ تعالیٰ نے دمشق سے پہلے اہل فحل پر فتح عطا فرما دی تو یہ بڑی پسندیدہ بات ہوگی اور اگر دمشق پہلے فتح ہو گیا تو آپ یہاں اپنا نائب مقرر کر کے فحل چلے جائیں جب فحل فتح ہو جائے تو اردن و فلسطین پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ کو حاکم مقرر کر کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حمص کی طرف روانہ ہو جائیں۔

سیف بن عمر کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ نے فحل کی طرف دس امیروں کو بھیجا ان میں سے ہر ایک کے ماتحت پانچ امیر تھے اور ان سب پر عمارہ بن مخشی صحابی کو امیر مقرر فرمایا، پس یہ لوگ مرج الصفر سے فحل کی طرف روانہ ہوئے یہاں انہوں نے اسی ہزار کے قریب رومیوں کو پایا انہوں نے اپنے اردگرد زمین پر پانی چھوڑ رکھا تھا جس کی وجہ سے خوب کیچڑ ہو گئی تھی اس لئے اس جگہ کا نام ہی لوگوں نے ردغہ (کیچڑ والی زمین) رکھ دیا، اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی میں فتح عطا فرمائی، یہ سب سے پہلا قلعہ ہے جو دمشق سے قبل فتح ہوا تھا ان تفصیلات کے مطابق جو عنقریب آئیں گی۔

ابوعبیدہ نے ایک لشکر دمشق و فلسطین کے درمیان بھیجا دوسرا لشکر ذوالکلاع کی سرکردگی میں دمشق اور حمص کے درمیان بھیجا تا کہ ہرقل کی طرف سے آنے والی امداد کو یہ لوگ روک دیں اس کے بعد ابوعبیدہ مرج الصفر سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت انہوں نے قلب پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص میمنہ و میسرہ پر مقرر ہوئے سواروں کے امیر عیاض بن غنم تھے اور پیادوں کے امیر شرحبیل بن حسنہ تھے یہ لوگ جا کر دمشق پہنچ گئے اس کے حاکم کا نام نسطاس بن نسطوس تھا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر کے مشرقی دروازے پر اترے یہ باب

---

[1] المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۴۲، و تاریخ الطبری: ۳/ ۴۳۵، و الکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۳

www.ahlehaq.org

کیسان اسی طرف ہے۔

ابوعبیدہ جابیہ کے بڑے دروازے پر، یزید بن ابی سفیان جابیہ کے چھوٹے دروازے پر اور عمرو بن العاص و شرحبیل بن حسنہ نے شہر کے بقیہ دروازوں پر نزول کیا منجنیق اور دبابے نصب کر دیے گئے ابوعبیدہ نے ابوالدرداء کو ایک دستہ کے ساتھ برزہ مقام پر گھات میں بٹھا دیا تاکہ وہ ان کے لیے محافظ کا کام دیں اسی طرح دو دستے بھی جو دمشق اور حمص کے درمیان ہے ان کا معاون و محافظ ثابت ہو، اسلامی افواج نے دمشق کا ستر دن تک محاصرہ کیے رکھا اور ایک روایت کے مطابق چار ماہ تک، دوسری روایت کے مطابق چھ ماہ تک اور تیسری روایت کے مطابق چودہ ماہ تک محاصرہ جاری رہا اب ان مختلف روایات میں سے کونسی روایت درست ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اہل دمشق مسلمانوں سے بالکل محفوظ تھے وہ اپنے بادشاہ ہرقل کے پاس جو حمص میں مقیم تھا مدد کے لیے پیغام بھیجتے تھے لیکن ذوالکلاع کی وجہ سے جس کو ابوعبیدہ نے دمشق و حمص کے درمیان کمک وامداد روکنے کے لیے ٹھہرایا ہوا تھا ان تک مدد پہنچنا محال تھا جب اہل دمشق کو یقین ہو گیا کہ ان تک مدد نہیں پہنچ سکتی تو وہ بودل ہو کر مایوس ہو گئے اور کمزور پڑ گئے لیکن مسلمان مضبوط رہے اور ان کا محاصرہ شدت کے ساتھ جاری رکھا یہاں تک کہ سردی کا موسم آ گیا اور غضب کی سردی پڑنے لگی حالات خراب ہو گئے اور قتال مشکل ہو گیا پس اللہ عزوجل جو کبیر و متعال ہے کے حکم سے دمشق کے سپہ سالار اعلیٰ کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی اس نے لوگوں کے لیے کھانا پکوایا کھانے کے بعد شراب کا دور چلا۔ لوگوں نے وہ رات اپنے جرنیل اعلیٰ کے پاس اسی طرح شراب و کباب میں گزاری اس کے بعد مدہوش ہو گئے اور اپنی جگہیں چھوڑ کر سو گئے اور اپنی حفاظت سے غافل ہو گئے۔

امیر الحرب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی اس کمزوری کو بھانپ لیا اس لیے کہ وہ رات کو نہ خود سوتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو سونے دیتے تھے بلکہ ان کی رات دشمن کی ٹوہ اور گھات میں رہتے تھے ان کے جاسوس اور قاصد مسلسل ان کو صبح و شام دشمن کے حالات سے باخبر کرتے رہتے تھے پس جب اس رات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سکوت و خاموشی دیکھی اور یہ کہ شہر کی فصیلوں پر کوئی ان سے جنگ نہیں کرے گا تو انہوں نے رسی کی جو سیڑھیاں تیار کی ہوئی تھیں ساتھ لیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود اور ان کے دلیر و جواں دل ساتھی قعقاع بن عمرو و مذعور بن عدی وغیرہ آگے بڑھے اور اپنی فوج کو بھی دروازے کے قریب بلا لیا انہیں کہا کہ جب تم فصیل پر ہماری تکبیر کی آواز سنو تو ہمارے پاس چلے آنا پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے تیر کر خندق عبور کی اور سیڑھیاں نصب کر دیں اور ان کے بالائی حصوں کو برجیوں میں اٹکا دیا اور نچلے حصوں کو خندق کے باہر لٹکا دیا اس کے بعد اوپر چڑھ گئے جب فصیل پر پہنچے تو نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمان بھی سیڑھیوں پر چڑھنے لگے خالد بن ولید اور ان کے بہادر ساتھی فصیلوں کے محافظوں اور دربانوں کی طرف چلے گئے اور انہیں قتل کر دیا اور دروازے پر لگے قفل تلواروں کی مدد سے توڑ ڈالے اور بزور دروازہ کھول دیا پس مشرقی دروازے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر داخل ہو گیا۔

جب اہل دمشق نے تکبیر کی آوازیں سنیں تو وہ بھی بھڑک گئے اور اپنی مقررہ جگہوں، برجیوں اور چوکیوں کی طرف بھاگے لیکن صورت حال ان کے کچھ سمجھ میں نہ آئی مشرقی دروازے کے محافظوں میں سے جب بھی کوئی آتا تو اصحاب خالد بن ولید اسے قتل کر دیتے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہر میں جبراً داخل ہوئے اور جس کو بھی پایا قتل کر دیا ہر دروازے والے لوگ اپنے اپنے امراء کے پاس جاتے جو ان دروازوں پر مقرر تھے اور ان سے پوچھتے کہ کیا وہاں سے صلح ہو گئی (جو یہ اندر آ گئے ہیں) مسلمان انہیں نصف نصف کی طرف بلاتے لیکن وہ انکار کرتے رہے لیکن بعد میں قبول کر لیا بقیہ صحابہ کرام کو معلوم نہ تھا کہ خالد بن ولید نے کیا کیا ہے بہرحال ہر طرف سے اور ہر دروازے سے مسلمان شہر میں داخل ہونے لگے انہوں نے خالد بن ولید کو دیکھا وہ دشمن کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں مسلمان کہنے لگے کہ ہم نے ان لوگوں کو امان دی لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے کہ نہیں میں نے یہ شہر بزور بازو فتح کیا ہے پس صحابہ اور امرائے شہر کے وسط میں جہاں آج کل دربار ہے وہاں مقسلاط کے کلیسا کے پاس ملاقات ہوئی۔

اسی طرح بیان کیا ہے سیف بن عمرو وغیرہ نے اور یہی مشہور ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دروازہ بزور و جبراً کھولا تھا لیکن بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر بزور بازو فتح کیا تھا اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید نے اہل شہر سے صلح کی تھی لیکن یہ مشہور و معروف بات کے بالکل برعکس ہے دمشق کے بارے میں صحابہ کرام نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ صلحاً حاصل ہوا ہے اس لیے کہ ابوعبیدہ نے جو شہر سے امیر تھے اہل شہر سے مصالحت کر لی تھی اور بعض کی رائے یہ ہوئی کہ نہیں بلکہ یہ بزور قوت فتح کیا گیا ہے اس لیے کہ خالد

بن ولید رضی اللہ عنہ نے دروازہ تلوار کے زور پر کھولا تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا پھر جب انہیں اس ساری صورتحال کا علم ہو گیا تو وہ یعنی ابوعبیدہ مسلمانوں کے ساتھ امرائے دمشق کے پاس گئے اور ان سے صلح کر لی اس بات پر دونوں فریق کا اتفاق ہو گیا کہ نصف شہر عنوۃً مسلمانوں کے پاس رہے اور نصف اہل دمشق کے پاس صلحاً سو نصف شہر کے اہل دمشق مالک قرار پائے وہ ان کے قبضہ میں رہا اور نصف شہر صحابہ کرام نے اپنے قبضہ میں لے لیا اس کی تائید سیف بن عمر کے اس بیان سے ہوتی ہے جس میں کہا گیا کہ صحابہ کرام ان سے نصف نصف پر صلح کا مطالبہ کرتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے لیکن جب اہل دمشق بالکل مایوس ہو گئے تو صلح پر تیار ہو گئے اور اس مطالبہ کو قبول کر لیا اور خالد بن ولید نے جو کچھ ان سے کیا تھا دیگر صحابہ کرام کو اس کا علم نہ ہو سکا اسی وجہ سے صحابہ کرام نے دمشق کے سب سے بڑے کلیسا جس کا نام کلیسا یوحنا تھا کا نصف لے لیا اور اس کی مشرقی جانب مسجد بنا دی مغربی جانب بطور کلیسا باقی رہنے دی یہی کلیسا یوحنا ہے جو آج کل دمشق کی جامع مسجد ہے اس کلیسا کے علاوہ چودہ دوسرے کلیسا بھی ان کے لئے باقی رہنے دیئے اور اس بارے میں خالد بن ولید نے ان کو ایک باقاعدہ تحریر لکھ کر دی جس پر ابوعبیدہ عمرو بن العاص یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ کی شہادت بھی رقم تھی ان میں سے ایک کلیسا مقسلاط ہے جس کے پاس امراء صحابہ جمع ہوئے تھے یہ مرکزی بازار کے عقب میں واقع ہے یہ بلند عمارات صابن فروخت کرنے والوں کے بازار میں پہلی دوکانوں سے بھی جا ملتی تھیں بعد میں یہ تباہ و برباد ہو گئی اور اس کے پتھر دیگر عمارات میں استعمال کر لئے گئے دوسرا کلیسا قرشیوں کے محلے کے سرے پر واقع تھا اور یہ چھوٹا سا تھا۔

ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض اب تک باقی ہیں لیکن بوسیدہ اور خستہ حال ہو چکے ہیں، تیسرا کلیسا بلیخ کے قدیم گھر کے پاس تھا میرا خیال ہے کہ یہ شہر کے اندر کوشک کے قریب تھا اور میں اسے مسجد خیال کرتا تھا جو اس مکان سے پہلے تھی لیکن یہ کلیسا بھی عرصہ ہوا تباہ ہو چکا ہے، چوتھا کلیسا بنی نصر کی گلی میں حبالین اور حجیر کے محلوں کے درمیان واقع تھا ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس کی عمارت کا بعض حصہ میں نے دیکھا ہے اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا تھا، پانچواں کلیسا بولص نامی ہے ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ کلیسا دیر قریک کی مغربی سمت میں تھا میں نے بعض محراب اور حصے کو دیکھا ہے، چھٹا کلیسا دار الوکالہ کے مقام پر واقع تھا جو آج کل کلیسا قلاتیسین کے نام سے معروف ہے اور قلاتیسین ہی آج کل حواصین ہیں، ساتواں کلیسا آج کل کے محلہ شقیل میں تھا جو پہلے حمید بن درہ کے کلیسا کے نام سے معروف تھا یہ محلہ اصل میں حمید بن درہ کی جاگیر تھا اس کا نام حمید بن عمرو بن مساحق قرشی العامری اور درہ اس کی ماں کا نام تھا یہ درہ ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی اس کے باپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے یہ پورا محلہ چونکہ حمید بن درہ کو جاگیر کے طور پر دیا گیا تھا اسلئے اس جگہ واقع کلیسا اسی نام سے مشہور ہو گیا اگرچہ حمید خود مسلمان تھے اور اس کلیسا کے علاوہ اب کوئی کلیسا باقی نہیں رہا، اس کا بھی اکثر حصہ خراب و بوسیدہ ہو چکا ہے ان میں سے یہود کے لئے بھی ایک کلیسا تھا جو باب توما کے اندر خالد بن اسید بن ابی العیص کی زمین اور طلحہ بن عمرو بن مرۃ جہنی کے محلے کے درمیان واقع تھا یہی آٹھواں کلیسا ہے یہودیہ کا اس کے علاوہ دوسرا کلیسا بھی تھا جو کہ چونڈی اور سوق علی کے درمیان تھا اور یہ نواں کلیسا ہے، ابن عساکر کے بیان کے مطابق اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا ہے کچھ بنیادیں البتہ باقی ہیں، دسواں کلیسا مصلب نام کا ہے ابن عساکر کے بیان کے مطابق یہ مشرقی دروازہ اور باب توما کے درمیان نطلین کے قریب فصیل کے پاس آج بھی موجود ہے لوگ نطلین کو بطولان کہتے ہیں، ابن عساکر کہتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ تباہ ہو چکا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اب یہ بالکل تباہ ہو چکا ہے سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح القدس کے دور میں ابن عساکر کی وفات کے بعد ۵۹۰ھ میں تباہ کر دیا گیا تھا، گیارہواں کلیسا کلیسائے مریم تھا جو مشرقی دروازے کے اندر تھا ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ ان کے قبضہ میں رہ جانے والوں میں سب سے بڑا کلیسا تھا میں کہتا ہوں کہ یہ ابن عساکر کی وفات کے ایک عرصہ بعد ملک الظاہر رکن الدین بیبرس کے زمانے میں تباہ ہو گیا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

بارہواں کلیسا کلیسائے یہود ہے جو آج بھی اس محلے میں ان کے زیر قبضہ ہے اور یہ الحمر کے نزد ایک معروف جگہ ہے آج کل لوگ اسے بستان القط کہتے ہیں ان کا ایک کلیسا درب البلاغۃ میں بھی تھا لیکن وہ معاہدہ میں شامل نہ تھا اس لئے بعد میں منہدم کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک مسجد بنا دی گئی جو آج کل مسجد ابن شیرازی کے نام سے مشہور ہے لوگ اسے درب الشاذوری کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ان کا ایک کلیسا اور بھی تباہ کیا گیا تھا جو انہوں نے نیا ہی بنایا تھا لیکن مورخین نے اس کو بیان نہیں کیا نہ ابن عساکر نے اور نہ دیگر نے۔ اس کی بربادی ۷۰۰ھ میں ہوئی تھی، حافظ ابن عساکر نے کی

جنہ بھی اس کلیسا نے سامرہ کا ذکر نہیں کیا ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ نصاریٰ نے ایک نیا کلیسا بنایا تھا اور یہ ابو جعفر منصور نے فریق میں نہر صالح کے پاس جہاں آج کل دار بطا اور آ رس ہیں کے قریب تعمیر کروایا تھا جسے بعد میں تباہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ مسجد بنا دی گئی جو مسجد الیقیق کے نام سے معروف ہے آج کل اس کو مسجد ابی الیسن کہتے ہیں۔

ابن عساکر کے بیان کے مطابق ابو جعفر منصور نے دو کلیسا اور بنوائے تھے ایک ابن ہاشمی کے گھر کے پاس اسے بھی مسجد بنا دیا گیا تھا اور دوسرا نقش و نگار کرنے والوں کے محلہ میں اسے بھی مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ سیف بن عمر کے اسلوب کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دمشق ۱۳ھ میں فتح ہوا تھا لیکن انہوں نے جمہور کے قول کے مطابق تصریح کی ہے کہ دمشق ۱۵ رجب ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا، حافظ ابن عساکر نے بھی محمد بن عائذ قرشی دمشقی عن ولید بن مسلم عن عثمان بن حصین بن علاق عن یزید بن عبیدہ کی سند سے یہی بات نقل کی ہے کہ ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا اور دحیم ولید سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے بعض شیوخ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ دمشق ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا اسی طرح سعید بن عبد العزیز، ابو معشر، محمد بن اسحاق، معمر کہتے ہیں اور الاموی بھی اپنے مشائخ سے اور ابن الکلبی، خلیفہ بن خیاط، ابو عبیدہ قاسم بن سلام سے نقل کرتے ہیں کہ دمشق کی فتح ۱۴ھ میں ہوئی البتہ سعید بن عبد العزیز، ابو معشر اور الاموی یہ اضافہ کرتے ہیں کہ معرکہ یرموک اس کے ایک سال بعد ہوا تھا بعض کا قول ہے کہ دمشق شوال ۱۴ھ میں فتح ہوا تھا۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے ان کا محاصرہ رجب، شعبان، رمضان اور شوال تک جاری رکھا اور ذی القعدہ میں صلح مکمل ہو گئی۔

الاموی نے اپنے مغازی میں بیان کیا ہے کہ اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ میں ہوا فحل کا معرکہ ذی القعدہ ۱۳ھ میں ہوا اور دمشق کا معرکہ ۱۴ھ میں ہوا اور دحیم ولید سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے الاموی نے بیان کیا ہے کہ فحل اور اجنادین کے معرکے دور ابی بکر میں ہوئے تھے پھر مسلمان دمشق کی طرف گئے اور وہاں رجب ۱۳ھ میں نزول کیا اور ۱۴ھ میں اسے فتح کر لیا اور یرموک کا معرکہ ۱۵ھ میں پیش آیا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت المقدس ۱۶ھ میں تشریف لائے تھے۔

فتح دمشق سے متعلق اہل علم کا اختلاف: اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ دمشق صلحاً فتح ہوا ہے یا عنوۃً (بزور قوت)، اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ دمشق صلحاً فتح ہوا ہے بعض انہوں نے پہلی بات کو دوسری پر ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس بارے میں شک ہوا کہ آیا یہ عنوۃً فتح ہوا تھا پھر رومی صلح کی طرف مائل ہو گئے، یا ابتداء ہی سے صلحاً فتح ہوا تھا یا ایک ہی جانب سے عمل زبردستی غلبہ کے نتیجے میں ہاتھ آیا جب انہیں اس بارے میں شک و تردد پیش آیا تو انہوں نے تو احتیاطاً صلح والی جہت کو اختیار کیا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کا نصف صلحاً اور نصف عنوۃً فتح ہوا ہے یہ قول ظاہر ہوا ہے کہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے جو فتح دمشق کے دن اس کے سب سے بڑے کلیسا میں موجود تھے اور انہوں نے اس کا نصف لے لیا اور نصف اہل دمشق کے لئے چھوڑ دیا تھا اسی بحث کے ذیل میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلح کی دستاویز ابو عبیدہ نے لکھی تھی اور یہی مشہور ہے اس لئے کہ خالد بن ولید امارت سے معزول ہو چکے تھے لیکن دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ دستاویز خالد بن ولید نے ہی لکھی تھیں اور اس کام کے لئے انہیں ابو عبیدہ نے ہی مقرر کیا تھا۔

ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فتح دمشق سے پہلے وفات ہو گئی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ اور مسلمانوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعزیتی مکتوب لکھا اور ابو عبیدہ کو ملک شام پر نائب مقرر کیا اور امور جنگ میں خالد بن ولید سے مشورہ کا پابند بنایا جب یہ خط ابو عبیدہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے بیس دن تک خالد بن ولید سے چھپایا یہاں تک کہ دمشق فتح ہو گیا خالد بن ولید نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے جس وقت یہ خط آیا تو اسی وقت مجھے بتانے سے کیا چیز مانع ہوئی ابو عبیدہ نے کہا کہ میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ آپ کو جنگ میں کمزور اور پست حوصلہ کروں، میں نہ تو دنیاوی اقتدار کا خواہش مند ہوں اور نہ دنیا کے لئے کام کرتا ہوں جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں عنقریب فنا اور ختم ہو جائے گا، ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور آدمی کے لئے یہ چیز نقصان دہ نہیں کہ اسکا بھائی دین و دنیا کے اعتبار سے اس پر حاکم ہو۔

اور اس سلسلہ کی سب سے عجیب تر روایت جسے یعقوب بن سفیان الفسوی نے ہشام بن عمار سے انہوں نے عبد الملک بن محمد سے انہوں نے

www.ahlehaq.org

راشد بن داؤد صنعانی سے، انہوں نے ابو عثمان شراحیل بن مرثد صنعانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو اہل یمامہ کی طرف اور یزید بن ابی سفیان کو اہل شام کی طرف بھیجا پھر راوی اپنے روایت میں کہتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ سے کہا۔۔۔۔۔ الخ یہاں تک کہ آخر میں راوی نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے پھر انہوں نے ابو عبیدہ کو شام کی طرف بھیجا پس ابو عبیدہ تعمیل حکم میں دمشق پہنچے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے امداد کے خواہاں ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ابو عبیدہ کے پاس شام چلے جائیں اس کے بعد راوی نے خالد بن ولید کے عراق سے شام آنے کو ذکر کیا جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا، یہ مجموعہ اسناد اور روایت نہایت ہی غریب ہے اس لئے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر امراء کو شام کی طرف بھیجا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ عراق سے شام ان کی مدد کے لئے جائیں اور خالد بن ولید امرائے شام پر امیر ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر تمام شام کو فتح فرمایا، جس کو عنقریب ان شاء اللہ ہم ذکر کریں گے۔

محمد بن عائذ ولید بن مسلم سے، وہ صفوان بن عمرو سے وہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب شہر دمشق فتح کر لیا تو انہوں نے ابو عبیدہ کو فتح دمشق کی خوشخبری دینے کے لئے قاصد بنا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا ابو عبیدہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے اور ان کی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تھے انہیں یہ بات ذرا بری محسوس ہوئی کہ صحابہ کرام میں کوئی ایک ان پر حکم چلائے پس ایک جماعت نے ابو عبیدہ کو امیر اور والی بنایا اور عبیدہ شام پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ مرحبا اس شخص کے لئے کہ جس کو ہم نے قاصد بنا کر بھیجا تھا اور وہ امیر بن کر ہمارے پاس لوٹا۔

لیث، ابن لہیعہ، حیوۃ بن شریح، مفضل بن فضالہ، عمرو بن حارث اور دیگر روات نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے عبداللہ بن حکم سے انہوں نے علی بن رباح سے انہوں نے عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ انہیں ابو عبیدہ نے فتح دمشق کی خوشخبری دے کر مدینہ بھیجا تھا میں جمعہ کے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کتنی مدت سے موزے نہیں اتارے؟ میں نے کہا جمعہ کے دن سے اور آج بھی جمعہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سنت کے مطابق عمل کیا۔

لیث کہتے ہیں کہ اسی روایت کو ہم اختیار کرتے ہیں کہ مسافر کے لئے مسح علی الخفین کی کوئی مدت مقرر نہیں وہ جب تک چاہے موزوں پر مسح کر سکتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے، احمد وابوداؤد نے ابو عمارہ سے اسی کی مثل مرفوع روایت بھی نقل کی ہے لیکن جمہور مسلم کی روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ مسافر کے لئے مسح علی الخفین کی مدت تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قاصد کے لئے مسح علی الخفین کی مدت مقرر نہیں لیکن دیگر مسافروں کے لئے حدیث عقبہ وحدیث علی رضی اللہ عنہ کے مطابق مدت مقرر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معرکہ چشمہ میسون...... پھر ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو بقاع کی طرف بھیجا انہوں نے اس کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور ایک دستہ اس کے علاوہ بھی روانہ کیا جن کی رومیوں کے ساتھ چشمہ میسون پر مڈبھیڑ ہوئی، رومیوں پر سنان نامی ایک جرنیل مقرر تھا جو بیروت کی گھاٹی سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور اس دن مسلمانوں کی پوری ایک جماعت کو شہید کر ڈالا لوگوں نے اسی وجہ سے چشمہ میسون کا نام شہداء رکھ دیا، ابو عبیدہ نے دمشق پر یزید بن ابی سفیان کو حاکم بنایا، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں وعدہ لیا تھا اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے دحیہ بن خلیفہ کو ایک سریہ تدمر کی طرف روانہ کیا تا کہ اس کا معاملہ بھی درست وہموار ہو جائے اور ابو الزہراء قشیری کو بثنیہ وحوران کی طرف بھیجا وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے دمشق کو صلحاً فتح کیا تھا اسی طرح شام کے دیگر علاقے بھی صلحاً فتح ہوئے اور یہ صلح یزید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ اور ابو عبیدہ کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

اور ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھے دمشق کے کئی شیوخ نے بتایا کہ جب وہ دمشق کے محاصرہ میں تھے تو اچانک عقبۃ السلمیہ سے شہسواروں کی ایک

کے بعد مثنیٰ بن حارثہ باقی لوگوں کے ساتھ ٹھہر گئے۔ ان کے ساتھ بہت کم تعداد رہ گئی اگر اہل فارس اپنے بادشاہوں اور ملکاؤں کے ردوبدل میں نہ الجھتے تو ان کے حملے سے مسلمان خوفزدہ ہی رہتے اور مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حالات کی اطلاع دینے میں بھی تاخیر کردی تھی مثنیٰ بن حارثہ جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الوفات کے آخری مرحلے میں تھے مثنیٰ نے ساری صورتحال بیان کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ لوگوں کو اہل عراق سے جنگ کے لئے آمادہ کریں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور انہیں منگل کی رات سپرد خاک کردیا گیا تو صبح کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہیں اہل عراق سے جنگ کے لئے ابھارا اور ان کو اس کے اجر وثواب کے بارے میں خوب ترغیب دی لیکن کوئی تیار نہ ہوا اس لئے کہ لوگ اہل فارس کے ساتھ ان کی ہیبت وشوکت اور شدت جنگ کی وجہ سے قتال کرتے ہوئے گھبرا رہے تھے پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی لوگوں کو اسی طرح ترغیب دی گئی اور جنگ کے لئے آمادہ کیا گیا لیکن کوئی تیار نہ ہوا۔

مثنیٰ بن حارثہ نے بھی نہایت احسن گفتگو کی اور انہیں بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید کے ہاتھوں عراق کا اکثر حصہ فتح کروادیا ہے، ان جگہوں پر اہل فارس کے نہ اموال ہیں اور نہ ہی املاک، نہ سامان اور نہ خوراک، غرض پرامن جگہیں ہیں لیکن پھر بھی کوئی تیار نہ ہوا چوتھے دن سب سے پہلے ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی نے اس نصیحت کو قبول کیا ان کے پیچھے اور لوگ بھی جوق در جوق تیار ہونے لگے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت مدینہ میں سے تیار کی پھر سب پر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی کو امیر مقرر کیا حالانکہ یہ صحابی نہ تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ نے صحابہ میں کسی کو امیر کیوں نہیں بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کو امیر بنایا ہے جس نے دعوت جہاد کو قبول کرنے میں سب سے سبقت کی ہے تم لوگوں نے اس دین کی نصرت میں سبقت کی ہے اور اس نے جواب دینے میں تم سے پہل کی ہے پھر آپ نے ابو عبیدہ کو بلایا اور خاص ان کی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہوں گے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کی اور حکم دیا کہ امور جنگ میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں خاص طور پر سلیط بن قیس سے کہ وہ جنگوں کے منتظم رہ چکے ہیں۔ اس کے بعد یہ لشکر ارض عراق کی طرف روانہ ہوگیا اس لشکر کی تعداد سات ہزار تھی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کو یہ لکھا کہ جو لوگ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق سے آئے تھے انہیں واپس عراق بھیج دیں ابو عبیدہ نے دس ہزار کا لشکر تیار کیا اور ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں عراق بھیج دیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جریر بن عبداللہ کی زیر قیادت چار ہزار کا لشکر روانہ کردیا جریر بن عبداللہ پہلے کوفہ آئے پھر یہاں سے نکل کر ہرقران المدار کے ساتھ جنگ کی اور اسے قتل کردیا۔ اس کے لشکر کو عبرتناک شکست دی ان میں سے اکثر دریائے دجلہ میں غرق ہوگئے۔

جب یہ لوگ عراق پہنچے تو اہل فارس کو اپنے بادشاہ کے تقرر کے سلسلے میں بڑا مضطرب و پریشان پایا، آخر ان کی رائے اس پر مستقر ہوگئی کہ آزر میدخت کے قتل کے بعد اس کی بہن بوران بنت کسریٰ کو ملکہ بنایا جائے، سو ایسا ہی کیا گیا بوران بنت کسریٰ نے دس سال تک امور مملکت فوج کے سپہ سالار رستم بن فرخزاد کے سپرد کردیئے اور اسے حکم دیا کہ وہ جنگ کے انتظامات کرے اس طرح حکومت پھر آل کسریٰ کے پاس پہنچ گئی، رستم نجومی آدمی تھا اسے علم نجوم میں بڑی مہارت و دسترس تھی اس سے پوچھا گیا کہ تجھے یہ ذمہ داری قبول کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ تجھ سے سنبھالا نہ جائے گا؟ اس نے کہا کہ شرف و اعزاز کی محبت اور طمع نے۔

معرکہ نمارق (۱) ...... رستم نے مقابلے کے لئے جابان نامی امیر کو روانہ کیا اس کے لشکر کے میمنہ و میسرہ پر بالترتیب جشنس ماہ اور مروان شاہ نامی دو آدمی مقرر تھے مروان شاہ خصی تھا اور اہل فارس کے دربانوں کا امیر تھا، حیرہ اور قادسیہ کے درمیان نمارق مقام پر اس فوج کی ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی، اس جنگ میں شہسواروں پر مثنیٰ بن حارثہ اور میسرہ پر عمرو بن الہیثم مقرر تھے، یہاں فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کو شکست دی جابان اور مروان شاہ گرفتار ہوئے لیکن مروان شاہ کو اس کے گرفتار کرنے والے نے قتل کردیا اور جابان اپنے گرفتار کرنے والے کو دھوکہ دے کر آزاد ہوگیا پھر دیگر مسلمانوں نے اسے پکڑلیا اور چھوڑنے سے انکار کردیا کہ یہ امیر ہے اور اسے ابو عبیدہ کے پاس

---

(۱) تاریخ الطبری: ۲/ ۳۶۳، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۹۸

www.ahlehaq.org

لائے اور کہا کہ اسے قتل کر دیجئے یہ امیر ہے ابوعبیدہ نے کہا اگرچہ امیر ہو لیکن میں اسے قتل نہیں کروں گا اس لئے کہ اسے ایک مسلمان نے امان دی ہے اس کے بعد ابوعبیدہ نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا انہوں نے کسریٰ کے خالہ زاد بھائی کے شہر کسکر میں پناہ لی اس کا نام نرسی تھا نرسی نے ان لوگوں کو ابوعبیدہ کے خلاف جنگ میں مدد فراہم کی لیکن ابوعبیدہ نے انہیں شکست دے کر غلبہ حاصل کر لیا اور بہت سی چیزیں اور کثیر مقدار میں عمدہ کھانے غنیمت میں ہاتھ آئے ابوعبیدہ نے مال وطعام کا خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ روانہ کر دیا اس جنگ کے بارے میں ایک مسلمان نے یہ اشعار کہے:

(۱)..... میری زندگی کی قسم اور میری زندگی سستی نہیں، اہل نمارق نے صبح ہی صبح ذلت و رسوائی اٹھائی۔

(۲)..... ایسے مردوں کے ہاتھوں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی تھی، وہ مرد درتا اور بارق کے درمیان انہیں تلاش کرتے پھرتے تھے۔

(۳)..... پس ہم نے انہیں مرج مسلح اور الھوافی کے درمیان تدارق کے راستے میں قتل کر دیا۔

پھر کسکر اور سقاطیہ کے درمیان ایک مقام پر خود نرسی کے لشکر سے جنگ ہوئی، میمنہ پر خود نرسی تھا اور میسرہ پر اس کے دو خالہ زاد بھائی بندویہ اور تیرویہ تھے جو نظام کی اولاد تھے اور رستم نے بھی جالینوس کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا جب ابوعبیدہ کو یہ اطلاعات ملیں تو نرسی نے ان کی پیش قدمی سے قبل ہی جنگ میں جلدی دکھائی ابوعبیدہ اور نرسی کے درمیان زبردست قتال ہوا اہل فارس کو شکست ہوئی اور جالینوس اور نرسی معرکہ جرت کے بعد مدائن کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جو ابوعبیدہ اور جالینوس کے درمیان باروسما مقام پر ہوا تھا ابوعبیدہ نے مثنیٰ بن حارثہ اور چند دیگر سرایا کو اس طرف کی سرحد نہر جور کی طرف بھیجا انہوں نے اسے قہراً و صلحاً فتح کر لیا اور ان پر جزیہ و خراج مقرر کر دیا اور بہت سے اموال غنیمت کے طور پر حاصل کرنے اور جالینوس جو جابان کی مدد کے لئے آیا تھا اسے عبرتناک شکست ہوئی اس کے لشکر اور اموال کو غنیمت بنا لیا گیا اور وہ نہایت ہی ذلت و حقارت کے ساتھ اپنی قوم میں بھاگ گیا۔

جسر بن ابی عبید کا معرکہ (۱)..... جب جالینوس مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگ آیا تو اہل فارس نے ایک دوسرے کو خوب ملامت کی اور پھر سب جمع ہو کر رستم کے پاس پہنچے اس نے ایک بہت بڑا لشکر ذوالحاجب (بہمن جاذویہ) کی سرکردگی میں بھیجا اور اسے افریدون کا علم عطا کیا اس علم کا نام "درفش کاویان" تھا اہل فارس اس سے نیک فال لیا کرتے تھے اس کے ساتھ انہوں نے کسریٰ کا جھنڈا بھی اٹھایا ہوا تھا جو چیتے کی کھال کا بنا ہوا تھا اور اس کا عرض آٹھ ذراع تھا بہر حال یہ لشکر مسلمانوں کے سامنے پہنچ گیا دونوں کے درمیان ایک دریا حائل تھا جس پر ایک پل بنا ہوا تھا اہل فارس نے کہا کہ یا تو تم دریا عبور کر کے ہمارے پاس آ جاؤ ورنہ ہم تمہارے پاس آ رہے ہیں، مسلمانوں نے اپنے امیر ابوعبیدہ سے کہا کہ انہیں کہیں کہ وہ دریا عبور کر کے ہمارے پاس آ جائیں، ابوعبیدہ نے کہا کہ وہ موت پر ہم سے زیادہ جری نہیں ہیں پھر مسلمان ہی ان تک پہنچ گئے اور ایک تنگ مقام پر جمع ہوئے فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا جس کی مثال نہیں نظر آتی، مسلمانوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی اہل فارس اپنے ساتھ بہت سے ہاتھی بھی لائے تھے جن پر بڑے بڑے پردے پڑے ہوئے تھے یہ ہاتھی مسلمانوں کے گھوڑوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے جب بھی اہل فارس ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کرتے مسلمانوں کے گھوڑے بدک جاتے اور ان پر پڑے پردوں کی پھڑپھڑاہٹ سے بہت کم گھوڑے ہی ثابت قدم رہ پاتے اور وہ بھی جبراً روکے گئے اور جب مسلمان پیش قدمی کرتے تو گھوڑے ہاتھیوں کی وجہ سے آگے ہی نہ بڑھتے، اہل فارس تیر برساتے جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان شہید ہو گئے لیکن اس صورتحال کے باوجود مسلمانوں نے ان کے چھ ہزار آدمی قتل کر دیئے ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تمام ہاتھیوں کو قتل کیا جائے پس مسلمانوں نے انہیں گھیر کر اکٹھا کیا اور سب کو مار ڈالا، اہل فارس نے ایک عظیم الجثہ سفید ہاتھی آگے بڑھایا ابوعبیدہ نے آگے بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی اور اس کی سونڈ کاٹ ڈالی ہاتھی بپھر گیا اور اس نے ایک خوفناک چنگھاڑ ماری اور حملہ کر دیا اور ابوعبیدہ کو اپنے پاؤں سے روند کر شہید کر دیا اور اس کی لاش پر کھڑا ہو گیا یہ دیکھ کر ابوعبیدہ کے ایک نائب نے جس کے بارے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ وہ

---

(۱) الکامل فی التاریخ ۲/ ۳۰۱

اس کے بعد امیر ان سے آگے بڑھ کر اس ہاتھی پر حملہ کر دیا لیکن شہید ہو گئے اس کے بعد یکے بعد دیگرے قبیلہ ثقیف کے سات آدمی شہید ہو گئے جن کے بارے میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے باری باری جانشینی کی وصیت کی تھی اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہ وصیت کے مطابق ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نائب و جانشین بن گئے۔

ابو عبیدہ کی بیوی دومہ نے ایک خواب دیکھا تھا جو آج کی صورتحال پر پورا پورا صادق آ رہا تھا جب مسلمانوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ کمزور پڑ گئے ان کی ہمت جواب دے گئی اور ہوا اکھڑ گئی اور اہل فارس کی فتح یقینی بن گئی، مسلمان پشت پھیر کر بھاگے، اہل فارس نے تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا مسلمان منتشر ہو گئے ان کا معاملہ نازک ہو گیا وہ پل کے قریب پہنچ کر اس پر سے گزرنے لگے کچھ ہی لوگ گزر پائے تھے کہ پل ٹوٹ گیا اہل فارس نے بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا اور چار ہزار کے قریب دریائے فرات میں ڈوب گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مثنیٰ بن حارثہ اس پل کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے جس سے وہ اپنے دستے کے ساتھ آئے تھے لوگ جب شکست کھا کر بھاگنے لگے تو ان میں سے بعض نے اپنے آپ کو دریائی لہروں کے سپرد کر دیا مثنیٰ بن حارثہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے لوگو! اپنے آپ کو سنبھالو، میں پل کے دروازے پر کھڑا ہوں اور اس وقت تک نہ گزروں گا جب تک کہ تم میں سے ایک آدمی بھی یہاں باقی ہے جب سب لوگ پل کے دوسری طرف پہنچ گئے تو مثنیٰ بن حارثہ بھی چلے آئے اور سب سے پہلی منزل پر پڑاؤ کیا مثنیٰ خود اور دلیر نوجوان باقی لوگوں کی حفاظت کرنے لگے مسلمانوں کی اکثریت زخموں سے چور چور اور نڈھال تھی کچھ لوگ جنگل کی طرف نکل گئے نہ معلوم وہ کہاں گئے اور کچھ خوفزدہ ہو کر مدینہ منورہ چلے آئے عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ منبر پر تشریف فرما تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ بن زید! تمہارے پیچھے کیا حالات ہیں؟ عبداللہ بن زید نے کہا کہ امیر المومنین آپ کے پاس یقینی اور پختہ خبر پہنچ چکی ہے اس کے بعد عبداللہ بن زید حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس منبر پر چڑھ گئے اور انہیں سرگوشی کے انداز میں صورتحال بتائی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص اس حادثہ کی خبر لایا وہ عبداللہ بن یزید بن حصین خطمی تھے۔

سیف بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ جنگ یرموک کے چالیس دن بعد شعبان ۱۳ ھ میں پیش آیا مسلمان باہم گفتگو میں ایک دوسرے پر الزام دھرتے تھے کچھ لوگ بھاگ کر مدینہ آ گئے تھے لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں تنبیہ و ملامت نہیں فرمائی بلکہ فرمایا کہ میں تمہاری غنیمت ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجوسیوں کو اپنے بادشاہ کے سلسلے میں مشغول کر دیا ہے اور یہ اس طرح ہوا کہ اہل مدائن نے رستم پر حملہ کر کے اسے معزول کر دیا لیکن پھر اسے دوبارہ حاکم بنا دیا اور اس کے ساتھ فیروزان کو شریک حکومت کر دیا پس اہل فارس دو فریق میں بٹ گئے۔

جب یہ لوگ مدائن کی طرف واپس روانہ ہوئے تو مثنیٰ بن حارثہ مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ راستے میں ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے پس اہل فارس کے امراء میں دو امیروں نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا لیکن مثنیٰ نے دونوں امیروں کو قیدی بنا لیا اور ان کے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی قیدی بنا کر قتل کر دیا پھر مثنیٰ بن حارثہ نے عراق میں دیگر امرائے مسلمین کو امداد کے لئے پیغام بھیجا سو انہوں نے امدادی دستے روانہ کئے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اچھی خاصی امدادی فوج روانہ کی، اور جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی پوری قوم بجیلہ کے ساتھ شامل تھے ان کے علاوہ دیگر سادات مسلمان بھی شامل تھے ان امدادی دستوں کی وجہ سے مثنیٰ بن حارثہ کی فوج میں خوب اضافہ ہو گیا۔

البویب کا معرکہ[1] …… جب اہل فارس کو یہ صورتحال اور مثنیٰ کی فوج کی کثرت معلوم ہوئی تو انہوں نے مہران نامی ایک جرنیل کی سرکردگی میں لشکر بھیجا دونوں افواج کا البویب نامی مقام پر جو آج کل کوفہ کے قریب ہے آمنا سامنا ہوا ان کے درمیان دریائے فرات حائل تھا۔

لشکر فارس نے کہا کہ تم دریا عبور کرتے ہو یا ہم کریں مسلمانوں نے کہا کہ تم کرو، فارسیوں نے دریا عبور کیا اور مد مقابل کھڑے ہو گئے یہ ماہ رمضان کا واقعہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ نے مسلمانوں کو روزہ افطار کرنے کی قسم دی انہوں نے افطار کر لیا تا کہ دشمن کے مقابلہ میں قوت حاصل ہو جائے مثنیٰ اپنی فوج کو مرتب کرنے لگے اور امرائے قبائل میں سے ہر ایک کے جھنڈے کے پاس سے گزرنے لگے اور ان کو جہاد پر ابھارنے اور صبر و خاموشی

---

(۱) المنتظم في التاريخ: ۴/ ۱۷۸، وتاريخ الطبري: ۲/ ۳۹۹، والكامل في التاريخ: ۲/ ۳۰۳

اختیار کرنے کی وصیت کرنے لگے۔ اسلامی فوج میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی قوم بجیلہ کے ساتھ تھے نیز سادات مسلمان بھی تھے مثنیٰ بن حارثہ نے کہا کہ میں تین تکبیریں کہوں گا اس دوران تم تیار ہو جانا جب چوتھی تکبیر کہوں تو حملہ کر دینا مسلمانوں نے سمع وطاعت کے ساتھ اس اعلان کا خیر مقدم کیا ابھی مثنیٰ ایک ہی تکبیر کہنے پائے تھے کہ فارسیوں نے جلد بازی دکھاتے ہوئے حملہ کر دیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، مثنیٰ بن حارثہ نے اپنی بعض صفوں میں کچھ کمزوری دیکھی تو ان کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ امیر تمہیں سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تم عربوں کو رسوا نہ کرو اور درستگی اختیار کرو، جب آپ نے دیکھا کہ وہ تو بنی عجل ہیں تو آپ متعجب ہوئے اور مسکرائے اور کہلوایا کہ اے جماعت مسلمین اپنی عادات کو لازم پکڑو تم اللہ کی دین کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا پھر مثنیٰ اور مسلمان اللہ تعالیٰ سے کامیابی اور مدد کی دعا کرنے لگے۔ جب جنگ نے طول کھینچا تو مثنیٰ نے اپنے دلیر ساتھیوں کو جمع کر کے اپنے عقب کو محفوظ کیا اور پھر ان پر حملہ کر کے اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ میمنہ میں داخل ہو گیا اور بنی تغلب کے ایک نصرانی غلام نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے پر خود سوار ہو گیا۔

سیف بن عمر نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس پر منذر بن حسان بن جرار الضبی نے حملہ کر کے نیزے کا وار کیا اور جریر بن عبداللہ بجلی نے اس کا سر اتارا، پھر دونوں میں اس کے سلب (جس پر موجود سامان) کے بارے میں نزاع ہوا جریر نے اس کے ہتھیار لے لئے اور منذر نے اس کا پٹکہ بند لے لیا، اس کے بعد مجوسی بھاگ کھڑے ہوئے مسلمان ان کے سروں پر سوار ہو کر بے دریغ قتل کرنے لگے مثنیٰ بن حارثہ پل کی طرف گئے اور ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تاکہ مسلمان انہیں اچھی طرح قابو کر لیں، مسلمان انہیں بقیہ دن رات گئے تک مارتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان قتل ہونے والوں اور ڈوبنے والوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی مسلمانوں کو بہت سا مال اور بہت سا کھانے پینے کا سامان غنیمت کے طور پر حاصل ہوا اور فتح کی بشارت کے ساتھ خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا، اس معرکے میں بہت سے سادات مسلمان شہید ہوئے لیکن اس شکست سے فارسیوں کی اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں اور صحابہ کرام کو دجلہ فرات کے درمیان ان کے علاقوں میں پیش قدمی کرنے کی طاقت حاصل ہو گئی، اس جنگ میں اتنا مال غنیمت حاصل ہوا جس کا شمار ممکن نہیں، معرکہ البویب کے بعد بھی بہت سے امور پیش آئے جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا، عراق میں یہ معرکہ شام کے معرکہ یرموک کی نظیر ہے۔

اعور الشنی العبدی نے اس جنگ کے متعلق کہا کہ:

(۱)...... قبائل نے اعور کے لئے قحطوں کو برانگیختہ کیا اور عبدالقیس کے بعد حسن سلوک بھی بدل گیا۔

(۲)...... اس نے ہمیں جنگ ہماری فوج جمع تھی مہران کی فوج کے مقتولین کو نخیلہ مقام پر دکھایا۔

(۳)...... جب مثنیٰ اپنے شہسواروں کے ساتھ چلے تو انہوں نے ایرانی گھوڑ سواروں کو قتل کر ڈالا۔

(۴)...... وہ خود مہران کی طرف بڑھے اور ان کی فوج بھی، یہاں تک کہ دشمن کو ایک ایک دو دو کر کے قتل کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عراق کے لئے امارت ...... پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں چھ ہزار فوج کے ساتھ عراق کا امیر بنا کر بھیجا اور جریر بن عبداللہ و مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ ان کے تابع فرمان رہیں اور ان کی سمع وطاعت کریں، جب حضرت سعد عراق پہنچے تو یہ دونوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اس سے پہلے دونوں امارت کے مسئلے میں نزاع کرتے تھے مثنیٰ جریر کو کہتے کہ امیر المومنین نے آپ کو میری مدد کے لئے بھیجا ہے اور جریر کہتے ہیں کہ آپ پر امیر بنا کر بھیجا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص کے امیر بن کر آنے سے ان کا نزاع ختم ہو گیا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مثنیٰ بن حارثہ کی اسی سال وفات ہو گئی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ۱۴ھ کے شروع میں عراق پر امیر بنا کر بھیجا تھا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

اہل فارس کا یزدگرد کی بادشاہت پر اتفاق ...... شیریں نے آل کسریٰ کو اپنے سفید محل میں جمع کیا اور ان کے تمام مردوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اس وقت یزدگرد کی ماں بھی اپنے بیٹے کے ساتھ وہاں موجود تھی، یزدگرد اس وقت چھوٹا تھا اس کے ماموؤں نے اس کی ماں سے وعدہ کیا اور آ کر

www.ahlehaq.org

یزدگرد کو اپنے ساتھ لے گئے جب الیویب کا معرکہ ہوا اور جس نے اس میں قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کا قتل عام کیا اور ان پر فتح یاب ہوئے اور ان کے شہروں، علاقوں و صوبوں پر قابض ہو گئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن ابی وقاص کا امیر بن کر آنا معلوم ہوا تو انہوں نے ایک اجلاس بلایا اس میں اپنے دو بڑے امیروں رستم اور فیرزان کو بھی بلایا ان سب نے پہلے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور پھر ان دونوں کو وصیت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر تم نے مناسب انداز سے امور جنگ سرانجام نہ دیے تو ہم تم دونوں کو قتل کر دیں گے اور تم سے راحت پالیں گے پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہر راستے اور علاقے میں کسریٰ کی بیویوں کے پیچھے آدمی روانہ کریں جس کے پاس آل کسریٰ کا کوئی فرزند مل جائے گا اس کو اپنا بادشاہ بنالیں گے پس جب یہ ہرکارے یزدگرد کی ماں کے پاس آئے اور اس سے اس کے بیٹے کے متعلق دریافت کیا تو وہ خوف کی وجہ سے انکار کرتی رہی لیکن یہ لوگ مسلسل تلاش میں رہے یہاں تک کہ انہوں نے یزدگرد اور اس کی ماں کو پالیا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لے آئے اور بوران کو معزول کر کے یزدگرد کو اپنا بادشاہ بنالیا اس وقت یہ ۲۱ برس کا نوجوان تھا اور یہ شہریار بن کسریٰ کی اولاد میں سے ہے اس پر اہل فارس کا اتفاق ہو گیا اور یہ اس کی بادشاہت پر بڑے خوش تھے۔

ان لوگوں نے بادشاہ کی بھرپور امداد و نصرت کا عزم کیا یزدگرد کی بادشاہت مضبوط ہو گئی اور اس کی شوکت قوت پکڑ گئی اس نے دیگر صوبوں اور شہروں کی طرف پیغامات بھیجے ان صوبوں اور شہر والوں نے صحابہ کرام کی اطاعت سے رخ پھیر لیا اور عہد و پیمان کو توڑ دیا، صحابہ کرام نے اس صورتحال کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھجوائی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تم ان کے درمیان سے نکلے میدان کی طرف نکل آؤ اور شہروں کے اردگرد پانی کے چشموں پر پڑاؤ ڈال لو اور ہر قبیلہ دوسرے کو اس طرح نظر میں رکھے کہ ایک کو اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کے ساتھ والے اس سے بے خبر نہ رہیں۔

بہر حال حالات بہت سنگین ہو گئے، یہ ۱۳ھ کا قصہ ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کو حج کروایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال حج عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کروایا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سال حج نہیں کروایا۔ واللہ اعلم

۱۳ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات...... اس سال سرزمین عراق پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو جنگیں لڑی گئیں ان کی تفصیل ما قبل میں بیان ہو چکی ہے ان جنگوں میں حیرہ اور انبار وغیرہ بڑے بڑے شہر فتح ہوئے اسی سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشہور قول کے مطابق عراق سے شام گئے، اسی سال سیف بن عمرو ابن جریر کے مطابق یرموک کا معرکہ ہوا جس میں بڑے بڑے نامی گرامی لوگ مارے گئے جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں، اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہم نے بحمد اللہ ان کے حالات مستقل ایک جلد میں جمع کئے ہیں اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بروز منگل ۲۲ جمادی الثانیہ کو خلیفہ بنے، اور آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ کا قاضی مقرر فرمایا اور ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری کو شام میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام کی امارت سے معزول کر دیا البتہ ان کو امور جنگ کا مشیر برقرار رکھا اسی سال بصریٰ صلحاً فتح ہوا اور یہ شام کے فتح ہونے والے شہروں میں سب سے پہلا شہر ہے اور اسی سال دمشق بھی سیف بن عمر کے بیان کے مطابق فتح ہوا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور دمشق میں یزید بن ابی سفیان کو نائب مقرر کیا یہ امرائے مسلمین میں سے پہلے والی حکومت تھے جو مقرر ہوئے، اسی سال سرزمین غور میں فحل کا معرکہ پیش آیا جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شہید ہوئی، اسی سال جسر بن ابی عبید کا معرکہ پیش آیا جس میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے ان میں ان کے امیر ابوعبید بن مسعود ثقفی بھی تھے جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ صفیہ جو نہایت نیک صالحہ خاتون تھی کے والد اور بنو ثقیف کے کذاب مختار بن ابی عبید کے بھی والد تھے، ابوعبید عراق کی بعض مہمات کے امیر رہے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

اسی سال ابن اسحاق کے قول کے مطابق مثنیٰ بن حارثہ کی وفات ہوئی جنہیں خالد بن ولید عراق سے شام جاتے ہوئے اپنا نائب مقرر کر گئے تھے یہ مشہور معرکوں میں شریک رہے ہیں ان کے جنگی کارنامے اور حالات قابل ذکر ہیں خاص طور پر جسر بن ابی عبید کے معرکے کے بعد ہونے والی جنگ الیویب جس میں ایک لاکھ کے قریب فارسی مقتول اور دریا برد ہوئے، جمہور کے قول کے مطابق یہ لڑائی ۱۴ھ تک جاری رہی، اسی سال یعنی ۱۳ھ

میں بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حج کروایا اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حج کروایا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق وشام کی جنگوں کے لئے قبائل عرب کو نفیر عام کا حکم دیا جس پر وہ ہر طرف سے جہاد کے لئے امڈ پڑے، اور آپ نے انہیں عراق وشام کی طرف روانہ کیا، اسی سال ابن اسحاق کے قول کے مطابق ۳ جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ اجنادین کا معرکہ ہوا اور واقدی کے قول کے مطابق رومیوں کے جرنیل القبقلان اور عمرو بن العاص کے مابین رملہ اور جبرین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی، حضرت عمرو بن العاص کے پاس ایک قول کے مطابق بیس ہزار سپاہ تھی لیکن القبقلان مارا گیا اور رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی ان کے بے شمار لوگ مقتول ہوئے مسلمانوں کی بھی ایک جماعت شہادت سے سرفراز ہوئی جن میں ہشام بن العاص، الفضل بن عباس، ابان بن سعید، ان کے دو بھائی خالد بن سعید اور عمرو بن سعید، نعیم بن عبداللہ، طفیل بن عمرو دوسی، عبداللہ بن عمرو دوسی، ضرار بن الازور، عکرمہ بن ابی جہل، ان کے چچا سلمہ بن ہشام، ہبار بن سفیان، صخر بن نصر اور حارث بن قیس کے دو فرزند تمیم اور سعید بھی شامل تھے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اس دن شہید ہونے والوں میں طلیب بن عمیر بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اسی طرح اس دن عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب بھی شہید ہوئے جو جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں میں سے ہیں ان کی عمر بوقت شہادت تیس سال تھی یہ تیس والی روایت واقدی نے بیان کی ہے لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے، ابن جریر کہتے ہیں کہ اس دن عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن اوس بن عتیک بھی شہید ہوئے اسی سال خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق مرج الصفر کا معرکہ جو ۱۸ جمادی الاولیٰ کو پیش آیا تھا اس معرکہ میں مسلمانوں کے امیر خالد بن سعید بن العاص تھے جو شہید ہو گئے تھے انہیں ایک قول کے مطابق ان کے بھائی عمرو نے اور دوسرے قول کے مطابق ان کے بیٹے نے شہید کیا تھا واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس جنگ میں رومیوں کا امیر قلقط تھا رومی اس جنگ میں بڑی تعداد میں مارے گئے یہاں تک کہ ان کے خون کی گویا چکی چل پڑی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ معرکہ ۱۴ھ کے اوائل میں پیش آیا تھا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

حروف ابجد کی ترتیب سے اس سال وفات پانیوالوں کا ذکر

ابان بن سعید بن العاص الاموی...... ابوالولید ابان بن سعید بن العاص بن امیہ الاموی ایک جلیل القدر صحابی ہیں، یہی وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے دن پناہ دی تھی یہاں تک کہ انہوں نے مکہ میں داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا، یہ اس وقت اسلام لائے تھے جب ان کے دو بھائی خالد اور عمرو حبشہ سے واپس آئے تھے ان دونوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا پھر یہ سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے، پس ان حضرات نے آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ خیبر فتح کر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ۹ھ میں بحرین کا عامل مقرر فرمایا، یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔

آنسہ...... یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، مشہور یہ ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا لیکن واقدی نے اہل علم سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ غزوہ احد میں بھی شریک تھے اس کے بعد ایک طویل مدت تک حیات رہے، واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالحویرث نے محمد بن یوسف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنسہ کی وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی، اور ان کی کنیت ابو مسروح تھی اور زہری نے کہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کی لوگوں کو اجازت دیا کرتے تھے یعنی دربان تھے۔

تمیم بن حارث اور قیس بن حارث بھی...... تمیم بن حارث بھی اور ان کے بھائی قیس بن حارث دونوں جلیل القدر صحابی ہیں ان دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

www.ahlehaq.org

حارث بن اوس...... یہ بھی مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

خالد بن سعید بن العاص الاموی...... یہ ان سابقون الاولون میں سے ہیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں انہوں نے دس سال سے زائد عرصہ قیام کیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے صنعاء کے امیر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بعض جنگی مہمات میں آپ کو امیر بنایا جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا، ایک قول کے مطابق یہ مرج الصفر کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول کے مطابق یہ بھاگ گئے تھے اس لئے تحریراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر پابندی لگا دی، یہ ایک ماہ مدینہ سے باہر رہے یہاں تک کہ ان کو داخلے کی اجازت مل گئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں اسلم نے قتل کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ قتل کے وقت میں نے ایک نور آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ...... یہ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ ہیں اور بعض نے حارثہ کے بعد سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے کہ حارثہ بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج انصاری، یہ اپنے قبیلے کے سردار تھے ان کی کنیت ابو ثابت یا ابو قیس ہے، یہ جلیل القدر صحابی ہیں بیعت عقبہ والی رات سرکردہ لوگوں میں سے ایک تھے اور عروہ، موسیٰ بن عقبہ، امام بخاری اور ابن ماکولا کے قول کے مطابق غزوہ بدر میں شریک تھے ابن عساکر نے حجاج بن ارطاۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کی سند سے نقل کیا ہے کہ غزوہ بدر میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ ایسا فتح مکہ کے روز ہوا تھا واللہ اعلم۔

واقدی کا بیان ہے کہ سعد بن عبادہ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ انہیں اس موقع پر سانپ نے ڈس لیا تھا اور باوجود تیاری کے اس واقعہ نے آپ کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کا غنیمت میں حصہ اور اجر و ثواب شمار کیا اور بعد کے معرکوں میں البتہ یہ شریک ہوئے تھے خلیفہ بن خیاط نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے، آپ کا ایک بڑا پیالہ تھا جو گوشت اور ثرید یا دودھ اور روٹی یا روٹی اور گھی یا سرکہ اور زیتون کے ساتھ ازواج مطہرات کے گھروں میں جہاں بھی آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے گردش کرتا رہتا تھا آپ ہر شب کو یہ آواز لگاتے کہ کون مہمان نوازی کا ارادہ کرتا ہے، آپ عربی کتابت، تیر اندازی اور تیراکی خوب جانتے تھے اور جو ان فنون میں مہارت رکھتا ہو اسے کامل کہا جاتا تھا۔

ابو عمر بن عبدالبر نے کئی علماء تاریخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قبول کرنے سے پہلو تہی کی اور شام چلے گئے اور وہاں حوران نامی قصبہ میں دور ابی بکری میں ۱۳ھ میں وفات پائی لیکن ابن اسحاق، مدائنی اور خلیفہ کا کہنا ہے کہ وفات عمر بن خطاب کی خلافت کے اوائل میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ وفات ۱۴ھ دوسرا قول ۱۵ھ اور الفلاس و ابن بکیر کا قول یہ ہے کہ ۱۶ھ میں ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس سے متعلق ہم نے مسند امام احمد میں روایت کی ہے کہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ تسلیم کیا تھا اس کی تائید ان کے اس قول سے ہوئی ہے کہ جس میں یہ فرماتے ہیں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے البتہ وفات شام میں متحقق و ثابت ہے مشہور یہ ہے کہ حوران نامی مقام پر وفات پائی، محمد بن عائذ دمشقی عبدالاعلیٰ سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ شام میں سب سے پہلا شہر جو فتح ہوا تھا وہ بصریٰ ہے اسی میں سعد بن عبادہ کی وفات ہوئی، ہمارے زمانے کے بہت سے لوگوں کے نزدیک آپ غوطہ دمشق کے ایک قصبہ منیحہ میں مدفون ہیں، اور وہاں ان کی ایک قبر بھی مشہور ہے، میری معلومات کے مطابق حافظ ابن عساکر نے آپ کے حالات میں اس قبر کے ذکر سے مکمل اعراض کیا ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ علمائے تاریخ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ اپنی جائے غسل میں مردہ حالت میں پائے گئے، آپ کا جسم سبز ہو گیا اور آپ کی وفات کا لوگوں کو علم نہ ہوا یہاں تک کہ انہوں نے یہ آواز سنی کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے ایسے تیر سے ان کے دل پر نشانہ مارا جو خطا نہیں جاتا۔

ابن جریج عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یہ شعر جنات نے کہا تھا، سعد بن عبادہ سے کئی احادیث مروی ہیں ان میں غیرت بہت تھی انہوں نے تمام نکاح باکرہ عورتوں سے کئے اور کسی کو طلاق نہیں دی تا کہ کوئی آپ کے بعد اسے پیغام نکاح دینے کی جرأت نہ کرے، مروی ہے کہ

www.ahlehaq.org

جب آپ مدینہ سے جانے لگے تو اپنا مال اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا آپ کی وفات کے بعد آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے بیٹے قیس بن سعد کے پاس آئے اور کہا اسے بھی اپنے ساتھ مال میں شریک کرو لیکن قیس بن سعد نے کہا کہ میں اپنے باپ کی تقسیم کو تبدیل نہیں کروں گا البتہ میں اپنے حصہ سے اس کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔

سلمہ بن ہشام...... یہ ابوجہل بن ہشام کے بھائی تھے اور قدیم الاسلام تھے انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جب واپس آئے تو ان کے بھائی ابوجہل بن ہشام نے انہیں قید کر دیا اور بھوکا پیاسا رکھا رسول اللہ ﷺ ان کے لئے اور دیگر ضعفائے مسلمین کے لئے قنوت میں دعا فرماتے تھے غزوہ خندق کے بعد یہ چپکے سے نکلے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے وہاں آپ کی معیت میں رہے اور معرکہ اجنادین میں شریک اور شہید ہوئے۔

ضرار بن الازور اسدی...... آپ مشہور شہسواروں اور نامی گرامی بہادروں میں سے ہیں ان کے جنگی کارنامے اور حالات مشہور اور قابل تعریف ہیں عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کے بیان کے مطابق یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے ان سے ایک حدیث دودھ دوہنے کے وقت کچھ دودھ تھنوں میں چھوڑ دینے کے استحباب پر مروی ہے۔

طلیب بن عمیر...... یہ عمیر بن وہب بن کثیر بن عبد بن قصی القرشی العبدی کے فرزند ہیں ان کی والدہ اروی بنت عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں یہ قدیم الاسلام ہیں، حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک تھے اور بدر میں بھی حاضر تھے یہ سب سے پہلے آدمی ہیں کہ جنہوں نے کسی مشرک کو ضرب لگائی اس کا قصہ یہ ہے کہ ابوجہل (لعنۃ اللہ تعالیٰ) نے نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کیا اس پر طلیب بن عمیر نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اسے دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا آپ نے اجنادین کے معرکہ میں شہادت پائی اس وقت آپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی...... یہ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور بڑے بہادر دلیر اور نامی گرامی لوگوں میں سے تھے آپ اجنادین کے معرکہ میں رومیوں سے مبارزت کے دوران ان کے دس بہادر جرنیلوں کو قتل کر کے شہادت سے سرفراز ہوئے اس وقت ان کی عمر تیس سال سے کچھ زائد تھی۔

عبداللہ بن عمرو الدوسی...... یہ بھی اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن یہ معروف شخص نہیں ہے۔ **عثمان بن طلحہ عبدری قرشی**...... یہ بھی اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ ۴۲ھ کے بعد تک حیات رہے۔

عتاب بن اسید...... ان کا پورا نام ابو عبدالرحمٰن عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ الاموی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ کے امیر تھے آپ نے ان کو فتح مکہ کے موقع پر یہاں کا عامل مقرر فرمایا تھا ان کی عمر اس وقت ۲۰ سال تھی اسی سال انہوں نے لوگوں کو حج کروایا تھا رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو یہاں کی امارت پر برقرار رکھا ان کی وفات بھی مکہ ہی میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات اسی دن ہوئی جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی ان سے ایک حدیث مروی ہے جسے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل...... ان کا پورا نام عکرمہ بن ابی جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابو عثمان قرشی مخزومی ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے باپ کی طرح سرداروں میں سے تھے فتح مکہ کے موقع پر فرار ہو گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف لوٹ آئے اور اسلام قبول کر لیا، جب عمان کے لوگ ارتداد میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا اور آپ ان پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے، پھر آپ شام چلے آئے اور بعض دستوں کے امیر مقرر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا کوئی گناہ معلوم نہ ہوا

www.ahlehaq.org

آپ قرآن کریم کو بوسہ دیتے اور روتے، اور فرماتے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے امام احمد نے اسی سے مصحف کو بوسہ دینے کے جواز پر دلیل پکڑی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عکرمہ اسلام میں آزمائش کے اعتبار سے قابل تعریف ثابت ہوئے، عروہ کہتے ہیں کہ یہ معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے لیکن دیگر کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں ستر سے زیادہ تلواروں اور نیزوں کے زخم کھانے کے بعد شہید ہوئے۔

فضل بن عباس بن عبدالمطلب...... کہا جاتا ہے کہ ان کی اسی سال یعنی ۱۳ھ میں وفات ہوئی لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ ۱۸ھ تک حیات رہے۔

نعیم بن عبداللہ بن نحام...... یہ عدی سے تعلق رکھتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے بعد تک بھی ہجرت کے لئے تیار نہ ہوئے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بڑا احسن سلوک کرتے تھے اسلئے قریش نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ ہی قیام کریں اور جس دین پر چاہیں رہیں اللہ کی قسم! آپ سے کوئی تعرض نہیں کرے گا ہم آپ کی حفاظت میں جانیں قربان کر دیں گے یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

ہبار بن اسود بن اسد قرشی اسدی...... یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی زینب کی سواری پر نیزہ مارا تھا جب وہ مکہ سے ہجرت کے ارادے سے نکلیں جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا لیکن بعد میں یہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا یہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔

ہبار بن سفیان بن عبدالاسود مخزومی...... یہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے قدیم الاسلام ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی اور صحیح قول کے مطابق اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

ہشام بن العاص بن وائل سہمی...... یہ عمرو بن العاص کے بھائی ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ العاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں ہشام بن العاص عمرو بن العاص سے قبل مسلمان ہوئے تھے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی جب وہاں سے لوٹے تو مکہ میں قید کر دیئے گئے پھر غزوہ خندق کے بعد ہجرت فرمائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روم کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا یہ شہسواروں میں سے تھے اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے اور ایک قول کے مطابق یہ بھی ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۴ھ میں پیش آنے والے اہم واقعات...... اس سال کا آغاز ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو اہل عراق سے جہاد کے لئے ابھارنے اور آمادہ کرنے لگے اور یہ اس وجہ سے کہ آپ کو اطلاع مل چکی تھی کہ ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی معرکہ جسر میں شہید ہو گئے ہیں اور اہل فارس اپنی افواج کو منظم کر رہے ہیں اور انہوں نے شاہی خاندان سے یزدگرد کو اپنا بادشاہ بنانے پر اتفاق کر لیا ہے اور عراق کے مفتوحہ علاقوں کے ذمیوں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے اور وہاں کے عمال کو اپنے یہاں سے نکال دیا اور مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچائی ہے لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کے مسلمانوں کو لکھا کہ وہ شہروں سے نکل کر ان کے مضافات میں پھیل جائیں، ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال یکم محرم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور صرار نامی پانی کے ایک مقام پر نزول کیا اور آپ بذات خود لشکر کے ساتھ عراق جانے کا عزم رکھتے تھے اور مدینہ منورہ پر حضرت علی بن ابی طالب کو اپنا نائب مقرر فرما چکے تھے آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ کرام تھے یہاں پہنچ کر صحابہ کرام سے مشورہ کے لئے آپ نے اجلاس بلایا الصلوٰۃ جامعہ کے ساتھ لوگوں کو اس کی اطلاع دی گئی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بھی پیغام بھیجا وہ بھی آ گئے پھر مشورہ ہوا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے آپ کے عراق جانے کی تائید کی اور آپ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خدانخواستہ آپ کو شکست ہو گئی تو

www.ahlehaq.org

تمام بلادِ اسلامیہ میں مسلمان کمزور پڑ جائیں گے اس لئے آپ اپنی جگہ کسی اور آدمی کو بھیج دیں اور خود مدینہ منورہ لوٹ جائیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کو درست قرار دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کی رائے میں ہم عراق کی مہم پر کس کو بھیجیں؟ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس کو ڈھونڈ لیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ سعد بن مالک زہری ہیں جو اپنے پنجوں کے لحاظ سے شیر ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے انتخاب کی تحسین کی اور سعد کی طرف پیغام بھیج دیا اور انہیں عراق کا امیر مقرر فرما دیا انہیں نصیحت کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے سعد تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ماموں اور مصاحب کہلاتے ہو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو بھلائی سے مارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان بجز اطاعت کے کوئی رشتہ نہیں ہے پس شریف و رذیل اللہ کی ذات کے بارے میں برابر ہیں اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت پائیں گے عافیت کے ساتھ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے پائیں گے اطاعت کے ساتھ اس امر پر نگاہ رکھنا جس پر تم نے رسول اللہ ﷺ کو بعثت سے وفات تک دیکھا ہے یہی امر حقیقت ہے پس یہی میری نصیحت ہے اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

پھر جب انہیں رخصت کرکے جدا ہونے کا وقت آیا تو فرمایا کہ عنقریب تمہیں ایک عظیم آزمائش پیش آئے گی۔ پس جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرو خشیت الٰہی آپ کے کام کی تکمیل کرے گی اور خوب سمجھ لو کہ خشیت الٰہی دو باتوں میں جمع ہے ایک اللہ کی اطاعت دوسرا اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے میں، اس کی اطاعت کا مطلب دنیا سے بغض اور آخرت سے محبت اور اس کی نافرمانی کا مطلب دنیا سے محبت اور آخرت سے بغض ہے اور دلوں کے لئے کچھ حقائق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ان میں سے کچھ پوشیدہ ہیں اور کچھ ظاہر ہیں پس جو ظاہر ہیں وہ یہ کہ حق کے بارے میں تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا آدمی کی نگاہ میں برابر ہو اور پوشیدہ چیز معلوم ہوتی ہے اس سے کہ حکمت کا ظہور اس کے قلب سے زبان پر اور دوسرا لوگوں کی اس کے ساتھ محبت کرنے سے، پس تم لوگوں کی محبت سے بے رغبتی نہ کرو بلاشبہ انبیاء کرام نے بھی لوگوں کی اپنے ساتھ محبت کی دعائیں مانگی ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو لوگوں کی نگاہ میں محبوب بنا دیتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض فرماتا ہے تو اس کو لوگوں کے لئے مبغوض بنا دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنا وہی مرتبہ سمجھو جو لوگوں کے یہاں تمہارا مرتبہ ہے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف چلے ان میں تین ہزار یمن کے تھے اور ایک ہزار باقی لوگ، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ چھ ہزار کا لشکر ساتھ لے گئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرار سے اعوص تک ان کی مشایعت کی وہاں آپ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مثالیں بیان فرمائی ہیں اور بات بدل بدل کر مختلف اسلوب سے کلام فرمایا ہے تاکہ قلوب زندہ ہوں اور قلوب سینوں میں مردہ ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرمائے جو شخص علم حاصل کرے اسے چاہیے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے، پس عدل کے لئے کچھ نشانیاں اور بشارتیں ہیں اس کی نشانیاں تو یہ ہیں حیاء سخاوت آسانی اور نرمی اور اس کی بشارت رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر امر کا ایک دروازہ بنایا ہے اور ہر دروازہ کے لئے چابی، پس عدل کا دروازہ غور و تدبر ہے اور اس کی چابی زہد ہے اور غور و تدبر موت کو یاد رکھنا اور اموال پیش کرنے کے لئے تیار رہنا ہے اور زہد عام ہے ہر کسی سے حق وصول کرنے کا ایسا حق جس کو حق قبول کرے اور بقدرِ کفایت روزی پر اکتفاء کرنے کا، پس اس قدر روزی اسے کافی نہ ہو تو پھر اسے دنیا کی کوئی چیز غنی نہیں کر سکتی میں تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہوں لیکن میرے اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں پس اللہ تعالیٰ نے دعا کے ذریعے مدد کرنا مجھ پر لازم کیا ہے پس تم اپنی شکایات مجھ تک پہنچاؤ، جو شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ جس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اسے پہنچا دے ہم اس سے بلا خوف اس کا حق وصول کریں گے۔

پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے جب سعد دریائے زرود تک پہنچے اور ان کے اور مثنیٰ کے درمیان ملاقات کے لئے معمولی سا فاصلہ رہ گیا اور ان میں سے ہر ایک اس ملاقات کا مشتاق تھا کہ مثنیٰ بن حارثہ کا وہ زخم کھل گیا جو انہیں معرکہ جسر میں لگا تھا اور مثنیٰ بن حارثہ کی وفات ہو گئی اور وہ بشیر بن خصاصیہ کو اپنا نائب مقرر کر گئے، جب سعد بن ابی وقاص کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے لئے دعائے رحمت کی اور ان کی زوجہ سلمٰی سے نکاح کر لیا جب سعد لشکر کے پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو ان کی ریاست و امارت

www.ahlehaq.org

بھی ان کو حاصل ہو گئی اور سادات عرب میں سے ہر ایک امیر جو عراق میں متعین تھا وہ سعد بن ابی وقاص کے ماتحت آ گیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مزید امداد بھیجی یہاں تک کہ قادسیہ کے موقع پر آپ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار ہو گئی اور بقول بعض چھتیس ہزار ہو گئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! ملوک عجم کو ملوک عرب کے ذریعے باہر نکال پھینکوں گا اور سعد کو لکھا کہ تم قبائل پر امیر مقرر کرو اور لشکر کے کمانڈروں میں سے ہر دس پر ایک بڑا امیر مقرر کرو، اور انہیں قادسیہ کی طرف بھیج دو، پس سعد نے ایسا ہی کیا اور قبائل پر امیر، مختلف امیروں، مجموعہ پر امیر اور ہراول دستوں، مقدمہ، میمنہ، میسرہ و ساقہ، پیادوں اور سواروں کا دستہ ہر ایک پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق امراء مقرر کر دیئے۔

سیف بن عمر اپنی سند سے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی ذوالنون کو لشکر کا قاضی اور مال غنیمت جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا منتظم بنایا، سلمان فارسی کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کے لئے مقرر فرمایا اور زیاد بن ابی سفیان کو کاتب مقرر کیا۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ اس لشکر میں تین سو دس صحابہ تھے جن میں سے ستر بدری تھے اور سات سو فرزندان صحابہ تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ وہ قادسیہ کی طرف بڑھنے میں جلدی کریں قادسیہ زمانہ جاہلیت میں فارس کا دروازہ تھا اور یہ بھی ہدایت کی کہ پتھروں اور دیہاتوں کے درمیان رہیں اور فارس کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں اور حملہ میں پہل کریں ان کی کثرت اور سامان حرب سے خوف نہ کھائیں بے شک وہ بڑی مکار اور دھوکہ باز قوم ہے اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی، نیک کام کئے اور امانت داری سے کام لیا تو مجھے امید ہے کہ تم فتح یاب ہو گے پھر وہ کبھی بھی تمہارے مقابلہ میں مجتمع ہو کر نہ آ سکیں گے اگر آئے تو ان کے دل ان کے ساتھ نہ ہوں گے یعنی بے حوصلہ اور کم ہمت ہوں گے۔ اور اگر خدانخواستہ شکست کی صورت پیدا ہو جائے تو تم پیچھے لوٹ آنا یہاں تک کہ پتھریلے مقام تک پہنچ جاؤ اور تم یقیناً وہاں ان پر جری اور دلیر ہو گے اور وہ بزدل و ناواقف، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پے در پے فتوحات عطا فرمائے۔

نیز آپ نے انہیں اپنا محاسبہ نفس اور فوج کو نصیحت کرتے رہنے کی بھی وصیت فرمائی اور ان کو نیت اچھی رکھنے اور صبر کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کی مدد و نصرت نیت ہی کے بقدر آتی ہے اور خیال و فکر کے مطابق اجر ملتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا بکثرت ورد رکھو، اور میری طرف تمام حالات بالتفصیل لکھا کرو کہ تم کہاں اترے ہو اور تمہارا دشمن تم سے کہاں ہے اور مجھے اپنے خطوط میں اس طرح تصور کراؤ کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں اور اپنے تمام حالات سے مجھے آگاہ رکھو اور اللہ سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو تم اس سے ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اس کام کے لئے نہ لے آئے۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ان سے ان مقامات اور زمینوں کی کیفیات و تفصیلات اس انداز سے لکھیں گویا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو بذات خود مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اہل فارس نے رستم اور اس جیسے بہادروں کو ہمارے مقابلے میں میدان میں اتارا ہے وہ ہماری تلاش میں ہیں اور ہم ان کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کی قضاء مسلم ہے کہ اس نے ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف میں کیا مقدر کیا ہے پس ہم اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے کی دعا کرتے ہیں اور بہتر فیصلہ عافیت کی صورت میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ آپ کا خط میرے پاس پہنچا اور میں نے اسے سمجھ لیا، جب آپ اپنے دشمن کا سامنا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں پر آپ کو مسلط کر دے گا اس نے میرے دل میں یہ بات القاء فرمائی ہے کہ آپ انہیں شکست سے دوچار کریں گے پس آپ قطعاً شک و شبہ میں نہ پڑیں اور جب آپ انہیں شکست دے دیں تو مدائن پر حملے کے بغیر ان کا پیچھا نہ چھوڑیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسے بھی ویران کر دے گا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سعد کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے عموماً دعاؤں میں مشغول ہو گئے، سعد بن ابی وقاص جب عذیب مقام پر پہنچے تو شیرزاد بن ازاذویہ کی سرکردگی میں ایک فارسی لشکر اسلامی فوج کے راستے میں آ کھڑا ہوا اور لڑائی شروع ہو گئی مسلمانوں نے اس لڑائی میں بہت سا مال غنیمت حاصل کیا، سعد بن ابی وقاص نے مال غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے لوگ بڑے خوش ہوئے اور فتح سے نیک فال نکالی، اور بقیہ مال اور ساز و سامان کی حفاظت کے لئے سعد بن ابی وقاص نے ایک مستقل دستہ تیار کیا جس کے امیر غالب بن عبداللہ لیثی تھے اور اس دستہ کو اس سامان، اسباب کی حفاظت پر مامور کیا۔

www.ahlehaq.org

قادسیہ کا معرکہ[1]...... اس کے بعد سعد بن ابی وقاص چلے اور قادسیہ میں جا کر پڑاؤ کیا اور اپنے دستوں کو اطراف میں پھیلا دیا وہاں آپ نے ایک ماہ قیام کیا لیکن اہل فارس میں سے کوئی آپ کے مقابلے کے لئے نہ آیا، آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس صورتحال سے آگاہ کیا سعد بن ابی وقاص کے دستے جو اطراف میں بھیجے گئے تھے وہ مال غنیمت اور سامان خورد ونوش لاتے پس ان علاقوں کے فارسی لوگ جنہیں مسلمانوں کی اس لوٹ کھسوٹ سے واسطہ پڑا وہ فریاد کرتے چلاتے یزدگرد کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر تم ہماری امداد نہ کرو گے تو ہم اپنا سارا ساز وسامان ان کو دے دیں گے اور اپنے قلعے بھی ان کے حوالہ کر دیں گے اس صورتحال پر اہل فارس نے رستم کو مقابلہ کے لئے بھیجنے پر اتفاق کیا سو یزدگرد نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور اسے لشکر کا سالار اعظم مقرر کیا، رستم نے اس ذمہ داری سے بچنا چاہا اور کہا کہ یکے بعد دیگرے مقابلے کے لئے لشکر بھیجتے رہنا یہ عربوں پر زیادہ نقصان دہ اور بھاری ہے بنسبت اس کے کہ ایک ہی مرتبہ بڑا لشکر بھیجا جائے اور وہ شکست کھا جائے اور میری یہ رائے بزدلی کی وجہ سے نہیں ہے لیکن بادشاہ نے اس رائے کو قبول نہیں کیا لہٰذا مجبوراً رستم جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ سعد بن ابی وقاص نے حیرہ اور صلوبا کی طرف حالات معلوم کرنے کے لئے آدمی بھیجے پس انہوں نے آ کر خبر دی کہ بادشاہ نے رستم بن فرخزاد کو جنگ کا سالار اعظم مقرر کیا ہے اور کئی لشکروں کے ساتھ اس کی مدد کی ہے سعد بن ابی وقاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی انہوں نے جواب میں لکھا کہ جو خبر آپ کے پاس پہنچی ہے یا جو کچھ وہ ساز وسامان و لشکر لے کر آیا ہے اس سے آپ بالکل نہ گھبرائیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور اسی پر بھروسہ کریں اور اس کی طرف صاحب بصیرت اور بہادر لوگوں کو دعوت دین دینے کے لئے بھیج دیں، پس اللہ تعالیٰ ان کی دعوت کو دشمن کی کمزوری اور ان پر فتح کا ذریعہ بنا دے گا اور میری طرف ہر روز خط لکھنا۔

اس کے بعد جب رستم اپنے لشکر کے ساتھ قریب آیا اور اس نے ساباط مقام پر پڑاؤ کیا تو سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رستم نے ساباط مقام پر پڑاؤ کیا ہے اس کے ساتھ ہاتھی اور گھوڑے ہیں اس نے ان کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک استقامت و توکل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے میری اسی پر نظر ہے، رستم نے فوج کو ترتیب دیا اور چالیس ہزار پر مشتمل مقدمہ تیار کیا اس پر جالینوس کو مقرر کیا اور میمنہ پر ہرمزان اور میسرہ پر مہران بن بہرام کو مقرر کیا یہ کل ساٹھ ہزار تھے بیس ہزار کے ساقہ پر بندوان کو مقرر کیا پس لشکر کی کل تعداد اسی ہزار ہو گئی۔

سیف بن عمر نے یہی تعداد بیان کی ہے اور ایک روایت میں ان کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جن کے پیچھے بھی اسی ہزار تھے ان کے پاس تینتیس ہزار ہاتھی تھے جن میں سابور کا سفید ہاتھی بھی تھا اس کی وہ اس سے بڑی مانوس تھی۔

سعد بن ابی وقاص نے سادات کی ایک جماعت رستم کو دعوت الی اللہ دینے کے لئے بھیجی، جن میں نعمان بن مقرن، فرات بن حیان، حنظلہ بن ربیع تمیمی، عطارد بن حاجب، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدیکرب تھے ان حضرات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ایک وعدہ کیا ہے ہم اس کے لئے آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمہارے شہر، تمہاری عورتیں اور تمہارے اموال سب ہمارے قبضہ میں دے دے گا اور ہمیں اس وعدہ پر مکمل یقین ہے اور رستم نے خواب دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اس نے اہل فارس کے تمام ہتھیاروں پر مہر لگا کر وہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیے اور آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیے۔

سیف بن عمر نے بیان کیا ہے کہ رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ جنگ میں ٹال مٹول سے کام لیا تھا حتیٰ کہ اس کے مدائن سے نکلنے اور سعد بن ابی وقاص کے سامنے آنے کے درمیان چار ماہ کا فاصلہ تھا اس نے اس لئے کیا تھا تاکہ سعد اور ان کے ساتھ مسلمان اکتاہٹ کا شکار ہو کر واپس چلے جائیں اگر یزدگرد بادشاہ اسے جلد حملہ کا حکم نہ دیتا تو وہ کبھی مقابلہ پر نہ آتا اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے غلبہ اور ان کے ساتھ مدد کو جانتا تھا اس بارے میں اس نے ایک خواب دیکھا تھا جو ابھی گزرا اور وہ اہل اسلام کی فتح کی علامات دیکھ چکا تھا اور مسلمانوں سے اس کے متعلق سن بھی چکا تھا اس کے علاوہ اس کے پاس علم نجوم بھی تھا جس کی صحت پر وہ خوب یقین رکھتا تھا۔

جب رستم کا لشکر قریب آیا تو سعد نے اس کے حالات واضح طور پر معلوم کرنے کو ضروری سمجھا اور اس کو پسند کیا لہٰذا ایک آدمی کو خفیہ اس غرض سے بھیجا کہ وہ کسی فارسی کو پکڑ لائے، لشکر میں طلیحہ اسدی بھی تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں توبہ کر لی تھی انہوں نے جلدی کی اور

---

(۱) المنتظم فی التاریخ: ۴/ ۱۵۱، وتاریخ الطبری: ۳/ ۴۸۱، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۰۹

www.ahlehaq.org

لشکروں وصفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور ہزاروں آدمیوں کو پھلانگتے ہوئے دشمن کے سامنے پہنچ گئے ان کے بہادروں کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک شخص کو قیدی بنا کر لے آئے جس کا اپنے آپ پر کچھ زور نہ چل رہا تھا سعد بن ابی وقاص نے اس قیدی سے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا وہ قیدی طلیحہ کی شجاعت اور دلیری بیان کرنے لگا سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اور ہمیں رستم کے بارے میں بتاؤ اس نے کہا کہ اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے اور اتنا ہی بڑا لشکر اس کے پیچھے ہے اس کے بعد یہ شخص فوراً مسلمان ہو گیا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رستم نے سعد بن ابی وقاص کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ کسی صاحب علم و دانش آدمی کو میرے پاس گفتگو کے لئے بھیجیں میں اس سے کچھ دریافت کروں گا سعد بن ابی وقاص نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیج دیا جب یہ وہاں پہنچے تو رستم نے ان سے کہا کہ تم ہمارے پڑوسی ہو لہٰذا ہم تم سے حسن سلوک کرتے ہیں اور تم سے تکلیف و اذیت کو دور کرتے ہیں پس تم اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جاؤ ہم تمہاری تجارت کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے نہ روکیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ہم دنیا کے طلبگار نہیں بلکہ آخرت کے طلبگار ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ میں اس جماعت کو یعنی آپ کے ماننے والوں کو ان لوگوں پر مسلط کروں گا جو اس دین کو اختیار نہیں کریں گے اور ان کے ذریعے ان کو سزا دوں گا اور میں انہیں غالب رکھوں گا جب تک کہ یہ میرے دین کے اقراری رہیں گے اور یہ دین حق ہے جو اس سے اعراض کرتا ہے ذلت اٹھاتا ہے اور جو اس کو مضبوطی سے تھامتا ہے وہ عزت پاتا ہے رستم نے پوچھا کہ وہ دین کیا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اس دین کا بنیادی ستون جس کے بغیر کوئی چیز درست ہوتی ہے اور نہ معتبر وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور اقرار کرنا ان تمام چیزوں کا جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں رستم نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے اس کے علاوہ اور کچھ؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے اس کے علاوہ اور کچھ؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لہٰذا وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے پھر رستم نے کہا کہ اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے علاقوں سے چلے جاؤ گے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا پھر ہم تمہارے علاقوں کے تجارت یا کسی حاجت کے علاوہ قریب بھی نہیں آئیں گے رستم نے کہا کہ یہ بھی بہت اچھی بات ہے، جب مغیرہ بن شعبہ رستم کے پاس سے چلے گئے تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں کے سامنے اسلام کا تذکرہ کیا لیکن سب نے نفرت کی اور اس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا رستم نے بھی پھر ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے اور ان کو رسوا کرے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے ایک اور قاصد رستم کے طلب کرنے پر بھیجا اور وہ ربعی بن عامر تھے ربعی اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس نے اپنی نشست گاہ کو سنہری تکیوں اور ریشمی گدوں سے سجایا ہوا ہے اور یاقوت، قیمتی موتی اور دیگر سامان زینت پہن کر اس کا اظہار کر رہا ہے اس کے سر پر قیمتی تاج بھی اور اس کے علاوہ دیگر ساز و سامان بھی اس کے پاس ہے اور وہ سونے کے ایک تخت پر بیٹھا ہے ربعی اس کے پاس موٹے کپڑے، تلوار، ڈھال اور چھوٹے سے گھوڑے کے ساتھ داخل ہوئے اور سواری پر سوار ہو کر قالینوں اور گدوں کو روندتے ہوئے اس کی نشست گاہ کے قریب جا کر اترے اور اس کے قیمتی تکیوں میں سے ایک کے ساتھ گھوڑا باندھ دیا، اور زرہ پہن کر ہتھیار لگا کر اور سر پر خود رکھ کر اس کے سامنے آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے ہتھیار اتار دیں ربعی نے فرمایا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں اگر تم اسی حال پر رہنے دو تو ٹھیک ورنہ میں واپس چلا جاتا ہوں رستم نے کہا کہ اسے اسی طرح اجازت دے دو ربعی ریشمی قالینوں پر اپنے نیزے سے ٹیک لگاتے ہوئے آئے جس کی وجہ سے اس کا اکثر حصہ پھٹ گیا اور رستم کے قریب پہنچ گئے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو؟ ربعی نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو بندوں کی غلامی سے اللہ کی غلامی کی طرف لائیں اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف اور ادیان باطلہ کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں اس نے ہمیں اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ ہم اس کی ان کو دعوت دیں اگر وہ لوگ قبول کر لیں گے تو ہم لوٹ جائیں گے اور اگر انکار کریں گے تو ان سے قتال کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ تک پہنچ جائیں لوگوں نے پوچھا کہ اللہ کا وعدہ کیا ہے؟ ربعی نے کہا جو ان انکار کرنے والوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جائے اس کے لئے جنت اور جو زندہ رہے اس کے لئے کامیابی اور فتح رستم نے کہا کہ میں

www.ahlehaq.org

نے تمہاری باتیں سن لی ہیں کیا تم اس معاملہ کو کچھ مؤخر کر سکتے ہو تاکہ ہم غور وفکر کرلیں اور تم بھی سوچ لو؟ ربعی نے کہا کہ ہاں، کتنا وقت چاہتے ہو؟ کیا ایک دن یا دو دن؟ رستم نے کہا نہیں بلکہ ہم اپنے سرداروں اور اہل رائے لوگوں سے مکاتبت کر کے مشورہ کریں گے ربعی نے کہا کہ دشمن سے ملاقات کے بعد تین دن سے زیادہ مہلت دینا ہمارے نبی کی سنت نہیں ہے پس تم اس مدت میں اپنے اور اپنی قوم کے معاملہ میں غور وفکر کرلو اور تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو۔ رستم نے کہا کہ کیا تم اپنی قوم کے سردار ہو؟ ربعی نے کہا کہ نہیں لیکن مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں ان میں سے ادنیٰ آدمی بھی اعلیٰ کے مقابلہ میں پناہ دے سکتا ہے۔ رستم نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ کیا تم نے کبھی اس شخص سے زیادہ واضح اور وزنی کلام کسی کا سنا ہے؟ لوگوں نے کہا معاذ اللہ تم تو اس کی طرف مائل نظر آتے ہو کیا تم اس کتے کی وجہ سے اپنا دین چھوڑ دو گے؟ کیا تم نے اس کے کپڑوں کی حالت نہیں دیکھی؟ رستم نے کہا کہ ہلاک ہو تم اس کے کپڑوں کی طرف مت دیکھو بلکہ اس کی رائے، کلام اور سیرت کو دیکھو، عرب لوگ کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے البتہ خاندانی محاسن اور کمالات کی حفاظت کرتے ہیں۔

اگلے دن پھر انہوں نے کسی آدمی کو بھیجنے کا مطالبہ کیا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے حذیفہ بن محصن کو بھیجا انہوں نے بھی ربعی کی طرح عمدہ کلام کیا، تیسرے دن مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا اور انہوں نے طویل وعمدہ کلام کیا، رستم نے ان سے کہا تھا کہ تمہاری ہمارے علاقے میں آنے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی مکھی نے شہد دیکھا اور کہا کہ جو مجھے اس شہد تک پہنچا دے تو اس کو دو درہم دوں گی لیکن جب وہ اس شہد میں گری تو پھنس گئی اور نکلنے کی کوشش کی لیکن نکل نہ سکی مجبور ہو کر کہنے لگی کہ کون ہے جو مجھے اس سے خلاصی دلوائے میں اسکو چار درہم دوں گی، اور تمہاری مثال اس کمزور لومڑی کی سی ہے جو انگوروں کی بیل کے گڑھے میں داخل ہوا انگور والے نے اسے کمزور حالت میں پایا تو رحم کھا کر چھوڑ دیا جب وہ کھا پی کر فربہ ہو گیا تو اس نے انگور والے کی بہت سی چیزوں کو خراب کر دیا، انگور والا اس کو نکالنے کے لئے بچوں کی ایک فوج لایا جب وہ اس کے موٹاپے کی وجہ سے اس کو نہ نکال سکا تو مار کر اسے وہیں ختم کر دیا پس اسی طرح تم ہمارے شہروں سے نکل جاؤ پھر وہ غصہ میں بھر گیا اور اس نے سورج کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم کو کل ضرور بالضرور قتل کر دوں گا مغیرہ نے جواب میں کہا کہ عنقریب تمہیں حقیقت حال معلوم ہو جائیگی، پھر رستم نے مغیرہ سے کہا کہ میں نے تمہارے لئے ایک جوڑا اور تمہارے امیر کے لئے ایک ہزار دینار، کپڑوں کا جوڑا اور ایک سواری کا حکم دیا ہے بشرطیکہ تم یہاں سے چلے جاؤ، مغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری حکومت وقوت کو کمزور کرنے کے بعد جائیں گے ہم تمہارے ملکوں اور شہروں کیطرف بڑھ رہے ہیں اور تمہیں ذلیل کر کے جزیہ وصول کریں گے اور عنقریب تم طوعاً کرہاً ہماری غلامی میں آجاؤ گے۔ جب مغیرہ بن شعبہ نے یہ باتیں کہیں تو وہ غصہ سے پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن صفوان ثقفی نے ان سے امیہ بن خالد نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے حصین بن عبد الرحمٰن نے ان سے ابو وائل نے بیان کیا ہے، کہ ابو وائل کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص آئے اور لوگوں کی معیت میں قادسیہ اترے ہم سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھے پس اسی کے درمیان ہوں گے اور مشرکین تیس ہزار کے قریب تھے انہوں نے کہا کہ نہ تمہارے پاس طاقت وقوت ہے اور نہ اسلحہ وسامان جنگ تم کس لئے آئے ہو؟ واپس چلے جاؤ، ہم نے کہا کہ ہم واپس جانے والے نہیں ہیں۔ وہ ہمارے تیروں پر ہنستے تھے اور دوک دوک کہتے تھے اور ہمیں روئی کے چرخے کے تکلوں سے تشبیہ دیا کرتے تھے جب ہم نے لوٹنے سے کلیتاً انکار کر دیا تو انہوں نے کہا کہ تم اپنا کوئی صاحب عقل ودانش آدمی ہمارے پاس بھیجو تا کہ وہ بیان کرے کہ تم کیوں آئے ہو؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں جاتا ہوں پس مغیرہ گئے اور رستم کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گئے لوگ اس پر چیخ پڑے اور دھاڑے، مغیرہ نے کہا کہ اس تخت پر بیٹھنے سے نہ تو میری رفعت میں اضافہ ہوا اور نہ تمہارے بادشاہ کی شان میں کمی ہوئی رستم نے کہا کہ اس نے سچ کہا اور پھر پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ہم ایک قوم تھے جو شر اور گمراہی میں مبتلا تھے پس اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک نبی مبعوث فرمایا اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی اور ہمیں رزق عطا فرمایا جو رزق اس نے ہمیں عطا فرمایا تھا اس کا ایک دانہ (ایک گندم) ایسا ہے جو ان شہروں میں پیدا ہوتا ہے جب اسے ہم نے اور ہمارے اہل خانہ نے کھایا تو اب ہم اس کے بغیر صبر نہیں کر پا رہے ہیں لہٰذا تم ہمیں اس سرزمین میں چھوڑ دو تا کہ ہم وہ دانے کھائیں، رستم نے کہا کہ ایسی صورت میں تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، مغیرہ نے کہا کہ اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم تمہیں قتل کریں گے تو تم دوزخ میں جاؤ گے، اگر زندہ رہے تو تم جزیہ دو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے جزیہ والی بات کی تو وہ لوگ چیخ پڑے اور چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی

www.ahlehaq.org

صلح نہ ہوگی، مغیرہ نے کہا کہ تم دریا عبور کر کے ہمارے پاس آ رہے ہو یا ہم تمہارے پاس آئیں؟ تو رستم نے کہا کہ ہم دریا عبور کر کے پہنچ رہے ہیں وہیں مسلمان پیچھے ہٹ گئے حتیٰ کہ فارسیوں نے دریا عبور کر کے حملہ کر دیا اور پھر مسلمانوں نے انہیں عبرتناک شکست دی۔

سیف بن عمر بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کو اس دن عرق النسا کی تکلیف تھی آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ بات لکھ دی کہ زمین میں میرے نیک بندے میرے وارث ہوں گے'' اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھائی پھر چار تکبیریں کہیں لوگوں نے حکم کے مطابق لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے دشمن پر ان کا تعاقب کرتے، ان کو قتل کرتے، ان کی گھات میں بیٹھے اور بعض مقامات پر ان کا محاصرہ کرنے کے لئے حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ کتے اور بلیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور نہاوند تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے اکثر نے مدائن میں پناہ لی، مسلمان ان شہروں کے دروازوں تک پہنچ گئے، سعد بن ابی وقاص نے اس معرکہ سے پہلے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کسریٰ کے پاس دعوت الی اللہ کے لئے بھیجی تھی انہوں نے وہاں پہنچ کر کسریٰ سے ملاقات کی اجازت چاہی انہیں اجازت دی گئی اہل شہر ان لوگوں کو دیکھنے کے لئے نکلے ان کی چادریں ان کے کندھوں پر پڑی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں کوڑے تھے پاؤں میں چپلیں، ان کے گھوڑے لاغر اور ضعیف تھے اور وہ زمین کو اپنے قدموں کے ساتھ روندتے ہوئے آ رہے تھے لوگ ان کی حالت دیکھ کر نہایت ہی تعجب کر رہے تھے کہ ان جیسے لوگ کس طرح ان کے لشکروں پر غالب آئیں گے حالانکہ ان کے لشکر تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں اور سامان حرب کی بھی کوئی کمی نہیں، بہر حال جب یزدگرد بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور وہ نہایت ہی متکبر اور بدتہذیب آدمی تھا وہ ان سے ان کے لباس اور سامان (چادروں، جوتوں، کوڑوں) کے متعلق پوچھنے لگا کہ اس کا کیا نام ہے، جب بھی اسے اس چیز کے بارے میں بتایا جاتا تھا تو وہ اس سے شگون لیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شگون و فال کو اسی کے سر پر دے مارا، یزدگرد نے پوچھا کہ تم لوگ ان شہروں میں کیوں آئے ہو؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جب ہم آپس میں مشغول ہو جائیں گے تو تم ہم پر جرأت کر لو گے؟ نعمان بن مقرن نے اس کے جواب میں کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمارے اندر اپنا ایک رسول بھیجا جو ہمیں خیر کی طرف بلاتا تھا اور خیر ہی کا حکم کرتا تھا شر سے ہمیں باخبر کرتا تھا اور اس سے روکتا تھا اس کی دعوت قبول کرنے پر اس نے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہم سے وعدہ کیا، اس نے جس قبیلہ کو بھی اس کی دعوت دی تو وہ قبیلہ دو فریق میں تقسیم ہو گیا، ایک فریق اس کے قریب اور دوسرا اس سے دور ہو گیا اس کے دین میں خواص ہی داخل ہوئے پھر وہ اسی حالت پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ٹھہرا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مخالفت کرنے والے عربوں پر حملہ کا حکم دیا سو اس نے ایسا ہی کیا پس تمام لوگ اس کے ساتھ ہو گئے دو صورتوں میں ایک کے ساتھ، مجبوری کے ساتھ یا خوشی کے ساتھ، مجبوری والوں نے رشک کیا اور خوشی والوں کی خوشی میں اضافہ ہو گیا اور ہم نے اس کی لائی ہوئی تعلیمات کی اپنی تنگی و عداوت پر فضیلت کو پہچان لیا پھر اس نبی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آس پاس رہنے والی اقوام سے ابتدا کریں اور انہیں عدل و انصاف کی طرف بلائیں پس ہم تمہیں اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اور وہ دین اسلام ہے، جس نے اچھائی کو اچھا کہا اور برائی کی مذمت کی اگر تم اس دین سے انکار کرو گے تو یہ نہایت ہی بری بات ہوگی اس کو قبول کرنا دوسری بات کے مقابلہ میں آسان و سہل ہے، جس میں جزیہ بھی دینا پڑے گا اگر تم جزیہ سے بھی انکار کرو گے تو پھر جنگ ہوگی اور اگر قبول کر لو تو ہم تمہارے درمیان اللہ کی کتاب چھوڑ دیں گے اور تمہیں اس کے مطابق اطاعت کرنے اور فیصلے کرنے کا پابند بنائیں گے اور خود واپس چلے جائیں گے تمہیں تمہارا ملک مبارک، اگر جزیہ دینا پسند کرو تو اسے بھی قبول کر لیں گے ورنہ تیسری صورت میں تم سے قتال کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر یزدگرد بولا کہ مجھے معلوم نہیں کہ زمین پر تم سے زیادہ بدبخت قلیل التعداد اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے بری کوئی قوم ہو اور ہم تمہیں آس پاس کی بستیوں کے حوالہ کر دیا کرتے تھے وہی ہمیں تمہاری طرف سے کافی ہو جاتے تھے اہل فارس کو تم سے جنگ کی نوبت نہ آئی تھی اور نہ تم ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی طمع کرتے تھے اب اگر تمہاری تعداد زیادہ ہو گئی ہے تو یہ بات تم کو ہماری طرف سے دھوکہ میں نہ ڈالے اور اگر فقر و فاقہ نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہاری خوشحالی تک کھانا پینا مقرر کر دیتے ہیں ہم تمہارے سرداروں کی عزت کرتے ہیں ان کے لئے اعزازی لباس دیتے ہیں اور تم پر ایسا بادشاہ مقرر کر دیتے ہیں جو تمہارے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، لوگ یہ گفتگو سن کر خاموش ہو گئے، مغیرہ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے بادشاہ! یہ لوگ عرب کے اشراف اور سردار ہیں اشراف اشراف سے حیا کرتے ہیں اور اشراف ہی اشراف کا اکرام کرتے ہیں اور اشراف ہی اشراف کے حقوق کی تعظیم و خیال کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے پیغام دیا ہے وہ سب تیرے لئے جمع نہیں کیا اور نہ یہ تیری ہر بات

کا جواب دیں گے انہوں نے اچھائی و نیکی کی ہے اور ان جیسا آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے پس تم مجھے جواب دو میں تم سے بات کروں گا اور حق بتاؤں گا، یہ لوگ اس پر گواہی دیں گے تم نے ہماری ایسی صفات بیان کی ہیں کہ جن کو تم جانتے نہیں اور تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ بدحال کوئی نہ تھا اور ہماری بھوک کے مشابہ کسی کی بھوک نہ تھی ہم گبریلے، گھر پلے، بچھو اور سانپ کھا جاتے تھے اور ان کو ہم اپنی خوراک شمار کرتے تھے زمین کی پشت ہمارا گھر تھا اور اونٹوں کی کھال و بھیڑوں کی اون کو ہم کاتتے اور اپنا لباس بناتے تھے ہمارا دین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا تھا ہم میں سے بعض اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے اس اندیشہ سے کہ وہ ہمارے کھانے میں شریک ہوں گی، ہماری حالت اب سے پہلے یہی تھی جو میں نے ذکر کی اور معاد کے بارے میں میں بیان کر چکا ہوں پس ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک نیک خصلت آدمی ہمارے درمیان مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب کو جس کی شرافت اور جائے پیدائش کو ہم جانتے ہیں پس اس کی سرزمین ہماری بہترین زمین ہے اس کا حسب و نسب ہم میں سب سے بہتر، اس کا گھر ہمارے گھروں میں سے سب سے اچھا اس کا قبیلہ سب قبائل میں اعلیٰ، وہ جس حالت میں رہا ہم سے اچھا رہا۔

وہ نہایت ہی سچا اور بڑا بردبار تھا اس نے ہمیں اپنے دین کی دعوت دی ہم میں سے کسی نے قبول نہ کیا اس کا پہلا ساتھی اس کے بعد خلیفہ بنا پس اس نے بھی کہا اور ہم نے بھی کہا اس نے سچ کہا اور ہم نے جھوٹ کہا وہ بڑھتا گیا اور ہم کم ہونے لگے اس نے جو کہا تھا وہ پورا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس کی تصدیق و اتباع ڈال دی وہ ہمارے اور رب العالمین کے درمیان واسطہ بن گیا اس نے ہمیں جو کہا وہ اللہ کا قول تھا اور جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ کا حکم تھا اس نے کہا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں خدائے واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں اس وقت بھی تھا جب کوئی نہ تھا اور میرے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز میری طرف ہی لوٹ کر آئے گی، میری رحمت نے تمہیں پالیا ہے میں نے تمہاری طرف اس نبی کو واسطے بھیجا تاکہ ایسے راستے کی ہدایت کروں کہ جس راستے پر چلنے کی وجہ سے موت کے بعد اپنے عذاب سے تمہیں بچاؤں اور تمہیں دارالسلام (جنت) میں پہنچا دوں، پس ہم اس کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لیکر آیا ہے اور رب نے ہمیں یہ حکم دیا کہ جو تمہاری فرمانبرداری کرے اس کے لئے وہ ہے جو تمہارے لئے ہے اور اس پر وہی ذمہ داری ہے جو تم پر ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو اور اس کی حفاظت کرو جس سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو جزیہ سے بھی انکار کرے تو اس سے قتال کرو اور میں تمہارے درمیان حکم ہوں، جو شخص تم میں سے قتل ہوگا میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو زندہ رہے گا اسے دشمن پر فتح یاب کروں گا پس اگر تو چاہے تو جزیہ کو اختیار کر لے ایسی صورت میں تو ذلیل و کمتر ہوگا یا تلوار کو اختیار کر لے یا اسلام قبول کر لے اور اپنے نفس کو نجات دے دے۔

یزدگرد نے کہا کہ کیا تو ایسی باتوں کے ساتھ میرا سامنا کرتا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اس کا سامنا کیا ہے جس نے مجھ سے بات کی اگر تیرے سوا کوئی اور مجھ سے بات کرتا تو اس وقت میں تیرا سامنا نہ کرتا، یزدگرد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کیا جاتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا، میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے اور پھر کہا کہ مٹی کا ٹوکرا لاؤ اور اسے ان کے سردار پر لادو، پھر انہیں ہانک دو یہاں تک کہ یہ ان کے مکانات سے باہر نکل جائیں اور مسلمانوں سے کہا کہ تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میں تمہارے مقابلے میں رستم کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے اور تمہیں بعد والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دے پھر میں اسے تمہارے ملکوں کی طرف روانہ کروں گا حتیٰ کہ وہ تمہیں سابق سے بھی زیادہ عبرتناک شکست سے دوچار کرے گا پھر یزدگرد نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تمام لوگ خاموش رہے عاصم بن عمرو نے کہا اے نوجوان میں ان کا سردار ہوں مٹی مجھ پر لادو، اس نے پوچھا کہ کیا حقیقت اسی طرح ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، پس اس نے مٹی ان کی سر پر لاد دی، وہ اسے لے کر ایوان اور محل سے نکلے اور اپنی سواری کے قریب پہنچ کر اس پر لادا اور نہایت تیزی سے چل پڑے حتیٰ کہ سعد کے پاس پہنچ جائیں، عاصم بن عمرو نے ان سب پر سبقت کی، باب قدیس کے پاس گزرتے ہوئے مٹی کو سمیٹا اور کہا کہ امیر کو کامیابی کی بشارت سنا دو ہم ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے چلتے چلتے وہ مٹی پھر پتھروں میں ڈال دی اور سعد کے پاس پہنچ گئے اور انہیں سارا واقعہ سنایا انہوں نے فرمایا خوشخبری ہو اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی چابیاں ہمیں عطا فرما دیں گویا کہ انہوں نے اس سے یہ نیک فال لی کہ ان کے شہر ہمارے قبضہ میں آئیں گے اس کے بعد صحابہ کرام کے حالات میں مسلسل بلندی شرف اور رفعت کا اضافہ ہوتا رہا اور اہل فارس کا معاملہ حماقت، ذلت اور کمزوری کی طرف گرتا رہا اس وفد کے جانے کے

www.ahlehaq.org

بعد رستم یزدگرد بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے مسلمانوں کے حالات جو کچھ اس نے دیکھے تھے دریافت کرنے لگا بادشاہ نے ان کی عقل، فصاحت اور حاضر جوابی کو بیان کیا اور کہا کہ جس چیز کا وہ ارادہ رکھتے ہیں قریب ہے کہ وہ اسے پالیں گے۔

پھر اس نے سردار کو مٹی اٹھانے کا جو حکم دیا تھا اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس سردار نے اپنے سر پر مٹی لادنے کی حماقت کی اگر وہ چاہتا تو اس چیز سے بچ سکتا تھا اور ہمیں پتا بھی نہ چلتا، رستم نے کہا کہ وہ احمق نہیں ہے اور نہ وہ ان کا سردار ہے بلکہ اس نے اپنی جان اپنی قوم پر فدا کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ ہماری سرزمین کی چابیاں لے گئے ہیں رستم نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ منجم تھا، پھر اس نے ایک آدمی کو ان کے پیچھے بھیجا کہ اگر تم مٹی کو پالو تو اسے واپس لے آنا تاہم اپنی بات کا تدارک کرلیں گے اور اگر وہ اسے اپنے امیر کے پاس لے گئے ہیں تو وہ ہماری سرزمین پر غلبہ پالیں گے وہ آدمی گیا لیکن یہ وفد ہاتھ نہ آیا انہوں نے سعد کے پاس مٹی پہنچانے میں سبقت کرلی، اہل فارس نے اسکا برا منایا اور وہ بہت غضبناک ہوئے اور اپنے بادشاہ کی تجویز والے کو قابل نفرت قرار دیا۔

قادسیہ کا معرکہ...... قادسیہ کا معرکہ ایک عظیم معرکہ تھا اس سے عظیم اور عجیب معرکہ عراق کی سرزمین پر پیش نہیں آیا اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس وقت سعد بن ابی وقاص کو عرق النساء کی تکلیف تھی اور جسم میں پھوڑے پھنسیاں تھیں جس کی وجہ سے وہ سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ اپنے محل میں تکیہ پر سینے کے بل لیٹے میدان جنگ میں لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے اور امور جنگ کی تدبیروں میں مصروف تھے انہوں نے جنگ کی نگرانی خالد بن عرفطہ کے سپرد کردی تھی اور میمنہ پر جریر بن عبداللہ بجلی میسرہ پر قیس بن مکشوح کو مقرر کردیا تھا قیس اور مغیرہ بن شعبہ شام میں معرکہ یرموک میں شرکت کے بعد ابوعبیدہ کی طرف سے امداد و نصرت کے طور پر سعد کے پاس پہنچے تھے۔

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ ہزار کے درمیان تھی اور رستم کی افواج ساٹھ ہزار تھی پس حضرت سعد نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا انہیں نصیحت فرمائی اور قتال پر ابھارا اور یہ آیت تلاوت فرمائی

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون

دیگر قراء نے بھی آیات جہاد کی تلاوت کی پھر حضرت سعد نے چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد مسلمانوں نے حملہ کردیا اور قتال شروع ہو گیا یہاں تک کہ رات ہوگئی رات کو سب لوگ جنگ سے رک گئے اس دن فریقین کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے، اگلے دن صبح لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے اور قتال شروع ہوگیا پورا دن اور رات کا اکثر حصہ لڑائی ہوتی رہی اور رات کو جنگ رک گئی تیسرے دن صبح فریقین پھر میدان میں پہنچ گئے اس روز بھی پورا دن اور رات گئے تک جنگ جاری رہی، اس رات کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا، چوتھے دن کی صبح پھر شدید قتال شروع ہوا مسلمانوں کو عربی گھوڑوں کے ہاتھیوں کے سامنے بدک جانے کی وجہ سے بڑی پریشانی ہورہی تھی لہٰذا بعض صحابہ کرام نے ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر حملہ کرکے ان کا کام تمام کردیا ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان ایام میں بہادروں کی ایک جماعت نے بڑی جواں مردی دکھائی جن میں طلیحہ اسدی، عمرو بن معدیکرب، قعقاع بن عمرو، جریر بن عبداللہ بجلی، ضرار بن خطاب اور خالد بن عرفطہ بھی شامل تھے ان کے حملے اور ان کی ضربیں مثالی تھیں جب اس دن زوال کا وقت ہوا جس دن کو یوم قادسیہ کہا جاتا ہے اور وہ سیف بن عمرو کے بیان کے مطابق محرم ۱۴ھ پیر کا دن ہے تو تند و تیز آندھی چلی جس نے اہل فارس کے خیموں کو ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیا، رستم کے لئے جو تخت نصب کیا گیا تھا وہ بھی گر پڑا، رستم نے جلدی کی اور اپنے خچر پر سوار ہوکر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور قتل کردیا اور جالنوس جو ہراول دستوں کا سردار تھا وہ بھی قتل کردیا گیا، خداوند قدوس کے فضل و کرم سے تمام فارسیوں کو شکست ہوئی، بھاگنے والوں کو بھی مسلمانوں نے گھیر لیا اور تیس ہزار فارسیوں کو قتل کردیا اور دس ہزار معرکہ میں مقتول ہوئے اور تقریباً اتنے ہی اس سے پہلے مارے گئے اور مسلمان اس دن اور اس سے پہلے ڈھائی ہزار کے قریب شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مسلمان بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے بادشاہ کے پایہ تخت مدائن میں داخل ہوئے جہاں اس کی اسلامی وفد سے ملاقات ہوئی تھی مسلمانوں کو اس معرکہ میں اس قدر مال اور سامان حرب ہاتھ آیا کہ جس کو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بیان کیا جاسکتا ہے، شکست دینے کے بعد غنائم کی تقسیم ہوئی اور خمس نکال کر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کی طرف فتح کی بشارت کے ساتھ روانہ کیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قادسیہ کے حالات کے بارے میں ہر سوار سے جو انہیں مل جاتا معلوم کرتے تھے اور مدینہ سے عراق کی طرف دور تک خبریں حاصل کرنے کے لئے نکل جاتے تھے انہی ایام میں ایک سوار دور سے نظر آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے حالات معلوم کئے، اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ سوار بیان کرتا رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے رہے وہ سوار امیر المومنین کو نہ پہچانتا تھا اب دونوں مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے لگے اس سوار نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے بتلایا کیوں نہیں کہ آپ خلیفہ ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی اس میں کوئی حرج نہیں۔

پہلے یہ بات گذر چکی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر پھوڑے پھنسیاں اور عرق النساء کی تکلیف تھی اور یہ تکلیف قتال میں شرکت سے مانع بن گئی تھی لیکن آپ اپنے محل کی چوٹی پر بیٹھے لشکر کے مصالح پر نظر رکھے ہوئے تھے اور محل کا دروازہ بھی ان کی بیماری کی وجہ سے بند نہیں تھا اگر بالفرض لوگ بھاگ جاتے تو فارسی انہیں آسانی سے پکڑ کر اپنے قبضے میں لے لیتے، ان کی بیوی سلمیٰ بنت حفص بھی ان کے پاس تھیں جو پہلے مثنیٰ بن حارثہ کی زوجیت میں تھی، جب بعض سوار اس دن بھاگے تو وہ گھبرا گئی اور کہا کہ ہائے مثنیٰ افسوس آج میرے پاس کوئی مثنیٰ نہیں ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو غضبناک ہوئے اور اس کے چہرے پر ایک طمانچہ رسید کیا سلمیٰ نے کہا کہ آپ نے غیرت کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا بزدلی کی وجہ سے یعنی وہ اپنے اس قول کے ذریعے انہیں جنگ کے موقع پر گھر بیٹھنے پر عار دلا رہی تھی اور یہ اس کے عذر کی وجہ سے تھا اس لئے کہ وہ آپ کے عذر کو بنسبت دیگر زیادہ جانتی تھی اور آپ کے مرض کو جو جنگ میں شرکت سے مانع تھا اس سے بھی باخبر تھی سعد کے ساتھ محل میں ایک آدمی بھی قید تھا جسکو شراب نوشی کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگ چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سات مرتبہ حد لگی تھی پس سعد کے حکم سے اسے قید کیا گیا اور محل میں بند رکھا گیا جب اس نے شہسواروں کو محل کے ارد گرد جولانیاں کرتے دیکھا تو وہ خود بھی چونکہ بہادر اور دلیر نوجوان تھا اس لئے یہ اشعار کہنے لگا

(۱) ـــ غم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نوجوان گھوڑوں کو طاقت سے پیچھے ہٹائیں اور میں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوں۔

(۲) ـــ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیروں و بیڑیوں کی آوازیں ایسا نغمہ سناتی ہیں جو پکارنے والے کی آواز سے بہرا بنا دیتی ہے اور قتل گاہیں مجھ سے دور اور بند کر دی گئی ہیں۔

(۳) ـــ میں مال والا اور بھائیوں والا تھا لیکن انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا اب میرا کوئی بھائی نہیں۔

پھر اس نے سعد کی ام ولد زبراء سے درخواست کی کہ وہ اسے چھوڑ دے اور سعد کا گھوڑا عاریۃً دے دیں، اور قسم اٹھائی کہ وہ دن کے آخری حصہ میں واپس آ جائے گا اور بیڑیاں پہن لے گا، چنانچہ زبراء نے اسے چھوڑ دیا اور وہ سعد کے گھوڑے پر سوار ہوا اور باہر نکل کر قتال شروع کر دیا اور شدید قتال کیا، سعد رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو دیکھتے کبھی پہچانتے اور کبھی انکار کر دیتے اور اس کے سوار کو ابو محجن سے تشبیہ دیتے لیکن پھر شک میں پڑ جاتے کیونکہ ان کے خیال میں تو وہ محل میں قید ہے جب دن کا آخر ہوا تو وہ شخص لوٹ آیا اور آ کر خود ہی بیڑیاں پہن لیں، سعد رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو اپنے گھوڑے کو پسینے میں شرابور پایا، پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے ابی محجن کا قصہ سنایا، سعد ان سے راضی ہو گئے اور آزاد کر دیا، مسلمانوں میں سے ایک نے سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اشعار کہے ہیں:

(۱) ـــ ہم قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ گئی اور سعد قادسیہ کے دروازے سے ہی چمٹے رہے۔

(۲) ـــ جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئی تھیں لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے اور عذر بیان کیا کہ وہ اپنی رانوں اور کولہوں پر پھوڑے پھنسیوں کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے لوگوں نے ان کے عذر کو قبول کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر کہنے والے کے لئے بددعا فرمائی اور کہا کہ اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے یا اس نے ریاکاری کے طور پر یا شہرت حاصل کرنے کے لئے یا کذب کی وجہ سے یہ کیا ہے تو اس کی زبان اور ہاتھ کو قطع کر دے، پس یہ شخص دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کھڑا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اس کی زبان میں پیوست ہو گیا پھر اس کا ایک پہلو ناکارہ ہو گیا اور مرتے دم تک

www.ahlehaq.org

کا بیان دیں گے انہوں نے کہا بھائی و تنگی کی جو حالت ہے وہ ان جیسا آدمی بیان کیا کرتا ہے لیکن تم مجھے جواب دو تا کہ میں تم سے بات کروں اور حق بتاؤں گا یہ لوگ اس پر گواہی دیں گے تم نے ہماری ایسی صفات بیان کی ہیں کہ جن کو تم جانتے نہیں اور تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ بدحال کوئی نہ تھا اور ہماری بھوک کے مشابہ کسی کی بھوک نہ تھی ہم گبریلے بچھو اور سانپ کھا جاتے تھے اور ہم انہی کو خوراک شمار کرتے تھے زمین کی پشت ہمارا گھر تھا اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کی اون ہم پہنتے تھے اور اپنا مال بناتے تھے ہمارا دین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا تھا ہم میں سے بعض اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس ڈر سے کہ وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں گی ہماری حالت اب سے پہلے یہی تھی جو میں نے ذکر کی اور حالات کے بارے میں میں بیان کر چکا ہوں ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مشہور آدمی ہمارے درمیان مبعوث فرمایا جس کے حسب و نسب کو جس کی شرافت اور جائے پیدائش کو ہم جانتے تھے اس کی سرزمین ہماری بہترین زمین ہے اس کا حسب و نسب ہم میں سب سے بہتر ہے اس کا گھر ہمارے گھروں میں سے سب سے اچھا اس کا قبیلہ سب قبیلوں میں اچھا اور وہ جس حالت میں ہم سے اچھا رہا۔

وہ نہایت ہی سچا اور بردبار تھا اس نے ہمیں دعوت دی پہلے پہل ہم میں سے کسی نے قبول نہ کیا اس کا پہلا ساتھی اس کے بعد خلیفہ بنا جس نے بھی بات کی اور ہم نے بھی کہا اس نے سچ کہا اور ہم نے جھوٹ کہا وہ بڑھتا گیا اور ہم کم ہوتے گئے اس نے جو کہا تو وہ پورا ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس کی تصدیق اور اتباع ڈال دی وہ ہمارے اور رب العالمین کے درمیان واسطہ بن گیا اس نے ہمیں جو کہا وہ اللہ کا قول تھا اور جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ کا حکم تھا اس نے ہم سے کہا تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں خدا ہوں واحد ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں اس وقت بھی تھا جب کوئی چیز نہ تھی اور میرے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز میری طرف ہی لوٹ کر آئے گی۔ میری رحمت نے تمہیں پا لیا ہے میں نے تمہاری طرف اس آدمی کو بھیجا ہے تا کہ وہ تمہیں اس راستے کی راہنمائی کرے جس راستے پر چلنے کی وجہ سے موت کے بعد میں تمہیں اپنے عذاب سے بچاؤں اور تمہیں دارالسلام (جنت) میں پہنچا دوں۔ پس ہم اس کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اور اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ جو تمہاری پیروی کرے اس کے لئے وہ ہے جو تمہارے لئے ہے اور اس پر وہی ذمہ داری ہے جو تم پر ہے اور جو انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو اور اس کی حفاظت کرو جس سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو جزیہ سے بھی انکار کرے تو اس سے قتال کرو اور میں تمہارے درمیان حکم ہوں۔ جو شخص تم میں سے قتل ہو گا میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو زندہ رہا میں اس کو ان پر غالب کروں گا جو اس سے دشمنی کریں گے اب اگر تم چاہو تو جزیہ اختیار کرنے کی صورت میں تو ذلیل و حقیر ہو گا یا تلوار کو اختیار کر لے یا اسلام قبول کر لے اور اپنے نفس کو نجات دے دے۔

یزدگرد نے کہا کیا تو ایسی باتوں کے ساتھ میرا سامنا کرتا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے اس کا سامنا کیا ہے جس نے مجھ سے بات کی اگر تیرے سوا کوئی اور مجھ سے بات کرتا تو اس وقت میں تیرا سامنا نہ کرتا۔ یزدگرد نے کہا کہ اگر قاصدوں کو قتل کیا جاتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے اور پھر کہا کہ مٹی کا ٹوکرا لاؤ اور اسے ان کے سردار پر لاد دو پھر انہیں ہانک دو یہاں تک کہ وہ مدائن کے دروازے سے باہر نکل جائیں اور مسلمانوں سے کہا کہ تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میں تمہارے خلاف رستم کو بھیج رہا ہوں تا کہ وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے اور تمہیں بعد والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دے پھر میں اسے تمہارے ملکوں کی طرف بھیجوں گا تا کہ وہ تمہیں ان سے بھی زیادہ بدترین شکست سے دو چار کرے گا پھر یزدگرد نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو یہ لوگ خاموش رہے تو عاصم بن عمرو نے کہا اے بادشاہ میں ان کا سردار ہوں مٹی مجھ پر لاد دو اس نے پوچھا کہ کیا حقیقت اسی طرح ہے؟ تو لوگوں نے کہا ہاں تو اس نے مٹی ان کی گردن پر لاد دی وہ اسے لے کر ایوان اور محل سے نکلے اور اپنی سواری کے قریب پہنچ کر اس پر لاد دیا اور نہایت تیزی سے چل پڑے تا کہ حضرت سعد کے پاس پہنچ جائیں عاصم بن عمرو نے ان سب پر سبقت کی اور باب قدیس کے پاس سے گزرے اور مٹی کو سیدھا کر کے کہا کہ امیر کو کامیابی کی خوشخبری دو ان شاء اللہ پھر وہ سب لوگ کے چلتے چلتے وہ مٹی کو حجروں میں ڈالی اور سعد کے پاس پہنچ گئے اور ان کو سارا ماجرا سنایا انہوں نے فرمایا خوشخبری ہو اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی چابیاں ہمیں عطا فرما دی ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے یہ فال لی کہ ان کے شہر ہمارے قبضے میں آ گئے ہیں اس کے بعد صحابہ کرام کے حالات میں مسلسل بلندی شرف اور رفعت کا اضافہ ہوتا رہا اور اہل فارس کا معاملہ حماقت ذلت اور کمزوری کی طرف گرتا رہا اس بلندی کے ہونے کے

بعد رستم یزدگرد بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے مسلمانوں کے حالات جو کچھ اس نے دیکھے تھے دریافت کرنے لگا بادشاہ نے ان کی عقل فصاحت اور حاضر جوابی کا بیان کیا اور کہا کہ جس چیز کا وہ ارادہ رکھتے ہیں قریب ہے کہ وہ اسے پالیں گے۔

پھر اس نے سردار کی مٹی اٹھانے کا جو حکم دیا تھا اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سردار نے اپنے سر پر مٹی لادنے کی حماقت کی اگر وہ سوچتا تو اس چیز سے بچ سکتا تھا اور ہمیں بھی کوئی نہ بچا سکے۔ رستم نے کہا کہ وہ احمق نہیں ہے وہ ان کا سردار ہے مگر اس نے اپنی جان اپنی قوم پر فدا کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ ہماری سرزمین کی چابیاں لے گئے ہیں اور رستم نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ نجومی تھا پھر اس نے ایک آدمی کو ان کے پیچھے بھیجا کہ اگر تم مٹی کو پالو تو اسے واپس لے آؤ پھر اپنی بات کا تدارک کریں گے اور اگر وہ اپنے امیر کے پاس لے گئے ہیں تو وہ ہماری سرزمین پر غالب آ جائیں گے آدمی گیا لیکن یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے سعد کے پاس مٹی پہنچانے میں سبقت کر لی۔ اہل فارس نے اس کا برا منایا اور وہ بہت غضبناک ہوئے اور اپنے بادشاہ کی تجویز و رائے کو قابل مذمت قرار دیا۔

قادسیہ کا معرکہ: … قادسیہ کا معرکہ ایک عظیم معرکہ تھا اس سے عظیم اور عجیب معرکہ عراق کی سرزمین پر پیش نہیں آیا اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے سنہ ۱۴ھ تھا اس وقت سعد بن ابی وقاص کو عرق النساء کی تکلیف تھی اور جسم میں پھوڑے پھنسیاں تھیں جس کی وجہ سے وہ گھوڑی پر سوار ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ اپنے محل میں تکیہ پر چہرے کے بل لیٹے میدان جنگ میں لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے اور سعد جنگ کی تدابیر میں مصروف تھے انہوں نے جنگ کی نگرانی خالد بن عرفطہ کے سپرد کر دی تھی اور میمنہ پر جریر بن عبداللہ بجلی میسرہ پر قیس بن مکشوح کو مقرر کر دیا تھا قیس اور مغیرہ بن شعبہ شام میں معرکہ یرموک میں شرکت کے بعد ابو عبیدہ کی طرف سے امداد فوج کے طور پر سعد کے پاس پہنچے تھے۔

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ ہزار کے درمیان تھی اور رستم کی افواج ساٹھ ہزار تھیں جب حضرت سعد نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا انہیں نصیحت فرمائی اور انہیں جہاد پر ابھارا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون

دیگر قراء نے بھی آیات جہاد کی تلاوت کی پھر حضرت سعد نے چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور لڑائی شروع ہو گئی یہاں تک کہ رات ہو گئی رات کو سب لوگ جنگ سے رک گئے اس دن فریقین کے بہت سے آدمی مقتول ہوئے اگلے دن صبح سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ گئے اور قتال شروع ہو گیا پورا دن اور رات کا کچھ حصہ خونریزی ہوتی رہی دوسرے دن جنگ رک گئی۔ تیسرے دن فریقین پھر میدان میں آ گئے اس روز بھی پورا دن اور رات گئے تک جنگ جاری رہی اس رات کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا چوتھے دن کی صبح پھر شدید لڑائی شروع ہوئی مسلمانوں کو عربی گھوڑوں کے ہاتھیوں کے سامنے بدکنے کی وجہ سے بڑی پریشانی ہو رہی تھی اس لئے بعض صحابہ کرام نے ہاتھیوں کے سواروں پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان ایام میں بہادروں کی ایک جماعت نے بڑی جوانمردی دکھائی جن میں طلیحہ اسدی، عمرو بن معدیکرب، قعقاع بن عمرو، جریر بن عبداللہ بجلی، ضرار بن خطاب اور خالد بن عرفطہ بھی شامل تھے ان کے علاوہ ان کی طرح کے اور بھی شامل تھے جب اس دن زوال کا وقت ہوا جس دن کو یوم قادسیہ کہا جاتا ہے وہ سیف بن عمر کے بیان کے مطابق محرم ۱۴ھ کا دن ہے تو سخت تیز آندھی چلی جس نے اہل فارس کے خیموں کو ان کی جگہوں سے اکھیڑ دیا اور رستم کے لئے جو تخت نصب کیا گیا تھا وہ بھی گر پڑا اور رستم نے جلدی کی اور اپنے خچر پر سوار ہو کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور قتل کر دیا اور جالینوس جو اول دستوں کا سپہ سالار تھا اسے بھی قتل کر دیا گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام ایرانیوں کو شکست ہوئی بھاگنے والوں کو مسلمانوں نے گھیر لیا اور تیس ہزار زنجیروں میں بندھے ہوؤں کو قتل کر دیا اور دس ہزار معرکہ میں مقتول ہوئے اور تقریباً اتنے ہی اس سے پہلے مارے گئے اور مسلمان اس دن اور اس سے پہلے ڈھائی ہزار کے قریب شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مسلمان بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے رہے یہاں تک کہ بادشاہ کے پایہ تخت مدائن میں داخل ہو گئے جو سابق کسریٰ کی سلطنت تھی۔ مسلمانوں کو اس معرکہ میں اس قدر مال اور سامان حرب ہاتھ آیا کہ جس کو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ بیان کیا جا سکتا ہے شکست دینے کے بعد مال غنیمت کی تقسیم ہوئی اور خمس نکال کر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کی طرف فتح کی بشارت کے ساتھ روانہ کیا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قادسیہ کے حالات کے بارے میں ہر سوار سے جو بھی مل جاتا معلوم کرتے تھے اور ہر صبح عراق کی طرف سے جنگی خبریں حاصل کرنے کے لیے نکل جاتے تھے کہ اسی ایام میں ایک سوار دور سے نظر آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے حالات معلوم کیے اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قادسیہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ سوار یوں کہتا جاتا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے۔ یہ سوار امیر المومنین کو نہیں پہچانتا تھا جب وہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے لگے۔ یہ سوار نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے بتایا کیوں نہیں کہ آپ خلیفہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی اس میں کوئی حرج نہیں۔

پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر پھوڑے پھنسیاں اور عرق النساء کی تکلیف تھی اور یہ تکلیف قتال میں شرکت سے مانع بنی ہوئی تھی لیکن آپ محل کی چھت پر بیٹھے لشکر کے مصالح پر غور کر رہے تھے اور محل کا دروازہ بھی ان کی بہادری کی وجہ سے بند نہیں تھا کہ بالفرض لوگ بھاگ جاتے تو فارسی انہیں آسانی سے پکڑ کر اپنے قبضے میں لے لیتے۔ ان کی بیوی سلمیٰ بنت حفصہ بھی ان کے پاس تھیں جو پہلے مثنیٰ بن حارثہ کی زوجیت میں تھی جب بعض سوار ادھر ادھر ہو گئے تو وہ گھبرا گئی اور کہا کہ ہائے مثنیٰ! المثنیٰ آج میرے پاس کوئی مثنیٰ نہیں ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو غصہ ناک ہو گئے اور اس کے چہرے پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ سلمیٰ نے کہا کہ آپ نے غیرت کی وجہ سے ایسا کیا ہے یا بزدلی کی وجہ سے بھی؟ وہ پھر اس قول کے ذریعے انہیں جنگ کے موقع پر گھر بیٹھنے پر عار دلا رہی تھی جو بیماری کی وجہ سے تھا اس لئے کہ وہ آپ کے عذر کو بخوبی دیکھ رہی تھی اور آپ کے مرض کو جو جنگ میں شرکت سے مانع تھا اس سے بھی، مگر حضرت سعد کے ساتھ محل میں ابو محجن ثقفی بھی تھے جو شراب نوشی کی وجہ سے کئی مرتبہ حد لگ چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سات مرتبہ حد لگ چکی تھی پس سعد کے حکم سے اسے قید کیا گیا اور محل میں بند کر دیا گیا جب اس نے شہسواروں کو گھوم کے ادھر ادھر جولانیاں کرتے دیکھا تو وہ خود بھی چونکہ بہادر اور دلیر جوان تھا اس لئے یہ اشعار کہنے لگا:

(۱)... غم کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جوان گھوڑوں کو طاقت سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور میں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں۔

(۲)...... جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیروں اور بیڑیوں کی آواز ہی ایسا تھکا دیتی ہیں جو پکارنے والے کی آواز سے بہرا بنا دیتی ہے اور قتل گاہیں مجھ سے دور اور بند کر دی گئی ہیں۔

(۳)...... میں مال والا اور بھائیوں والا تھا لیکن انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا اب میرا کوئی بھائی نہیں۔

پھر اس نے سعد کی ام ولد زبراء سے درخواست کی کہ وہ اسے چھوڑ دے اور سعد کا گھوڑا عاریۃً دے دیں اور قسم اٹھائی کہ وہ دن کے آخری حصہ میں واپس آ جائے گا اور بیڑیاں پہن لے گا چنانچہ اس نے اسے چھوڑ دیا اور سعد کے گھوڑے پر سوار ہوا اور باہر نکل کر قتال شروع کر دیا اور شدید قتال کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو دیکھتے بھی تھے اور پہچانتے بھی تھے اور اس کا انکار کر دیتے اور اس کے سوار کو ابو محجن سے تشبیہ دیتے لیکن پھر شک میں پڑ جاتے تھے کیا ان کے خیال میں تو وہ محل میں قید ہے۔ جب دن کا آخر ہوا تو وہ شخص واپس آیا اور خود ہی بیڑیاں پہن لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو اپنے گھوڑے کو پسینے میں شرابور پایا۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے ابو محجن کا قصہ سنایا۔ سعد ان سے راضی ہو گئے اور انہیں آزاد کر دیا۔ مسلمانوں میں سے ایک نے سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

(۱)... ہم قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ گئی اور سعد قادسیہ کے دروازے سے ہی چمٹے رہے۔

(۲) جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئی تھیں لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے اور اپنا عذر بیان کیا کہ وہ اپنی رانوں اور کولہوں پر پھوڑے پھنسیوں کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے تو لوگوں نے ان کے عذر کو قبول کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہنے والے کے لئے بددعا فرمائی اور کہا اے اللہ! یہ شخص اگر جھوٹا ہے یا اس نے ریاکاری کے طور پر یا شہرت حاصل کرنے کے لئے یا کذب کی وجہ سے یہ کہا ہے تو اس کی زبان اور ہاتھ کو قطع کر دے۔ چنانچہ یہ شخص بھی دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کھڑا تھا کہ اچانک ایک تیر آیا اور اس کی زبان میں پیوست ہو گیا پھر اس کا ایک پہلو ناکارہ ہو گیا اور مرتے دم تک

بات ذکر کی۔

اسے سیف نے عبدالملک بن عمیر سے اور انہوں نے قبیصہ بن جابر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور سیف نے مقدام بن شریح حارثی سے اور انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جریر بن عبداللہ بجلی نے یہ شعر کہا میں جریر ہوں اور میری کنیت ابو عمرو ہے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی جبکہ سعد محل میں تھے سعد نے یہ شعر سن کر محل سے جھانکا اور یہ اشعار کہے:

(۱) میں تو بجیلہ سے کچھ امید نہیں رکھتا میں تو یوم حساب میں اجر کا امید رکھتا ہوں۔
(۲) ... ان کے گھوڑوں نے گھوڑوں سے مڈبھیڑ کی اور سواروں نے بھی خوب شمشیر زنی کی۔
(۳) گھوڑ سوار ان کے میدان کے قریب ہو گئے ان کی روش فارسی ٹولوں کی تھی۔
(۴) ... اگر قعقاع بن عمرو، حمال اور مقدام نہ ہوتے تو یہ ٹولوں کو لازم پکڑتے۔
(۵)... اگر یہ نہ ہوتے اور وہ گھڑسواروں کو پا لیتے تو تمہاری جمعیت کبھی کی منتشر ہو جاتی۔

محمد بن اسحاق، اسماعیل بن ابی خالد سے اور وہ قیس بن ابی حازم بجلی سے نقل کرتے ہیں اور یہ قیس قادسیہ کی جنگ میں شریک تھے قیس کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ثقیف کا ایک آدمی تھا جو مرتد ہو کر فارسیوں سے جا ملا اس نے ان کو خبر دی کہ ان کی اصل جنگی قوت بجیلہ کی جانب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان کے کل لشکر کا جو تہائی حصہ تھا ان فارسیوں نے ہماری طرف سولہ ہاتھی بھیجے اور دوسرے گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے لوہے کے کانٹے اور بڑی بڑی ڈالیاں ڈال دیں ادھر ہم پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور اپنے گھوڑوں کو انہوں نے قریب قریب کر دیا تاکہ وہ تیروں کی وجہ سے بدک جائیں اسی دوران عمرو بن معدیکرب زبیدی ہمارے پاس سے گزرے انہوں نے کہا اے گروہ مہاجرین! شیر بن جاؤ فارسی تو صرف بکرے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اہل فارس میں ایک ایسا تیر انداز سوار بھی تھا جس کا کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا ہم نے عمرو بن معدیکرب سے کہا کہ اے ابوثور! اس سوار سے ڈرو اس کا کوئی نشانہ خطا نہیں جاتا اتنے میں وہ سوار عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور تیر سے انہیں نشانہ بنایا وہ تیر عمرو کی ڈھال پر لگا پھر عمرو نے اس پر حملہ کیا اور اس کو گردن سے پکڑ کر ذبح کر دیا اور اس کے سونے کے دو کنگن اور ایک ریشمی پٹکا اور دیباج کی قبا سلب کے طور پر لی۔ راوی کہتے ہیں کہ مسلمان چھ یا سات ہزار تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رستم کو قتل کرنے کی توفیق دی رستم کا قتل ایک شخص کے ہاتھوں ہوا تھا جسے ہلال بن علقمہ کہا جاتا ہے۔ رستم نے اسے تیر مارا جو ان کے پاؤں پر لگا پھر ہلال نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر کھڑے ہوئے تو مسلمان ان کے تعاقب میں انہیں قتل کرنے کے لئے چلے انہوں نے انہیں ایک جگہ پایا جہاں وہ اطمینان سے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور شراب نوشی اور لہو و لعب میں مشغول ہونے کے بعد نشے میں مدہوش پڑے تھے مسلمانوں نے ان پر اچانک حملہ کر دیا اور بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا جس جگہ یہ قتل ہوا اسے [illegible] جریر بن عبداللہ بجلی نے قتل کیا تھا پھر آگے بھی مسلمان ان کے تعاقب میں رہے جہاں فریقین کا مقابلہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حزب الرحمن کی مدد و نصرت فرماتا اور حزب الشیطان ذلت و رسوائی سے دوچار ہو کر بھاگ نکلتے اور مسلمانوں نے اس قدر مال غنیمت حاصل کیا کہ ان کا گمان نہیں کیا جا سکتا ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ کون سونے چاندی کے بدلے سونا لیتا ہے اور مسلمان ان کے تعاقب میں رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے دریائے فرات پار کر گئے اور مدائن پہنچ کر اسے فتح کر لیا جیسا کہ عنقریب اپنے مقام پر ان شاء اللہ تفصیل آئے گی۔

سیف بن عمرو سلیمان بن بشیر سے اور وہ ہمام بن حارث کی زوجہ ام کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم قادسیہ کی جنگ میں اپنے شوہروں کے ساتھ شریک تھیں جب ہمارے مرد لوگوں سے فارغ ہو کر ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر مضبوطی سے باندھ لیا اور ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر مقتولین کی طرف چل پڑیں وہاں جو مسلمان زندگی کی حالت میں تھا اسے پانی پلایا اور اٹھایا اور جو مشرک تھا اسے ختم کر دیا اور ہمارے ساتھ چھوٹے بچے بھی تھے ہم نے مشرکین کے قتل کا کام ان بچوں کے سپرد کر دیا تاکہ ہم سے مردوں کا کشف نہ ہو۔

سیف بن عمرو اپنے متعدد مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف فتح کی خوشخبری اور مشرکین مقتولین کی تعداد اور مسلمان شہداء کی تعداد لکھی یہ خط سعد بن عمیلہ فزاری کے ہاتھ روانہ کیا اس کا مضمون یہ تھا: اما بعد! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل فارس پر فتح عطا فرمائی اور ہمیں ان پر حملہ کرنے کی جرأت دی اس سے پہلے ان کے ہم مذہب [illegible] طویل قتال اور [illegible]

والے مصائب کے بعد حاصل ہوئی تھی انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ تھوڑی قدر جانی حرب کے ساتھ مقابلہ کیا دیکھنے والوں نے اندازہ لگایا کہ ان وہ آلاتِ حرب سے لیس تھے ان کے حملے جاری تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے قبل کیا اللہ نے دیا تھا ان سے چھین کر مسلمانوں کو عطا کر دیا مسلمانوں نے ان کا ریوڑوں کی طرح ندیوں، خندقوں اور پہاڑیوں اور وادیوں میں تعاقب کیا مسلمانوں میں سے سعد بن عبید القاری اور ... شہید ہو گئے اور بہت سے مسلمان ایسے تھے جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اس سے یہی معلوم ہے جب بات بڑھ گئی تو مسلمان قرآن کریم کی تلاوت اسی طرح کرنے لگے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے اور دن میں وہ شیر ہوتے تھے لیکن شیر کو ان سے مشابہت نہیں اور گذر جانے والوں کو زندہ رہنے والوں پر شہادت کی فضیلت حاصل ہے جب ان کے لئے بھی مقدر ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بشارت منبر پر چڑھ کر لوگوں کو سنائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں اس کا حریص ہوں کہ تمہاری کوئی ضرورت دیکھوں تو اسے پورا کروں جب تک ہم میں ایک دوسرے کے لئے وسعت رہی اور کشادہ ذات نہیں ہو گیا، جب کوئی تنگی پیش آئی تو ہم لوگ گذر اوقات کی چیزوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مواسات اور ہمدردی کرتے یہاں تک کہ ہم سب برابر ہو جاتے، کاش تم میرے دل کی حالت و کیفیت کو جو تمہارے ساتھ ہے ... میں تمہارا مستقل بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنا لوں میں تو اللہ کا بندہ ہوں مجھ پر امانت (خلافت کی ذمہ داری) پیش کی گئی ہے اگر میں اس سے انکار کروں اور تمہارے گھروں تک لوٹا دوں اور پھر تمہارے تابع رہوں یہاں تک کہ تم سیراب ہو جاؤ اور بھرے پیٹ کے ساتھ رہو تو میں اس سے اچھی خوش بختی قرار دوں گا اور اگر میں اس امانت (خلافت کی ذمہ داری) کا بوجھ اٹھاؤں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے اپنے گھر تک لانے کو پسند کروں تو یہ میری بدبختی ہوگی جس میں خوشی کم اور غم زیادہ ہو۔ میں بتاتا ہوں کہ میں اس حال میں نہ کوئی مواخذہ کرتا اور نہ جواب دہ بلکہ رضامندی کا طالب رہوں۔

سیف اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ عذیب سے عدن تک کے اہل عرب قادسیہ کے اس معرکہ میں کان لگائے بیٹھے تھے اور یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ ان کے ملک کا ثبات یا زوال اسی معرکہ کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر شہر والوں نے اپنے مخبر حالات و خبریں معلوم کرنے کے لئے قاصد بھیجے ہوئے تھے جب فتح حاصل ہوگئی تو اس بشارت کو آخری شہروں تک پہنچنے میں جنات نے انسانوں پر سبقت کی۔ میں نے صنعاء میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر رات کے وقت ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا:

(۱) ... ہماری طرف سے سلامتی ہو ... اور تحفہ ادا اچھا نہیں ہوا۔
(۲) میری طرف سے سورج طلوع ہونے کے وقت تجھے سلام کہے اور یہ تاج کسریٰ بھی تجھے سلام کہے۔
(۳) اور میری طرف سے نخع گروہ کو بھی سلام کہے جو حسین چہروں والے اور عمدہ پالان لانے والے ہیں۔
(۴) ..... وہ کسریٰ کے مقابلہ میں لڑے حتیٰ کہ اس کے لشکر کو باریک دھاری ہندی تلواروں سے مارتے ہیں۔
(۵) .. جب بلانے والا پکارے یا لڑائی کرے اور موت کے مقابلہ میں سیاہ گرد والی اونٹنیوں کو بڑھا دیتے ہیں۔

اور انس بن ہمدان نے قادسیہ کے بارے میں یہ اشعار پڑھے ہیں:

(۱) ہم نے تمیم کو سب سے معزز و بہادر پایا اور کثرت سے نوجوانوں والے ہیں۔
(۲) وہ ایک سیاہ بادل لشکر کے ساتھ ایک بڑے لشکر کے مقابلہ میں گئے جن کو دور دھکیلا جا رہا تھا۔
(۳) ... وہ کافر کے لیے انسانوں کے سمندر کے مد مقابل تھے جو بھاری بوجھوں کے گیدڑ کی طرح تھے وہ ان کو پہاڑ خیال کر رہے تھے۔
(۴) انہوں نے قادسیہ میں ان کے لئے عزت، فخر چھوڑا اور کسی دن شمیں میں سے جنوں کو چھوڑا۔
(۵) ... ان کی جنگیں دن اور چاندنی رات کی تھیں انہوں نے وہاں ان کے ساتھ مردوں کا مقابلہ کیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کا کلام عرب کے شہروں میں بھی سنا گیا تھا۔

عراق کے جن شہروں کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مکمل طور پر فتح کر لیا تھا ان کے رہنے والوں نے دوبارہ عہد شکنی کر دی جو انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ کئے تھے صرف بانقیا والے اور الیس اور قریہ کے لوگ اپنے عہد پر قائم رہے پھر سب کے سب اس معرکہ کے بعد دوبارہ اپنے

شہروں کی طرف لوٹ آئے اور کہا کہ فارسیوں نے انہیں عہد شکنی پر مجبور کر دیا تھا اور ان سے باقاعدہ خراج وصول کیا جاتا تھا مسلمانوں نے ان کی تالیف قلب کے لئے تصدیق کر دی اور ان مقامات سے متعلق تمام حکم عنقریب ہم انشاء اللہ اپنی کتاب الاحکام الکبیر میں لکھیں گے

ابن اسحاق کا خیال ہے کہ قادسیہ کا معرکہ ۱۵ھ میں ہوا تھا اور واقدی کا کہنا ہے کہ ۱۶ھ میں ہوا اور سیف بن عمر اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ۱۴ھ میں ہوا تھا ابن جریر نے بھی ۱۴ھ میں بیان کیا ہے ابن جریر اور واقدی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح میں ایک امام یعنی ابی بن کعب پر جمع کیا اور یہ بات اسی سال ماہ رمضان میں ہوئی اور دیگر شہروں کی طرف بھی تراویح کی بابت اس سے متعلق مکتوب لکھا اور انہیں اس کا حکم دیا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو بصرہ کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نزول کریں اور مدائن اور اس کے مضافات سے فارس کی مدد کو کاٹ دیں یہ مدائنی کا قول ہے اور سیف کہتے ہیں کہ بصرہ کو ۱۶ھ میں بسایا گیا اور آباد کیا گیا اور عتبہ بن غزوان سعد بن ابی وقاص کے جلولاء اور تکریت کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد مدائن سے بصرہ کی طرف گئے تھے اور سعد نے انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق بھیجا تھا۔ ابو مخنف مجالد سے اور وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے عتبہ بن غزوان کو تین سو تیرہ آدمیوں کے ساتھ ارض بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور اعراب بھی ان کے ساتھ جا کر مل گئے یہاں تک کہ تعداد پانچ سو ہو گئی اور عتبہ نے بصرہ میں ۱۴ھ میں نزول کیا تھا اور بصرہ کو اس وقت ارض ہند کہا جاتا تھا اس لئے کہ اس میں سفید کنکر اور پتھر ہوا کرتے تھے عتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کی جگہ تلاش کرتے رہے تھے یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹے سے پل کے سامنے پہنچ گئے وہاں جھاڑیاں اور سرکنڈے اگے ہوئے تھے پس وہیں پڑاؤ ڈال لیا پھر فرات والوں کی طرف سے چار ہزار سوار ان کے ساتھ مقابلے کے لئے آئے زوال شمس کے بعد دونوں کا آمنا سامنا ہوا عتبہ نے ساتھیوں کو حکم دیا انہوں نے حملہ کیا اور تمام سواروں کو قتل کر دیا اور مرزبان فرات کو قید کر لیا گیا اس کے بعد عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بے شک دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور وہ پشت پھیر کر چلی گئی ہے اور اس میں سے صرف اتنا باقی رہ گیا ہے کہ جتنا برتن میں بچا کھچا پانی ہوتا ہے اور تم ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف منتقل ہو گے پس اپنے ساتھ بہترین اعمال کے ساتھ منتقل ہونا، اور ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر ایک پتھر جہنم کے کنارے سے گرایا جائے تو وہ ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا تب جا کر اس کی تہہ میں پہنچے گا کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو؟ اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دو کناروں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔ اور ایک وقت آئے گا کہ بھیڑ کی وجہ سے یہ وسعت بھی تنگ پڑ جائے گی اور مجھے وہ وقت یاد ہے میں ساتواں آدمی تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، ہمارا کھانا صرف درختوں کے پتے تھے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ہماری باچھیں چھل گئیں پھر میں نے ایک چادر کے دو ٹکڑے کئے ایک خود اور دوسرا سعد کو دیا۔

اور اب ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے اور ہمارے بعد لوگ تجربہ کر لیں گے یہ روایت صحیح مسلم میں اسی طرح کی عبارت کے ساتھ ہے۔

علی بن مدائنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو لکھا جب وہ عتبہ کو بصرہ کی طرف بھیج رہے تھے اے عتبہ میں نے تمہیں ارض ہند کا عامل بنایا اور یہ دشمن کی جولان گاہ ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ارد گرد سے تمہاری کفایت کرے گا اور علاء بن حضرمی کو لکھا ہے کہ وہ تمہاری عرفجہ بن ہرثمہ کے ذریعے مدد کرے یہ جب وہ تمہارے پاس پہنچیں تو ان سے مشورہ کرنا اور انہیں اپنا مقرب بنانا اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا جو جواب دے اس سے قبول کرو اور جو انکار کرے تو ان پر جزیہ لازم ہو گا ذلت کے ساتھ ورنہ بغیر نرمی کے تلوار کا معاملہ ہو گا اور جو ذمہ داری تمہارے سپرد کی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اس بات سے بچو کہ تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف کھینچ کر لے جائے اور اپنی صورت میں تمہاری آخرت خراب کر دے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے اور تم ذلت کے بعد عزت والے اور ضعف کے بعد قوت والے بن گئے ہو حتیٰ کہ با اختیار امیر تک بن گئے ہو اور ایسے حاکم کہ جن کی اطاعت کی جاتی ہے اور جب تم بات کرتے ہو تو وہ سنی جاتی ہے حکم دیتے ہو تو مانا جاتا ہے یہ ان نعمتوں کے کیا کہنے بشرطیکہ تم اپنی حیثیت سے آگے مت بڑھو اور اپنے سے کم درجہ لوگوں پر مت اتراؤ جس طرح معصیت سے بچتے ہو اسی طرح تکبر و غرور سے بھی خود کو بچانا اور یہ میرے نزدیک زیادہ خطرناک چیز ہے کہیں تمہیں دھوکہ میں مبتلا کر کے دوزخ میں نہ گرا دے میں تمہیں اور خود کو اس سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں لوگوں نے اللہ کے سامنے جلد بازی کی ہے یہاں تک کہ دنیا ان کے لئے بلند کر دی گئی اور انہوں نے اس کا ارادہ

کرتے رہے تو تم اللہ کو پورا ہوتا اور دین کو تم چاہو تو ظالموں کے قتل ہونے کی جگہوں سے پاؤ گے۔

عتبہ نے اسی سال رجب یا شعبان میں ابلہ کو فتح کیا۔ اسی سال جب عتبہ بن غزوان کی وفات ہو گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر مغیرہ بن شعبہ کو دو سال کے لیے امیر بنا دیا اور جب ان پر تہمت لگی تو ان کو معزول کر کے ابو موسیٰ اشعری کو وہاں کا امیر مقرر کیا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ پر شراب نوشی کی سزا میں حد جاری فرمائی اور اسی سال ابو محجن ثقفی کو شراب نوشی پر سات مرتبہ حد لگائی اور ان کے ساتھ ربیعہ بن امیہ کو بھی۔ اور اسی سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں نزول کیا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور اس سال مکہ میں عتاب بن اسید، شام میں ابو عبیدہ، بحرین میں عثمان بن ابی العاص اور بقول بعض علاء بن حضرمی، عراق میں سعد بن ابی وقاص اور عمان میں حذیفہ بن محصن امیر تھے۔

اس سال یعنی ۱۴ھ میں وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ ...... ایک قول کے مطابق اسی سال سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

عتبہ بن غزوان ...... ان کا نام و نسب عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہیب مازنی ہے۔ یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے، بدری صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہیں۔ بعثت نبوی کے ایک سال بعد ہی اسلام لے آئے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ نے ہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کے زمانہ میں بصرہ شہر کی حد بندی کی تھی۔ ان کے فضائل و کمالات بہت زیادہ ہیں۔ ۱۴ھ میں وفات پائی اور بقول بعض ۱۵ھ میں اور بعض کے نزدیک ۱۷ھ میں اور بعض کے نزدیک ۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ستاون سال اور بقول بعض ساٹھ سال ہوئی۔

عمرو بن ام مکتوم ...... ان کا نام عبد اللہ ہے اور یہ نابینا تھے اور مہاجر صحابی ہیں۔ مصعب بن عمیر کے بعد اور رسول اللہ ﷺ سے قبل ہجرت کی تھی۔ آپ لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کئی مرتبہ اپنے بعد مدینہ منورہ میں قائم مقام بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ تیرہ مرتبہ آپ کو یہ شرف حاصل ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت سعد کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہاں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ لوٹ آئے تھے اور وہاں ان کی وفات ہوئی۔ واللہ اعلم۔

مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ ...... ان کا نام و نسب مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان الشیبانی ہے۔ آپ عراق میں خالد بن ولید کے نائب تھے۔ معرکہ جسر میں ابو عبید کے بعد آپ امیر بن گئے تھے اور اسی دن آپ نے مسلمانوں کو دشمنوں سے چھٹکارا دلایا تھا۔ آپ بہت سے زخموں سے چور تھے۔ آپ ہی سفر کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں عراق میں جہاد پر آمادہ کیا۔ جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ کی زوجہ سلمیٰ بنت خصفہ سے نکاح کر لیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ فی اسماء الصحابہ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

ابو زید انصاری نجاری ...... آپ ان چار انصاری قراء میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد ہی میں قرآن حفظ کر لیا تھا جیسا کہ انس بن مالک کی روایت میں ہے۔ وہ چار قراء حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابو زید رضی اللہ عنہ تھے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ یہ میرے چچاؤں میں سے ایک تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو زید کا نام قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔ یہ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ معرکہ جسر ابی عبید میں شہید ہو گئے تھے اور یہ معرکہ موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک ۱۴ھ میں ہوا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس ابو زید نے قرآن کو جمع کیا تھا وہ ابو زید سعد بن عبید ہیں لیکن محققین نے اس کو انس بن مالک کی حدیث کی وجہ سے رد کر دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ اوس و خزرج نے باہم ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا۔ اوس نے کہا کہ ہم میں غسیل الملائکہ حنظلہ بن ابی عامر ہیں، اور عاصم بن ثابت بن ابی افلح ہیں کہ جن کی شہد کی مکھیوں کے ایک گروہ نے حفاظت کی تھی اور ہم میں سعد بن

معاذ ہیں کہ جن کی وجہ سے عرش الٰہی حرکت میں آ گیا تھا اور خزیمہ بن ثابت ہیں کہ جن کی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا خزرج نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم میں چار آدمی ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا وہ ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

ابو عبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ...... یہ مختار بن ابی عبید کذاب ثقفی کے والد ہیں اور عراق کے امیر رہے ہیں اور عبداللہ بن عمر کی زوجہ صفیہ کے والد ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں اسلام لے آئے تھے شیخ ابو عمر بن عبدالبر نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے اور اس سے شیخ حافظ ابو الحجاج مزی فرماتے ہیں کہ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں کہ ان کی کوئی روایت بھی موجود ہو۔

ابو قحافہ والد ابی صدیق رضی اللہ عنہ ... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب ہے، ابو قحافہ فتح مکہ والے سال اسلام لائے تھے حضرت ابوبکر صدیق ان کو اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے شیخ کو گھر ہی میں کیوں نہ ٹھہرایا ہم خود ان کے پاس آ جاتے۔ یہ بات آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کے طور ارشاد فرمائی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے پاس آنے کے زیادہ حق دار ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے انہیں بٹھا دیا، ان کا سر سفید پھول والے درخت کی طرح بالکل سفید تھا، آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز کے ساتھ تبدیل کر دو لیکن سیاہ چیز سے احتراز کرنا، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو لوگوں نے ان کی خلافت کی خبر ابو قحافہ کو دی، ابو قحافہ نے فرمایا کہ کیا بنو ہاشم اور بنو مخزوم نے بھی ان کو تسلیم کر لیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں، فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، پھر اپنے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا صدمہ بھی ان کو اٹھانا پڑا اور محرم ۱۴ھ میں ابو قحافہ کی بھی وفات ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رجب ۱۴ھ میں ہوئی وفات کے وقت آپ کی عمر ستانوے (۹۷) سال تھی۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے ٹھکانے کو باعزت بنائے۔

ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی نے اس سال شہید ہونے والوں کا تذکرہ حروف تہجی کی ترتیب سے کیا ہے:۔

انس بن اوس بن عتیک معرکۂ جسر میں شہید ہوئے، بشیر بن عنبس بن زید ظفری احدی، یہ ابو النعمان کے چچا زاد بھائی ہیں، اور حوا کے شہسوار کے نام سے مشہور ہیں جو ان کے گھوڑے کا لقب ہے۔ ثابت بن عتیک، یہ بنی عمرو بن مبذول میں سے ہیں صحابی ہیں اور معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ ثعلبہ بن عمرو بن محصن انجاری، یہ بدری صحابی ہیں اور معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ حارث بن عتیک بن نعمان انصاری، یہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور معرکۂ جسر میں شہید ہوئے، حارث بن مسعود بن عبدہ، یہ ایک انصاری صحابی ہیں اور معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ حارث بن عدی بن مالک انصاری، یہ بھی معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ خالد بن سعید بن العاص ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ مرج الصفر کے معرکہ میں شہید ہوئے جو ایک قول کے مطابق ۱۴ھ میں ہوا تھا خزیمہ بن اوس اشہلی، یہ معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کی وفات کی تاریخ ابن قانع نے اسی سال میں بیان کی ہے۔ زید بن سراقہ بھی معرکۂ جسر میں شہید ہوئے، سعد بن سلامہ بن وقش اشہلی، ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ اور سلمہ بن اسلم بن حریش یہ سب معرکۂ جسر میں شہید ہوئے، ضمرہ بن غزیہ بھی اسی دن شہید ہوئے، مرح بن قیظی کے تین بیٹے عبادہ، عبداللہ اور عبدالرحمن بھی معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن صعصعہ بن وہب انصاری نجاری غزوۂ احد اور بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے اور ابن اثیر کے بیان کے مطابق معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔

عتبہ بن غزوان نے بھی اسی سال وفات پائی تھی تذکرہ ما قبل میں گزر چکا۔ عقبہ اور ان کے بھائی عبداللہ یہ دونوں اپنے باپ قیظی بن قیس کے ساتھ معرکۂ جسر میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہوئے۔ علاء بن حضرمی، انہوں نے بھی ایک قول کے مطابق اسی سال وفات پائی اور دوسرے قول کے مطابق اسی سال کے بعد وفات پائی ان کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔ عمرو بن ابی الیسر بھی معرکۂ جسر میں شہید ہوئے۔ قیس بن سکن انصاری جن کی کنیت ابو زید ہے

ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے بھی اسی سال وفات پائی ان کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔ [illegible] بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی وفات جو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی عمر میں بڑے تھے ایک قول کے مطابق اسی سال ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق اس سے پہلے ہوئی جیسا کہ ذکر میں گزرا۔ واقد بن عبداللہ بھی اسی معرکہ جسر میں شہید ہوئے۔ یزید بن قیس بن حطیم انصاری ظفری جو احد اور بعد کے معرکوں میں حاضر رہے وہ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے، غزوہ احد میں ان کے کئی زخم آئے تھے ان کے والد مشہور شاعر تھے۔ ابو عبید بن مسعود ثقفی جو معرکہ جسر میں امیر تھے بعد شہادت [illegible] آپ کی لاش ملی، آپ نے ایک ہاتھی کی سونڈ تلوار سے جو کاٹ ڈالی تھی جس پر اس نے آپ کو اپنے پاؤں تلے روند دیا جیسا کہ پہلے گزرا۔ ابو قحافہ یعنی والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سال وفات پائی۔ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف جو حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی والدہ ہیں اور قریش کی سردار عورتوں میں سے تھیں نہایت عقل مند اور صاحب الرائے خاتون تھیں غزوہ احد میں اپنے خاوند ابو سفیان کے ساتھ کفار کی طرف سے شریک ہوئی تھیں اور کفار کو مسلمانوں کے قتل پر ابھارتی تھیں، جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کا مثلہ کیا اور ان کا کلیجہ نکال کر چبا گئیں لیکن نگل نہ سکیں اور اگل دیا یہ اس لئے کیا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کے باپ اور بھائی کو غزوہ بدر میں قتل کیا تھا لیکن بعد میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاوند سے ایک رات بعد مسلمان ہو گئیں تھیں اور ان کا اسلام میں آنا اچھا ثابت ہوا۔

جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنے خاوند کے پاس اجازت کے لئے آئیں ابو سفیان نے کہا کہ ایک رات پہلے تو اس دین کا انکار کرتی تھی، کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! میں نے اس شب سے پہلے کبھی کسی بندہ کو اس مسجد میں عبادت کا حق ادا کرتے نہیں دیکھا اللہ کی قسم! سب لوگوں نے یہاں پوری رات نماز پڑھتے گزاری ہے ابو سفیان نے کہا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے سو کیا لیکن وہاں تنہا مت جا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اور بعض کہتے ہیں اپنے بھائی ابو حذیفہ بن عتبہ کے پاس گئیں پھر وہ ان کے ساتھ گئے، یہ نقاب اوڑھے ہوئے تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی، چوری نہ کرو گی اور بدکاری نہ کرو گی تو یہ کہنے لگیں کہ کیا آزاد عورت بھی بدکاری کیا کرتی ہے؟ اور جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی تو یہ کہنے لگیں کہ ہم بچوں کو بچپن میں پرورش کرتی ہیں لیکن آپ ان کو بڑے ہو جانے پر قتل کر دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ان کو سن کر مسکرا پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ باندھو گی اور نہ آپ کی نافرمانی کرو گی، ابھی آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ ہند بنت عتبہ فوراً بول پڑیں کہ نیک کام میں بھی تو آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، آپ ﷺ نے بھی ان کے معروف کا لفظ ذکر کر کے اس کی تائید کی، یہ ان کی فصاحت اور دانائی کی دلیل ہے پھر کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم روئے زمین پر جتنے بھی گھروں یا خیموں میں رہنے والے ہیں ان کے متعلق مجھے یہ بات محبوب تھی کہ وہ آپ کے گھر والوں سے ذلت حاصل کریں، لیکن اللہ کی قسم! آج کی صبح روئے زمین پر گھروں اور خیمے والوں کے متعلق مجھے یہ بات پسند ہے کہ وہ آپ کے گھر والوں سے عزت حاصل کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا ہی ہوگا۔

پھر ہند بنت عتبہ نے ابو سفیان کے بخل کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا معروف طریقہ پر جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کفایت کرے تم ان کے مال سے لے سکتی ہو اور آپ کا قصہ فاکہ بن مغیرہ کے ساتھ مشہور و معروف ہے، ہند بنت عتبہ اپنے خاوند ابو سفیان کے ساتھ یرموک کی لڑائی میں شریک ہوئی تھیں جس دن ابو قحافہ کی ۱۴ھ میں وفات ہوئی اسی دن ان کی وفات ہوئی، آپ معاویہ بن ابی سفیان کی والدہ ہیں۔

۱۵ھ کے واقعات...... ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ کو بسایا اور ابن بقیلہ نے اس کی رہنمائی کی تھی اور کہا تھا کہ اے سعد میں آپ کو زمین کا ایسا حصہ بتاتا ہوں جو کنارے سے بلند اور جنگل سے نشیب میں ہے اور یہاں مسجد کوفہ کی جگہ تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی سال مرج الروم کا معرکہ ہوا اور یہ اسی وقت ہوا جب ابو عبیدہ اور خالد بن ولید امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مطابق معرکہ فحل سے فارغ ہو کر حمص جانے کے ارادے سے واپس لوٹے جیسا کہ سیف بن عمر کی روایت ما قبل میں گزر چکی ہے اور سطور بالا میں بیان ہو چکا ہے

یہاں تک کہ ذی الکلاع اور حمص پر نزول کیا، ہرقل نے توذرا نامی ایک جرنیل لشکر کے ساتھ بھیجا جس نے مرج دمشق اور اس کے مغرب میں پڑاؤ کیا وقت سردی کا آغاز ہو گیا ابو عبیدہ نے مرج الروم سے آغاز کیا رومیوں کا ایک اور جرنیل بھی جس کا نام شنس تھا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آ گیا ابو عبیدہ اور اس کی آپس میں جنگ ہوئی، شنس اور اس کے لشکر نے ابو عبیدہ کو توذرا سے غافل کر دیا تو توذرا دمشق کی طرف چلا تاکہ وہاں کے امیر یزید بن ابی سفیان سے جنگ کرے اور ان سے دمشق چھین لے خالد بن ولید توذرا کے پیچھے گئے اور سامنے سے یزید بن ابی سفیان نکلے دمشق سے توذرا کے مقابلے کے لئے تو دونوں میں قتال شروع ہو گیا خالد بن ولید جب ان تک پہنچے تو اس وقت جنگ گرم تھی خالد بن ولید نے توذرا کے لشکر کو پیچھے سے کاٹنا شروع کر دیا اور یزید بن ابی سفیان انہیں سامنے سے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ بھاگنے والوں کے سوا سب قتل ہو گئے، خالد بن ولید کے ہاتھوں توذرا بھی مقتول ہو گیا مسلمانوں نے رومیوں سے بہت سے اموال غنیمت کے طور پر حاصل کئے جو دونوں لشکروں نے آپس میں تقسیم کر لئے اس کے بعد یزید بن ابی سفیان دمشق کی طرف لوٹ آئے اور خالد بن ولید ابو عبیدہ کے پاس چلے گئے وہاں ان کو مرج الروم میں شنس کے ساتھ جنگ کرتے پایا ابو عبیدہ نے ان کے ساتھ زبردست جنگ کی یہاں تک کہ میدان رومیوں کی لاشوں سے بدبودار ہو گیا شنس بھی ابو عبیدہ کے ہاتھوں مارا گیا آپ نے حمص تک رومیوں کا تعاقب کیا اور وہاں جا کر حمص کا بھی محاصرہ کر لیا۔

حمص کا پہلا معرکہ (۱) ...... جب ابو عبیدہ رومیوں کے تعاقب میں حمص جا پہنچے تو وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا خالد بن ولید بھی ان کے ساتھ آ گئے تھے ان حضرات نے محاصرہ کو سخت و شدید کر دیا یہ انتہائی سخت سردی کا موسم تھا اہل شہر نے اس امید پر استقامت دکھائی کہ سخت سردی ان کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دے گی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبر عظیم کا مظاہرہ کیا کئی لوگوں کا بیان ہے کہ رومیوں میں سے کوئی شخص آتا تو وہ اپنے موزوں میں اکڑ کر مر جاتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے پاؤں میں جوتیوں کے سوا کچھ نہ تھا لیکن اس کے باوجود ان کے پاؤں اور انگلیوں کو کوئی گزند نہیں پہنچی یہاں تک کہ سردیوں کا موسم ختم ہو گیا صحابہ کرام نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا اہل شہر کے بعض بڑے بوڑھوں نے شہر والوں کو صلح کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کیا ہم ان سے صلح کریں حالانکہ ہمارا بادشاہ ہم سے بالکل قریب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک دن ایک مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے شہر گونج اٹھا اور اس کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ پھر دوسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا تو شہر کے بعض مکانات گر پڑے اہل شہر دوڑے دوڑے اپنے بڑے بوڑھوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم پر کیا مصائب نازل ہوئی اور ہم کس مصیبت میں ہیں؟ آپ لوگ ہماری طرف سے ان سے صلح کیوں نہیں کر لیتے؟

راوی کہتے ہیں کہ پھر اہل حمص نے اہل دمشق والی شرائط پر صلح کر لی یعنی نصف مکانات چھوڑ دیں گے اور زمین کی پیداوار پر خراج لگایا جائے گا اور مالداری و فقر کے حساب سے ان سے جزیہ لیا گیا۔ ابو عبیدہ نے مال غنیمت کا خمس اور فتح کی بشارت کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ ابو عبیدہ نے حمص کے اندر ایک بڑا لشکر چھوڑا اور صحابہ کی ایک جماعت نے بھی ان کے ساتھ قیام کیا جن میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد وغیرہ تھے پھر حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہرقل دریا عبور کر کے جزیرہ کی طرف چلا گیا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی روپوش ہو جاتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ آپ اپنے شہر میں قیام کریں۔

قنسرین کا معرکہ (۲) ...... جب ابو عبیدہ نے حمص فتح کر لیا تو خالد بن ولید کو قنسرین کی طرف بھیجا جب یہ وہاں پہنچے تو اہل قنسرین رومی اور ان کے ساتھ نصاریٰ عرب تھے سب نے مل کر حملہ کر دیا خالد بن ولید نے ان کے ساتھ شدید قتال کیا اور ان میں سے بڑی خلقت کو قتل کر دیا اور یہاں کے رومیوں کو بالکل تہ و بالا کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے امیر میناس کو بھی قتل کر دیا۔ جنگ کے اختتام پر اعرابی لوگ معذرت کرنے کے لئے خالد بن ولید کے پاس آئے اور کہا کہ یہ جنگ ہمارے مشورے سے نہیں ہوئی، خالد بن ولید نے ان کی معذرت قبول فرما لی اس کے بعد آپ شہر کی طرف گئے بچے کچھے رومی اس میں قلعہ بند ہو گئے۔ خالد بن ولید نے یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم بادلوں میں بھی چھپ جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ہمیں تم تک پہنچا

---

(۱) المنتظم فی التاریخ ۴/ ۱۹۰، وتاریخ الطبری: ۳/ ۳۴۳، والکامل فی التاریخ ۲/ ۳۳۹

(۲) المنتظم فی التاریخ ۴/ ۱۹۱، وتاریخ الطبری ۳/ ۵۰۲، والکامل فی التاریخ ۲/ ۳۴۳

دے کیونکہ تمہیں ہماری طرف لوٹنے پر مجبور کر دے گا آپ نے مسلسل انکار کئے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح عطا فرما دی والحمد للہ۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فتح کی خوشخبری جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس آدمی تھے اللہ کی قسم میں نے ان کو کسی شک و شبہ کی بناء پر معزول نہیں کیا بلکہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا تھا کہ کہیں لوگ (اللہ سے نظریں ہٹا کر) ان پر بھروسہ کرنے لگ جائیں۔

اسی سال ہرقل اپنی افواج کے ساتھ واپس چلا اور ملک شام چھوڑ کر ملک روم کی طرف کوچ کر گیا ابن جریر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۱۶ھ کا ہے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ہرقل جب کبھی بیت المقدس کی زیارت کے لئے آتا تو جاتے ہوئے کہا کرتا اے سوریا تجھ پر سلام ایسے رخصت ہونے والے کا سلام کہ جس نے ابھی تک تجھ سے کوئی حاجت پوری نہیں کی جب اس نے شام سے کوچ کا پختہ عزم کر لیا اور اس علاقہ سے الرہا تک پہنچ گیا تو وہاں کے باشندوں سے مطالبہ کیا کہ وہ روم تک میری مصاحبت کریں لیکن انہوں نے کہا کہ ہمارا یہاں ٹھہرنا آپ کی مصاحبت سے زیادہ مفید ہے اس پر اس نے مطالبہ ترک کر دیا جب وہ شمشاط کے علاقے میں پہنچا تو وہاں کی ایک بلند چوٹی پر چڑھ کر بیت المقدس کی طرف کا رخ کیا اور کہا اے سوریا تجھ پر سلام ایسا سلام کہ جس کے بعد ملاقات نہ ہوگی یہ اب میں تجھے رخصت ہونے والا سلام پیش کر رہا ہوں۔ اور تیری طرف کبھی رومی لوٹ کر نہیں آئیں گے مگر انتہائی خوفزدہ حالت میں یہاں تک کہ ایک منحوس بچے کی ولادت نہ ہو جائے اور اے کاش! کہ وہ پیدا نہ ہو اس کے کارنامے کس قدر اچھے اور شیریں ہوں گے لیکن رومیوں کے خلاف انجام کار بہت تلخ ہوگا پھر ہرقل روانہ ہو گیا اور قسطنطنیہ جا کر نزول کیا وہاں اس کی حکومت مضبوط ہو گئی اس نے اپنے ساتھ آنے والے ایک رومی سے کہا جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں آگاہ کرو اس نے کہا کہ آپ ان کو گویا اس حال میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ دن کو گھوڑے پر سوار اور رات کو مصلّی پر کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے ذمیوں سے بھی کوئی چیز قیمتاً لے کر کھاتے ہیں اور جب داخل ہوتے ہیں تو سلام کرتے ہیں جس سے جنگ کرتے ہیں اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر تم نے سچ کہا ہے تو وہ میرے ان قدموں کی جگہ کے بھی مالک بن جائیں گے میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے بنو امیہ کے زمانے میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا لیکن فتح نہ کر سکے لیکن عنقریب مسلمان آخری زمانے میں اس پر قبضہ کر لیں گے جیسا کہ ہم کتاب الملاحم میں اس کو ذکر کریں گے اور یہ قرب دجال سے کچھ عرصہ پہلے ہوگا جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں اس موضوع پر صحیح احادیث بکثرت موجود ہیں واللہ الحمد والمنۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر قیامت تک کے لئے بادشاہ عرب کو غالب آ جانا مقدر کر دیا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے (الحدیث) اور جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی اس کا صحیح وقوع ہو چکا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور عنقریب یقیناً اس خبر کا بھی ظہور ہوگا کہ قیصر ان کی حکومت کبھی بھی ملک شام کی طرف نہیں لوٹے گی اس لئے کہ قیصر اہل عرب کے نزدیک ایک ایسے شخص کا لقب ہے جو ہرقل جیسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو بلاد روم کے ساتھ ساتھ بلاد شام پر بھی قابض ہو اور یہ عزت اس کو دوبارہ کبھی حاصل نہ ہوگی۔

قیساریہ کا معرکہ[1] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان کو قیساریہ کا امیر مقرر فرمایا اور ان کی طرف لکھا کہ اما بعد میں نے آپ کو قیساریہ کی حکومت پر مقرر کیا ہے لہٰذا تم اس کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اہل قیساریہ کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا بکثرت ورد کرو اللہ ہمارا رب ہے اسی پر ہمارا بھروسہ اور وہی ہماری امیدوں کا مرکز ہے وہی ہمارا آقا و مولیٰ ہے اور وہ کیا ہی بہترین آقا اور کیا ہی بہترین مددگار ہے۔ چنانچہ معاویہ بن ابی سفیان قیساریہ کی طرف روانہ ہو گئے اور جا کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے کئی مرتبہ مقابلہ کی کوشش کی لیکن ہر بار پسپا ہو کر قلعہ بند ہوتے رہے بالآخر ایک زبردست جنگ ہوئی۔

---

[1] تاریخ الطبری، ۳/ ۲۳۶۔ والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۶۶۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اہل قیساریہ کی ناکہ بندی کی اور ان سے شدید قتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی، اس جنگ میں اہل قیساریہ کے اسی ہزار آدمی مقتول ہوئے اور پورے ایک لاکھ افراد نے میدان جنگ میں شکست کھائی حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے خمس اور فتح کی خوشخبری امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایلیاء کی طرف جانے اور وہاں کے حاکم سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو آپ وہاں کی مہم میں راستے میں رملہ کے پاس ایک رومی لشکر کے پاس سے گزرے اور یہاں اجنادین کا معرکہ پیش آگیا۔

اجنادین کا معرکہ[1] ..... اس معرکہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر ایلیاء کی طرف روانہ ہوئے، آپ نے میمنہ پر اپنے فرزند عبداللہ بن عمرو کو اور میسرہ پر جنادہ بن تمیم المالکی کو جو بنو مالک بن کنانہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کو مقرر کیا اور اردن پر ابوالاعور السلمی کو اپنا جانشین مقرر کیا جب آپ رملہ پہنچے تو وہاں رومیوں کا ایک بڑا لشکر پایا جس کا کمانڈر ارطبون نامی شخص تھا جو ان کا سب سے بڑا دانشمند، دور اندیش اور بہت ہی چالاک تھا، آپ کو تکلیف پہنچانے والا تھا اس نے رملہ میں بھی ایک بڑا لشکر جمع کیا ہوا تھا اور ایلیاء میں بھی ایک بڑا لشکر متعین کیا ہوا تھا، عمرو بن العاص نے صورت حال سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا جب یہ خط حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے عربی ارطبون کے ذریعے رومی ارطبون کو مارا ہے، دیکھیں اب کیا صورت حال سامنے آتی ہے، عمرو بن العاص نے علقمہ بن حکیم الفراسی اور مسروق بن بلال العکی کو اہل ایلیاء کے ساتھ قتال کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت ابو ایوب المالکی کو رملہ کی طرف روانہ کیا، وہاں پر تذارق حاکم تھا، یہ مسلمان ان کے خلاف صف آرا ہو گئے جن کے مقابلہ میں ان کو بھیجا گیا تھا تاکہ وہ عمرو بن العاص کی طرف سے غفلت میں ڈال دیں، عمرو بن العاص کے پاس جب بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی کمک آتی تو آپ اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ان دونوں جماعتوں کی طرف بھیج دیتے اور خود عمرو بن العاص نے اجنادین میں قیام فرمایا، آپ ارطبون کی طرف سے کسی غلطی میں پڑنے والے نہ تھے اور نہ قاصد آپ کی تسلی کر سکتے تھے اس لئے آپ خود قاصد کے روپ میں ارطبون کے پاس جا پہنچے اور اس سے نہایت بلیغ گفتگو فرمائی، پھر بات اس کو پہنچائی اور اس کی گفتگو بھی سنی اور خوب غور و تامل کرتے رہے یہاں تک کہ بات کی تہ تک پہنچ گئے، ارطبون نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً یہ تو عمرو بن العاص ہیں یا ایسا شخص ہے جس کی رائے پر حضرت عمرو بن العاص چلتے ہیں اور میں اپنی قوم کو کسی ایسے کام کا مکلف نہیں بنا سکتا جو اس کے قتل سے بڑا ہو، پھر اس نے ایک محافظ کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی کہ اس کو اچانک قتل کرنا ہے چنانچہ تم فلاں فلاں مقام پر کھڑے ہو جاؤ، جب یہ تمہارے پاس سے گزرے تو اس کا کام تمام کر دینا، عمرو بن العاص نے اس سازش کو بھانپ لیا اور کہا کہ اے امیر! میں نے آپ سے تو باتیں کر لی ہیں اور آپ نے میری بھی باتیں سنی ہیں اور میں نے آپ کی سنی ہے، میں ان دس آدمیوں میں سے ایک ہوں جن کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس والی یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کے لئے بھیجا ہے تاکہ حکمران کے کاموں کا جائزہ لیتے رہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ان سب کو آپ کے پاس لاؤں اور آپ کی باتیں سنیں اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ بھی دیکھ لیں، ارطبون نے کہا کہ ہاں ضرور تم جاؤ اور ان سب کو میرے پاس لے آؤ، پھر اس نے ایک کو بلایا اور اسے سرگوشی میں کہا کہ فلاں جگہ فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور اسے واپس میرے پاس بھیج دو، عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور اپنے لشکر کی طرف چلے، بعد میں ارطبون کو معلوم ہوا کہ یہ تو عمرو بن العاص تھے وہ کہنے لگا کہ اس شخص نے مجھے دھوکہ دے دیا، اللہ کی قسم! یہ عرب کا ہوشیار ترین آدمی ہے۔

جب یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو فرمایا کہ عمرو بن العاص کی خوبیوں کے کیا کہنے، پھر عمرو بن العاص نے ان کی افواج پر حملہ کر دیا اور اجنادین میں معرکہ یرموک کی طرح ایک عظیم معرکہ برپا ہوا اور طرفین کے بکثرت آدمی مقتول ہو گئے، پھر بقیہ لشکر جو ایلیاء وغیرہ کی طرف بھیجے گئے تھے وہ بھی آ کر عمرو بن العاص کے ساتھ مل گئے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تمام ایلیاء والے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور جس نے ان کا محاصرہ کیا تھا وہ بھی عمرو بن العاص کی طرف چلے آئے، عمرو بن العاص کے لشکر میں ان کی آمد سے اضافہ ہو گیا۔

ارطبون نے عمرو بن العاص کو لکھا کہ تم میرے ساتھی اور میری نظیر ہو، میری جو حیثیت اپنی قوم میں ہے وہی حیثیت تیری تیری قوم میں ہے، واللہ تم

---

(۱) تاریخ طبری ۶۰۴/۳، والکامل فی التاریخ ۴۹۶/۲

تم تو اجنادین کے بعد فلسطین میں سے کچھ بھی فتح نہ کر سکو گے لہٰذا تم واپس چلے جاؤ اور دھوکہ میں نہ پڑو ورنہ پہلے لوگوں کی طرح تمہیں بھی شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ عمرو بن العاص نے ایک آدمی کو جو رومی زبان جانتا تھا بلایا اور اسے ارطبون کی طرف بھیجا اور کہا کہ وہ تمہیں جو کچھ کہتا ہے سنو اور لکھ کر مجھے بتانا اور ایک خط بھی ارطبون کے نام۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد تمہارا مکتوب مجھے ملا تم اپنی قوم میں میرے مثل ہو میری نظیر ہو کاش تمہیں میری عادت فضل کا شعور ہوتا تم میری فضیلت سے جاہل و ناواقف ہو اور تم نہیں جانتے کہ میں ہی ان علاقوں کا فاتح ہوں اور میرا یہ خط اپنے مشیروں اور وزراء کی موجودگی میں پڑھنا۔ ارطبون کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس نے اپنے اصحاب اور وزراء کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ خط پڑھا اس کے اصحاب اور وزراء نے اس سے کہا: تم نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ یہ شخص ان علاقوں کا فاتح نہیں؟ ارطبون نے کہا: اس کا فاتح ایک شخص ہے جس کے نام کے تین حروف ہیں۔ قاصد یہ گفتگو سن کر واپس حضرت عمرو بن العاص کے پاس پہنچا اور انہیں اس کی گفتگو کے بارے میں بتلایا۔ عمرو بن العاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے کمک طلب کی اور کہا کہ میں ایک زبردست جنگ میں ایسے شہروں کے لئے مشغول ہوں جو آپ کے لئے ذخیرہ کئے گئے ہیں سو آپ کی کیا رائے ہے؟ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا تو آپ نے پہچان لیا کہ عمرو بن العاص نے یہ بات کچھ معلوم ہونے پر ہی کہی ہے چنانچہ آپ نے فتح بیت المقدس کے لئے شام جانے کا پختہ ارادہ کر لیا جیسا کہ عنقریب ہم اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ شام کا سفر کیا ہے پہلی مرتبہ فتح بیت المقدس کے موقع پر اور اس مرتبہ آپ گھوڑے پر سوار تھے دوسری مرتبہ اونٹ پر سوار تھے اور تیسری مرتبہ آپ مقام سرغ تک پہنچے تھے کہ شام میں وباء (طاعون) پھیل گئی لہٰذا آپ یہیں سے واپس لوٹ آئے اور چوتھی مرتبہ شام میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ ابن جریر نے بھی ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح[1] ...... ابو جعفر بن جریر نے سیف بن عمر سے نقل کرتے ہوئے اس فتح کا ذکر اسی سن میں کیا ہے ان کے علاوہ دیگر مورخین کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ جب دمشق کی مہم سے فارغ ہو گئے تو اہل ایلیاء کو لکھ کر انہیں اللہ اور اس کے دین اسلام کی طرف دعوت دی یا اگر یہ قبول نہیں کرتے تو جزیہ ادا کریں ورنہ جنگ کا اعلان کر دیں اہل ایلیاء نے کوئی بھی صورت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ابو عبیدہ نے دمشق پر سعید بن زید کو خلیفہ بنایا اور لشکر کے ساتھ ایلیاء کے لئے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور اہل ایلیاء کو خوب تنگ کیا اور شدید جنگ کی کہ اہل ایلیاء صلح پر تیار ہو گئے لیکن یہ شرط لگا دی کہ اس کام کے لئے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف لائیں۔ ابو عبیدہ نے ان کی یہ شرط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کیا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ تشریف نہ لے جائیں تاکہ کافروں کی خوب تحقیر و ذلت ہو لیکن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ آپ خود تشریف لے جائیں تاکہ مسلمانوں کو ان کے محاصرہ میں جو پریشانیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور مدینہ منورہ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر بعد لشکر شام روانہ ہو گئے۔ عباس بن عبدالمطلب آپ کے لشکر کے مقدمہ کے طور پر آگے چلے گئے جب یہ لشکر شام پہنچا تو ابو عبیدہ وغیرہ امرائے مسلمین مثلاً خالد بن ولید اور یزید بن ابی سفیان وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ ابو عبیدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک چومنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا یہ دیکھ کر ابو عبیدہ رک گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رک گئے پھر یہ لوگ چلے اور بیت المقدس کے نصاریٰ سے صلح کی اور تین دن کے اندر اندر ان سے رومیوں کو نکالنے کی شرط لگائی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے اسی دروازے سے داخل ہوئے جس سے رسول اللہ ﷺ شب معراج میں داخل ہوئے تھے۔

---

[1] المنتظم فی التاریخ ۴/ ۱۹۳، و تاریخ الطبری ۳/ ۶۰۸، والکامل فی التاریخ ۲/ ۳۴

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو آپ نے تلبیہ پڑھا پھر محراب داؤد میں تحیۃ المسجد پڑھا اور مسلمانوں کو اس میں فجر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں آپ نے سورۂ ص کی تلاوت کی اور اس میں سجدۂ تلاوت کیا اور دوسری رکعت میں سورۂ بنی اسرائیل تلاوت کی اس کے بعد صخرۂ بیت المقدس کی طرف آئے اور اس کی جگہ کے بارے میں کعب الاحبار سے تفصیل پوچھی کعب احبار نے مشورہ دیا کہ اس صخرہ کے پیچھے مسجد بنائی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ تم نے یہود کے ساتھ مشابہت والی بات کی۔ پھر آپ نے بیت المقدس کے قبلہ کی سمت میں مسجد بنائی جسے آج کل مسجد عمر کہتے ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صخرۂ بیت المقدس سے کچرا اپنی چادر اور جبہ میں بھر بھر کر پھینکا۔ مسلمان بھی اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے شریک ہو گئے یہ کچرا ان رومیوں نے اس وقت ڈالا تھا جب آپ سے پہلے اہل روم کو نصاریٰ روم نے صخرہ کو کوڑا (یعنی کچرا ڈالنے کی جگہ) بنا دیا تھا اس لئے کہ یہ یہود کا قبلہ تھا حتیٰ کہ عورتیں اپنے حیض کے کپڑے یہاں ڈالنے کے لئے بھیجا کرتی تھیں اور یہ سب کچھ یہود سے بدلہ لینے کے لئے کیا جاتا تھا اس لئے کہ یہود نے بھی ان کے مقدس مقام کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہود نے مصلوب کو جو کہ ان کے گمان میں مسیح تھے سولی دی تھی پھر اس کی قبر پر انہوں نے کوڑا کرکٹ ڈالنا شروع کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ اس جگہ کا نام قمامہ پڑ گیا۔ لیکن قمامہ دراصل اس جگہ کو کہتے ہیں بعد میں یہ نام اس کلیسا کا پڑ گیا جسے نصاریٰ نے وہاں تعمیر کیا تھا۔

ہرقل جس وقت ایلیاء میں تھا تو اس کے پاس نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی پہنچا اس نے نصرانیوں کو بلوایا اور انہیں ملامت کی کہ انہوں نے صخرہ پر صدیوں سے کچرا ڈال رکھا ہے۔ پھر جب وہ کچرا وہاں تک پہنچایا جا چکا تھا اس نے ان سے کہا کہ تم تو اس لائق ہو کہ اگرچہ تم نے مسجد کی بے حرمتی کی ہے اسی لئے تم اسی طرح قتل کئے جانے کے لائق ہو جس طرح کہ بنی اسرائیل یحییٰ بن زکریا کے خون کی وجہ سے اس جرم میں قتل کئے گئے پھر اس نے ان کو اسے صاف کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اس کو صاف کرنے میں لگ گئے ابھی ایک تہائی ہی صاف ہوا تھا کہ مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے صاف کرنے کا حکم دیا یہ قصہ مفصل طور پر اسانید اور متون کے ساتھ حافظ بہاء الدین بن الحافظ ابی القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ میں ذکر کیا ہے۔

سیف بن عمر نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں علی بن ابی طالب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود مدینہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تاکہ مسافت جلد طے کر سکیں چنانچہ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ جابیہ پہنچ گئے وہاں آپ نے نزول فرمایا اور وہاں جابیہ میں ایک طویل و بلیغ خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کر لو تمہارا ظاہر خود درست ہو جائے گا اور تم اپنی آخرت کے لئے اعمال کرو تمہارے دنیا کے کاموں کی کفایت ہو جائے گی اور یہ بات جان لو کہ تم میں سے کسی کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی باپ زندہ موجود نہیں اور نہ کسی کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی قرابت داری ہے پس جو شخص جنت کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ جماعت کو لازم پکڑے اس لئے کہ ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن وہ دو سے بہت دور ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے اس لئے کہ اس صورت میں تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوگا اور جس آدمی کو اس کی نیکی اچھی لگے اور برائی بری لگے وہ مومن ہے یہ مفہوم ہے یہ طویل خطبہ ہے یہ ایک طویل خطبہ تھا جسے ہم نے اختصار سے بیان کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل جابیہ سے مصالحت کی اور بیت المقدس کی طرف کوچ کر گئے اور بیت المقدس کے امراء کو خط لکھا کہ سب فلاں دن آ کر جابیہ میں مجھ سے ملاقات کریں چنانچہ وہ سب کے سب جابیہ میں جمع ہو گئے سب سے پہلے یزید بن ابی سفیان پھر ابو عبیدہ پھر خالد بن ولید ایک جماعت کے ساتھ پہنچے ان کے جسم پر ریشم کی قبائیں تھیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر کے ان کی طرف بڑھے لیکن انہوں نے عذر کیا کہ اس وقت ان کے نیچے ہتھیار ہیں اور جنگوں میں اس لباس کی ضرورت پیش آتی ہے تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے کیونکہ ان کا عذر قبول کر لیا گیا ہے جب بیت المقدس سے آنے والے امراء میں عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ تھے یہ دونوں حضرات اجنادین میں ارطبون کے مقابلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ میں پہنچ گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ ہاتھوں میں سونتی تلواریں لیے ہوئے ہے مسلمان ہتھیار لے کر ان کی طرف بڑھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ امان طلب کرنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ لوگ بھی ان کے قریب پہنچ گئے پتہ چلا کہ یہ بیت المقدس کے لوگ ہیں جو آپ سے امان چاہتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کے متعلق بتایا تو آپ سے طلب امان اور صلح کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست

پوری مدد کی اور انہیں امان دی اور صلح نامہ لکھ دیا اور ان پر جزیہ عائد کر دیا اور مزید کچھ شرطیں بھی ان پر مقرر کیں جن کا ابن جریر نے ذکر کیا ہے معاویہ بن ابی سفیان اس صلح نامے کے کاتب تھے اور ان کے ساتھ ساتھ خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے اس صلح نامے پر دستخط کئے یہ واقعہ ۱۵ھ کا ہے۔

اس کے بعد اہل لد اور جو وہاں موجود تھے ان کے لئے ایک اور صلح نامہ لکھ دیا ان پر بھی جزیہ مقرر کیا جن شرائط کے ساتھ اہل ایلیاء کے ساتھ مصالحت کی تھی اسی معاملت میں ان کو بھی داخل کر دیا اور اطربون مصر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور وہیں رہا یہاں تک کہ مصر عمرو بن العاص کے ہاتھوں فتح ہو گیا اس کے فتح ہونے پر یہ سمندری جزائر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والی فوجوں کی امداد کرتا رہا یہاں تک کہ قبیلہ قیس کے ایک شخص کے ہاتھ چڑھ گیا اور اطربون نے قیسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا لیکن قیسی جوان نے بھی اس کا کام تمام کر دیا اور پھر یہ اشعار کہے

(۱) اگرچہ میرے ساتھ اطربون نے بڑا نقصان پہنچایا لیکن یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہوگی۔

(۲) اور اطربون نے اگرچہ میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں نے بھی اسے آخر کار ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑا ہے۔

جب اہل رملہ اور اس کے آس پاس علاقے والوں نے صلح کر لی تو عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ جابیہ پہنچ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو انہوں نے سوار پایا جب قریب پہنچے تو دونوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھٹنے کو بوسہ دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ اکٹھا معانقہ کیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے ان کا گھوڑا اچھل کود کرنے لگا تو ایک ترکی گھوڑا سواری کے لئے لایا گیا جس نے بہت ہی عمدہ رفتاری دکھائی تو آپ اس سے اترے اور اس کے چہرے پر ضرب لگائی اور فرمایا کہ جس نے تجھے سکھایا اللہ اسے نہ سکھائے اور فرمایا کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کبھی بھی آپ ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے اجنادین کے علاوہ ایلیاء والوں کا تمام علاقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور اجنادین عمرو بن العاص اور قیساریہ معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھوں فتح ہوئے یہ قول ہے حضرت سیف بن عمر کا لیکن دیگر علمائے سیر نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا ان کا کہنا ہے کہ بیت المقدس ۱۶ھ میں فتح ہوا تھا۔

محمد بن عائذ ولید بن مسلم سے وہ عثمان بن حصن بن علاق سے وہ یزید بن عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المقدس ۱۶ھ میں فتح ہوا اور اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ آئے اور ابو زرعہ دمشقی دحیم سے وہ ولید بن مسلم سے مزید یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ پھر ۱۷ھ میں آپ دوبارہ آئے لیکن بہت جلد لوٹ گئے پھر ۱۸ھ میں تشریف لائے اس موقع پر سب امراء جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے اور جابیہ میں جمع شدہ تمام اموال آپ کے سپرد کئے۔ آپ نے وہ تمام اموال تقسیم فرمائے فوجوں کی از سر نو تنظیم کی اور سرحدیں مقرر کیں شہری حدود متعین فرمائیں اور پھر مدینہ طیبہ لوٹ گئے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں جابیہ اور بیت المقدس فتح ہوئے اور ابو معشر کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں اہواز اور جابیہ فتح ہوئے اور سنہ میں ... پھر ۱۷ھ میں سرغ تشریف لے گئے اور اسی سال طاعون عمواس پھیلا عمواس مشہور و معروف شہر کا نام ہے۔ یہ اسی شہر میں پھیلا۔ ۱۸ھ میں طاعون پھیلا تھا جس کا بیان ان شاء اللہ عنقریب آئے گا اسی شہر کی مناسبت سے اس طاعون کو طاعون عمواس کہتے ہیں۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے اور غوطہ دمشق کو دیکھا تو وہاں محلات اور باغات کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی

کم ترکوا من جنت وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین کذلک واورثنہا قوما آخرین

جس کا ترجمہ یہ ہے: "وہ کتنے ہی باغات اور چشمے کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور راحت کے سامان جن میں وہ خوش و خرم رہا کرتے تھے چھوڑ گئے یہ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا دوسری قوم کو وارث بنا دیا" (سورۃ دخان آیت ۲۵ تا ۲۸)

اس کے بعد نابغہ کے یہ دو شعر پڑھے:

(۱) وہ دونوں زمانے کے بڑے بہادر جوان ہیں مال اور سامان ان پر بے دریغ حملے کرتے ہیں۔

(۲) اور وہ دونوں جب کسی خوشحال قبیلے کے پاس گزرتے ہیں تو ان کے پاس قیام کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ بھی مصائب کا شکار

ہوتے ہیں۔

اس تفصیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوئے ہیں لیکن کوئی مؤرخ بھی اس کا قائل نہیں کہ آپ اپنی تینوں مرتبہ آمد میں سے کسی مرتبہ بھی دمشق میں داخل ہوئے ہوں، بلکہ آمد تو یہی ہے کہ آپ جابیہ سے چل کر بیت المقدس پہنچے جیسا کہ سیف وغیرہ نے بیان کیا ہے اور واقدی کہتے ہیں کہ اہل شام کے علاوہ دیگر سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دو مرتبہ شام میں داخل ہوئے ہیں اور تیسری مرتبہ آپ اسی مقام سرغ ہی سے واپس لوٹ گئے تھے۔ نیز یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیسری مرتبہ آپ دمشق اور حمص میں داخل ہوئے تھے لیکن واقدی نے اس کا شدت سے انکار کیا ہے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ بات معروف نہیں کہ آپ دمشق میں داخل ہوئے ہوں بجز اس کے کہ ابتدائے اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں تجارت کی غرض سے داخل ہوئے تھے جیسا کہ ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ہم نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو کعب بن احبار سے صخرہ کی جگہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وادی جہنم سے ناپئے اتنے اتنے ذراع کے فاصلے پر ہے انہوں نے پیمائش کی تو اسی مقام پر پائی اور نصاریٰ نے اس جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنایا ہوا تھا جیسا کہ یہود نے ان کی جگہ قمامہ کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔

قمامہ وہ جگہ ہے جہاں ایک آدمی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں پھانسی دی گئی تھی لیکن یہود و نصاریٰ نے اس مصلوب کے بارے میں یہ یقین کر لیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان دونوں کے اس عقیدے کی تکذیب فرمائی۔

مقصود کلام یہ ہے کہ جب نصاریٰ بعثت نبوی ﷺ سے تقریباً تین سال قبل بیت المقدس پر حکومت کرتے تھے تو انہوں نے قمامہ مقام کو صاف کیا اور وہاں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا جسے قسطنطین بادشاہ کی والدہ نے بنوایا تھا جو کہ شہر حران کی تھی اور وہ ہیلانی کی طرف منسوب ہے جو بادشاہ کی والدہ ام ہیلانہ حرانیہ الفندقانیہ ہے جس نے اس کے حکم سے نصاریٰ کے لئے بیت لحم بنایا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ پر اور ان کے خیال کے مطابق وہ مقبرہ کے قریب ہی ہے مقصد یہ ہے کہ نصاریٰ نے یہود کے قبلہ کی جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا دیا اور ایسا اس وجہ سے کیا کہ قدیم زمانے میں یہود نے بھی ان کی مقدس جگہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کرلیا اور صخرہ کی جگہ کی تحقیق فرمالی تو وہاں سے کوڑا کرکٹ ہٹانے کا حکم دیا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی چادر مبارک سے وہاں جھاڑو لگائی۔ پھر کعب احبار سے مشورہ کیا کہ مسجد کہاں بنائی جائے؟ انہوں نے کہا کہ صخرہ کے پیچھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ضرب لگا کر کہا کہ اے ام کعب کے بیٹے! تم نے یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کی اور پھر بیت المقدس کے آگے تعمیر مسجد کا حکم دیا۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھ سے اسود بن عامر نے ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے ابو سنان نے ان سے عبید بن آدم بن ابی مریم اور ابو شعیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے اس کے بعد طویل روایت نقل کی اس میں فتح بیت المقدس کا تذکرہ کیا اور ابو سنان نے عبید بن آدم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ کعب احبار سے کہہ رہے تھے کہ تمہاری رائے میں میں نماز کہاں پڑھوں؟ کعب احبار نے کہا کہ اگر آپ میری رائے پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو صخرہ کے پیچھے نماز پڑھیں کہ اس صورت میں تمام بیت المقدس آپ کے سامنے رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے یہود کی مشابہت اختیار کی ہے میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی پھر آپ قبلہ کی سمت آگے بڑھے اور نماز پڑھی اس کے بعد صخرہ کی طرف آئے اپنی چادر پھیلا کر اس میں کوڑا کرکٹ جمع کیا پھر اسے اٹھا کر پھینکنے لگے تو لوگ بھی پھر انہوں نے جھاڑو دینے میں مشغول ہوگئے۔

یہ حدیث سند جید کے ساتھ منقول ہے حافظ ضیاء الدین مقدسی نے بھی اپنی کتاب مستخرج میں اس کو نقل کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب مسند عمر میں اس روایت کے رواۃ پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ مسند عمر ایک کتاب ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول احادیث مرفوعہ اور آثار موقوفہ کو فقہی ابواب کی ترتیب پر بیان کیا ہے وللہ الحمد والمنہ۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو دمشق کا ایک یہودی آپ

کے سامنے آیا اور کہا کہ اسلام عظیم ہے اے فاروق! کیا آپ سامنے ایلیا دیکھ رہے ہیں؟ اور کہا کہ قسم! آپ ایلیا کو فتح کئے بغیر واپس لوٹ کر نہ جائیں گے۔

احمد بن مروان دینوری محمد بن عبدالعزیز سے وہ اپنے والد سے وہ ہیثم بن عدی سے وہ اسامہ بن زید بن اسلم سے وہ اپنے والد سے اور وہ اسامہ کے دادا اسلم جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریش کے تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ دمشق تشریف لائے تھے پھر سب لوگ یہاں سے چلے گئے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی ضرورت سے شہر میں ہی ٹھہر گئے اسی دوران ایک بطریق آیا اور آپ کو گردن سے پکڑ لیا۔ عمر نے اسے چھڑانے کی کوشش کی لیکن آپ پر غالب نہ ہو سکا پھر اس نے آپ کو ایک مکان میں داخل کر دیا جس میں مٹی کا ڈھیر، بیلچہ اور زنبیل پڑی ہوئی تھی اور کہا کہ یہ مٹی یہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ ڈال دو اور باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا اور دوپہر کے وقت وہ دوبارہ آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں متفکر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے ذرا بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی اس نے آ کر کہا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اور میرے سر پر ایک تھپڑ رسید کیا میں نے بیلچہ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا اور اس کو قتل کر دیا اور سیدھا باہر نکل آیا اور رات کی تاریکی میں ایک راہب کی خانقاہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اس نے اوپر سے جھانکا اور نیچے اتر کر اپنے ساتھ خانقاہ میں لے گیا اور کھلایا پلایا اور مجھ کو غور سے دیکھا اور اس دوران مجھے نہایت غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے میرے حالات دریافت کئے میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں کو گم کر بیٹھا ہوں اس نے کہا کہ تم خوفزدہ نظروں کے ساتھ دیکھتے ہو اور میرے اندر کچھ تلاش کر رہے ہو پھر کہا کہ دین نصاریٰ کے علماء جانتے ہیں کہ میں ان کی کتاب کا سب سے بڑا عالم ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم ہی ہم کو ہمارے شہروں سے نکالو گے لہٰذا تم میری اس خانقاہ کے واسطے ایک امان نامہ لکھ دو میں نے کہا اے شخص تم کن باتوں کی طرف چلے گئے ہو لیکن وہ مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کا مطلب اس کو لکھ دیا جب چلنے کا وقت ہوا تو اس نے مجھے سواری کے لئے ایک گدھی دی اور کہا کہ جب تم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاؤ تو اسے اکیلی ہی میری طرف روانہ کر دینا جس علاقے سے یہ گزرے گی اس کے لوگ اس کا اکرام کریں گے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لئے تشریف لائے تو وہ راہب اس وقت وہی امان نامہ لئے ہوئے جو دیر میں تحریر ہوا تھا آپ کے پاس آیا اور امان نامہ خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اسے نافذ العمل قرار دیا بشرطیکہ اس پر یہ شرط لگا دی کہ جو مسلمان اس کے پاس سے گزرے تو یہ اس کی ضیافت کرے گا اور اسے راستہ بتلائے گا۔

اس طویل روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا۔ یہ روایت ایک طریق سے محمد بن عبداللہ بن اسماعیل قرشی الجمحی کے ترجمہ کے ذیل میں زید بن اسلم ان کے والد کے حوالے سے بھی اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور اس میں ایک بہت طویل اور عجیب حدیث بیان کی ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے جو شرائط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ پر مقرر کی تھیں ہم نے ان کو اپنی ایک مستقل کتاب الاحکام میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور آپ نے جابیہ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اسے ہم نے الفاظ اور سند کے ساتھ اپنی کتاب مسند عمر میں ذکر کیا ہے اور شام میں داخلے کے وقت جو آپ نے عاجزی و فروتنی اختیار کی تھی اسے ہم نے اپنی کتاب السیرۃ العمریہ میں بیان کیا ہے اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مستقل تذکرہ وغیرہ بھی مذکور ہے۔

ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ مجھ سے ربیع بن ثعلب نے ان سے ابو اسماعیل المؤدب نے ان سے عبداللہ بن مسلم بن ہرمز نے اور ان سے ابو الغالیہ شامی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایلیا جاتے ہوئے ایک خاکستری اونٹ پر سوار جابیہ پہنچے آپ کے سر پر ٹوپی یا عمامہ تھا اس کے دونوں حصے جس پر بال نہ تھے آپ کا سر دھوپ کی وجہ سے خوب چمک رہا تھا اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی ٹانگیں کجاوہ کے دونوں طرف لٹک رہی تھیں اور آپ کے نیچے ایک انبجانی چادر تھی جو سواری پر آپ کا بچھونا اور زمین پر بستر کا کام دیتی تھی اور ایک تھیلا دھاری دار یا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا جو سواری پر سامان وغیرہ رکھنے اور زمین پر تکیہ کا کام دیتا تھا اور بدن پر ایک دھاری دار قمیص تھی جو میلی ہو گئی تھی اور ایک جانب سے پھٹی ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس قوم کے سردار کو بلاؤ۔ لوگ جلومس کو بلا لائے پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میری قمیص کو دھو دو اور اسے سی دو اور تم مجھے کوئی کپڑا یا قمیص عاریۃً دے دو چنانچہ آپ کے پاس ایک سوتی قمیص لائی گئی تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سوتی قمیص۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سوت کیا ہے؟ لوگوں نے آپ کو اس کے بارے میں بتلایا پھر آپ نے اپنی قمیص اتاری اس کو دھویا گیا اور پیوند لگایا گیا اور پھر آپ نے پہن لی

گیا آپ نے ان کی قمیص اتار کر اپنا لباس پہن لیا۔ پادریوں نے کہا کہ آپ ملک عرب کے بادشاہ ہیں ان علاقوں میں اونٹ پر سواری آپ کی شایان شان نہیں ہے اگر آپ اس لباس کی بجائے دوسرا لباس زیب تن فرمالیں اور اونٹ کی بجائے ترکی گھوڑا سواری کے لئے انتخاب فرمائیں تو یہ اہل روم کی نگاہوں میں زیادہ باعزت و باعظمت طریقہ ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت عطا فرمائی ہے ہمیں اللہ کے بدلے کسی چیز کی کوئی حاجت نہیں۔ آپ کے لئے ترکی گھوڑا لایا گیا اس پر بغیر زین اور کجاوہ کے کپڑا ڈال دیا گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے پھر فرمایا کہ اسے روک دو۔ فرمایا۔ میں نے لوگوں کو شیطان پر سواری کرتے نہیں دیکھا پھر آپ کا اونٹ لایا گیا آپ اس پر سوار ہوئے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم سے سعد اور ابن عمر نے ان سے سفیان نے ان سے ایوب طائی نے ان سے قیس بن مسلم نے انہوں نے طارق ابن شہاب نے بیان کیا ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام آئے تو راہ میں ایک جگہ پانی سے گذرنے کی نوبت آگئی آپ اونٹ سے نیچے اترے اپنے موزے نکال کر ہاتھ میں پکڑے اور اپنے اونٹ کے پانی میں داخل ہوگئے۔ ابوعبیدہ نے دیکھ کر کہا کہ آج آپ نے یہاں والوں کے نزدیک بڑا کام کیا ہے یعنی غیر مناسب طریقہ اختیار کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ضرب لگائی اور کہا اے ابوعبیدہ کاش تمہارے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ یعنی قوم عرب تمام لوگوں میں ذلیل ترین اور سب سے حقیر درجہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مقام کے ساتھ عزت عطا فرمائی ہے جب بھی تم لوگ اسلام کے بغیر عزت چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کردے گا۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۵ھ میں اہل اسلام اور اہل فارس کے درمیان قادسیہ کا معرکہ ہوا جیسا کہ سیف بن عمر کا کہنا ہے محمد بن اسحاق اور واقدی کہتے ہیں کہ یہ ۱۶ھ میں ہوا ہے پہلے ذکر ہو چکا ہے اور جہاں یہ واقعہ ہوا اس جگہ کا نام بہرسیر ہے۔ انہوں نے اس جنگ کی بھی تفصیل بیان کی ہے جہاں ابراہیم خلیل اللہ کو مبعوث کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ ان پر اور محمد اور تمام انبیاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اس وقت آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "یہ ایام ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں کبھی ایک غالب دوسرا مغلوب اور کبھی دوسرا غالب پہلا مغلوب"۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۴۰)

نہر شیر کا معرکہ: ...... مؤرخین کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے زہرہ بن حویہ کو اپنے آگے کوفہ سے نہر شیر کی طرف روانہ کیا بطور مقدمہ کے اور وہ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ساباط میں شیرزاد نے صلح اور جزیہ کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ زہرہ نے اسے سعد بن ابی وقاص کی طرف بھیج دیا۔ آپ نے اسے منظور کرلیا۔ پھر سعد بن ابی وقاص لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ایک جگہ پہنچے جسے مظلم ساباط کہا جاتا تھا۔ یہاں انہوں نے کسریٰ کی جس کا نام بوران تھا اس کے گرد رہتے پائے اور وہ ہر روز یہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ جب تک ہم زندہ ہیں فارس کا کوئی ملک نہیں جائے گا۔ مسلمانوں نے ان کو شکست دی۔ کسریٰ کا ایک بہت بڑا شیر بھی تھا جس کا نام مقرط تھا وہ انہوں نے مسلمانوں کے راستے میں کھڑا کیا ہوا تھا۔ پس سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص آگے بڑھے اور لوگوں سے آگے نکل گئے اس شیر کو قتل کر ڈالا اس دن انہوں نے اپنی تلوار کا نام متین رکھا۔ سعد بن ابی وقاص نے ان کی پیشانی کے سر کو بوسہ دیا اور ہاشم نے سعد کے پاؤں کو چوما۔ پھر ہاشم نے اہل فارس پر حملہ کردیا اور انہیں ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ یہ آیت پڑھتے ہوئے انہیں شکست ہوئی۔

اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال

"کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمہارے لئے تو زوال نہیں ہے" (سورۃ ابراہیم آیت ۴۴)

جب رات ہوئی تو مسلمانوں نے یہاں سے کوچ کیا اور نہر شیر جا اترے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی بھی ان کے ساتھ آ کر مل گیا۔ یہ شہر بھی اسلامی فتوحات میں شامل ہوگیا اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ دو ماہ تک رہا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور اس سال مکہ میں عتاب بن اسید، شام میں ابوعبیدہ، عراق میں سعد بن ابی وقاص، طائف میں یعلیٰ بن امیہ، بحرین میں عثمان بن ابی العاص اور عمان میں حذیفہ بن محصن آپ کے عامل مقرر تھے۔

میں کہتا ہوں کہ لیث بن سعد، ابن لہیعہ، ابو معشر، ولید بن مسلم، یزید بن عبیدہ، خلیفہ بن خیاط، ابن الکلبی، محمد بن عائذ، ابن عساکر اور ہمارے شیخ ابو عبداللہ الحافظ ذہبی کے نزدیک یرموک کا معرکہ رجب ۱۵ھ میں ہوا تھا لیکن سیف بن عمر اور ابن جریر کے نزدیک ۱۳ھ میں ہوا امام نے ابن جریر کی اپنی تاریخ میں اس معرکہ کا ذکر وہاں کیا ہے اسی طرح قادسیہ کا معرکہ بعض علماء کے نزدیک ۱۵ھ میں ہوا ہے اور ہمارے شیخ ذہبی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ۱۴ھ میں ہوا تھا جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے اس کے بعد شیخ ذہبی نے اس سال وفات پانے والوں کا ذکر کیا ہے۔

حروف ابجد کی ترتیب سے اس سال یعنی ۱۵ھ میں وفات پانے والوں کا تذکرہ...... سعد بن عبادہ انصاری خزرجی ان کے متعلق مورخین کا ایک قول اسی سال وفات پانے کا ہے جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے سعد بن عبید بن نعمان ابو زید انصاری اوسی یہ قادسیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ ابو زید ان چار آدمیوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہی قرآن کریم کو حفظ کر لیا تھا لیکن دیگر مورخین نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عمیر بن سعد الزاہد جو حمص کے امیر تھے ان کے والد ہیں محمد بن سعد۔ واقدی نے ان کی وفات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وفات ۱۶ھ میں ہوئی واللہ اعلم بالصواب۔

سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن حسل بن عامر بن لؤی ابو یزید عامری یہ قریش کے خطیب اور معزز لوگوں میں سے تھے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ان کا اسلام بڑا ہی اچھا ثابت ہوا بڑے نفل نمازی تھے، بکثرت نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، صدقہ دیتے، تلاوت قرآن کرنے اور رونے والے تھے کہا جاتا ہے کہ نمازوں اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا صلح حدیبیہ میں ان کا بڑا ہی اچھا کردار رہا، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے مکہ میں ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جس کی وجہ سے لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اور یہ اس خطبہ سے ملتا جلتا تھا جو صدیق اکبر نے مدینہ منورہ میں دیا تھا پھر یہ ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے شام نکل گئے بعض دستوں کے یہ امیر بھی رہے، یرموک کے معرکہ میں حاضر تھے کہا جاتا ہے کہ اس دن شہید ہو گئے تھے لیکن واقدی اور شافعی کا کہنا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہ۔

عامر بن مالک بن اہیب زہری یہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یہی وہ شخص ہیں جو ابو عبیدہ کے نام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط لے کر گئے تھے جس میں ابو عبیدہ کی امارت اور خالد بن ولید کی معزولی کا حکم تھا یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن سفیان مخزومی یہ صحابی ہیں انہوں نے اپنے چچا ابو سلمہ بن عبد الاسد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، عمرو بن دینار کی ان سے جو روایت ہے وہ منقطع ہے اس لئے کہ یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے عبد الرحمن بن العوام، یہ زبیر بن العوام کے بھائی ہیں، غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے بعد میں اسلام لائے اور ایک قول کے مطابق یرموک میں شہید ہوئے۔ عتبہ بن غزوان، ایک قول کے مطابق ان کی وفات اسی سال ہوئی، عکرمہ بن ابی جہل ایک قول کے مطابق ان کی یرموک کی لڑائی میں شہادت ہوئی ہے، عمرو بن ام مکتوم یہ بھی قادسیہ کے معرکہ میں شہید ہو گئے تھے ان کا ذکر اوائل میں گزر چکا لیکن ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینہ لوٹنے پر وفات ہوئی، عمرو بن طفیل بن عمرو دوسی ان کا اوائل میں ذکر ہو چکا ہے، عامر بن ابی ربیعہ ان کا بھی ذکر ہو چکا ہے، فراس بن نضر بن حارث ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ یرموک میں شہید ہو گئے تھے، قیس بن عدی بن سعد بن سہم یہ پرانے مہاجرین حبشہ میں سے ہیں یہ بھی یرموک کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے، قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن انصاری یہ بیعت عقبہ میں شریک اور حاضر تھے بدری صحابی ہیں یرموک کی جنگ میں مجاہدین کے دستوں میں سے کسی کے امیر تھے اسی معرکہ میں شہید ہو گئے ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کتنے دن میں قرآن کریم مکمل کر لوں؟ فرمایا پندرہ دن میں، ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی فرمایا کرتے تھے کہ اس میں دلیل ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، نضیر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی قرشی عبدری یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، یہ علمائے قریش میں سے تھے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں ان کو سو اونٹ عنایت فرمائے تھے لیکن انہوں نے لینے سے توقف کیا اور کہا کہ میں اسلام قبول کرنے پر کوئی رشوت نہیں لوں گا پھر کہا کہ اللہ کی قسم میں نے ان کا نہ مطالبہ کیا اور نہ سوال کیا ہے، یہ تو رسول اللہ ﷺ کا عطیہ ہے اور پھر لے لیا ان کا اسلام بڑا ہی اچھا

ثابت ہوا، یرموک کی لڑائی میں یہ شہید ہو گئے تھے۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب: یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، جو عبدالمطلب میں سے جو لوگ اسلام لائے ان میں سے سب سے بڑے اسن یہی ہیں، بدر کے دن قیدیوں میں گرفتار ہوئے تھے، عباس بن عبدالمطلب نے آپ کا فدیہ ادا کیا، اور کہا جاتا ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے ہجرت کی، حدیبیہ اور فتح مکہ کے مواقع پر حاضر رہے اور غزوہ حنین میں تین ہزار نیزوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اعانت کی اور اس دن ثابت قدم رہے، ۱۵ھ میں وفات پائی، ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی، وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، عمر بن خطاب نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ تشریف فرما رہے اور بقیع میں مدفون ہوئے، اپنے پیچھے شریف اولاد چھوڑی جو کہ بزرگ فضلاء میں سے تھی۔ ہشام بن العاص، یہ عمرو بن العاص کے بھائی ہیں ان کا تذکرہ پہلے بھی گزر چکا ہے، ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے تھے۔

۱۶ھ کا آغاز

اس سال کا آغاز ہوا تو سعد بن ابی وقاص نہر شیر کے گرد پڑاؤ کیے ہوئے تھے یہ کسریٰ کے دو شہروں میں سے ایک ہے جو دریائے دجلہ کے مغربی سمت میں واقع ہے، سعد بن ابی وقاص ذی الحجہ ۱۵ھ میں یہاں پہنچے تھے اور اسی دوران نئے سال کا آغاز ہو گیا، سعد بن ابی وقاص نے ہر طرف دستے اور شہسوار روانہ کیے لیکن انہیں کوئی لشکر نہیں ملا، البتہ ایک لاکھ کسانوں اور کاشتکاروں کو گرفتار کر کے لے آئے اور ان سب کو قید کر دیا گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے بارے میں خط لکھا گیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ جن کاشتکاروں نے تمہارے خلاف کوئی مدد اور تعاون نہ کیا ہو اور اپنے شہروں میں مقیم ہوں تو یہی ان کی امان ہے اور جو بھاگ گئے تم پکڑ لو اور جو مناسب سمجھو فیصلہ کرو، سعد بن ابی وقاص نے انہیں دعوت اسلام دی لیکن انہوں نے انکار کیا البتہ جزیہ پر رضامند ہو گئے سعد نے انہیں آزاد کر دیا اب دجلہ کی مغربی سمت سے ارض عرب تک کوئی کسان ایسا نہ تھا جس پر جزیہ یا خراج لازم نہ کر دیا گیا ہو، اہل نہر شیر نے سعد بن ابی وقاص سے اپنے شہر کا دفاع کیا ہوا تھا، سعد بن ابی وقاص نے ان کی طرف سلمان فارسی کو بھیجا انہوں نے ان کے سامنے باقاعدہ اسلام، جزیہ یا جنگ تینوں صورتیں رکھیں لیکن وہ جنگ و خونریزی کے علاوہ کسی بات پر آمادہ نہ ہوئے۔

پس مسلمانوں نے منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کر دیے، سعد بن ابی وقاص نے عرادے بنانے کا حکم دیا ان کے حکم سے بیس منجنیقیں اور تیار ہو گئیں اور وہ سب نہر شیر کے مقابلے میں نصب کر دی گئیں اور ان کا محاصرہ سخت کر دیا گیا، اہل نہر شیر نکلے اور شدید لڑائی کی اور قسم کھائے تھے کہ ہم فرار نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا، زہرہ بن حویہ نے ایک تیر کھانے کے بعد انہیں شکست دی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا، باقی بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور شہر میں جا کر پناہ لی، مسلمانوں نے ان کا شدید محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ وہ تنگ آ گئے اور کتے بلیاں کھانے پر مجبور ہو گئے تا آنکہ محاصرے کے دوران ایک آدمی نے اوپر سے جھانکا اور کہا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ کیا تم اس بات پر صلح کرتے ہو کہ دجلہ سے لے کر ہمارے پہاڑوں تک ہمارا علاقہ ہو اور دجلہ سے تمہارے پہاڑوں تک تمہارا علاقہ؟ اور کیا تم ابھی تک سیر نہیں ہوئے؟ اللہ تمہارے پیٹ نہ بھرے، پھر مسلمانوں میں سے ایک آدمی جس کا نام ابو مقرن اسود بن قطبہ تھا آگے بڑھا اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کہلوائی کہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ میں نے کیا کہا، راوی کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ اس کے بعد نہر شیر سے ان کی طرف فرار ہو رہے ہیں، لوگوں نے ابو مقرن سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا لیکن میں مطمئن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں نے خیر اور بھلائی کی بات کی ہو گی، لوگ مسلسل ان کے پاس آتے رہے اور اس کے بارے میں سوال کرتے رہے، سعد بن ابی وقاص بھی ان کے پاس آئے تو سعد پیچھے پہنچے اور پوچھا کہ اے ابو مقرن تم نے کیا کہا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ بھاگ رہے ہیں، ابو مقرن نے قسم کھا کر کہا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کیا کہا ہے، پھر سعد بن ابی وقاص نے لوگوں میں اعلان کیا اور ان کے ساتھ مل کر شہر پر حملہ کر دیا، منجنیق شہر کی دیواروں پر سنگ باری کر رہے تھے، ایک آدمی نے شہر کے اندر سے پکارا اور

دہقان مصر بن ابا سعاد ابن یزید نے ان سے کہا کہ اب شہر میں کوئی شخص نہیں ہے یہ سن کر مسلمان شہر کی فصیلوں پر چڑھ گئے اور پھر تو شہر میں کسی کو نہ پایا سب کے سب مدائن کی طرف بھاگ گئے تھے۔ یہ اسی سال ماہ صفر کا واقعہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس آدمی سے اور مکرر دیگر لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجا تھا جس پر ایک آدمی نے جواب دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ ہم کوثی کے لیموں افریدون کے شہد کے ساتھ کھائیں۔ بادشاہ نے یہ سنا تو کہا ہائے افسوس یہ تو فرشتے ہیں جو ان کی زبانوں پر بات کر رہے ہیں اور ہماری طرف سے ہمیں جواب دے رہے ہیں۔ پھر اس نے لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا وہ لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر مدائن کی طرف گئے ہیں ان دونوں شہروں کے درمیان دریائے دجلہ حائل ہے جو یہاں سے بالکل قریب ہے۔ جب مسلمان نہر شیر شہر میں داخل ہوئے تو انہیں مدائن کی سمت سفید محل چمکتا ہوا نظر آیا یہ وہی محل تھا جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسے میری امت کے ہاتھوں فتح کرا دے گا۔ صبح کا وقت قریب تھا مسلمانوں میں سے سب سے پہلے جس نے اس محل کو دیکھا وہ ضرار بن خطاب تھے انہوں نے دیکھتے ہی تکبیر بلند کی اور کہا یہ کسریٰ کا سفید محل ہے اور یہ وہی ہے جس کا اللہ اور رسول نے ہم سے وعدہ کیا ہے لوگوں نے دیکھا اور انہوں نے بھی تکبیر بلند کی اور صبح ہونے تک مسلسل تکبیریں کہتے رہے۔

مدائن کی فتح[1] ... جب سعد بن ابی وقاص نے نہر شیر فتح کر لیا اور وہاں قیام فرمایا تو دیکھا کہ فارسیوں نے یہاں ان کے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی اور مسلمانوں کے ہاتھ کچھ قیمتی مال و دولت نہ آیا تمام سامان مدائن لے گئے اور کشتیوں میں بیٹھ کر گئے تھے اور کشتیاں بھی انہوں نے ساتھ لے لیں۔ سعد بن ابی وقاص کے پاس کوئی کشتی بھی نہ تھی اور دریائے دجلہ کا پانی بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا کثرت پانی کی وجہ سے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا ان کے لئے دریا سے کسی بھی چیز کا حاصل کرنا ناممکن ہو گیا۔ پھر ایک دہقان نے سعد بن ابی وقاص کو اطلاع دی کہ کسریٰ یزدگرد کا ارادہ ہے کہ تمام اموال و سامان کے ساتھ مدائن سے حلوان کا عزم کئے ہوئے ہے اگر تم تین دن کے اندر اندر اس تک نہ پہنچ سکے تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور پھر معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ تب سعد بن ابی وقاص نے مسلمانوں کو دریا عبور کرنے کے لئے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارے دشمن نے دریا کے ذریعے اپنی حفاظت کر لی۔ لہٰذا تم ان تک اس حال میں نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ جب چاہیں تم تک پہنچ سکتے ہیں اور کشتیوں سے تم پر حملہ کر سکتے ہیں تمہارے پیچھے کوئی چیز نہیں جس کے ضائع ہونے کا تمہیں خوف لاحق ہو، لہٰذا اس سے پہلے کہ زمانہ تم پر غالب آ جائے تم خلوص نیت کے ساتھ ان سے جہاد میں سبقت کرو اور میں نے اس دریا کو پار کر کے ان تک پہنچنے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ یہ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر ثابت قدم رکھے آپ ایسا ضرور کیجئے۔ اس کے بعد سعد نے لوگوں کو دریا عبور کرنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ کون ہے جو اس کام کی ابتدا کرے اور دوسرے کنارے کو دشمن کے حملے سے محفوظ کرے تاکہ سب لوگ اطمینان سے دریا عبور کر لیں چنانچہ عاصم بن عمرو اور ان کے ساتھ چھ سو جنگجو اور بہادر مرد تیار ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے عاصم بن عمرو کو ان کا امیر مقرر کیا یہ سب لوگ دجلہ کے کنارے جا کر کھڑے ہو گئے عاصم بن عمرو نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کون ہے جو دوسرے لوگوں سے پہلے میرے ساتھ گھس کر دریا پار کرے تاکہ ہم دوسرے کنارے کو محفوظ کر لیں۔ ان چھ سو میں سے ساٹھ بہادر جوانوں نے اثبات میں جواب دیا اہل فارس دریا کے دوسری طرف صف بستہ کھڑے تھے۔ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی آگے بڑھا لوگ پانی میں داخل ہونے سے ذرا گھبرائے تو اس نے کہا کیا تم اس قطرے سے ڈرتے ہو؟ پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ ہے ”کسی بھی نفس کی موت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آ سکتی اور اس کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔“

{سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵}

اس کے بعد اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی وہ ساٹھ آدمی دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ تھا جو گھوڑوں پر سوار تھا اور دوسرا گروہ گھوڑیوں پر سوار تھا جب فارسیوں نے دیکھا کہ یہ لوگ پانی کی سطح پر تیرتے ہوئے آ رہے ہیں تو کہنے لگے دیوانے ہیں دیوانے

---

[1] تاریخ طبری ۴ : ۷ والکامل فی التاریخ ۲ : ۵۰۷

ہیں اور کبھی کہتے مجنون ہیں، مجنون ہیں، پھر کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگ انسانوں سے نہیں بلکہ جنات سے جنگ کر رہے ہو پھر انہوں نے اپنے گھوڑے سوار پانی میں داخل کئے تاکہ مسلمانوں کے کنارے پر اول دستے کو پانی سے باہر نہ نکلنے دیں بلکہ ان کی سختی کا اہتمام کریں، عاصم بن عمرو نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے نیزے سیدھے کر لیں اور ان کی آنکھوں کا قصد کریں پس انہوں نے دشمنوں کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ان کے گھوڑوں کی آنکھیں پھوڑ دیں پس وہ مسلمانوں کے آگے اسی حال میں واپس ہوئے کہ اپنے گھوڑوں کو روکنے پر قدرت نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ پانی سے باہر نکل گئے عاصم بن عمرو اور ان کے ساتھیوں نے ان کا پیچھا کیا اور دوسرے کنارے سے بھی ان کو بھگا دیا اور خود اس کنارے پر قبضہ جما کر کھڑے ہو گئے پھر عاصم بن عمرو کے چھ سو ساتھیوں میں سے بقیہ دریا میں داخل ہوئے اور اسے عبور کیا یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا پہنچے پھر ان سب نے مل کر وہاں موجود فارسیوں سے قتال کیا اور ان کو مار بھگایا مسلمان اس ہراول میں سے پہلے دستے کا نام جس کے امیر عاصم بن عمرو تھے "کتیبۃ الاھوال" اور دوسرے دستے کا نام جس کے امیر قعقاع بن عمرو تھے "کتیبۃ الخرساء" رکھتے تھے سعد بن ابی وقاص اور مسلمان کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہ شہسوار دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے تھے جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ مسلمان شہسواروں نے دوسرے کنارے کو محفوظ کر لیا ہے تو سعد بقیہ لشکر لے کر دریا میں اترے سعد نے مسلمانوں کو کہہ دیا کہ، نستعین باللہ ونتوکل علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کرتے رہیں، اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں داخل کر دیا ان کے پیچھے دیگر مسلمان بھی داخل ہو گئے اور کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہا وہ سب اس طرح دریا میں چلتے رہے جس طرح کہ خشک زمین پر چلتے ہیں یہاں تک کہ دونوں کناروں کا درمیان ان سے پر ہو گیا سواروں اور پیادوں کی وجہ سے پانی کی سطح نظر نہ آتی تھی لوگ اس طرح آپس میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے جیسا کہ زمین پر باتیں کرتے ہوئے چلتے ہیں اور یہ اس وجہ سے انہیں اطمینان و یقین حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم، وعدہ اور تائید پر بھروسہ تھا اور اس بنا پر کہ ان کے امیر سعد بن ابی وقاص تھے جو ان دس آدمیوں میں سے تھے کہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی اس حال میں وفات ہوئی کہ آپ سعد سے راضی تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ان کی دعا قبول فرما اور ان کے نشانے کو درست فرما۔

اور یہ قطعی بات ہے کہ آج سعد بن ابی وقاص نے اس لشکر کے لئے سلامتی و مدد کی دعا کی تھی اور اس کے بعد انہیں لے کر دریا میں داخل ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی درست سمت رہنمائی فرمائی اور انہیں سلامت رکھا اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی ضائع نہ ہوا البتہ ایک آدمی جس کا نام فرقدہ البارقی تھا وہ اپنے سرخ و زرد گھوڑے سے گر پڑا تھا قعقاع بن عمرو نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس آدمی کا ہاتھ تھام کر اسے گھوڑے پر درست طریقے سے بٹھا دیا وہ آدمی خود بھی بہادروں میں سے تھا لہٰذا بطور تحسین اس نے کہا کہ عورتیں اب قعقاع بن عمرو جیسا انسان جننے سے عاجز ہیں اور مسلمانوں کے سامان میں سے بھی کوئی چیز گم نہ ہوئی بجز مالک بن عامر عنزی کا ایک پیالہ کہیں گر گیا اور وہ اس وجہ سے کہ اسے لٹکانے کی ڈوری رسی تھی وہ کمزور اور بوسیدہ تھی پس دریائی موج نے اسے اپنے اندر غائب کر لیا صاحب پیالہ نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے ان کے درمیان ایسا نہ بنا کہ جس کا سامان گم ہو جائے تو اتنے میں موج نے اسی طرف وہ پیالہ پھینک دیا جس طرف لوگ جا رہے تھے لوگوں نے اٹھایا اور بالکل صحیح سالم حالت میں اس کے مالک کے سپرد کر دیا جب کوئی گھوڑا پانی میں چلتے چلتے تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی بلند جگہ ظاہر فرما دیتا جہاں وہ ٹھہر جاتا آرام کرتا اور پھر چل پڑتا بعض گھوڑے ایسے بھی تھے جو پانی میں چلے لیکن پانی ان کی زین کے تنگ تک بھی نہ پہنچا تھا یہ ایک بڑا عظیم دن، حیرت ناک واقعہ، عجیب خبر، طاقتور نشان، خارق عادت اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے اصحاب کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا تھا ان علاقوں میں اس کی کوئی مثال نہیں دیکھی گئی ہاں علاء بن حضرمی کے قصے کے علاوہ دنیا کے کسی خطے میں ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا اور یہ واقعہ علاء بن حضرمی کے واقعے سے بھی بڑا اور عظیم الشان تھا اس لئے کہ یہ لشکر ان کے لشکر سے بھی کئی گنا بڑا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ پانی میں سعد بن ابی وقاص حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے پس سعد کہنا شروع ہوئے کہ یہ اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے بخدا قسم اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دوست کی مدد کرے گا اپنے دین کو غالب کرے گا اور اپنے دشمن کو شکست دے گا بشرطیکہ اگر لشکر میں کوئی نافرمانی یا گناہ نہ ہو تو نیکیاں برائیوں پر غالب آ جائیں گی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک اسلام ایک نیا دین ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سمندر مسخر کر دیے ہیں جیسے کہ خشکی ان کے تابع فرمان کر دی گئی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں سلمان کی جان

ہے اللہ تعالیٰ انہیں پانی سے محفوظ رکھے گا جیسا کہ پہلی بار وہ فوج داخل ہوئے تھے صحیح سالم ہوا اور وہ سب کے سب اس میں سے نکل آئے ایک آدمی بھی نہ غرق ہوا اور نہ کسی کی کوئی چیز گم ہوئی۔

جب مسلمان ساحل زمین پر پہنچ گئے تو ان کے گھوڑے اپنی دمیں جھاڑتے اور ہنہناتے ہوئے باہر نکلے پھر یہ سب فارسیوں کے تعاقب میں چل پڑے حتیٰ کہ مدائن میں داخل ہوئے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا، کسریٰ اپنے اہل و عیال اور اموال، سامان، قیمتی اشیاء میں سے جس قدر وہ اٹھا سکتے تھے اپنے ساتھ لے گیا اور چوپائے، کپڑے، فرنیچر، برتن، تحفے، تیل کے ذخائر وغیرہ جن کے اٹھانے سے وہ عاجز ہو گئے تھے یہ سب چھوڑ گیا اس میں سے جتنے وہ اٹھا سکے لے گئے اور باقی چھوڑ گئے، یہ چھوڑی ہوئی رقم بھی نصف یا اس کے قریب قریب تھی، پس سب سے پہلے مدائن میں کتیبۃ الاھوال داخل ہوا پھر کتیبۃ الخرساء، ان دونوں دستوں نے شہر کی گلیوں کا گشت کیا لیکن کسی کو نہ دیکھا البتہ صرف سفید محل میں موجود فوج سے مقابلہ درپیش تھا اور وہ سارے قلعوں میں گھرے ہوئے تھے۔

جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ یہاں پہنچے تو آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعے تین دن تک سفید محل میں محصور لوگوں کو دعوت دی، تیسرے دن وہ لوگ محل سے نیچے اتر آئے اور سعد بن ابی وقاص نے اسے اپنا مسکن بنا لیا اور یہاں حکومت کا ایوان نماز کی جگہ۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص اس محل میں داخل ہوئے تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"کتنے ہی باغات، چشمے، کھیتیاں، عمدہ مکانات اور نعمتیں جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے وہ چھوڑ گئے یہ اسی طرح ہوا ہے اور پھر ہم نے دوسری قوم کو اس کا وارث بنا دیا۔" (سورۃ دخان آیت ۲۵ تا ۲۸)

پھر سعد اس کے بلند حصے کی طرف بڑھے اور وہاں آٹھ رکعات فتح کے شکرانے کے طور پر پڑھیں۔

سیف بن عمر کی روایت میں ہے کہ یہ ایک سلام سے پڑھیں تھیں اور اسی سال ماہ صفر میں آپ نے ایوان حکومت (جائے نماز) میں نماز جمعہ ادا کی، یہ سب سے پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا۔ یہ جمعہ اس لیے تھا کہ سعد بن ابی وقاص نے یہاں قیام کی نیت کر لی تھی اس کے بعد آپ نے اہل لشکر کے گھر والوں اور بچوں وغیرہ کی طرف دستے بھیجے اور انہیں مدائن کے مکانات میں اتارا اور اس شہر کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا یہاں تک کہ جلولاء، تکریت اور موصل بھی فتح ہو گئے پھر یہ سب کوفہ منتقل ہو گئے جس کا تذکرہ عنقریب آگے آ رہا ہے۔

پھر کسریٰ (یزدگرد) کی طرف آپ نے دستے روانہ کیے ان سے ایک جماعت کی مڈبھیڑ ہوئی مسلمانوں نے ان سے قتال کیا اور انہیں مار بھگایا اور ان کے بہت سے اموال چھین لیے جن میں کسریٰ کی پوشاکیں، اس کا تاج اور زیورات (گہنے وغیرہ) بھی تھے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان تمام اموال، خزائن اور تحائف کی تقسیم اور انتظام میں مشغول ہو گئے ان اموال وغیرہ کی کثرت کے باعث نہ تو ان کو شمار کیا جا سکتا تھا اور نہ بیان کیا جا سکتا تھا وہاں چند لوگوں کے بنے ہوئے مجسمے بھی تھے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کو دیکھا تو وہ اپنی انگلی سے گویا کسی چیز کی طرف اشارہ کر رہا تھا سعد نے کہا کہ اس کو یونہی فضول نہیں بنایا گیا پھر اس کے اشارے کی سمت بڑھے تو گزشتہ کسراؤں کا بہت عظیم خزانہ پایا، پس انہوں نے وہاں سے بہت سے اموال، قیمتی خزائن، وہ خزانے جو انتہائی نفیس اور عمدہ تھے پائے اور ان سب پر قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں نے اس دن جو غنیمت حاصل کی ان میں کسریٰ کا تاج بھی تھا جو نہایت قیمتی جواہرات سے مرصع تھا، جس کی چمک کے سامنے نظریں خیرہ ہو جاتی تھیں، اس کے علاوہ اس کی پیٹی، تلوار، کنگن، قبا اور اس کے دربار کا قالین بھی تھا جو ساٹھ مربع گز لمبا چوڑا تھا اسے سونے کے تاروں، موتیوں اور قیمتی جواہرات سے تیار کیا گیا تھا اور اس میں کسریٰ کے تمام ممالک، صوبے اور شہروں، دریاؤں، قلعوں، علاقوں، کھیتوں میں دانوں کی نہریں، نقشے، درخت، کھیتیاں، باغات وغیرہ کی شکل بنائی گئی تھی، جب وہ تخت شاہی پر بیٹھتا تو اپنے تاج کے نیچے داخل ہوتا تھا اس کا تاج سونے کی زنجیروں سے چھت میں معلق ہوتا تھا، کیونکہ تاج اتنا وزنی تھا کہ کسریٰ اس کو اپنے سر پر اٹھائے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا بلکہ وہ آتا اور اس کے نیچے بیٹھ جاتا پھر اپنا سر تاج کے اندر داخل کر دیتا۔ سونے کی زنجیریں اس تاج کو اٹھائے رکھتیں اور وہ تاج پہنتے وقت لوگوں سے پوشیدہ ہوتا تھا اس کے سامنے پردے لٹکے ہوتے تھے پھر جب پردے ہٹائے جاتے تو امراء وزراء اس کے سامنے سجدے میں

کرتے اس کے علاوہ قیمتی بیش نگین نگوں اور جواہرات سے مرصع قبا بھی زیب تن کرتا۔ اور پھر نقشے پر موجود ایک ایک شہر کو دیکھتا ان کے بارے میں امراء سے حالات دریافت کرتا اور پوچھتا کہ کیا ان شہروں میں کوئی حادثہ یا کوئی بات تو پیش نہیں آئی؟ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے امراء اور منتظمین اسے حالات سے آگاہ کرتے اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام شہروں کے بارے میں تحقیق و تفتیش کرتا۔ وہ اپنی سلطنت کے کسی کام کو غیر اہم نہیں چھوڑتا اور یہ قالین شہروں کے حالات کی یاد دہانی کے لیے رکھا جاتا تھا۔ بادشاہی انتظام کے لحاظ سے یہ طریقہ بہت عمدہ ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آیا اور یہ تمام ممالک اور ذخیرے کسریٰ کے ہاتھ سے نکل گئے اور مسلمانوں کے قبضے میں بزور قوت آ گئے۔ اہل اسلام نے ان کی شان و شوکت کو پامال کیا اور تقدیر الٰہی سے ان کا خاتمہ کر کے یہ سب کچھ لے لیا اور فتح کر لیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے مقبوضہ اموال پر عمرو بن عمرو بن مقرن کو نگران بنایا یہ سب سے پہلا مال تھا جو قصر ابیض، کسریٰ کے دیگر مکانات اور مدائن کے مکانات سے حاصل ہوا تھا اور باقی ایوان شاہی سے جو منتقل ہونے والے مال کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کے علاوہ بہت زیادہ ہوا اور اس کے ساتھ دیگر دستوں نے جو مال لا کر پیش کیا اس میں ایک ٹوکری بھی تھی جسے ان لوگوں نے فارسیوں سے چھینا تھا جو دریا کی گزرگاہوں کے ساتھ فرار ہو رہے تھے لیکن مسلمانوں نے ان سے اس ٹوکری کو چھین لیا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ٹوکری بھی انہی کی ہے اور شاہان ساسان کا مال تھا اور اسے بقیہ مقبوضہ اموال کی طرف بھیج دیا۔ اس ٹوکری میں وہ جواہرات تھے جن میں کسریٰ کی پوشاکیں اور زیورات تھے اور وہ ملبوس بھی تھے جن کو پہن کر وہ تخت پر بیٹھتا تھا اور دوسرے ٹوکرے میں اس کا تاج شاہی تھا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔ یہ سب ان دستوں کے راستے سے پیچھے ہونے والوں میں شامل تھا ان دستوں نے نہایت قیمتی اموال لا کر پیش کیے تھے جس میں زیادہ تر کسریٰ کی چیزیں اور بھاری بھرکم سازوسامان تھا اور جس میں ہلکی پھلکی چیزیں فارسی اپنے ساتھ لے گئے تھے باقی چیزیں بوجھل ہونے کی وجہ سے وہ نہ اٹھا سکے تھے اور دیگر سامان و اموال کثرت کی وجہ سے نہ لے جا سکے۔ یہ سب سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا ایسا بھی ہوا کہ مسلمان کسی گھر میں داخل ہوئے تو اس کو چھت تک سونا چاندی سے بھرا ہوا پایا کافور بھی بڑی مقدار میں ان کے ہاتھ لگا وہ اسے نمک سمجھے رہے اور بعض مرتبہ اسے آٹا گوندھنے میں بھی استعمال کیا لیکن نمکین نہ محسوس ہوا تب کہیں اس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ غرض اس غنیمت میں بہت سا مال حاصل ہوا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کا خمس نکالا اور سلمان فارسی کو حکم دیا کہ وہ چار اخماس غانمین میں تقسیم کر دیں ہر شہسوار کو بارہ بارہ ہزار (درہم) حاصل ہوئے اور وہ سب کے سب ہی شہسوار تھے بعض کے ساتھ کوتل گھوڑے بھی تھے۔ سعد بن ابی وقاص نے مسلمانوں سے قالین کے چار اخماس اور کسریٰ کی شاہی پوشاک طلب کی کیونکہ وہ اسے عمر بن خطاب کے پاس بھیجنا چاہتے تھے تاکہ اہل مدینہ دیکھ کر متعجب ہوں سب نے بطیب خاطر اجازت دے دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ سب مال اور خمس کی بشارت دے کر بشیر بن خصاصیہ کو روانہ کیا ان سے پہلے جس نے یہ بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچائی تھی وہ حلیس بن فلان اسدی تھے۔

روایت ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ وہ ایک قوم تھی کہ جس نے اپنے امور سلطنت اپنے معتمد لوگوں کے سپرد کیے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان چیزوں سے بچتے رہے تو آپ کی رعایا بھی بچتی رہی اور اگر آپ عیش و عشرت کو اختیار کر لیں تو آپ کی رعایا بھی عیش و عشرت میں پڑ جائے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قالین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو ٹکڑا آیا تو انہوں نے اسے بیس ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑی اور اس پر کسریٰ کا لباس ڈال دیا تاکہ لوگ اس کی عجیب و غریب زینت و خوبصورتی کو دیکھیں اور دنیا کی ان رونقوں سے عبرت حاصل کریں۔ یہ بھی روایت ہے کہ پھر آپ نے نبی ﷺ کے فرمان پر سراقہ بن مالک بن جعشم کو عطا فرما دیے۔

علامہ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف اصبہانی نے اور ان سے ابو سعید بن الاعرابی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں اپنی ہی تحریر سے لکھا دیکھا ہے کہ ہم سے ابو داؤد نے ان سے محمد بن عبید نے، ان سے حماد نے ان سے یونس نے اور ان سے حسن نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی پوشاک لائی گئی اور سامنے رکھ دی گئی لوگوں میں سراقہ بن مالک بن جعشم

بھی تھا آپ نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن منگوا کر سراقہ کو پہنائے یہاں تک کہ وہ ان کے کندھوں تک پہنچ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں پہنا دیئے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی نے امام شافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ کنگن سراقہ کو اس لئے پہنائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنا دیئے گئے ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ سے کہا کہو اللہ اکبر! چنانچہ سراقہ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہو تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے کسریٰ بن ہرمز کے کنگن بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کو پہنائے۔

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ ہم سے اسامہ بن زید نے انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص نے جنگ قادسیہ کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف کسریٰ کی قبا، تلوار، پیٹی، شلوار، قمیص، تاج اور موزے بھیجے تو آپ نے سرداران قوم کی طرف نظر کی، ان میں سب سے زیادہ لمبے جسم سراقہ بن مالک بن جعشم کو پایا آپ نے فرمایا کہ سراقہ کھڑے ہو جاؤ اور یہ لباس پہنو، سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے حرص کی اور کھڑے ہو کر اسے پہن لیا، آپ نے فرمایا پیچھے پھرو میں نے ان کی طرف پشت کر لی، پھر فرمایا کہ ادھر رخ کرو میں نے ان کی طرف رخ کر لیا پھر فرمایا واہ واہ (یعنی بڑی خوشی و مسرت کی بات ہے) بنی مدلج کے ایک اعرابی پر کسریٰ کی قبا، پاجامہ، تلوار، پیٹی، تاج اور موزے ہیں، اے سراقہ بن مالک وہ دن بھی آئے گا کہ جب کسریٰ اور آل کسریٰ کے اس سامان میں سے کوئی چیز تمہارے بدن پر ہو تو یہ بات تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے باعث شرافت و اعزاز ہوگی، پھر فرمایا کہ اتار دو، میں نے اتار دیا، پھر فرمایا، اے اللہ! آپ نے یہ چیزیں اپنے نبی اور رسول کو عطا نہیں کیں حالانکہ وہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب اور عزیز تھے، حضرت ابو بکر کو بھی عطا نہیں فرمائیں حالانکہ وہ بھی آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و عزیز تھے لیکن مجھے عطا فرما دیں، اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ یہ چیزیں عطا فرما کر آپ مجھے کسی فریب میں مبتلا کر دیں، یہ فرما کر آپ رو پڑے یہاں تک کہ حاضرین کو آپ کے لئے رحم آنے لگا، پھر عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس کو فروخت کر کے شام سے پہلے پہلے تقسیم کر دینا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب کسریٰ کے کپڑے اور جواہرات پر قبضہ کر لیا تو آپ کے پاس اس کی تلوار لائی گئی جس کے ساتھ اور بہت سی تلواریں بھی تھیں، ان میں نعمان بن منذر کی تلوار بھی شامل تھی جو حیرہ پر کسریٰ کا گورنر تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے کسریٰ کی تلوار کو ایسا بنا دیا کہ اس سے نقصان ہوتا ہے نہ نفع پہنچتا ہے، پھر فرمایا کہ اس قوم نے اپنے امور سلطنت اپنے منتظم افراد کے سپرد کئے تھے پھر فرمایا کہ کسریٰ نے ان چیزوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سے غافل ہونے کے سوا کچھ نہیں کیا، بس اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس کو جمع کرتا رہا اور آگے کے لئے کچھ نہیں بھیجا، اگر وہ آگے کے لئے بھی بھیجتا اور ان کو اس کے موقع پر رکھتا تو یہ اس کے لئے مفید ہوتا۔

ایک مسلمان ابو بجید نافع بن الاسود اس معرکہ کے متعلق کہتا ہے:

(۱) ہم نے مدائن پر گھوڑوں کے ساتھ حملہ کیا جس کا سمندر و خشکی کے نزدیک منظر ہے۔

(۲) ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو حاصل کیا جس دن وہ پشت پھیر کر بھاگے اور ان کا ہر ساتھی بھی ان کے ساتھ گھومتا رہا۔

معرکہ جلولاء: ۔۔۔ جب کسریٰ یزدگرد (جو کسریٰ بن شہریار ہے) مدائن سے حلوان کی طرف بھاگ گیا تھا تو اس نے راستے میں مختلف شہروں سے جو لوگ اور فوجیں ملیں ان کا لشکر تیار کرنا شروع کر دیا، بہت سی خلقت اور شہسواروں کا جم غفیر اس کے پاس جمع ہو گیا، کسریٰ نے ان سب پر مہران کو امیر مقرر کیا اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جلولاء میں یہ لشکر چھوڑ کر خود حلوان چلا گیا، ان لوگوں نے اپنے اردگرد بہت بڑی خندق کھودی اور وہ اسلحہ اور آلات حصار کے ساتھ وہاں مقیم ہو گئے۔

۱۔ المنتظم فی التاریخ ۴/ ۲۱۲ ۔ و تاریخ الطبری ۴/ ۱۸ ۔ والکامل فی التاریخ : ۲/ ۳۶۲

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ آپ خود مدائن ہی میں قیام کریں اور اپنے بھتیجے ہاشم بن عتبہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے کسریٰ کی طرف بھیج دیں اور اس لشکر کے مقدمہ پر قعقاع بن عمرو، میمنہ پر سعد بن مالک، میسرہ پر ان کے بھائی عمر بن مالک اور ساقہ پر عمرو بن مرہ جہنی کو مقرر کر دیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور اپنے بھتیجے کے ساتھ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر روانہ کیا جو اشراف، سرداران عرب اور انصار و مہاجرین کے سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا یہ مدائن سے فراغت کے بعد اسی سال ماہ صفر کا واقعہ ہے یہ لشکر سفر کرتے کرتے جلولاء پہنچ گیا اور فارسی افواج جلولاء میں تھیں انہوں نے اپنے اردگرد خندق کھودی ہوئی تھیں، ہاشم بن عتبہ نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا وہ اپنے شہر سے ہر وقت قتال کے لیے نکلتے رہتے تھے ایسی جنگ کرتے کہ جس کی پہلے کبھی مثال نہیں ملتی، کسریٰ بھی ان کی کمک اور ان کے ساتھ مدد کر رہا تھا اور سعد بن ابی وقاص بھی اپنے بھتیجے کے لیے وقتاً فوقتاً کمک روانہ کرتے رہے، جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو گئی معاملہ سخت ہو گیا اور آگ بھڑک اٹھی، ہاشم بن عتبہ کئی مرتبہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا، انہیں قتال پر ابھارا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی ترغیب دی، فارسی افواج نے بھی باہم عہد و پیمان کیے اور آگ کی قسمیں کھائیں کہ وہ ہرگز نہیں بھاگیں گے، یہاں تک کہ عرب ختم ہو جائیں، جب آخری معرکہ ہوا اور فیصلہ کن دن آیا تو ان کے ابتدائی حصے میں وہ مسلمانوں سے ٹوٹ کر مقابلہ کیا اور ایک زبردست لڑائی کی کہ جس کی پہلے مثال نہ تھی، یہاں تک کہ طرفین کے تیر ختم ہو گئے اور نیزے ٹوٹ گئے اور وہ تلواروں اور طبرزینوں کی طرف بڑھے، پس دونوں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا، مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی، مجوسیوں کا ایک فرقہ چلا گیا، اس کی جگہ دوسرا آ گیا، آگے قعقاع بن عمرو مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے خوف زدہ ہو گئے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم بہت تھک چکے ہیں کچھ آرام کرنا چاہتے ہیں، قعقاع نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے اور تیزی سے ان کی تلاش کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، پس ان پر یکبارگی حملہ کر دو اور انہیں پریشان کر دو۔

پس قعقاع اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا، قعقاع نے سواروں، دلیروں اور جوانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑی بے جگری سے حملہ کیا، یہاں تک کہ خندق کے دروازے تک پہنچ گئے، رات کی تاریکی چھا چکی تھی، بیچ ایک دوسرے ادھر ادھر گھومنے لگے اور رات کی تاریکی سے بچنے کا انتظام کرنے لگے دلیروں اور بہادروں میں اس دن طلیحہ اسدی، عمرو بن معدی کرب، قیس بن مکشوح، حجر بن عدی بھی تھے، انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کے امیر قعقاع بن عمرو نے رات کی تاریکی میں کیا کارنامہ سر انجام دیا ہے اور نہ ہی انہیں پتا چلا مگر ایک منادی یہ آواز دے رہا تھا کہ اے مسلمانو! تم کہاں ہو؟ تمہارا امیر تو ان کی خندق کے دروازے پر ہے، مجوسیوں نے جب یہ سنا تو بھاگ گئے اور مسلمانوں نے قعقاع بن عمرو کی سمت حملہ کر دیا، وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قعقاع نے خندق کے دروازے پر قبضہ کیا ہوا ہے اور فارسی افواج ہر طرف بھاگ رہی تھیں، مسلمانوں نے انہیں ہر طرف سے قتل کرنا شروع کر دیا اور جگہ جگہ گھات لگا کر بیٹھ گئے، اس معرکے میں ایک لاکھ فارسی مقتول ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مقتولین سے زمین کو ڈھانپ دیا، اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام جلولاء پڑ گیا اور اتنا مال و اسباب، سونا، چاندی، ہتھیار وغیرہ حاصل ہوئے جس قدر مدائن سے حاصل ہوئے تھے۔

ہاشم بن عتبہ نے قعقاع بن عمرو کو شکست خوردہ لوگوں کے تعاقب میں بھیجا، وہ کسریٰ کے پیچھے روانہ ہوئے، قعقاع بن عمرو ان کے پیچھے گئے یہاں تک کہ مہران کو شکست خوردہ حالت میں پکڑ لیا اور قتل کر دیا اور فیرزان ان کے ہاتھ سے بچ گیا اور شکست کھا کر بھاگ نکلا، قعقاع بن عمرو نے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا اور انہیں ہاشم بن عتبہ کی طرف بھیج دیا اور مال غنیمت میں بہت سے چوپائے بھی ہاتھ لگے، ہاشم بن عتبہ نے مال غنیمت کو اپنے چچا سعد بن ابی وقاص کی خدمت میں روانہ کیا، سعد بن ابی وقاص نے معرکہ میں خصوصی جرأت دکھانے والوں کو بطور نفل انعام و اکرام سے نوازا اور بقیہ مال انہیں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ معرکہ جلولاء سے حاصل ہونے والا مال تین کروڑ تھا اور اس کا خمس چھ لاکھ تھا لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ہر سوار کو جلولاء کے معرکے سے وہی کچھ ملا تھا جتنا مدائن کے معرکے سے ان کے حصے میں آیا تھا یعنی ہر شہسوار کو بارہ ہزار اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر سوار کے حصے میں نو ہزار درہم اور نو ہزار چوپائے آئے، اس مال غنیمت کو وصول کرنے اور تقسیم کرنے کے منتظم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، پھر سعد بن ابی وقاص نے اس مال غنیمت اور چوپائے زیاد بن ابی سفیان، قضاعی بن عمرو اور ابو مقرن اسود کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا، جب یہ مال غنیمت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے زیاد بن ابی سفیان سے معرکہ کی کیفیت معلوم کی انہوں نے ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس کو بیان کیا کہ جس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تعجب میں ڈال دیا، آپ نے چاہا کہ عام مسلمان بھی یہ کارگزاری سنیں اس لئے آپ نے زیاد بن ابی سفیان سے پوچھا کہ جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ زیاد نے کہا کیوں نہیں اے امیر المومنین! میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے زیادہ بارعب اور پرہیبت کوئی نہیں تو دوسروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کرنے کا حوصلہ رکھوں گا، پس زیاد لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور معرکہ کی تفصیلات اچھائی کے ساتھ فصیح و بلیغ الفاظ میں بیان کیں کہ جتنے بھی آدمی قتل ہوئے، مال غنیمت ہاتھ آیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا یہ بڑا فصیح و بلیغ خطیب ہے، زیاد نے کہا کہ ہماری افواج نے اپنے کارناموں کے ساتھ ہماری زبانیں کھول دی ہیں۔

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ یہ مال کسی چھت کے نیچے نہ جائے گا یہاں تک کہ تقسیم ہو جائے، چنانچہ اسے بیت المال میں نہ ذخیرہ کیا جائے گا بلکہ مسجد میں ہی تقسیم کر دیا جائے گا، پس عبداللہ بن ارقم اور عبدالرحمن بن عوف نے مال کی حفاظت میں رات وہیں مسجد میں گزاری، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز سے فراغت پر طلوع شمس کے بعد لوگوں کے درمیان پہنچے تو حکم دیا کہ ان اموال سے چادریں ہٹائی جائیں جب یاقوت، زبرجد، موتی اور سونے چاندی کے ڈھیروں پر نظر پڑی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رو پڑے، عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ امیر المومنین! آپ کس بات پر رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم یہ تو مقام شکر ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب بھی اللہ تعالیٰ یہ چیزیں کسی قوم کو عطا کرتے ہیں تو ان کے درمیان آپس میں حسد اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور جب یہ بات پیدا ہوتی ہے تو ان کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے، اس کے بعد قادسیہ کے اموال کی طرح ان کو تقسیم کر دیا۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جلولاء کی فتح ذی القعدہ ۱۶ھ میں ہوئی، اور اس کی اور مدائن کی فتح کے درمیان نو ماہ کا عرصہ ہے۔ ابن جریر نے یہاں سیف بن عمر سے مضافات کی زمینوں اور ان کے خراج سے متعلق روایات کرتے ہوئے کلام کیا ہے لیکن اس کے ذکر کا موقع کتاب الاحکام ہے۔

ہاشم بن عتبہ نے جلولاء کے معرکے سے متعلق یہ اشعار کہے تھے:

(۱) معرکہ جلولاء، معرکہ رستم اور کوفہ پر چڑھائی کا دن
(۲) اور محرم کے دن کا پہلا دن جو ان کے درمیان گزر گئے تھے
(۳) ان سب نے میری کنپٹیوں کو سفید کر دیا ہے، وہ بلند ثغامہ کی سفیدی کی طرح سفید ہو گئی ہیں۔

ابو نجید نے یہ اشعار کہے

(۱) جلولاء کے معرکے میں ہمارے لشکروں نے تیز رو شیروں کو پیچھے دھکیل دیا
(۲) ہم نے فارسی افواج کو تتر بتر کر کے ان کا کام تمام کر دیا، ہلاکت ہو مجوسیوں کی جیسا کہ ان کے لئے ہلاکت ہے۔
(۳) البتہ فیرزان ایک بیابان ٹیلے کی آڑ میں ان سے بچ نکلا، لیکن مہران کو چٹیل میدان کی ٹوٹ پڑنے کے دن ہلاک کر دیا۔
(۴) انہوں نے ایسے گھر میں قیام کیا جو موت کے لئے وعدہ کی جگہ ہے، وہاں کی تیز اڑنے والے پرندے ان پر چکر لگاتے تھے۔

فتح حلوان کا تذکرہ(۱) ...... جب جلولاء کا معرکہ اختتام پذیر ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سعد بن ابی وقاص کے نام خط کے مطابق ہاشم بن عتبہ نے جلولاء میں قیام کیا اور قعقاع بن عمرو حلوان کی طرف پیش قدمی کر گئے تاکہ وہ مسلمانوں کے محافظ بن جائیں اور کسریٰ جہاں بھی بھاگے اس کے لئے وہیں گھات لگائے رہیں، وہ چلے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، انہوں نے جنگ کے امیر مہران رازی کو قتل کر دیا اور فیرزان ان کے ہاتھ سے بھاگ نکلا، جب فیرزان کسریٰ کے پاس پہنچا تو اسے جلولاء کے معرکہ کی تفصیلات اور جو کچھ اس کے بعد پیش آیا وہ بتایا، ایک لاکھ آدمی

---

(۱) المنتظم فی تاریخ ۳/ ۲۱۶، والکامل فی التاریخ ۲/ ۳۶۳

گئے قتل ہوئے نیز مہران کی گرفتاری اور قتل سب کچھ بیان کیا۔ کسریٰ یزدگرد حلوان سے رے کی طرف بھاگ گیا اور حلوان پر خسرو شنوم کو امیر بنایا گیا جب قعقاع بن عمرو اس کی طرف بڑھے اور خسرو شنوم بھی حلوان سے باہر میدان میں آپ کے مقابلے کے لئے نکلا دونوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ان کو فتح عطا فرمائی اور خسرو شنوم شکست کھا کر بھاگ گیا اور قعقاع بن عمرو حلوان کی طرف بڑھے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور لوگوں کو قیدی بنا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا اور وہاں قیام کیا اور اردگرد کے شہروں اور فصلوں پر جزیہ مقرر کیا۔ مسلمانوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے جزیہ کو قبول کیا قعقاع بن عمرو حلوان ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ روانہ ہو گئے تو قعقاع بن عمرو بھی ان کے پیچھے کوفہ چلے گئے جیسا کہ ہم عنقریب اسے بیان کریں گے۔

تکریت اور موصل کی فتح کا تذکرہ ...... جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدائن کی فتح سے فارغ ہو گئے تو انہیں اطلاع ملی کہ اہل موصل نے تکریت میں انطاق نامی شخص کو اپنا امیر بنا کر افواج جمع کی ہوئی ہیں پس سعد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جلولاء کے حالات وہاں فارسیوں کا اجتماع اور اہل موصل کا معاملہ لکھا اہل جلولاء کے متعلق تو تفصیلات ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں اور اہل موصل کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ان کی تکریت میں جمع شدہ افواج کے مقابلہ میں ایک لشکر روانہ کیا جائے اور عبداللہ بن معتم کو ان کا امیر مقرر کیا جائے اور ان کے مقدمہ پر ربعی بن افکل عنزی، میمنہ پر حارث بن حسان ذہلی، میسرہ پر فرات بن حیان عجلی، ساقہ پر ہانی بن قیس، اور شہسواروں پر عرفجہ بن ہرثمہ کو مقرر کیا جائے۔ پس عبداللہ بن معتم پانچ ہزار کا لشکر لے کر مدائن سے نکلے اور چار دن میں تکریت میں انطاق کے سامنے جا کر اترے ہمراہ روم اور شہارجہ کی ایک جماعت اور عرب کے عراقی قبائل ایاد، تغلب، نمر وغیرہ بھی آپ کے ساتھ آ ملے۔ پھر ان سب نے تکریت کا محاصرہ کر لیا یہ چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔

اس دوران چوبیس مرتبہ جنگ کی نوبت آئی ہر مرتبہ مسلمان ہی ان پر غالب آئے اور فارسی فوج شکست کھاتی رہی یہاں تک کہ ان کا پہلو کمزور پڑ گیا اور انہوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر فرار کا منصوبہ بنا لیا۔ عبداللہ بن معتم نے وہاں کے عرب لوگوں سے خط و کتابت کی اور انہیں اہل شہر کے خلاف اپنے ساتھ تعاون کے لئے دعوت دی۔ قاصد ان کی طرف سے قبولیت کا پیغام لائے، عبداللہ بن معتم نے انہیں لکھوایا کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اقرار کرو ان تمام باتوں کا جو وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ قاصد گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا کہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ عبداللہ بن معتم نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم سچے ہو تو جب ہم رات کے وقت تکبیر کہیں اور شہر پر حملہ کریں تو تم کشتیوں کے دروازے بند کر دینا اور اہل شہر کو ان میں داخل ہونے نہ دینا اور ان میں سے جس قدر ہو سکے قتل کر دینا۔ اس کے بعد عبداللہ اور ان کے اصحاب تیار ہو گئے، بیک آواز تکبیر کہی اور پھر یکبارگی شہر پر حملہ کر دیا اعراب نے بھی دوسری جانب سے حملہ کر دیا۔ اہل شہر یہ صورتحال دیکھ کر حیران رہ گئے اور دجلہ کی طرف جو دروازے تھے ان سے نکل کر بھاگنے شروع ہو گئے لیکن ایاد، تغلب اور نمر قبائل نے اس طرف انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔ عبداللہ بن معتم اور ان کے ساتھی دوسرے دروازوں سے شہر میں داخل ہو گئے اور تمام اہل شہر کو قتل کر دیا اور ایاد، تغلب اور نمر میں سے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے بس وہی اسلام لائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ جب تم تکریت پر غالب ہو جاؤ تو ربعی بن افکل کو حصنین یعنی موصل کی طرف بھیج دینا چنانچہ وہ اس حکم کے مطابق موصل کی طرف روانہ ہو گئے ان کے ساتھ بڑی فوج اور مجاہدوں کے دستے تھے آپ قبل اس کے کہ اہل موصل کو آپ کی آمد کی خبر ملے ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ اہل شہر نے صلح کر لی اور آپ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا جو وصول ہو گیا۔ پھر تکریت سے حاصل ہونے والے اموال کی تقسیم ہوئی، ہر گھوڑ سوار کو تین ہزار درہم اور پیادہ کو ایک ہزار درہم ملا۔ انہوں نے مال غنیمت کا خمس فرات بن حیان کے ہاتھ اور فتح کی خوشخبری حارث بن حسان کے ہاتھ بھیجی موصل کی جنگ کی نگرانی ربعی بن افکل اور دونوں کے خراج کی وصولی عرفجہ بن ہرثمہ کے سپرد ہوئی۔

ماسبذان کی فتح کا تذکرہ: جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آذین بن ہرمزان نے فارسیوں کی ایک فوج جمع کر رکھی ہے، آپ نے اس کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ ضرار بن خطاب کی سرکردگی میں ایک لشکر اس کے مقابلے کے لئے روانہ کرو، چنانچہ ضرار بن خطاب مدائن سے نکلے، ان کے مقدمہ پر ابن الہذیل الاسدی امیر تھے، یہ مقدمہ پہلے روانہ ہوئے اور ضرار بن خطاب کے پہنچنے سے پہلے ہی آذین اور اس کی فوج سے جا ٹکرائے، ابن الہذیل الاسدی نے تو ان کی فوج کے ایک حصے کو قتل کر دیا، آذین کو قید کر لیا، اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر ابن ہذیل کے حکم سے آذین کی گردن مار دی گئی، اور مسلمان شکست خوردوں کے تعاقب میں ماسبذان تک جا پہنچے، یہ ایک بہت بڑا شہر تھا، اس کو انہوں نے بزور بازو فتح کر لیا، اہل شہر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمانوں نے انہیں بلایا تو وہ واپس آ گئے، جو مسلمان نہ ہوئے ان پر آپ نے جزیہ مقرر کر دیا، اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ پہنچ گئے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

قرقیسیا اور ہیت کی فتح کا تذکرہ: ابن جریر کہتے ہیں کہ جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن آئے تو انہیں اطلاع ملی کہ اہل جزیرہ جو ابو عبیدہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے خلاف اہل حمص کی مدد کو گئے تھے، اور جزیرہ ان دنوں قیصر کے ماتحت تھا، اہل جزیرہ نے اپنی افواج ہیت شہر میں جمع کر رکھی تھیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھی انہوں نے جواب میں لکھا کہ عمر بن مالک بن عتبہ بن نوفل بن عبد مناف کی زیر قیادت ان کی طرف ایک لشکر روانہ کرو۔

چنانچہ عمر بن مالک اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیت کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ اہل شہر نے اپنی حفاظت کے لئے خندق کھود رکھی تھی، آپ نے ایک وقت تک ان کا محاصرہ کر لیا لیکن کامیابی نہ ہوئی، آپ نے ہیت کے محاصرہ پر حارث بن یزید کو نائب بنایا اور خود قرقیسیا کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے بزور بازو فتح کر لیا، اہل شہر جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے، آپ نے ہیت پیغام بھیجا تو حارث بن یزید کو لکھا کہ اگر اہل شہر مصالحت پر آمادہ ہوں تو ان کی خندق کے پیچھے ایک اور خندق کھودی جائے جس کے دروازے ان کی خندق کی طرف ہوں، جب اہل شہر کو اس کی اطلاع ملی تو وہ صلح پر رضامند ہو گئے۔

۱۶ھ۔ شیخ ابو محمد بن عبداللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سال ابو عبیدہ نے عمرو بن العاص کو ان کے یرموک کے معرکہ سے فراغت کے بعد قنسرین کی طرف بھیجا یا اہل حلب نے جزیہ دینے پر مصالحت کر لی، جبکہ قنسرین کے تمام علاقے بزور بازو فتح ہوئے اور اسی سال سروج اور الرھا عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابن الکلبی نے لکھا ہے کہ اسی سال ابو عبیدہ ایلیاء کی طرف چلے ان کے مقدمہ پر خالد بن ولید مقرر تھے، ان کا محاصرہ کر لیا گیا، تاآنکہ اہل ایلیاء نے اس شرط پر صلح کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بذات خود آ کر ان سے صلح کریں گے، ابو عبیدہ نے یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی، آپ تشریف لائے ان سے مصالحت کی اور پھر آپ مدینہ منورہ واپس ہو گئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس سے پچھلے سال کا واقعہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے چراگاہ بنائی، اسی سال ابو محجن ثقفی کو ان کے بیٹے سمیت ایک جزیرہ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفیہ بنت ابو عبید سے نکاح کیا، ابو عبید جو معرکہ جسر میں شہید ہوئے تھے اور اس معرکہ کے امیر تھے، یہ صفیہ مختار بن ابی عبید کی بہن ہیں جو بعد میں عراق کا گورنر بنا، صفیہ خود نہایت نیک و صالحہ تھیں لیکن ان کا بھائی کذاب تھا، اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ میں زید بن ثابت کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، اس سال مکہ میں عتاب بن اسید، شام میں ابو عبیدہ، عراق میں سعد بن ابی وقاص، طائف میں عثمان بن ابی العاص، یمن میں یعلی بن امیہ، یمامہ اور بحرین میں علاء بن الحضرمی، عمان میں حذیفہ بن محصن، بصرہ میں مغیرہ بن شعبہ، موصل میں ربعی بن افکل اور جزیرہ میں عیاض بن غنم آپ

---

۱ تاریخ الطبری [illegible]

لئے ہوئے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال یعنی ربیع الاول ۱۶ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی سن ہجری کا آغاز کیا اور سن ہجری مقرر کرنے والے سب سے پہلے آدمی آپ ہی تھے۔ اس کا سبب ہم نے سیرت عمر میں بیان کیا۔ جو واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی کا دوسرے آدمی سے قرض کا تحریری معاہدہ پیش کیا گیا اس میں ادائیگی کے لئے صرف ماہ شعبان لکھا ہوا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ شعبان؟ اس سال یا پچھلے سال کا یا آئندہ سال کا؟ پھر لوگوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے لئے کوئی ایسی چیز وضع کرو کہ جس کی مدد سے وہ اپنے قرضوں کی ادائیگی وغیرہ میں تاریخ کو پہچان سکیں۔ بعض نے رائے پیش کی کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں کے سبب سے تاریخ مقرر کرتے ہیں کہ جب کسی بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد آنے والے بادشاہ کی تخت نشینی سے ہی حساب و کتاب مقرر کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی کریں۔ لیکن اس رائے کو سب نے ناپسند کیا۔ بعض نے رائے دی کہ سکندر کے زمانے سے جو تاریخ ملک روم میں جاری و ساری ہے اختیار کر لی جائے لیکن اسے بھی رد کر دیا گیا کہ یہ بہت طویل سلسلہ ہے۔ بعض نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے تاریخ کا آغاز ہونا چاہئے۔ علی بن ابی طالب اور چند دیگر حضرات کی رائے یہ ہوئی کہ آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے تاریخ کو شروع کیا جائے۔ کیونکہ یہ ہر ایک کے لئے ظاہر اور واضح ہے بلکہ ولادت و بعثت سے بھی زیادہ واضح ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو نظر تحسین سے دیکھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے سال سے اسلامی سن کا آغاز فرمایا اور اسلامی سال محرم الحرام سے شروع قرار دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سہیلی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ سن ہجری کا آغاز ماہ ربیع الاول سے ہوا۔ کیونکہ اسی ماہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ جبکہ جمہور اس سال ماہ محرم سے آغاز کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ عربی سال کا پہلا مہینہ ہے اور یادداشت کے اعتبار سے بھی اسے بہتر ہے کہ اس کو آغاز قرار دیا جائے کی صورت میں آگے پیچھے دنوں کے اسی سال یعنی ۱۶ھ میں ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کا انتقال ہوا اور یہ واقدی ابن جریر اور دیگر مورخین کے قول کے مطابق اسی ماہ محرم میں ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور لوگوں کو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جمع کرتے رہے ماریہ قبطیہ کی تدفین بقیع میں ہوئی رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

ماریہ قبطیہ کو شاہ اسکندریہ جریج بن مینا نے دیگر تحائف اور ہدایا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا ان کے ساتھ ان کی بہن سیرین بھی تھیں جسے آپ ﷺ نے حسان بن ثابت کو ہبہ فرما دیا جس سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوئے کہا جاتا ہے کہ شاہ اسکندریہ نے ان دونوں کے ساتھ دو اور باندیاں بھی بھیجی تھیں لیکن یہ ہے کہ یہ دونوں بہنیں تھیں اور سیرین کی خالہ تھیں ان کے ساتھ ایک خصی غلام بھی بھیجا تھا اس کے علاوہ ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا بھی تھا اور ایک گدھا یہ سب ہجرت کے ۸ھ میں آئے تھے اور ماریہ قبطیہ کو رسول اللہ ﷺ نے محل قرار دیا جس سے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور ابھی اٹھارہ ماہ کے ہی تھے کہ وفات پا گئے آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً ایک سال پہلے کا واقعہ ہے آپ ﷺ کو ان کی وفات کا بڑا غم لاحق ہوا اور آپ اشکبار ہو گئے اور فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔ یہ قصہ ۱۰ھ کے واقعات میں پہلے گزر چکا ہے۔

ماریہ قبطیہ بڑی نیک اصلاح اور حسین و جمیل خاتون تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت، آپ کو بڑی محبوب اور پسندیدہ تھیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی کنیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مشابہ تھیں اس لئے کہ یہ دونوں ارض مصر سے تعلق رکھتی تھیں ایک نبی کریم ﷺ اور دوسری کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باندی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۷ھ کے اہم واقعات ... اسی سال ماہ محرم میں حضرت سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ منتقل ہو گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل مدائن کی آب و ہوا موافق نہ آئی ان کے رنگ تبدیل ہو گئے بدن کمزور پڑ گئے مدائن میں مکھیوں کی کثرت اور گرد و غبار بھی بہت تھا حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اہل عرب کو وہی جگہ راس آتی ہے جو ان کے اونٹوں کے موافق ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حذیفہ اور سلمان بن زیاد کو مسلمانوں کی قوم کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا یہ دونوں گئے

ان کا خط کوفہ کی زمین پر تھا اور سرخ ریت میں کنکر پڑے ہوئے تھے اہل زمین کی بستیاں تھیں بڑی بڑی محل سطح اور وہاں تین خانقاہیں تھیں ایک دیر حرقہ بنت نعمان کے نام سے دوسری ام عمرو اور تیسری سلسلہ کے نام سے علاوہ ان کے درمیان کوفہ کی شراب کی دکانیں تھیں یہ اقوال یہاں تک ہیں۔ علاوہ ازیں پھر ہر ایک نے یہ جانا گیا۔ نے اللہ اکبر آواز لگائی اور جن چیزوں کو آسمان نے زمانہ پر رکھا تھا اور زمین کو اور جن چیزوں کو جو زمین اٹھائے ہوئے تھا وہ ہوا کی اور وہ جن کو اپنے ذکر کی اجازت سے وہ جن پر نوبت ذکر کریں اور سعد اور جو تیرے ساتھ تھے اور شیاطین وہ جن کو تیرے ذکر کریں اور انگور کے خوشے اور جن کو یہ چھپا گیا ان سب کا رب ہے اے اللہ ہمارے لئے اس کوفہ شہر میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے جائے قرار بنا اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اس جگہ سے آگاہ کیا انہوں نے اس شہر کی حدود وخطوط متعین کرنے کا حکم دیا اور اس سال محرم الحرام میں کوفہ کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں تعمیر کرنے سے پہلے ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک زبردست تیر انداز کو تیر اندازی کا حکم دیا اس نے مسجد کے چاروں طرف تیر پھینکے جہاں جہاں اس کے تیر جا کر گرے وہاں وہاں لوگوں نے اپنے مکانات بنا لئے اور محراب کی سمت امارت رہنے کے لئے ایک عمارت تعمیر کی گئی پہلے اس کو سرکنڈوں سے بنایا گیا تھا لیکن وہ اسی سال آتش زدگی کا شکار ہو گئی اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اینٹوں کی عمارت اس شرط پر بنائی گئی کہ وہ اسراف سے کام نہیں لیں گے اور حد سے تجاوز نہ کریں گے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امراء اطراف کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ یہاں آ کر آباد ہوں اور آئے تو انہیں سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ٹھہرایا اور ان آبادکاری کے منتظم ابو الہیاج کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے مکانات تعمیر کروائیں اور بڑی سڑکیں چالیس گز اور چھوٹی سڑکیں تیس گز اور گلیاں سات سات گز چوڑی رکھیں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے بازار کے قریب ایک مکان تعمیر کیا گیا جب لوگوں کا شور شرابا زیادہ ہوتا تو آپ لوگوں کو ان سے منع کر دیتے اور دروازہ بند کروا دیتے اور فرماتے کہ شور ختم کیا جائے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ جب کوفہ پہنچیں تو لکڑیوں کو جمع کر کے چقماق سے آگ روشن کریں اور سعد کے مکان کا دروازہ جلا دیں اور فوراً لوٹ آئیں جب محمد بن مسلمہ کوفہ پہنچے تو انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا اس کے بعد سعد سے فرمایا کہ لوگوں پر دروازہ بند نہ کریں اور نہ اپنے دروازے پر دربان مقرر کریں جو لوگوں کو آنے جانے سے روکے سعد بن ابی وقاص نے تعمیل حکم پر قسم اٹھائی اور محمد بن مسلمہ کو بیت المال سے کچھ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا اور مدینہ واپس آ گئے اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تین سال تک کوفہ میں رہے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی کمزوری یا خیانت کے محض مصلحتاً انہیں معزول کر دیا۔

حمص میں رومیوں کا ابو عبیدہ کا محاصرہ کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام آنا...... یہ واقعہ اس طرح ہے کہ رومیوں کی ایک فوج نے ابو عبیدہ کا حمص میں گھیراؤ کرنے کا پختہ عزم کر لیا اور اہل جزیرہ اور وہاں کے لوگوں سے مدد طلب کی اور روانہ ہو گئے ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کی طرف پیغام بھیجا وہ بھی قنسرین سے آ گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی صورتحال سے آگاہ کیا اس کے بعد مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ رومیوں سے مقابلہ کیا جائے یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم آنے تک ہم شہر میں قلعہ بند ہو جائیں سب نے قلعہ بند ہونے کا مشورہ دیا سوائے خالد بن ولید کے۔ انہوں نے کہا باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے مگر ابو عبیدہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہیں کیا بلکہ قوم کی رائے کو قبول کرتے ہوئے قلعہ بند ہو گئے رومیوں نے آ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور شام کے تمام شہروں کے مسلمان اپنے اپنے شہروں کے علاقوں کے نظم ونسق میں مصروف تھے اگر وہ اسے چھوڑ کر حمص کا رخ کرتے تو پورے شام کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ لوگوں کو شام کے لئے تیار کریں اور جس دن خط پہنچے اسی دن قعقاع بن عمرو کی سرکردگی میں انہیں روانہ کر دیں یہ لوگ ابو عبیدہ کی امداد کے لئے حمص پہنچیں کیونکہ وہ وہاں محصور ہیں اور یہ بھی لکھا کہ ایک لشکر اہل جزیرہ کی طرف بھی بھیجیں اس لئے کہ انہوں نے ابو عبیدہ کے خلاف رومیوں کی مدد کی ہے چنانچہ یہ لشکر روانہ ہو گئے جزیرہ جانے والے لشکر کا امیر عیاض بن غنم مقرر کیا گیا یہ دونوں لشکر کوفہ سے ایک ساتھ نکلے قعقاع بن عمرو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ابو عبیدہ کی امداد کے لئے حمص روانہ ہو گئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود بھی ابو عبیدہ کی امداد کے لئے مدینہ سے نکلے اور جابیہ مقام تک پہنچ گئے اور ایک روایت کے مطابق مقام سرغ تک پہنچ گئے۔

ابن اسحاق اسی کے قائل ہیں اور یہی راجح ہے اور جب اہل جزیرہ حمص والوں کے ساتھ محاصرے میں شریک تھے ان کو یہ خبر ملی کہ ان کے شہروں میں اسلامی فوج گھس آئی ہے تو وہ اپنے شہروں کو بچانے کے لئے بھاگے اور رومیوں کو ساتھ چھوڑ دیا اور رومیوں کو جب یہ خبر ملی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے نائب کی مدد کے لئے خود آ رہے ہیں تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کو مشورہ دیا کہ اب باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے ابو عبیدہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، اور رومی بری طرح شکست کھا کر بھاگے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تک پہنچنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کمک کے ان تک پہنچنے سے تین رات پہلے یہ واقعہ ہوا ہے ابو عبیدہ نے جابیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری بھجوائی اور یہ بھی لکھا کہ کمک ان تک تین رات کے بعد پہنچی ہے اب آپ مال غنیمت کی تقسیم میں ان آنے والوں کو بھی شامل کریں یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا کہ ان کو شامل کیا جائے اس لئے کہ دشمن ان کے خوف کی وجہ سے ہی کمزور ہوا اور فرار ہوا ہے چنانچہ ابو عبیدہ نے ان کو بھی تقسیم میں شریک کر لیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل کوفہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ اپنے شہروں کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور دوسرے شہر والوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔

جزیرہ کی فتح ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال سیف بن عمر کے قول کے مطابق جزیرہ کی فتح ہوئی اور ابن جریر انہی کے قائل ہیں کہ یہ فتح ذی الحجہ ۱۷ھ میں ہوئی، ابن جریر نے اس فتح کے اس سال ہونے میں سیف بن عمر کی موافقت کی ہے جبکہ ابن اسحاق کا قول ہے کہ یہ فتح ۱۹ھ میں ہوئی، اس مہم پر عیاض بن غنم گئے تھے ان کے ساتھ عثمان بن ابی العاص، ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے عمر بن سعد اس وقت کمسن بچے تھے اس لئے کمان کی ذمہ داری ان کے سپرد نہ تھی عیاض بن غنم نے الرہا میں پڑاؤ ڈالا، اہل شہر نے جزیہ پر صلح کر لی حران نے بھی جزیہ پر مصالحت کی پھر ابو موسیٰ اشعری کو نصیبین کی طرف عمر بن سعد کو راس العین کی طرف روانہ کیا اور عیاض بن غنم خود دارا کی طرف روانہ ہو گئے یہ سارے علاقے ان کے ہاتھوں فتح ہو گئے اور عثمان بن ابی العاص کو آرمینیہ کی طرف بھیجا وہاں کچھ لڑائی پیش آئی جس میں صفوان بن معطل سلمی شہید ہوئے پھر اہل آرمینیہ نے بھی جزیہ پر صلح کر لی عثمان بن ابی العاص نے ہر گھر پر ایک دینار مقرر کر دیا۔

سیف بن عمر اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان آئے اور پیادہ چلتے ہوئے موصل تک پہنچ گئے پھر انہوں نے شہر کو عبور کر لیا یہاں تک کہ نصیبین پہنچ گئے اہل شہر نے صلح کر لی اور اہل رقہ کی طرح معاملہ کیا اور اہل جزیرہ کے عرب نصاریٰ کے سرداروں کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا انہوں نے ان سے فرمایا کہ تم جزیہ ادا کرو انہوں نے کہا کہ ہمیں وہ نام دیں جو عجم کو دیتے ہیں اللہ کی قسم اگر آپ نے ہم پر جزیہ مقرر کیا تو ہم سرزمین روم کی طرف چلے جائیں گے اور اللہ کی قسم آپ نے تو ہمیں عجم کے درمیان رسوا کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو خود رسوا کیا ہے تم نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور تم تو حقیر قوم ہو اللہ کی قسم ضرور بالضرور جزیہ ادا کرو گے اگر تم روم کی طرف بھاگے تو میں تمہارے پیچھے لشکر بھیجوں گا اور تمہیں قیدی بنا لوں گا، انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے وصول کر لیں لیکن اس کا نام جزیہ نہ رکھیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو جزیہ ہی ہے تم جو بھی کہو اس کا نام رکھو، حضرت علی بن ابی طالب نے کہا کیا سعد نے ان پر دوگنا مقرر نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں کیا اور کہا آپ نے ان کے لئے نرم گوشہ ظاہر کیا اور ان کے مطالبے پر راضی ہو گئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے اور محمد بن اسحاق کے قول کے مطابق مقام سرغ تک پہنچ گئے سیف بن عمر کہتے ہیں کہ جابیہ تک آئے، میں کہتا ہوں کہ زیادہ مشہور یہی ہے کہ مقام سرغ تک آئے اور امرائے لشکر یعنی ابو عبیدہ، یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید نے بھی آ کر آپ سے ملاقات کی اور بتلایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین سے شام جانے یا نہ جانے کے بارے میں مشورہ کیا انہوں نے آپس میں اختلاف کیا بعض کہنے لگے کہ آپ جب ایک کام کے لئے آئے ہیں تو اسے چھوڑ کر واپس نہ جائیں اور بعض کہنے لگے کہ ہم یہ کسی بھی طرح مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اس وبا پر پیش کر دیں گے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا ابو عبیدہ نے کہا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں ہم اللہ

ہی تقدیر سے تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ ہم اس کی مخالفت کی تقدیر الٰہی ذکر کا بھی تقدیر ہی کا حصہ ہے اور فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تم کسی وادی میں اترو اس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک۔ اگر تم سرسبز و شاداب جانب اترو تو بھی اللہ کی تقدیر پر نظر رکھتے ہوئے ایسا کرو گے اور اگر خشک جانب اترو تو بھی اللہ کی تقدیر ہی پر تمہاری نظر ہوگی۔ پھر فرمایا: اے ابو عبیدہ کاش! آپ کے سوا کوئی اور یہ بات کہتا۔

ابن اسحاق نے اپنی روایت میں جو کہ صحیح بخاری میں ہے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس وقت کسی کام کی وجہ سے غیر حاضر تھے جب وہ آئے اور یہ صورت دیکھی تو فرمایا کہ اس کے متعلق میرے پاس ایک علم کی بات ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم کسی سرزمین میں اس وباء کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ ہو اور وہیں یہ وباء پھیل جائے تو وہاں سے مت بھاگو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حدیث کے موافق ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کے ساتھ لوٹ گئے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے ان سے سفیان نے حبیب بن ابی ثابت سے، ان سے ابراہیم بن سعد نے ان سے سعد بن مالک، ابن ابی وقاص، خزیمہ بن ثابت اور اسامہ بن زید نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ طاعون عذاب ہے یا اس عذاب کا باقی ماندہ ہے جس کے ساتھ تم سے پہلے ایک قوم کو عذاب دیا گیا۔ جب یہ کسی ایسی زمین میں واقع ہو جائے جہاں تم ہو تو اس جگہ سے مت بھاگو اور جب تم سنو کہ کسی زمین میں یہ پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ۔ امام احمد نے اس کو یحییٰ بن سعید اور سعید بن مسیب کی سند سے بھی نقل کیا ہے یہ دونوں اسے سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ یہ وبا اس سال محرم میں شام میں پڑی تھی لیکن پھر جلدی ختم ہو گئی تھی۔ سیف کا قول ہے کہ یہ طاعون عمواس تھا جس میں بہت سے امراء اور سرکردہ لوگ شہید ہو گئے تھے لیکن یہ خیال درست نہیں اس لئے کہ طاعون عمواس اس سے آگے والے سال واقع ہوئی تھی جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے اور سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شہروں کا جائزہ لینے، امراء سے ملاقات کرنے اور ان کے نظم و نسق دیکھنے کا عزم فرمایا لیکن صحابہ کرام سے مشورہ میں اختلاف ہوا۔ بعض کا کہنا تھا کہ اس کی ابتداء عراق سے کی جائے اور بعض کا کہنا تھا کہ ابتداء ملک شام سے ہو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام سے آغاز کا اعلان فرمایا اس لئے کہ وہاں طاعون عمواس میں وفات پانے والے مسلمانوں کی میراث تقسیم کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ امرائے شام کے لئے یہ مسئلہ مشکل ہو گیا تھا اس لئے آپ نے وہاں کا عزم فرمایا اور اس بات کا تقاضا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شام آمد طاعون عمواس کے بعد ہوئی اور طاعون عمواس ۱۸ھ میں پڑا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور یہ آمد مقام سرغ تک آمد کے علاوہ ہے۔

سیف بن عمر ابو عثمان، ابو حارثہ اور ربیع بن نعمان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شام میں لوگوں کی موارث ضائع ہو رہی ہیں چنانچہ میں شام سے ابتداء کروں گا۔ وہاں کے متعلق جس پر میرا دل مطمئن ہوگا فیصلے کروں گا، پھر میں مختلف شہروں میں گشت کروں گا اور ان کو اپنے احکامات سے باخبر کروں گا۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں چار مرتبہ آئے، دو مرتبہ ۱۶ھ میں اور دو مرتبہ ۱۷ھ میں۔ پہلے سال شام میں داخل نہیں ہوئے اور دوسرے سال دونوں مرتبہ داخل ہو گئے۔ یہ روایت اس کی مقتضی ہے جو سیف بن عمر کے حوالے سے ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے کہ طاعون عمواس ۱۷ھ میں پڑا تھا لیکن محمد بن اسحاق، ابو معشر اور دیگر حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ۱۸ھ میں واقع ہوئی تھی اور اس میں ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور دیگر بڑے بڑے لوگ وفات پا گئے تھے، عنقریب ان شاء اللہ اس کی تفصیل بیان کروں گا۔

طاعون عمواس کے کچھ حالات اس طاعون میں ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور کچھ اور صحابہ نے وفات پائی۔ ابن جریر نے اس طاعون کا اسی سال میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن اسحاق شعبہ سے وہ مختار بن عبداللہ بجلی سے وہ طارق بن شہاب بجلی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت کوفہ میں اپنے مکان میں تشریف فرما تھے جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تو کوئی حرج نہیں اس مکان میں ایک آدمی کو

چنانچہ تم اسی وجہ سے مر گئے۔ بہرحال اگر تم اس شہر سے نکل جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں، لیکن تم اپنے شہروں کے نکلنے کی غرض سے اسی مقام کی طرف چلے جاؤ کہیں ایسا نہ کہ یہ ہلاکت ہو اور جس چیز کو ناپسند کیا جاتا ہے وہ اس سے عافیت میں ہو جاتی ہے اور جو شخص باہر نکل جائے تو اس کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ ٹھہرتا تو مر جاتا اور جو ٹھہر جائے اور مر جائے تو اس کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ باہر نکل جاتا تو بچ جاتا لیکن جب کسی مسلمان کو اس طرح کا خیال اور وہم نہ ہو تو اس کے لئے باہر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں، میں تمہیں اس کے بارے میں ایک خبر دیتا ہوں کہ میں طاعون عمواس والے سال شام میں ابو عبیدہ کے ساتھ تھا جب یہ طاعون شدت اختیار کر گیا اور اس کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے ابو عبیدہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے خط لکھا اس میں لکھا کہ تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو امابعد! مجھے آپ سے ایک کام ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق آپ سے براہ راست ملاقات کروں لہٰذا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جب میرا خط آپ کو پہنچے تو نیچے رکھنے سے پہلے میری طرف روانہ ہو جائیں۔ ابو عبیدہ سمجھ گئے کہ مجھے اس طاعون سے نکالنے کے لئے یہ تحریر بھیجا ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جواب لکھا کہ اے امیر المومنین! آپ کو مجھ سے جو کام ہے وہ میں جان چکا ہوں۔ میں مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوں اور انہیں چھوڑ کر آنے سے قاصر ہوں، میں ان سے جدا نہیں ہونا چاہتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم اور فیصلہ نافذ کر دے، پس اے امیر المومنین میرے بارے میں اپنا ارادہ ترک فرما دیجئے اور مجھے میرے لشکر میں رہنے دیجئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب خط پڑھا تو رو دیئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین کیا ابو عبیدہ وفات پا چکے ہیں؟ فرمایا نہیں، لیکن لگتا ہے عنقریب فوت ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ آپ نے لوگوں کو پست و تنگ زمین میں ٹھہرایا ہوا ہے آپ انہیں لے کر کسی بلند مقام پر منتقل ہو جائیے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جب ابو عبیدہ کے پاس یہ خط پہنچا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے ابو موسیٰ! یہ امیر المومنین کا خط ہے جو میرے پاس آیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، پس تم جاؤ اور لوگوں کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرو اور میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ پس میں وہاں سے لوٹ کر اپنے گھر پہنچا تاکہ سفری تیاری کروں وہاں دیکھا کہ میری بیوی اس بیماری کا شکار ہو کر فوت ہو چکی ہے میں واپس ابو عبیدہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میرے گھر ایک حادثہ ہو چکا ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ شاید تمہاری زوجہ فوت ہو گئی ہے میں نے کہا کہ ہاں، پھر ابو عبیدہ نے اپنا اونٹ لانے کا حکم دیا جب اس کی رکاب میں پاؤں داخل کیا تو آپ پر طاعون کا حملہ ہو گیا آپ نے فرمایا کہ مجھے طاعون کا مرض لاحق ہو گیا پھر آپ لوگوں کو لے کر چلے یہاں تک کہ جابیہ میں جا کر پڑاؤ کیا اور اس طرح لوگوں سے یہ وبا دور ہوئی۔ محمد بن اسحاق ابان بن صالح سے وہ شہر بن حوشب سے وہ رابہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب طاعون عمواس نے شدت اختیار کر لیا تو ابو عبیدہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری تمہارے لئے رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا ذریعہ ہے۔ ابو عبیدہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ابو عبیدہ کو اس میں سے اس کا حصہ عطا فرما، پھر انہیں یہ مرض لاحق ہو گیا اور ان کی وفات ہو گئی اور اپنے بعد معاذ بن جبل کو لوگوں پر اپنا نائب مقرر کر گئے، اس کے بعد معاذ بن جبل نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری تمہارے لئے رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا ذریعہ ہے، معاذ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ آل معاذ کو اس میں سے ان کا حصہ عطا فرما دیں، ان کے بیٹے عبدالرحمن کو یہ بیماری لاحق ہوئی اور ان کا انتقال ہو گیا، پھر معاذ بن جبل نے اپنے لئے دعا کی تو ان کی ہتھیلی میں بھی طاعون کی گلٹی نکل آئی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے پھر اسے چوم لیتے اور فرماتے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے لئے تیرے عوض دنیا کا کچھ مال ہوتا۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو عمرو بن العاص کو اپنا نائب مقرر کر گئے، عمرو بن العاص نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے۔ جو آگ کی طرح بھڑکتی اور پھیلتی ہے لہٰذا تم پہاڑوں کے ذریعے اس سے اپنا بچاؤ کرو۔ ابو واثلہ ہذلی نے ان سے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت ایسے وقت میں پائی جب تم میرے اس گدھے سے بھی بدتر تھے عمرو بن العاص نے کہا کہ میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن خدا کی قسم ہم یہاں قیام بھی نہیں کریں گے، پھر وہ نکل گئے ان کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی نکلے اور منتشر ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اس بیماری کو دور کر دیا جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے عمرو بن العاص کی رائے

کو ناپسند کیا تو اسے قبول نہیں کیا اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ ابو عبیدہ اور یزید بن ابی سفیان فوت ہو گئے ہیں تو دمشق اور اس کے خراج کا اور شرحبیل بن حسنہ کو اردن اور اس کے خراج کا امیر مقرر کر دیا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ طاعون عمواس محرم و صفر میں واقع ہوا اور یہ کہ اس کی مثال نہیں ملتی اور طول پکڑ گیا اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے یہاں تک کہ دشمن طمع کرنے لگے اور مسلمان ان سے خوف کھانے لگے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد شام میں آئے تھے اور مرنے والوں کی میراث کو تقسیم کیا اس لئے کہ یہ معاملہ امراء کے لئے مشکل بن گیا تھا لوگوں کے دل آپ کے آنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور دشمن ہر طرف ناکام و نامراد ہو گئے۔

سیف بن عمر عام کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جب آپ نے اس سال ذوالحجہ میں مدینہ واپسی کا قصد کیا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ خبردار سنو! مجھے تمہارے امور سلطنت کا والی بنایا گیا تھا اور جن امور و معاملات کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ذمہ دار بنایا تھا ان سب کو میں نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے ہم نے تمہارے درمیان تمہارے فئی تمہارے مکانات اور تمہاری جنگی مہمات پھیلا دی ہیں، جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ پہنچا دیا ہے ہم نے تمہارے لئے لشکر ترتیب دیے تمہاری سرحدی بندی کے اسباب مہیا کئے تمہارے ٹھکانے بنائے اور شام کے ان علاقوں تک تمہاری رسائی کروائی جہاں جہاں تم نے قتال کیا تھا بلکہ تمہارے لئے وسعت پیدا کر دی گئی تمہارے کھانوں کے نام سے تمہارے لئے عطایا اور ارزاق اور غنائم کے ٹکڑے جاری کئے، پس جو شخص کسی امر کو جانتا ہو اور اس پر عمل کرنا مناسب سمجھتا ہو وہ ہمیں بتائے ہم ان شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اس پر عمل کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا لوگوں نے کہا کہ کاش آپ حضرت بلال کو اذان کا حکم دیں تو آپ نے انہیں حکم دیا انہوں نے اذان دی تو کوئی شخص باقی نہیں رہا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کی اذان سنی ہو وہ نہ رویا ہو حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ روئے اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا وہ ان کے رونے اور آپ ﷺ کی یاد آنے کی وجہ سے وہ بھی رو دیئے۔

ابن جریر نے سیف بن عمر کے حوالے سے اس سال پیش آنے والے واقعات میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو ایک خط بھیجا اس لئے کہ وہ حمام میں داخل ہوئے اور چونا لگانے کے بعد شراب میں ملا ہوا زرد رنگ جسم پر استعمال کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں لکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے گناہ کے ظاہر و باطن کو حرام کیا ہے اسی طرح اس نے شراب کے ظاہر و باطن کو بھی حرام کیا ہے لہٰذا شراب کو چھونا بھی حرام ہے پس تم شراب کو نہ چھوا کرو اس لئے کہ وہ نجس ہے اگر آپ ایسا کرتے رہے تو جواب دیں کیا کریں گے خالد بن ولید نے جواب میں لکھا کہ ہم اس شے کو باقی نہیں رکھتے ہم استعمال کرتے ہیں پھر وہ شراب نہیں رہتی بلکہ دھونے کی ایک چیز بن جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر لکھا کہ میرا خیال ہے کہ آل مغیرہ کو بدسلوکی کے ساتھ آزمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر موت نہ دے، اس جواب پر خالد بن ولید ایسا کرنے سے رک گئے۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ اس سال اہل بصرہ بھی طاعون کی لپیٹ میں آئے جس میں بہت سے لوگ فوت ہو گئے، کہتے ہیں کہ حارث بن ہشام اپنے ستر کے ستر آدمیوں کے ساتھ شام گئے تھے اور ان میں سے صرف چار آدمی واپس آئے۔

مہاجر بن خالد نے اس کے متعلق کہا:

(۱) جو شخص شام میں سکونت اختیار کرتا ہے تو اسے اس کا گھر بے سہارا کر دیتا ہے اگر شام نے فنا نہ بھی کیا تو فنا کرنے والا ضرور دیتا ہے۔
(۲) ان کے بیٹوں میں سے ہر ایک کو قتل کر دیا، ہم کس طرح بدلہ لے، ان کا تعاقب نہیں کیا۔
(۳) ان کے چچا زاد بھائی رشتے سے بھی مقبول (معزز) ہونے والے اس قسم کے واقعات سے تعجب کرنے والا تعجب کرتا ہے۔
(۴) ان کی اموات مجھ پر نازل ہونے والی طاعون سے ہوئیں۔ اگر تب تقدیر نے اور سے کئی بات لکھی تھی۔

قنسرین سے خالد بن ولید کی معزولی: ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال خالد بن ولید اور عیاض بن غنم نے رومیوں کے علاقوں میں شب خون مارے اور بڑی مقدار میں اموال حاصل کئے اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ سیف بن عمر کے طریق سے ابو حارثہ اور ابو عثمان، ربیع اور ابو مجالد سے مروی ہے کہ جب خالد بن ولید واپس آئے تو ان کے ساتھ موسم گرما کے بہت سے جنگی اموال تھے۔ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے عطایا اور انعام طلب کرنے لگے ان میں اشعث بن قیس بھی تھے خالد بن ولید نے انہیں دس ہزار درہم سے نوازا۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ وہ خالد بن ولید کو اپنے سامنے کھڑا کریں ان کا عمامہ کھولیں اور ان کی ٹوپی اتار دیں اور عمامہ کے ساتھ باندھ دیں اور ان سے دس ہزار درہم کے بارے میں سوال کریں اگر انہوں نے اشعث کو اپنے ذاتی مال سے دیئے ہیں تو یہ اسراف ہے اور اگر مال غنیمت سے دیئے ہیں تو یہ خیانت ہے پھر آپ انہیں ان کی عملداری سے معزول کر دیں۔

ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو طلب کیا اور خود منبر پر تشریف فرما ہوئے، خالد بن ولید کو اپنے سامنے کھڑا کیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور خالد بن ولید کے ساتھ وہی کارروائی کی جس کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا، ابو عبیدہ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور کوئی بات نہ فرمائی، پھر منبر سے نیچے اترے اور خالد بن ولید سے معذرت کی کہ اب شام میں کوئی عمل دخل یا اختیار نہیں۔ خالد بن ولید نے ان کی معذرت کو قبول کیا اور جان گئے کہ اب شام میں ان کا کوئی ادارہ یا حصہ باقی نہیں پھر خالد بن ولید قنسرین پہنچے اہل شہر سے خطاب کیا اور انہیں الوداع کہہ کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے وہاں بھی اہل حمص سے خطاب کیا اور انہیں الوداع کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب خالد بن ولید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

تم نے ایک ایسا کام کیا جو کسی نے بھی نہ کیا تھا
وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے

پھر پوچھا کہ یہ مال و دولت کہاں سے آئی جس میں سے تم نے دس ہزار درہم دیئے تھے؟ خالد بن ولید نے جواب دیا کہ غنائم اور ان کے حصوں سے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ساٹھ ہزار سے زائد ہو وہ تمہارے لئے ہے، پھر ان کے اموال اور سامان کی قیمت لگوائی اور بیس ہزار درہم ان سے وصول کر لئے اور فرمایا کہ تم میرے نزدیک قابل تکریم اور مجھے محبوب ہو لیکن آج کے بعد میری طرف سے کسی جگہ کے عامل نہ ہو گے۔

سیف بن عمر عبداللہ سے وہ مستورد سے وہ اپنے والد سے اور وہ عدی بن سہیل سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں کو لکھا کہ میں نے خالد بن ولید کو کسی ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے کہ لوگ ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑ رہے تھے میں نے چاہا کہ لوگ جان لیں کہ صرف اللہ ہی کرنے والا ہے پھر سیف نے مبشر سے اور انہوں نے سالم سے نقل کیا ہے کہ جب خالد بن ولید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے پھر اسی طرح کی روایت بیان کی۔ واقدی کہتے ہیں کہ اس سال رجب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرہ کیا اور مسجد حرام میں کچھ تعمیری کام کیا اور حرم میں جو علامات تھیں ان کی از سر نو تجدید کا حکم دیا اور یہ خدمت مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عبدعوف، حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع کے سپرد کی۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد سے ان کے دادا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عام میں مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لئے آئے، جب وہ راستے میں ایک جگہ سے گزرے تو پانی کی خدمت والوں نے آپ سے بات چیت کی کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکانات بنا لئے جائیں جو پہلے ان کے درمیان نہ تھے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی اور شرط لگائی کہ مسافر سائے اور پانی کا زیادہ حقدار ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے تھیں اور ذوالقعدہ میں رخصتی ہوئی ہم نے سیرت عمر اور مسند عمر میں اس نکاح کی تفصیلات بیان کی ہیں، آپ نے چالیس ہزار درہم ان کا مہر مقرر کیا اور فرمایا کہ میں نے یہ نکاح اس لئے کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر قرابت داری اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا لیکن میری قرابت اور نسب منقطع نہیں ہو گا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا والی بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو میرے پاس بھیج دیں اس

لئے کہ ان کے خلاف ابوبکرہ، شبل بن معبد بجلی، نافع بن حارث اور زیاد نے گواہی دی ہے۔

مغیرہ بن شعبہ کے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو عامر بن صعصعہ یا بنو ہلال کی ایک عورت تھی جس کا نام ام جمیل بنت افقم تھا اس کا شوہر جو کہ بنو ثقیف سے تھا کا انتقال ہو چکا تھا یہ عورت امراء اور اشراف کی عورتوں کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ مغیرہ بن شعبہ جو کہ بصرہ کے امیر تھے ان کے گھر بھی آتی جاتی تھی۔ مغیرہ بن شعبہ کا مکان ابوبکرہ کے مکان کے سامنے تھا اور ان کے درمیان راستہ تھا اور دونوں گھروں میں آمنے سامنے روشن دان تھے مغیرہ بن شعبہ اور ابوبکرہ میں کچھ رنجش رہتی تھی ایک مرتبہ ابوبکرہ اپنے مکان میں بیٹھے کچھ لوگوں کے ساتھ اشراف کے بارے میں باہم گفتگو کر رہے تھے اچانک ہوا کے جھونکے سے روشن دان کا پٹ کھل گیا ابوبکرہ اسے بند کرنے کے لئے اٹھے ابوبکرہ کی اس طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ ایک عورت کے سینے اور ٹانگوں کے درمیان بیٹھے ہیں اور اس سے صحبت کر رہے ہیں ابوبکرہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا آؤ اور اپنے امیر کو دیکھو وہ ام جمیل سے زنا کر رہے ہیں لوگ کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ وہ ایک عورت سے صحبت کر رہے ہیں انہوں نے ابوبکرہ سے کہا آپ کیسے کہتے ہیں کہ یہ ام جمیل ہے حالانکہ دونوں کے سر دوسری طرف ہیں ابوبکرہ نے کہا انتظار کرو جب وہ دونوں فارغ ہو گئے تو عورت کھڑی ہوئی ابوبکرہ نے کہا کہ یہ ام جمیل ہے پس ان سب نے اپنے خیال کے مطابق اسے پہچان لیا اس کے بعد جب مغیرہ بن شعبہ غسل کر کے نکلے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو ابوبکرہ نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا اور یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ دیا انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کا امیر مقرر کیا اور مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر دیا ابوموسیٰ اشعری روانہ ہو گئے اور مقام مربد میں جا کر اترے مغیرہ بن شعبہ کو ان کے آنے کی خبر ملی تو کہا کہ اللہ کی قسم ابوموسیٰ تجارت کرنے اور ملاقات کے لئے یا امیر بن کر آئے ہیں پھر ابوموسیٰ اشعری لوگوں کے پاس پہنچے اور مغیرہ بن شعبہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط دیا جو نہایت مختصر تھا اس میں لکھا تھا کہ اما بعد! مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑی خبر ملی ہے میں ابوموسیٰ اشعری کو امیر بنا کر بھیج رہا ہوں جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے وہ ان کے حوالہ کر دیجئے اور جلد از جلد میرے پاس پہنچ جائیے اور اہل بصرہ کے نام لکھا کہ میں نے ابوموسیٰ اشعری کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے تاکہ وہ تمہارے قوی لوگوں سے کمزوروں کے لئے وصول کریں تمہارے دشمنوں سے قتال کریں تمہارے دین (قرض) ادا کریں تمہارے لئے خراج کو اکٹھا کریں اور تمہارے درمیان تقسیم کریں۔

مغیرہ بن شعبہ نے طائف کی ایک باندی جس کا نام عقیلہ تھا ابوموسیٰ اشعری کو ہدیہ میں پیش کی وہ نوجوان اور نہایت حسین تھی اور کہا کہ اسے میں نے آپ کے لئے پسند کیا ہے اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اور وہ لوگ جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی تھی سب روانہ ہو گئے گواہی دینے والے ابوبکرہ، نافع بن کلدہ، زیاد بن امیہ اور شبل بن معبد بجلی تھے جب یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں اور مغیرہ کو جمع کیا مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ ان لوگوں سے پوچھئے کہ انہوں نے مجھے کیسے دیکھا؟ میں ان کی طرف چہرہ کئے ہوئے تھا یا پشت؟ اور عورت کو کیسے دیکھا اور کیسے پہچانا؟ اگر یہ لوگ میرے سامنے تھے تو مجھ سے پردہ کیسے کیا؟ اور اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی اور وہ ام جمیل کے مشابہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ سے شہادت لینے کا آغاز کیا انہوں نے شہادت دی کہ میں نے انہیں ام جمیل کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا ہے اور وہ اس کے ساتھ اس طرح دخول و خروج کر رہے تھے جس طرح سرمہ دانی میں اس کی سلائی داخل اور خارج ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے ان دونوں کو کیسے دیکھا؟ ابوبکرہ نے کہا کہ یہ دونوں میری طرف پشت کئے ہوئے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے عورت کے سر کو کیسے پہچانا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے غور سے تجسس سے کام لے کر معلوم کیا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شبل بن معبد کو بلایا انہوں نے بھی ابوبکرہ کی مثل بیان دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے انہیں سامنے سے دیکھا یا پشت کی طرف سے؟ شبل بن معبد نے کہا کہ سامنے کی طرف سے۔ اس کے بعد نافع بن کلدہ نے شہادت دی اور ابوبکرہ کی مثل بیان دیا اس کے بعد زیاد بن امیہ آئے لیکن انہوں نے ان تینوں کی مثل شہادت نہیں دی بلکہ کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ایک عورت کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا اور دو خضاب لگے پاؤں ہلتے ہوئے دیکھے اور دو سرین کھلی حالت میں دیکھیں اور میں نے ہانپنے کی زوردار آواز سنی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس طرح دیکھا کہ جس طرح سرمہ دانی میں اس کی سلائی غائب ہوتی ہے؟ زیاد بن امیہ نے کہا کہ نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم نے عورت کو پہچان لیا تھا؟ زیاد بن امیہ نے کہا کہ نہیں البتہ وہ ام جمیل سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ ایک طرف ہٹ جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے تکبیر بھی کہی تھی

پھر ان تینوں (ابوبکرہ، نافع بن کلدہ و شبل بن معبد) کے بارے میں حد قذف کا حکم صادر فرمایا، جن تینوں کو کوڑے لگائے گئے اور آپ اس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

وہ اگر گواہ پورے نہیں لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہ جھوٹے ہوں گے (سورۃ نور آیت ۱۳)

اس کارروائی کے بعد مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آپ مجھے ان غلاموں سے شفاء عطا فرمائیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاموش رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو چھید دے اللہ کی قسم اگر شہادت مکمل ہو جاتی تو ہم تمہیں پتھروں سے سنگسار کر دیتے۔

اہواز، مناذر اور نہر تیری کی فتح[1] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ فتوحات اس سال ہوئیں، اور ایک قول یہ ہے کہ ۱۶ھ میں ہوئیں اور ابن جریر نے سیف بن عمر کے طریق سے ان کے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ہرمزان جو قادسیہ کے معرکہ میں فرار ہو گیا تھا وہ ان شہروں پر قابض ہو گیا تھا، پس ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ سے اور عتبہ بن غزوان نے کوفہ سے اس کے ساتھ قتال کے لئے دو لشکر تیار کئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور انہوں نے دجلہ سے دجیل تک کا درمیانی علاقہ ہرمزان سے لے لیا اور اس کے لشکر میں سے جس چیز پر چاہا مال غنیمت بنایا اور جس کو چاہا قتل کر دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر ہرمزان نے معاہدہ کا اختیار کیا اور بقیہ شہروں کے بارے میں صلح کی درخواست کی۔

مسلمانوں نے اس بارے میں عتبہ بن غزوان سے مشورہ کیا اور پھر اس سے صلح کر لی اور مال غنیمت کا خمس اور فتح کی بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دی اور اس کے لئے باقاعدہ ایک وفد روانہ کیا جس میں احنف بن قیس بھی شامل تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور احنف بن قیس نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہاں بڑی قدر و منزلت حاصل کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو ایک خط لکھا جس میں انہیں احنف بن قیس سے مشورہ اور ان کی رائے سے استفادہ کرنے کی وصیت فرمائی، ہرمزان نے اس کے بعد اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور کردوں کے ایک گروہ سے طالب مدد ہوا، اس کے نفس نے اسے دھوکے میں مبتلا کیے رکھا اور شیطان نے اس کے عمل کو اس کی نظر میں اچھا کر کے پیش کیا، پس مسلمان اس سے مقابلے کے لئے نکلے اور اس پر غلبہ حاصل کر لیا اس کے لشکر میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور اس کی بڑی تعداد اس جنگ میں مقتول ہوئی اور مسلمانوں نے اس سے تستر تک تمام شہر چھین لئے اور سوس بھی چھین لئے اور ہرمزان تستر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور اس کی خوشخبری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھجوا دی گئی۔

اسود بن سریع صحابی نے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے:

(۱)..... تیری عمر کی قسم! ہمارے باپ کے بیٹوں نے ضائع نہیں کیا بلکہ اطاعت کرنے والوں کی حفاظت کی۔
(۲)..... انہوں نے اپنے رب کی اطاعت کی اور ایک قوم نے اس کی نافرمانی کی اور نافرمانی کرنے والوں نے اس کے حکم کو ضائع کر دیا۔
(۳)..... وہ مجوسی ہیں جنہیں کوئی کتاب نہیں روکتی، مسلمانوں نے ایک گھوڑ سوار دستے سے مقابلہ کیا جس میں بجیلی تھے
(۴)..... اور ہرمزان ایک گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا وہ گھوڑا بڑا تیز رفتار تھا جیسے سب پا گئے تھے۔
(۵)..... اھواز کیا ہی اچھا ہے کہ وہاں خواہ مخواہ چھوڑ دیا گیا یہ حمر کی فتح کا واقعہ ہے جب موسم بہار کی گھاس اگی ہوئی تھی۔

اور حرقوص بن زہیر سعدی صحابی نے یہ اشعار کہے:

(۱) ہم ہرمزان کے شہروں پر غالب آ گئے اور ان شہروں کے ہر طرف ذخائر بکھرے ہوئے تھے۔
(۲)..... ان شہروں کے بحر و بر برابر ہو جاتے ہیں جب ان کی طرف جنگل سے آتی ہیں۔
(۳) ان کے سمندر کے کناروں کا دار، مسلسل ندیاں بہتی رہتی ہیں۔

تستر کی پہلی فتح بطریق صلح[2] ..... ابن جریر کہتے ہیں کہ یہ فتح اس سال میں ہوئی سیف بن عمر کا قول اور روایت یہی ہے اور دیگر

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۲، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۷۱
[2] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۶، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۸۲

مؤرخین کہتے ہیں ۱۷ھ میں ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ۱۸ھ میں ہوئی۔ پھر ابن جریر نے اس کی فتح کا سیف بن عمر کے طریق سے محمد، طلحہ، مہلب اور عمرو کے حوالے سے اس طرح بیان کیا کہ جب حرقوص بن زہیر نے اہواز کی منڈی فتح کر لی اور ہرمزان بھاگ کر رامہرمز کی طرف چلا گیا تو آپ نے جزء بن معاویہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ جزء بن معاویہ مسلسل اس کے تعاقب میں رہے یہاں تک کہ ہرمزان رامہرمز تک جا پہنچا اور وہاں کے شہروں میں سے کسی شہر میں قلعہ بند ہو گیا۔ جزء بن معاویہ اس کی تلاش سے عاجز ہو گئے لیکن جزء بن معاویہ نے اہل دورق کے شہر پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ مقرر کر دیا اور غیر آباد زمینوں کو آباد کیا اور نہر اور بنجر زمینوں کی طرف نہریں نکالیں جس کی وجہ سے تمام زمین آباد اور قابل کاشت ہو گئی۔ جب ہرمزان نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پڑاؤ کی وجہ سے خود اس کے شہر اس کے لئے تنگ ہو گئے تو اس نے جزء بن معاویہ سے صلح کی درخواست کی انہوں نے اس کے بارے میں حرقوص بن زہیر کو لکھا انہوں نے عتبہ بن غزوان کو اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ رامہرمز، تستر، جندی سابور اور ان کے ساتھ دیگر شہروں پر صلح کر لی جائے چنانچہ اس خط کے مطابق صلح واقع ہو گئی۔

بحرین کی سمت سے ملک فارس میں ایک معرکہ کا ذکر ...... اس کی تفصیلات بھی اسی طرح ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علاء بن حضرمی بحرین کے امیر تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ قدامہ بن مظعون کو امیر مقرر کیا لیکن پھر علاء بن حضرمی کو دوبارہ وہاں کا امیر بنا دیا۔

علاء بن حضرمی حضرت سعد بن ابی وقاص سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے جب سعد نے قادسیہ فتح کیا اور کسریٰ کو اس کے محلات سے دور کر دیا اور سرحدات کے متصل سواد پر قبضہ کر لیا اور جو کامیابیاں بحرین کی سمت سے علاء بن حضرمی حاصل کر رہے تھے اس سے بڑی کامیابی حاصل کر لی اس طرح سعد نے ایک بلند مقام حاصل کر لیا علاء بن حضرمی نے بھی چاہا کہ وہ بھی فارس میں کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں کہ جو سعد بن ابی وقاص کے کارنامے کی مثال بن جائے لہٰذا انہوں نے جنگ کے لئے لوگوں کو تیار کرنا شروع کیا اہل بحرین نے لبیک کہا اور تیار ہو گئے۔ علاء بن حضرمی نے ان کے کئی دستے بنا دیئے ایک دستہ پر جارود بن معلی کو دوسرے پر سوار بن ہمام کو تیسرے پر خلید بن منذر ساوی کو مقرر کیا خلید پوری جماعت کے امیر بھی تھے علاء بن حضرمی نے انہیں سمندر میں فارس کی طرف روانہ کر دیا یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر تھا لہٰذا انہوں نے اس پر بڑی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمندر میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے نہ بھیجا تھا بہرحال اس لشکر نے سمندر عبور کر لیا اور اصطخر کے قریب جا کر باہر نکلے اہل فارس ان کے اور ان کی کشتیوں کے درمیان حائل ہو گئے پس خلید بن منذر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے یہ کارروائی کر کے تم سے جنگ کا ارادہ کیا ہے اور تم بھی ان سے جنگ کے لئے ہی آئے ہو لہٰذا تم اللہ سے مدد مانگو اور ان پر حملہ کر دو یہ زمین اور کشتیاں اس کی ہوں گی جو غالب آئے گا اور تم صبر اور نماز کے ذریعے اللہ سے مدد طلب کرو۔ بے شک یہ نماز خاشعین کے علاوہ دوسروں پر بڑی بھاری ہے۔ مسلمانوں نے آمادگی کا اظہار کیا ظہر کی نماز پڑھی پھر حملہ کر دیا اور طاؤس مقام پر ان سے شدید قتال کیا خلید نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ پیادہ ہو جائیں پس مسلمان پیادہ ہو گئے اور ڈٹ کر جنگ کی یہاں تک کہ فتح یاب ہو گئے اور دشمنوں کو اتنی تعداد میں قتل کیا کہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد ان کی قتل نہ ہوئی تھی پھر وہ بصرہ کی طرف بھاگ جانے کے ارادہ سے نکلے لیکن ان کی کشتیوں کو غرق کر دیا اور سمندر میں انہوں نے کشتی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ پایا اور انہوں نے شہرک کو دیکھا کہ اس نے اہل اصطخر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ناکہ بندی کر لی ہے چنانچہ انہوں نے وہیں پڑاؤ کر لیا اور اسی طرح رہتے ہوئے دشمن سے محفوظ ہو گئے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علاء بن حضرمی کی اس کارروائی کی اطلاع ملی تو آپ نہایت غضبناک ہوئے اور انہیں معزول کر دیا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور انہیں اس بات کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم سعد بن ابی وقاص کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ رہو پس علاء بن حضرمی سعد بن ابی وقاص کے پاس چلے گئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ علاء بن حضرمی نے ایک لشکر روانہ کیا تھا کہ اہل فارس کی جاگیریں دیکھیں اور میری نافرمانی کی میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس اقدام سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد نہیں کیا اس لئے مجھے خوف ہے کہ

اگر ان کی اللہ کی طرف سے مدد و نصرت نہ ہوئی تو وہ مغلوب ہو جائیں گے اور دشمن کے نرغے میں آجائیں گے لہٰذا لوگوں کو تیار کرو اور اپنے ساتھ شامل کر کے ان کی مدد کو پہنچ جاؤ۔ عتبہ بن غزوان نے لوگوں کو تیار کیا اور انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط سے آگاہ کیا تو بہادروں کی ایک جماعت تیار ہو گئی جس میں ہاشم بن ابی وقاص، عاصم بن عمرو، عرفجہ بن ہرثمہ، حذیفہ بن محصن، احنف بن قیس وغیرہ بھی شامل تھے، یہ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان کے امیر ابو سبرہ بن ابی رہم تھے یہ لوگ خچروں پر سوار ہو کر گھوڑوں کو ساتھ لیے ہوئے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کسی سے مڈبھیڑ کے بغیر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں علاء بن حضرمی کے مقابلہ میں اہل فارس کے لشکر کا محاصرہ ہوا تھا اس جگہ کا نام طاؤس تھا وہاں اس وقت صورتحال یہ تھی کہ خلید بن منذر اور ان کے ساتھی چاروں طرف سے دشمن کے محاصرے میں تھے، ہر طرف کی اقوام نے ان کے خلاف باہم اتفاق کر لیا تھا مشرکین کی امداد و کمک مکمل ہو چکی تھی صرف جنگ کا مرحلہ باقی تھا مسلمانوں کا یہ لشکر بڑی ضرورت کے موقع پر پہنچا اور آتے ہی مشرکین کے ساتھ قتال شروع ہو گیا ابو سبرہ نے مشرکین کو بہت بری شکست سے دوچار کیا ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیے اور ان کے اموال چھین لیے جو بہت زیادہ تھے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کو ان کے تنگ محاصرے سے آزاد کرا دیا، اسلام اور اہل اسلام کو عزت دلائی، شرک کو ذلیل اور رسوا کیا اور پھر عتبہ بن غزوان کی طرف لوٹ کر چلے گئے وللہ الحمد والمنۃ۔

جب عتبہ بن غزوان اس طرف کی فتوحات سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حج کی اجازت لی، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ عتبہ بن غزوان نے بصرہ پر ابو سبرہ بن ابی رہم کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور حج کے لیے روانہ ہو گئے، حج کے دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، عتبہ نے درخواست کی کہ انہیں گورنری سے معاف رکھا جائے لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور قسم دی کہ وہ ضرور اپنے کام کی جگہ واپس پہنچیں گے۔

عتبہ بن غزوان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حج سے واپسی پر وادی نخلہ میں ان کا انتقال ہو گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر اس کا بڑا اثر ہوا، آپ نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اور ان کی جگہ مغیرہ بن شعبہ کو بصرہ کا والی مقرر کیا وہ دو سال وہاں کے والی رہے اس دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا وہ اپنی خدمات کی ادائیگی میں سلامتی اور راستی کا حصہ پائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ایک عورت کی طرف اس تہمت کے بارے میں آپ پر الزام عائد ہوا جس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا والی بنایا۔

کسریٰ کی دوسری مرتبہ فتح، اور ہرمزان کا قیدی بنا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جانا[1] ...... ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کی روایت کے مطابق یہ اسی سال کا واقعہ ہے اور اس کا سبب یہ ہوا ہے کہ شاہ کسریٰ یزدگرد ہمیشہ اہل فارس کو ملامت اور اشتعال دلاتا رہتا کہ ملک عرب کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کریں اور ان کو بھی انہی کے شہروں اور قلعوں میں جا کر محاصرہ کریں، اہل فارس خوب محنت کرتے، پھر اس نے اہل اہواز اور اہل فارس کو خط لکھا پھر وہ اس خط پر متحرک ہو گئے اور بصرہ کی طرف پیش قدمی کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر آپس میں عہد و پیمان کرنے لگے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ میں لکھا، پھر نعمان بن مقرن کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر اہواز کی طرف جلد از جلد روانہ کر دیں اور یہ لشکر جا کر ہرمزان کے بالمقابل ہو جائے، اس لشکر میں جانے والے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں کے نام بھی آپ نے متعین کیے جن میں جریر بن عبد اللہ بجلی، جریر بن عبد اللہ حمیری، نعمان بن مقرن، سوید بن مقرن، عبد اللہ بن ذی السہمین شامل تھے اور ابو موسیٰ اشعری کی طرف بھی بصرہ میں خط لکھا کہ وہ سہل بن عدی کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر اہواز کی طرف روانہ کریں اور ان کے ساتھ بہادروں مثلاً براء بن مالک، عاصم بن عمرو، مجزاۃ بن ثور، عرفجہ بن ہرثمہ، حذیفہ بن محصن، عبد الرحمن بن سہل اور حصین بن معبد کو بھیجیں کوفہ و بصرہ کے ان دونوں لشکروں کو جو مدد کے لیے جا رہے تھے ان کے پاس پہنچیں سب پر ابو سبرہ بن ابی رہم امیر ہوں گے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ نعمان بن مقرن کوفہ سے لشکر لے کر روانہ ہوئے اور بصری کے لشکر سے سبقت کر گئے اور رامہرمز پہنچ گئے وہاں ہرمزان موجود تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کو توڑ چکا تھا لشکر کے مقابلے کے لیے نکلا مسلمانوں نے بھی اس خیال سے کہ یہ کہیں اہل فارس کی مدد

---

[1] تاریخ الطبری: ۴/ ۷۰-۵۰۰، والکامل فی التاریخ: ۲/ ۳۸۲

کر لے بصری لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی ان سے جنگ شروع ہو جائے گی۔ نعمان بن مقرن رامہرمز پر ہرمزان سے مقابل ہوئے اور فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا ہرمزان شکست کھا کر تستر کی طرف بھاگ گیا اور رامہرمز کو چھوڑ گیا نعمان بن مقرن نے بزور قوت اسے فتح کر لیا اور وہاں جو چیزیں تھیں اسلحہ ذخائر، سامان وغیرہ ان سب پر قبضہ کر لیا جب بصری لشکر کو اس معرکہ اور فتح کی اطلاع ملی اور پتہ چلا کہ ہرمزان تستر کی طرف فرار ہو گیا ہے تو وہ تستر کی طرف روانہ ہو گئے کوفی لشکر بھی نعمان کی قیادت میں ان سے جا ملا اور سب نے مل کر تستر کا محاصرہ کر لیا اس لشکر کے سر پر ابو سبرہ امیر تھے ہرمزان نے بھی ایک عظیم لشکر اور بہت بڑی طاقت جمع کی ہوئی تھی یہ دیکھ کر ابو سبرہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور مدد کی درخواست کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو ان کی مدد کے لئے جانے کا حکم دیا ابو موسیٰ اشعری روانہ ہو گئے اب ابو موسیٰ بصری لشکر کے امیر تھے اور نعمان بدستور سابق کوفی لشکر کے امیر تھے اور سب سے اوپر ابو سبرہ تھے فریقین کے درمیان کئی معرکے ہوئے جن میں بہت سے لوگ مارے گئے براء بن مالک نے جو انس بن مالک کے بھائی ہیں ان دونوں معرکوں میں صرف مبارزت میں ایک سو کو قتل کیا اس کے علاوہ جو لوگ ان کے ہاتھ سے مارے گئے وہ الگ ہیں یہی حال کعب بن سور، مجزاۃ بن ثور اور ابو تمیمہ وغیرہ نے بھی اسی طرح کی کارگزاری دکھائی اور اہل کوفہ میں سے حبیب بن قرہ، ربعی بن عامر، عامر بن عبد الاسود نے بھی ایسے ہی کئی مبارزت میں قتل کئے فریقین کی فوجیں ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ آخری معرکے کے موقع پر مسلمانوں نے براء بن مالک سے کہا جو مستجاب الدعوات بزرگ تھے کہ اے براء اپنے رب پر قسم کھاؤ کہ وہ ہمارے دشمنوں کو شکست دے دے چنانچہ انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ آپ ان کو ہمارے لئے شکست سے دوچار کر دیجئے اور مجھے شہادت عطا فرمائیے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مسلمانوں نے ان کو شکست دی یہاں تک کہ انہیں ان کی خندقوں میں داخل کر دیا اور ان پر حملے شروع ہو گئے دشمن مجبور ہو کر شہر کی طرف بھاگنے اور قلعہ بند ہونے لگے۔ شہر کی وسعت ان پر تنگ پڑ گئی اہل شہر میں سے ایک آدمی نے ابو موسیٰ سے امن طلب کیا آپ نے اسے امان دے دی اس نے بھیج کر مسلمانوں کو ایک ایسی جگہ کی طرف رہنمائی کی جہاں سے شہر میں داخل ہو جائیں، وہ جگہ پانی کے داخل ہونے کی ایک جگہ کی شکل میں تھی لوگوں کی ایک جماعت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ پانی میں کود پڑے اور بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے یہ رات کا وقت تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے عبداللہ بن مغفل مزنی شہر میں پہنچے پھر یہ جماعت شہر کے محافظین اور دربانوں کی طرف بڑھی اور ان سب کو قتل کر دیا اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان تکبیر کہتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے یہ فجر کا وقت تھا مسلمان فتح کی کارروائی میں مشغول تھے، یہ لوگ فجر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج نکل آیا جیسا کہ امام بخاری نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ میں تستر کی فتح میں شریک تھا وہ فجر کا وقت تھا مسلمان فتح میں مشغول رہے یہاں تک کہ ہم نے فجر کی نماز طلوع شمس کے بعد پڑھی اور مجھے یہ پسند نہیں کہ فجر کی اس نماز کے بدلے میرے لئے سرخ اونٹ ہوں، یہ روایت امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے یہ اثر امام مکحول اور اوزاعی کی دلیل ہے کہ شدید جنگ کی حالت میں نماز کو مؤخر کرنے کی گنجائش ہے، امام بخاری کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور انہوں نے خندق کے واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے جبکہ آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ ان لوگوں کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ سے روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور بنو قریظہ کے موقع پر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں پہنچ کر۔ پھر ان میں سے ایک فریق نے عصر کی نماز غروب کے بعد پڑھی آپ ﷺ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی ہم نے یہ بحث غزوۃ الاحزاب کے موقع پر ذکر کر دی ہے۔

بہرحال جب شہر فتح ہو گیا تو ہرمزان نے شہر کے ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لے لی مسلمانوں کی ایک جماعت نے اس کا تعاقب کیا اور جس میں وہ تھا مکان کا محاصرہ کر لیا جب ہرمزان نے اپنی ہلاکت کا خوف محسوس کیا اور اس کے پاس صرف ایک صورت رہ گئی تو کہنے لگا، تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ میرے ترکش میں سو تیر ہیں، جب تک ایک تیر بھی باقی ہے تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور میرا کوئی تیر خطا نہیں جاتا، اور تمہارے سو آدمیوں کے قتل ہونے کے بعد مجھے گرفتار کر لو گے تو تمہیں اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ مسلمانوں نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دوں گا مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو وہ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں، مسلمانوں نے یہ بات قبول کر لی۔ اس نے اپنی کمان زمین پر پھینک دی اور مسلمانوں کے آگے بڑھ گیا انہوں نے ہرمزان کے ہاتھ مضبوطی سے

بد عہد ہے اور اس کی نگرانی کرنے لگے تاکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائیں، اکثر شہر میں جو کچھ مال و دولت تھا ان پر قبضہ فرمایا اور اس کے پانچ حصے کیے، ہم تقسیم کرنے پر ہر سوار کو تین ہزار اور پیادہ کو ایک ہزار درہم حصے میں ملے۔

ہرمزان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں۔ ..... اس کے بعد ابو سبرہ ایک دستے کے ساتھ شکست خوردہ لوگوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے، ابو موسیٰ اشعری اور نعمان بن مقرن بھی تھے اور ہرمزان کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا، پیچھے پیچھے سوس مقام پر پہنچ گئے وہاں کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد ابو سبرہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور آگے کے لئے رہنمائی چاہی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ابو موسیٰ اشعری بصرہ کی طرف لوٹ جائیں اور زر بن عبد اللہ بن کلیب فقیمی کو کوفہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا، پس وہ لوگ چلے گئے پھر ابو سبرہ نے خمس اور ہرمزان کو ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا، وفد میں انس بن مالک اور احنف بن قیس بھی تھے جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے ہرمزان کو تیار کیا اور دیباج کا زرد جامہ اور مرصع لباس جس کو وہ پہنا کرتا تھا اسے پہننے کے لئے دیا، پھر یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو گئے اور امیر المؤمنین کے گھر کی طرف چل پڑے تھے وہاں ان کے بارے میں دریافت کیا لوگوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین ایک کوفی وفد سے ملاقات کے لئے مسجد میں گئے ہیں، یہ لوگ مسجد میں پہنچے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا، پس لوٹ آئے اور باہر کھیلنے والے بچوں سے امیر المؤمنین کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ایک ٹوپی کا تکیہ بنائے سو رہے ہیں، یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ ٹوپی جسے وہ وفد سے ملاقات کے وقت پہنا کرتے تھے اس کا تکیہ بنائے آرام فرما رہے ہیں اور درہ ان کے ہاتھ میں ہے، ہرمزان نے کہا کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہی ہیں، لوگ اپنی آوازوں کو پست کر رہے تھے تاکہ ان کی آنکھ نہ کھل جائے، ہرمزان نے پوچھا کہ ان کے محافظ کہاں ہیں؟ ان کے دربان کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ان کا کوئی محافظ ہے نہ دربان نہ کاتب۔ پس ہرمزان نے کہا کہ انہیں تو کوئی نبی ہونا چاہئے، لوگوں نے کہا کہ نبی تو نہیں ہیں لیکن نبیوں والا کام کرتے ہیں۔ لوگ زیادہ ہو گئے تو ان کی آہٹ و شور سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر ہرمزان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ ہرمزان ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ اسے اور اس کے لباس کو غور سے دیکھتے رہے اور فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخ سے اور اس کی پناہ مانگتا ہوں اس کے بعد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسلام کے ذریعے اسے اور اس کی ان چیزوں کو ذلیل کیا، اے مسلمانو! تم اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اپنے نبی کے طریقوں سے رہنمائی حاصل کرو اور دنیا تمہیں مغرور نہ بنا دے کیونکہ یہ بڑی دھوکہ باز ہے، وفد کے لوگوں نے ہرمزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اہواز کا بادشاہ ہے اس سے گفتگو کیجئے، آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں جب تک اس پر سے یہ زیب و زینت اتار نہ دی جائے، چنانچہ لوگوں نے اس کا سب کچھ اتار دیا اور اسے ایک موٹا سا کپڑا پہنا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ہرمزان! تو نے غداری کا انجام اور حکم الٰہی کو کیسا پایا؟ اس نے کہا کہ اے عمر! ہم اور تم زمانہ جاہلیت میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں تنہا چھوڑ دیا اس وقت وہ تمہارے ساتھ تھا نہ ہمارے ساتھ، اس وقت ہم تم پر غالب آ گئے تھے لیکن جب وہ تمہارے ساتھ ہو گیا تو تم ہم پر غالب آ گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں تم اپنے اتفاق اور ہمارے افتراق کی وجہ سے غالب آئے تھے پھر فرمایا کہ تمہاری طرف سے بار بار بد عہدی اور عہد شکنی کا تمہارے پاس کیا عذر اور کیا دلیل ہے؟ ہرمزان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ بتانے سے پہلے ہی قتل کر دیا جاؤں گا، آپ نے فرمایا کہ اس کا اندیشہ نہ کرو، ہرمزان نے پانی طلب کیا ایک معمولی پیالے میں اس کے لئے پانی لایا گیا ہرمزان نے اسے دیکھ کر کہا کہ اگر میں یہاں سے پیاسا بھی مر جاؤں تو بھی اس پیالے میں پانی نہ پیوں گا، پھر اس کے لئے اس کے پسندیدہ پیالے میں پانی لایا گیا جب وہ پیالہ اس نے لیا تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ پانی پیتے ہوئے مجھے قتل کر دیا جائے گا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ خوف نہ کرو یہاں تک کہ یہ پانی پی لو، اس نے پانی زمین پر انڈیل دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے دوبارہ پانی لا دو قتل اور پیاس کو اس پر جمع نہ کرو، ہرمزان نے کہا کہ مجھے پانی کی حاجت نہیں تھی، آپ سے صرف امان لینا چاہتا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو، تو انس بن مالک نے کہا کہ امیر المؤمنین یہ سچ کہہ رہا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انس بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے انس تم پر افسوس، کیا میں مجزأہ اور براء کے قاتل کو امان دوں گا؟ آپ اپنے کہنے کی دلیل لاؤ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا، انس

تو انس نے کہا کہ آپ نے اس سے فرمایا ہے کہ جب تک تم اپنی گفتگو بیان کرو اس وقت تک تمہیں کوئی خوف نہیں اور جب تک تم یہ پانی نہ پی لو اس وقت تک تمہیں خوف نہیں، آس پاس کے لوگوں نے بھی اس کی تائید کی تو آپ ہرمزان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے واللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا تجھ کو قتل کروں گا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ پس ہرمزان مسلمان ہو گیا آپ نے اس کا دو ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا اور مدینہ میں اسے ٹھہرایا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس گفتگو میں ترجمانی کے فرائض مغیرہ بن شعبہ نے سرانجام دیئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی سرزمین سے تعلق رکھتا ہے؟ اس نے کہا مہرجانق سے، آپ نے فرمایا اپنی دلیل سے بات کرو، تو اس نے کہا کہ زندہ آدمی کا کلام کروں یا مردہ آدمی کا کلام؟ آپ نے فرمایا کہ زندہ آدمی کا کلام کرو اس نے کہا کہ آپ مجھے امان دے چکے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اللہ کی قسم میں اسے تسلیم نہیں کروں گا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

ہرمزان مسلمان ہو گیا آپ نے دو ہزار درہم اس کا وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ میں ٹھہرایا پھر جب آپ مارے گئے تو وہ ان کے دشمنوں میں متہم ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ہرمزان کا اسلام اچھا ثابت ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ان سے جدا نہیں ہوا، بعض لوگوں نے ابولؤلؤ اور جفینہ کی مدد کرنے کا الزام اس پر لگایا ہے جس کی وجہ سے عبید اللہ بن عمر نے اس کو قتل کر دیا اور جفینہ کے بارے میں تفصیل عنقریب آنے کی روایت ہے کہ جب عبید اللہ بن عمر تلوار لے کر ہرمزان پر چڑھ آیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا اور جفینہ نصرانی نے [illegible]۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو بلاد عجم میں پھیل جانے اور توسیع حاصل کرنے سے روکتے تھے اس خوف سے کہ کہیں اہل عجم نقصان نہ پہنچا دیں یہاں تک کہ احنف بن قیس نے آپ کو مشورہ دیا کہ فتوحات کی مصلحت یہ ہے کہ توسیع اور پھیلاؤ کا تقاضا کرتی ہے اس لئے کہ ایرانی بادشاہ مسلسل بدستور مسلمانوں کے قتال پر برانگیختہ کرتا رہتا ہے۔

اگر اہل عجم کا اس طور سے استیصال نہ کیا گیا تو وہ مسلمانوں اور اسلامی علاقوں پر حملہ کریں گے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کی تحسین کی اور اسے درست قرار دیا اور پھر بلاد عجم میں توسیع کی اجازت دے دی اس کے بعد بہت سی فتوحات ہوئیں اکثر فتوحات ۱۸ھ میں ہوئی ہیں کہ عنقریب ان کا بیان آئے گا۔

سوس کی فتح[1] ..... ہم پھر گفتگو کا رخ سوس، جندیساپور اور نہاوند کی فتح کی طرف پھیرتے ہیں، جیسے گذر چکا ہے کہ ابو موسیٰ اپنے ساتھ امراء واشراف کو لے کر تستر سے سوس کی طرف گئے تھے وہاں انہوں نے محاصرہ کیا اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے، اہل شہر کے مذہبی پیشواؤں نے ایک مرتبہ قلعہ کی دیوار سے جھانکا اور منہ کر کے کہا گروہ مسلمین تم اس شہر کا محاصرہ کر کے خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو ہم اس شہر کے قدیم باشندوں سے نسل در نسل یہ روایت نقل کرتے چلے آئے ہیں کہ اس شہر کو دجال یا وہ قوم جس کے ساتھ دجال ہوگا کے سوا کوئی فتح نہ کر سکے گا، اتفاق سے ابو موسیٰ اشعری کے لشکر میں صاف بن صیاد بھی تھا ابو موسیٰ اشعری نے اسے محاصرہ کرنے والوں کے پاس بھیج دیا وہ دروازے کے پاس آیا اور اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری، پس اس کی زنجیریں ٹوٹ گئیں اور تالے ٹوٹ گئے اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے اور جسے پایا قتل کر ڈالا یہاں تک کہ اہل شہر نے امان امان کی آوازیں لگائیں اور صلح کی درخواست کی تو مسلمانوں نے قبول کر لی سوس پر ہرمزان کا بھائی شہریار حاکم تھا مسلمانوں نے صلح کے مطابق شہر پر قبضہ کر لیا یہ بہت پرانا شہر تھا کہا جاتا ہے کہ زمین پر بسایا جانے والا یہ سب سے پہلا شہر ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ سوس میں مسلمانوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر بھی پائی اور ابو سبرہ کے جندیساپور چلے جانے کے بعد ابو موسیٰ اشعری وہاں آئے تو اس قبر کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا آپ نے جواب دیا کہ اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا جائے ابو موسیٰ اشعری نے ایسا ہی کیا ہم نے سیرت عمر میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سوس اور رامہرمز کی فتح اور ہرمزان کا تستر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے جایا

---

[1] تاریخ الطبری: ۴/ ۵۰۳

۲۰ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ نعمان بن مقرن نہاوند کی طرف چلے جائیں، پھر وہ "ماہ" کے پاس سے گزرے، یہ ایک بہت بڑا شہر ہے جو نہاوند سے پہلے کا ہے اسے فتح کیا پھر نہاوند کی طرف گئے اور اسے بھی فتح کیا یہ سب بھی ۲۰ھ کا واقعہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مشہور یہ ہے کہ نہاوند کی فتح ۲۱ھ میں ہوئی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا یہ ایک عظیم معرکہ اور عمدہ فتح اور عجیب و غریب واقعہ ہے، زر بن عبداللہ نے جندی سابور کو فتح کیا یہ شہر مسلمانوں کی مضبوطی کا باعث بن گیا اور یزدگرد بادشاہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نے اصبہان میں قیام اختیار کر لیا اور اپنے اشراف اصحاب میں سے تین سو کے قریب سواروں کو سیاہ نامی ایک شخص کی سرکردگی میں ادھر ادھر روانہ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو تیار کریں یہ لوگ مسلمانوں سے بھاگتے اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ تستر اور اصطخر مسلمانوں نے فتح کر لئے، سیاہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ لوگ بدبختی اور ذلت کے بعد قدیم بادشاہوں کی جگہوں پر قابض ہو گئے ہیں اور جس لشکر سے جنگ کرتے ہیں اس کو شکست سے دوچار کر دیتے ہیں خدا کی قسم! ایسا جھوٹ اور باطل کی وجہ سے نہیں ہو سکتا، اور سیاہ کے دل میں اسلام کی محبت و عظمت داخل ہو گئی اپنے اصحاب سے کہا کہ [illegible] اسی دوران عمار بن یاسر کو ان کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا گیا اور انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنے مسلمان ہونے کا پیغام بھیجا، ابو موسیٰ اشعری نے ان کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا، آپ نے ان کے لئے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور ان میں سے چھ آدمیوں کے لئے ڈھائی ہزار وظیفہ مقرر ہوا، یہ سب اسلام میں بڑے اچھے ثابت ہوئے انہیں اپنی قوم کے ساتھ قتال میں بڑی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا بات یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن وہ فتح نہ ہو سکا، ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور رات کے وقت اپنے آپ کو قلعہ کے دروازے پر لا پھینکا اور اپنے کپڑے بھی خون آلود کر لئے۔

جب اہل قلعہ نے اوپر سے جھانکا تو اسے اپنا آدمی خیال کیا اور اسے پناہ دینے کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دیا، یہ قلعہ میں داخل ہوا اور دربان کو قتل کر دیا، ان کے باقی ساتھی بھی قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ کو فتح کر ڈالا اور جو مجوسی اس میں تھے ان کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ بھی ان کے عجیب و غریب واقعات ہیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل فارس سے جنگ کرنے اور ان کے علاقوں میں وسعت کرنے کے لئے بلاد عراق و خراسان میں بڑے بڑے جھنڈے بند کئے جیسا کہ احنف بن قیس نے انہیں مشورہ دیا تھا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے! کہ اس سال بہت سی فتوحات ان علاقوں میں حاصل ہوئیں جیسا کہ عنقریب ہم انہیں بیان کریں گے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اس کے بعد ابن جریر نے اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عاملین کا تذکرہ کیا اور وہ سب وہی ہیں جن کا اس سے پہلے سال میں ذکر ہوا ہے سوائے مغیرہ بن شعبہ کے کہ ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری اس سال بصرہ پر عامل تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سال کئی اہم لوگوں کی وفات ہوئی لیکن ان کے بارے میں بعض کی رائے ہے کہ وہ اس سال سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور بعض کی رائے ہے کہ اس سال کے بعد فوت ہوئے، عنقریب ان کا ذکر ان شاء اللہ اپنے مقام پر آ رہا ہے۔

آغاز سال ۱۸ھ

مشہور قول کے مطابق جسے جمہور نے اختیار کیا ہے کہ اس سال طاعون عمواس واقع ہوا لیکن ہم نے سیف بن عمر اور ابن جریر کی پیروی کی ہے اور اسے اس سے پہلے سال میں بیان کیا ہے البتہ جو لوگ اس سال یعنی ۱۸ھ میں طاعون کی وجہ سے وفات پا گئے تھے ان کا ذکر ان شاء اللہ عنقریب کریں گے، ابن اسحاق اور ابو معشر کا بیان ہے کہ طاعون عمواس اور عام الرمادہ اسی سال واقع ہوئے جس میں کثرت سے لوگ فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

میں ابن ادریس کہتے ہیں عام الرمادہ میں قحط سالی ہوگئی تھی جو سرزمین حجاز پر چھا گئی تھی اور لوگ شدید بھوک اور فاقہ سے دوچار ہو گئے تھے ہم نے سیرت عمر میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور اسی کو عام الرمادہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین سیاہ ہوگئی اور اس کا رنگ راکھ کے مشابہ نظر آنے لگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں ہوائیں مٹی کو راکھ کی مانند اڑاتی تھیں اس لئے یہ عام الرمادہ مشہور ہو گیا ممکن ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ دونوں وجوہات ہوں واللہ اعلم۔

اس سال ارض حجاز میں لوگ شدید قحط اور بھوک سے دوچار ہوئے کہ وہ تنگ آکر قافلے در قافلے مدینہ منورہ کی طرف جاتے تھے لیکن کسی کے پاس توشہ وزاد نہ ہوتا تھا یہ سب جا کر امیر المومنین کی پناہ لیتے تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال کے خزانوں میں سے غلہ اور مال ان پر خرچ کرتے یہاں تک کہ بیت المال خالی ہو گیا امیر المومنین نے اپنے آپ کو اس کا پابند بنا لیا کہ وہ گھی اور گوشت استعمال نہ کریں گے یہاں تک کہ لوگوں سے یہ قحط دور ہو جائے خلافت سے قبل کے زمانے میں آپ دودھ اور گھی کے ساتھ روٹی کھائی جاتی تھی اور قحط کے زمانے میں آپ زیتون کا تیل اور سرکہ کے ساتھ روٹی تناول فرماتے۔ آپ کو زیتون کا تیل پسند نہ تھا لیکن آپ اس سے مجبور ہو کر بھی کھا لیتے تھے اس پابندی کی وجہ سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور جسم متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ضعف کا خطرہ پیدا ہو گیا لوگوں پر یہ قحط کا زمانہ نو مہینے تک مسلط رہا پھر خوشحالی اور بارشوں کا زمانہ آیا اور لوگ مدینہ سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس وقت لاغر قافلے مدینہ سے کوچ کر رہے تھے تو ایک عرب بدو نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں حالانکہ آپ شریف زادے ہیں یعنی آپ نے لوگوں کے ساتھ قحط سالی کی ان کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ عام الرمادہ میں ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہر کا گشت کیا آپ نے کسی کو ہنستے ہوئے نہ پایا نہ لوگ عادت کے مطابق اپنے گھروں میں باتیں کر رہے تھے نہ کسی سائل کو سوال کرتے دیکھا آپ نے اس کا سبب دریافت کیا عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین سائلین نے سوال کیا تو انہیں کچھ نہیں دیا گیا اس لئے انہوں نے سوال چھوڑ دیا اور لوگ فکر و تنگی میں مبتلا ہیں اس لئے نہ آپس میں باتیں کرتے اور نہ ہی ہنستے ہیں پس آپ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ دمشق اور عمرو بن العاص کو مصر میں خط لکھا کہ امت محمدیہ کی مدد کرو تو اسلام کی مدد کرو چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے ایک بہت بڑا قافلہ جو گندم اور دیگر خوراک کے سامان اٹھائے ہوئے تھا بھیجا عمرو بن العاص کا قافلہ سمندر کے راستے جدہ پہنچا اور وہاں سے مکہ آیا یہ روایت جید الاسناد ہے لیکن عمرو بن العاص کا تذکرہ عام الرمادہ کے حوالے سے مشکل ہے اس لئے کہ مصر کا علاقہ ۲۱ھ تک فتح نہیں ہوا تھا اب یا تو عام الرمادہ ۲۱ھ کے بعد ہوا ہوگا یا عام الرمادہ میں عمرو بن العاص کا ذکر کرنا راوی میں کسی راوی سے وہم ہوا ہوگا واللہ اعلم۔

سیف بن عمر نے اپنے مشائخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو عبیدہ مدینہ منورہ آئے اور ان کے ساتھ چار ہزار اونٹ خوراک کے تھے جو غلہ اٹھائے ہوئے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ مدینہ کے اطراف کے قبائل میں تقسیم کرنے کا حکم دیا جب ابو عبیدہ اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان کے لئے چار ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر اصرار کیا جس کی وجہ سے انہوں نے قبول کر لئے۔ سیف بن عمر سہل بن یوسف سلمی سے وہ عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ عام الرمادہ ۱۷ھ کے آخر اور ۱۸ھ کے ابتدائی مہینہ میں ہوا تھا۔

اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں کو شدید بھوک لاحق ہوئی جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے یہاں تک کہ وحشی جانور انسانوں کے پاس آنے لگے اور ان کی یہ حالت تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے ترش کے مارے چھپے پھرتے تھے یہاں تک کہ بلال بن حارث مزنی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں رسول اللہ ﷺ آپ سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہیں عاقل دانا سمجھ دار پایا اور تم مسلسل اسی طرح رہے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلال بن حارث سے پوچھا کہ تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ گذشتہ شب تو آپ باہر نکلے اور لوگوں میں الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کروا دیا پھر آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اس کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میرے طرز عمل کے علاوہ کسی اور طرز عمل کو جو اس سے بہتر ہو جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا

[illegible] نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں [illegible] مسلمانوں سے خطاب کیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] آپ [illegible] شہروں کے امراء کے نام خطوط لکھے [illegible] لوگوں کو نماز [illegible] آپ کی [illegible] عمر بن الخطاب [illegible] آپ [illegible] راضی ہو [illegible] آپ [illegible] پایا

سیف بن عمر نے [illegible] حضرت [illegible] عمر بن الخطاب [illegible] کے والوں [illegible] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] ابوبکر [illegible] ہے۔

حافظ ابوالقاسم [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] نے ان سے [illegible] ایک آدمی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] خواب [illegible] ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ ہم سے [illegible] نے ان سے ابو [illegible] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] اللہ [illegible] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible]

بل آپ ہمیں سیراب کر دیجئے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگ سیراب کر دیے جاتے۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب المطر اور کتاب مجابی الدعوات میں بیان کیا ہے کہ ہم سے ابوبکر نیشاپوری نے ان سے عطاء بن مسلم نے ان سے عمری نے ان سے خوات بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے نکلے اور دو رکعت پڑھائی اور کہا کہ اے اللہ ہم آپ سے استغفار کرتے ہیں اور بارش طلب کرتے ہیں۔ ابھی آپ اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے تھے کہ بارش ہوگئی۔ کہتے ہیں چند اعرابی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین ہم فلاں وقت فلاں وادی میں تھے کہ اچانک ایک بادل نے ہم پر سایہ کر دیا اور اس میں سے ہم نے یہ آواز سنی اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد پہنچ گئی ہے اے ابو حفص آپ کے پاس مدد پہنچ گئی ہے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے ان سے سفیان نے ان سے مطرف بن طریف نے ان سے شعبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے نکلے لیکن صرف استغفار کر کے لوٹ آئے لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ کو بارش مانگتے ہوئے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کے ان دروازوں کے ذریعے بارش مانگی ہے جن کے ذریعے بارش اتاری جاتی ہے پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ مغفرت کرنے والا ہے تمہارے اوپر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔ (سورہ نوح آیت ۱۰، ۱۱) اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ (سورہ ہود آیت ۳)

ابن جریر نے اس سال کے واقعات میں سیف بن عمر سے ابو الربیع سے ابو عثمان اور ابو حارثہ سے نیز عبداللہ بن شبرمہ عامر شعبی سے نقل کرتے ہیں یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے شراب نوشی کی جن میں ضرار اور ابو جندل بن سہیل بھی ہیں ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ہمیں اس کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے ہم نے اسے اختیار کر لیا اور دلیل میں یہ آیت پڑھی فھل انتم منتھون (کیا تم باز آنے والے ہو؟) اس آیت میں اس کے چھوڑنے کو لازم نہیں کیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کی اس دلیل کے خلاف صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق کیا اور کہا کہ فھل انتم منتھون کا مطلب ہے کہ باز آ جاؤ اور شراب نوشی کرنے والوں کو اسی کوڑے لگاؤ۔ علماء نے یہ بھی اجماع و اتفاق کیا نیز جو اس تفسیر کے خلاف تاویل کرے گا اور اس پر اصرار کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ شراب نوشی کرنے والوں کو بلاؤ اور ان سے شراب کے بارے میں دریافت کرو اگر وہ کہیں کہ یہ حلال ہے تو انہیں قتل کر دو اور اگر کہیں کہ حرام ہے تو انہیں کوڑے لگاؤ۔ انہوں نے اس کے حرام ہونے کا اعتراف کر لیا تو انہیں اسی اسی کوڑے لگائے گئے اور وہ اپنی تاویل میں اصرار کرنے پر نادم ہوئے حتیٰ کہ ابو جندل اپنے بارے میں بہت زیادہ وسوسے کا شکار ہو گئے ابو عبیدہ نے ان کی حالت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا اور کہا کہ آپ ابو جندل کے بارے میں انہیں نصیحت کر کے لکھیں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو جندل کے نام خط لکھا اور کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو تو معاف نہیں فرمائے گا لیکن اس سے کم درجہ گناہ جس کے لئے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ لہٰذا تم توبہ کرو اپنا سر اٹھاؤ باہر نکلو اور ناامید مت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "آپ بتا دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کر لی ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور بلا شبہ وہ نہایت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اور لوگوں کو لکھا کہ تم اپنے آپ کو لازم پکڑو یعنی اپنی فکر کرو اور جو تبدیلی اختیار کرے تم بھی اسے بدل دو اور کسی کو عار مت دلاؤ ورنہ تمہارے اندر فتنہ اور بلا پھیل جائے گی اور ابو الازہر قشیری نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

(۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمانہ نوجوان کو عیب لگاتا ہے حالانکہ وہ جوان گردش حالات پر قدرت نہیں رکھتا۔

(۲) میں نے صبر کیا جزع فزع نہیں کی حالانکہ میرے بھائی مر گئے اور میں انگوری شراب سے ایک دن کی صبر نہیں کر سکا۔

(۳) امیر المومنین نے شراب نوشی کی موت لادی اور ساتھی کے دوست ساتھیوں کے گرد رونے لگے۔

واقدی اور دیگر مورخین کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کو اس کی جگہ سے تبدیل کر دیا وہ کعبہ کی دیوار سے چپکا ہوا تھا آپ نے اسے اس جگہ پیچھے کر دیا جہاں آج کل وہ ہے تاکہ نماز پڑھنے والے طواف کرنے والوں کے لئے رکاوٹ نہ بنیں۔

میں نے سیرت عمر میں اس واقعہ کی سند بھی ذکر کی ہے اور اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شریح کو کوفہ کا اور کعب بن سور کو بصرہ کا قاضی بنایا اور اسی سال لوگوں کو حج بھی کروایا اور اس سال آپ کے عاملین وہی تھے جو گذشتہ سال میں ذکر ہوئے اسی سال عیاض بن غنم کے ہاتھ پر رقہ، ارہا اور حران فتح ہوئے اور عمیر بن سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں عین الوردہ کا باقی حصہ فتح ہوا لیکن بعض نے اس کے خلاف قول کیا ہے۔ جبکہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں فرمایا اسی سال یعنی ۱۸ھ میں ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ الجزیرہ چلے گئے اور ان دونوں نے حران، نصیبین اور جزیرہ کا کچھ حصہ بزور قوت فتح کیا اور بعض کہتے ہیں کہ صلحاً فتح ہوا اسی سال عیاض بن غنم نے موصل جا کر اسے اور اس کے ارد گرد کے علاقے کو فتح کیا۔ اسی سال سعد بن ابی وقاص نے کوفہ کی جامع مسجد بنائی۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال طاعون عمواس واقع ہوا جس میں پچیس ہزار آدمی فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طاعون ایک چھوٹے سے شہر کی طرف منسوب ہے جسے عمواس کہا جاتا ہے اور یہ القدس اور رملہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ بیماری سب سے پہلے اسی مقام پر ظاہر ہوئی تھی اس کے بعد پورے شام میں پھیل گئی اس لئے اسے اسی شہر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں شام کے اندر پچیس ہزار مسلمانوں نے وفات پائی۔ دیگر مورخین کہتے ہیں کہ تیس ہزار مسلمان فوت ہوئے۔ ان میں سے چند بڑے سادات و امراء لوگ یہ ہیں۔

حارث بن ہشام[1] ...... یہ ابوجہل کے بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی طرح اسلام میں بھی سردار اور معزز آدمی تھے۔ ایک قول کے مطابق اسی سال شام میں یہ شہید ہوئے۔ آپ کی زوجہ فاطمہ سے آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔

شرحبیل بن حسنہ[2] ...... آپ ان چار امراء میں سے ایک تھے جن کی ماتحتی میں چوتھائی لشکر ہوتا تھا۔ آپ فلسطین کے امیر تھے۔ آپ کا نام ونسب شرحبیل بن عبداللہ بن المطاع بن قیس الکندی ہے۔ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ حسنہ آپ کی والدہ کا نام ہے جن کی طرف آپ منسوب ہیں اسی نسبت سے شہرت حاصل کر لی اور آپ شرحبیل بن حسنہ مشہور ہو گئے۔ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام بھیجا تھا۔ آپ چوتھائی لشکر کے امیر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی آپ کی یہی حیثیت رہی۔ آپ کا، ابوعبیدہ اور ابو مالک اشعری کا ایک ہی دن ۱۸ھ میں طاعون سے انتقال ہوا۔ آپ سے دو احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک کو ابن ماجہ نے باب الوضوء میں بیان کیا ہے۔

عامر بن عبداللہ بن الجراح[3] ...... آپ کا نام و نسب ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی ہے۔ آپ کا لقب امین ہذہ الامۃ (اس امت کا امین) ہے۔ آپ ان دس آدمیوں میں سے ہیں جو ایک ہی دن مسلمان ہوئے اور وہ یہ ہیں: عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ابوعبیدہ بن الجراح، یہ سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ جب یہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ اور سعد بن معاذ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کے ساتھ مواخات قائم فرمائی تھی۔ ابوعبیدہ غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ صحیحین میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ کے روز فرمایا تھا کہ میں تمہارے واسطے ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں۔ تم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور ان دو آدمیوں سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو چوتھائی لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا پھر جب آپ نے خالد بن ولید کو عراق سے بلایا تو انہیں ان کی مہارت اور تجربہ کاری کی وجہ سے ابوعبیدہ اور لشکر پر امیر مقرر کیا پھر جب

---

(۱) الحارث بن ہشام: الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

(۲) شرحبیل بن حسنۃ: الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

(۳) عامر بن عبداللہ بن الجراح: الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

خلافت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کر دیا اور ابو عبیدہ کو سب کا امیر مقرر کر دیا اور انھیں خالد بن ولید سے مشورہ کا پابند بنایا پس امت ابو عبیدہ کی امانت اور خالد بن ولید کی شجاعت دونوں کو جمع کرنے والی ہو گئی۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں شام میں امیر الامراء کا لقب دیا گیا۔ آپ دراز قد نحیف الجسم اور پتلے چہرے والے ہلکی داڑھی والے تھے اور آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور یہ اس لیے کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک سے آپ نے دانتوں سے کڑیاں کھینچیں تو آپ نے پسند کیا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ دیں اور اس خدمت کی انجام دہی میں اپنے سامنے کے دانتوں کو برداشت کیا یہاں تک کہ یہ دونوں گر پڑے اور دانت ٹوٹے ہوئے کسی آدمی کو آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا۔ طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور واقعات میں سیف بن عمر کے حوالے سے گزر چکا لیکن صحیح یہ ہے کہ طاعون کی وبا اس سال یعنی ۱۸ھ میں پھیلی تھی اور بعض کے قول کے مطابق ۱۷ھ میں ہوئی تھی۔ اس زمانے میں بیسان کے قریب آپ کی قبر مشہور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہے واللہ اعلم۔ آپ کی بوقت وفات عمر ۵۸ سال تھی۔

فضل بن عباس بن عبدالمطلب (1): آپ نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت نوجوان تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا تو آپ بہت خوب رو نوجوان تھے۔ فتح شام میں بھی شریک تھے اور محمد بن سعد، زبیر بن بکار اور ابو حاتم اور ابن البرقی کے قول کے مطابق طاعون عمواس میں فوت ہوئے اور یہی صحیح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مرج الصفر میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ اجنادین کے معرکے میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ معرکہ یرموک میں اٹھائیس سال کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (2): آپ کا نسب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج انصاری خزرجی ہے اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے جلیل القدر اور بلند مرتبت صحابی ہیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، خوبصورت بالوں والے اور سرمگیں بڑی آنکھوں والے تھے۔ آپ کے سامنے کے دانت بہت ہی چمکتے تھے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بعض دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ایک لڑکا عبدالرحمن نامی پیدا ہوا تھا جو یرموک کے معرکے میں آپ کے ساتھ تھا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں بھی حاضر تھے۔

جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ واقدی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ کے اور جعفر بن ابی طالب کے درمیان مواخات ہوئی تھی۔ بدر اور بعد کے معرکوں میں آپ شریک رہے اور ان چار قراء میں سے ایک تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا یعنی چار اصحاب ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ابو زید عم انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسا کہ اس حدیث میں صحیح سند کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں درج کیا ہے۔ حیوۃ بن شریح نے عقبہ بن مسلم سے انھوں نے ابو عبدالرحمن حبلی سے انھوں نے صنابحی سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے معاذ! اللہ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے پس ہر نماز کے بعد

اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك کہنا مت چھوڑنا

اور مسند ابی یعلیٰ میں ابو الاحوص انس کے طریق سے مرفوعاً بیان ہوا ہے کہ اُن میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے تو انھوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ اور حدیث کے ساتھ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو یمن میں برقرار رکھا پھر آپ مدینہ منورہ آ گئے پھر آپ نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہیں آپ کی وفات ہوئی جب ابو عبیدہ کو طاعون کا مرض لاحق ہوا تو انھوں نے آپ کو اپنے بعد قائم مقام مقرر کیا تھا

---

(1) الفضل بن عباس بن عبدالمطلب: الاستیعاب: ۲۱۰۱، الاصابہ: ۵/۶۷۰۳، اسد الغابہ: ۴۲۰۳، تجرید اسماء الصحابہ: ۸۰

(2) معاذ بن جبل: الاستیعاب: ۲۴۸۰، الاصابہ: ۳/۱۳۶، اسد الغابہ: ۵/۱۴۳، تجرید اسماء الصحابہ: ۹۹۹

پڑھی ان کے بعد اسی سال طاعون کا حملہ ہوا اور وفات ہوگئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ معاذ بن جبل علماء کے آگے بلند مقام پر بھیجے جائیں گے محمد بن کعب مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ ہم معاذ بن جبل کو ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے تھے نیز ابن مسعود فرماتے تھے کہ معاذ بن جبل اللہ کے فرمانبردار اور یکسو تھے آپ کی وفات غور بیسان کے مشرقی حصہ میں ۱۸ھ میں ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں ہوئی اور مشہور قول کے مطابق ۱۸ھ میں ہوئی اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ(۱) ...... آپ کا نام و نسب یزید بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی ہے آپ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے بھائی اور ان سے بڑے اور افضل تھے آپ کو یزید الخیر بھی کہا جاتا تھا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے حنین میں حاضر رہے آپ کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو چوتھائی لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا آپ شام پہنچنے والے سب سے پہلے امیر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی رکاب پکڑ کر چل رہے تھے اور نصیحت فرما رہے تھے اور ان کے ساتھ پیچھے پیچھے ابوعبیدہ، عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ کو بھیجا یہ چاروں امرائے شام تھے ان میں سے ہر ایک چوتھائی لشکر کا امیر تھا جب انہوں نے دمشق فتح کیا تو آپ جابیہ کے دروازے سے بزور طاقت شہر میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ خالد بن ولید شہر کے مشرقی دروازے سے بزور طاقت داخل ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس شہر کی امارت کا وعدہ فرمایا تھا جسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خلیفہ بننے کے بعد پورا فرمایا آپ دمشق کے سب سے پہلے مسلمان امیر تھے مشہور یہ ہے کہ آپ کی وفات طاعون عمواس میں ہوئی جیسا کہ پہلے گزر چکا لیکن ولید بن مسلم کا خیال ہے کہ آپ کی وفات قیساریہ فتح کرنے کے بعد ۱۹ھ میں ہوئی وفات کے وقت آپ نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو دمشق میں اپنا نائب مقرر کیا جسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے برقرار رکھا کتب حدیث میں آپ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے البتہ ابو عبداللہ اشعری نے آپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ پورے ادا نہ کرے تو اس کی مثال اس بھوکے شخص کی سی ہے جو ایک دو کھجوریں کھاتا ہے جو اسے کچھ کفایت نہیں کرتیں۔

ابو جندل بن سہیل(۲) ...... یہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کا نام العاص ہے یہ قدیم الاسلام ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر بیڑیاں پہنے ہوئے مسلمانوں میں آ گئے تھے آپ کے باپ نے آپ کی واپسی کا مطالبہ کیا اور اس کے بغیر صلح کرنے سے انکار کر دیا تھا آپ پھر سیف البحر جا کر ابو بصیر کے ساتھ مل گئے وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر فتح شام میں شرکت کی ان کا واقعہ آیت خمر میں تاویل اور پھر اس سے رجوع کا قبل میں گزر چکا ہے طاعون عمواس میں آپ کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہ۔

ابو مالک اشعری ...... کہا جاتا ہے کہ ان کا نام کعب بن عاصم ہے یہ خیبر والے سال اصحاب سفینہ کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے طاعون عمواس میں آپ کی، ابو عبیدہ اور معاذ کی ایک ہی دن وفات ہوئی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آغاز سال ۱۹ھ

واقدی اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سال مدائن اور جلولاء کی فتح ہوئی لیکن مشہور اس کے برخلاف ہے جو ماقبل میں گزر چکا محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اسی سال جزیرہ، الرہا، حران، راس العین اور نصیبین کی فتح ہوئی لیکن دیگر مؤرخین نے اس کے خلاف قول کیا ہے جو گزر چکا۔ خلیفہ اور ابن کلبی کہتے ہیں کہ قیساریہ کی فتح اسی سال ہوئی اور اس کے امیر معاویہ تھے لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ یزید بن ابی

---

(۱) یزید بن ابی سفیان: الاستیعاب ۸، الاصابۃ ۶/ ۶۵۸، اسد الغابۃ ۵/ ۹۰، تجرید اسماء الصحابۃ ۱۴۹۹

(۲) ابو جندل بن سہیل: الاستیعاب ۲۸۹۲، الاصابۃ ۷/ ۶۵، اسد الغابۃ ۳/ ۴۲، تجرید اسماء الصحابۃ ۹۰/۲

سفیان تھے اور پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے ۱۹ھ اس سے دو سال قبل فتح کر لیا تھا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ قیساریہ فلسطین کے ساتھ فتح ہوا اور ہرقل یہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور مصر ۲۰ھ میں فتح ہوا۔ لیکن سیف بن عمر کہتے ہیں کہ قیساریہ اور مصر کی فتح ۱۶ھ میں ہوئی اور ابن جریر کا فتح قیساریہ سے متعلق قول ماقبل میں گزر چکا ہے اور ان کا فتح مصر سے متعلق قول انشاء اللہ ۲۱ھ کے واقعات میں ذکر کروں گا۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حرہ سے رات کے وقت آگ ظاہر ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کے ساتھ اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا پھر مسلمانوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو وہ آگ بجھ گئی کہا جاتا ہے کہ اسی سال آرمینیہ کا معرکہ ہوا اس کے امیر عثمان بن ابی العاص تھے، اس معرکہ میں صفوان بن معطل بن رحضہ سلمی ذکوانی شہید ہوئے، یہ ان ہی امراء میں سے ایک تھے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ان کے متعلق صرف بھلائی ہی کو جانتا ہوں، یہ وہی صحابی ہیں کہ جن کا منافقین نے قصہ افک میں نام لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ام المؤمنین زوجہ رسول حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت سے بری کر دیا، جب یہ تہمت لگی تو اس وقت تک صفوان بن معطل نے نکاح نہیں کیا تھا اس لئے انہوں نے اس وقت فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی اجنبی عورت کا کندھا ظاہر نہیں کیا، اس واقعہ کے بعد انہوں نے نکاح کیا اور آپ کو نیند بہت آتی تھی اور بسا اوقات فجر کی نماز کے وقت اس کا علم ہو جاتا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں مسئلہ گزر چکا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے انہیں اللہ کے راستے میں شہادت حاصل ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس جزیرہ میں، بعض کہتے ہیں کہ آرمینیہ میں اور بعض کہتے ہیں کہ شمشاط میں ان کی وفات ہوئی جو ہم پہلے گزر چکا ہے اور اسی سال تستر کی فتح ہوئی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا اور اس معرکہ پر ہم نے عبداللہ بن حذافہ کا ذکر بھی کیا تھا جنہیں رومی قید کر کے لے گئے تھے اسی سال ذی الحجہ میں ارض عراق میں ایک معرکہ ہوا جس میں کافروں کا امیر شہرک مقتول ہوا اس معرکہ میں مسلمانوں کے امیر حکم بن ابی العاص تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور شہروں پر آپ کے عاملین اور قضاۃ وہی تھے جن کا اس سے گزشتہ سال میں ذکر ہو چکا ہے۔

اس سال وفات پانے والے چند مرکزی لوگوں کا تذکرہ ...... اس سال جن جلیل القدر حضرات نے وفات پائی ان میں سید القراء ابی بن کعب بھی تھے آپ کا نام و نسب ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار ہے۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل ہے آپ انصاری صحابی اور قراء کے سردار ہیں غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے آپ عظیم المرتبت سردار تھے اور ان چار قراء میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا آپ نے ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اس سے قرآن کریم سیکھا ہے جس نے جبریل علیہ السلام سے قرآن کریم حاصل کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور مسند شافعی اور ابن ماجہ میں ابو قلابہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میری امت کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں اور صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن سناؤں۔ ابی بن کعب نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر ابی بن کعب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہم نے اس پر لم یکن الذین کفروا الخ (سورہ بینہ آیت ۱) کی تفسیر میں کلام کیا ہے۔ ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۹ھ میں ہوئی، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ۲۰ھ یا ۲۲ھ میں ہوئی اور واقدی نے کئی حضرات سے نقل کیا ہے کہ ۲۲ھ میں ہوئی اور اس کے قائل ہیں ابو عبید، ابن نمیر اور ایک جماعت محدثین، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات عثمان بن عفان کے عہد میں ہوئی ۳۰ھ۔ اسی سال یعنی ۱۹ھ میں خباب جو عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام ہیں کی وفات ہوئی آپ مہاجرین میں سے ہیں غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے [illegible] میں سے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ایک قول کے مطابق صفوان بن معطل کی وفات بھی اسی سال ہوئی جیسا کہ گزر چکا۔

آغاز سال ۲۰ھ

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سال مصر فتح ہوا اور واقدی کہتے ہیں کہ اس سال مصر اور اسکندریہ دونوں فتح ہوئے ابو معشر کہتے ہیں کہ مصر ۲۰ھ میں اور اسکندریہ ۲۵ھ میں فتح ہوا اور سیف بن عمر کہتے ہیں کہ مصر اور اسکندریہ ۱۶ھ ربیع الاول میں فتح ہوئے ابوالحسن بن اثیر نے اپنی کتاب الکامل میں اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ عام الرمادہ کے سال عمرو بن العاص کا مصر سے غلے کا قافلہ بھیجنا منقول ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب اس آخری قول کو اختیار کیا جائے لیکن ابوالحسن بن اثیر کی ترجیح کے سبب معذور ہیں واللہ اعلم اور علماء تاریخ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق اس سال تستر دو سال کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا اور بعض کے نزدیک ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا واللہ اعلم۔

ابن اسحاق اور سیف کی روایت سے فتح مصر کا بیان[1] ...... مؤرخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں نے شام کی فتح کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو مصر کی طرف بھیجا۔ سیف بن عمر کے خیال کے مطابق فتح بیت المقدس کے بعد بھیجا اور ان کے پیچھے زبیر بن العوام کو بھی بسر بن ارطاۃ، خارجہ بن حذافہ، عمیر بن وہب جمحی کے ساتھ روانہ کیا یہ دونوں امراء مصر کے دروازے پر جمع ہو گئے اور مصر کے نزدیک پادری ابو مریم نے ان سے ملاقات کی اس کے ساتھ اسقف ابو مریام بھی تھا جس کو اسکندریہ کے حاکم مقوقس نے اپنے شہروں کی مسلمانوں سے حفاظت کے لئے بھیجا تھا جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہو گئے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ تم لوگ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ ہم اپنی بات تمہارے سامنے پیش کر دیں اور فرمایا کہ اس علاقے کے دو بڑے صاحب ابو مریم اور ابو مریام میرے پاس آ جائیں پس یہ دونوں آ گئے عمرو بن العاص نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں اس علاقے کے بڑے صاحب ہو لہٰذا میری بات غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور انہیں حق کا حکم دیا اور حضور ﷺ نے ہمیں بھی حق کا حکم دیا جس چیز کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا وہ پوری پوری آپ نے ہم تک پہنچا دی اور دنیا سے تشریف لے گئے اور ہمیں واضح راستے پر چھوڑ گئے آپ ﷺ کے بعد کے احکامات میں سے ایک تمام لوگوں پر حجت تمام کرنا بھی ہے پس ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری دعوت قبول کرے گا اسے ہماری طرح حقوق حاصل ہوں گے اور جو قبول نہ کرے تو اس پر ہم جزیہ پیش کریں گے اور اس کے نتیجے میں اس کی حفاظت کریں گے لیکن تمہارے بارے میں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ ہم تم پر کامیاب ہوں گے اور اس نے ہمیں تم سے جو قرابت داری ہے اس کی حفاظت اور رعایت کرنے کا حکم دیا ہے اگر تم ہماری دعوت قبول کرو تو تمہارے لئے عہد در عہد ہوگا اور وہ عہد جس کا ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم قبطیوں کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت قبول کرو، پس رسول اللہ ﷺ نے اس فرمان میں ہمیں قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس لئے کہ ان سے قرابت داری ہے۔

ان دونوں نے کہا کہ اس طرح کی بعید قرابت داری کا انبیاء ہی رعایت و خیال کرتے ہیں وہ ایک معروف اور شرف والی قرابت ہے وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہمارے بادشاہ کی بیٹی تھیں اور اہل منف میں سے تھیں ان کی قوم کی حکومت تھی پس اہل عین شمس نے ان پر غلبہ پا لیا اور اس قوم کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا ان کے ملک کو چھین لیا اور باقیوں کو ملک بدر کر دیا یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں انہیں مرحبا اور مبارک ہو آپ ہمیں واپسی اور ملاقات تک امان و اجازت دیجئے۔ عمرو بن العاص نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی تم سے دھوکہ نہیں کرے گا میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم غور و فکر کر لو اور اپنی قوم سے مشورہ کر لو ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا انہوں نے کہا کہ مہلت میں اضافہ کیجئے آپ نے ایک دن اور بڑھا دیا انہوں نے کہا کہ اور اضافہ کیجئے آپ نے ایک دن مزید بڑھا دیا اس کے بعد وہ دونوں مقوقس کی طرف لوٹ کر گئے اور اسے تمام باتوں کا ذکر کیا تو اس نے بات مان لی لیکن ارطبون (مقوقس) نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا حکم دیا ان دونوں نے اہل مصر سے کہا کہ ہم تمہارا دفاع کریں گے اور ان کی طرف نہیں لوٹیں گے اور اب چار دن باقی رہ گئے ہیں پس رومیوں نے اچانک مسلمانوں پر شب خون مارنے کا حکم دیا قوم کے سرداروں نے کہا کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو گے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے مرتبے چھین لئے اور ان کے ملکوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا

---

[1] المنتظم فی التاریخ ۲۹۱/۴ و تاریخ الطبری ۱۰۴/۴ و الکامل فی التاریخ ۳۹۳/۲

لیکن ارطبون نے اپنی بات پر اصرار کیا جس پر انہوں نے شب خون مارا لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی، بلکہ ایک گروہ قتل ہو گیا جن میں ارطبون بھی شامل تھا، مسلمانوں نے پہلے ہی دن مصر کے شہر عین شمس کا محاصرہ کر لیا اور زبیر بن العوام نے شہر پناہ پر چڑھ کر ان پر حملہ کر دیا جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو دوسرے دروازے سے ہو کر عمرو بن العاص کی طرف چلے گئے اور ان سے صلح کر لی، زبیر بن العوام شہر کے بیچ میں پہنچے ہوئے دوسرے دروازے پر جا نکلے جہاں عمرو بن العاص کھڑے تھے لیکن مسلمانوں نے پہلے ہی صلح کر لی اور عمرو بن العاص نے ان کے لئے ایک امان نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ امان نامہ ہے جو عمرو بن العاص کی طرف سے اہل مصر کو ان کی جانوں، دین، ان کے اموال، ان کے گرجاؤں، ان کی صلیبوں اور ان کے بحر و بر کے بارے میں دی گئی ہے اس میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی، ان کے ساتھ اہل نوبہ سکونت اختیار نہیں کریں گے اور اہل مصر جب اس صلح پر اتفاق کر لیں تو ان کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ جزیہ ادا کریں جو ان کی گنجائش کے مطابق زیادہ سے زیادہ پچاس کروڑ ہوگا اور وہ حقوق ہوں گے یہ سب ان کی حفاظت کی ذمہ داری کی بنا پر لازم کیا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی اس صلح سے انکار کرے تو اس کے حصے کا ٹیکس ان پر سے معاف کر دیا جائے گا اور انکار کرنے والوں سے ہم بری ہوں گے اگر پیداوار کی حیثیت اور وسعت سے زیادہ ثابت ہوا تو ان کی وسعت و گنجائش سے جتنی کمی ہوگی اتنا ان سے کم کر دیا جائے گا اور اہل روم و اہل نوبہ میں سے جو ان کی صلح میں داخل ہوگا تو ان کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان کے ہیں اور ان پر وہی فرائض و ذمہ داریاں ہوں گی جو ان پر ہیں جو شخص انکار کرے اور یہاں سے جانا چاہے تو وہ امان والا ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے جائے امن میں پہنچ جائے یا ہماری حدود سلطنت سے نکل جائے، صلح میں داخل ہونے والوں پر دو تین قسطیں واجب ہوں گی جو اہل مصر پر واجب ہیں اس امان نامہ میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، امیر المومنین اور عام مومنین کا عہد و میثاق ہے اور اہل نوبہ میں سے جو اس صلح کو قبول کر لے تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ اتنے اتنے غلام اور اتنے اتنے گھوڑے دیں۔ ہم معاونت کریں گے تا کہ یہ علامت ہو کہ وہ جنگ نہیں کریں گے اور وہ آمدنی اور تجارت میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

اس پر زبیر بن العوام اور ان کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور محمد نے شہادت دی، اس کے کاتب وردان تھے حاضرین کی موجودگی میں یہ تحریر لکھی گئی پس اس امان نامہ میں تمام اہل مصر داخل ہو گئے اور سب نے اس صلح کو قبول کر لیا اور گھوڑوں کے لشکر مصر میں جمع ہو گئے اور عمرو بن العاص اس کے بعد فسطاط چلے گئے ابو مریم اور ابو مریام دونوں عمرو بن العاص کے پاس آئے اور ان قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی جو معرکہ میں گرفتار ہوئے تھے لیکن آپ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں بیچ جانے سے بچانے اور لوٹانے کا حکم دیا کہ وہ قیدی جو ان کے پہنچنے میں جھگڑے گئے ہیں انہیں رہا کر دیا جائے اسی طرح وہ قیدی بھی جو قتال میں شریک نہیں تھے اور جس نے قتال کیا ہے انہیں واپس نہیں کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قیدیوں کو اسلام اور اپنے اہل کے پاس رہنے کے درمیان اختیار دیا جائے جو اسلام قبول کر لے تو وہ مسلمانوں میں شامل کیا جائے اور جو اپنے اہل کو اختیار کرے تو اسے واپس کر دیا جائے اور اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے اور جو قیدی مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے ہیں اور مکہ و مدینہ و یمن تک پہنچ گئے ہیں تو آپ ان کو لوٹانے پر قادر نہیں لہٰذا ان کے بارے میں صلح مناسب نہیں سمجھی، عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور سب قیدیوں کو جمع کر کے اختیار دیا ان میں سے بعض نے اسلام کو اختیار کر لیا اور بعض نے اپنے دین کو پسند کیا اور ان کے درمیان صلح ہو گئی پھر عمرو بن العاص نے ایک لشکر اسکندریہ کی طرف بھیجا حاکم اسکندریہ مقوقس اس سے پہلے اپنے شہر اور ملک مصر کا خراج قیصر روم کو ادا کرتا تھا لیکن جب عمرو بن العاص نے اس کا محاصرہ کیا تو اس نے مذہبی لوگوں کو، سرداروں کو اور ذمہ داروں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عرب قیصر و کسریٰ پر بھی غالب آ گئے ہیں اور انہیں وطن کے ملکوں سے نکال دیا ہے اور ہمارے اندر ان سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے میری رائے ہے کہ ان کو جزیہ ادا کیا جائے پھر اس نے عمرو بن العاص کو پیغام بھیجا کہ میں اس کو بھی خراج ادا کرتا تھا جو تم سے بھی زیادہ مبغوض تھا یعنی روم و فارس کے بادشاہ، پھر اس نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور عمرو بن العاص نے خمس اور فتح کی خوشخبری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دی۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ جب عمرو بن العاص کی مقوقس کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی تو بہت سے مسلمان جنگ سے بھاگ گئے تو عمرو بن العاص انہیں ڈانٹتے اور ثابت قدمی اختیار کرنے پر ابھارتے، ایک یمنی شخص نے کہا کہ ہم لوہے اور پتھر کے بنے ہوئے نہیں، عمرو بن العاص نے اس سے

فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ تم ایک ہی کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ پھر تو آپ لوگوں کے امیر ہیں، عمرو بن العاص نے اس سے عرض کیا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو ندا دی جب صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا آگے بڑھو اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے مسلمانوں کی مدد کرے گا پس انہوں نے حملہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی یہاں تک کہ ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ مصر ربیع الاول ۱۶ھ میں فتح ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلامی حکومت وہاں قائم ہو گئی لیکن دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ ۲۰ھ میں فتح ہوا اور اسکندریہ ۲۵ھ میں تین مہینے کے محاصرے کے بعد بزور قوت فتح ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہزار دینار پر صلح ہوئی تھی اور منقول ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاص سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ صلح میں جلدی کریں لیکن عمرو بن العاص نے قبول نہ کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہارے بڑے بادشاہ ہرقل کے ساتھ کیا کیا ہے مقوقس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم ان کی اطاعت کرنے کے زیادہ حقدار ہیں پھر گزشتہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔

دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص اور زبیر بن عوام دونوں عین شمس کی طرف چلے اور اس کا محاصرہ کر لیا اور عمرو بن العاص نے ابرہہ بن صباح کو الفرماء کی طرف اور عوف بن مالک کو اسکندریہ کی طرف بھیجا ان میں سے ہر ایک نے ان شہر والوں سے کہا کہ ہماری طرف آ جاؤ تم پر رحم کیا جائے گا آؤ تمہیں امان حاصل ہو گی لیکن وہ اس انتظار میں رہے کہ اہل عین شمس کیا کرتے ہیں جب عین شمس والوں نے صلح کر لی تو ان لوگوں نے بھی صلح کر لی اور عوف بن مالک نے اہل اسکندریہ سے کہا کہ تمہارا شہر کس قدر خوبصورت ہے تو انہوں نے کہا کہ اسے سکندر نے جب بنایا تو کہا کہ میں ایسا شہر بناؤں گا جو اللہ کا محتاج اور لوگوں سے بے نیاز ہو گا اور ابرہہ بن صباح نے اہل الفرماء سے کہا کہ تمہارا شہر اتنا قبیح کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب اسکندر کے بھائی الفرماء نے آباد کیا تو کہا کہ میں ایسا شہر بناؤں گا جو اللہ سے بے نیاز اور لوگوں کا محتاج ہو گا پس اس کی عمارات گرتی رہیں یہاں تک کہ یہ بدشکل اور قبیح ہو گیا۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص کے بعد جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے والی ہوئے تو آپ نے وہاں کے غلوں کے خراج میں اضافہ کر دیا جسے وہ پہلے ہر سال مسلمانوں کو دیا کرتے تھے اور مسلمان ان کے بدلے میں انہیں کپڑے لباس اور خوراک دیا کرتے تھے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ بننے کے بعد اس کو برقرار رکھا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس کی رعایت کرتے ہوئے اسے جاری رکھا۔ میں کہتا ہوں کہ دیار مصر کا نام فسطاط عمرو بن العاص کے خیمے کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے عمرو بن العاص نے اس جگہ خیمہ نصب فرمایا تھا جہاں آج کل شہر مصر قائم ہے اور لوگوں نے آپ کے خیمے کے ارد گرد گھر بنا لئے مصر کا قدیم علاقہ عمرو بن العاص کے عہد سے آج تک متروک ہے پھر عمرو بن العاص نے وہاں خیمے والی جگہ پر ایک مسجد تعمیر کی جو آج کل بھی انہی کی طرف منسوب ہے مسلمانوں نے مصر کے بعد نوبہ کو فتح کیا ان کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کو بڑے زخم اٹھانے پڑے اہل نوبہ کی عمدہ تیر اندازی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی آنکھیں شہید ہو گئیں ان کا نام لوگوں نے رماۃ الحدق رکھ دیا یعنی ایسی قوم جس کی آنکھیں تیر لگنے کی وجہ سے ضائع ہو گئی ہوں، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ شہر فتح ہو گیا۔

بلاد مصر کے بارے میں علماء سیر کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسکندریہ کے علاوہ تمام مصر صلحاً فتح ہوا ہے یہ قول یزید بن ابی حبیب کا ہے بعض کہتے ہیں کہ تمام مصر عنوۃً فتح ہوا ہے یہ قول ابن عمر اور ایک جماعت کا ہے عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں اپنی اس جگہ پر ایسا بیٹھا ہوں کہ میرے پاس کسی قبطی کا کوئی عہد نہیں ہے اگر میں چاہوں تو قتل کروں اور اگر چاہوں تو خمس لوں اگر میں چاہوں تو فروخت کر دوں اور اگر چاہوں تو قتل کروں سوائے انطابلس کے لوگوں کے کہ ان کا عہد ہے جسے ہم پورا کریں گے۔

دریائے نیل کا قصہ...... ابن لہیعہ کے طریق سے قیس بن حجاج اس شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ان سے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو عجمی مہینوں میں سے بؤنہ کے مہینے کے آغاز پر اہل مصر عمرو بن العاص کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک طریقہ ہے اس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب اس مہینے کی بارہ تاریخ گزر جاتی ہے تو ہم کسی والدین کی اکلوتی کنواری لڑکی کے پاس جاتے ہیں اور اس کے والدین کو راضی کر کے اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ کپڑے پہناتے ہیں پھر ہم اسے

دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ عمرو بن عاص نے فرمایا کہ اسلام میں اس رسم کی کوئی گنجائش نہیں اسلام اپنے سے پہلے کی تمام رسموں کو ختم کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ ٹھہرے رہے بؤنہ، ابیب اور مسریٰ میں نہر سے تھوڑا یا زیادہ پانی بالکل نہیں نکلا یہاں تک کہ اہل مصر نے وہاں سے جلاوطنی کا ارادہ کیا تو عمرو بن العاص نے یہ صورتحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھی آپ نے جواب میں لکھا کہ تم نے ٹھیک کیا میں اس خط کے اندر ایک چھوٹی سی پرچی بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ عمرو بن العاص نے خط پڑھا اور اس میں موجود پرچہ دیکھا اس میں لکھا تھا کہ "اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی طرف سے اہل مصر کے نیل کے نام۔ اما بعد! اگر تو اپنی مرضی اور اپنے حکم سے چلتا ہے تو مت چل ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں اور اگر تو اللہ واحد قہار کے حکم سے چلتا ہے اور وہی ذات تجھے چلاتی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے"۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ پرچہ جب صلیب کے دن میں ڈالا گیا اور صبح کو لوگ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں نیل کو سولہ ہاتھ بلند کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس دن سے آج تک اہل مصر سے اس رسم باطل کا خاتمہ کر دیا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ اسی سال (آپ سے روایت کے مطابق یہ ۱۶ھ ہے) عمرو بن العاص نے مصر کے اطراف میں فوجی چھاؤنی تعمیر کی جہاں سے دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ہرقل نے شام اور مصر سے جنگ کے لئے سمندر میں فوج بھیجی تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال سرزمین روم میں ابو بحریہ عبداللہ بن قیس جاسی نے جہاد کیا اور بعض کے قول کے مطابق سب سے پہلے آدمی یہی ہیں جو سرزمین روم میں داخل ہوئے اور سلامتی کے ساتھ مال غنیمت لے کر لوٹے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میسرہ بن مسروق عبسی داخل ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین سے معزول کر دیا اور انہیں شراب نوشی پر حد لگائی اور بحرین اور یمامہ پر ابوہریرہ دوسی کو امیر بنایا اسی سال اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی ہر چیز میں شکایت کی یہاں تک کہ وہ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے پس آپ نے انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ ان کے نائب عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو امیر مقرر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر کو امیر بنایا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے ان سے عبدالملک نے ان سے جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی حضرت عمر بن خطاب کے پاس شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا اللہ کی قسم میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتیں طویل کرتا ہوں اور آخری دو میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق مجھے تمہارے بارے میں یہی گمان تھا اور صحیح مسلم میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے سعد بن ابی وقاص کے بارے میں معلومات کرے پس سب لوگوں نے سعد کی تعریف کی سوائے ایک آدمی کے جس کا نام ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ تھا اس نے کہا جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! سعد تقسیم میں برابری نہیں کرتے اور نہ فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں اور نہ جہاد میں جاتے ہیں۔

سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ ریاکاری کے طور پر اور شہرت حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اس کے فقر کو زیادہ کر دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے پس اسے سعد بن ابی وقاص کی یہ بددعا لگ گئی اور بڑھاپا اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ بھنویں آنکھوں پر لٹک گئی تھیں اور راستے میں چلتی ہوئی نوجوان لڑکیوں کو چھیڑا کرتا اور آنکھوں سے انہیں اشارہ کرتا تھا۔ جب اس سے اس بارے میں کہا گیا تو کہنے لگا کہ فتنوں میں مبتلا ایک بوڑھا ہوں جسے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں وصیت کی کہ سعد کو اگر خلافت مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ تم میں سے جو کوئی امر خلافت کا والی ہو وہ سعد بن ابی وقاص سے مدد لیا کرے میں نے ان کو کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو اذرعات وغیرہ کی طرف نکال دیا اور ان سے پہلے نجران کو کوفہ کی طرف جلاوطن کیا اور خیبر، وادی القریٰ اور نجران کی زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیوان وضع کیا اور دفتر قائم کیا۔ بعض

کہتے ہیں کہ یہ اس سے قبل قائم کیا گیا تھا۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو ایک دستہ سمندر کے راستے حبشہ کی طرف بھیجا تھا لیکن وہ سب حادثہ کا شکار ہو گئے تو آپ نے اپنے اوپر قسم کھائی کہ آپ کسی لشکر کو سمندر کے راستے نہیں بھیجیں گے۔ لیکن ابو معشر نے اس میں واقدی سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ واقعہ ۳۱ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے نکاح کیا جو حارث بن ہشام کے نکاح میں تھیں اور وہ طاعون میں وفات پا گئے تھے اور فاطمہ بنت ولید خالد بن ولید کی بہن تھی۔ اسی سال بلال بن رباح دمشق میں فوت ہوئے اور اسید بن حضیر اور ام المومنین زینب بنت جحش نے اسی سال شعبان میں وفات پائی۔ آپ امہات المومنین میں سب سے پہلے وفات پانے والی ہیں۔ اسی سال ہرقل قیصر روم کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا قسطنطین اس کا جانشین ہوا اور اسی سال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور آپ کے ماتحت علاقوں کے عامل وہی رہے جو گزشتہ سال تھے سوائے ان کے جن کا عزل ہوا اور ان کی جگہ دوسرے کا تقرر کر دیا ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے۔

اس سال وفات پانے والے سرکردہ حضرات کا ذکر

اسید بن حضیر...... ان کا نام ونسب اسید بن حضیر بن سماک انصاری اشہلی اوسی ہے کنیت ابو یحییٰ ہے بیعت عقبہ والی رات سردار ان میں سے ایک تھے ان کے والد جاہلیت کی جنگ بعاث میں جو ہجرت سے چھ سال قبل ہوئی تھی اوس کے سردار تھے جنہیں حضیر الکتائب بھی کہا جاتا ہے۔ اسید بن حضیر کے بارے میں منقول ہے کہ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے جب لوگ ہجرت کر کے مدینے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور زید بن حارثہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔ آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔

ترمذی کی ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کیا ہی اچھے آدمی ہیں عمر کیا ہی اچھے آدمی ہیں، اسید بن حضیر کیا ہی اچھے آدمی ہیں اور ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ آپ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی، سعد بن معاذ کی اور عباد بن بشر کی تعریف فرمائی ہے۔ [illegible] ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کو کندھا دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں آپ کی تدفین ہوئی۔ واقدی، ابو عبید اور مؤرخین کی ایک جماعت نے یہی سنہ وفات ذکر کیا ہے۔

انیس بن مرثد بن ابی مرثد غنوی[1]...... آپ اور آپ کے والد دونوں صحابی ہیں۔ فتح مکہ اور حنین میں رسول اللہ ﷺ کے لیے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے تھے یہی انیس ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا اے انیس! اس عورت کی طرف جاؤ اگر وہ اقرار کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ انیس دوسرے ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے اسلم کے ایک آدمی کو [illegible] کہا جاتا ہے اور انیس بن مرثد [illegible] ابن اثیر نے [illegible] انیس بن مرثد سے قتادہ کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔

بلال بن ابی رباح[2]...... انہیں بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے حمامہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ [illegible] آپ کو بہت اذیتیں دی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا اور ثابت قدمی اختیار کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تو [illegible] بدر اور بعد کے معرکوں میں بھی شریک رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے

---

[1] انیس بن مرثد بن ابی مرثد الغنوی: الاستیعاب [illegible] الاصابہ [illegible]

[2] [illegible]

دیا ہے، مروی ہے آزاد کیا ہے، جب مدینہ منورہ میں اذان شروع ہوئی تو وہ اور ابن ام مکتوم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں باری باری اذان دیا کرتے تھے کبھی کبھی وہ اور کبھی وہ، بلال نہایت حسین الصوت اور فصیح تھے اور یہ روایت جو مروی ہے کہ بلال کا سین عند اللہ شین ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، آپ نے فتح مکہ کے موقع پر کعبہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تھی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو آپ نے اذان دینی چھوڑ دی، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی آپ نے کچھ عرصہ اذان دی تھی صحیح نہیں ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ جہاد کے لئے شام چلے گئے تھے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ آئے تھے تو ان کے ساتھ خطبہ کے بعد ان کے سامنے ظہر کی اذان دی تھی جس سے لوگوں پر سخت گریہ اور رونا طاری ہوگیا، یہ بھی منقول ہے کہ آپ کسی دوران مدینہ منورہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور اس وقت اذان دی، تو لوگوں پر اذان کی رقت، گریہ اور آہ و بکا طاری ہوئی اور کسی اس کا ثبوت نہیں پہنچا تھا۔

صحیح میں یہ روایت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال سے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا اور میں نے اپنے آگے تمہارے جوتوں کے چلنے کی آواز سنی، اپنے سب سے زیادہ امید والے عمل کے بارے میں بتاؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے جب بھی وضو کیا تو دو رکعتیں ضرور پڑھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فضیلت اسی بنا پر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب بھی مجھے حدث ہوا تو میں نے وضو کیا اور ہر وضو کے ساتھ میں نے دو رکعت پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت ہی سیاہ فام آدمی تھے، طویل القامت، نحیف البدن، بہت زیادہ بالوں والے اور پچکے گالوں والے تھے، ابن بکیر کہتے ہیں کہ آپ کی وفات دمشق میں ۲۰ھ میں طاعون عمواس کی وبا سے ہوئی، اور محمد بن اسحاق اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ ۱۸ھ میں وفات ہوئی، واقدی کہتے ہیں کہ دمشق کے باب الصغیر کے قریب دفن ہوئے اور ان کی عمر بوقت وفات ساٹھ سال سے کچھ زائد تھی، دیگر حضرات کہتے ہیں کہ داریا میں انتقال ہوا اور باب کیسان میں دفن ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ داریا ہی میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا انتقال حلب میں ہوا تھا لیکن انتقال و دفن کے متعلق صحیح قول سب سے پہلا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

سعید بن عامر بن حذیم ..... یہ بنی جمح کے اشراف معززین میں سے تھے غزوہ خیبر میں شریک تھے اور بڑے متقی عابد و زاہد آدمی تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کے بعد آپ کو حمص کا امیر بنایا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آپ کو کوئی شدید حاجت آ پڑی ہے تو ایک ہزار دینار بھیجے لیکن آپ نے سب صدقہ کر دیئے اور بیوی سے فرمایا کہ ہم نے ایسی ذات کو دیئے جو ہمارے لئے ان سے بہتر تجارت کرے گا، ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ اور معاویہ بن ابی سفیان دونوں کو ساتھ روانہ کیا گیا تھا اور ان میں سے ہر ایک اپنے دستے کا امیر تھا۔

عیاض بن غنم[1] ..... ان کی کنیت ابو سعد فہری ہے یہ حجازی، یہ اولین میں سے ہیں، غزوہ حدیبیہ اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک رہے، یہ نہایت ہی نیک سخی اور بہادر تھے، آپ ہی کے ہاتھوں جزیرہ کی فتح ہوئی تھی اور آپ ہی سب سے پہلے آدمی ہیں جو جنگ کرتے ہوئے روم کے ملک میں گھس پڑے تھے اور آپ کو ابوعبیدہ نے اپنے بعد شام کا امیر مقرر کیا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امارت کو برقرار رکھا یہاں تک کہ ۲۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

ابوسفیان بن حارث[2] ..... یہ حارث بن عبدالمطلب کے فرزند اور رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام مغیرہ ہے یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے ان کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا لیکن اس سے پہلے یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دین اور مسلمین کے متعلق سخت بغض رکھتے تھے، انتہائی بد زبان اور ناہنجار شاعر تھے، اسلام سے قبل اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کیا کرتے تھے جن کا جواب حضرت حسان بن ثابت دیا کرتے تھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چند اشعار یہ ہیں:

---

(1) عیاض بن غنم: الاستیعاب: ۱۹۵۴، الاصابة: ۶۱۵۵، اسد الغابة: ۴/۳۲۷، تجرید اسماء الصحابة: ۴۹۹۱۔

(2) ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب: الاستیعاب: ۲۹۹۰، الاصابة: ۷/۱۷۹، اسد الغابة: ۶/۲۲۳، تجرید اسماء الصحابة: ۲۰۲۰

(۱)...... قبیلہ دوس میری طرف سے ابو سفیان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ معاملہ ظاہر ہو گیا اور خفا ختم ہو گیا ہے۔

(۲)...... تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی جبکہ میں نے اس کا جواب دیا ہے اور اس کی جزا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

(۳)...... اور تو ان کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں تم دونوں میں سے جو برا ہے وہ تم میں سے بہتر پر قربان ہو۔

جب یہ اور عبداللہ بن ابی امیہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی یہاں تک کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی سفارش کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان نے یہ کہا کہ اگر مجھے اجازت نہ دی تو میں اس چھوٹے سے بچے کا ہاتھ پکڑ لوں گا (ان کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا) اور کسی جگہ چلا جاؤں گا کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہو گا اس کی یہ بات جب رسول اللہ ﷺ کو ان پر ترس آیا اور آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ غزوہ حنین میں یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے چنانچہ آپ کے خچر دلدل کی لگام انہی کے ہاتھ میں تھی۔

ایک روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ محبت فرماتے اور ان کے لئے جنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ حمزہ کے پیچھے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر انہوں نے ایک مرثیہ پڑھا تھا جس کو ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں اس میں یہ اشعار بھی ہیں۔

(۱) ...... میں بے خواب رہا اور میری رات زائل نہ ہوتی مصیبت زدہ کی رات طویل ہوا کرتی ہے۔

(۲) ...... اور رونے نے مجھے اس وقت سہارا دیا اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ تکلیف کم ہی پہنچی تھی۔

(۳) ...... لیکن ہماری مصیبت بہت بڑی ہو گئی جس شب کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے۔

(۴) ہم نے وحی اور تنزیل قرآن کو کھو دیا جسے جبرئیل علیہ السلام صبح و شام لایا کرتے تھے۔

مورخین کہتے ہیں کہ ابو سفیان نے حج کیا جب اپنے سر کا حلق کروایا تو حلق کرنے والے نے آپ کے سر میں موجود ایک مسّہ کو کاٹ دیا جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے اور مسلسل بیمار رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹنے پر آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی نوفل نے آپ سے چار ماہ پہلے وفات پائی۔

ابو الہیثم بن التیہان (۱) ...... یہ ابو الہیثم مالک بن التیہان بن مالک بن عبید بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی ہیں بیعت عقبہ والی رات نقیب بن کر حاضر ہوئے تھے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے ۲۰ھ میں آپ نے وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ ۲۱ھ میں وفات ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اس میں شہید ہوئے تھے اکثر مورخین اسی آخری قول پر ہیں لیکن ہمارے شیخ نے ان کا اسی مقام پر ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

زینب بنت جحش (۲) ...... یہ زینب بنت جحش بن رئاب اسدیہ ہیں اور بنو اسد بن خزیمہ میں سے ہیں آپ امہات المومنین میں سب سے پہلے وفات پانے والی ہیں آپ کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا آپ کا نام پہلے برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے بدل کر زینب رکھ دیا آپ کی کنیت ام الحکم تھی۔ یہی وہ محترمہ ہیں جن کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اور اسی بنا پر آپ دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے والدین نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا سورۃ الاحزاب میں ہے "جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی یعنی ان کو طلاق دے دی تو ہم نے آپ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا" یہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں جب انہوں نے طلاق دے دی تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا یہ واقعہ ۵ھ کا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۳ھ کا واقعہ ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ۴ھ کا واقعہ ہے ان ہی کی رخصتی کے وقت ہی آیت حجاب نازل ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ یہی تھیں جو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسن و جمال اور مرتبہ میں مقابلہ کیا کرتی تھیں انتہائی متقی دیندار اور عبادت گزار

---

(۱) ابو الہیثم مالک بن التیہان: الاستیعاب [illegible]، الاصابہ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

(۲) زینب بنت جحش: الاستیعاب [illegible]، الاصابہ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

اور کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں آپ کی اسی صفت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ جلدی مجھ سے وہ آ کر ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔ آپ محنت کش خاتون تھیں اپنے ہاتھ سے چیزیں تیار کرتی اور پھر ان کو صدقہ کر دیتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو بہتر اور اللہ سے ڈرنے والی، بات کی سچی، صلہ رحمی کرنے والی، امانت دار اور صدقہ و خیرات کرنے والی آپ سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔

جب لوگوں نے جانچا تب سے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ لمبے تھے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سب سے پہلے آپ کے بعد جو بازو ناپتی ہے یعنی ازواج مطہرات ہاتھ ناپا کرتی تھیں اور یہ دونوں فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کی وفات نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کا حق زینب بنت جحش کا مقررہ وظیفہ بارہ ہزار درہم بھیجا تو وہ سب انہوں نے اپنے عزیز و اقارب میں صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ اس سال کے بعد مجھے حضرت عمر کی خوشی نہیں ملے گی رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی آپ کی وفات ہوئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی یہ پہلی خاتون ہیں جن کی میت کو چار پائی پر اٹھایا گیا اور بقیع میں آپ کی تدفین کی گئی۔

صفیہ بنت عبدالمطلب [1]: یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی، زبیر بن العوام کی والدہ اور حمزہ بن عبدالمطلب کی حقیقی بہن ہیں ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے صفیہ کے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں غزوہ احد میں یہ تشریف لائیں اور اپنے بھائی حمزہ پر بہت زیادہ گھبراہٹ کا اظہار کیا غزوہ خندق میں ایک یہودی آیا جو اس قلعہ کے ارد گرد گھوم رہا تھا جس میں آپ تھیں اور حسان بن ثابت کے قلعہ کی طرف چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا آپ نے حسان سے کہا نیچے اتر کر اسے قتل کر دو لیکن انہوں نے ہمت نہیں کی تو یہ خود اتریں اور اسے قتل کر دیا پھر حسان سے کہا جاؤ اس کا سامان وغیرہ اتار لو کیونکہ میں عورت ہوں یہ کام نہیں کر سکتی لیکن حسان کہنے لگے کہ مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہ سب سے پہلی خاتون ہیں جنہوں نے کسی مشرک کو قتل کیا۔ پھوپھیوں میں سے کسی کا اسلام لانا ان کے علاوہ دیگر رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیوں میں ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان میں اروی اور عاتکہ مسلمان ہو گئی تھیں اس کو ابن اثیر اور ہمارے شیخ حافظ ابو الحجاج مزی نے بھی نقل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صفیہ کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں ہوئی تھی ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا اس کے بعد العوام بن خویلد سے ہوا جس سے زبیر اور عبد الکعبہ دو بیٹے ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ العوام بن خویلد نے آپ سے کنوارے پن کی حالت میں نکاح کیا تھا لیکن صحیح قول پہلا ہے مدینہ منورہ میں ۲۰ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئیں ابن اسحاق نے اس مقام پر آپ کے علاوہ کسی اور وفات پانے والی خاتون کا بھی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

عویم بن ساعدہ انصاری [2]: آپ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور تمام معرکوں میں شریک رہے، یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے پانی سے استنجا کیا تھا انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین

مشہور یہ ہے کہ ۲۰ھ یا ۲۱ھ کی ابتداء میں ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں مدینہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

بشر بن عمرو جارود: ان کا لقب جارود ہے ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے، آپ عبدی ہیں۔ بڑی نہایت معزز اور قوم کے مقتدا تھے اور دیانتدار تھے، جنہوں نے قدامہ بن مظعون کے خلاف شراب نوشی کی گواہی دی تھی، جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قدامہ پر

---

[1] صفیہ بنت عبدالمطلب: [illegible]

[2] عویم بن ساعدہ الانصاری: [illegible]

سے معزول کر کے مدینہ بلا لیا تھا، جہاں انہوں نے شہادت کی موت پائی ہے۔

ابو خراش خویلد بن مرۃ الہذلی: آپ عمدہ شاعر اور مخضرمین میں سے تھے، زمانہ جاہلیت [illegible] بہت تیز چلنے والے تھے [illegible] تیز رفتار گھوڑے کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے تھے، آپ نے اسلام قبول کیا [illegible]

معرکہ نہاوند ۲۱ھ[1]: یہ انتہائی عظیم جنگ، بڑی شان اور عجیب خبر والا معرکہ ہے، مسلمان اسے فتح الفتوح کا نام دیتے ہیں۔

ابن اسحاق اور واقدی کہتے ہیں کہ معرکہ نہاوند ۲۱ھ میں ہوا، اور سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں ہوا، اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۹ھ میں ہوا، ابن جریر نے یہ تحریر کیا ہے اس سے ہم نے بھی اس کو یہاں بیان کیا ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا ہے، اللہ کی توفیق سے ہم نے ان تمام حالات کو تاریخ کی روایات سے اکٹھا کر دیا ہے یہاں تک کہ یہ سب روایات ایک دوسرے میں داخل ہو گئی ہیں۔

سیف بن عمر اور دیگر سے مروی ہے کہ جس چیز نے نہاوند کی اس جنگ کو بھڑکایا وہ یہ تھی کہ جب مسلمانوں نے اہواز کو فتح کر لیا اور علاء بن حضرمی نے [illegible] اور ایران کی حکومت اور ایران کے تخت اور اصطخر پر قبضہ کر لیا اور فارس کے بہت سے شہر [illegible] اور ان کے بادشاہ کو [illegible] ان کے شہروں سے نکال دیا [illegible] یہاں تک کہ وہ اصفہان پہنچ گیا [illegible] اور اس نے اپنے ملک کے لوگوں کو خط لکھے [illegible] اور ان کے پاس ہر قسم کی فوجیں [illegible] جمع ہو گئیں [illegible] کی وہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس سے پہلے اتنا بڑا لشکر تیار نہیں ہوا تھا۔

سعد بن ابی وقاص نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی اور ادھر اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص پر [illegible] کی اور ان کی ہر چیز میں شکایت کی یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ وہ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے [illegible] اور شکایت کرنے والوں کے لیڈر کا نام جراح بن سنان اسدی تھا [illegible] یہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] ان کے خلاف ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو رہا ہے [illegible] اس کے باوجود میں تمہارے معاملے میں غور کروں گا۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ کو کوفہ بھیجا [illegible] اور حکم دیا کہ وہ سعد کے بارے میں لوگوں سے پوچھیں، چنانچہ وہ کوفہ کی مساجد میں گھومے اور سعد کے بارے میں پوچھا اور ہر ایک نے ان کی تعریف کی سوائے جراح بن سنان کے ساتھیوں کے [illegible] یہاں تک کہ آپ بنی عبس کی ایک مسجد میں پہنچے تو ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور اس نے کہا کہ جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو کہ سعد تقسیم میں برابری نہیں کرتے اور رعیت کے درمیان انصاف نہیں کرتے اور لشکر کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے، تو سعد بن ابی وقاص نے اسے بددعا دیتے ہوئے کہا: اے اللہ! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو لمبا کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر گر گئیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا کہ میں فتنوں میں مبتلا بوڑھا ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے، پھر سعد نے ان لوگوں کے خلاف [illegible] بددعا کی [illegible] جس کے نتیجہ میں ان کے جسم یا مال پر کوئی نہ کوئی آفت آ گئی۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اہل کوفہ اور اہل نہاوند سے جہاد کے لیے تیار کیا پھر سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، الجراح بن سنان اور ان کے ساتھی سب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے سعد سے پوچھا کہ تم نے کس کو اپنا نائب بنایا ہے [illegible] سعد نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو [illegible]

---

[1] المنتظم [illegible] تاریخ طبری [illegible] الکامل فی التاریخ [illegible] مروج الذہب [illegible]

میں انہیں جو نماز پڑھاتا ہوں اس میں کوتاہی نہیں کرتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو اسحٰق میرا تم سے بارے میں یہی گمان تھا اس کے بعد سعد نے کہا کہ میں اسلام لانے والا پانچواں آدمی تھا اور ہماری یہ حالت تھی کہ کیکر کی جھاڑیوں اور اس کے پتوں کے سوا ہماری کوئی خوراک نہ تھی یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے اور میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا اور میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے والدین کو اکٹھا کیا ابی وامی یعنی سعد ان کے جملے میں جمع کیا۔ کہنے لگے بنو اسد کہ تمہیں علم نہیں ہوا اب بنو اسد کہتے ہیں کہ آپ اچھی نماز نہیں پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ اگر یہ لوگ اسلام کے بارے میں مجھے عیب لگانے والے ہیں تو پھر تو میں ناکام ہو جاؤں گا اور میرا عمل ضائع ہو جائے گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کوفہ پر اپنا نائب کس کو بنا کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نیابت برقرار رکھی۔

وہ مشہور اور شریف صحابہ میں سے تھے اور انصار میں سے بنو حبلی کے حلیف تھے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی اور شکایت کے بعد سے مسلسل یہ والی رہے اور ان لوگوں کا انتظام درست کرتے رہے جو قریب تھا کہ ان پر حملہ کریں اور ان سے لڑائی کریں لیکن پھر ان کے تذکرہ سے چھوڑ دیں گے یہ لوگ پھر وہ نہاوند میں شکایت کا ذکر کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل فارس پر کشادہ ہو رہے تھے نہاوند میں جمع ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ ان کے جنگجوؤں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی ان کا سالار فیرزان تھا، بعض لوگ بندار اور بعض ذوالحاجب بھی کہتے ہیں ان سب امراء اور سپہ سالاروں نے ایک دوسرے کو خوب ملامت کی اور کہا کہ محمد ﷺ عرب میں آئے تھے اور انہوں نے ہمارے ملک پر حملہ نہیں کیا پھر وہ فوت ہو گئے اور ان کے بعد ان کے نائب ابو بکر بنے انہوں نے کوئی چھیڑ چھاڑ کی لیکن ان عمر بن خطاب نے اپنی حکومت طویل ہو جانے کی وجہ سے ہماری بے عزتی کی ہے اور ہمارے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور ہمارے ملک کے بڑے حصے میں ہم سے جنگ کی اور ہمارے اہواز اور فارس پر قبضہ کر لیا اور وہ تمہارے وطن سے نکالے بغیر رکنے والے نہیں ہیں۔ پس ان سب نے باہم عہد و پیمان کیا کہ وہ ضرور بصرہ و کوفہ جائیں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کے شہر سے غافل کر دیں گے انہوں نے اس کا فرمان لیا اور اسے ایک دوسرے پر لازم اور واجب کر لیا پھر جب حضرت سعد بن ابی وقاص ۔ نے یہ معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا اور اس وقت وہ معزول کر دیئے گئے تو پھر آپ نے ان کے عزم اور مقاصد کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ گفتگو کی اور بتایا کہ اہل فارس نے نہاوند میں جمع ہونا شروع کر دیا ہے۔

اسی دوران عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کا خط بھی قریب بن ظفر عبدی کے ہاتھ پہنچ گیا انہوں نے بھی یہ بات لکھی کہ اہل فارس نے اپنی جمعیت مضبوط کر لی ہے اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک دوسرے کو برانگیختہ کر رہے ہیں لہٰذا اے امیر المومنین مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کا قصد کریں اور انہوں نے ہمارے ملک پر حملہ کرنا ہے تو ہم جو ہے وہ ان کو روکیں ۔ جب یہ گفتگو جاری تھی اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط لانے والے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ قریب۔ آپ نے پوچھا کہ کس کے فرزند ہو؟ اس نے کہا ظفر کا بیٹا ہوں۔ آپ نے اس گفتگو سے نیک فال لی اور فرمایا کہ فتح قریب ہے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کرنے کا اعلان کیا تو لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔

سب سے پہلے جو مسجد میں داخل ہوا وہ سعد بن ابی وقاص تھے آپ نے اس سے بھی نیک فال لی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو لوگ جمع ہو گئے آپ نے فرمایا کہ آج کا دن بعد کے ایام پر اثر انداز ہو گا خبردار میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے پس تم اسے غور اور توجہ سے سنو پھر درستی میں جھگڑا مت کرو ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ میری رائے یہ ہے کہ میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو میرے ساتھ ہیں اور ان دونوں شہروں کوفہ و بصرہ کے درمیان جا کر پڑاؤ کروں پھر انہیں امداد کے لیے طلب کر لوں اور پھر ان کا مددگار ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان پر فتح عطا فرمائے۔ پس حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے اہل الرائے حضرات کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک نے الگ الگ گفتگو کی اور بہت عمدہ اور خوب گفتگو کی ان سب کی رائے یہ تھی کہ آپ مدینے سے نہ جائیں بلکہ یہاں سے لشکر روانہ کرتے رہیں اور اپنی رائے اور دعاؤں کے ساتھ ان کی پشت پناہی کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو تو یہ تھی کہ اے امیر المومنین یہ دین کی فتح و شکست کثرت و قلت کے سبب نہیں ہے یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے غالب کیا ہے اور اپنا لشکر ہے جسے اس نے عزت دی ہے اور اس کی مدد فرمائی ہے یہاں تک کہ یہ

تھک گئے ہیں نے جہاں پہنچنا تھا پہنچ گیا لیکن ہم اللہ کے وعدے پر ہیں بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے اور اے امیر المومنین آپ کی مثال موتیوں کی لڑی کی طرح ہے جو موتیوں کو جمع رکھتی ہے اور ان کو روک کر رکھتی ہے اگر یہ لڑی ٹوٹ جائے تو وہ منتشر ہو جاتے ہیں اور گر جاتے ہیں پھر ان کو اکٹھا کرنا محال ہے اگرچہ آج عرب قلیل ہیں لیکن وہ کافی ہیں اور اسلام کی وجہ سے بہت طاقتور ہیں لہٰذا آپ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں اور اہل کوفہ کو خط لکھیے کیونکہ وہ عربوں کے سردار اور سرکردہ لوگ ہیں کہ ان میں سے دو تہائی چلے جائیں اور ایک تہائی ٹھہرے رہیں اور اہل بصرہ کی طرف لکھیں کہ وہ بھی ان کی امداد کریں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ آپ ان کی اہل یمن اور شام کے لشکروں کے ساتھ امداد کریں اور حضرت عمر بن خطاب کے کوفہ اور بصرہ سے میدان تک جانے پر امیر المومنین کی رائے سے اتفاق کیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس رائے کی مخالفت کی اور یہ رائے دی کہ جس میں اہل یمن اور شام سے لشکر کی صورت میں مدد طلب کی جائے گی کہ ان علاقوں میں اسلامی لشکر کم ہونے کی وجہ سے شام میں رومیوں اور یمن میں حبشیوں کا خطرہ بڑھ جائے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تحسین فرمائی اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی امر میں مشورہ کرتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رائے لئے بغیر اسے حتمی شکل نہ دیتے تھے جب اس معاملہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے آپ کو پسند آگئی تو آپ نے اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین آہستگی اختیار کیجئے یہ دیہاتی لوگ اس عذاب کی وجہ سے اکٹھے ہو گئے ہیں جو ان پر نازل ہوا ہے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگ مشورہ دیجئے کہ میں اس جنگ کا والی کسے بناؤں؟ لیکن وہ عراقی ہونا چاہئے لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اپنے لشکر کے بارے میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس شخص کو اس کا والی بناؤں گا کہ کل کو وہ جب جنگ کرے گا تو سب سے پہلا نیزہ بردار ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا نعمان بن مقرن لوگوں نے کہا کہ وہ اس کا اہل ہے۔

نعمان بن مقرن کسکر کے والی تھے آپ نے امیر المومنین کو لکھا کہ مجھے کسکر سے معزول کر دیں اور اہل نہاوند سے جنگ کا والی مقرر کر دیں آپ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی اور انہیں اس جنگ کا والی مقرر کر دیا پھر آپ نے حذیفہ بن الیمان کو لکھا کہ وہ کوفہ سے لشکر لے کر روانہ ہو جائیں اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ بصرہ سے لشکر لے کر روانہ ہو جائیں اور نعمان بن مقرن کو جو اس وقت بصرہ میں تھے لکھا کہ وہ نہاوند کی طرف روانہ ہو جائیں جب سب لشکر جمع ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے لشکر پر امیر ہوگا اور سب کے مشترکہ لشکر پر نعمان بن مقرن امیر ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو حذیفہ بن الیمان اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو جریر بن عبد اللہ اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو قیس بن مکشوح اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو فلاں اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو فلاں امیر ہوں گے یہاں تک کہ آپ نے سات نام گنوائے ان میں مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی تھا بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام نہیں تھا واللہ اعلم نعمان بن مقرن کے نام جو خط آپ نے لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب کی طرف سے نعمان بن مقرن کے نام۔

آپ کو سلام قبول ہو میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اہل عجم کی کثیر تعداد میں افواج تمہارے مقابلے کے لئے نہاوند میں جمع ہو چکی ہیں لہٰذا جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی مدد و نصرت کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لے کر نہاوند کی طرف روانہ ہو جائیں اور سخت دشوار گزار راستہ اختیار نہ کریں ورنہ آپ ان کو تکلیف پہنچانے والے ہوں گے اور ان کے حق کو نہ روکیں ورنہ آپ ان کی ناشکری کریں گے اور انہیں کسی دلدلی جگہ کے راستے سے نہ لے جائیں۔ مجھے ایک مسلمان ایک لاکھ دینار سے بھی زیادہ محبوب ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو آپ اس سمت روانہ ہو جائیں یہاں تک کہ ماہ کے مقام پر پہنچ جائیں میں نے اہل کوفہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ وہیں آکر آپ سے ملیں گے جب یہ سب لشکر جمع ہو جائیں تو فیرزان اور اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا کثرت سے ورد کریں۔

اور کوفہ میں اپنے عامل عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو لکھا کہ وہ ایک لشکر تشکیل دے کر انہیں نہاوند کی طرف روانہ کر دیں ان کے امیر حذیفہ بن

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مارے گئے۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سب کے جواب میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ ہم اس سے بھی بدتر حالت میں تھے جو تم نے بیان کی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا اور ہم سے دنیا میں مدد و نصرت اور آخرت میں بھلائی کا وعدہ فرمایا اس وقت سے مسلسل ہمیں اس کی طرف سے مدد و نصرت پہنچتی رہتی ہے اور جب ہم تمہارے ملک میں آ پہنچے ہیں تو اب کبھی بھی بدحالی کی طرف نہ جائیں گے یہاں تک کہ تمہارے شہروں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر قبضہ کر لیں یا تمہاری اس سرزمین پر قتل ہو جائیں۔ پس فیرزان نے یہ سن کر کہا بخدا عربی نے سچ کہا ہے اس نے اپنے دل کی بات اگل کر تمہارے سامنے رکھ دی ہے۔

مسلمان اسی حالت پر مسلسل محاصرہ کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ نعمان بن مقرن نے اہل الرائے کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے دونوں لشکر کھلے میدان میں آمنے سامنے ہو جائیں۔ پس سب سے پہلے عمرو بن ابی سلمیٰ نے جو سب سے کبیر السن تھے کلام کیا اور کہا کہ جس حالت پر ہم اس وقت ہیں یہ دشمن کے مقابلہ میں ہمارے لئے زیادہ نقصان دہ ہے لہٰذا آپ مسلمانوں کو بچانے کی فکر کیجئے۔ اس رائے کو سب نے رد کر دیا اور کہا کہ ہم دین کے غلبہ اور اللہ کے وعدہ پورا ہونے تک یقین پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ عمرو بن معدی کرب نے کہا کہ تم ان پر حملہ کرو، ان کا مقابلہ کرو اور ان سے ہرگز خوف نہ کھاؤ لیکن اس رائے کو سب نے رد کر دیا۔ کہا گیا کہ ہم دیواروں سے سر ٹکرا رہے ہیں، دیواریں ہمارے خلاف ان کی مددگار ہیں۔ اس کے بعد طلیحہ اسدی نے گفتگو کی اور کہا کہ ان دونوں کی رائے درست نہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کی طرف ایک دستہ بھیجا جائے جو ان کو گھیرا ڈال دے، پھر قتال پر ابھارے اور انہیں غصہ دلائے یہاں تک کہ وہ لوگ اس دستہ کے مقابلہ کے لئے باہر نکلیں پھر یہ دستہ بھاگ کھڑا ہو اور وہ لوگ ان کا تعاقب کریں گے یہ دستہ بھاگتے بھاگتے پیچھے ہٹتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ جائے پھر ہم سب بھی فرار ہونا شروع ہو جائیں پس جب وہ یہ دیکھیں گے تو انہیں ہماری شکست میں طمع پیدا ہو گی تب وہ لوگ اپنے قلعوں سے باہر نکل آئیں گے جب وہ قلعوں سے دور آ جائیں گے تو ہم ان کی طرف پلٹیں اور قتال کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ سب لوگوں نے اس رائے کی تحسین کی۔ نعمان بن مقرن نے اس رائے کے مطابق قعقاع بن عمرو کو سواروں کے ایک دستہ پر امیر مقرر کیا اور انہیں شہر کی طرف جانے کا، ان کا محاصرہ کرنے کا اور پھر جب وہ باہر نکل آئیں تو ان کے آگے آگے بھاگنے کا حکم دیا۔ قعقاع بن عمرو نے ایسا ہی کیا جب وہ لوگ قلعوں سے نکل آئے تو قعقاع بن عمرو پیچھے ہٹنے لگے اور مسلسل پیچھے ہٹتے رہے۔

اہل فارس نے اسے غنیمت جانا اور وہی کچھ کیا جو طلیحہ اسدی کا خیال تھا اور یہی کہتے ہوئے سب ہی باہر نکل آئے اور شہر میں کوئی بھی باقی نہ رہا سوائے دروازوں کے محافظین کے جو چوکیداری کر رہے تھے حتیٰ کہ قعقاع بن عمرو اپنے دستہ کے ساتھ نعمان بن مقرن کے پاس پہنچ گئے اور نعمان بن مقرن بھی لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے۔ یہ جمعہ کے دن کی صبح کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن نعمان بن مقرن نے منع کر دیا اور حکم دیا کہ قتال نہ کریں یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور ہوا چلنا شروع ہو جائے اور نصرت الٰہی کے نزول کا وقت ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے حملہ کرنے پر اصرار کیا لیکن نعمان بن مقرن نے سختی سے انکار کر دیا۔ وہ بہت ثابت قدم آدمی تھے۔

جب زوال کا وقت ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور اپنے ترکی گھوڑے پر جو قریب ہی تھا سوار ہوئے اور ہر جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر انہیں صبر و استقامت کی تلقین کرنے لگے اور یہ ہدایت دی کہ جب میں پہلی تکبیر کہوں تو حملے کے لئے تیار ہو جاؤ اور جب دوسری تکبیر کہوں تو ہر کوئی سامان جنگ کے ساتھ تیار رہے اور تیسری تکبیر کے ساتھ ان پر حملہ کر دینا، پس ہر ایک اپنے مدمقابل پر ٹوٹ پڑے۔ اہل فارس نے بھی تیاری کی اور بہت خوفناک انداز میں صف بندی کی اور وہ اپنی تعداد اور سامان کی تیاری میں ایسے تھے کہ کسی نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ ان میں سے بعض بعض کے ساتھ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور اپنے پیچھے گھاٹی کو رکھا تھا تا کہ کوئی بھی بھاگ نہ سکے۔ پس نعمان بن مقرن نے تکبیر کہی اور جھنڈے کو حرکت دی لوگ حملہ کے لئے تیار ہو گئے، آپ نے تیسری تکبیر کہی اور اس کے ساتھ ہی حملہ کر دیا، مسلمانوں نے بھی کفار پر حملہ کر دیا۔

نعمان بن مقرن کا جھنڈا اس طرح بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جیسے عقاب شکار پر جھپٹتا ہے۔ دونوں لشکروں نے تلواروں سے ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ کیا اور ایسی شدید جنگ کی جس کی مثال کسی نے نہ سنی تھی [illegible] یہاں تک کہ [illegible]

مشرکین مقتول ہوئے کہ زمین ان کے خون سے چپ چپی ہو گئی اور ان کے گھوڑے اس میدان میں پھسلنے لگے۔ حتیٰ کہ نعمان بن مقرن کا گھوڑا بھی خون میں پھسل گیا جس کی وجہ سے وہ گر پڑے اور ایک تیر آ کر انہیں کوکھ میں لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے لیکن ان کی شہادت کا ان کے بھائی سوید یا نعیم کے سوا کسی کو علم نہ ہوا ان کی لاش کو ڈھانپ دیا گیا اور ان کی شہادت کو چھپا لیا گیا اور جھنڈا حذیفہ بن یمان کے سپرد کر دیا گیا حذیفہ بن یمان نے ان کے بھائی نعیم بن مقرن کو اپنی جگہ مقرر کیا اور نعمان بن مقرن کی شہادت کو مخفی رکھا گیا تاکہ مسلمانوں کو کہیں شکست نہ ہو جائے۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو مشرکین پشت پھیر کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تیس ہزار کے قریب مشرکین نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا تاکہ بھاگنے کا خیال نہ آئے اور اپنے چاروں طرف خندقیں کھود لی تھیں لیکن جب ان کو شکست ہوئی تو وہ لوگ خندقوں میں گر گر کر مرنے لگے۔

اس معرکہ میں ایک لاکھ کے قریب مشرکین مارے گئے اور صرف گھوڑے والے بچ نکلے ان کا امیر فیرزان تھا وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا نعیم بن مقرن نے اس کا تعاقب کیا اور اپنے آگے آگے قعقاع بن عمرو کو اس کے پیچھے روانہ کیا فیرزان نے ہمدان کا رخ کیا قعقاع نے اسے پالیا اور ہمدان کی ایک گھاٹی کے پاس جا کر پکڑ لیا وہاں بہت سے خچر اور گدھے شہد اٹھائے ہوئے موجود تھے فیرزان نے انہیں لے کر اوپر چڑھنے کی ہمت نہ پائی۔ پس گھاٹی میں اس کی موت کا وقت آ پہنچا تھا لہٰذا وہ پیدل ہی چل پڑا اور پہاڑوں میں الجھ کر رہ گیا قعقاع بن عمرو نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے اس موقع پر کہا کہ بے شک شہد بھی اللہ کے لشکروں میں سے ہے پھر اس تمام شہد اور جو سامان ان جانوروں پر لدا ہوا تھا سب کو غنیمت بنا لیا اور اس گھاٹی کا نام ثنیۃ العسل (شہد کی گھاٹی) رکھا۔ پھر قعقاع بن عمرو ان شکست خوردہ لوگوں کے پیچھے جو ہمدان کی طرف نکل گئے تھے چلے اور ان کا ہمدان کے آس پاس والوں کا محاصرہ کر لیا۔

پھر وہاں کا حاکم خسرو شنوم نیچے اترا اور مسلمانوں سے صلح کر لی قعقاع بن عمرو وہاں آ کر حذیفہ بن یمان اور مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور معرکہ کے بعد پھر نہاوند میں داخل ہو گئے اور تمام مال غنیمت جمع کر کے اس کے منتظم اقرع بن حابس کے سپرد کر دیا۔

جب اہل ماہ نے اہل ہمدان کے متعلق خبر سنی تو انہوں نے حذیفہ بن یمان کی طرف ایک وفد بھیجا اور اپنے لئے امان حاصل کر لی۔ ان میں سے ایک آدمی جس کا نام ہیربذ تھا اور وہ ان کے آتش کدے کا متولی و منتظم تھا اس نے حذیفہ بن یمان سے امان کی درخواست کی اور کسریٰ کی ایک امانت جو اس کے پاس تھی وہ بھی پیش کی جسے کسریٰ نے مشکل حالات کے پیش نظر اس کے پاس ذخیرہ کیا ہوا تھا پس حذیفہ بن یمان نے اسے امان دے دی۔ وہ آدمی دو بڑے بڑے ٹوکرے لے کر آیا تھا جو انتہائی قیمتی جواہرات سے لبریز تھے جن کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا لیکن مسلمانوں نے ان کی کوئی اہمیت نہ دی اور اتفاق رائے سے یہ بات طے کی گئی کہ ان کو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ پھر خمس اور ان ٹوکریوں کو سائب بن اقرع کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا اور فتح کی خوشخبری اس سے پہلے طریف بن سہم کے ہاتھ بھیجی جا چکی تھی۔ باقی مال غنیمت حذیفہ بن یمان نے مجاہدین میں تقسیم کر دیا بہادری اور کارگزاری دکھانے والوں کو کچھ زیادہ دیا گیا اور جو پشت کی طرف سے اسلامی لشکر کی حفاظت کے لئے تعینات کئے گئے تھے اور جو ان کے معاون بنے تھے ان کا بھی حصہ لگایا گیا اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حاملہ عورت کی طرح جس کا وضع حمل قریب ہو دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور دعا اور گریہ و زاری میں مصروف رہے مسلمانوں کی طرف سے کوئی خبر آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔

اسی دوران ایک مسلمان مدینہ سے باہر نکلا تو اچانک اسے ایک سوار آتا دکھائی دیا جب وہ قریب آیا تو اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا نہاوند سے۔ اس مسلمان نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار پر فتح عطا فرمائی ہے اور ان کا امیر قتل ہو گیا ہے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہے ہر سوار کے حصے میں چھ ہزار اور پیادہ کے حصے میں دو ہزار درہم آئے ہیں پھر وہ آگے چلا گیا اور مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا لوگوں کو خبر دی اور شہر میں یہ خبر پھیل گئی یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب کے پاس پہنچ گئی آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ خبر کس نے دی؟ اس نے کہا ایک سوار نے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ سوار میرے پاس کیوں نہیں آیا؟

اصل میں یہ آدمی جنات میں سے تھا اور اس کا نام عثیم تھا اس کے کئی دن کے بعد طریف فتح کی خوشخبری لے کر پہنچے۔ لیکن ان کے پاس صرف فتح

کی تو خبر ہی تھی اس کے سوا کوئی تفصیلات نہ تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے معلوم کیا کہ نعمان بن مقرن کو کس نے شہید کیا لیکن ان کے پاس اس کا کچھ علم نہ تھا یہاں تک کہ سائب بن اقرع کی قیادت میں خمس لے کر وفد پہنچا اور اس نے واضح طور پر تمام حالات کی خبر دی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جنات بھی اس معرکہ میں حاضر تھے اور ان کا ایلچی اپنی قوم کو خبر دینے کے لئے جلد واپس آیا تھا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر ملی تو آپ رو پڑے پھر سائب سے پوچھا کہ اور کون کون مسلمان شہید ہوئے انہوں نے بتایا فلاں فلاں لوگ اور کئی اشراف و معززین کے نام لئے پھر کہا کہ کچھ عجم سے قبائل اور غلاموں کے لوگ بھی شہید ہوئے جنہیں امیر المؤمنین نہیں جانتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ امیر المؤمنین کا ان کو نہ پہچاننا ان کے لئے کچھ نقصان دہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں خوب پہچانتا ہے اور اسی نے ان کو شہادت سے سرفراز کیا ہے یہ لوگ عمر کے جاننے سے کیا کریں گے انہیں اس کا کچھ کیا فائدہ ہوگا۔

پھر حسب معمول مال غنیمت کو خمس تقسیم کرنے کا حکم دیا اور وہ جوہر کے پیالے ذکر سے آپ کے گھر لے جائے گئے اور قاصدین اپنا کام کر کے واپس چلے گئے، جب صبح ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا لیکن یہاں نہ پایا پھر ان کے نشان قدم کے پیچھے پیچھے ایلچی روانہ کیا ایلچی نے کوفہ پہنچ کر ہی پکڑ پایا۔

سائب بن اقرع کہتے ہیں کہ جب میں نے کوفہ میں اپنا اونٹ بٹھایا تو ایک آدمی نے میرے اونٹ کی کوہان پر ہاتھ رکھ کر اونٹ کو بٹھا دیا اور کہا امیر المؤمنین کو جواب بھیجئے میں نے کہا کس چیز کا؟ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا، پھر ہم ان کے نشانات قدم پر واپس آئے یہاں تک کہ امیر المؤمنین کی خدمت میں پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا اے ام سائب کے بیٹے! میرے اور تیرے لئے کیا ہے بلکہ تمام سائب کے بیٹے کے لئے اور نہ میرے لئے۔

سائب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کیا فرماتے ہیں؟ میں سمجھا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے تیرا برا ہو اللہ کی قسم! جس شب تم گئے میں اس رات سویا ہی نہیں پوری رات فرشتے مجھے ان دو کریوں کی طرف کھینچتے رہے جبکہ وہ دونوں آگ سے بھری ہوئی تھیں اور وہ کہتے تھے کہ ہم تمہیں اس سے داغیں گے اور میں کہتا تھا کہ میں عنقریب اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا تمہارا باپ نہ رہے انہیں لے جاؤ اور فروخت کر کے مسلمانوں کو عطیہ اور رزق کے طور پر تقسیم کر دو بھیجنے والے نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا دیا ہے اور تم بھی جانتے کہ تم بھی ان کے ساتھ ہو۔

سائب کہتے ہیں کہ میں ان دونوں کو لے کر نکلا یہاں تک کہ کوفہ کی جامع مسجد میں آ گیا تو تاجروں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور حضرت عمرو بن حریث مخزومی نے انہیں دو لاکھ درہم کے عوض خرید لیا اور پھر وہ سرزمین عجم کی طرف انہیں لے کر نکلے اور چار لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دیا اس کے بعد مسلسل اہل کوفہ میں مالدار اور صاحب ثروت رہے۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد سائب نے وہ دو لاکھ درہم غانمین میں تقسیم کر دیئے اور جس میں ہر سوار کے حصے میں چار ہزار درہم آئے۔

شعبی کہتے ہیں کہ اصل مال غنیمت سے ہر سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادہ کو دو ہزار درہم حاصل ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد اس معرکہ میں تیس ہزار تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ نہاوند ۲۱ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال فتح ہوا اسے سیف بن عمر نے عمرو بن محمد سے روایت کیا ہے اور شعبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب نہاوند کے قیدی مدینہ منورہ پہنچے تو ابولؤلؤ فیروز جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا ہر چھوٹے بچے سے ملا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور روتا اور کہتا کہ عمر نے میرا جگر کھا لیا ہے ابولؤلؤ اصل میں نہاوند کا رہنے والا تھا رومیوں نے فارس کی جنگ میں قید کر لیا تھا پھر وہاں سے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا تاہم جہاں سے قید کیا گیا تھا اسی کی طرف منسوب ہوا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس معرکہ کے بعد اہل فارس کے قدم پھر کبھی نہ جمے اور اس معرکہ میں داد شجاعت دینے والوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دو دو ہزار درہم انعام اور ہدیہ کے طور پر دیئے۔

اسی سال مسلمانوں نے نہاوند کے بعد شہر جی کو بھی فتح کر لیا جسے اصبہان کہا جاتا ہے اس کی فتح طویل جنگی مشاورت اور زبردست قتال کے بعد ہوئی آخر میں ان لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی، عبداللہ بن عبداللہ نے ان کے لئے امان کی دستاویز اور صلح نامہ تحریر کیا ان کے تیس آدمی کرمان

طرف بھاگ گئے انہوں نے صلح طلب کی۔

کہا جاتا ہے کہ اصبہان کو نعمان بن مقرن نے ہی فتح کیا ہے اور وہ یہیں شہید ہوئے اور مجوسیوں کا امیر ذوالحاجبین اپنے گھوڑے سے گر پڑا، اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اصبہان کے فاتح عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان ہیں جو کوفہ کے والی تھے۔ اسی سال ابوموسیٰ اشعری نے قم اور قاشان کو فتح کیا اور سہیل بن عدی نے کرمان فتح کیا۔

ابن جریر نے الواقدی سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص اپنے لشکر کے ساتھ طرابلس کی طرف گئے، راوی کا بیان ہے کہ وہ برقہ تھا آپ نے تیرہ ہزار دینار سالانہ پر صلح کر کے فتح کیا اور اسی سال عمرو بن العاص نے عقبہ بن نافع فہری کو زویلہ کی طرف بھیجا انہوں نے اسے صلح سے فتح کیا اور برقہ اور زویلہ کے درمیان تمام علاقہ مسلمانوں کے لئے پرامن ہو گیا۔

اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر کو زیاد بن حنظلہ کی جگہ کوفہ کا والی بنایا اور زیاد بن حنظلہ کو عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کے بعد کوفہ کا والی بنایا گیا تھا اور عبداللہ بن مسعود کو بیت المال کا منتظم بھی مقرر کیا پھر اہل کوفہ نے دوسرے سال شکایت کی تو عمار بن یاسر نے اس امارت سے معذرت چاہی جس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ جبیر بن مطعم کو والی مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ کسی کو خبر نہ دیں پھر مغیرہ بن شعبہ نے اپنی بیوی کو جبیر بن مطعم کی بیوی کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے لئے سفر کا کھانا پیش کرتی ہیں اور جبیر بن مطعم کی بیوی نے کہا کہ تم جو لانا چاہتی ہو میرے پاس لے آؤ تو مغیرہ بن شعبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اس میں کہ جس کو آپ نے کوفہ کا والی بنایا ہے، آپ نے پوچھا کیا ہوا؟ اور پھر جبیر بن مطعم کی طرف قاصد بھیجا اور انہیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ دوسری مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی بنا دیا پھر وہ مسلسل وہاں رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔

اسی سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ پر زید بن ثابت کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ان کے عاملین کوفہ کے سوا دیگر شہروں پر وہی تھے جو گزشتہ سال میں بیان ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال خالد بن ولید نے حمص میں وفات پائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۲ھ میں ہوئی اور جائے وفات کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ مدینہ میں۔ قاضی ابو زرعہ دمشقی نے دحیم سے روایت کی ہے کہ وفات والے امور سے متعلق یہی قول صحیح ہے واقدی کے علاوہ دیگر مؤرخین کہتے ہیں کہ اسی سال علاء بن حضرمی کی وفات ہوئی اور ان کی جگہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علاء بن حضرمی کی وفات اس سال سے پہلے ہی ہو چکی تھی جیسا کہ گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن جریر واقدی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اسی سال عمیر بن سعد دمشق کے امیر تھے اور دمشق کے ساتھ حوران، حمص، قنسرین اور جزیرہ کے بھی امیر تھے اور معاویہ بن ابی سفیان بلقاء، اردن، فلسطین، انطاکیہ اور سواحل اور قلقیہ کے امیر تھے۔

اسی سال یعنی ۲۱ھ میں وفات پانے والوں کا ذکر

خالد بن ولید: آپ کا نام و نسب خالد بن الولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قرشی ہے، کنیت ابو سلیمان مخزومی اور لقب سیف اللہ ہے، عرب کے مشہور بہادروں میں سے ایک ہیں جو نہ تو زمانہ جاہلیت میں کبھی مغلوب ہوئے اور نہ ہی اسلام میں۔ ان کی والدہ عصماء بنت حارث ہیں جو لبابہ بنت حارث اور ام المؤمنین میمونہ بنت حارث کی بہن ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ آپ نے ۸ھ صفر میں اسلام قبول کیا اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور اسی دن جب امارت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ نے ایسا قتال کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی آپ کے ہاتھ میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمنی باقی بچی تلوار آپ کے ہاتھ

میں نہ بہت رہی اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زید نے جھنڈا اٹھایا لیکن وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے تھاما لیکن وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے تھاما لیکن وہ بھی شہید ہو گئے پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے تھاما اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

مروی ہے کہ معرکہ یرموک میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گر گئی اور وہ عین جنگ کے دوران اسے تلاش کرنے لگے۔ اس پر آپ کو ملامت کی گئی تو فرمایا کہ اس ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک کے کچھ بال ہیں وہ ٹوپی جس معرکہ میں بھی میرے ساتھ ہوتی تھی تو اس کی برکت سے میری مدد و نصرت کی جاتی ہے۔

مسند احمد میں ولید بن مسلم کے طریق سے مروی ہے کہ ولید بن مسلم وحشی بن حرب سے وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا وحشی بن حرب سے اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کے خلاف جنگ کا امیر مقرر کیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کیا ہی اچھا اللہ کا بندہ اور قبیلے کا بھائی ہے اور خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین پر سونتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین الجعفی نے زائدہ سے انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو خالد بن ولید نے کہا کہ تمہاری طرف اس امت کے امین کو بھیجا گیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اور قبیلے کے بہترین جوان ہیں۔

ابن عساکر نے اسے عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابو ہریرہ کے طریق سے نقل کیا ہے نیز مرسل طریق سے بھی نقل کیا ہے جو بعض بعض کو تقویت دیتے ہیں اور صحیح میں ایک حدیث کے ذیل میں وارد ہے کہ رہی بات خالد کی ہے تو تم خالد پر ظلم کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زرہیں اور غلاموں کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے۔ آپ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں امیر بن کر بنو جذیمہ کے خلاف جہاد کیا البتہ غزوہ خیبر میں آپ کی شمولیت میں اختلاف ہے۔ فتح کے موقع پر آپ ایک دستے کے امیر بن کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور قریش کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا جیسا کہ ہم نے ما قبل میں بیان کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہی ان کو عزیٰ بت کی طرف بھیجا تھا تو آپ نے سب سے پہلے اس کی چھال کو توڑا پھر اسے منہدم کیا اور فرمایا کہ اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تجھ کو کسی بھی عیب سے بری نہیں جانتا میں نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اہانت کی ہے پھر آپ نے اسے جلا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال پر آپ کو امیر مقرر کیا پس آپ نے شفا دی اور صفائی پائی پھر آپ نے انہیں عراق بھیجا پھر آپ شام آ گئے آپ کے بہت سے کارنامے ہیں کہ قلوب اور آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور کان ان کے تذکرے سے لذت پاتے ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر کے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا لیکن آپ کو مشیر کی حیثیت سے برقرار رکھا آپ شام ہی میں رہے یہاں تک کہ اپنے بستر پر آپ نے وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

واقدی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رو پڑے اور فرمایا کہ میں فلاں فلاں معرکوں میں شریک رہا اور میرے جسم پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں تلوار، نیزے یا تیر کے زخم نہ ہوں لیکن اب میں اس طرح بستر پر مر رہا ہوں جس طرح اونٹ مرتا ہے بزدلوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔ اور ابو یعلیٰ نے شریح بن یونس سے وہ یحییٰ بن زکریا سے وہ اسماعیل بن ابی خالد سے وہ قیس سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شب میں نئی نویلی دلہن میرے پاس بھیجی جائے یا کسی فرزند کی ولادت کی خوشخبری سنائی جائے اس کی نسبت مجھے وہ شب زیادہ محبوب ہے کہ جس میں مہاجرین کی جماعت کے ساتھ سخت ٹھنڈی اور سرد رات میں ہوتا ہوں پھر صبح کو دشمن پر حملہ کرتا ہوں۔

ابوبکر بن عیاش اعمش سے وہ خیثمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اس کے پاس شراب کا ایک مشکیزہ تھا آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے شہد سے تبدیل فرما دے پس وہ شہد بن گیا اس روایت کے کئی طرق ہیں ایک طریق میں ہے کہ ایک آدمی ان

کے پاس سے گزرا اس کے پاس شراب کا مشکیزہ تھا آپ نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ شہد ہے آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! اسے سرکہ بنا دے پھر وہ آدمی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تمہارے پاس ایسی شراب لایا ہوں کہ عربوں نے ایسی شراب کبھی نہ پی ہوگی لیکن جب اس مشکیزے کو کھولا گیا تو اس میں سے سرکہ نکلا اس آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی دعا لگ گئی ہے۔

مدائنی سلم بن قتیبہ سے وہ الہس سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید کا ایک مرتبہ دشمن سے سامنا ہوا مسلمان پشت پھیر کر شکست خوردہ حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے صرف وہ اور براء بن مالک ثابت قدم رہے اور میں ان کے درمیان کھڑا ہوا تھا کہتے ہیں خالد بن ولید نے اپنا سر کچھ دیر کے لئے زمین کی طرف جھکا لیا پھر کچھ دیر تک آسمان کی طرف اٹھایا۔ الہس کہتے ہیں کہ جب اس قسم کی صورتحال پیش آتی تو وہ اسی طرح کیا کرتے تھے اس کے بعد اپنے ساتھی براء بن مالک کو کہا کہ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ پھر وہ دونوں سوار ہوئے۔ خالد بن ولید نے اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کو خطاب کیا اور کہا کہ جنت کا راستہ یہ ہے مدینہ کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے پھر اس کے بعد حملہ کر دیا اور مشرکین شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خالد بن ولید کو حکم دیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کسی کو اونٹ یا بکری نہ دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ آپ یا تو مجھے اور میرے عمل کو چھوڑ دیں ورنہ اپنا معاملہ خود سنبھالیں۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر مشورہ دیا کہ آپ انہیں معزول کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میری طرف سے خالد رضی اللہ عنہ کا بدل کون ہوگا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تو اس کی جگہ ہو۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جانے کی تیاری کر لی حتی کہ سواری آپ کے گھر کے قریب بٹھا دی گئی پھر صحابہ کرام آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام میں رہنے دیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے خالد بن ولید کو یہی حکم دیا انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ نہ دکھائے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے روکوں اور خود اسے نافذ کروں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں علی بن رباح کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ناشرہ بن سمی الیزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جابیہ میں لوگوں سے خالد بن ولید کی معزولی پر معذرت کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو حکم دیا تھا کہ اس مال کو ضعفاء مہاجرین کے لئے روک کر رکھیں لیکن یہ جانبازوں، صاحب شرف اور زبان آور لوگوں کو اس سے نوازتے تھے، میں نے انہیں ہٹا دیا۔ پس ابو عبیدہ کو امیر بنا دیا۔ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے یہ سن کر کہا کہ اے عمر! آپ نے معذرت نہیں کی بلکہ اسے معزول کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اور اس جھنڈے کو گرایا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بلند کیا تھا اور اس تلوار کو نیام میں کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سونتا تھا۔ آپ نے قطع رحمی کی اور اپنے چچازاد سے حسد کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کے قریبی رشتہ دار ہو اور کم عمر ہو اپنے چچازاد بھائی کے معاملہ میں ناراض ہو۔

واقدی، محمد بن سعد اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے ۲۱ ہجری میں حمص سے ایک میل دور ایک بستی میں وفات پائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصی مقرر کیا اور دحیم کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی لیکن پہلا قول صحیح ہے اور اشعث بن قیس کو بڑا انعام دینے پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آپ کو تنبیہ کرنا اور ان کے مال سے نصف حصہ وصول کرنا، نیز آپ کا حمام میں داخل ہونا اور نورہ استعمال کرنے کے بعد شراب سے مرکب آٹا ملنا اور اس پر یہ عذر پیش کرنا کہ یہ اب دھونے کی چیز (صابن وغیرہ) بن گئی ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس پر آپ کو عتاب کرنا، یہ تمام واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

اور مروی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دی اور فرمایا کہ میں نے اس کو کسی شک کی وجہ سے طلاق نہیں دی بلکہ بات یہ ہے کہ یہ میرے پاس رہتے ہوئے بیمار نہیں ہوئی اور اس کے بدن، سر یا جسم کے کسی حصے میں بھی کوئی درد نہیں ہوا تھا۔

سیف بن عمر و دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام سے اور مثنیٰ بن حارثہ کو

عراق سے معزول کیا تو فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو اس لئے معزول کیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی مدد فرمائی ہے نہ کہ ان دونوں کی مدد سے فتح ہوئی ہے اور تمام تر قوت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ابو سیف نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حمص سے معزول کیا اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ وصول کر لیا تو فرمایا کہ تم مجھے بہت عزیز اور پیارے ہو اب تمہیں میری طرف سے کوئی ایسا حکم نہ پہنچے گا جو تمہیں برا لگے۔

اصمعی سلمہ سے وہ بلال سے وہ مجالد سے اور وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب نو عمر بچے تھے ان کے درمیان کشتی ہوئی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی ہیں پس اس کشتی میں خالد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی توڑ دی پھر اس کا علاج کیا گیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئی۔ یہ چیز ان کے درمیان عداوت کا سبب بن گئی۔

اصمعی ابن عون سے وہ محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس حال میں داخل ہوئے کہ ان پر ریشمی قمیص تھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے خالد یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین اس میں کیا حرج ہے کیا عبدالرحمن بن عوف نے اسے نہیں پہنا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مثل ہو؟ اور کیا تمہیں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح اس کا حق حاصل ہے؟ جو اس مقام تک ہیں؟ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ گھر میں سے ہر ایک شخص کا وہ حصہ پکڑے جو اس کے قریب ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پس اس طرح لوگوں نے اس قمیص کو پھاڑ ڈالا اور ان کے جسم پر اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہا۔ عبداللہ بن مبارک حماد بن زید سے وہ عبداللہ بن مختار سے وہ عاصم بن بہدلہ سے وہ ابو وائل سے نقل کرتے ہیں (حماد کو ابو وائل میں شک ہے) کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میں نے شہادت کو ان مقامات پر تلاش کیا جہاں ملنے کی توقع تھی لیکن مجھے یہ مقدر نہ ہو سکا اور آج اپنے بستر پر مر رہا ہوں اور لا الٰہ الا اللہ کے بعد کوئی عمل میرے نزدیک اس بات سے زیادہ امید افزا نہیں کہ ایک رات میں نے ڈھال پہنے گزاری اور بارش صبح تک برستی رہی اور مسلسل مجھے پکارا جا رہا تھا کہ ہم کفار پر حملہ کریں۔ پھر فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے اسلحہ اور گھوڑے کی طرف توجہ کرنا اسے اللہ کی راہ میں سامان جنگ بنا دینا، جب وفات ہو گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے جنازہ پر آئے اور فرمایا کہ آل ولید کی عورتوں پر آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالی جائے اور شور واویلا نہ کیا جائے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ نقع سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ شور شرابہ کرنے کو کہا جاتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان عورتوں کو چھوڑ دو کہ یہ ابو سلیمان پر روئیں جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور شور و غوغا نہ کریں۔

اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے ابو معاویہ اور عبداللہ بن نمیر نے اعمش سے اعمش نے ان سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو بنو مغیرہ کی عورتیں خالد کے گھر جمع ہو گئیں اور ان پر رونا شروع ہو گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی کہ عورتیں خالد بن ولید کے مکان میں ان پر رونے کے لئے جمع ہوئی ہیں اور آپ کو کوئی بات ناگوار گزرے تو آپ ان کی طرف پیغام بھیج کر انہیں منع کر دیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں اور شور واویلا نہ کریں تو ان عورتوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ابو سلیمان پر اپنے آنسو بہا کر غم کم کر لیں۔

اسحاق بن بشر اور محمد کہتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں وفات ہو گئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ان کی والدہ اپنے بیٹے پر مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور یہ شعر پڑھ رہی ہیں: تو اس وقت قوم کے ایک گروہ افراد سے بھی زیادہ ثابت ہوتا تھا جب لوگوں کے بڑے بڑے سرداروں کو بھی پچھاڑ دیا جاتا۔

حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اللہ کی قسم تم نے سچ کہا، وہ تو ایسا ہی تھا۔

سیف بن عمر اپنے مشائخ سے وہ سالم سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید مدینہ میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ ان کے بارے میں لوگوں کے جس فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا وہ ختم ہو گیا تو آپ نے حج سے واپسی پر انہیں واپس بھیجنے کا ارادہ

کہ خالد بن ولید اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے مدینہ سے ایک مقام پر گئے ہوئے تھے وہیں جا کر گئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے جلد بھجوا دیا جائے آنحضرت پہنچا دیجئے وہ انہوں نے کہہ دیا میں اس بات کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس وقت حج سے واپس آ رہے تھے اور مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت پر تھے کہ ایک سوار سے ملاقات کی آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ خالد بن ولید سخت علیل ہیں تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تین دن کی مسافت ایک دن میں طے کی اور عین ان کی وفات کے وقت وہاں پہنچ گئے حادثہ کی خبر سن کر آپ کا دل بھر آیا آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور جنازہ کے تیار ہونے تک دروازے پر بیٹھے رہے اور جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر رونا شروع ہوا تو بعض نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ سن نہیں رہے، کیا آپ ان کو منع نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ قریش کی عورتوں کو ابو سلیمان پر رونے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک سر پر خاک نہ ڈالی جائے اور شور و بین نہ کیا جائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنازہ کے لئے نکلے تو ایک قابل احترام عورت کو ان پر روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے سنا۔

(۱) تو اس وقت ایک کروڑ افراد سے بھی بہتر ثابت ہوا تھا، جب قوم کے بڑے بڑے سرداروں کی بھی گردنیں جھک جاتے تھے۔

(۲) بہادری میں تو شیر سے بھی زیادہ بہادر تھا، یعنی شیر بن جہم سے جو بچوں والے شیر کا باپ ہے۔

(۳) اور سخاوت میں تو بہنے والے اس سیلاب سے بھی زیادہ فیاض ہے، جو پہاڑوں کے درمیان بہتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے؟ بتایا گیا کہ ان کی والدہ ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی والدہ ایسی، دیکھا عورتیں خالد بن ولید جیسا جوان جننے سے عاجز آ گئی ہیں؟ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی تین دن کی مسافت طے کرنے اور مدینہ پہنچنے پر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

(۱) وہ دن بھی دیکھو کہ پہلے لوگوں نے اس سے کوئی بھلائی نہیں کی وہ ان کھجوروں کی طرح تھی جو پہاڑوں کے درمیان تھے۔

(۲) اگر تم روؤ تو مجھ کو ان لوگوں کا ہونا عزیز ہے دوست یا ان کے اونٹوں کے لئے گھر بیٹھے سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

(۳) ان کے بعد لوگوں نے ان کی بلندی تک پہنچنے کی تمنا کی لیکن وہ ان کے اسباب کمال کے باعث قریب نہ پہنچ سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہا کہ کیا خالد اور اس کا اجر ان میں سے ایک کو حاصل کرنا پسند ہے؟ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اس وقت تک جاؤ نہ جب تک تمہارے خضاب کے سرخ بال سیاہ نہ ہو جائیں۔

یہ تمام روایات تقاضا کرتی ہیں کہ خالد بن ولید کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور اسی طرف دحیم عبدالرحمٰن بن ابراہیم دمشقی گئے ہیں۔ لیکن سب سے مشہور یہی ہے کہ ان کی وفات ۲۱ھ میں حمص میں ہوئی، جمہور میں واقدی، ان کے کاتب محمد بن سعد، ابو عبید قاسم بن سلام، ابراہیم بن منذر، محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابو عبداللہ عصفری، موسیٰ بن ایوب، ابو سلیمان بن ابی محمد وغیرہ شامل ہیں اور واقدی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

محمد بن سعد واقدی سے اور وہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معزول ہونے کے بعد مدینہ آئے عمرہ کیا اس کے بعد دوبارہ شام چلے گئے پھر مسلسل وہیں رہے یہاں تک کہ ۲۱ھ میں آپ کی وفات ہو گئی اور واقدی سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چند حاجیوں کو مسجد قباء میں نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم شام میں کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حمص میں، آپ نے پوچھا کہ وہاں کوئی نئی خبر ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ دشمن کے بڑھتے ہوئے سینوں کو روکنے والے اور بابرکت آدمی تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ نے انہیں معزول کیوں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ قریش کے اموال ان لوگوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے ہو گیا میں اس پر شرمندہ ہوں۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے ان سے سفیان بن عیینہ نے ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا ہے کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو سلیمان پر رحم

فرمایا کہ ہم ان سے متعلق بعض ایسی چیزوں کا شکوہ کرتے تھے جو کہ ان میں نہیں تھیں، اور جو بیہقی سے نقل کی گئی ہے کہ جب خالد بن ولید کی وفات ہوگئی تو ان کے ترکہ میں صرف گھوڑا، غلام اور ہتھیار پایا گیا۔

قاضی معافا بن زکریا جریری کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عباس عسکری نے ان سے عبداللہ بن ابی سعد نے ان سے عبدالرحمن بن محمد قرشی نے ان سے ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا ہے کہ ہشام بن بختری بنو مخزوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہ اے ہشام تم خالد کے متعلق اپنے اشعار سناؤ انہوں نے چند اشعار سنائے آپ نے فرمایا کہ تم نے ابوسلیمان کی مدح و تعریف میں کمی کی ہے وہ اہل شرک کی ذلت کو پسند کرتے تھے ایسا ہی (یعنی خالد) مصیبت پر خوش ہونے والا تو اللہ کی مرضی کو نظر انداز کرنے والا ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنو تمیم کے بھائی کو ہلاک کرے کہ اس نے شعر کس قدر شاندار کہے:

(۱)… اس شخص سے کہہ دو جو مرنے والے کے بعد خلاف باقی رہ گیا ہے کہ وہ آخرت کے لئے ایسی تیاری کرے جو مثل ہو۔
(۲)… جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا اس کی زندگی مجھے نفع نہ دے گی جو شخص مر گیا ہے اس کی موت مجھے ہمیشہ رکھنے والی نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوسلیمان پر رحم فرمائے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لئے ہے وہ بہتر ہے اس سے کہ جس میں وہ زندگی گزار رہا ہے وہ سعادت کی موت مرے ہیں تاکہ قابل تعریف زندگی گزاری لیکن میں نے اہل زمانہ کو کامل نہیں پایا۔

طلیحہ بن خویلد[1] …… ان کا نام و نسب طلیحہ بن خویلد بن نوفل بن نضلہ بن اشتر بن حجوان بن فقعس بن طریف بن عمرو بن قعین بن حارث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی ہے یہ بہادر لوگوں میں سے تھے یہ غزوہ خندق میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے پھر ۹ھ میں اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مرتد ہو گئے اور نبوت کا دعویٰ کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ان کا بیٹا حبال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے باپ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ذوالنون جو نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ خیانت کرتا ہے اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے ایک عظیم الشان فرشتہ کا نام لیا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور شہادت سے محروم رکھے اور وہ اسی طرح واپس لوٹ گیا جیسا کہ آیا تھا پھر حبال ارتداد کی حالت میں کسی جنگ میں مارا گیا ان سے عکاشہ بن محصن نے جنگ کیا تھا پھر ان کے باپ طلیحہ نے عکاشہ کو شہید کر دیا طلیحہ کے مسلمانوں کے ساتھ بہت سے معرکے بھی ہوئے بالآخر اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید کے ہاتھوں انہیں شکست سے دوچار کیا ان کا لشکر منتشر کر دیا اور یہ خود شام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آل جفنہ کے پاس قیام کیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی وفات تک وہیں رہے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے عمرہ کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ تم نے دو نیک آدمیوں عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم کو قتل کیا طلیحہ نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت عطا فرمائی اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ بات پسند آئی اور آپ ان سے خوش ہو گئے اور امراء افواج کو ان کے بارے میں لکھا کہ ان سے جنگی امور میں مشورہ ضرور کریں لیکن کسی امر کی ولایت سپرد نہ کریں پھر یہ شام کی طرف مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت سے چلے اور یرموک میں شرکت کی اور اہل فارس کے ساتھ ہونے والے معرکہ قادسیہ اور نہاوند میں بھی شرکت کی ہے یہ مشہور بہادروں اور دلیروں میں سے تھے جن کے بعد میں ان کا اسلام بڑا اچھا ہو گیا تھا محمد بن سعد نے انہیں صحابہ کے چوتھے طبقے میں ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کی شجاعت قوت اور امور جنگ میں بصیرت کی وجہ سے ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا اور ابو عمر بن عبدالبر نے کہا کہ یہ مسلمان ہوئے پھر مرتد ہو گئے پھر اسلام لائے اور اس مرتبہ ان کا اسلام بڑا اچھا رہا۔

ارتداد اور دعویٰ نبوت کے زمانے میں انہوں نے مسلمانوں کے قتل کے بارے میں جو اشعار کہے وہ یہ ہیں:

---

[1] الاستیعاب ۲/ ۲۳۲، الاصابہ ۲/ ۲۳۴، اسد الغابہ ۳/ ۹۵، تجرید اسماء الصحابہ ۱/ ۲۸۴

(۱) تمہارا کیا خیال ہے جب ان لوگوں کے متعلق جن کو تم قتل کرتے ہو اگر وہ مسلمان نہیں تو کیا مرد بھی نہیں؟
(۲) اگرچہ تم میں ابھی ایک سعد موجود ہے لیکن بجیلہ نے خیبر کے قتل سے انہوں نے اپنے سردار کو نہیں چھوڑا۔
(۳) میں سعد کے لئے جو مسلمانوں کے لئے تلوار کا گویا نصب کردیا ہے علاوہ، بے شک میں بہادروں کے قتل کا عادی ہوں۔
(۴) کسی دن تم اسے بچاؤ کی حالت میں بھی کھو دو گے اور کسی دن اسے بغیر زوال کے دیکھو گے۔
(۵) کسی دن تم دیکھو گے کہ مشرقی تلواریں اس کی طرف پہنچ رہی ہیں اور کسی دن تم اسے دشمنوں کے سامنے دیکھو گے۔
(۶) میں نے قسم کے وقت ابن ام ساور اور ساتھیوں کو میدان جنگ کے پاس پڑا چھوڑا ہے۔

سیف بن عمر مبشر بن الفضیل سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیں اہل قادسیہ میں سے ایک آدمی کے متعلق بھی معلوم نہیں کہ وہ آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی طلبگار ہو، ہم نے تین آدمیوں کے بارے میں تہمت لگائی تھی لیکن ہم نے انہیں دیانتدار پایا جیسا کہ ہم نے ان کے زہد و امانت پر حملہ کیا تھا اور وہ تین آدمی طلیحہ بن خویلد اسدی، عمرو بن معدیکرب اور قیس بن مکشوح تھے۔

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ ابو حسین محمد بن احمد بن منذر ابن احوص نے ذکر کیا ہے کہ طلیحہ نہاوند کے معرکہ میں نعمان بن مقرن اور عمرو بن معدیکرب کے ساتھ ہو کر بھی شہید ہوئے، رضی اللہ عنہم۔

عمرو بن معدیکرب[1]: ان کا نام و نسب عمرو بن معدیکرب بن عبداللہ بن عمرو بن عصم بن عمرو بن زبید الاصغر بن ربیعہ بن سلمہ بن مازن بن ربیعہ بن منبہ (اور زبید الاکبر ہیں) بن حارث بن صعب بن سعد العشیرہ المذحجی الزبیدی ہے، کنیت ابو ثور ہے، آپ مشہور بہادر شہسوار اور ... ذکر کرتے ہیں ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض ۱۰ھ میں حاضر ہونا بیان کرتے ہیں۔ آپ کی آمد فروہ بن مسیک کے ساتھ ہوئی پھر اسود عنسی کے ساتھ مرتد ہو گئے، خالد بن سعید ان کے مقابلہ کے لئے گئے اور قتال کیا خالد بن سعید نے اپنی تلوار ان کے کندھے پر ماری جس پر ان کی تلوار کا نام صمصامہ تھا، خالد بن سعید نے ان سے ان کی تلوار صمصامہ چھین لی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس قیدی بنا کر لائے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں سخت ملامت کی، راضی ہونے اور توبہ کرنے کا مطالبہ کیا انہوں نے توبہ کی اور اس کے بعد ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا، پھر شام گئے اور یرموک میں شرکت کی پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا حکم دیا اور سعد کو لکھا کہ ان سے اور طلیحہ سے جنگ میں مشورہ کریں لیکن کسی چیز کا امیر مقرر نہ کریں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اہل اسلام کو نفع پہنچایا اور قادسیہ کے معرکہ میں آپ نے بڑی شاندار کارگزاری دکھائی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ اسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے، یہ بھی قول ہے کہ نہاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے اور یہ بھی قول ہے کہ آپ روذہ کی بستی میں پیاس کی وجہ سے وفات پائی، یہ ۲۱ھ کا واقعہ ہے جہاں ان کی قبر ہے، مرثیہ کہنے والے نے ان کے بارے میں یہ شعر کہے:

(۱) جن لوگوں نے کوچ کیا انہوں نے بستی میں ایک شخص کو چھوڑ دیا ہے جو موجود نہ ہونے والوں پر بڑا بہادر ہے۔
(۲) پس تم زبید کے سارے قبیلے سے کہو کہ تمہیں ابو ثور کا غم پہنچا ہے جو بڑا جنگجو اور جس کا نام عمرو تھا۔

عمرو بن معدیکرب نے بھی بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے ان کے چند اشعار یہ ہیں:

(۱)... میرے ساتھ جنگ میں میرے بدن پر ... لوگوں ... ملامت کرنے والے۔
(۲) میں نے اپنی جان کو بہادروں کے ساتھ ... ملیں ...
(۳) حتیٰ کہ میرا جسم لاغر ہو گیا اور ہتھیار اٹھانے کی وجہ سے کندھا بھی زخمی ہو گیا۔
(۴) تو ... کے بعد بھی میری ... زندگی ... موت سے پہلے ... ختم ہو جائے گا۔
(۵) پھر کیا چاہتے ہو کہ تمہیں مجھ سے ملاقات کرتے ہوئے محبت ہے کہ موت سے ... نسبت؟

(۶) ... میں عمل سے مجھے کون معذور خیال کرنے والا ہے جو مجھ سے اپنی خواہش کا طلب گار ہے۔

(۷) ... میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میری موت کا خواہاں ہے کون معذور سمجھے گا تجھے تیرے مرادی دوست کے بارے میں۔

آپ سے ایک حدیث مروی ہے جو تلبیہ کے بارے میں ہے جسے شرحبیل بن القعقاع نے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں اس طرح تلبیہ پڑھا کرتے تھے:

> لبیک تعظیماً الیک عذراً، ھذی زبید قد اتتک قسراً، یعدو بھا مضمرات شزراً، یقطعن خبتاً
> وجبالاً وعراً، قد ترکوا الاوثان خلواً صفراً۔

> ہم تیرے حضور عذر کرتے ہوئے تعظیم کے لئے تو لبیک پکارتے ہیں، یہ زبید قبیلے کے لوگ مجبوراً تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں انہیں لاغر گھوڑے تیز تیز لا رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہوئے تیرے حضور آ رہے ہیں، جو فراخ ریتوں اور دشوار گزار پہاڑوں کو طے کرتے ہیں اور بتوں کو وہ بالکل خالی چھوڑ آئے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ تلبیہ پڑھتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے اور وہ یہ ہے:

> لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک
> لا شریک لک

علاء بن حضرمی[1] ... یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بحرین کے امیر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اسی امارت پر برقرار رکھا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی برقرار رکھا، پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ۱۴ھ میں وفات پائی لیکن بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ ۲۱ھ تک حیات رہے۔

آپ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں معزول کر دیا تھا اور آپ کی جگہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا پھر آپ کو کوفہ کا امیر بنا دیا گیا لیکن ابھی آپ وہاں پہنچ نہ پائے تھے کہ پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی جیسا کہ ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے اور ہم نے دلائل النبوۃ میں آپ کا لشکر سمیت پانی کے اوپر چلنا اور خارق عادت واقعات ذکر کئے ہیں۔

نعمان بن مقرن[2] ... یہ نہاوند کے معرکہ کے امیر تھے اور جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ اپنی قوم مزینہ کے چار سو سواروں کے ساتھ آئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں رہائش پذیر ہو گئے پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو لشکروں کا امیر بنا کر نہاوند کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر عظیم فتح عطا فرمائی اور ان علاقوں میں آپ کو قوت بخشی اور وہاں کے لوگوں کی گردنوں پر قدرت دی اور مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے وہاں ٹھکانہ عطا فرمایا اور آپ کو دنیا میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے اس دن کی بھی نصرت عطا فرمائی اور آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق شہادت سے سرفراز فرمایا جو مومن کی نہایت مقصود ہے۔

یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مکنون میں فرمایا ہے جس کا صحیح مفاد درج ہے:

> ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات، انجیل اور قرآن میں سچا اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا پس تم اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی عظیم کامیابی ہے۔“ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۱)

---

[1] الاستیعاب [illegible]، الاصابہ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابہ [illegible]

[2] الاستیعاب [illegible]، الاصابہ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابہ [illegible]

آغاز سال ۲۲ھ

اس سال بہت سی فتوحات ہوئیں جیسا کہ ہمدان کی دوسری مرتبہ فتح، مقام رے اور آذربائیجان وغیرہ کی فتوحات بھی شامل ہیں۔

واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ یہ فتوحات ۲۲ھ میں ہوئیں سیف بن عمر کہتے ہیں کہ یہ فتوحات ۱۸ھ میں ہمدان، رے اور جرجان کی فتح کے بعد ہوئیں۔ ابو معشر کہتے ہیں کہ آذربائیجان ان تمام فتوحات کے بعد فتح ہوا لیکن یہ سب فتوحات اسی سال ہوئی ہیں اور واقدی کے نزدیک ہمدان اور رے کی فتح ۲۳ھ میں ہوئی اور جرجان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد مغیرہ بن شعبہ نے فتح کیا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رے کی فتح ان کی شہادت سے دو سال قبل ہوئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ آذربائیجان اسی سال ۲۲ھ میں فتح ہوا ہے ابن جریر وغیرہ مؤرخین نے بھی انہی کی پیروی کی ہے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ مسلمان جب نہاوند کی جنگ اور اس کے تصرفات سے فارغ ہو گئے تو اس کے بعد انہوں نے حلوان، ہمدان کو بھی فتح کر لیا لیکن پھر اہل ہمدان نے بھی صلح کو توڑ دیا جس پر قعقاع بن عمرو نے ان سے صلح کی لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نعیم بن مقرن کو لکھا کہ وہ ہمدان کی طرف روانہ ہوں جو اپنے لشکر کے مقدمہ پر اپنے بھائی سوید بن مقرن اور میمنہ پر ربعی بن عامر طائی اور میسرہ پر مہلہل بن زید تمیمی کو مقرر کریں، نعیم بن مقرن لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے اور ثنیۃ العسل میں جا کر ٹھہرے پھر ہمدان پہنچے اور اس کے آس پاس کے شہروں پر قبضہ کر کے خود ہمدان کا بھی محاصرہ کر لیا اہل ہمدان نے صلح کی درخواست کی نعیم بن مقرن نے صلح کر لی اور پھر شہر میں داخل ہو گئے اسلامی لشکر کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی اسی دوران چونکہ اہل دیلم، اہل رے اور اہل آذربائیجان نے آپس میں اتحاد کیا اور نعیم بن مقرن کے خلاف ایک بڑی فوج تیار کر لی [illegible] اہل دیلم پر ان کا بادشاہ موتا خود امیر تھا اور اہل رے پر ابو فرخان اور اہل آذربائیجان پر رستم کا بھائی اسفندیار امیر تھا۔

یہ تمام لشکر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے نکلے تو مسلمان بھی ان کے مقابلے کے لئے میدان میں اتر آئے، واج الروذ نامی مقام پر دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور گھمسان کی جنگ ہوئی اور یہ بہت زبردست لڑائی جو نہاوند کی لڑائی سے کسی بھی طرح کم نہ تھی بہت سے مشرکین اس جنگ میں مارے گئے۔ اہل دیلم کا بادشاہ موتا بھی مارا گیا اور اس کی افواج منتشر ہو گئیں اور جنگ میں مارے جانے والوں کے علاوہ باقی سب شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

نعیم بن مقرن پہلے مسلمان امیر تھے جنہوں نے اہل دیلم سے جنگ کی، نعیم بن مقرن نے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی تعداد لکھ بھیجی [illegible] ہو گئے تھے تو آپ بے حد پریشان اور مغموم ہوئے اور اسی طرح متفکر تھے کہ ایک قاصد نے فتح کی بشارت آکر دی تو آپ نے [illegible] آپ نے لوگوں کے سامنے اس خط کو پڑھنے کا حکم دیا لوگ بھی بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف کی اس کے [illegible] یہ تینوں [illegible] نام سے معروف ہیں۔

سماک بن [illegible] امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کے نام دریافت کئے اور دعا دی [illegible] اسلام [illegible] آپ نے نعیم بن مقرن کی طرف لکھا کہ ہمدان پر اپنا [illegible] اور خود رے کی طرف روانہ ہو جاؤ [illegible] نعیم بن مقرن نے [illegible] اس معرکے کے متعلق نعیم کے اشعار یہ ہیں۔

(۱) جب مجھے یہ خبر ملی کہ موتا اور اس کی قوم [illegible] اور وہ اہل دیلم کے لشکر [illegible] ہیں۔

(۲) تو میں لشکروں کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے گیا [illegible] روک دوں۔

(۳) جب ہم ان سے ملے [illegible] ایک دوسرے سے [illegible] ہیں۔

(۴) جب ہم نے [illegible] ان سے [illegible]

(۵) ہم نے [illegible] فوج کے ساتھ ان سے [illegible] ایک بڑی [illegible] کے ساتھ ان پر [illegible]

(۶) ... جب وہ موت کے جہنم میں نیزوں کی نوک اور کھوپڑیاں تلواروں کی دھار کے سامنے ایک گھڑی کی مانند تھے۔
(۷) - حملہ آوروں کے منتشر ہونے کے وقت وہاں دھاری دار تلواریں تھیں جن کی چمک گزرنے والے کے سامنے چمکتی ہیں۔
(۸) ... ہم نے وہاں مقام رے کی فتح کے روز ان کو قتل کر ڈالا اور ان سے جو غنائم حاصل ہوئیں وہ ہم میں تقسیم ہو گئیں
(۹) .. پھر ہم نے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ انہوں نے گھاٹیوں میں پناہ لے لی اور ہم انہیں بکریوں کی طرح قتل کرتے تھے۔
(۱۰) گویا کہ وہ وہاں ہوا اور جنگلی بکریاں ہیں جنہیں پہاڑی درندوں کے راستوں نے ہلاک کر دیا ہو۔

مقام رے کی فتح(۱) نعیم بن مقرن نے ہمدان پر یزید بن قیس ہمدانی کو نائب مقرر کیا اور خود بھی لشکر لے کر رے کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب وہاں پہنچے تو وہاں مشرکین کی بہت بڑی فوج سے مقابلہ ہوا۔ رے کی پہاڑی کے دامن میں فریقین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی، مشرکین بڑی ثابت قدمی کے ساتھ لڑے لیکن بالآخر شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ نعیم بن مقرن نے بہت بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا اور ان پر اس قدر پہنچ گئے جو کہ بانسوں سے گنا گیا اور اس قدر مال غنیمت حاصل کیے جس قدر کہ مدائن کی غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ ابو الفرخان نے رے پر صلح کر لی۔ نعیم بن مقرن نے اس کے لئے امن نامہ لکھ دیا اس کے بعد خمس اور فتح کی خوشخبری حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دی۔

قومس کی فتح(۲) ...... جب یہ خمس اور فتح کی خوشخبری لے کر امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے نعیم بن مقرن کو لکھا کہ وہ اپنے بھائی سوید بن مقرن کو قومس کی طرف بھیجیں چنانچہ سوید قومس کی طرف روانہ ہو گئے لیکن وہاں کسی نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ بغیر قتال کے اسے آسانی سے فتح کر لیا اور پھر فوجیں یہاں ٹھہرا دیں اور امان نامہ اور صلح کی دستاویز اہل قومس کے لئے لکھ دیں۔

جرجان کی فتح(۳) ... جب سوید بن مقرن نے قومس میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو جرجان، طبرستان اور آس پاس کے دیگر شہر والوں نے جزیہ پر صلح کی درخواست کی، سوید بن مقرن نے سب سے صلح کر لی اور ہر شہر والوں کو امان نامہ اور صلح کی دستاویز لکھ کر دے دی۔ یہ بھی واقدی سے نقل کیا گیا ہے کہ جرجان ۳۰ھ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا تھا۔

آذربائیجان کی فتح(۴) ..... جب نعیم بن مقرن نے ہمدان اور رے کو فتح کیا تو بکیر بن عبداللہ کو اپنے آگے وہاں سے آذربائیجان کی طرف بھیجا اور ان کے پیچھے سماک بن خرشہ کو بھی روانہ کر دیا لیکن سماک کے پہنچنے سے قبل ہی بکیر وہاں کے اصحاب کی اسفندیار بن فرخزاد کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی۔ جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کیا۔ اسفندیار کو بکیر بن عبداللہ نے قیدی بنا لیا۔ اسفندیار نے ان سے پوچھا کہ آپ کو صلح زیادہ پسند ہے یا جنگ؟ آپ نے کہا صلح۔ اسفندیار نے کہا کہ پھر آپ مجھے اپنے پاس رکھیں۔ بکیر بن عبداللہ نے اسے اپنے ساتھ رکھا پھر وہ ایک ایک کر کے شہر پر شہر فتح کرنے لگے اور دوسری طرف سے عتبہ بن فرقد بھی شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا کہ بکیر بن عبداللہ باب کی طرف بڑھیں، اور ان کی جگہ پر عتبہ بن فرقد کو نائب مقرر کیا اور تمام آذربائیجان کو عتبہ بن فرقد کے لئے فتح کرنے کے بعد سب کا امیر اول عتبہ بن فرقد کو بنا دیا گیا۔ بکیر بن عبداللہ نے اسفندیار کو عتبہ بن فرقد کے حوالے کیا اور خود حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق باب کی طرف روانہ ہو گئے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بہرام بن فرخزاد عتبہ بن فرقد کے آڑے آیا، آپ نے اسے شکست دی اور بہرام بھاگ کھڑا ہوا۔ جب اسفندیار کو یہ خبر ملی اور اس وقت وہ بکیر بن عبداللہ کے پاس قیدی تھا تو اس نے کہا کہ اب صلح مکمل ہو گئی ہے اور جنگ بجھ گئی ہے پھر اس نے صلح کر لی اور سب نے اس کی بات قبول کر لی اور آذربائیجان بالکل پرسکون ہو گیا، عتبہ و بکیر نے یہ کام انجام دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری اور خمس روانہ کر دیا اور عتبہ نے آذربائیجان کی امارت جب یہاں شہر والوں کو ملی تو ان کے لئے امان نامہ اور صلح کی دستاویز لکھ کر دیں۔

---

(۱) تاریخ طبری ۴/ ۱۵۰۔ والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۱
(۲) تاریخ طبری ۴/ ۱۵۰۔ والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۲
(۳) تاریخ طبری ۴/ ۱۵۱۔ والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۲
(۴) تاریخ طبری ۴/ ۱۵۳۔ والکامل فی التاریخ ۳/ ۱۳

باب کی فتح: ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ فتح اسی سال ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مہم کی امارت پر سراقہ بن عمرو کو مقرر کیا جو ذوالنور کے لقب سے معروف ہیں اور ان کے مقدمہ پر عبدالرحمن بن ربیعہ کو مقرر کیا انہیں بھی ذوالنور کہا جاتا ہے اور میمنہ میسرہ پر حذیفہ بن اسید اور بکیر بن عبداللہ کو مقرر کیا، یہ باب کی طرف سب سے پہلے پیش قدمی کر گئے اور مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ کو مقرر کیا اور یہ سب امیر المومنین کے حکم کے مطابق روانہ ہو گئے جب لشکر کا ہراول دستہ جس پر عبدالرحمن بن ربیعہ امیر تھے باب کے بادشاہ کے پاس پہنچا جس کا نام شہر براز اور وہ شاہ آرمینیہ تھا اور وہ اس بادشاہ کے خاندان سے تھا جس نے زمانہ قدیم میں بنی اسرائیل کو قتل کیا اور شام کے خلاف جنگ لڑی تھی تو شہر براز نے عبدالرحمن بن ربیعہ کو خط لکھا اور ان سے امان طلب کی تو آپ نے امان دے دی، پھر بادشاہ بذات خود آیا اور کہا کہ میں مسلمانوں کا دوست اور خیر خواہ ہوں، عبدالرحمن بن ربیعہ نے کہا کہ میرے سے اوپر ایک آدمی ہے تم ان کے پاس جاؤ تو آپ نے اسے امیر لشکر سراقہ بن عمرو کے پاس بھیج دیا اس نے سراقہ سے امان طلب کی۔

سراقہ بن عمرو نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا، آپ نے عطا کردہ امان کو نافذ قرار دیا اور اس کی تحسین فرمائی، پھر سراقہ بن عمرو نے شہر براز کو امان نامہ لکھ دیا پھر سراقہ بن عمرو نے بکیر بن عبداللہ، حبیب بن مسلمہ، حذیفہ بن اسید اور سلمان بن ربیعہ کو ان پہاڑوں کی طرف بھیجا جو آرمینیہ کا احاطہ کئے ہوئے تھے جیسا کہ جبال اللان، تفلیس اور موقان کے پہاڑ، پس بکیر نے موقان کے پہاڑوں کو فتح کیا اور وہاں کے لوگوں کو امان نامہ لکھ دیا اسی اثناء میں یہاں کے امیر المسلمین یعنی سراقہ بن عمرو کا انتقال ہو گیا انہوں نے اپنے بعد عبدالرحمن بن ربیعہ کو جانشین مقرر کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں اسی نیابت پر برقرار رکھا اور انہیں ترکوں سے جنگ کا حکم دیا۔

ترکوں کے ساتھ سب سے پہلا معرکہ[1] ...... یہ درحقیقت اس پیشین گوئی والی حدیث کی تصدیق ہے جو صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم چھوٹی آنکھوں چپٹی ناک اور سرخ رنگ والوں سے جنگ نہ کر لو گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بالوں کے جوتے پہنتے ہیں۔

جب عبدالرحمن بن ربیعہ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم پہنچا کہ وہ ترکوں کے ساتھ جہاد کریں تو تعمیل حکم میں آپ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ باب سے آگے نکل گئے تو شہر براز نے آپ سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ترکوں کے بادشاہ بلنجر کا، شہر براز نے کہا کہ ہم باب سے ان کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے سامنے جھک کر رہنا پڑتا ہے اور صلح کیے رکھتے ہیں۔

عبدالرحمن بن ربیعہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا اور ہم سے اس کی زبان مبارک پر فتح و نصرت کا وعدہ بھی فرمایا تھا اور ہم مسلسل فتح یاب ہوتے رہیں گے، پھر آپ نے ترکوں سے قتال کیا اور بلنجر کے علاقے میں دو سو فرسخ تک اندر چلے گئے اور ان سے متعدد جنگیں لڑیں، اور آپ کو نہایت ہی عظیم الشان معرکے ملے ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئے جنہیں ہم ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

سیف بن عمر، غصن بن قاسم سے وہ ایک آدمی سے اور وہ سلمان بن ربیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن ربیعہ ترکوں کے علاقے میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ ترکوں اور ان کے مسلمانوں کے خلاف خروج کے درمیان حائل ہو گیا تو ترکوں نے کہا کہ اس شخص نے ہمارے خلاف جنگ کی جرات اس لئے کی ہے کہ ان کے ساتھ فرشتے ہیں جو ان کی موت سے حفاظت کرتے ہیں، پھر وہ اپنی جان بچا کر اپنے مال و اسباب کے ساتھ قلعوں میں چلے گئے، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبدالرحمن بن ربیعہ نے ان سے جنگیں لڑیں پہلے دن کی طرح فتح یاب ہوتے جیسا کہ ان کے علاوہ دیگر امور پر فتحیاب ہوا کرتے تھے۔

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو کہ پہلے مرتد ہو گیا تھا کوفہ کا گورنر بنایا تو اس نے ترکوں سے جہاد کیا ترک کہنے لگے یہ ان میں سے کوئی نہیں، بعض نے بعض سے کہا کہ یہ لوگ مرنے والے نہیں ہیں دوسرے بعض نے کہا کہ انکار کرو اور ان کی گھات میں بیٹھ جاؤ

---

[1] [illegible]

میں مچ جاتا اس تدبیر سے انہوں نے مسلمانوں کے ایک آدمی کو دھوکے سے تیر مار کر شہید کر دیا جس کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا اور جان لیا کہ یہ لوگ بھی مر سکتے ہیں اور شدید قتال کیا کوئی پکارنے والا فضاء سے پکار رہا تھا کہ اے آل عبد الرحمٰن صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور لوگ ان کی شہادت سے منتشر ہو گئے اور جھنڈا سلمان بن ربیعہ نے تھام لیا پھر فضاء میں آواز بلند ہوئی کہ اے آل سلمان صبر کرو۔ پھر شدید قتال ہوا سلمان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ترکوں کی کثرت اور ان کی تیر اندازی کی وجہ سے انہیں لے کر فرار ہو گئے یہاں تک کہ جرجان پہنچ گئے۔ اس واقعہ کے بعد ترکوں کی جرأت بڑھ گئی لیکن اس سب کے باوجود ترک عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے علاقے میں انہیں دفن کیا اور ان کی قبر کی برکات سے آج تک وہ بارش طلب کرتے ہیں عنقریب یہ تمام تفصیل آنے والی ہے۔

سدِ ذوالقرنین ابن جریر نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ شہربراز نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو جس وقت وہ باب پہنچے تو ایک آدمی دکھایا اور کہا کہ اے امیر یہ وہ شخص ہے جس کو میں نے سد کی طرف بھیجا تھا اور اس کو بہت سا مال اور تحائف دیئے ان بادشاہوں کے لئے کہ جو میرے قریب سد کی سمت میں رہتے تھے کو بھیجا اور انہیں لکھا کہ تم اپنے سے آگے بادشاہوں کو اس شخص کے متعلق لکھو کہ اس کے ساتھ تعاون کریں یہاں تک کہ یہ سد تک پہنچ جائے اور اسے دیکھے اور ہمیں آ کر بتائے۔ وہاں پہنچ کر اس بادشاہ کے علاقے تک پہنچ گیا جس کی مملکت میں وہ سد واقع ہے اس بادشاہ نے اسے بازیار (باز والا) آدمی کے ساتھ اپنے اس کارندے کے پاس بھیج دیا جو سد کے قریب رہتا تھا بازیار کے ساتھ اس کا عقاب بھی تھا جب یہ لوگ سد کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار ہے جس نے آگے جانے کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور یہ دیوار دونوں پہاڑوں سے زیادہ بلند ہے اور اس دیوار کے دوسری طرف خندق ہے جو گہرائی کی وجہ سے رات کی تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ نظر آتی ہے چنانچہ اس نے یہ سب کچھ دیکھا اور رہا پھر غور سے دیکھا پھر جب اس نے واپسی کا ارادہ کیا تو بازیار نے کہا ذرا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ پھر اس نے گوشت کا جو اس کے پاس تھا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کھائی کی فضاء میں اچھال دیا عقاب اس گوشت پر جھپٹا تو اس نے کہا کہ اگر زمین پر گرنے سے پہلے عقاب نے اسے پکڑ لیا تب کوئی فائدہ نہ ہو گا اور اگر زمین پر گرنے کے بعد پکڑا تو اس وقت پتہ چل جائے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ عقاب اس گوشت کو فضاء میں نہ پکڑ سکا یہاں تک کہ وہ کھائی کی تہہ میں جا پڑا اور اس سے وہ اسے اٹھا کر لایا تو اس میں ایک یاقوت چمک رہا تھا شہربراز نے کہا کہ یہی یاقوت ہے پھر اسے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے حوالے کر دیا عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے اسے دیکھا اور واپس کر دیا شہربراز کو واپس کرنے سے بہت خوشی ہوئی اور کہا کہ اللہ کی قسم یہ یاقوت مجھے اپنے اس باپ سے بھی زیادہ محبوب ہے اور آپ آج میرے نزدیک اس کسریٰ کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب ہیں اگر میں ان کی حدود میں ہوتا اور انہیں اس یاقوت کی خبر ہو جاتی تو وہ اسے مجھ سے چھین لیتے۔

اللہ کی قسم! جب تک آپ اور آپ کے بڑے بادشاہ وفائے عہد کرتے رہیں گے تو کوئی چیز آپ کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے گی۔ پھر عبدالرحمٰن بن ربیعہ اس آدمی کی طرف متوجہ ہوئے جو سد پر گیا تھا آپ نے اس سے سد کے حالات دریافت کئے اس نے ایک سیاہ رنگ کے کپڑے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اس کی شکل ہے عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا اللہ کی قسم یہ وہاں گیا ہے اور اس نے دیکھا ہے پھر خوب اچھا ہے اور ٹھیک ٹھیک حال بیان کیا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

> ترجمہ: ... "تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، یہاں تک کہ وہ دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو ان کی چوٹیوں کے برابر کر دیا پھر کہا کہ اس کو دھونکو یہاں تک کہ اس کو (لال) آگ بنا دیا پھر کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر ڈال دوں"۔ (سورۃ کہف: ۹۶)

میں نے اس دیوار کا حال اپنی تفسیر میں اور اس کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس دیوار کو دیکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے کیسا پایا؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے منقش چادر کی مانند پایا۔

سو انھوں نے کہا بتایا کہ عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے شہر براز کو کہا تمہارے اس یاقوت کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے ملک میں یہ ایک لاکھ کا ہے اور بادشاہ کے ملک میں اس سے تین گنا قیمت کا ہے۔

اور شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی نے اس مقام پر اس واقعہ کو بیان کیا ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ مصنف نے سلام الترجمان کے بیان سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ واثق باللہ بن معتصم نے خواب دیکھا کہ سد کھل گئی ہے پس اس نے سلام الترجمان کو اس کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ پچاس آدمی بھیجے اور ان کو سفر کے لیے دس ہزار دینار اور دو ہزار خچر سامان کے دیئے علاوہ ازیں ان کے حوالے کیا۔ یہ لوگ سامرہ سے روانہ ہوئے اور آرمینیا کے امیر اسحاق کے پاس تفلیس کی طرف چلے گئے۔ اس نے صاحب سریر کے نام خط لکھا پھر صاحب سریر نے ان کے بادشاہ کے نام لکھا پھر اس نے فیلان شاہ کے نام پھر اس نے طرخان کے نام لکھا پھر طرخان نے اپنے پچاس آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔

یہ لوگ چھبیس دن تک چلتے رہے یہاں تک کہ ایک سیاہ بدبودار زمین پر پہنچے کہ وہاں دس دن تک سفر کرتے گئے اور اس میں انھوں نے تباہ شدہ شہر دیکھے جو وہاں سے ستائیس دن کی مسافت پر ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں یاجوج ماجوج آیا کرتے تھے۔ اور یہ اس وقت سے آج تک ویران اور اجڑا ہوا ہے پھر وہ قریب ایک قلعہ کی طرف گئے وہاں انھوں نے ایسی قوم دیکھی جو عربی اور فارسی بولتے تھے اور قرآن پڑھا کرتے تھے اور ان کی مسجدیں تھیں ان لوگوں نے ان سے بڑا تعجب کیا اور پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم امیر المومنین کی طرف سے آئے ہیں لیکن اس قوم نے امیر المومنین کو بالکل نہ پہچانا۔ پھر وہ ایک چکنے پہاڑ پر پہنچے جس پر سبزہ نام کی کوئی چیز نہ تھی اور وہاں دیکھا کہ سد ہے اور لوہے کی اینٹوں کی ایک دیوار ہے جو تانبے سے ڈھکی ہوئی ہے اور اس کی بلندی اتنی ہے کہ نظر وہاں تک نہیں پہنچتی اور اس میں ایک عظیم الشان دروازہ ہے جس کے دونوں پٹ ہیں اور ان کی چوڑائی سو ہاتھ اور لمبائی سو ہاتھ ہے اور موٹائی پانچ ہاتھ ہے اور اس پر ایک بہت بڑا قفل لگا ہوا ہے جس کی لمبائی سات ہاتھ ہے۔ کہتے ہیں وہ محافظ ہر روز اس قفل کو ہلاتے ہیں اور اس دروازے کے پاس ایک قبیلہ ہے جو ہر روز قفل کے پاس ضرب لگاتے ہیں پھر ایک خفیف سی آواز سنتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس دروازے کے پیچھے یاجوج ماجوج ہیں اور اس دروازے کے قریب دو بڑے قلعے ہیں ان کے درمیان میٹھے پانی کا چشمہ ہے اور ایک قلعہ میں تعمیر کا سامان ہے مثلاً لوہے کی دیگیں اور کفگیر اور اینٹوں کی ایک باقی ماندہ ڈھیر ہے۔

اور انھوں نے کہا کہ انہوں نے اس شہر سے جو قریب ہے انھوں نے پایا کہ تمام باشندے مر گئے ہیں اور انھوں نے وہاں ایک جماعت کو دیکھا جو نظر آتے تھے اور تمام مردوں کے بال سفید تھے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں بالکل بے حس ہیں۔ واللہ اعلم

الواقدی کہتے ہیں کہ اسی سال معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بلاد روم میں جنگ کی اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان بھی تھے اور کہتے ہیں کہ اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے۔ اسی سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور آپ کے عمال وہی تھے جو گزشتہ سال بیان ہوئے۔

منقول ہے کہ اسی سال عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ اہل کوفہ نے ان کی شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ یہ تدبیر امور کی طرح نہیں جانتے۔ پس آپ نے انھیں معزول کر کے ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری کو والی بنایا لیکن اہل کوفہ ان سے بھی راضی نہ ہوئے اور ان کے غلام کی شکایت کی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے کیا چاہتے ہو اور اس معاملے میں غور و فکر کرنے لگے پھر آپ نے ایک کو بھیجنے اور سوچنے لگے کہ کس کو والی بنایا جائے اسی دوران مغیرہ بن شعبہ آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے والی بنا دیجیے پس آپ نے انھیں کوفہ کا والی بنا دیا اور مغیرہ نے کہا آپ اپنا حق ادا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان کو بھیج دیا ہے اور کہا کہ ان کے فاسق ہونے کے باوجود ایمان دار ہیں اور اہل کوفہ ان سے بہت خوش ہوئے۔ پس وہ راضی ہو گئے اور آپ نے فرمایا یہ قوی ایمان سے راضی ہو گئے۔

پھر آپ نے اپنا دوست بنا کر وہاں سے مشورہ لیا کہ کون کوفی اور ضعیف کو اس کا حاکم مقرر کیا جائے کیونکہ وہ ان میں سے ایک مضبوط آدمی

شعبہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر امیر قوی ہو تو اس کی قوت آپ کے اور مسلمانوں کے لئے نافع ہوگی اس کی بدمزاجی خود اس کے لئے ہوگی اور اگر امیر ضعیف ہو تو اس کا ضعف آپ کے اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہوگا اور تقویٰ و پرہیزگاری خود اس کی ذات کے لئے ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کی اس رائے کی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ میں تمہیں ہی کوفہ کا والی بناتا ہوں اور انہیں اسی منصب کی طرف واپس لوٹا دیا جس سے انہیں معزول کیا تھا اس سے پہلے کہ ان کے خلاف گواہی دی گئی تھی جس پر انہیں حد قذف لگائی گئی اور حقیقت حال کا علم صرف اللہ کو ہے اور پھر ابو موسیٰ اشعری کو آپ نے بصرہ کا والی مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ معزولی برا محسوس ہوا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کی قسم ہاں۔ مجھے اس کی خوشی نہ ہوئی تھی بلکہ معزولی سے تکلیف ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد یہ سوال کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر آپ نے مغیرہ بن شعبہ کی جگہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنانے کا ارادہ فرمایا لیکن ۲۳ھ میں موت نے آپ کو آلیا۔ جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب بیان ہوگی۔ البتہ آپ سعد کے لئے اس امارت کی وصیت فرما گئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال احنف بن قیس نے بلاد خراسان کے خلاف لشکر کشی کی اور اس شہر کا قصد کیا جس میں یزدگرد بادشاہ چھپا ہوا تھا ابن جریر کہتے ہیں کہ سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ جنگ ۱۸ھ میں ہوئی تھی لیکن میں کہتا ہوں کہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ کا خواب ...... جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یزدگرد کے ہاتھ سے اس کا ملک، دار الحکومت، ایوان سلطنت، دولت و خزانہ اور خزائن چھین لئے تو وہ مدائن سے حلوان منتقل ہو گیا پھر مسلمانوں نے حلوان کا محاصرہ کیا تو وہ رے منتقل ہو گیا جب مسلمان اسے بھی فتح کرنے لگے تو وہ اصفہان منتقل ہو گیا جب اصفہان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو وہ کرمان چلا گیا جب کرمان بھی فتح ہو گیا تو وہ خراسان چلا گیا اور وہاں ٹھکانہ بنا لیا اور وہ آگ جس کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتا تھا وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتی رہی اور جس شہر میں بھی وہ ٹھہرتا تو اپنی عبادت کے لئے وہاں آتش کدہ تعمیر کراتا جس میں آگ روشن کرتا اور رات کو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ان شہروں کا چکر لگایا کرتا تھا اونٹ پر اس کے آرام کے لئے ایک ہودج بنا ہوا تھا جس میں وہ سویا کرتا تھا۔ ایک رات اسی طرح وہ سفر میں تھا کہ راستہ میں پانی کا ایک مقام آیا تو لوگوں نے سوچا کہ پانی میں داخل ہونے سے پہلے بادشاہ کو بیدار کر دیں تاکہ جب اچانک اپنے آپ کو پانی میں دیکھے تو پریشان نہ ہو۔ جب انہوں نے اسے بیدار کیا تو وہ ان پر سخت ناراض ہوا اور برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ تم نے مجھے ان شہروں اور دیگر شہروں میں ان لوگوں کی باقی ماندہ مدت معلوم کرنے سے محروم کر دیا۔ جو میں نے خواب دیکھا کہ میں اور محمد ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا کہ تمہاری حکومت سو سال تک رہے گی محمد ﷺ نے کہا کہ اس میں اضافہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک سو دس سال۔ انہوں نے کہا کہ مزید اضافہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سو بیس سال۔ انہوں نے کہا کہ اور اضافہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لئے [illegible] اتنے میں تم نے مجھے بیدار کر دیا اگر تم مجھے چھوڑ دیتے تو میں اس امت کی مدت معلوم کر لیتا۔

خراسان اور احنف بن قیس ...... یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ احنف بن قیس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ بلاد عجم کی فتوحات میں مسلمان وسعت اختیار کریں اور یزدگرد بادشاہ کو تنگی میں ڈال دیں اس لئے کہ وہ اہل فارس کو اور اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا اور بھڑکاتا رہتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب نے ان کی اس رائے کے مطابق اس کی اجازت دے دی اور بلاد خراسان میں جہاد کے لئے انہیں کو امیر مقرر کر دیا۔ احنف بن قیس بہت بڑا لشکر لے کر خراسان کی طرف عازم سفر ہوئے اور یزدگرد کے ارادہ سے اس علاقے کی طرف چل دئے۔ سب سے پہلے ہرات فتح کی اور صحار بن فلاں عبدی کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا پھر مرو شاہجہان کی طرف روانہ ہوئے۔ یزدگرد بھی اسی شہر میں تھا اور مطرف بن عبد اللہ کو آپ نے نیشاپور کی طرف اور حارث بن حسان کو سرخس کی طرف بھیج دیا جب احنف مرو شاہجہان کے قریب پہنچے تو یزدگرد نے مرو الروذ کی طرف کوچ کیا۔ جب احنف نے مرو شاہجہان کو فتح کر لیا وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ یزدگرد نے مرو الروذ میں قیام کے دوران ترکوں کے بادشاہ خاقان اور سغد و چین کے بادشاہوں کے نام امداد کے لئے خطوط لکھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔

احنف بن قیس نے مرو شاہجہان پر حارثہ بن نعمان کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود مرو الروذ کا قصد کیا۔ اس دوران کوفہ کا بھی ایک امدادی لشکر جا ملا۔ احنف نے

سے خود احنف کے پاس پہنچ گیا۔ جب یزدگرد بادشاہ کو مرو شاہجان کی فتح کی اطلاع ملی تو وہ بلخ کی طرف بھاگ نکلا۔ آپ نے بلخ پہنچ کر اس سے جنگ کی، اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دی، یزدگرد خود بھی بھاگ کھڑا ہوا اور اس کی باقی ماندہ فوج نے بھی راہ فرار اختیار کر لی۔ آپ نے دریا عبور کیا اور ملک خراسان مکمل طور پر ان کے قبضے میں آ گیا۔ آپ نے ہر شہر پر امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد آپ لوٹے اور مرو الروذ میں آ کر قیام کیا۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تمام بلاد خراسان کی فتح کی خوشخبری لکھ دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش! ہمارے اور خراسان کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کس لئے اے امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا کہ اہل خراسان عنقریب تین مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیں گے اور تیسری مرتبہ ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین اگر یہ معاملہ اہل خراسان کو پیش آئے تو مجھے یہ پسند ہے کہ یہ مسلمانوں کو پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احنف کو خط لکھا۔ ترکوں کی طرف بڑھنے سے احنف بن قیس کو روک دیا اور لکھا کہ خراسان کے جو شہر آپ کے قبضہ میں ہیں ان کی حفاظت کیجئے۔ جب یزدگرد کے قاصد ان بادشاہوں کے پاس پہنچے جن سے مدد لی تھی اور درخواست کی تو انہوں نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن جب یزدگرد دریا عبور کر کے ان کے ملک میں داخل ہو گیا تو بادشاہی دستور کے مطابق اب ان پر اس کی مدد کرنا لازم ہو گیا۔ چنانچہ یزدگرد کے ساتھ ترکوں کا بادشاہ خاقان، صغد اور فرغانہ کا بادشاہ اور بہت بڑی فوج لے کر ساتھ چلے اور بلخ پہنچ کر مسلمانوں سے بلخ چھین لیا۔ احنف بن قیس کے ماتحت ان کے پاس مرو الروذ چلے آئے۔ پھر مشرکین بلخ سے نکلے اور مرو الروذ میں احنف بن قیس کے سامنے فروکش ہو گئے۔ احنف ان کے مقابلہ کے لئے نکلے، ان کے پاس کوفہ و بصرہ کے فوجیوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی، اسی دوران انہوں نے ایک آدمی کو کہتے سنا وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ اگر امیر عقلمند ہوتا تو اس پہاڑ کے دوسری طرف ٹھہرتا اور اس پہاڑ کو اپنی پشت کی طرف رکھتا اور دریا اس کے لئے خندق کا کام دیتا۔ اس صورت میں دشمن صرف ایک ہی طرف سے آتا۔

جب صبح ہوئی تو احنف نے مسلمانوں کو صف بندی کا حکم دیا اور کل والی ترتیب کے مطابق میدان جنگ میں کھڑا کیا۔ یہ مقام امداد و اعانت کی نشانی تھی۔ ترک اور ان کی جمعیت بڑے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے۔ احنف بن قیس نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا کہ بے شک تم تعداد میں کم ہو اور تمہارا دشمن زیادہ ہے، وہ تمہیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کرے اور یہ آیت قرآنی کا استدلال کیا جس کا ترجمہ ہے۔

”کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(سورۃ بقرہ ۲۴۹)

ترک صرف دن میں قتال کرتے تھے لیکن رات میں نہیں لڑتے تھے۔ احنف کو ان کے بارے میں معلوم تھا۔ ایک رات احنف اپنے ایک دستے کے ساتھ خاقان کے لشکر کی طرف چلے۔ جب صبح کا وقت قریب ہوا تو ایک ترک سوار باجوں کے ساتھ باہر نکلا اس کے گلے میں ایک ہار تھا اس نے ڈھول بجایا۔ احنف اس کی طرف بڑھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے پھر احنف نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا اور آپ اس وقت یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے

(۱)…… بے شک ہر سردار پر لازم ہے کہ وہ اپنے نیزے کو خون سے رنگین کر دے یا وہ نیزہ ٹوٹ جائے۔
(۲)…… بے شک ہمارا ایک بوڑھا کھڑا ہے جس کے قریب باقی بچ جانے والی ابو حفص کی تلوار ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس ترک کا ہار چھین لیا۔ پھر ایک دوسرا ترک سوار نکلا اس کے گلے میں بھی ہار پڑا ہوا تھا وہ بھی ڈھول بجانے لگا احنف اس کے پاس گئے اسے قتل کر دیا اور اس کا ہار چھین لیا اور اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد تیسرا سوار نکلا اسے بھی احنف نے قتل کر دیا اور اس کا ہار چھین لیا اور تیزی سے اپنے لشکر میں آ پہنچے۔ ترکوں کو بالکل بھی اس حادثہ کا علم نہ ہوا، ان کی عادت تھی کہ وہ اپنے ان تین سواروں کو اس وقت تک باہر نہیں نکالتے تھے جب تک کہ ان سے پہلے تین آوازیں باہر نہ نکلتیں اور پھر باہر نکلتے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ترک ڈھول کی آواز پر ہی باہر نکلا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق جب وہ تیسری آواز پر باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کے شہسوار مقتول پڑے ہیں۔ ان کے بادشاہ خاقان نے اسے نحوست جانا اور اس سے بدشگونی لی اور اپنے لشکر سے کہا کہ ہمارا قیام لمبا ہو گیا ہے اور ان لوگوں کو ہمارے ہاں تکلیف پہنچی ہے جہاں تکلیف ہمیں کبھی نہیں پہنچی۔

اس قوم سے لڑنے میں ہمارے لئے کوئی بہتری نہیں لہٰذا واپس چلو۔ چنانچہ وہ اپنے شہروں کی طرف واپس لوٹ آئے مسلمانوں نے اس دن ان کا

انتظار کرنے لگے کہ یہ لوگ اپنی چھاؤنیوں سے نکلیں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آیا، پھر انہیں خبر پہنچی کہ وہ لوگ انہیں چھوڑ کر اپنے شہروں کی طرف واپس جا چکے ہیں یہ دیکھ کر احنف بن قیس نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور مرو شاہجہان جا کر اس کا محاصرہ کر لیا وہاں حارثہ بن نعمان مقرر تھے یزدگرد نے دولت سے بھرے خزانے اور جواہرات کے ساتھ ترکی گیا تھا اور خاقان کا انتظار کر رہا تھا۔

مسلمانوں نے احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرو اور انہیں چھوڑ دو وہ بہت جلد آ جائیں گے کہ تم ان کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ

”اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ واپس لوٹا دیا وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو قتال کے لیے کافی ہے اور اللہ قوی و غالب ہے۔“ (سورہ احزاب آیت ۲۵)

اور کسریٰ کا معاملہ یہ ہوا کہ وہ اپنی جان بچا کر ان کی پناہ میں گیا اور اسے کوئی خیر حاصل نہ ہوئی اور اللہ نے اپنے فرمان کے مطابق فتح حاصل ہوئی، بعد ازیں جن سے وہ مدد کی امید رکھتا تھا وہ سب بھی اس سے الگ ہو گئے اور جس چیز کا وہ خطرہ محسوس کرتا تھا اس سے اس کے مددگاروں نے ہی اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا وہ مذبذب کیفیت میں گرفتار ہو گیا ان کا یہ حال ہوا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ

”جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو تم اس کے لیے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔“ (سورہ نساء)

اور وہ بے چینی میں مشورہ کرتا رہا کہ کیا کرے پھر اس نے عزم کر لیا کہ وہ چین چلا جائے گا یا پھر خاقان کے ساتھ اس کے حلف میں شامل ہو جائے گا یا اس کی قوم کے بعض افراد نے مشورہ دیا کہ وہ ان (مسلمانوں) سے صلح کر لیں جو ان کا عہد پورا کرنے والے ہیں اور ہم اپنے شہروں میں رہیں گے اور یہ لوگ ہم سے ہمارے علاقے واپس دے دیں گے وہ واپس آ گئے لیکن کسریٰ نے اس بات سے انکار کیا پھر چین کے بادشاہ کی طرف مدد طلب کرنے کے لیے ایلچی بھیجا۔

چین کے بادشاہ نے قاصد سے ان لوگوں کے حالات دریافت کیے جنہوں نے ان کے شہروں کو فتح کیا تھا اور لوگوں کی گردنوں پر غالب آ گئے تھے تو قاصد نے حالات بتائے کہ وہ لوگ گھوڑوں اور اونٹوں پر کس طرح سوار ہوتے ہیں کیا کیا اعمال کرتے ہیں اور کیسے نماز پڑھتے ہیں۔ جب سب حالات سن کر بادشاہ نے یزدگرد کی طرف لکھا کہ مجھے اس بات سے کوئی امر مانع نہیں کہ میں تمہاری طرف بڑا لشکر بھیجوں جس کا اول سرا مرو میں اور آخری حصہ چین کے علاقے میں ہو اور ایسا کرنا مجھ پر حق بنتا ہے لیکن یہ قوم جس کے قاصد نے مجھے حالات بتائے ہیں اگر یہ لوگ پہاڑوں کا قصد کریں گے تو انہیں گرا دیں گے اور اگر میں تمہاری مدد کو آؤں تو مجھے بھی ختم کر دیں گے جب تک کہ یہ قوم قاصد کی بیان کردہ صفات پر قائم ہیں تم ان سے صلح کر لو اور مصالحت پر راضی ہو جاؤ اس کے بعد کسریٰ اور خاقان نے ترکی شہروں میں مغلوب ہو کر اقامت اختیار کر لی اور مسلسل اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران قتل ہو گیا جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

جب احنف بن قیس نے فتح کی خوشخبری اور جو کچھ مال اور سامان ترکوں سے غنیمت کے طور پر حاصل ہوا تھا اور ان کی اطلاع کر بھیجی کہ ترک اس جنگ میں کیسے تھے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ واپس کر دیا وہ کوئی خیر نہ پا سکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خوشخبری پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا لوگوں کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے متبعین سے دنیا و آخرت کی بھلائی کا وعدہ فرمایا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

ترجمہ: ”وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو ناپسند ہو۔“ (سورہ توبہ آیت ۳۳)

پس تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجوس کے ملک کو ہلاک کر دیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور وہ اپنے ملک کی ایک بالشت زمین پر بھی قابض نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو نقصان دے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ

نے تمہیں ان کی زمینوں، ان کے شہروں، ان کے اموال اور ان کے بیٹوں کا مالک بنایا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیا اعمال کرتے ہو، پس تم اس کے احکامات کی ادائیگی کے لئے خوفزدہ ہو کر عزم سے ... جو تم اپنا عہد پورا کرو گے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا ورنہ تمہیں بدل دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور مجھے اس امت پر کوئی خوف نہیں بجز اس کے کہ یہ اپنے غیروں کے سے کام کرنے لگے۔

علامہ شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی کہتے ہیں کہ اسی سال یعنی ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ پر آذربائیجان فتح ہوا یہ ابن اسحاق کا قول ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۲ھ میں کوفہ اور بصرہ سے مصالحت ہوئی تھی اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ آذربائیجان کو حبیب بن مسلمہ فہری نے اہل شام کی مدد سے بزور قوت فتح کیا تھا اہل کوفہ بھی ان کے ساتھ تھے جن میں حذیفہ بن الیمان بھی تھے ایک زبردست جنگ کے بعد یہ فتح ہوا۔

اسی سال حذیفہ بن الیمان نے دینور کو بزور قوت فتح کیا اس سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے اسے فتح کیا تھا لیکن پھر اہل دینور نے نقض عہد کیا۔ اسی سال حذیفہ بن الیمان نے ماسبذان کو بھی بزور قوت فتح کیا انہوں نے بھی سعد کے ساتھ نقض عہد کیا اور ماہ کو اللہ نے حذیفہ کے ہاتھ فتح کیا حذیفہ کے ساتھ اہل بصرہ تھے اہل کوفہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور مال غنیمت کی تقسیم میں دونوں نے جھگڑا کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ مال غنیمت صرف ان کے لئے ہے جو معرکہ میں شریک تھے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ پھر حذیفہ بن الیمان نے ہمدان پر لشکر کشی کی اور اسے بزور قوت فتح کر لیا اس سے پہلے یہ فتح نہ ہوا تھا اور وہاں پر حذیفہ بن الیمان کی فتوحات مکمل ہو گئیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے مغیرہ بن شعبہ کے حکم سے جریر بن عبداللہ نے فتح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ہی ۲۴ھ میں اسے فتح کیا تھا اور اسی سال یعنی ۲۲ھ میں جرجان فتح ہوا۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ اسی سال عمرو بن العاص نے مغرب میں طرابلس فتح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس سے اگلے سال فتح ہوا، میں کہتا ہوں کہ ان تمام غزوات کی نسبت سلف کی طرف کرنا مناسب نہیں۔

ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ اسی سال واقدی، ابن نمیر، ذہبی اور ترمذی کے قول کے مطابق ابی بن کعب کی وفات ہوئی ۱۹ھ کے واقعات میں ان کا ذکر گزر چکا ہے اور اسی سال معضد بن یزید شیبانی جو کہ صحابی نہیں ہیں آذربائیجان کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

آغاز سال ۲۳ھ

واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ اسی سال اصطخر اور ہمدان فتح ہوئے اور سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ان کی فتح توج اور توز کی فتح کے بعد ہوئی۔ پھر سیف نے ذکر کیا ہے کہ اہل توج کو مجاشع بن مسعود نے کثیر تعداد میں فارسیوں کو قتل کرنے اور زبردست جنگ کے بعد فتح کیا تھا اور وہاں سے بہت سی غنیمتیں حاصل کیں اور اس کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان کو عہد و پیمان میں لے لیا پھر فتح کی خوشخبری اور خمس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا پھر ذکر کیا کہ عثمان بن ابی العاص نے جور کو شدید قتال کے بعد فتح کیا اس کے بعد مسلمانوں نے اصطخر فتح کیا اور یہ اصطخر کی دوسری مرتبہ فتح تھی۔ پس اہل اصطخر نے نقض عہد کیا تھا اس سے پہلے علاء بن حضرمی نے بحرین سے سمندر کو عبور کر کے اسے فتح کیا تھا اور طاؤس مقام پر ان کی اہل فارس سے شدید جنگ ہوئی تھی جس کا تذکرہ پہلے تفصیل سے ہو چکا ہے اور ہربذ نے عثمان بن ابی العاص سے جزیہ پر مصالحت کر لی اور ان کے لئے ذمہ داری کا عہد ہو گیا۔ آپ نے فتح کی خوشخبری اور خمس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ فسا اور دارابجرد کو فتح کرنے والے ساریہ بن زنیم تھے اور ان کی حوالی میں بہت بڑی جمعیت جمع ہو گئی تھی جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ پھر شہرک نے جو عہد کیا تھا توڑ دیا اور فارسیوں کو بھی ابھارا، انہوں نے بھی نقض عہد کیا اس لئے پھر حضرت عثمان بن ابی العاص نے اپنے بیٹے اور بھائی حکم بن ابی العاص کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا انہوں نے فارسیوں سے جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اور حکم نے شہرک کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ابو معشر کہتے ہیں کہ فارس کی پہلی جنگ اور اصطخر کی آخری جنگ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حتیٰ کہ ان کی خلافت میں ۲۹ھ میں ہوئی اور وہ ان کی آخری جنگ اور یہ واقعہ ۲۹ھ میں ہوا۔

فسا اور دارابجرد کی فتح اور ساریہ بن زنیم کا قصہ: سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ساریہ بن زنیم نے فسا اور دارابجرد کا قصد کیا اور ان کے مقابلہ کے لئے فارسیوں اور کردوں کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا اور مسلمانوں کو بہت عظیم اور اتنی بڑی فوج کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی رات خواب میں میدان جنگ اور دن کے وقت ان کی کثرت تعداد کو دیکھا اور یہ بھی کہ مسلمان ایک صحرائی علاقے میں ہیں اور ان کے قریب ایک پہاڑ ہے کہ اگر مسلمان اس پہاڑ کو اپنی پشت کی طرف کر لیں تو دشمن صرف ایک جہت سے آ سکے گا۔ خواب والی شب کی صبح آپ کی طرف سے الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آ گئی جس میں آپ نے لوگوں کو دیکھا تھا تو آپ نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا اور اپنے خواب کی خبر دی پھر لوگوں کو اس کی اطلاع دی اور آپ نے فرمایا: یا ساریۃ الجبل الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف چلو، پہاڑ کی طرف) پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں، شاید ان میں سے کوئی یہ بات ان تک پہنچا دے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف ان کی مدد فرمائی اور وہ شہر فتح ہو گیا۔

سیف بن عمر نے دوسری روایت میں اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اسی دوران کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اچانک آپ نے فرمایا: یا ساریہ بن زنیم الجبل الجبل پس مسلمانوں نے اس پہاڑ کو پناہ گاہ بنا لیا پھر دشمن ان پر صرف ایک ہی طرف سے حملہ کر سکا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور شہر فتح ہو گیا اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا جس میں جواہرات کی ایک ٹوکری بھی تھی جسے ساریہ بن زنیم نے مسلمانوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مانگ لیا تھا جب قاصد آپ کے پاس پہنچا اور ٹوکری بھی اس کے پاس موجود تھی تو قاصد نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود عصا لئے کھڑے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلا رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور اسے پہچانا نہیں اور وہ آدمی بیٹھ گیا اور لوگوں کے ساتھ کھانا کھایا جب لوگ چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف چلے اور وہ آدمی بھی ان کے پیچھے چلا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اسے اجازت دی گئی وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ان کے دسترخوان پر روٹی زیتون کا تیل اور نمک ہونے کے طور پر رکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ اور کھاؤ اس نے کہا: جب میں نے فرمایا کیا تم نے کھانا نہیں کھایا؟ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے پاس کسی آدمی کی آمد کی بات کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ کے پاس ایک آدمی ہے جس نے کہا کہ آپ ہو۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو اس نے کہا: میں اس کے ساتھ کوئی اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ہی وہ آدمی ہو؟ اس نے کہا کہ میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ کی خدمت کرنے والا ہے پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا قریب ہو جاؤ اور کھاؤ اگر یہ خوش ہو تو یہ ٹوکری کھول دو۔ اس نے جواہرات دکھائے تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا: اے امیر المومنین میں ساریہ بن زنیم کا قاصد ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مرحبا اور اھلاً پھر آپ نے اسے قریب کر لیا یہاں تک کہ ان کے گھٹنے آپس میں ایک دوسرے کو چھونے لگے پھر آپ نے مسلمانوں کے حالات دریافت کئے اور ساریہ بن زنیم کے بارے میں پوچھا تو قاصد نے سب کچھ بتایا۔ پھر جواہرات سے بھری ہوئی ٹوکری کا ذکر کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور اسے لشکر کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اہل مدینہ نے اس قاصد سے فتح کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی سوال کیا کہ کیا انہوں نے معرکے کے دن کوئی آواز سنی تھی؟ اس نے کہا کہ ہاں ہم نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا: یا ساریۃ الجبل اور قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے پس ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

سیف بن عمر نے ابو عثمان اور ابو عمرو سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے اور ابن وہب نے یحییٰ بن ایوب سے روایت کی ہے، وہ ابن عجلان سے، وہ نافع سے، وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ساریہ نامی ایک آدمی کو اس کا امیر مقرر کیا پھر ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: یا ساریۃ الجبل۔ کچھ عرصہ بعد لشکر کا قاصد پہنچا تو آپ نے اس سے حالات

پہ چھوڑ دے گئے تھا کہا اے امیر المومنین ہمیں شکست ہونے کو تھی اور ہم ابھی اسی صورت حال سے دوچار تھے کہ اچانک ہم نے ایک آواز سنی یا ساریہ الجبل اور ہم نے تین مرتبہ یہی، پھر ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کے ساتھ لگا دیں، پھر اللہ نے دشمن کو شکست دے دی، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ ہی وہ آواز لگا رہے تھے، یہ اسناد بہت جید الاسناد ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے نافع بن ابی نعیم نے، انہوں نے نافع مولیٰ ابن عمر سے اور انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطاب منبر پر فرمایا "یا ساریہ بن زنیم الجبل" لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیوں ارشاد فرما رہے ہیں یہاں تک کہ ساریہ بن زنیم مدینہ آئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم دشمن کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور دن میں بالکل ہوشیار و چوکس رہتے تھے ان میں سے کوئی آدمی بھی ہماری طرف نہ آتا تھا ہم تنگ زمین میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور دشمن مضبوط قلعہ میں محفوظ تھا اسی دوران میں نے ایک ایسی آواز سنی یا ساریہ بن زنیم الجبل، پس میں اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا اس کے بعد ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمادی۔

اس کو حافظ ابو القاسم اللالکائی نے مالک بن نافع عن ابن عمر کے طریق سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس طریق کی صحت میں نظر ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے اسامہ بن زید نے اسلم سے انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے اور ابو سلیمان یعقوب بن زید کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نماز کے لئے نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے پھر بلند آواز سے فرمایا یا ساریہ بن زنیم الجبل یا ساریہ بن زنیم الجبل، اس شخص نے ظلم کیا جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا رکھوالا بنا دیا پھر خطبہ دینے لگے یہاں تک کہ فارغ ہو گئے اس کے بعد ساریہ کا خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کے دن فلاں ساعت میں فتح عطا فرمائی اور اسی ساعت کا ذکر کیا جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور منبر پر تشریف لے گئے تھے، ساریہ نے لکھا کہ میں نے یہ آواز سنی یا ساریہ بن زنیم الجبل یا ساریہ بن زنیم الجبل اور اس شخص نے ظلم کیا جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا رکھوالا بنا دیا، پس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گیا اس سے پہلے ہم وادی میں تھے اور دشمن کا محاصرہ کئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہ کلام کیا تھا؟ فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے وہی کہا جو میری زبان پر جاری ہوا، یہ تمام طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

پھر ابن جریر نے سیف بن عمر سے ان کے مشائخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کرمان سہیل بن عدی کے ہاتھوں فتح ہوا اور ان کی مدد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان نے کی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کے ہاتھوں فتح ہوا تھا اور ذکر کیا کہ سجستان عاصم بن عمرو کے ہاتھوں شدید قتال کے بعد فتح ہوا اس کی سرحدیں بڑی وسیع و عریض اور سندھ سے لے کر نہر بلخ تک پھیلے ہوئے تھے اور یہ لوگ سرحدوں اور وادیوں سے منسلک اہل قندھار اور ترکوں سے جنگ کرتے تھے اور ذکر کیا کہ مکران حکم بن عمرو کے ہاتھوں فتح ہوا اور شہاب بن مخارق بن شہاب، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ نے ان کی مدد کی تھی ان سب نے سندھ کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کی اللہ تعالیٰ نے سندھ کی افواج کو شکست دے دی اور پھر حکم بن عمرو نے فتح کی خوشخبری اور خمس صحار عبدی کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض مکران کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ ایسی جگہ ہے کہ جس کے پہاڑ زمین ہیں پانی قلیل ہے اس کا پھل ردی ہے اس کا دشمن دلیر ہے اس کی خیر قلیل ہے اور شر طویل ہے وہاں کثیر بھی قلیل ہے اور قلیل تو بالکل ہی ضائع ہونے والا ہے اور اس سے پرے جو زمین ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم شاعر ہو یا مخبر؟ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ مخبر ہوں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم بن عمرو کو لکھا کہ اس کے بعد اہل مکران سے جنگ نہ کریں اور دریا سے اس طرف ہی رہیں، حکم بن عمرو نے اس موقع پر یہ اشعار کہے تھے:

(۱) بے شک عراق نے بھی کمی نہیں کی، اس غنیمت سے میرا حصہ نہیں جو کرمان سے ان کے پاس آئی ہے۔
(۲) اور یہ قتل اور سخت مشقت کے بعد ان کے پاس پہنچی ہے جب کہ موسم سرما کا آخر ہے سے قبل گزر رہا تھا۔
(۳) بے شک فوج میرے کارناموں کی مذمت نہیں کرتی اور نہ میری تلوار اور نیزہ ہی کی مذمت کی جاتی ہے۔

(۴)... اس فتح میں ایرانی لوگوں کو اصفہان کے وسیع اور میدانی علاقوں کی طرف دھکیل دیا تھا۔
(۵)... اور ہمدان عارضی طور پر مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے بعد بغاوت پر آمادہ تھا۔
(۶)... اگر میدانی علاقے جو کہ اب بھی بہت سے پہاڑوں کے پیچھے علاقوں تک ہیں ان کو فتح کر لیا جاتا۔

کردوں کے ساتھ جنگ ...... ابن جریر نے اپنی سند سے سیف بن عمر سے ان کے مشائخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کردوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایرانیوں کی ایک جماعت مل گئی اور جنگ کی ٹھان لی۔

ابو موسیٰ اشعری نے اہل بیروذ کے ایک مقام پر نہر تیریٰ کے قریب ان کا سامنا کیا لیکن ابو موسیٰ نے اس جنگ میں ربیع بن زیاد کو ان کے بھائی مہاجر بن زیاد کے مقتول ہونے کے بعد اپنا نائب مقرر کیا اور خود اصفہان چلے گئے ربیع بن زیاد نے جنگ کو قبول کیا اور اپنے بھائی کے قتل پر غضب کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت جاریہ اور سنت مسلمہ جو اس کے مومن بندوں کے حق میں جاری ہوتی ہے کے مطابق دشمن کو شکست دی اور سید المرسلین ﷺ کی برکت سے ان کے متبعین کو فتح کامیابی عطا فرمائی۔ پھر مال غنیمت کا خمس نکالا گیا اور فتح کی خوشخبری اور خمس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا گیا۔ ضبہ بن محصن عنزی یہ وفد لے کر چلے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ابو موسیٰ کی شکایت بھی پیش کی اور کچھ ایسے امور ذکر کیے جن کی وجہ سے ان پر کچھ عیب لازم نہیں آتا۔

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ کو طلب کیا اور ان سے اس بارے میں پوچھ گچھ کی انہوں نے معقول وجوہات کے ساتھ عذر پیش کیا۔ آپ نے انہیں معذور قبول کر لیا اور انہیں ان کی ذمہ داری کی طرف لوٹا دیا ضبہ بن محصن عنزی نے بھی اپنی شکایات کا عذر کیا۔ ابو موسیٰ اشعری بصرہ کی امارت پر مقرر رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔

سلمہ بن قیس اشجعی کا کردوں کے ساتھ معرکہ(۱) ..... سلمہ بن قیس اشجعی کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا اور انہیں بہت سی نصیحتیں فرمائیں جو صحیح مسلم میں حدیث بریدہ کے ذیل میں آئی ہیں یعنی اللہ کے نام سے جنگ کرو اور جو اس کا انکار کرے اس سے جنگ کرو الخ۔ وہ یہ دستہ لے کر چلا اور مشرکین کی ایک جماعت سے آمنا سامنا ہوا انہوں نے تین باتوں میں کسی ایک کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن مشرکین نے انکار کیا چنانچہ قتال ہوا اور مسلمانوں نے ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیے ان کی اولادوں کو غلام بنا لیا اور ان کے اموال و اسباب کو غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا۔ پھر سلمہ بن قیس اشجعی نے ایک قاصد کو فتح کی بشارت اور غنیمت کے خمس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اس مقام پر مؤرخین نے اس قاصد کے حالات اور واقعات ذکر کیے ہیں اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں پہلے گزر چکے ہیں کہ قاصد اس وقت آیا جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور اس کا آپ کے ساتھ آپ کے گھر جانا اور ام کلثوم کا ایسا لباس طلب کرنا جیسا کہ طلحہ وغیرہ کی ازواج پہنتی ہیں پھر آپ کا فرمانا کہ کیا تمہیں یہ بات کافی نہیں کہ تمہیں بنت علی اور امیر المومنین کی بیوی کہا جاتا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ انہوں نے کھانا کھایا اور شربت پیا جو حلق سے نہیں اترتا تھا پھر آپ نے اس قاصد سے مجاہدین کے حالات پوچھنے شروع کر دیے کہ ان کا کھانا اور لباس کیسے تھے؟ اور کیا کبھی وہ گوشت کھاتے تھے جو ان کی جلدی پسندیدہ خوراک ہے حالانکہ عرب کی بلاد میں خوراک کے بغیر ممکن نہیں تھی پھر مؤرخین نے ان جواہرات کی ٹوکری کا ذکر کیا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی لیکن آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور اس پر حکم دیا کہ اسے واپس کیا جائے اور مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ ابن جریر نے یہاں بہت طویل کلام کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کروایا اور یہ آپ کا آخری حج تھا اور اسی سال آپ کی وفات ہوئی پھر ابن جریر نے آپ کی شہادت کی تفصیلات بیان کی اور ہم نے بھی سیرت عمر میں اس کو مکمل اور جامع طریقے سے بیان کیا ہے اس لیے کسی اور مقام پر کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

---

(۱) تاریخ طبری ۴/۲۲۴ [illegible]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات و فضائل: آپ کا نام و نسب عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان قرشی عدوی۔ کنیت ابو حفص عدوی اور لقب فاروق تھا کہا جاتا ہے کہ آپ کو یہ لقب اہل کتاب نے دیا تھا آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہشام ہے جو ابوجہل بن ہشام کی بہن ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ستائیس سال کی عمر میں اسلام لائے اور غزوہ بدر، احد اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور چند سرایا میں بھی گئے۔ دو بعض میں امیر بھی رہے۔ آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا اور سب سے پہلے تاریخ اسلامی کا آغاز کیا اور لوگوں کو تراویح پر جمع کیا، سب سے پہلے آپ ہی نے رات کو دورہ کر پاسبانی کی سنت جاری کی اور تادیب کے لئے درہ استعمال کیا، شراب نوشی پر اسی کوڑے بطور حد کے لگائے۔ بہت سی فتوحات کیں، کئی نئے شہر بسائے، فوجوں کو منظم کیا، خراج کو منظم کیا، دفتری نظام وضع کیا، وظائف جاری کئے، قضاۃ مقرر کئے، صوبوں کو اضلاع میں تقسیم کیا جیسے سواد، اہواز، جبال اور فارس وغیرہ، اور شام کو مکمل طور پر فتح کیا، اس کے علاوہ جزیرہ، موصل، میا فارقین، آمد، آرمینیہ، مصر اور اسکندریہ بھی آپ ہی کے دور خلافت میں فتح ہوئے۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی افواج بلاد روم کے قریب علاقے کو روند رہی تھیں، ملک شام میں سے یہ ملک بصری، دمشق، اردن، بیسان، طبریہ، جابیہ، فلسطین، رملہ، عسقلان، غزہ، سواحل اور بیت المقدس فتح کئے گئے، مصر، اسکندریہ، طرابلس اور برقہ بھی آپ ہی کے زمانے میں فتح ہوئے۔ شام کے شہر بعلبک، حمص، قنسرین، حلب، انطاکیہ فتح کیا اور ان کے علاوہ جزیرہ، حران، الرہا، الرقہ، نصیبین، راس عین، شمشاط، عین وردہ، دیار بکر، دیار ربیعہ، بلاد موصل اور تمام آرمینیہ بھی آپ ہی کے دور میں فتح ہوئے۔

عراق میں سے قادسیہ، حیرہ، نہر شیر، ساباط، مدائن کسریٰ، فرات، دجلہ، الابلہ، بصرہ، اہواز، فارس، نہاوند، ہمدان، رے، قومس، اصطخر، خراسان، اصفہان، سوس، مرو، نیشاپور، جرجان، آذربائیجان اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے علاقے سب عہد فاروقی میں اسلامی حکومت کے زیر نگیں آ گئے۔ آپ کی افواج نے متعدد مرتبہ دریا عبور کیا۔

آپ اللہ کے حضور نہایت متواضع، عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے، سادہ کھانا کھانے والے، اللہ کے بارے میں نہایت سخت تھے اور ہیبت، عظمت و ہیبت ہونے کے باوجود کپڑے اور چمڑے کا پیوند لگا لیتے، مشکیزہ اپنے کندھے پر اٹھا لیتے، بغیر زین کے گدھے پر سوار ہو جاتے، چھال کی نکیل لگے ہوئے اونٹ پر سوار ہو جاتے، کم ہنستے، کسی سے مذاق نہیں کرتے تھے، آپ کی انگوٹھی پر یہ عبارت منقوش تھی، کفی بالموت واعظا یا عمر (موت بطور واعظ کے کافی ہے)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے ہیں اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہیں، اہل آسمان میں سے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے دو وزیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ دونوں میرے کان اور آنکھ کی مانند ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عمر سے ڈرتا ہے اور فرمایا کہ میری امت میں سب سے نرم دل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ کے دین کے بارے میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے دل کو ان کے لئے رحمت سے بھر دیا اور ان کے دلوں کو میرے رعب سے بھر دیا۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اللہ کے مال میں سے صرف دو جوڑے ہیں، ایک موسم سرما کے لئے اور دوسرا موسم گرما کے لئے اور میرے گھر والوں کی خوراک ایسے قریشی آدمی کی سی ہونی چاہئے جو ان میں نہ زیادہ مالدار ہو اور نہ ہی مفلس، اس کے بعد میں بھی مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔ نیز آپ جب کسی کو عامل مقرر فرماتے تو اس کے لئے ایک عہد نامہ لکھتے اور اس پر مہاجرین کی شہادتیں قلم بند کراتے اور اس پر یہ شرط عائد کرتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا اور میدہ کا آٹا نہ کھائے گا اور باریک لباس نہیں پہنے گا، اپنا دروازہ اہل حاجت سے بند نہیں کرے گا اگر کوئی ان کے خلاف کرتا تو اس پر سزا جاری کی جاتی اور کہا جاتا ہے کہ جب کوئی آدمی آپ سے بات چیت کرتا اور ایک دو کلمے جھوٹ بول

لیتے تو آپ فرماتے کہ اس کو واپس لوٹا دو یہ دوسرے آدمی کا حق ہے، اللہ کی قسم جب تک میں ان سے حق ادا نہ کروں گا تو انہوں نے مجھے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

معاویہ بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ان کو چاہا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے دنیا کو نہ چاہا اور ہم تو سر اور پیٹ تک اس میں غرق ہیں۔ اور حضرت عمر کو کہا گیا کہ اگر آپ عمدہ کھانے کے ساتھ کھایا کرتے تو آپ عمدہ کھانا کھاتے تو یہ آپ کے لئے حق پر قوت کا سبب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ایک طریقہ پر چھوڑا ہے اگر میں ان کا طریقہ اختیار نہ کروں تو میں بھی ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پا سکتا۔ آپ خلیفہ ہونے کے باوجود ایسا اونی جبہ استعمال فرماتے تھے جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوتے اور کسی جگہ چمڑے کا پیوند بھی لگا ہوا ہوتا تھا اور آپ بازاروں میں گشت کرتے اس حال میں کہ آپ کے کندھے پر درہ ہوتا تھا اور اس سے آپ لوگوں کو تنبیہ فرماتے تھے اور جب کسی گٹھلی وغیرہ کے پاس سے گزرتے تو اسے اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تاکہ وہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں۔

انس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دو کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے تھے اور ان کے تہبند پر چمڑے کا پیوند تھا، آپ ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور آپ کی چادر میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ نے حج میں سولہ دینار خرچ کئے اور اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ہم نے فضول خرچی کی ہے۔ آپ کسی چیز کا سایہ نہیں لیتے تھے سوائے اس کے کہ اپنی چادر درخت پر ڈال دیتے اور اس کے نیچے بیٹھ جاتے، آپ کے لئے خیمہ لگایا جاتا اور نہ قبہ بنایا جاتا، جب بیت المقدس کی فتح کے لئے شام جانے لگے تو ایک خاکستری اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے سر کا کچھ حصہ دھوپ کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپ کے سر پر اس وقت نہ ٹوپی تھی نہ عمامہ، آپ نے اپنی دونوں ٹانگوں کو پالان کے دونوں طرف لٹکایا ہوا تھا جو نیچے جھکا ہوا تھا، آپ کے نیچے اون کا ایک کپڑا بچھا ہوا تھا اور جب آپ اترتے تو وہی آپ کا بچھونا بن جاتا، آپ کے تھیلے میں چھال بھری ہوئی تھی اور جب سوتے تو وہی آپ کا تکیہ بن جاتا، آپ کی قمیص کھدر کی تھی جو بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کا ایک پہلو پھٹ چکا تھا، جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو فرماتے کہ بستی کے سردار کو میرے پاس بلاؤ، لوگ بلا کر لائے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اسے دھو دو اور پیوند لگا دو اور ایک قمیص مجھے عاریتاً دے دو۔

ایک مرتبہ ایک قمیص کتان کی لائی گئی تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا گیا کتان۔ آپ نے پوچھا کہ کتان کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے پھر اس کے بارے میں بتایا، آپ نے اپنی قمیص اتاری، لوگوں نے اسے دھو کر پیوند لگایا اور پھر آپ نے پہنا اور آپ سے کہا گیا کہ آپ عرب کے بادشاہ ہیں اور یہ ایسے شہر ہیں جہاں اونٹ کی سواری اچھی نہیں سمجھی جاتی، آپ کے لئے ایک ترکی گھوڑا لایا گیا، آپ نے اس پر کوئی زین نہ ڈالی اور اس پر سوار ہوئے، جب چلنے لگا تو تیزی دکھانے لگا، آپ نے فرمایا کہ اسے روکو، میں نہیں سمجھتا تھا کہ لوگ شیطان پر سواری کرتے ہیں، میرا اونٹ لاؤ اور اتر کر اونٹ پر سوار ہو گئے۔

انس کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ کسی ضرورت سے ایک باغ میں داخل ہوئے، میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ مومنین کے امیر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر آفرین، اللہ کی قسم اے خطاب کے بیٹے تو اللہ سے ڈر ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک مشکیزہ اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میرے نفس پر خود پسندی کا غلبہ ہو گیا تو میں نے چاہا کہ اسے ذلیل کروں۔ آپ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور پھر گھر میں داخل ہو جاتے اور صبح تک مسلسل نماز میں مشغول رہتے، وفات تک آپ مسلسل روزے رکھتے رہے، اور قحط کے زمانے میں صرف روٹی اور زیتون کا تیل استعمال فرماتے یہاں تک کہ آپ کی جلد سیاہ پڑ گئی اور فرماتے تھے کہ میں بہت برا حاکم ہوں گا اگر خود تو سیر ہو جاؤں اور لوگ بھوکے رہیں۔ اور آپ کے چہرہ مبارک میں کثرت رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں، قرآن کریم کی آیت سنتے ہوئے غش کھا کر گر پڑتے، پھر آپ کو اٹھا کر گھر لے جایا جاتا اور کئی دن تک عیادت کی جاتی حالانکہ خوف الٰہی کے سوا کوئی مرض نہ ہوتا تھا۔

طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تاریکی میں نکلے اور ایک گھر میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں اس گھر کی طرف گیا اور دیکھا کہ وہاں ایک نابینا اپاہج بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا معاملہ ہے جو تمہارے پاس آتا ہے؟

اس نے کہا کہ واقعی اتنی مدت سے میری خبرگیری کر رہا ہے اور میری ضروریات زندگی میرے پاس پہنچاتا ہے اور مجھ سے تکلیف کو دور کرتا ہے طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے طلحہ تجھے تیری ماں گم کرے کیا تو عمر کی لغزشوں کی جستجو کرتا ہے؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تاجروں کی ایک جماعت مدینہ آئی انہوں نے عید گاہ کے قریب پڑاؤ کیا تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا کہ کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ ہم رات کو ان کی حفاظت کریں؟ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جی ہاں، پس دونوں رات بھر حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی طرف گئے اور اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کے ساتھ حسن سلوک کر، پھر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے، پھر دوبارہ بچے کے رونے کی آواز آئی آپ پھر اس کی ماں کے پاس پہنچے اور دوبارہ وہی بات کہی، پھر رات کے آخری حصے میں پھر بچے کے رونے کی آواز آئی تو آپ پھر اس کی ماں کے پاس آئے اور فرمایا تیرا برا ہو تو بہت بری ماں ہے کیا بات ہے کہ میں تیرے بیٹے کو رات بھر سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ روتا ہے اور بے قرار ہے؟ اس کی ماں نے کہا کہ اے بندۂ خدا میں اسے کھانے سے بہلاتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں، آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو، آپ نے پوچھا کہ تیرے اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس نے کہا اتنے اتنے ماہ، آپ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر، پھر جب آپ نے صبح کی نماز پڑھائی تو رونے کی وجہ سے آپ کی قرأت لوگوں پر صاف اور واضح نہ تھی۔

اور آپ نے فرمایا کہ عمر کی تباہی ہو کہ اس نے کتنے مسلمانوں کے بچے قتل کر دیئے، پھر آپ نے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کریں، میں ہر پیدا ہونے والے مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کر رہا ہوں، اور پھر اطراف و آفاق میں بھی یہ فرمان لکھ بھیجا۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے باہر کی طرف گیا ہم نے بالوں کا ایک خیمہ دیکھا، ہم اس کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ وہاں ایک عورت ہے جو دردِ زہ میں مبتلا ہے اور رو رہی ہے آپ نے اس عورت کا حال دریافت کیا، اس نے کہا میں عرب عورت ہوں اور میرے پاس اس موقع پر کوئی نہیں ہے، آپ یہ سن کر رو پڑے اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف لوٹے اور اپنی زوجہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تمہیں اس اجر میں رغبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیج دیا ہے؟ اور سارا واقعہ سنایا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں، پس آپ نے اپنی پشت پر آٹا اور چربی اٹھائی اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ولادت کے مناسب چیزیں لیں اور دونوں چلے وہاں پہنچ کر ام کلثوم رضی اللہ عنہا عورت کے پاس چلی گئیں اور آپ اس کے خاوند کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور وہ آپ کو پہچانتا نہ تھا، اتنے میں بچے کی ولادت ہو گئی۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے امیر المومنین اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دے دیجئے، جب اس آدمی نے یہ سنا تو اسے بہت بڑا معاملہ خیال کیا اور آپ سے معذرت کرنا شروع کر دیا لیکن آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے ان کا نان و نفقہ اور ضرورت کی چیزیں انہیں دیں اور واپس چلے آئے۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقم کی حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کی طرف نکلا، جب ہم ایک خاص مقام تک پہنچ گئے تو دور سے ایک آگ نظر آئی، آپ نے فرمایا کہ اے اسلم یہاں کوئی قافلہ ہے جو رات ہونے کی وجہ سے رک گیا ہے آؤ ان کے پاس چلیں، پس ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے اس کے ساتھ چھوٹے بچے ہیں اور ہانڈی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور بچے رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے روشنی والو! السلام علیکم، اس عورت نے سلام کا جواب دیا، آپ نے پوچھا کہ کیا قریب آ جاؤں؟ اس نے کہا کہ قریب آ جاؤ ورنہ دور رہو، پس آپ قریب گئے اور حال پوچھا، اس نے کہا کہ ہم رات اور سردی کی وجہ سے یہاں رک گئے ہیں، آپ نے پوچھا یہ بچے کیوں چیخ چلا رہے ہیں؟ اس نے کہا بھوک کی وجہ سے، آپ نے پوچھا آگ پر کیا پک رہا ہے؟ اس نے کہا کہ پانی ہے جس کو ان کو بہلانے کے لئے رکھ دیا ہے تاکہ یہ سو جائیں، ہمارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان تو اللہ ہی فیصلہ کرے گا، آپ یہ سن کر رو پڑے اور تیزی سے واپس لوٹے اور بیت المال میں داخل ہوئے اس میں سے آٹے کی بوری اور چربی کا ایک ڈبہ نکالا اور فرمایا کہ اے اسلم اسے میری پشت پر رکھ دو، میں نے عرض کیا کہ

آپ کے بجائے میں اسے اٹھا لیتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ تو ہی اٹھائے گا؟ پس آپ نے ان چیزوں کو اپنی پشت پر لاد لیا، پھر اس عورت کی طرف چلے یہاں تک کہ یہ سامان پشت سے پھینک دیا اور تھیلی میں سے کچھ آٹا نکال کر ہنڈی میں ڈالا اور مجھ سے فرمایا کہ ہنڈی کے نیچے پھونک مارنا شروع کر دے، اور وہ آگ پھونکتے رہے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی داڑھی میں دھواں داخل ہو رہا ہے پھر آپ نے ہنڈی کو آگ سے اتار لیا اور فرمایا کہ پلیٹ لاؤ، پلیٹ لائی گئی تو آپ نے اسے بھر دیا اور بچوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کھاؤ انہوں نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے اور عورت آپ کو دعائیں ان کے لئے دعا کرتی رہی اور وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی، آپ ان کے پاس ہی رہے یہاں تک کہ بچے سو گئے پھر آپ نے باقی چیزیں ان کے حوالے کیں اور لوٹ آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے اسلم بھوک اور رونے نے انہیں جگا رکھا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا مدینہ کے باہر کی طرف دوڑے جا رہے تھے، آپ نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ صدقہ کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اسے تلاش کرنے نکلا جا رہا ہوں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے تو اپنے بعد والے خلفاء کو تھکا دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بچی بھوک کی وجہ سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ عبداللہ کی بیٹی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹی ہے؟ پھر آپ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا؟ کہا گیا کہ جو کچھ آپ کے قبضہ میں ہے آپ اسے روک کر رکھتے ہیں اس لئے اسے یہ مصیبت پہنچ رہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا اے عبداللہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصل ہے اللہ کی قسم! میں تمہیں وہ سب کچھ دیتا ہوں جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں وہ بھی تمہیں ادا کروں جو تمہارے لئے مقرر نہیں کیا ہے اس کی صورت میں تو میں خائن بن جاؤں گا، اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو حمزہ یعقوب بن مجاہد نے ان سے محمد بن ابراہیم نے اور ان سے ابو عمرو نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عمر فاروق کا لقب امیر المومنین کس نے رکھا؟ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ امیر المومنین وہ ہیں، اور سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو اس لقب کے ساتھ سلام کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے غیر نے اس لقب کے ساتھ کیا تھا، واللہ اعلم۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن عبد الصمد انصاری نے اور ان سے ام عمرو بنت حسان کوفیہ نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا، ام عمرو اس وقت ایک سو تیس سال کی تھیں، ان کے باپ نے کہا کہ جب عمر بن خطاب والی بنائے گئے تو لوگوں نے کہا یا خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ (اے رسول اللہ کے خلیفہ کے خلیفہ) آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو بہت لمبا ہو جائے گا بلکہ تم مومن ہو اور میں تمہارا امیر، پس اس وقت سے امیر المومنین آپ کا لقب پڑ گیا۔

قصۂ وفات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب ۲۳ھ کے حج سے فارغ ہو کر لوٹے تو مقام ابطح میں پڑاؤ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور شکایت کی کہا اے اللہ میری عمر زیادہ ہو گئی، قوت کمزور پڑ گئی اور رعیت منتشر ہو گئی اور میں کوتاہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ سے درخواست کی کہ میری روح قبض فرما لے اور اپنے نبی ﷺ کے شہر میں شہادت کی موت سے سرفراز فرما دے، جیسے کہ صحیح میں ان کی یہ دعا ثابت ہے: اللّٰھم انی اسئلک شہادۃ فی سبیلک وموتا فی بلد رسولک۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور دونوں باتیں ان کے لئے جمع فرما دیں، شہادت بھی اور مدینہ منورہ میں وفات بھی اور یہ بہت ہی نادر بات ہے، مگر یہ کہ اللہ جس کے لئے چاہے۔

پھر ابو لؤلؤ فیروز جو کہ مجوسی الاصل تھا اور رومی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اس نے آپ پر ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے خراب دو دھاری خنجر سے حملہ کیا اور تین وار کئے ان میں سے ایک آپ کی ناف کے نیچے لگا جس سے آپ کی رگ کٹ گئی اور آپ امام سے گر پڑے اور عبدالرحمن بن عوف کو نماز کا خلیفہ بنا دیا اور عجمی کافر خنجر سمیت واپس بھاگا اور جس کے پاس سے گزرتا اس پر خنجر سے وار کرتا یہاں تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے چھ شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن عوف نے اس پر اوورکوٹ پھینک کر اسے دبا لیا تو اس نے خودکشی کر لی، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا اور خون ان کے زخم سے بہہ رہا تھا، یہ طلوع شمس سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد آپ کو افاقہ

ہو جاتا اور کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی، جب نماز کا وقت آپ کو یاد دلایا جاتا تو افاقہ ہو جاتا اور فرماتے ہاں ہاں، اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے، پھر وقت میں نماز ادا فرماتے۔ آپ نے اپنے قاتل کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ بتلایا گیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابو لؤلؤ ہے آپ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے میری موت کا سبب ایسے شخص کو نہ بنایا جو ایمان کا دعویدار ہو اور نہ اس نے اللہ کے لئے کوئی ایک سجدہ بھی کیا ہو، پھر فرمایا کہ اللہ اس کو ہلاک کرے ہم نے تو اس کے متعلق حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔

مغیرہ بن شعبہ نے اس پر یومیہ دو درہم مقرر کر رکھے تھے، اس نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے خراج میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ وہ بڑھئی، نقاش اور لوہار ہے، آپ نے ماہانہ ایک سو درہم مقرر کر دیئے اور اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ایسی چکی بنا لیتے ہو جو ہوا سے چلتی ہے؟ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں ایسی چکی بناؤں گا کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس کے بارے میں باتیں کیا کریں گے، یہ منگل کی شام کا واقعہ ہے اور بدھ کی صبح ۲۶ ذی الحجہ کو اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔

آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد خلافت کا معاملہ ان چھ آدمیوں کے مشورے سے طے پائے گا جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ راضی تھے اور وہ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ہیں اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی کو ان میں اس لئے شامل نہیں کیا کہ وہ آپ کے قبیلے کے آدمی تھے اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ ان کے ساتھ امارت کے معاملہ میں کہیں میرے سبب رعایت نہ کی جائے اور یہ بھی وصیت فرمائی کہ ان کے بعد جو شخص خلیفہ بنے وہ لوگوں سے ان کے طبقات و مراتب کے مطابق حسن سلوک کرے اور تین دن کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور اتوار کے دن یکم محرم ۲۴ھ کو حجرہ نبویہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جانب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے سپرد خاک ہوئے اور اسی دن امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان خلیفہ مقرر ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر بن اسماعیل بن محمد بن سعد نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بدھ کے دن جب ۲۳ھ کے ماہ ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور اتوار کے دن یکم محرم ۲۴ھ کی صبح کو تدفین ہوئی اور ان کی مدت حکومت دس سال پانچ مہینے اکیس دن تھی، پھر ماہ محرم کی تین راتیں گزرنے پر پیر کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے ابن اخنس سے اس روایت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں تو تمہیں بھول ہوئی ہے اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات اس وقت ہوئی جب ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیعت اس وقت ہوئی جب ذی الحجہ کی ایک رات باقی تھی پس انہوں نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا ہے۔

ابو معشر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت شہید ہوئے جب ۲۳ھ کے ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں ان کی خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی، اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن محمد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس وقت شہید ہوئے جب ۲۳ھ کے ذی الحجہ کی تین راتیں باقی تھیں، پس ان کی خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی اور سیف بن عمر، خلیفہ بن خیاط اور مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محرم کی تین تاریخ کو خلیفہ بنے پھر آپ باہر نکلے اور لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔

مدائنی نے شریک سے، اعمش یا جابر جعفی سے اور عوف بن مالک اشجعی اور عامر بن ابی محمد سے، انہوں نے اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے اور عثمان بن عبدالرحمن زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب پر بدھ کے دن حملہ ہوا جب کہ ذی الحجہ کے سات دن باقی تھے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

حلیہ مبارک اور کل عمر...... آپ دراز قد، سر کے اگلے حصے سے بال اڑے ہوئے، آنکھوں کی سفیدی بہت گہری اور سیاہی بہت سیاہ اور گندم گوں تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ سفید رنگ تھے جس پر سرخی غالب تھی، دانت نہایت خوبصورت اور مونچھ مبارک زردی مائل، سر کو مہندی سے رنگا کرتے تھے۔

آپ کی عمر میں اختلاف کیا گیا ہے جس دن آپ کی وفات ہوئی اس کے اعتبار سے تقریباً دس قول ہیں، ابن جریر نے ربیعہ بن الحرام سے

انہوں نے یعقوب سے، انہوں نے جریر بن حازم سے، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے اور عبد العزیز الدراوردی نے عبید اللہ بن نافع عن ابن عمر کی سند سے بیان کیا ہے اور عبد الرزاق نے ابن جریج عن الزہری کے طریق سے بھی یہی نقل کیا ہے نیز امام احمد نے ہشیم سے، انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر سے بھی یہی نقل کیا ہے نیز نافع کی زہری روایت میں پچپن سال مذکور ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ ان کی عمر ترپن سال ہے۔ ہشام بن محمد کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے اور عامر شعبی سے مروی ہے کہ ان کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر میں بھی اسی طرح کا اختلاف گزر چکا ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور ابن عمر اور زہری سے چھیاسٹھ سال کی بھی روایت ہے اور ابن عباس سے انسٹھ سال کی روایت ہے

ابن جریر کہتے ہیں کہ آپ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے مروی ہے کہ بوقت وفات آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ مدائنی کہتے ہیں کہ آپ کی ستاون سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

ازواج واولاد:۔۔۔ واقدی، کلبی اور دیگر مورخین کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں عثمان بن مظعون کی بہن زینب بنت مظعون سے نکاح کیا جن سے عبد اللہ، عبد الرحمٰن اکبر اور حفصہ پیدا ہوئے اور ملیکہ بنت جرول سے نکاح کیا جن سے عبید اللہ پیدا ہوئے لیکن آپ نے ان کو صلح حدیبیہ کے سال طلاق دے دی۔ آپ کے بعد ابو الجہم بن حذیفہ نے ان سے نکاح کیا، مدائنی اس کے قائل ہیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ وہ ام کلثوم بنت جرول تھیں جن سے عبید اللہ اور زید الاصغر پیدا ہوئے۔ مدائنی کہتے ہیں کہ آپ نے قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے نکاح کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں طلاق دے دی۔ آپ کے بعد عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے ان سے نکاح کیا۔ یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام کے شوہر جب شام میں شہید ہو گئے تو آپ نے ان سے نکاح کر لیا جن سے فاطمہ پیدا ہوئیں پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی اور مدائنی کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ طلاق نہیں دی تھی۔ اور مورخین کا کہنا ہے کہ آپ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح اوسی سے نکاح کیا اور عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا اور عاتکہ آپ سے پہلے عبد اللہ بن ابی بکر کے نکاح میں تھیں اور آپ کی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زبیر بن العوام نے ان سے نکاح کیا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عیاض کی والدہ ہیں واللہ اعلم۔

مدائنی کہتے ہیں کہ آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر کو پیغام نکاح دیا وہ اس وقت چھوٹی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس سلسلے میں واسطہ بنایا۔ ام کلثوم نے کہا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم امیر المومنین سے اعراض کرتی ہو؟ ام کلثوم نے کہا کہ جی ہاں! وہ تنگی کی زندگی گزارتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن العاص کو یہ بات بتائی، آپ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے روک دیا اور ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف رہنمائی کی جو فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہیں اور کہا کہ ان سے ناطہ جوڑیے رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری مزید بڑھ جائے گی۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم کے بارے میں پیغام نکاح دیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ آپ نے ام کلثوم کو چالیس ہزار درہم مہر مقرر کیا۔ ان سے آپ کے یہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

مورخین کہتے ہیں کہ آپ نے یمن کی ایک عورت لہیہ سے نکاح کیا جن سے عبد الرحمٰن الاصغر پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن الاوسط پیدا ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ لہیہ ام ولد تھی نکاح نہیں ہوا اور مورخین کے قول کے مطابق آپ کے ہاں فکیہہ ام ولد تھی جن سے زینب پیدا ہوئی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ آپ کی اولاد میں سب سے چھوٹی ہیں اور واقدی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ کو پیغام دیا تو انہوں نے ناپسند کیا اور کہا کہ دروازہ بند کر لیتے ہیں، بھلائی روک لیتے ہیں اور آتے ہوئے بھی تیوری چڑھائے ہوتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی کل اولاد تیرہ ہے جو یہ ہیں: زید الاکبر، زید الاصغر، عاصم، عبداللہ، عبدالرحمن الاکبر، عبدالرحمن الاوسط (زبیر بن بکار کے قول کے مطابق یہی ابو شحمہ ہیں) عبدالرحمن الاصغر، عبیداللہ، عیاض، حفصہ، رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

اور کل ازواج زمانہ جاہلیت کی ہوں یا زمانہ اسلام کی اور جن کو طلاق دی یا جنہیں چھوڑ کر وفات پائی سات ہیں اور وہ یہ ہیں: جمیلہ بنت عاصم بن ثابت، زینب بنت مظعون، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل، قریبہ بنت ابی امیہ، ملیکہ بنت جرول، ام حکیم بنت حارث بن ہشام، ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب اور دوسری ام کلثوم جو ہیں وہ ملیکہ بنت جرول ہی ہیں ملیکہ کی کنیت بھی ام کلثوم ہے۔

اور آپ کی دو باندیاں تھیں جن سے اولاد ہوئی اور وہ فکیہہ اور لہیہ ہیں لہیہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ام ولد تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یمن کی خاتون تھیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہے جانے والے بعض مرثیے...... علی بن محمد المدائنی، ابن وہب، سعید بن خالد سے، وہ صالح بن کیسان سے، وہ مغیرہ بن شعبہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ابو حثمہ کی بیٹی نے روتے ہوئے کہا ہائے عمر جس نے کجی کو سیدھا کیا، عمدہ طریقہ رائج کیا، فتنوں کو مردہ کیا اور سنتوں کو زندہ کیا اور پاک دامن اور عیب سے صاف ہو کر دنیا سے چلا گیا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس نے سچ کہا ہے وہ اس دنیا کی خیر لے کر گیا اور اس کے شر سے بچ کر نکل گیا بخدا قسم اس نے جو کہا ہے وہ اس نے نہیں کہا بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔

اور عاتکہ بنت زید نے اپنے خاوند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

(۱) فیروز کو اللہ بھلائی نہ پہنچائے کہ اس نے مجھے ایسے خاوند کے بارے میں جو سفید رنگ قرآن کی تلاوت کرنے والا اور بہت روتا تھا۔

(۲) جو رشتہ داروں پر مہربان اور دشمن پر سخت مزاج تھا مصائب میں قابل اعتماد اور شریف طبیعت تھا۔

(۳) جب وہ کوئی بات کہتا تو اس کا عمل اس کے قول کی تکذیب نہ کرتا تھا وہ نیکیوں کی طرف تیز چلنے والا تھا اور ترش رو نہ تھا۔

اور یہ اشعار بھی کہے:

(۱) اے آنکھ آنسو بہا اور با آواز بلند رو اور نجیب شریف امام پر رونے سے تھکن نہ ہو۔

(۲) موت نے ہمیں ایک زبردست شہسوار کا دکھ دیا ہے جو جنگ کے روز بہت صابر اور بہادر اور نشان والا تھا۔

(۳) وہ لوگوں کی پناہ گاہ اور زمانے کے حوادث میں ان کا مددگار تھا اور مصیبت زدوں اور بھوکوں کا فریاد رس تھا۔

(۴) جنگ اور مصیبت والوں سے کہہ دو کہ عمر مر گیا ہے موت نے اسے موت کا پیالہ پلا دیا ہے۔

اور ایک مسلمان عورت نے روتے ہوئے کہا:

(۱) تجھ پر عورتیں عنقریب رو رہی ہوں گی اور بہت گریہ و زاری کریں گی۔

(۲) اور چہرے پر اس طرح خراشیں لگائیں گی جس طرح صاف موتی ہار میں پروئے ہوتے ہیں۔

(۳) اور وہ ان کے بعد عمدہ لباس بدل دیں گی۔

ابن جریر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں اسی طرح ابن جوزی نے ان کی سیرت میں اور ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں بھی نہایت عمدہ حالات سے کام لیا ہے ہم نے ان سب سے متعلق کلام و روایات کو ایک جلد میں جمع کر دیا ہے اور ان سے مروی روایات کو الگ جلد میں جمع کیا ہے اور ان احادیث سے مستنبط احکام کو ابواب فقہ کی ترتیب پر ایک جلد میں جمع کر دیا ہے واللہ الحمد۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال قتادہ بن نعمان نے وفات پائی اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے الصائفہ پر لشکر کشی کی اور عموریہ تک پہنچ گئے ان کے ساتھ صحابہ کرام میں سے عبادہ بن صامت، ابو ایوب انصاری، ابوذر غفاری اور شداد بن اوس تھے اسی سال معاویہ نے عسقلان کو صلحاً فتح کیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس سال کوفہ میں قاضی شریح اور بصرہ میں کعب بن سوار قضا کے عہدے پر فائز تھے اور مالک نے زہری سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر و عمر کا کوئی قاضی نہ تھا اور ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ۲۳ھ کے واقعات میں ساریہ بن زنیم کا قصہ ذکر کیا ہے اور اسی سال کرمان فتح ہوا اور اس کے امیر سہیل بن عدی تھے، سجستان فتح ہوا اور اس کے امیر عاصم بن عمرو تھے، مکران فتح ہوا اور اس کے امیر عثمان بن ابی العاص کے بھائی حکم بن ابی العاص تھے اور کوہستان بلاد جبال (پہاڑی علاقوں) میں واقع ہے اسی سال ابوموسیٰ اشعری والی اصفہان نے اس کے شہروں کو فتح کر کے [illegible] اسی سال معاویہ نے الصائفہ سے جنگ کی اور عموریہ تک پہنچ گئے۔

ابن جریر نے اس سال وفات پانے والوں کا ذکر کیا ان میں قتادہ بن نعمان انصاری ظفری ہیں جو ابوسعید خدری کے ماں شریک بھائی ہیں، قتادہ ان سے بڑے تھے یہ بدری ہیں اور غزوہ احد میں شریک ہوئے غزوہ احد میں ان کی آنکھ میں زخم لگا اور وہ رخسار پر آ گری، رسول اللہ ﷺ نے اسے اٹھا کر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی، یہ بہت مشہور تیر انداز تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لائے تو یہ آپ کے ہراول دستہ پر مقرر تھے مشہور قول کے مطابق اسی سال آپ کی وفات ہوئی عمر مبارک پینسٹھ سال کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود قبر میں اترے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے پچھلے سال آپ کی وفات ہوئی ابن جریر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات نہایت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیے اور بہت سے اہم مقاصد کثیر فوائد اور عمدہ چیزوں کو بیان کیا اللہ تعالیٰ ان کا ٹھکانہ جنت میں بنائے اور آخر میں ان لوگوں کا ذکر کیا جن کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات ہوئی تھی۔

اقرع بن حابس (۱) ...... ان کا نام و نسب اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی مجاشعی ہے، ابن درید کہتے ہیں کہ آپ کا نام اصل میں فراس بن حابس تھا لیکن سر پر بال نہ ہونے کی وجہ سے اقرع لقب پڑ گیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہو گئے، یہ سردار آدمی تھے اور بنو تمیم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے حجرات کے پیچھے سے یہ آواز دی تھی کہ اے محمد میری مدح کرنا زینت اور مذمت کرنا عیب ہے اور انہی اقرع کے متعلق یہ بھی نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن کا بوسہ لے رہے تھے تو اقرع نے کہا کہ کیا آپ اس کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم میرے دس بیٹے ہیں میں نے آج تک ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت سلب کر لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں، یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی رسول اللہ ﷺ تالیف قلب فرمایا کرتے تھے غزوہ حنین میں آپ نے ان کو اور عیینہ بن حصن الفزاری کو سو سو اونٹ اور عباس بن مرداس کو پچاس اونٹ مرحمت فرمائے تھے جس پر اس نے یہ اشعار کہے:

(۱) ...کیا آپ میری اور غلاموں کی غنیمت عیینہ اور حصن کے درمیان مقرر کرتے ہیں۔
(۲) ... حصن اور حابس کسی بھی مجمع میں مرداس سے فوقیت رکھتے ہیں۔
(۳) ..... میں ان دونوں سے کمتر نہیں ہوں اور جو شخص آج پست ہو گیا وہ کبھی بھی بلند نہیں ہو سکے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو نے یہ اشعار کہے ہیں:

اتجعل نہبی و نہب العبید بین عیینۃ والاقرع [illegible]۔

سہیلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اقرع کے ذکر کو عیینہ سے مقدم کیا تھا اس لئے کہ اقرع عیینہ سے بہتر تھے، راوی کہتے ہیں کہ اقرع نبی کریم ﷺ کے بعد مرتد نہیں ہوئے جیسا کہ عیینہ مرتد ہو گیا تھا، اقرع نے طلیحہ کی بیعت کی اور اس کی تصدیق کی لیکن پھر لوٹ آئے، علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ اقرع ایک مطاع سردار تھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین عراق میں کئی معرکوں میں شریک رہے اور انبار کے معرکہ میں آپ کے ہراول دستہ پر مقرر تھے ہمارے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی نے خلافت فاروقی میں وفات پانے والوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن جریر نے

---

(۱) الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابۃ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

اخبار میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ ابو عبداللہ بن عامر سے انھوں نے ایک حدیث [illegible] پھر یہ قندھار کی طرف گئے اور وہیں اور [illegible] کی حکومت میں ان کو گیا ہے
خلافت عثمانؓ کا واقعہ ہے جیسا کہ عنقریب ہم اسے اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

حباب بن منذر[1] ... آپ کا نام و نسب حباب بن منذر بن الجموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری خزرجی سلمی ہے کنیت ابو عمر ہے اور بعض ابو عمرو کہتے ہیں آپ کو ذوالرائے کہا جاتا تھا اس لئے کہ آپ نے غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ رائے دی تھی کہ آپ اس جگہ نزول فرمائیں جہاں پانی قریش سے قریب ہو اور ان کے پیچھے سے بہت زمین کی طرف چھوڑ دیں آپ کی یہ رائے درست ثابت ہوئی اور جبرائیل بھی اس رائے کی تصدیق کے لئے نازل ہوئے اور ان کا یہ قول مشہور ہے۔ انا جذیلها المحکک وعذیقها المرجب اپنی رائے کی اہمیت اور عقل کی اہمیت اور عظمت کے اظہار کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے (کہ میں کھجلانے والی لکڑی اور پتھروں سے مضبوط بنایا ہوا کھجور کا تنا ہوں) ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام نے ان کے اس قول کو رد فرما دیا۔

ربیعہ بن حارث[2] ... یہ اصل میں [illegible] ہیں انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی [illegible] کے ساتھ [illegible] کی طرف ہجرت کی تھی اور خندق کے بعد کے معرکوں میں شریک رہے یہ عمر میں بڑے تھے کہتے ہیں کہ عباس ان سے زیادہ صاحب قدرت نہیں تھے لیکن عباس سے پہلے وفات پا گئے تھے ان کی وفات صحیح قول کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں ۳۰ھ میں ہوئی۔

علقمہ بن علاثہ[3] ... ان کا نام و نسب علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی ہے آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین میں شرکت کی اس دن تالیف قلب کے طور پر آپ کو سو اونٹ دیئے گئے یہ اپنی قوم کے نہایت معزز اور اپنے [illegible] تھے جن کی بات مانی جاتی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مرتد ہو گئے آپ نے ان کی طرف ایک دستہ بھیجا انھوں نے خالد سے معافی اور پھر دوبارہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام اچھا ثابت ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنی [illegible] کی موجودگی میں میراث کے سلسلے میں ان کے پاس آئے تھے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو حوران کا امیر مقرر کیا تھا وہیں انتقال ہوا آپ کی حطیئہ نے آپ کے پاس آپ کی مدح سرائی کے لئے جانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے آنے سے چند دن قبل آپ کی وفات ہوگئی اس نے یہ شعر پڑھا:

کاش میں آپ سے ملاقات کر لیتا اور آپ اس وقت سلامت ہوتے اور میرے اور آپ کے درمیان صرف چند راتیں حائل ہوتیں

علقمہ بن مجزز[4] ... ان کا نام و نسب علقمہ بن مجزز بن اعور بن جعدہ بن معاذ بن عتوارہ بن عمرو بن مدلج کنانی مدلجی ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بعض سرایا میں امیر رہے آپ بہت خوش طبع اور ظریف تھے ایک مرتبہ آپ نے آگ روشن کی اور اپنے ساتھیوں کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا پھر ان سے کہا میں تو مذاق کر رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اگر اس میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکلتے اور فرمایا کہ اطاعت صرف نیک کاموں میں کی جاتی ہے [illegible] جواس عذری نے آپ کا مرثیہ کہا تو اس کا ایک شعر یہ ہے

بے شک سلامتی اور سلام ہو [illegible] بھائی [illegible] پر [illegible] ہے۔

عویم بن ساعدہ[5] ... ان کا نام و نسب عویم بن ساعدہ بن عائش بن قیس انصاری اوسی ہے اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے یہ عمرو بن عوف کے حلیف

---

[1] الاستیعاب [illegible] الاصابہ [illegible] اسد الغابہ [illegible] تجرید اسماء الصحابہ [illegible]

[2] [illegible]

[3] الاستیعاب [illegible]

[4] الاستیعاب [illegible] الاصابہ [illegible] اسد الغابہ [illegible] تجرید اسماء الصحابہ [illegible]

[5] الاستیعاب [illegible] الاصابہ [illegible] اسد الغابہ [illegible] تجرید اسماء الصحابہ [illegible]

میں سے ایک تھے جو بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، امام بخاری جیسے کے نزدیک ایک صحیح روایت کے سلسلے میں ان کی ایک حدیث ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ان کی وفات رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں ہو گئی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی بھی شخص حالت میں ایسا نہیں کہ میں اس قبر والے سے بہتر ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے جب کبھی جھنڈا نصب کیا جاتا تو یہ ان کے پیچھے ہوتے تھے، یہ بات ابن ابی حاتم نے روایت کی، ابن اثیر نے انہی کے طریق سے نقل کی ہے۔

غیلان ابن سلمہ ثقفی (۱)...... یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اس وقت ان کے تحت دس بیویاں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا کہ ان میں سے چار کو منتخب کر لیں، قبل از اسلام یہ کسریٰ کے پاس گئے تھے اس نے آپ کو حکم دیا کہ طائف میں میرے لئے ایک محل تعمیر کرو اور اس نے پوچھا کہ تمہیں اپنی کونسی اولاد زیادہ محبوب ہے انہوں نے کہا کہ چھوٹا جب تک وہ بڑا نہ ہو جائے اور مریض جب تک وہ تندرست ہو جائے اور غائب جب تک وہ واپس آ جائے، کسریٰ نے پوچھا کہ یہ کلام آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ یہ تو حکماء کا کلام ہے اور پوچھا کہ آپ کی غذا کیا ہے؟ انہوں نے کہا گندم کی روٹی۔ تو کہا کہ دانائی گندم ہی سے ہو سکتی ہے نہ کہ کھجور اور دودھ کی وجہ سے۔

معمر بن حارث (۲)......ان کا نسب یہ ہے معمر بن حارث بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی ہیں، یہ حاطب اور خطاب کے بھائی ہیں ان کی ماں کا نام قتیلہ بنت مظعون ہے جو کہ عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔ معمر بن حارث نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور معاذ بن عفراء کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔

میسرہ بن مسروق عبسی یہ ایک صحابی بزرگ تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے ہیں، یرموک کے معرکہ میں شریک تھے اور روم میں جو پہلا لشکر داخل ہوا اس کے امیر بن کر داخل ہوئے تھے انہیں بہت سلامتی ملی تھی جس سے انہوں نے بہت سی بکریاں اور مال غنیمت حاصل کیا، یہ ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

واقد بن عبداللہ (۳)... ان کا نسب یہ ہے واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین حنظلی یربوعی ہیں، یہ خطاب بن نفیل کے حلیف تھے، نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور بشر بن البراء بن معرور کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔
یہ سب سے پہلے ہیں جنہوں نے اللہ کے لئے عبداللہ بن جحش کے ساتھ وادی نخلہ میں ایک آدمی کو قتل کیا تھا، وہ عمرو بن حضرمی تھا، ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ابو خراش ہذلی (۴)...... ان کا نام خویلد بن مرہ ہے، یہ اپنے قدموں سے دوڑ کر گھوڑوں سے سبقت کر جایا کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں بڑے دلیر جوان تھے پھر اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام اچھا ثابت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی، ان کے پاس یمن کے کچھ مہمان آئے تو یہ ان کے لئے پانی لینے چلے گئے وہاں ایک سانپ نے ان کو ڈس لیا، یہ پانی لے کر آئے اور مہمانوں کو بکری ذبح کر کے کھانا کھلایا اور ان کو نہیں بتایا کہ ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے، صبح ہوئی تو ان کی وفات ہو گئی، ابن عبدالبر اور ابن اثیر نے ان کا صحابہ کرام میں تذکرہ کیا ہے لیکن

---

(۱) الاستیعاب ۲۰۷۷، الاصابہ ۵/ ۳۳۰، اسد الغابہ: ۵/ ۳۳۳، تجرید اسماء الصحابہ ۳۸

(۲) الاستیعاب ۲۳۳۲، الاصابہ ۶/ ۵۹۳، اسد الغابہ: ۵/ ۲۳۳، تجرید اسماء الصحابہ ۱۱۳

(۳) الاستیعاب ۲۷۳۵، الاصابہ: ۶/ ۵۹۳، اسد الغابہ: ۵/ ۳۲۲، تجرید اسماء الصحابہ ۱۳۳۸

(۴) الاستیعاب: ۲۹۳۶، الاصابہ: ۷/ ۱۱۲، اسد الغابہ: ۶/ ۸۷، تجرید اسماء الصحابہ: ۱۸۹۲

ظاہر یہ ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے البتہ آپ کی حیات مبارکہ میں مسلمان ہو گئے تھے اور پھر مقیم ہو گئے۔

ابو یحییٰ عبدالرحمن بن کعب بن عمرو انصاری[1] ... یہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے البتہ غزوہ تبوک میں غربت و تنگدستی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ بہرحال آپ بھی رونے والوں میں سے ایک تھے۔

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا[2] ... یہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا قرشیہ عامریہ ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے آپ رخصت ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی تھیں۔ آپ بکثرت روزے رکھنے والی اور رات بھر نماز پڑھنے والی تھیں۔ آپ کی طبیعت میں کسی قدر تیزی پائی جاتی تھی۔ عمر رسیدہ ہو گئی تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طلاق دے دی تھی لیکن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے رہنے دیجئے میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبول فرما لیا۔ یہ بات درست ہے کہ آپ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ہند بنت عتبہ[3] ... ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے وفات پا چکی تھیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت[4] اور ۲۴ھ کا آغاز

۲۴ھ کے پہلے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا اور ایک قول کے مطابق اتوار کا دن تھا اور اس کے تین دن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ رکنی مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور وہ یہ تھے: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہم) اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ ان چھ میں سے کسی ایک کو خلافت کے لئے متعین کر لیں اور فرمایا کہ میں ان کے سوا کسی کو مقرر کرنے کا متحمل نہیں، اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو تمہیں ان چھ میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا جیسا کہ اس نے تمہارے نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی پر تمہیں جمع کر دیا تھا اور آپ کے کمال تقویٰ سے یہ بات بھی تھی کہ آپ نے اس مجلس شوریٰ میں اپنے چچا زاد بھائی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو نہیں رکھا اس اندیشے سے کہ کہیں آپ کے چچا زاد ہونے کی وجہ سے خلیفہ بنانے میں ان کی رعایت کی جائے، اسی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

بلکہ مدائنی نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سعید بن زید کو بھی مستثنیٰ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ ان چھ میں شامل نہیں ہیں، اور مجلس شوریٰ سے آپ نے اپنے بیٹے کو بھی خارج کر دیا کہ میرے بیٹے عبداللہ کا کسی قسم کا ان کے ساتھ امر خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ البتہ وہ مجلس شوریٰ میں بحیثیت رائے دہندہ مشورہ دے سکتے ہیں لیکن حکومت نہیں لے سکتے۔ اور آپ نے وصیت فرمائی کہ تین دن تک صہیب بن سنان رومی

---

(۱) الاستیعاب [illegible] تہذیب [illegible] ۲۹۸

(۲) الاستیعاب [illegible] الاصابة [illegible] تہذیب [illegible]

(۳) [illegible] الاستیعاب [illegible] الاصابة [illegible] تہذیب [illegible]

(۴) [illegible] تاریخ [illegible] تاریخ طبری [illegible] الکامل فی التاریخ [illegible] مروج الذہب [illegible]

نماز پڑھائیں گے یہاں تک کہ مجلس شوریٰ کا اجلاس مکمل ہو جائے اور اہل شوریٰ کسی ایک پر متفق ہو جائیں اور لوگ اس پر اعتماد کر کے تسلیم کر لیں اور یہ معاملہ خوب پختہ و مضبوط ہو جائے۔ اور فرمایا کہ پچاس انصاری مسلمانوں میں سے اہل شوریٰ کے معاون بن جائیں اور لوگوں کو طے شدہ فیصلے پر آمادہ و تیار کریں اور آپ نے ابوطلحہ انصاری کو اور مقداد بن اسود کندی کو اس کام پر مامور کیا نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے کوئی گمان نہیں کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو سمجھیں گے اس لیے کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وحی کو لکھا کرتے تھے جو جبرائیل علیہ السلام لے کر نازل ہوتے تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور جنازہ لایا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی طرف سبقت کی کہ کون ان دونوں میں سے نماز پڑھائے لیکن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں سے یہ معاملہ متعلق نہیں اس لئے کہ صہیب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھانے پر مامور کیا ہے چنانچہ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے وہی حق رکھتے ہیں پھر صہیب آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور عبداللہ بن عمر اور طلحہ کے سوا باقی اہل شوریٰ قبر میں اترے طلحہ اس وقت موجود نہیں تھے جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو مقداد بن اسود نے اہل شوریٰ کو مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع کیا بعض کہتے ہیں کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں اور بعض کہتے ہیں بیت المال میں اور بعض کہتے ہیں کہ ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس کے گھر میں جمع کیا لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے واللہ اعلم

پھر یہ سب لوگ بیٹھ گئے اور ابوطلحہ ان کے دربان بن کر کھڑے ہو گئے اتنے میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ آئے اور دروازے کے پیچھے بیٹھ گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے انہیں کنکریاں مار کر ہٹایا اور کہا کہ تم اس لئے آئے ہو تاکہ کہو کہ ہم بھی شوریٰ کے اجلاس میں موجود تھے واقدی نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے اس بات کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ لوگ لوگوں سے الگ تھلگ ایک گھر میں جمع ہو کر امر خلافت میں باہم مشورہ کرنے لگے بہت دیر تک بات چیت چلتی رہی اور آوازیں بھی بلند ہوئیں ابوطلحہ نے کہا کہ میرا خیال یہ تھا کہ آپ لوگ اس چیز کو ایک دوسرے کے لئے ٹال دیں گے یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ اس میں ایک دوسرے سے نزاع کریں گے پھر طلحہ کے آنے کے بعد ان میں سے تین آدمی تین آدمیوں کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ زبیر نے اپنا استحقاق امارت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف کے اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں میں سے کون اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہے تاکہ ہم یہ معاملہ اسے تفویض کر دیں۔ اللہ اس کا اور اسلام کا مددگار ہوگا وہ دیکھے گا کہ دونوں میں سے افضل کو والی امارت بنائے۔ یہ دونوں حضرات خاموش رہے پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں اللہ میرا اور اسلام کا مددگار ہے میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ تم میں سے والی حقدار کو امارت تفویض ہو جائے ان دونوں نے کہا کہ بہت اچھا پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ہر ایک سے اس کے فضائل ذکر کر کے فرداً فرداً خطاب کیا اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ اگر تمہیں والی حکومت بنا دیا جائے تو عدل و انصاف کریں گے اور اگر دوسرے کو ان پر والی بنا دیا جائے تو اس کی سمع و اطاعت کریں گے دونوں میں سے ہر ایک نے اثبات میں جواب دیا پھر یہ سب متفرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ اہل شوریٰ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اختیار دے دیا تھا کہ وہ ان میں سے افضل ترین کے لئے کوشش کریں گے۔ روایت پیش کی جاتی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں ایک ایک اہل شوریٰ اور دیگر حضرات سے مشورہ کیا اور جماعت کے سب نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مشورہ دیا حتیٰ کہ آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں والی نہ بناؤں تو تم کس کے متعلق مشورہ دو گے؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان سے بھی یہی سوال کیا کہ اگر میں تمہیں والی نہ بناؤں تو کس کے متعلق مشورہ دو گے؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ امر خلافت تین میں منحصر ہونے سے پہلے کا ہے جب ان تین میں سے عبدالرحمن بن عوف امارت سے الگ ہو گئے تاکہ وہ دونوں میں سے افضل کے بارے میں غور و فکر کریں اور ارادہ امارت و نیابت [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] بن جائے۔ پھر عبدالرحمن بن عوف نے ان دونوں کے بارے میں لوگوں سے دریافت کرنے کے لئے [illegible] آپ [illegible] سے بھی ملے اور امراء [illegible] کی

وہ بہت لوگوں سے ملاقات کی اجتماعی و انفرادی طور پر گفت و شنید کی ایک ایک اور دو دو سے بھی ملے، علانیہ اور خفیہ بات چیت بھی کی حتیٰ کہ پردہ نشین عورتوں سے پس پردہ بھی گئے اور ان سے بھی پوچھا مکاتب میں پڑھنے والے بچوں سے بھی مدینہ آنے والے مسافروں اور عرب بدوؤں سے بھی معلوم کیا تب دو شخصوں کو بھی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی فوقیت کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے نہ پایا، بجز عمار بن یاسر اور مقداد کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشورہ دیا تھا لیکن پھر ان دونوں نے بھی دیگر لوگوں کے ساتھ عثمان بن عفان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اس مرحلہ میں دو دن اور تین راتوں کی کوشش میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین دن اور تین راتیں مسلسل صرف کیں، بہت ہی کم سوئے اور سارا وقت نماز دعا، استخارہ اور مشوروں میں گزارا علاوہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بزرگی کو نہ پایا، جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چوتھی رات کی صبح طلوع ہوئی تو اپنے بھانجے مسور بن مخرمہ کے پاس ان کے گھر آئے اور فرمایا اے مسور! کیا تم سو رہے ہو؟ اللہ کی قسم میں تین دن کی مدت میں بہت کم سویا ہوں، جاؤ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ، مسور نے پوچھا کہ ان دونوں میں سے کس سے ابتدا کروں؟ آپ نے فرمایا جس سے تم چاہو پہلے جا کر کہو، مسور کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گیا اور کہا کہ چلیے، ماموں کو چل کر جواب دیجئے انہوں نے پوچھا کہ کیا میرے ساتھ کسی اور کو بھی بلانے کا تمہیں حکم دیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، پوچھا کہ کون ہیں؟ میں نے کہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، پھر پوچھا کہ ہم دونوں میں سے کس کے ساتھ ابتدا کرنے کا حکم دیا تھا؟ میں نے کہا کہ اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیا، بلکہ فرمایا کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہو پہلے بلا لو، میں تو آپ کے پاس آ گیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرے ساتھ نکلے جب ہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے گزرے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باہر بیٹھ گئے اور میں اندر داخل ہوا، میں نے ان کو فجر کے ساتھ وتر پڑھتے پایا، انہوں نے بھی مجھ سے وہی تمام باتیں پوچھیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھی تھیں، پھر میں باہر نکلا اور ان دونوں کو لے کر آیا، جب ماموں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہو کر علی و عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے لوگوں سے تم دونوں کے متعلق خوب سوالات کئے ہیں اور میں نے ایک شخص کو بھی نہیں پایا جو کسی کو تم دونوں کے برابر قرار دیتا ہو، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک سے عہد لیا کہ اگر میں اس کو والی بنا دوں تو وہ عدل و انصاف کرے گا اور اگر اس پر دوسرے کو والی بنا دوں تو سمع و اطاعت کرے گا اس کے بعد ان دونوں کو لے کر مسجد کی طرف نکلے، آپ نے وہ عمامہ پہنا جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور تلوار بھی لٹکائی اور مہاجرین و انصار کے سرکردہ لوگوں کی طرف پیغام بھیجا اور سب لوگوں میں الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کروا دیا، سب لوگ آ گئے اور مسجد بھر گئی حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے سے چپک کر بیٹھے ہوئے تھے حتیٰ کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی جگہ نہ بچی، وہ لوگوں کے سب سے آخر میں بیٹھ گئے اور وہ بہت ہی حیا دار اور شرمیلے تھے، پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ منبر نبوی ﷺ پر چڑھے اور کافی دیر تک کھڑے رہے اور دعا کرتے رہے جس کو لوگوں نے نہیں سنا، پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے پوشیدہ و علانیہ تمہاری تمنا کے بارے میں پوچھا میں نے تم کو نہیں پایا کہ تم کسی کو ان دو شخصوں کے برابر قرار دیتے ہو یعنی علی و عثمان کے پھر فرمایا کہ اے علی! میرے پاس آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے، آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تم کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور فعل ابوبکر و عمر پر قائم رہتے ہوئے بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں اپنی جہد و طاقت پر بیعت کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اے عثمان! میرے پاس آؤ، پھر آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کیا تم کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور فعل ابوبکر و عمر پر قائم رہتے ہوئے بیعت کرتے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللّٰھم نعم (یعنی اللہ کے بھروسے پر ہاں کرتا ہوں) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ تو سن لے اور گواہ رہ، اے اللہ تو سن لے اور گواہ رہ، اے اللہ سن لے اور گواہ رہ، اے اللہ میں نے اپنی گردن میں جو کچھ تھا وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے منبر کے اطراف پر چھا گئے، راوی کہتے ہیں

کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو آپ نے نیچے دوسری سیڑھی پر بٹھا دیا، لوگ آتے گئے اور بیعت کرتے گئے، سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے آخر میں بیعت کی تھی۔

اور یہ جو بہت سے مؤرخین مثلاً ابن جریر وغیرہ نے غیر معروف لوگوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے اور آپ نے ان کو اس لئے والی بنایا ہے کہ وہ آپ کے داماد ہیں اور ہر روز آپ سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت میں دیر کی تھی یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ آیت سنائی:

> "جو شخص عہد شکنی کرے تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے جس کا اس نے اللہ سے اقرار کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عنقریب اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" (سورۃ فتح: آیت ۱۰)

اور اسی طرح بیعت کی مخالف خبریں جو کہ صحاح میں موجود نہیں ہیں وہ سب ان کے قائلین و ناقلین کی طرف رد کی جائیں گی۔ واللہ اعلم۔

صحابہ کرام کے خلاف بہت سے روافض اور جاہل قصہ گو بدگمانی میں مبتلا ہیں جنہیں صحیح و ضعیف، درست و سقیم اور گمراہ کن و مستقیم روایات کے درمیان کچھ امتیاز کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی صحیح چیز کی توفیق دینے والا ہے۔

علماء تاریخ نے اس دن میں اختلاف کیا ہے جس دن حضرت عثمان بن عفان کی بیعت کی گئی، واقدی اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی بیعت پیر کے دن کی گئی جب ذی الحجہ ۲۳ھ کی ایک رات باقی تھی اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے محرم ۲۴ھ سے اپنی خلافت کا آغاز کیا یہ نہایت غریب روایت ہے۔ یہ اور واقدی ابن جریر سے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین رات کے بعد دس محرم ۲۴ھ کو عثمان کے لئے بیعت ہوئی اور یہ بھی روایت ہے۔ یہ بھی زیادہ قریب ہے اسی طرح سیف بن عمر نے عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ محرم ۲۴ھ کی تین راتیں گزرنے کے بعد اہل شوریٰ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا تھا اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا صہیب بن سنان رومی کے مؤذن نے اذان دی، اذان و اقامت کے درمیان لوگ جمع ہو گئے لہٰذا آپ نے لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی اور سیف بن عمر خلیفہ بن زفر اور مجالد سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محرم ۲۴ھ کی تین راتیں گزرنے پر خلیفہ بنے تھے، آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو عصر کی نماز پڑھائی اور لوگوں کے وظائف و عطایا میں سو درہم کا اضافہ فرمایا اور شہروں کے وفود آپ کے پاس آنے لگے یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ کام کیا۔

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے ما قبل میں بیعت کا قصہ بیان کیا ہے اس کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ بیعت کا عمل زوال سے پہلے ہو گیا تھا یعنی جب مسجد میں لوگوں نے بیعت شروع کی تو آپ اس اتفاق کی وجہ سے دار الشوریٰ کی طرف چلے گئے جس کا ما قبل میں ذکر ہوا ہے باقی لوگوں نے بعد میں بیعت کی گویا کہ بیعت کی تکمیل ظہر کے بعد ہوئی اور ظہر کی نماز اس دن بھی صہیب رومی نے پڑھائی اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلی جو نماز پڑھائی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ شعبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور سب سے پہلا خطبہ جو آپ نے مسلمانوں کو دیا۔

اس کے متعلق سیف بن عمر بدر بن عثمان سے ان کے چچا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اہل شوریٰ نے بیعت کر لی تو عثمان نکلے آپ اس وقت نہایت مضمحل تھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا اور فرمایا لوگو! تم ایک قلعہ میں ہو اور زندگی کا بقیہ حصہ گزر رہا ہے۔ پس جس قدر بھی ہو سکے تم اپنی اموات کی طرف بھلائی کے ساتھ سبقت کرو اس لئے کہ تم صبح و شام کے مہمان ہو، خبردار! دنیا سراسر دھوکہ کی مخزن ہے پس تمہیں دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے جو لوگ گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب کوشش کرو غفلت میں نہ پڑو، دنیا کے بیٹے اور بھائی کہاں ہیں؟ جنہوں نے دنیا کو بسایا اور آباد کیا اور طویل عرصہ تک اس سے فائدہ اٹھایا کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ تم دنیا کو وہاں پھینکو جہاں اللہ نے اسے پھینکا ہے اور آخرت کو طلب کرو

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی ایک مثال بیان کی ہے جو بہت ہی خوب ہے فرمایا کہ ان سے کہئے کہ دنیاوی زندگی کی مثال اس طرح بیان کیجئے کہ ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی نباتات اس کے ساتھ خلط ملط ہو گئیں (یعنی خوب سیراب ہو گئیں اور پھر پیداوار خوب زیادہ ہوئی) لیکن وہ پھر چورا چورا ہو گئی اور ہوائیں اس کو اڑائے پھرتی ہیں۔ جس طرح کھیتی اتنی شاداب تر و تازہ اور رونق والی تھی لیکن انتہا چورا چورا ہو کے ہوا میں اڑ گئی پھر وہی بھی اسی طرح دنیا بظاہر بڑی شاداب سرسبز و شاداب اور خوبصورت ہے لیکن انجام برا ہے (یعنی وہ پیداوار کسی طوفان، آفت یا عذاب کا شکار ہو گئی) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور مال اور اولاد یہ دنیاوی زندگی کی زینت و رونق ہیں لیکن باقی رہنے والے نیک اعمال تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور بہترین توقعات و امید بھی ہے (سورۃ کہف آیت ۴۵-۴۶)

۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد لوگ آپ سے بیعت کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خطبہ اس روایت کے مطابق عصر کے بعد ہوا جو ذیل سے کم ہو گیا تھا (اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس وقت منبر کے سرے پر بیٹھے ہوئے تھے) کیونکہ وہ سب سے بلند ہو سکیں گے اور بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب اپنا پہلا خطبہ دینا شروع کیا تو آپ پر لکنت طاری ہو گئی اور آپ کچھ بھی نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اول مرتبہ سواری کرنا مشکل ہوتا ہے اگر میں زندہ رہا تو عنقریب آپ کو درست خطبے دیا کروں گا یہ ایک روایت ہے کہ جسے صاحب العقد وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور بہت سے لوگ بیان کرتے ہیں لیکن میں نے اس کی کوئی قابل اعتماد سند نہیں دیکھی۔

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے عطایا میں سو سو درہم کا اضافہ کیا۔ یعنی لشکر اسلام میں سے ہر ہر فوجی کے وظیفے میں اضافہ کیا اور یہ اضافہ اس سے زیادہ تھا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بیت المال سے مقرر کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں ہر مسلمان کے لئے بیت المال سے ایک ایک درہم جاری کیا کہ وہ افطاری کر سکے اور امہات المومنین کے لئے دو دو درہم مقرر کیے تھے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی حکومت بنے تو آپ نے اس میں اضافہ کیا اور مسجد میں عبادت گزاروں، اعتکاف کرنے والوں، مسافروں، فقراء اور مساکین کے لئے دستر خوان لگانا شروع کیا اور منبر کے جس درجہ پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوقت خطبہ اس سے نیچے والے درجہ پر کھڑا ہوا کرتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجے سے نیچے قیام کرنے لگے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح تو یہ سلسلہ بہت دراز ہو جائے گا پھر منبر کے اس درجے پر جس پر کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے اور بعد کی وہ اذان جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے تشریف فرما ہونے کے بعد دی جاتی تھی آپ نے اس سے قبل ایک اذان کا اضافہ کیا۔ آپ کے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا قضیہ آپ کی خدمت میں عبیداللہ بن عمر کا پیش ہوا اور وہ یہ تھا کہ عبیداللہ بن عمر نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ابولؤلؤ کی بیٹی کو قتل کر دیا تھا اور جفینہ نامی حیرہ کے نصرانی کو بھی تلوار سے قتل کر دیا تھا اور ہرمزان جو کہ پہلے والی تستر تھا اسے بھی قتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جفینہ اور ہرمزان نے ابولؤلؤ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ و تیار کیا تھا اور اس کی امداد کی تھی۔ جب قتل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس پر قاتلانہ حملے کے بعد ایسا ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن عمر کو قید کرنے کا حکم دیا تاکہ بعد میں آنے والا خلیفہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اور لوگوں کے مقدمات و فیصلوں کے لئے بیٹھے تو سب سے پہلا قضیہ ان کی خدمت میں عبیداللہ بن عمر ہی کا پیش ہوا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا یہ جرم ہرگز معاف نہیں ہو گا اور ان سے قصاص لیا جائے گا اور بعض مہاجرین نے کہا کہ کل ان کا باپ قتل ہوا ہے اور آج تم اس کو قتل کرو گے۔ عمرو بن العاص نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری کیا ہے اس لئے کہ یہ واقعہ آپ کے دور خلافت میں نہیں ہوا لہذا آپ ان کو معاف کر کے چھوڑ دیں پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان مقتولین کی دیت اپنے مال سے ادا کر دی۔ کیونکہ ان کا معاملہ آپ کے سپرد تھا اور بیت المال نے مسلمان کا کوئی وارث نہ تھا اور امام کو اس بارے میں زیادہ مناسب جانتے ہوئے اسی طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ عبیداللہ بن عمر کو آپ نے چھوڑ دیا۔

مورخین کہتے ہیں کہ زیاد بن لبید بیاضی جب عبیداللہ بن عمر کو دیکھتا تو یہ اشعار پڑھتا:

(۱)..... اے عبیداللہ تیرے لئے ابن اروی (عثمان) کے عہد سے نہ فرار کی کوئی جگہ اور نہ کوئی جائے پناہ ہے۔

(۲) ... اللہ کی قسم! تم نے ایک ناجائز اور حرام فعل کیا ہے، ہرمزان کا قتل معمولی بات نہیں۔

(۳) ... تم لوگوں نے بلاوجہ غیرت کر لی ہے ایک قائل نے کہا کہ کیا تم ہرمزان پر عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی تہمت لگاتے ہو؟

(۴) ... ایک شخص نے جواب دیا کہ ہاں میں یہ تہمت لگاتا ہوں کہ اس کے مشورہ اور حکم سے یہ کام ہوا ہے۔

(۵) ... حوادثات بہت ہیں اور آدمی کے ہتھیار اس کے گھر میں ہوتے ہیں جنہیں وہ اٹھاتا پھرتا رہتا ہے اور ایک کام سے دوسرے کام کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

عبیداللہ بن عمر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے زیاد بن لبید کی ان اشعار پر شکایت کی تو عثمان بن عفان نے زیاد بن لبید کو بلایا تو اس نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

(۱) ... اے ابو عمرو! عبیداللہ گروی ہیں آپ ہرمزان کے قتل میں شک نہ کیجئے۔

(۲) ... اگر آپ نے اس کے جرم کو معاف کر دیا تو آپ اور اسباب خطا گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی مانند ہوں گے۔

(۳) ... کیا آپ اسے ناحق معاف کریں گے؟ اگر آپ ایسا کریں گے تو اسے کیا جواب دیں گے جو آپ سے طاقت رکھتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اس سے روکا اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کی اور پھر اس قسم کی باتوں سے روک دیا پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شہروں کے عاملین و فوج کے امراء اور ائمہ صلوٰۃ اور بیت المال کے منتظمین کو خطوط لکھے اور نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تاکید کی اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ابھارا اور ان کو اتباع سنت اور ترک بدعات کی ترغیب دی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کیا اور سعد بن ابی وقاص کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور آپ کے سب سے پہلے عامل یہی تھے جن کا آپ نے تقرر کیا اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر سعد امیر بن جائیں تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ جو امیر بنے وہ ان سے مدد طلب کرے اور میں نے ان کو کسی کمزوری و خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر آپ نے سعد کو تقریباً سوا سال تک کوفہ کا امیر بنائے رکھا۔

ابن جریر نے سیف بن عمر کی مجالد عن الشعبی کے طریق سے اور واقدی نے زید بن اسلم عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مقرر کردہ عاملین ایک سال تک برقرار رہیں گے لہٰذا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے مغیرہ بن شعبہ کو ایک سال تک کوفہ کی امارت پر برقرار رکھا پھر انہیں معزول کر کے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا پھر انہیں معزول کرنے کے بعد ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو امیر مقرر کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ واقدی کے قول کے مطابق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی امارت پر ایک سال کے لئے تقرر ۲۶ھ میں ہوا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال یعنی ۲۴ھ میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان اور آرمینیہ والوں سے جہاد کیا اس لئے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جس چیز پر مسلمانوں سے مصالحت کی تھی اس سے وہ منحرف ہو گئے تھے یہ ابو مخنف کی روایت ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہاد ۲۶ھ میں ہوا جس کا خلاصہ ابن جریر کی زبانی یہ ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر آذربائیجان اور آرمینیہ کی طرف روانہ ہوئے اس لئے کہ انہوں نے نقض عہد کیا تھا اور ان کے شہروں کو روندا اور ان کی اراضی کو پامال کیا اور ان پر حملے کر کے غنائم حاصل کئے لوگوں کو قیدی بنایا اور اموال ان سے چھینے، جب ان شہروں والوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اس چیز پر صلح کر لی جس پر حذیفہ بن الیمان سے صلح کی تھی یعنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ، پس ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک سال کا جزیہ وصول کیا اور سلامتی کے ساتھ غنائم لے کر کوفہ کی طرف واپس ہوئے جب موصل کے پاس سے گزر رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا خط بذریعہ قاصد موصول ہوا جس میں آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ رومیوں کے خلاف اہل شام کی مدد کریں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال رومی بڑی تعداد میں آ گئے تھے حتیٰ کہ اہل شام ان سے خوف کرنے لگے تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی، پس آپ نے ولید بن عقبہ کو لکھا کہ جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ امانت دار، کریم

اور بہادر لوگوں پر مشتمل آٹھ ہزار یا دس ہزار کا لشکر شام میں اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے روانہ کر دیں، جب ولید بن عقبہ کے پاس خط آیا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور انہیں امیر المؤمنین کے خط کے بارے میں بتایا اور حضرت معاویہ اور اہل شام کی مدد اور رومیوں کے خلاف جہاد پر ابھارا، پس تین دن میں آٹھ ہزار آدمی تیار ہو گئے، آپ نے انہیں سلمان بن ربیعہ کی امارت میں شام روانہ کر دیا، وہاں مسلمانوں کے لشکر پر حبیب بن مسلمہ فہری امیر تھے جب دونوں لشکر اکٹھے ہو گئے تو بلاد روم پر حملے شروع کر دیئے اور بہت سے لوگ قیدی بنائے، غنائم حاصل کئے اور بہت سے قلعے فتح کر ڈالے۔

واقدی کا خیال ہے کہ جس شخص نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خط کی وجہ سے اہل شام کی سلمان بن ربیعہ کے ذریعے مدد کی تھی وہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور یہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خط کی وجہ سے کی گئی۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا، جب حبیب بن مسلمہ کے پاس پہنچ گئے اور موریان رومی کی ترکوں اور رومیوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا، حبیب بن مسلمہ بڑے دلیر اور شجاع آدمی تھے انہوں نے پختہ عزم کر لیا کہ وہ رومیوں کے لشکر پر شب خون ماریں گے، ان کی زوجہ نے ان کے ارادے سے اس شب کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سن لیا تو ان کی زوجہ نے پوچھا کہ کل آپ کہاں ملیں گے؟ انہوں نے کہا کہ موریان کے خیمے میں یا جنت میں ملاقات ہوگی، پس اس کے بعد اس رات وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رومیوں پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے لوگ قتل کئے، آپ کی زوجہ آپ سے پہلے موریان کے خیمے میں پہنچ گئیں یہ سب سے پہلی عرب عورت تھیں جن کے لئے خیمہ لگایا گیا، اس کے بعد حبیب بن مسلمہ انہیں چھوڑ کر وفات پا گئے، اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری نے ان سے شادی کر لی اور وہ ان کے بچوں کی والدہ بنیں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال لوگوں کو حج کروانے والے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جبکہ واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے عبد الرحمن بن عوف نے حج کروایا اور دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہی حج کروایا، پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

اس لئے کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ نکسیر جاری ہو جانے کی وجہ سے حج نہیں کر سکے حتیٰ کہ آپ کی جان کا خوف لاحق ہو گیا، اس سال کو نکسیر کا سال کہا جاتا ہے، جس سال ابو موسیٰ اشعری نے مقام رے فتح کیا اس سے قبل اہل رے نے اس عہد کو توڑ دیا تھا جو حذیفہ بن یمان سے انہوں نے کیا تھا، اسی سال سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی وفات ہوئی، ان کی کنیت ابو سفیان ہے، یہ قدید میں رہتے تھے۔

یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط الدیلی کا تعاقب کیا تھا جب یہ مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے، سراقہ بن مالک نے چاہا کہ ان کو اہل مکہ کے پاس واپس لوٹا دیں تا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں سو اونٹ کا وعدہ کیا ہوا تھا، پس سراقہ نے اس انعام کا لالچ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت نہ دی، بلکہ جب یہ ان حضرات کے قریب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ قرأت کی تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو انہوں نے امان کے لئے پکارا، رسول اللہ ﷺ نے امان دی اور آپ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امان کا پروانہ لکھ دیا، پھر غزوہ طائف کے بعد مسلمان ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا اکرام و اعزاز کیا، انہوں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمارا عمرہ اس سال کے لئے کیا ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔

آغاز سال ۲۵ھ

اس سال اہل اسکندریہ نے نقض عہد کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ روم کے بادشاہ نے منویل الخصی کو کشتی کے ذریعے ان کے پاس بھیجا جب انہوں نے بادشاہ کی طرف سے مدد کا لالچ کیا اور اپنے عہد کو توڑ ڈالا، پس ربیع الاول میں عمرو بن العاص نے ان پر حملہ کیا اور اس کی اراضی کو زور قوت اور جبر و سختی سے فتح کر لیا، اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور سیف کے قول کے مطابق اسی سال آپ نے سعد

بن ابی وقاص کو کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو والی بنایا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر لگائے جانے والے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے۔

اسی سال عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بلاد مغرب سے جنگ کے لئے روانہ کیا اور ابن ابی سرح نے ان سے افریقہ میں جہاد کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور کہا جاتا ہے کہ اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر سے معزول کیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امیر بنایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ھ کا ہے۔ اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے کئی قلعوں کو فتح کیا اور اسی سال ان کا بیٹا یزید بن معاویہ پیدا ہوا۔

آغاز سال ۲۶ھ

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید کا حکم دیا اور اسی سال مسجد حرام کی توسیع فرمائی اور اسی سال آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کیا اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے منتظم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت المال کے مال سے کچھ قرض لیا تھا جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا تقاضا کیا تو سعد گفتگو میں انہیں مطمئن نہ کر سکے اور ان کے درمیان باہمی تنازع پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دونوں پر ناراض ہوئے اور سعد کی جگہ ولید بن عقبہ کو امیر بنا دیا۔

ولید عرب الجزیرہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عامل تھے جب آپ کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے آپ کو خوش آمدید کہا آپ نے وہاں پانچ سال قیام کیا ان کے گھر کا کوئی دروازہ نہ تھا اپنی رعایا کے ساتھ بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ فرماتے تھے، اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور بعض مؤرخین کے قول کے مطابق اس سال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے سابور کو فتح کیا اس کی زمین کا کچھ حصہ پر صلح کی گئی۔

آغاز سال ۲۷ھ

واقدی اور ابو معشر کہتے ہیں کہ اس سال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصر کی امارت سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور ان کی جگہ اپنے ماں شریک بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور یہ عبداللہ وہی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تھی۔

اہل افریقہ سے جہاد(۱): حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو اہل افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس بطور عطیہ دیا جائے گا چنانچہ عبداللہ دس ہزار فوج لے کر چلے اور دشمن کے شہروں، دیہاتوں اور وادیوں کو فتح کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا یہاں تک کہ اہل افریقہ مطیع فرمانبردار ہو گئے اور اسلام قبول کیا اور دین اسلام سے آراستہ ہوئے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے خمس کا ایک خمس رکھ لیا اور باقی چار خمس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیئے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے جب اس غنیمت کو تقسیم کیا تو ہر سوار کو تین ہزار اور پیدل کو ایک ہزار دینار حصے میں آئے واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد نے اہل افریقہ سے بیس لاکھ بیس ہزار دینار پر صلح کی تھی اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہ سب ایک ہی دن میں آل حکم

---

(۱) الکامل فی التاریخ ۴۴/۳

عرب اس پر قابض ہو گئے تھے۔

اہل اندلس سے جہاد[۱]: ... جب افریقہ فتح ہو گیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو فی الفور اندلس کی طرف روانہ ہو جانے کا حکم دیا [illegible] سمندر کے راستے اندلس پہنچے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھ کر بھیجا کہ قسطنطنیہ جب فتح ہوگا تو سمندر کے راستے فتح ہوگا اور تم جب اندلس کو فتح کر لو گے تو آخری زمانے میں قسطنطنیہ فتح کرنے والوں کے اجر و ثواب میں شریک قرار دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ وہ اندلس کی طرف چلے اور اسے فتح کر لیا۔

مسلمانوں کے ساتھ جرجیر اور بربر کا معرکہ: ... جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ افریقہ کا قصد کیا تو اس وقت ان کے لشکر میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر بھی تھے۔ وہاں کا بادشاہ جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک قول کے مطابق دو لاکھ کی فوج لے کر مقابلہ پر آیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس نے اپنے لشکر کو اشارہ کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ مسلمان اپنی جگہ میں کھڑے ہوئے تھے [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بادشاہ جرجیر کو صفوں کے پیچھے دیکھا وہ ترکی گھوڑے پر سوار تھا اور دو لونڈیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے تھیں میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میری پشت کی حفاظت کے لئے ایک دستہ تیار کر دیں میں بادشاہ کا قصد کرتا ہوں انہوں نے دلیروں کی ایک جماعت میرے ساتھ جانے کے لئے تیار کر دی اور انہیں پشت کی جانب سے میری حفاظت کا حکم دیا میں انہیں لے کر صفیں چیرتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ یہی سمجھے کہ میں کوئی پیغام لے کر بادشاہ کی طرف جا رہا ہوں لیکن جب میں قریب پہنچا تو بادشاہ نے مجھ سے خطرہ محسوس کیا اور اپنے ترکی گھوڑے پر فرار کی کوشش کرنے لگا میں نے پیچھے سے جا لیا اور اسے نیزہ مارا اور پھر تلوار سے قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر نصب کر دیا اور تکبیر بلند کی۔ جب بربریوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور جانوروں کی طرح فرار ہونے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کیا اور انہیں قتل کیا بہت سوں کو قیدی بنایا اور کثیر تعداد میں غنیمت، ساز و سامان اور مال حاصل کیا۔ اس شہر کو سبیطلہ کہا جاتا ہے اور قیروان سے دو دن کی مسافت پر ہے۔ یہ پہلی جنگ ہے جس میں عبداللہ بن زبیر کی بہادری اور شجاعت کا ظہور ہوا اللہ تعالیٰ ان سے ان کے والد سے اور تمام اصحاب رسول ﷺ سے راضی ہو جائے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اصطخر دوسری بار فتح ہوا اور اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے قنسرین میں جنگ کی [illegible] اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور بعض کہتے ہیں کہ اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے قبرص میں جہاد کیا اور واقدی کہتے ہیں کہ یہ ۲۸ھ کا واقعہ ہے اور ابو معشر کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان نے ۳۳ھ میں قبرص پر جہاد کیا تھا۔

فتح قبرص[۲]: ابن جریر نے واقدی کی اتباع میں اسی سال میں فتح قبرص کا تذکرہ کیا ہے۔ قبرص شام کے مغربی جانب سمندر میں بالکل الگ تھلگ ایک جزیرہ ہے اس کی لمبائی دمشق کے ساحل کے قریب تک آتی ہے اور مغربی جانب کی لمبائی چوڑائی بھی ہے اس میں پھل، باغات اور کانیں بکثرت ہیں یہ ایک بہت اچھا شہر ہے اسے معاویہ بن ابی سفیان نے فتح کیا تھا آپ ایک عظیم لشکر لے کر اس کی طرف گئے تھے آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت اور ان میں ام حرام بنت ملحان بھی تھیں۔ ام حرام کی حدیث [illegible] میں ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں آرام فرما رہے تھے [illegible] پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو اس سمندر کے بیچ میں اس طرح سواری کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر [illegible] ام حرام نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرما دے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم انہی میں سے ہو۔ [illegible] پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ نے وہی بات دہرائی جو پہلے ارشاد فرمائی۔ ام حرام نے کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کر

[illegible]

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پہلی جماعت میں سے ہو۔ حضرت ام حرام اس غزوہ میں شریک رہیں اور وہیں آپ کی وفات ہوئی اور ان کی قسطنطنیہ سے متعلق روایت ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ متعدد کشتیوں پر سوار ہو کر اس جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے جو کہ قبرص کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے ساتھ مسلمانوں کا عظیم لشکر تھا۔ یہ لشکر کشی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۲۸ھ میں ہوئی۔ حضرت معاویہ نے آپ سے اس حملہ کی اجازت طلب کی تھی آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ اس سے پہلے حضرت معاویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اجازت طلب کی تھی لیکن آپ نے مسلمانوں کو اتنی بڑی مخلوق (سمندر) پر سوار کرانے سے منع فرما دیا تھا۔ کیونکہ آپ کو ان کی جانوں کے متعلق ڈر تھا۔ آخر تک یہ معاملہ رکا رہا لیکن جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو حضرت معاویہ نے آپ سے اس بارے میں بہت اصرار کیا تو آپ نے اجازت دے دی اور حضرت معاویہ کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرہ تک پہنچ گئے۔ دوسری جانب سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی آپ سے آملے اور دونوں نے مل کر اہل جزیرہ سے قتال کیا اور بڑی مخلوق کو قتل کیا۔ بہت سوں کو قیدی بنایا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔ جب قیدی لائے گئے تو ابو الدرداء رونے لگے جبیر بن نفیر نے کہا کیا آپ روتے ہیں آج کے دن اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی ہے تو ابو الدرداء نے فرمایا تیرا ناس ہو یہ وہ قوم ہے جو کل تک بادشاہت کی مالک تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کیا تو ان کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قیدیوں کو مسلط کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر قید مسلط کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور فرمایا کہ جب بندے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک کتنے حقیر ہو جاتے ہیں۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص سے سات ہزار دینار سالانہ پر صلح کر لی۔ جب مسلمان وہاں سے واپس ہونے لگے تو ام حرام کے لئے ایک خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئیں لیکن اس سے گر پڑیں اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی جس سے اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ وہیں آپ کی قبر بنائی گئی لوگ اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نیک صالحہ عورت کی قبر ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حبیب بن مسلمہ نے روم کے علاقے سوریہ کو فتح کیا اور اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا۔ یہ پہلے نصرانیہ تھیں اور نکاح سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں زوراء مقام پر اپنا مکان تعمیر کروایا تھا اور اسی سال آپ نے لوگوں کو حج کروایا تھا۔

آغاز سال ۲۹ھ

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کی چھ سالہ امارت سے معزول فرمادیا اور بعض کہتے ہیں کہ تین سالہ امارت کے بعد معزول کیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر بن کریز کو جن کی عمر اس وقت پچیس برس تھی امیر مقرر کیا تھا۔ یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ آپ نے ان کو ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عثمان بن ابی العاص کے لشکروں پر امیر مقرر کیا اس وقت ان کی عمر پچیس سال اور چھ ماہ تھی۔ آپ نے آتے ہی فارس فتح کیا۔ واقدی اور ابو معشر کے قول کے مطابق اسی سال عبداللہ بن عامر نے فارس کو فتح کیا لیکن سیف بن عمر کا خیال ہے کہ یہ فتح اس سال سے پہلے ہو چکی تھی۔

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی اور اسے چونے سے تعمیر کروایا اور منقش پتھروں سے تعمیر کیا اور اس کے ستونوں میں مرصع پتھر لگوائے۔ چھت ساگوان کی لکڑی کی بنوائی اور مسجد کی لمبائی ایک سو ساٹھ گز اور چوڑائی ایک سو پچاس گز کر دی اور چھ دروازے بنوائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے۔ اس تعمیر کا کام ماہ ربیع الاول میں شروع کیا گیا تھا۔

اس سال آپ نے لوگوں کو حج کروایا اور منیٰ میں آپ کے لئے خیمہ لگایا گیا یہ پہلا خیمہ تھا جو منیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے

لئے لگا، پس تمہارا حق میں آپ نے چار رکعت پڑھائیں جس پر ایک سے زائد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت علی، عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی تھی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش ان چار میں سے میرا حصہ دو مقبول رکعتیں ہوں، اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تو باقاعدہ آپ سے مناظرہ کیا۔

ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اتمام صلاۃ کا یہ عذر پیش کیا کہ میں نے مکہ میں نکاح کر لیا ہے یہاں میرے اہل خانہ ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اہل خانہ مدینہ میں ہیں اور آپ مدینہ ہی میں اپنے اہل خانہ کے ہمراہ قیام کرتے ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طائف میں میرا مال ہے میں واپسی میں اسے دیکھوں گا اور دیکھتا ہوں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور طائف کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل یمن کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضر میں نماز دو رکعت ہے اگر وہ مجھے دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھیں گے تو میرے عمل سے اپنے قول پر دلیل پکڑیں گے، عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی، لوگ اسلام میں اس وقت کم تھے اور رسول اللہ ﷺ یہاں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور آپ نے بھی اپنی خلافت کے آغاز میں دو ہی رکعتیں پڑھیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر فرمایا کہ یہ میری رائے ہے۔

آغاز سال ۳۰ھ

اس سال سعید بن العاص نے طبرستان فتح کیا اور طبرستان کو فتح کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں، واقدی اور ابو معشر کا یہی قول ہے لیکن سیف بن عمر کا خیال ہے کہ اہل طبرستان نے سعید بن العاص سے پہلے سوید بن مقرن کے ہاتھ پر صلح کر لی تھی اس مال پر جس کو وہ ادا کریں گے اور یہ شرط بھی لگائی تھی کہ اب ان کے خلاف فوج کشی نہیں ہوگی، واللہ اعلم۔

مدائنی کہتے ہیں کہ سعید بن العاص لشکر لے کر روانہ ہوئے، آپ کے لشکر میں حسن، حسین، عبادلہ: عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن زبیر کو عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے، بعض عبداللہ بن زبیر کی جگہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو رکھتے ہیں، حذیفہ بن یمان اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، آپ مختلف شہروں سے گزرتے ہوئے اور ان پر مصالحت کرتے ہوئے گزرتے گئے یہاں تک کہ جرجان کے ایک شہر میں پہنچ گئے اور اہل شہر سے قتال کیا یہاں تک آپ کو صلاۃ خوف پڑھنے کی بھی ضرورت پیش آئی، آپ نے حذیفہ بن یمان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ نماز کس طرح ادا فرماتے تھے؟ حذیفہ بن یمان نے طریقہ بتایا، آپ نے اس کے مطابق لشکر کے ساتھ نماز ادا کی، پھر اہل قلعہ نے آپ سے امان طلب کی، لیکن آپ نے صرف ایک شخص کو امان دی، جب قلعہ فتح ہو گیا تو آپ نے ایک کے سوا سب کو قتل کر دیا اور جو کچھ قلعے میں تھا سب پر قبضہ کر لیا، بنی نہد کے ایک آدمی کو ایک بند ٹوکری ملی اس نے سعید بن العاص کو اس ٹوکری کے قریب بلایا، جب کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک سیاہ رنگ کا لپٹا ہوا کپڑا ہے اس کپڑے کو جب کھولا گیا تو اس میں سے ایک سیاہ اور سرخ رنگ کا کپڑا نکلا، جب کھولا گیا تو اس کے اندر سے ایک سیاہ اور زرد رنگ کا کپڑا برآمد ہوا اور اس میں سیاہ اور سرخ اور زرد رنگ کی دو دھاریاں لگی ہوئی تھیں، ایک شاعر نے اس پر بنو نہد کی ہجو کرتے ہوئے کہا:

(۱) شرفاء غنیمت میں تقسیم ہونے کے لئے ادھر آئے ہوئے اور بنو نہد ٹوکری میں دو دھاریاں لے کر لوٹے۔

(۲) وہ سرخ، سیاہ اور سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جنہیں انہوں نے غنیمت خیال کیا اور یہ غلطی تیرے لئے کافی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ اہل جرجان نے جس مال پر سعید بن العاص سے صلح کی تھی وہ اس کو ادا کرنے سے رک گئے اور اپنے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا، جس مال پر صلح ہوئی تھی وہ ایک لاکھ دینار تھا اور ایک قول کے مطابق دو لاکھ دینار، اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ دینار پر صلح ہوئی تھی۔

پھر آپ نے ان کی طرف یزید بن مہلب کو بھیجا جس کا تذکرہ عنقریب ان شاء اللہ ہم بیان کریں گے اور اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کیا اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو امیر مقرر کیا۔ ولید بن عقبہ کی معزولی کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز میں دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دیں پھر پیچھے مڑ کر کہا کیا اور زیادہ پڑھا دوں؟ ایک آدمی نے کہا کہ آج تو ہم آپ کی مسلسل زیادت کرنے میں لگے ہوئے ہیں، پھر ایک جماعت ان سے جھگڑنے لگی کہا جاتا ہے کہ ان کے اور آپ کے درمیان کچھ چپقلش تھی انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو آپ کی شکایت کی اور ان میں سے بعض نے آپ کے بارے میں شراب نوشی کی شہادت دی اور ایک نے کہا کہ میں نے ان کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے پس حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کو حاضر ہونے کا اور کوڑے مارے جانے کا حکم دیا کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا حلہ اتارا اور سعید بن العاص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے کوڑے لگائے پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر کے سعید بن العاص کو ان کی جگہ امیر مقرر کیا۔

اور اسی سال نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بئر اریس میں گر پڑی یہ کنواں مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور اس میں بہت ہی کم پانی ہوتا تھا اور باوجود خاصا مال خرچ کرنے کے اور کافی تلاش و جستجو کے بعد بھی نہ ملی حتیٰ کہ پھر حضرت عثمان بن عفان نے چاندی کی ایک اور انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کروایا جب آپ شہید ہو گئے تو یہ گم ہو گئی اس کے لینے والے کا کچھ پتا نہ چلا۔

ابن جریر نے اس مقام پر ایک طویل حدیث بیان کی ہے کہ جس میں ہے رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور آپ کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی طرف اور دحیہ کو قیصر کی طرف بھیجا اور یہ کہ یہ انگوٹھی آپ ﷺ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پھر حضرت عثمان بن عفان کے ہاتھ میں چھ سال رہی، پھر بئر اریس میں گر گئی یہ تو ہم اسے ذکر کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ پہلے صحیح کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے اور اسی سال حضرت معاویہ اور ابوذر میں جھگڑا ہوا اور یہ اس لئے کہ ابوذر بعض معاملات میں معاویہ پر اعتراض کرتے تھے اور انھیں ڈانٹتے تھے کہ کوئی مال جمع کرنا یا ضرورت سے زائد اپنے پاس ذخیرہ کرنا تو اس سے منع کرتے ہوئے زائد مال کو واجب التصدق قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورہ توبہ آیت ۳۴) کی بھی تفسیر بیان کرتے تھے، حضرت معاویہ نے انھیں اس سے منع کیا لیکن وہ رکے نہیں تو پھر حضرت معاویہ نے ان کی شکایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوائی تو آپ نے انھیں مدینہ آنے کا حکم دیا ابوذر مدینہ آ گئے تو آپ نے انھیں ملامت کی اور ابوذر کی اس بات سے رجوع کا حکم دیا لیکن ابوذر نے رجوع نہیں کیا تو آپ نے انھیں مقام ربذہ چلے جانے کا حکم دیا یہ مدینہ کے مشرق کی جانب ایک جگہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ یہاں مدینہ میں قیام کریں لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تعمیرات سلع تک پہنچ جائیں تو تم یہاں سے نکل جانا اور اب تعمیرات سلع تک پہنچ گئی ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں مقام ربذہ چلے جانے کا حکم فرمایا اور کہا کہ کبھی کبھی مدینہ منورہ میں زیارت کے لئے آتے رہا کریں تاکہ کوئی اعرابی آپ کی اس ہجرت سے مرتد نہ ہو جائے، پس انھوں نے ویسا ہی کیا اور مسلسل ربذہ ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

اور اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن زوراء مقام پر تیسری اذان کا اضافہ کیا اس میں دوسری اذان کا اضافہ کیا تھا لیکن اقامت کو بھی اذان کے حکم میں رکھا گیا تو اذان ایک علامت جیسا کہ آج کل ہوتا ہے۔

اس سال وفات پانے والوں کا تذکرہ

ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی نے اس سال یعنی ۳۰ھ میں وفات پانے والوں میں ابی بن کعب کا بھی ذکر کیا ہے جسے واقدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

جبار بن صخر[۱] ... ان کا نام جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء ابو عبدالرحمن انصاری ہے۔ بیعت عقبہ کے وقت یہ موجود تھے غزوہ بدر میں شریک رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیبر کی طرف پھلوں کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا باسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

حاطب بن ابی بلتعہ[۲] ... ان کا نام حاطب بن ابی بلتعہ بن عمرو بن عمیر لخمی ہے ابو محمد بن اسد العزیٰ کے حلیف تھے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں حاضر رہے۔ یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے عزائم کی خبر دی تھی، پھر معذرت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی معذرت کو قبول فرمایا اور مقوقس شاہ اسکندریہ کی طرف انہیں قاصد بنا کر بھیجا۔

طفیل بن حارث بن المطلب[۳] ... یہ عبیدہ اور حصین کے بھائی ہیں بدری صحابی ہیں۔ سعید بن عفیر کے قول کے مطابق اسی سال ان کی وفات ہوئی ہے۔

عبداللہ بن کعب بن عمرو مازنی[۴] ... ان کی کنیت ابو حارث ہے۔ بعض ابو یحییٰ بھی کہتے ہیں کہ بدری صحابی ہیں۔ بدر کے دن آپ کی ذمہ داری خمس پر نگرانی کی تھی۔

عبداللہ بن مظعون[۵] ... یہ عثمان بن مظعون کے بھائی ہیں انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور غزوہ بدر میں بھی شریک رہے۔

عیاض بن زہیر[۶] ... ان کا نام و نسب عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال قرشی فہری ہے اور کنیت ابو سعید ہے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے۔

مسعود بن ربیعہ[۷] ... بعض مسعود بن ربیعہ کے بجائے مسعود بن ربیع بھی کہتے ہیں۔ کنیت ابو عمرو القاری ہے غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے۔ ساٹھ سال سے زائد عمر میں وفات ہوئی۔

معمر بن ابی سرح[۸] ..... ان کا نام و نسب معمر بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال قرشی ہے اور کنیت ابو سعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام عمرو ہے۔ یہ بدری اور قدیم الصحبت صحابی ہیں۔

ابو اسید[۹] ..... نام مالک بن ربیعہ اور کنیت ابو اسید ہے۔ فلاس کے قول کے مطابق اسی سال آپ نے وفات پائی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں ۶۵ھ میں وفات ہوئی۔

---

[۱] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۲] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۳] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۴] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۵] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۶] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۷] الاستیعاب [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۸] الاستیعاب [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

[۹] الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، تجرید اسماء الصحابۃ [illegible]

آغاز سال ۳۱ھ

واقدی کے قول کے مطابق اس سال غزوہ الصواری اور غزوہ الاساودہ ہوئے، ابو معشر کہتے ہیں کہ غزوہ الصواری ۳۴ھ میں ہوا، واقدی اور سیف وغیرہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال گزرنے کے بعد شام مکمل طور پر معاویہ بن ابی سفیان کی عملداری میں آ گیا تھا آپ اس کی نہایت عمدہ حفاظت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ہر سال ایک مرتبہ موسم گرما میں بلاد روم سے جہاد کرتے تھے اس کو غزوہ الصائفہ کہا جاتا ہے اور بہت سے رومیوں کو قتل کر کے بہت سے لوگوں کو قیدی بناتے کئی قلعے فتح کرتے، مال غنیمت حاصل کرتے اور دشمنوں پر ہیبت طاری کر کے واپس آ جاتے۔

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرنگیوں اور بربریوں کو بلاد افریقہ و اندلس میں شکست دے دی تو رومی بہت غضب ناک ہوئے اور سب کے سب قسطنطین بن ہرقل کے پاس جمع ہو گئے اور اسے متفقہ طور پر اپنا امیر تسلیم کر لیا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک فوج لے کر روانہ ہوئے جس کی آغاز اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی، یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں میں سوار ہوا اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان ساتھیوں کا بلاد مغرب کی طرف قصد کیا، جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رومیوں نے پادریوں اور صلیبوں کے ساتھ رات گزاری اور مسلمان رات بھر تلاوت قرآن اور نماز میں مشغول رہے، جب صبح ہوئی تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی کشتیوں کے اندر ہی صف بندی کر دی اور انہیں سورۃ الانفال کی تلاوت کا حکم دیا، اس موقع پر بعض لوگوں نے یوں کہا ہے کہ رومی کثیر تعداد کشتیوں میں ہمارے پاس پہنچے جس کی مثال نہیں دیکھی گئی، انہوں نے کشتیوں کے بادبان کھولے ہوئے تھے اور ہوا ان کے موافق اور ہمارے مخالف تھی، جب ہم لنگر انداز ہو گئے پھر ہوا ہم سے تھم گئی ہم نے انہیں کہا اگر تم چاہتے ہو تو ہم اور تم خشکی کی طرف چلیں تاکہ ہم اور تم میں سے جو پہلے یا جلد یا بدیر موت سے ہمکنار ہو جائے۔

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے یک زبان ہو کر نعرے لگائے اور سب کہنے لگے پانی پانی (یعنی پانی میں جنگ ہوگی) پس ہم نے اپنی کشتیاں ان کے قریب کر دیں اور ان کی کشتیوں کے ساتھ باندھ دیں پھر ہم ایک دوسرے پر آپس میں شمشیر زنی کرنے لگے اور نوجوان نوجوانوں پر حملہ آور ہو گئے اور تلواروں اور خنجروں سے حملے کرنے لگے اور سمندر کی موجوں نے ان کشتیوں کو تھپیڑے مار مار کر ساحل تک پہنچا دیا، اور باقی لہروں نے لاشوں کو ساحل پر پھینکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ایک بڑا پہاڑ نظر آنے لگا اور پانی کے رنگ پر خون کی سرخی غالب آ گئی، مسلمانوں نے اس روز بڑی استقامت و جرات دکھائی جس کی پہلے کبھی مثال نہیں ملتی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن رومی ان سے دوگنے مارے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، قسطنطین اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور وہ بہت تھوڑے رہ گئے قسطنطین کو بہت سخت اور گہرے زخم لگے وہ اس معرکہ کے بعد ایک مہینہ تک وہ اس کا علاج معالجہ کراتا رہا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کئی دن تک ذات الصواری میں قیام کیا پھر مظفر و منصور ہو کر واپس لوٹے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے معمر نے بواسطہ زہری بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر بھی تھے ان دونوں نے اس غزوہ میں لوگوں کے سامنے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عیب بیان کئے اور ان چیزوں کا ذکر کیا جن میں عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی تھی اور کہا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا خون مباح ہے کیونکہ انہوں نے عبداللہ بن سعد کو امیر بنایا ہے جو مرتد ہو گئے تھے قرآن کریم کا انکار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا نیز جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کیا تھا ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عامل بنایا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو برطرف کر کے ان کی جگہ سعید بن ابی العاص اور عبداللہ بن عامر کو امیر بنایا تھا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو جب ان باتوں کی اطلاع ملی تو آپ نے حکم دیا کہ تم دونوں ہمارے ساتھ سوار نہ ہونا، پس وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے جس میں کوئی مسلمان نہ تھا اور جب دشمن سے جنگ ہوئی تو یہ دونوں مسلمانوں کو جنگ کرنے سے روکتے رہے تھے، جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ہم اپنے آدمی کے ساتھ کیسے قتال کر سکتے ہیں کہ جس کو ہم اور تم پسند نہیں سمجھتے؟ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے

ان دونوں کو ڈرایا اور سختی سے لعن طعن کرنے پر قول سے منع کیا اور کہا کہ اگر تمہارا کرشمہ امیر المومنین کی مخالفت نہ کرنا جانتا ہوتا تو تمہیں سزا دیتا اور قید کر دیتا۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حبیب بن مسلمہ کے ہاتھ پر آرمینیہ فتح ہوا اور اسی سال کسریٰ شاہ فارس قتل ہوا۔

شاہ ایران کسریٰ یزدگرد کا قتل ( ) ..... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یزدگرد ایک جماعت کے ساتھ کرمان سے بھاگ کر مرو چلا گیا اور اہل مرو سے کچھ مال طلب کیا۔ اہل مرو نے نہ دیا اور اس سے اپنی جانوں کے بارے میں خوفزدہ ہو گئے پھر اہل مرو نے ترکوں کی طرف پیغام بھیجا اور ان کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا پس ترک آئے اور کسریٰ کے اصحاب کو قتل کر دیا اور کسریٰ بھاگ گیا اور ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچا جو کنارے پر چکیاں کھولا کرتا تھا اس نے کسریٰ کو رات گزارنے کے لئے ٹھکانہ دیا جب وہ سو گیا تو اسے قتل کر دیا۔

مدائنی کہتے ہیں کہ کسریٰ اپنے ساتھیوں کے قتل ہونے کے بعد اکیلا ہی بھاگ کھڑا ہوا اس کے ساتھ اس کا تاج، پٹکا اور انگوٹھی تھی یہ سب چیزیں اس نے زیب تن کی ہوئی تھیں یہاں تک کہ وہ اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو چکیاں کھولا کرتا تھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے کسریٰ کو جب غافل پایا تو قتل کر دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب لے لیا اتنے میں ترک اس کی تلاش میں یہاں پہنچ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ اس شخص نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور اس کا مال و اسباب لے لیا ہے تو انہوں نے اس شخص کو اور اس کے اہل خانہ کو قتل کر دیا اور کسریٰ کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور کسریٰ کو انہوں نے تابوت میں ڈال کر اصطخر لے گئے۔ یزدگرد نے قتل ہونے سے پہلے اہل مرو کی ایک عورت سے صحبت کی تھی جس کی وجہ سے وہ عورت حاملہ ہو گئی اور کسریٰ کے قتل کے بعد اس نے ایک بچے کو جنم دیا جو ایک جانب سے معذور تھا اس لڑکے کا نام مخدج (ناقص الخلقت) رکھا گیا۔

اس کی نسل اور اولاد خراسان میں موجود ہے قتیبہ بن مسلم نے اپنے بعض غزوات میں اس علاقے سے اس کی نسل میں سے دو لڑکیوں کو قید کیا تھا ان میں سے ایک کو حجاج کی طرف بھیج دیا حجاج نے وہ ولید بن عبدالملک کو بھیج دی اور ولید بن عبدالملک کو اس لڑکی سے ایک بیٹا یزید بن ولید پیدا ہوا جس کا لقب ناقص تھا۔

مدائنی نے اپنے شیوخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزدگرد جب اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر شکست کھا کر بھاگا تو اس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور پیدل چلتا ہوا نہر کے کنارے بنی ہوئی ایک چکی میں داخل ہو گیا جسے مرغاب کہا جاتا تھا اس میں اس نے دو راتیں قیام کیا، دشمن اس کی تلاش میں تھا لیکن انہیں کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں گیا ہے اس کے بعد چکی کا مالک وہاں آیا اور کسریٰ کو وہاں دیکھا تو سخت حیران ہو گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انسان یا جن؟ کسریٰ نے کہا کہ انسان ہوں اور کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، وہ کھانا لے آیا، کسریٰ نے کہا کہ میں موسیقی کا شوقین ہوں اس کے بغیر کھانے کی کوئی چیز نہ لے آؤ، چکی والا گیا اور فوجی جوانوں میں سے ایک کے پاس پہنچا وہاں سے بجانے کی کوئی چیز مانگی اس نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ چکی والے نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسا آدمی ٹھہرا ہوا ہے کہ اس جیسا آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا اس نے یہ چیز منگوائی۔ پس فوجی جوان اسے لے کر اپنے بادشاہ کے پاس پہنچے جس کا نام ماہویہ بن بابہ تھا اور اسے سارا قصہ سنایا بادشاہ نے کہا کہ وہ یزدگرد ہے جاؤ جا کر اس کا سر لے آؤ وہ لوگ اس مقام پر پہنچے اور جب چکی والے گھر کے قریب ہوئے تو ہیبت اور خوف ان پر طاری ہو گیا اور ایک دوسرے کو آگے بڑھانے لگے اور چکی والے سے کہا کہ تم جاؤ اور اسے قتل کر دو وہ اندر داخل ہوا۔

یزدگرد سویا ہوا تھا اس نے پتھر سے کسریٰ کا سر کچل دیا اور اس کا سر کاٹ لیا پھر اسے فوجی جوانوں کے حوالے کر دیا اور دھڑ نہر میں پھینک دیا۔ لوگوں کو جب اس قصے کا علم ہوا تو انہوں نے چکی والے کو قتل کر دیا اور نصاریٰ کے بشپ نے اس کے دھڑ کو نہر سے نکال کر تابوت میں بند کیا اور اسے اصطخر میں لے جا کر نصاریٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

ایسے بھی روایت کیا گیا ہے کہ کسریٰ اس چکی والے کے گھر تین دن ٹھہرا اور کچھ نہ کھایا تو چکی والے نے کہا کہ اے مسکین کیا تو کچھ کھائے گا نہیں؟ اور اس کے پاس کھانے کا سامان لایا، کسریٰ نے کہا کہ میں موسیقی کے بغیر کھانا نہیں کھا سکتا اس نے کہا کہ تم کھانا کھاؤ میں تمہارے لئے زمزمہ سرائی کرتا ہوں، کسریٰ نے کہا کہ جاؤ اس کے پاس کوئی ساز یا زمزمہ کرنے والے کو لے جاؤ، پس وہ چکی والا باہر موسیقی کی تلاش میں چلا گیا، بعض زمینی چوہدریوں سے اس کی ملاقات

( ) بحوالہ تاریخ الطبری ج۴ ص۳۰۰

ہوئی انہوں نے اس کے نامہ مشک کی خوشبو محسوس کی اور اس کے کانوں میں یہ خوشبو اور بشاشت محسوس ہوئی انہوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا اس نے بتایا کہ میرے پاس ایک آدمی ٹھہرا ہوا ہے اور اس کی یہ صفات و حالات ہیں انہوں نے پہچان لیا کہ ان صفات کا حامل تو وہی ہے اور اس کی بات کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چلے اور چکی والا آگے آگے تھا وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور یزدگرد کو نکالنے کا ارادہ کیا یزدگرد نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا اور کہا کہ تو ہلاک ہو میری انگوٹھی، کنگن اور پیٹی لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں اس نے کہا کہ نہیں مجھے چار درہم دو پھر چھوڑ دوں گا کسریٰ نے اپنے کانوں کی بالیوں میں سے ایک بالی کی مزید دینے کی پیشکش کی لیکن اس نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ کسریٰ نے اسے دوسرے چار درہم بھی پیش کئے پھر وہ لے کر اسے چھوڑنے کا ارادہ کر لیا لیکن اسی دوران فوجی جوان اندر گھس گئے جب انہوں نے بادشاہ کو گھیر لیا اور اسے قتل کرنا چاہا تو کسریٰ نے کہا کہ تم ہلاک ہو جاؤ مجھے قتل نہ کرو تم جانتے ہو کہ ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو بادشاہوں کے قتل پر جرأت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں آگ کا عذاب دیتا ہے لہٰذا تم مجھے قتل نہ کرو بلکہ اپنے بادشاہ یا عربوں کے پاس لے جاؤ وہ بادشاہوں کے قتل سے حیا کرتے ہیں لیکن انہوں نے انکار کیا اور جو کچھ اس پر زیورات وغیرہ تھے سب چھین لئے اور اسے ایک بوری میں بند کر کے کمان کی تار سے اس کا گلا کاٹ دیا اور پھر نہر میں پھینک دیا وہ بہتے بہتے ایک لکڑی میں جا پھنسا، وہاں سے اسقف کے بشپ نے نکال لیا اور ان ٹھیروں میں رہنے والے نصاریٰ پر اس کے اسلاف کی طرف سے جو احسانات تھے ان کی وجہ سے اس پر ترس کھایا اور اسے تابوت میں بند کر کے نصاریٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا اور جو کچھ زیورات اس کے پاس سے برآمد ہوئے انہیں لے کر وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا آپ نے اس کے زیورات میں سے ایک آویزہ گم پایا تو اس علاقے کے زمیندار کو اس سلسلے میں پیغام بھیجا اس نے اس کا پورا تاوان ادا کیا۔

یزدگرد بیس سال بادشاہ رہا اس میں سے پہلے چار سال تو عیش و عشرت کے ساتھ گزارے اور باقی سولہ سال اہل اسلام کے خوف کی وجہ سے ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگتے ہوئے گزارے یہ اہل فارس کا علی الاطلاق دنیا میں آخری بادشاہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانوں کو راہ خدا میں خرچ کرو گے۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نامہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے پس واقعہ اسی طرح ہوا۔

اس سال ابن عامر نے بہت سی فتوحات ان علاقوں میں حاصل کیں جہاں کے لوگوں نے نئے سرے سے عہد توڑ دیا تھا آپ نے کئی شہر بزور قوت اور کئی کو صلح کے ذریعے فتح کیا اور مرو کو بھی ایک روایت کے مطابق صلح سے اور ایک روایت کے مطابق بزور قوت فتح کیا اور اس سال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا۔

آغاز سال ۳۲ھ

اس سال معاویہ بن ابی سفیان نے بلاد روم سے جنگ کی حتیٰ کہ آپ قسطنطنیہ کے علاقے تک جا پہنچے آپ کے ساتھ آپ کی بیوی عاتکہ بھی تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھیں یہ واقدی اور ابو معشر کا بیان ہے اور اس سال سعید بن العاص نے سلمان بن ربیعہ کو ایک لشکر پر امیر مقرر کیا اور انہیں اہل باب سے جنگ کا حکم دیا اور عبدالرحمن بن ربیعہ جو کہ آپ کی طرف سے نائب تھے انہیں سلمان بن ربیعہ کی مدد کا حکم دیا آپ بلنجر پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا منجنیق اور تیر اندازی کے آلات نصب کر دیئے پھر اہل بلنجر باہر نکلے ترکوں نے ان کی مدد کی اور فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا ترک مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے ڈرتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ مرتے نہیں ہیں یہاں تک کہ انہوں نے بعد میں مسلمانوں پر جرأت کی اور آج کے دن ان سے قتال کر کے عبدالرحمن بن ربیعہ کو شہید کر ڈالا انہیں ذوالنون کہا جاتا تھا مسلمان

شکست کھا کر بھاگ گیا اور دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت باب الخزر کی طرف اور دوسری جیلان اور جرجان کی طرف چلی گئی اس دوسری جماعت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اٹھا لیا ترک انہیں اٹھا کر لے گئے اور اپنے علاقے میں جا کر دفن کر دیا اور آج تک ان کی قبر کی برکت سے بارش طلب کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی شہادت کے بعد سعید بن العاص نے ان کے حصہ پر ان کے بھائی سلمان بن ربیعہ کو امیر مقرر کر دیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے ساتھ جن کے امیر حبیب بن مسلمہ تھے ان کی امداد فرمائی۔

جب یہ دونوں لشکر جمع ہو گئے تو حبیب اور سلمان نے امارت کے مسئلہ پر آپس میں تنازع کیا اور دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا یہ پہلا اختلاف تھا جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان رونما ہوا حتیٰ کہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے جو ان سے تعلق رکھتا تھا یہ اشعار کہے:

(۱) اگر تم سلمان کو مارو گے تو ہم حبیب کو مار دیں گے، اگر تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ گے تو ہم بھی جائیں گے۔
(۲) اگر تم عدل کرو تو بھی یہ سرحد ہمارے امیر کی ہے اور یہ امیر فوجوں میں مقبول ہے۔
(۳) ہم ان سرحدوں کے والی ہیں جیسا کہ ان اطراف میں ان کے والی تھے جب ہم سرحد پر تیر اندازی کرتے تو وہ مدد ادا کرتے تھے۔

اسی سال ابن عامر نے مرو روذ، طالقان، فاریاب، جوزجان اور طخارستان فتح کیا مرو الروذ کی طرف انہوں نے احنف بن قیس کو بھیجا انہوں نے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا وہ لوگ باہر نکلے اور قتال کیا لیکن شکست کھا کر قلعوں کی طرف پناہ لینے پر مجبور ہو گئے پھر انہوں نے کثیر مال پر اور رعایا کی اراضی پر ٹیکس لگائے جانے پر صلح کرنا اور اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ لوگ اس زمین کو چھوڑ دیں گے جو کسریٰ نے مرزبان کے باپ کو جاگیر کے طور پر اس وقت دی تھی جب اس نے اس سانپ کو مار ڈالا تھا جس نے لوگوں کا راستہ بند کیا ہوا تھا اور ان کو کھا لیا کرتا تھا، احنف بن قیس نے صلح کر کے ان کے لئے اس کی دستاویز لکھ دی پھر احنف بن قیس نے اقرع بن حابس کو جوزجان کی طرف بھیجا انہوں نے شدید قتال کے بعد اسے فتح کر لیا اور جنگ میں مسلمانوں کے کچھ عدیم المثال اور بہادر نوجوان شہید ہو گئے۔

ابو کثیر النہشلی نے اس بارے میں ایک طویل قصیدہ کہا جس کے دو شعر یہ ہیں:

( ) جب بادل برسا تو اس کی بارش نے جوزجان میں نوجوانوں کے مقتل کو سیراب کیا۔
(۲) انہیں رستاق خوط کے قصرین تک یہاں کے دونوں اقرعوں نے ہلاک کیا۔

پھر احنف بن قیس مرو الروذ سے بلخ کی طرف چلے اور اس کا محاصرہ کر لیا اہل بلخ نے چار لاکھ درہم پر صلح کر لی تو آپ نے چچا زاد بھائی اسید بن المتشمس کو ان پر عامل مقرر کیا اور جہاد کے ارادے سے خوارزم کی طرف روانہ ہوئے اس دوران موسم سرما نے انہیں آ لیا، احنف نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ عمرو بن معدی کرب نے ان کی طرف سے یہ شعر پڑھا:

جب تم کسی چیز کی طاقت نہ رکھو تو اسے چھوڑ دو اور اس چیز کا قصد کرو جس کی استطاعت رکھتے ہو۔

پس احنف بن قیس نے بلخ کی طرف واپسی کا حکم دیا اور موسم سرما وہیں قیام کیا پھر وہ خراسان واپس آ گئے ابن عامر سے کہا گیا کہ جو علاقے آپ کے ہاتھ پر فتح ہوئے ہیں ایسے کسی کے ہاتھ پر بھی فتح نہیں ہوئے تھے یعنی فارس، کرمان، سجستان اور عام خراسان، ابن عامر نے کہا کہ میں ضرور بالضرور اس کی شکر گزاری اس طرح کروں گا کہ اپنے اس میدان جنگ سے عمرہ کا احرام باندھ کر جاؤں گا اور عمرہ کروں گا، پھر آپ نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا، جب آپ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو امیر المؤمنین نے خراسان سے احرام باندھنے پر آپ کو ملامت کی۔

اسی سال قارن چالیس ہزار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا عبداللہ بن خازم نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کا سامنا کیا اور اپنے ساتھیوں میں سے چھ سو جوانوں کا ہراول دستہ بنایا ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے نیزے کے سرے پر آگ باندھ لیں، نیز انہیں نصف شب کے قریب دشمن کی طرف بڑھیں اور شب خون ماریں، پس یہ دستہ اسی طرح دشمن کی طرف بڑھا اور وہ بھی ان کے مقابلے پر آ گئے اور اپنے مقدمہ سے جا ملے اور عبداللہ بن خازم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور دوسرے لوگ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ مشرکین پشت پھیر کر بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا

تعاقب کیا اور جس طرح چاہا ان کو قتل کیا، بہت سے لوگوں کو قیدی بنالیا اور کثیر اموال غنیمت کے طور پر حاصل کئے اور فتح کی خوشخبری ابن عامر کی طرف بھیج دی۔ ابن عامر عبداللہ بن حازم سے خوش ہوئے اور خراسان کی امارت بھی انہی پر برقرار رکھی، حالانکہ اس سے پہلے آپ انہیں یہاں سے معزول کرچکے تھے اور عبداللہ بن حازم اس کے بعد بھی مسلسل وہاں کے امیر رہے۔

اس سال وفات پانے والے مشاہیر کا تذکرہ

عباس بن عبدالمطلب...... آپ کا نام ونسب عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی ہاشمی ہے کنیت ابوالفضل مکی ہے رسول اللہ ﷺ کے چچا ہونے کا شرف حاصل ہے خلفائے عباسیہ کے جد امجد ہیں عمر میں رسول اللہ ﷺ سے دو یا تین سال بڑے ہیں غزوہ بدر میں قیدی بنالئے گئے تھے اور اپنا اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ دے کر رہائی پائی۔

ہم ذکر کرچکے ہیں کہ جب آپ کو قیدی بنالیا گیا اور رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور لوگ شام کو ٹھہرے تو رسول اللہ ﷺ بے چینی کی وجہ سے سو نہ سکے آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں رسیوں میں بندھے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں اور اس لئے نیند نہیں آرہی ہے، پس ایک مسلمان کھڑا ہوا اور رسیوں کو کھول دیا یہاں تک کہ ان کے کراہنے کی آواز ختم ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ سو گئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے سال مشرف باسلام ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے جحفہ میں آکر ملاقات کی اور آپ کے ساتھ واپس لوٹے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مکہ میں ٹھہر گئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

رسول اللہ ﷺ آپ کا بہت احترام وتعظیم کرتے تھے اور آپ کو اپنے والد کے بعد قائم مقام قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے آباؤ اجداد کی بچی ہوئی نشانی ہیں۔

آپ قریش کے ساتھ بہت ہی صلہ رحمی فرماتے اور ان پر بڑے مہربان اور شفیق تھے نہایت عقل مند، دور اندیش، ہیبت والے اور رعب دار تھے دراز قد، خوبصورت، سفید رنگ، گھنے بالوں والے اور کچھ زلفیں رکھنے والے تھے آپ کی اولاد میں لڑکیوں کے علاوہ دس لڑکے تھے جو یہ ہیں: تمام، سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، حارث، عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، عون، فضل، قثم، کثیر اور معبد آپ نے اپنے غلاموں میں سے ستر غلام آزاد کئے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عبداللہ نے، ان سے محمد بن طلحہ تیمی مدنی نے، ان سے ابو سہیل نافع بن مالک نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں جو قریش کے سب سے بڑے سخی اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں اور صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ پر مقرر فرمایا تو آپ نے ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کو منع کرتے پایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابن جمیل پر تو کچھ عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ پہلے فقیر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کردیا اور خالد بن ولید پر تم زیادتی کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے اور جہاں تک عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان کا صدقہ میرے ذمہ ہے اور اسی طرح کا ہے پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب طلب بارش کے لئے نکلتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے وسیلہ بارش طلب کرنے کے لئے لے کر نکلتے اور فرماتے کہ اے اللہ! جب ہم قحط سالی سے دوچار ہو جاتے تھے تو اپنے نبی محترم کے وسیلہ سے آپ سے سوال کرتے تھے پھر آپ بارش برسایا کرتے تھے اب ہم نبی محترم کے چچا کے وسیلہ سے آپ سے بارش طلب کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر بارش ہونے لگی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب سواری پر سوار ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو آپ کے احترام و اکرام کے لیے پیدل آتے۔ واقدی اور دیگر مورخین کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات بروز جمعہ بارہ رجب ۳۲ھ میں ہوئی، بعض رمضان ۳۲ھ میں وفات کے قائل ہیں۔ عمر مبارک اٹھاسی سال ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں تدفین ہوئی۔ سن وفات کے بارے میں ۳۳ھ اور ۳۴ھ کے بھی اقوال ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ[1] ..... آپ کا نام و نسب عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہذلی، کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ بنو زہرہ کے حلیف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ کے اسلام کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے پاس سے گزرے، یہ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے۔ دونوں حضرات نے ان سے دودھ طلب کیا، انہوں نے کہا کہ میں ان بکریوں پر امین ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹی بکری جس سے ابھی تک نر نے جفتی نہیں کی تھی پکڑی اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو ان میں دودھ اتر آیا اور خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا، پھر تھنوں سے فرمایا سکڑ جاؤ، وہ سکڑ گئے اور اپنی پہلی حالت پر آ گئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی یہ دعا سکھلا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: انک غلام معلم یعنی تم ایسا لڑکا ہو جسے علم سکھا دیا گیا ہے۔

محمد بن اسحاق یحییٰ بن عروہ سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے بیت اللہ کے پاس باآواز بلند قرآن مجید پڑھا، قریش اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے سورۂ رحمن کی تلاوت کی، وہ لوگ کھڑے ہوئے اور آپ کو مارا۔ آپ ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں رہتے اور آپ کے نعلین مبارک اور مسواک شریف اٹھانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں میری خاص باتیں سننے کی اجازت ہے، اسی وجہ سے آپ کو صاحب السواد والوساد کہا جاتا تھا۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر لوٹ آئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ ہی وہ ہیں کہ جب عفراء کے دو بیٹوں نے ابو جہل کو غزوہ بدر میں شدید زخمی کر دیا تو آپ نے آگے بڑھ کر اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ بدر، احد، خندق وغیرہ کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی شریک رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ، انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ دوسرے سے قرآن سنوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر سورۂ نساء کی ابتداء سے تلاوت شروع کی، جب اس آیت تک پہنچے تو ہم: "پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہی دینے کے لئے لائیں۔" (سورۃ النساء، آیت ۴۱) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بس کافی ہے۔

ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی جب یمن سے آئے تو ابن مسعود اور ان کی والدہ کو ہم اہل بیت میں سے ہی خیال کرتے رہے، اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر بکثرت آتے جاتے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے ہدایت، رہنمائی اور عادات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا، اور اصحاب محمد میں سے محفوظین نے جان لیا کہ ابن ام عبد ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ابن ام عبد کے عہد کو مضبوطی سے تھامو اور ایک دوسری حدیث میں ہے جسے محمد بن فضیل نے مغیرہ سے انہوں نے ام موسیٰ سے انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ درخت پر مسواک توڑنے کے لئے چڑھے تو لوگ آپ کی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان کی دونوں پتلی پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کے پستہ قد کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ کا قد بیٹھے ہوئے شخص کے برابر معلوم ہوتا ہے پھر ان

---

[1] الاستیعاب: ۱۶۰۱، الاصابۃ: ۴/ ۲۲۳، اسد الغابۃ: ۳/ ۲۸۴، تجرید اسماء الصحابۃ: ۱/ ۳۴۲۱

کی پشت کی طرف نظر ہوتا تو فرمایا کہ یہ علم سے بھرا ہوا انسان ہیں، نبی کریم ﷺ کے بعد بھی آپ کئی معرکوں میں شریک رہے، جن میں سے یرموک بھی ہے، عراق سے آپ حج کے لئے آئے مقام ربذہ کے پاس سے گزر ہوا ابوذر غفاری کی وفات کا وقت قریب تھا آپ ان کی وفات کے وقت اور کفن میں شریک ہوئے پھر مدینہ پہنچ کر بیمار پڑ گئے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ آپ کیا سوچتے ہیں؟ فرمایا کہ گناہوں کی تکلیف ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے لئے کسی طبیب کا انتظام کروں؟ فرمایا کہ طبیب نے ہی مجھے بیمار کیا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ کے وظیفہ کا حکم دوں؟ (آپ نے اپنا وظیفہ دو سال سے لینا ترک کیا ہوا تھا) فرمایا کہ مجھے اس کی کچھ حاجت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا! آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بچیوں کو ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کا حکم دیا ہوا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہ پہنچے گا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے زبیر بن العوام کو وصیت فرمائی اللہ عنہ نے اسی رات کے وقت آپ کی نماز جنازہ پڑھی، اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عتاب فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عمار بن یاسر نے پڑھائی واللہ اعلم بالصواب، ساٹھ سال سے کچھ اوپر عمر میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن عوف[1] ... آپ کا نام ونسب عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی زہری ہے کنیت ابو محمد ہے، قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور حبشہ و مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان مواخات کا حکم فرمایا تھا، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تو قیادت کی علامت کے طور پر انہیں دونوں کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کا حکم دیا، یہ عشرہ مبشرہ اصحاب میں سے ہیں اور ان آٹھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف شروع ہی میں سبقت کی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ میں سے ایک ہیں، ان تین آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کے درمیان خلافت دائر ہوگئی تھی جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تقدیم میں کوشش فرمائی ان کے اور خالد بن ولید کے درمیان کسی غزوہ میں کچھ ان بن ہوگئی تھی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ کچھ سخت کلامی کی، رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا، یہ روایت صحیح میں ہے۔

معمر زہری سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اپنے مال کا نصف چار ہزار اللہ کے راستے میں خرچ کیا، پھر چالیس ہزار خرچ کئے پھر چالیس ہزار دینار خرچ کئے، پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دیئے اور پھر پانچ سو اونٹ دیئے، آپ کا اکثر مال تجارت سے حاصل ہوا تھا۔

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ بن اسحاق نے ان سے حماد بن زاذان نے ان سے ثابت بنانی نے ان سے انس بن مالک نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کا حکم فرمایا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دو باغ ہیں ان میں سے جو چاہو لے لو، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان دونوں باغوں میں برکت عطا فرمائے میں ان کے لئے مسلمان نہیں ہوا، آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے راستہ بتا دیا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بازار جاتے تھے اور گھی، پنیر اور چمڑا خریدا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا پھر انہوں نے نکاح بھی کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے تم ولیمہ کرو اگرچہ

---

[1] الاستیعاب ۱۵۴۳، والاصابہ: ۳/۳۴۶، اسد الغابہ ۳/۴۸۰، تجرید اسماء الصحابہ ۲/۳۴۳

ایک بکری بیس سے ملتی ہو۔

آپ کا مال اس قدر کثیر ہو گیا کہ ایک مرتبہ آپ کے سات سو اونٹ گندم آٹا اور کھانے پینے کا سامان اٹھائے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ میں ایک شور مچ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟ بتلایا گیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل قافلہ آیا ہے جو سامان خورد و نوش لے کر پہنچا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہوں گے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اے اماں! آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ تمام اونٹ ان کے اوپر لدے ہوئے سامان سمیت ان کے پالان اور کجاووں سمیت اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیئے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد بن حسان نے ان سے عمارہ بن زاذان نے ان سے ثابت نے ان سے انس نے بیان کیا ہے کہ ایک روز جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں تھیں کہ اچانک انہوں نے کچھ آوازیں سنیں، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ شام سے ضرورت کا ہر سامان لے کر پہنچا ہے اور وہ سات سو اونٹوں پر مشتمل ہے، راوی کہتے ہیں کہ مدینہ میں شور کی وجہ سے گرد و غبار اٹھ رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہوں گے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ اگر استطاعت ہوئی تو کھڑا ہو کر داخل ہوں گا، پھر وہ تمام اونٹ ان کے سامان اور کجاووں و پالانوں سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دیئے۔

عمارہ بن زاذان صیدلانی اس روایت میں متفرد ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور عبد بن حمید کی روایت میں جو یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی، بالکل غلط ہے بلکہ صحیح بخاری کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان مواخات قائم ہوئی تھی اور صحیح کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں نماز فجر کی دوسری رکعت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی اور یہ بہت عظیم منقبت و فضیلت ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اصحاب بدر میں سے جو اصحاب اس وقت حیات تھے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار سو دینار کی وصیت فرمائی اور اس وقت صحابہ کی تعداد ایک سو تھی ان سب نے وصیت کے مطابق یہ مال وصول کیا حتیٰ کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عوف! جائیے آپ نے دنیا کا عمدہ حصہ پا لیا اور اس کے گدلے پن سے محفوظ رہے، اور امہات المومنین میں سے ہر ایک کے لئے کثیر مال کی وصیت فرمائی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعا دی، جبکہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کو سلسبیل سے سیراب فرمائے اور اپنے بہت سے غلاموں کو آزاد کیا اس کے باوجود اپنے پیچھے بہت سا مال چھوڑا، اس میں ایک سونے کا بہت بڑا ٹکڑا بھی تھا جسے کلہاڑیوں سے توڑا گیا یہاں تک کہ کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور ایک ہزار اونٹ، ایک ہزار گھوڑے اور تین ہزار بقیع میں چلتی بکریاں چھوڑیں۔

آپ کی چار ازواج تھیں ان میں سے ہر ایک کو ترکے کا چوتھائی حصہ پہنچا جو اسی ہزار پر مشتمل تھا، جب وفات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنازے کی چارپائی کو کندھا دیا اور بقیع میں بہتر سال کی عمر میں مدفون ہوئے۔

آپ کا رنگ سرخی مائل سفید، چہرہ وجیہ، حسین و جمال والا، باریک کھال، بڑی بڑی آنکھیں، لمبی پلکیں، اونچی ناک، گھنے بال، ہتھیلیاں پر گوشت اور انگلیاں موٹی موٹی تھیں، آپ خضاب نہیں کرتے تھے اور پاؤں سے لنگڑا کر چلتے تھے رضی اللہ عنہ۔

ابوذر غفاری[1] … مشہور قول کے مطابق ان کا نام جندب بن جنادہ ہے، یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں جو چوتھے یا پانچویں نمبر پر مسلمان ہوئے تھے، ان کے اسلام کا قصہ ہجرت سے پہلے کے واقعات میں گزر چکا ہے، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلامی سلام کے ساتھ سلام کیا، قبول اسلام کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر آپ نے

---

[1] الاستیعاب: [illegible] – الاصابۃ: [illegible] – اسد الغابہ: [illegible] – تجرید اسماء الصحابہ: [illegible]

غزوہ خندق کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں اور ان کی فضیلت میں بھی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سب سے مشہور وہ روایت ہے جو اعمش نے ابوالیقظان عثمان بن عمیر سے انہوں نے ابو حرب بن ابی الاسود سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو آپ شام چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ ان کے اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان کچھ کشیدگی ہوئی جس کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ بلوا لیا، پھر آپ نے مقام ربذہ میں قیام فرمایا اور وہیں رہے یہاں تک کہ اسی سال یعنی ۳۲ھ ماہ ذی الحجہ میں آپ کی ربذہ ہی میں وفات ہو گئی، جس وقت وفات ہوئی آپ کے پاس آپ کی بیوی اور بچوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ آپ کی تدفین کے انتظامات نہ کر سکتے تھے کہ اسی دوران عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عراق سے حج کے لئے آتے ہوئے اس وقت وہاں موجود تھے، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان کی وفات کے بعد ایسا کیا کریں گے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آپ کی وفات کے بعد پہنچے تھے اور غسل و دفن میں شریک ہوئے تھے، ابوذر غفاری نے اپنے اہل خانہ کو ان کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پکانے کا حکم دیا تھا تاکہ یہ لوگ وفات کے بعد کھانا تناول کر سکیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کے اہل خانہ کو مدینہ بلوا لیا اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ شامل کر لیا۔

آغاز سال ۳۳ھ

ابو معشر کے قول کے مطابق اسی سال قبرص فتح ہوا لیکن جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اس سے پہلے ہی فتح ہو چکا تھا جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ اسی سال عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اہل افریقہ سے دوبارہ جہاد کیا اس لئے کہ انہوں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا۔ اسی سال امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراء کوفہ کی ایک جماعت کو شہر بدر کیا اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے سعید بن عاص کی مجلس میں نامناسب گفتگو کی تھی۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے معاملہ سے آگاہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص کو لکھا کہ ان کو اپنے شہر سے شام کی طرف جلاوطن کر دیں، اور شام میں حضرت معاویہ کو آپ نے لکھا کہ تمہارے پاس قراء کوفہ کی ایک جماعت جلاوطن ہو کر آ رہی ہے ان کو اپنے یہاں ٹھہرا کر ان کا اکرام و دلجوئی کرو۔ چنانچہ جب یہ لوگ شام پہنچے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسب ہدایت ان کو وہیں ٹھہرایا اور اکرام و اعزاز کیا، ان کے ساتھ مجلس میں بیٹھے اور انہیں وعظ و نصیحت کی کہ جماعت کے ساتھ رہو اور لازم پکڑو، بدعت کی دوری کو ترک کر دو لیکن ان کے سرکش اور ترجمان نے آپ کو اسی گفتگو میں جواب دیا جو نہایت قبیح اور ناپسندیدہ تھی، حضرت معاویہ نے اپنے حلم و بردباری کی وجہ سے برداشت کیا اور قریش کی مدح کرنے لگے، وہ لوگ قریش سے ناراض تھے، آپ ﷺ کی تعریف، مدح سرائی، منقبت اور صلوٰۃ و سلام میں مشغول ہوئے اور اپنے والد ابوسفیان کی مدح سرائی اور انہیں اپنی قوم میں جو شرف حاصل تھا اس پر فخر کیا، اور یہ بھی کہا کہ عنقریب لوگ ابوسفیان جیسے بہترین عقل مند اور باوقار کی تمنا کریں گے۔

ان میں سے صعصعہ بن صوحان نے کہا کہ تم تعصب بولتے ہو لوگوں نے ایسے لوگوں کو بھی جنم دیا ہے جو ابوسفیان سے بہتر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اس میں روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا انہوں نے انسان کو سجدہ کیا، پس انسانوں میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، عقل مند بھی ہیں اور بیوقوف بھی، پھر آپ نے انہیں وعظ و نصیحت کی لیکن وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے رہے، جہالت اور حماقت پر ڈٹے رہے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ شام سے بھی انہیں جلاوطن کر دیا تاکہ یہ کم عقل لوگوں کی عقلوں کو خراب نہ کریں، ان کی گفتگو تھی اور ان کی بات قریش کی مذمت و تنقیص کی تھی۔

ان کا کہنا تھا کہ قریش ہمارے دین کی نصرت اور مدد دینے کا حق ادا کرنے کی بجائے دنیا کا طالب ہوتی ہے جیسا کہ ابن جریر نے وضاحت سے کام لیا ہے اور ان کی گفتگو میں تعریض کوئی عیب جوئی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کی برائی ہوا کرتی تھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص کو سب و شتم کرتے تھے، یہ دس آدمی تھے، بعض کہتے ہیں نو اور یہ صحیح ہے ان میں کمیل بن زیاد اور اشتر نخعی جس کا نام مالک بن یزید ہے، علقمہ بن قیس نخعی، ثابت بن قیس نخعی، جندب بن زہیر عامری، جندب بن کعب ازدی، عروہ بن الجعد اور عمرو بن الحمق خزاعی شامل تھے دمشق سے نکل کر انہوں نے جزیرہ میں پناہ لی اور عبد الرحمن بن خالد بن ولید جو کہ جزیرہ کے والی تھے اور حمص کے والی ہوئے انہوں نے ان سب کو جمع کیا اور ان کو ڈرایا دھمکایا تو انہوں نے معذرت کی اور اپنی روش سے باز آنے کی طرف رجوع کیا آپ نے ان میں سے اشتر نخعی کو اپنے ساتھیوں کی طرف سے معذرت کرنے اور معافی مانگنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت کو قبول کر لیا اور سزا دینے سے اعراض کیا اور انہیں اختیار دے دیا کہ جہاں چاہیں قیام کریں لیکن انہوں نے عبد الرحمن بن خالد بن ولید کی عملداری میں رہنا پسند کیا۔ پھر یہ سب حمص آگئے عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ساحلی مقام پر انہیں قیام کرنے کا حکم دیا اور ان کا وظیفہ جاری کر دیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو عبد الرحمن بن خالد بن ولید نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ کوفہ میں سعید بن العاص کی طرف لوٹانے کا حکم دیا پس عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کی طرف چلتا کیا۔ جب یہ لوگ کوفہ پہنچے پہلے سے زیادہ زبان دراز اور شرپسند ہو گئے تو سعید بن العاص نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کا شکوہ کیا اور مدد مانگی آپ نے انہیں دوبارہ حمص میں عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ لوگ ساحلوں میں قیام کریں۔ یعنی آبادی سے الگ تھلگ رہیں۔

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بعض بصریوں کو جائز وجوہات کی بنا پر شام و مصر کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہ لوگ لوگوں کو بھڑکانے، آپ کی تنقیص کرنے اور اعتراضات کرنے میں دشمنوں کے ہمنوا تھے یہ لوگ اپنے ان اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں ظالم تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نیک صالح اور ہدایت یافتہ خلیفہ تھے رضی اللہ عنہ۔ اس سال امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

آغاز سال ۳۴ھ

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال غزوہ الصواری ہوا لیکن صحیح قول جمہور کا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا جیسا کہ گزر چکا۔ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منحرف لوگوں نے آپس میں خط و کتابت کی اور ان کی اکثریت کوفہ سے تعلق رکھتی تھی لیکن وہ کوفہ سے حمص کی طرف عبد الرحمن بن خالد بن ولید کی عملداری میں جلاوطن تھے انہوں نے اہل کوفہ کو سعید بن العاص پر مشتعل کر دیا اور آپ کے ساتھ بدسلوکی پر باہم متفق ہو گئے۔

یہ لوگ ان سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے اور ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے افعال اور دیگر صحابہ کرام کو معزول کر کے ان کی جگہ بنو امیہ میں سے اپنے عزیز و اقارب کو والی بنانا وغیرہ وغیرہ امور پر نکتہ چینی کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور آپ سے سخت کلامی کی اور مطالبہ کیا کہ آپ اپنے عاملوں کو معزول کر دیں اور ان کی جگہ سابق امراء اور صحابہ کرام کو عامل مقرر کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کی یہ بات بہت گراں اور نہایت شاق گزری آپ نے لشکر کے امراء کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا تاکہ ان فتنہ انگیز لوگوں کے متعلق مشورہ کیا جا سکے۔

پس امیر شام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، امیر مصر عمرو بن العاص، امیر مغرب عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح، امیر کوفہ سعید بن العاص اور امیر بصرہ عبد اللہ بن عامر نے کہا کہ جس فتنہ پردازی اور شر و فساد میں یہ لوگ مبتلا ہیں آپ انہیں غافل کر کے جہاد میں مشغول کر دیں، اس

صورت میں ان میں سے ہر ایک کو اپنی فکر ہو جائے گی اور وہ اپنی سواری کی پشت اور اپنی پوستین کی جوؤں میں ہی الجھا رہے گا ابو شعیب کہتے لوگ جب فارغ اور بے کار ہوتے ہیں تو فضول کاموں اور ناپسندیدہ باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب منتشر ہوتے ہیں تو اپنی ذات اور دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ سعید بن العاص نے مشورہ دیا کہ آپ فتنہ پردازوں کی بیخ کنی کریں اور برائی کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے عمال واپس اپنے صوبوں کی طرف بھیج دیں اور ان لوگوں کی طرف بالکل التفات نہ کریں ان لوگوں نے آپ کے خلاف جو شر و فساد کا باہمی اتحاد کیا ہوا ہے تو یہ بارآور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ لوگ تھوڑے سے ہیں اور کمزور اور پراگندہ ہیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے مشورہ دیا کہ ان کے ساتھ ان کی تالیف قلب کی جائے اور اتنا مال دیا جائے کہ جس سے ان کے شر اور رکے رہنے کی حرکت سے اسی سے وہ اور ان کے قلوب کو آپ کی طرف مائل کر دے۔ حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ سے کچھ ایسے کام سرزد ہوئے ہیں جو لوگوں کو ناپسند ہیں اب یا تو آپ ان کو معزول کر دیں جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہیں یا اپنے عمال کی کارروائیوں پر ان کی گرفت کریں اور کچھ سخت یا کچھ بھی نہیں لیکن تنہائی میں منفعت کی اور کہا کہ میں نے یہ اس لئے کہا تا کہ یہاں کے حاضرین ان تک یہ بات پہنچا دیں، اور ان کے دل میں آپ کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو جائے۔

اس اجلاس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو ان کے صوبوں پر برقرار رکھا اور حکم دیا کہ ان کی مالی امداد اور تالیف قلب کی جائے اور حکم دیا کہ انہیں سرحدوں پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔ پھر آپ نے تمام مشیروں کو جمع کر لیا جب عمال لوٹ کر اپنے اپنے صوبوں کی طرف گئے تو اہل کوفہ نے سعید بن العاص کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور ہتھیار پہن لئے اور صف باندھ لی۔ ان کا نعرہ یہ تھا نہیں جب تک کہ ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو امیر نہ بنایا جائے۔ یہ واقعہ جرعہ مقام پر پیش آیا۔ اس دن اشتر نخعی نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم نے تلواریں اٹھائی ہوئی ہیں وہ ہمارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ سعید بن العاص ان کے ساتھ قتال سے رک گئے۔ اور انہوں نے آپ کو روکنے کا پختہ عزم کر لیا اس دن کوفہ کی مسجد میں حذیفہ اور ابو مسعود عقبہ بن عامر جمع ہوئے اور ابو مسعود نے کہا کہ اللہ کی قسم سعید لوٹ کر نہیں جائیں گے یہاں تک کہ خون خرابہ ہو جائے۔ حذیفہ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ ضرور واپس چلے جائیں گے اور کوفہ میں اتنا خون بھی نہ بہے گا جتنا پچھنا لگانے سے خون نکلتا ہے اور میں آج کی وہ بات جانتا ہوں جسے میں رسول اللہ ﷺ کی حیات میں جانتا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ سعید بن العاص مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے۔ اور اس طرح فتنہ کو شکست ہو گئی۔ اہل کوفہ کو اس بات نے حیرت میں ڈال دیا پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ان پر ابوموسیٰ اشعری کو والی بنائیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو ختم کرنے اور ان کے شکوک و شبہات کے ازالے اور ان کی باتوں کے خاتمے کے لئے ان کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔

سیف بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ ان گروہوں کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متحد و متفق ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا اور وہ یہودی تھا اس نے اسلام کا اظہار کیا اور مصر چلا گیا اور پوشیدہ پوشیدہ لوگوں سے ملاقاتیں کرنے لگا جو اس نے خود گھڑی تھیں ان کا مضمون یہ تھا کہ کسی آدمی کو کہتا کہ کیا یہ بات ثابت نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ضرور دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جواب میں کہتا کہ ہاں ثابت ہے پھر وہ کہتا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے افضل ہیں تو آپ ﷺ کے دوبارہ دنیا میں آنے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ پھر کہتا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا پس محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں پھر وہ کہتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے امارت و خلافت کے زیادہ حقدار ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے حق خلافت کے بارے میں ان پر ظلم کیا ہے جو ان کے شایان شان نہیں ہے پس تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار کرو امر بالمعروف کا ثبوت دو اور بہانے سے ان کو وعظ کرو اہل مصر میں سے بہت سے لوگ اس کے فتنے میں پڑ گئے اور انہوں نے اہل کوفہ و اہل بصرہ کی بہت بڑی جماعتوں کو خطوط لکھے اور وہ اس بات پر متفق ہو گئے اور پھر ان سب نے آپس میں خط و کتابت کی اور ایک دوسرے سے وعدے کئے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار پر ایک جان و یک زبان ہو جائیں گے اور ایک آدمی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جو آپ سے مناظرہ کرے اور بتائے کہ وہ آپ کے عزیزوں کو والی بنانے اور صحابہ کرام کو معزول کرنے پر سخت ناراض ہیں ان باتوں نے بہت سے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں سے اپنے امین عمال کو جمع کیا اور ان سے

اس امر میں مشورہ کیا انہوں نے [illegible] مجھے پہنچی ہیں واللہ اعلم۔

واقدی نے [illegible] روایت کی ہے کہ جب ۳۴ھ کا سال شروع ہوا تو [illegible] لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کی اور آپ پر ایسے الزامات لگائے جو کسی پر نہ لگائے گئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کریں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگ میرے پیچھے ہیں اور انہوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے بات کی ہے، بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ سے کیا کہوں۔ [illegible] آپ کو کسی ایسی بات کا پتہ نہیں دے سکتا جسے آپ نہ جانتے ہوں [illegible] جو ہم جانتے ہیں۔ ہم نے کسی چیز کی طرف آپ سے سبقت نہیں کی کہ ہم آپ کو اس کی خبر دیں اور نہ ہم کسی بات کو اپنے طور پر جانتے ہیں [illegible] اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے [illegible] ابن ابی قحافہ حق پر عمل کرنے میں آپ سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ [illegible] آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا ایسا شرف حاصل کیا ہے جو ان دونوں حضرات کو حاصل نہیں ہوا [illegible] کسی چیز کی طرف آپ سے [illegible] اللہ کی قسم آپ اندھے نہیں کہ آپ کو بصارت دی جائے اور نہ جاہل ہیں کہ آپ کو علم سکھایا جائے [illegible] آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل بندہ امام عادل ہے جو ہدایت یافتہ ہو اور ہدایت دے [illegible] معروف سنت کو قائم کرے [illegible] اور سنتیں واضح ہیں [illegible] اللہ کے نزدیک سب سے برا آدمی ظالم امام ہے جو خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے جو معروف سنت کو ترک کر دیتا ہے [illegible] میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ظالم امام کو لایا جائے گا [illegible] نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ [illegible] اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور جہنم کی گہرائی میں [illegible] میں آپ کو اللہ سے ڈراتا ہوں [illegible] اس کے انتقام سے خبردار کرتا ہوں [illegible] کا عذاب سخت اور دردناک ہے اور آپ اس امت کے مقتول امام بننے سے [illegible] کیونکہ کہا جاتا تھا کہ اس امت میں ایک امام کو قتل کیا جائے گا [illegible] قیامت تک [illegible] اور امور مشتبہ ہو جائیں گے [illegible] حق کو باطل سے [illegible] گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں جانتا تھا کہ آپ یہی کچھ کہیں گے جو آپ نے کہا ہے اور اللہ کی قسم اگر آپ میری جگہ ہوتے تو میں آپ سے سختی نہ کرتا اور نہ آپ کو بے یارومددگار چھوڑتا اور نہ آپ پر عیب لگاتا [illegible] کہ میں نے صلہ رحمی کی ہے [illegible] حاجت کو پورا کیا ہے [illegible] ضائع ہونے والے [illegible] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] والی مقرر کرتے تھے [illegible] میں آپ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں [illegible] مغیرہ بن شعبہ [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا [illegible] کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں والی مقرر کیا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ مجھے ملامت کیوں کرتے ہیں کہ میں نے ابن عامر کو ان کی رشتہ داری کی وجہ سے والی بنایا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو والی بناتے تھے تو [illegible] اور جب ان کی طرف کوئی شکایت آتی [illegible] آپ [illegible] نہیں کرتے [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میری زندگی کی قسم [illegible] رشتہ دار ہیں [illegible] دوسروں میں ہے [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری خلافت میں معاویہ کو والی بنائے رکھا [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے غلام یرفا سے بھی زیادہ ڈرتے تھے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ آپ سے پوچھے بغیر بہت سے امور کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور آپ

ان کو جانتے بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عثمان کا حکم ہے، اور پھر جب آپ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ معاویہ کو تنگ کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر غیرت کھاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے باہر نکلے اور منبر پر چڑھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور اپنا دکھ ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم نے مجھ پر ان باتوں کا عیب لگایا ہے جن کا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اقرار کیا ہے لیکن انہوں نے تم کو اپنے پاؤں سے روندا اور ہاتھ سے مارا اور زبان سے ذلیل کیا، پس تم ان کے طوعاً و کرہاً مطیع و فرمانبردار رہے اور میں نے تمہارے ساتھ نرمی کی بلکہ اپنے کندھوں پر تمہیں سوار کر لیا اور اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا، پس تم مجھ پر جری ہو گئے، خبردار بخدا میں عمر کی نسبت تعداد کے لحاظ سے زیادہ طاقتور اور مددگار ہوں۔ مگر اللہ کی قسم تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ اور صلاحیت میں بھی بڑھ کر ہیں اگر میں کہوں میری طرف آؤ تو سب جمع ہو جائیں اور میں نے تمہارے ہمسر لوگوں کو تمہارے لئے تیار کیا ہے اور تمہارے ساتھ بہت احسان کا معاملہ کیا ہے اور ... لیکن تم نے میرے ساتھ نیک اخلاق نہ برتے جسے میں اچھا نہیں سمجھتا اور ایسی گفتگو کی جو کہ میں نے کبھی نہیں کی، پس تم اپنی زبانوں کو اور اپنے حکام پر طعن و اعتراض کرنے اور عیب لگانے سے باز آ جاؤ، میں نے تم سے ایسے آدمی کو دور رکھا ہے کہ اگر وہ تم سے بات کرتا تو اس گفتگو کے بغیر ہی تم اس سے راضی ہو جاتے، اور سنو! تمہارا کون سا حق ضائع ہوا ہے؟ اللہ کی قسم میں نے اس چیز کے پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی جسے مجھ سے پہلے خلفاء پہنچایا کرتے تھے، پھر آپ نے اس مال کے بارے میں جو آپ اپنے اقرباء اور ... کو دیا کرتے تھے عذر بیان کیا کہ وہ ان کے اپنے زائد مال میں سے ہوا کرتا تھا۔

مروان بن حکم اس موقع پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اپنے اور تمہارے درمیان تلوار کو حکم بنا لیں، اللہ کی قسم ہم اور تم شاعر کے اس شعر کا مصداق ہیں: ہم نے تمہارے لئے اپنی عزتیں بچھا دیں لیکن تمہیں یہ چیز راس نہ آئی اور تم قناعت کی سرزمین پر ٹھہر نہ سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاموش ہو جا خدا کرے تجھے خاموشی نصیب نہ ہو، میرے اور میرے ساتھیوں کو چھوڑ دو اور اس بارے میں تمہیں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، کیا میں نے تم سے پہلے ہی یہ نہیں کہا تھا کہ کچھ مت بولنا، پس مروان خاموش ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے۔

سیف بن عمر اور دیگر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان جب شام جانے کے لئے نکلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں الوداع کہنے کے لئے ساتھ چلے، معاویہ نے اس موقع پر آپ کو اپنے ساتھ شام لے جانے کی پیشکش کی کہ وہاں کے لوگ اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کے بدلے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا، حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کے لئے شام سے ایک لشکر تیار کر کے بھیج دوں جو آپ کی مدد کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے شہر میں صحابہ کرام کے لئے تنگی پڑ جائے گی، معاویہ نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ کی قسم یہ لوگ آپ کو دھوکے سے قتل کر دیں گے یا یہ کہا کہ آپ سے جنگ کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے آگے بڑھ گئے اور تلوار لٹکائے ہوئے کمان ہاتھ میں لئے ہوئے مہاجرین و انصار کے مجمع پر گزرے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، معاویہ ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنی کمان پر ٹیک لگا لی اور نہایت فصیح و بلیغ گفتگو کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق وصیت اور انہیں دشمنوں کے سپرد کرنے سے اجتناب پر مشتمل تھی، اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آج کے دن سے زیادہ ان کا رعب اور ہیبت اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی مدینہ میں اس آمد کے موقع پر ... کی حرکت کو جانب ہاتھ ... اس سال حج کے موقع پر ایک حدی خواں کو آپ کے لئے یہ کلمات کہتے ہوئے سنا تھا ... اور بچے کانوں کو معلوم ہے کہ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر بنیں گے اور زبیر ان کی جانشینی پر راضی اور طلحہ ان کے ولی عہد ہوں گے، جب معاویہ نے اس چیز کو سنا تو آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح ظاہر ہوا جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال ابو عبس کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ یہ بدری صحابی ہیں اور مسطح بن اثاثہ اور عاقل بن بکیر نے بھی اسی سال وفات پائی اور اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کروایا۔ رضی اللہ عنہم

آغاز سال ۳۵ھ

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو امیر مقرر کیا خوارج مصر پر عمرو بن العاص کے سامنے مغلوب و دبے ہوئے تھے اور کسی امیر یا خلیفہ کے بارے میں کوئی بری بات کہنے کی مجال نہ رکھتے تھے ان کی مسلسل یہی کوشش رہی تھی کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص کی شکایت کی اور کہا کہ انہیں معزول کر کے کوئی نرم مزاج امیر مقرر کریں ان کی یہ شکایات اور مطالبہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو امور حرب سے معزول کر دیا اور امامت صلاۃ پر برقرار رکھا اور حرب پر ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا پھر ان مفسد پرداز لوگوں نے ان دونوں کے درمیان چغل خوری کر کے جھگڑا کرا دیا حتیٰ کہ ان کے درمیان نہایت سخت کلامی ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو مصر کی حرب، خراج، صلاۃ سب پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کر دیا اور عمرو بن العاص کو پیغام دیا کہ جو شخص آپ کو ناپسند کرے اس کے پاس رہنے میں آپ کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے لہٰذا آپ میرے پاس چلے آئیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر سے مدینہ منتقل ہو گئے اور ان کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کبیدگی اور ناراضگی پیدا ہو گئی اور بہت سی باتیں تھیں اس کے مطابق انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے باپ پر فخر کیا اور کہا کہ وہ آپ سے زیادہ معزز تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑو یہ جاہلیت کی باتیں ہیں عمرو بن العاص حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کرنے والے تھے اور مصر میں ایک جماعت تھی جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی اور ان کے بارے میں بدگمانی کیا کرتی تھی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ نے کبار صحابہ کرام کو معزول کر کے ان سے کم درجہ کے لوگوں کو والی بنایا ہے اور عمرو بن العاص کے بعد اہل مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ناپسند کرنے لگے عبداللہ بن سعد ان سے صرف نظر کر کے اہل مغرب سے جہاد میں اور بلاد بربر اندلس اور افریقہ کو فتح کرنے میں مشغول ہو گئے اور مصر میں صحابہ کرام کے بیٹوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی تھی یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے اور ان کی خلافت کا انکار کرنے پر لوگوں کو مشتعل کرنے لگے ان کے سرخیل محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ تھے حتیٰ کہ انہوں نے ماہ رجب میں چھ سو سواروں کو عمرہ کرنے والوں کے روپ میں مدینہ جانے کے لئے تیار کر لیا تاکہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تنقید کریں۔

پس یہ سب لوگ چار ٹولیوں کی شکل میں مدینہ کی طرف چلے ان جماعتوں کے امراء عمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی، عبدالرحمن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر تجیبی، سودان بن حمران سکونی تھے اور محمد بن ابی بکر بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں رہ کر لوگوں کو اکساتا رہا اور ان جانے والوں کی مدافعت کرے۔ تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے مدینہ آنے کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ زائرین عمرہ کرنے والوں کے روپ میں ہیں اور آپ پر تنقید اور اعتراض کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی طرف نکلیں اور انہیں مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کے شہروں کی طرف لوٹا دیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو ان کے شہروں کی طرف جانے کی ترغیب دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اشراف کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف نکلے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عمار بن یاسر کو بھی اپنے ساتھ لے چلیں، حضرت علی بن ابی طالب نے عمار بن یاسر سے کہا لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو عمار کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح پر آمادہ کریں لیکن عمار نے سختی سے انکار کیا اور ان سے علیحدہ رہے۔ اس کی وجہ اصل میں یہ تھی کہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کسی معاملے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو تادیب فرمائی تھی جس کا سبب یہ تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ عمار نے عباس بن عتبہ بن ابی لہب کو سب و شتم کیا تھا جس پر آپ نے دونوں کو تادیب فرمائی اس سے عمار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت دل ہو گئے پھر عمار لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے سعد بن ابی وقاص نے انہیں اس سے منع کیا اور ملامت کی لیکن عمار اس پر ضد کرتے رہے اور رجوع نہ کیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جحفہ میں ٹھہرے ہوئے مصریوں کی طرف روانہ ہو گئے وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے اور آپ کی مدح و تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کام سے روکا، تنبیہ فرمائی اور ڈانٹ ڈپٹ اور مذمت کی وہ لوگ کسی قدر شرمندہ ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے لئے تم امیر سے جنگ کرتے ہو اور اس کے خلاف حجت پکڑتے ہو۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مناظرہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا عیب لگاتے ہو؟ انہوں نے کچھ چیزیں ذکر کیں ان میں یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حمیٰ بنائی ہے مصاحف کو جلا دیا ہے نیز منیٰ میں نماز پوری پڑھی ہے اور ولایات و امارات پر صحابہ کرام کو چھوڑ کر نوعمر نوجوانوں کو مقرر کیا ہے اور بنو امیہ کے لوگوں کو دوسروں سے زیادہ عطا و بخشش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے تو حمیٰ صدقہ کے اونٹوں کے لئے بنائی ہے تا کہ وہ فربہ ہو جائیں اپنے اونٹوں اور بکریوں کے لئے نہیں بنائی اور اس امر میں ان سے پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی بنائی تھی مصاحف کو تو اس لئے جلایا ہے جن میں اختلاف تھا اور جو متفق علیہ تھے اور قراء وغیرہ سے ثابت تھے ان کو باقی رکھا ہے اور مکہ میں پوری نماز پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی تھی رہا نوجوانوں کو والی اور امیر بنانا تو انہوں نے بے عیب اور عادل نوجوانوں کو امیر مقرر کیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے بھی عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر مقرر کیا تھا اور عتاب اس وقت بیس سال کے تھے اور اسامہ بن زید بن حارثہ کو بھی امیر بنایا تھا ان کی امارت پر بعض لوگوں نے تنقید بھی کی تھی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امارت کے لائق و مناسب ہیں۔ اور حضرت عثمان کا اپنی برادری قوم کو ترجیح دینا تو رسول اللہ ﷺ بھی قریش کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیا کرتے تھے اور اللہ کی قسم اگر جنت کی چابی میرے ہاتھوں میں ہوتی تو میں بنو امیہ کو اس میں داخل کر دوں۔

کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر کے بارے میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں اپنی معذرت پیش فرمائی اور کہا کہ ان دونوں پر بھی۔ یہ ایسی سزا دی ہے جس کے وہ مستحق تھے ان لوگوں نے حکم بن العاص کو واپس بلانے پر اعتراض کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا لیکن پھر واپس بلا لیا پھر دوبارہ جلاوطن کر دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ کی طرف جلاوطن کیا تھا لیکن پھر واپس بلا لیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ساری باتیں صحابہ کرام کی موجودگی میں بیان کیں اور ہر بات پر صحابہ کرام سے گواہی بھی لیتے رہے [illegible] کرنے والوں میں سے ایک جماعت کو پتہ تھا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی تائید و حمایت کی اور ہر بات کی شہادت دی جب بالکل صحیح مکمل عذر خواہی ہو گئی اور اعتراضات ختم ہو گئے اور کوئی شبہ باقی نہ رہا تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کو سزا دینے کا مشورہ دیا لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں ان کی قوم کی طرف لوٹا دیا [illegible] — آئے تھے ویسے ہی ناکام چلے گئے اور [illegible] کر آئے تھے [illegible] حاصل نہ ہو سکا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں کے واپس لوٹ جانے کی [illegible] خبر دی اور آپ سے [illegible] کہ آپ لوگوں کو خطبہ دیں اور جو آپ سے [illegible] ان پر معذرت کریں [illegible] نے رجوع کر لیا ہے اور اس سے پہلے [illegible]

منافی طریق اختیار کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نصیحت کو خوشی سے سنا اور سمع و طاعت کے ساتھ قبول کیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور دوران خطبہ اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے اس سے تائب ہوتا ہوں، آپ رو رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے تمام مسلمان بھی رونے لگے اور ان کے دل اپنے امام کے لئے بہت رقیق و نرم ہو گئے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس بات پر گواہ بنایا کہ انہوں نے شیخین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریق کو اپنا لیا ہے اور اس کا دروازہ ہر صاحب حاجت اور ضرورت مند کے لئے کھلا رکھا جائے گا اور کسی کو اس سے روکا نہیں جائے گا اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اپنے گھر تشریف لے گئے اور صحن تک پھر کوئی سائل، صاحب حاجت اور ضرورت مند امیر المومنین کے پاس اپنے کام کے لئے آتا جاتا تو اسے روکا نہ جاتا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن عمر نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان مصری گروہ کے چلے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ایسا کلام کریں جسے لوگ آپ سے سنیں اور گواہ رہیں کہ جو آپ کے دل میں جو رجوع اور توبہ پائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہیں کیونکہ شہر آپ سے باغی ہو چکے ہیں اور میں دوسرے آنے والے قافلہ کے بارے مطمئن نہیں ہوں کہ کوفہ سے قافلہ آئے گا آپ کہیں گے کہ علی ان کے پاس جاؤ، بصرہ سے قافلہ آئے گا اور آپ کہیں گے کہ علی ان کے پاس جاؤ اگر میں آپ کا حکم نہ کروں تو قطع رحمی کرنے والا اور آپ کے حق میں کوتاہی کرنے والا ہوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چنانچہ باہر نکلے اور وہ خطبہ دیا جس میں آپ نے رجوع کا اظہار کیا اور اپنی توبہ کے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا، آپ نے حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! جس نے مجھ پر جو عیب لگایا ہے میں اس سے واقف ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے اسے بھی جانتا ہوں میری جہالت پر جو قرار دیا جاتا رہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لغزش کھائے وہ توبہ کرے جو خطا کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت پر اصرار نہ کرے کیونکہ جو ظلم پر اصرار کرے گا وہ ہدایت سے دور ہو جائے گا، میں سب سے پہلا نصیحت حاصل کرنے والا شخص ہوں، میں اللہ سے اس پر استغفار کرتا ہوں جو کچھ میں نے کیا اور توبہ کرتا ہوں، میرے جیسا شخص رجوع اور توبہ کر سکتا ہے جب میں منبر سے نیچے اتروں تو تمہارے معززین اشراف میرے پاس آ جائیں، اللہ کی قسم میں ان کے سامنے ایک غلام کی مانند ہوں گا جو غلام ہو تو صبر کرے اور اگر آزاد ہو جائے تو شکر کرے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے فرار نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ یہ خطبہ سن کر دل گیر ہو گئے اور رونے لگے سعید بن زید کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے دل میں اللہ اللہ کے سوا کچھ نہیں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اسے پورا کیجئے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر کی طرف لوٹے تو وہاں بہت سے لوگوں کو موجود پایا، مروان بن حکم آپ کے پاس آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین میں کچھ بات کروں یا خاموش رہوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ تم خاموش رہو اللہ کی قسم یہ لوگ ان سے قتال کریں گے انہوں نے (حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) نے جو بات کہہ دی ہے اس سے رجوع مناسب نہیں، مروان نے کہا تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار؟ تمہارا باپ اس حال میں مر گیا کہ وہ کسی طرح وضو بھی نہیں کر سکتا تھا حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آباء و اجداد کے ذکر کو چھوڑو اور مروان کے باپ حکم کو برا بھلا کہا، مروان نے منہ پھیر کر ان سے اعراض کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین میں کچھ بات کروں یا خاموش رہوں؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا بات کرو، پس مروان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپ کی یہ گفتگو اس وقت ہوتی جب آپ مضبوط اور محفوظ ہوتے اور میں سب سے پہلے اس پر رضامند ہوتا اور آپ کی مدد کرتا لیکن آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا یہ وقت گزر چکا ہے پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور تسمہ کولہوں کے پیچھے پہنچ چکا ہے اللہ کی قسم! اس غلطی پر جس سے معافی مانگی جائے قائم رہنا اس توبہ سے بہتر ہے جس پر خوف کیا جائے۔

اللہ کی قسم اگر آپ چاہیں تو توبہ کا قصد لازم رکھیں اور خطا کے لئے تم پر اقرار نہ ہیں اور حالت یہ ہے کہ آپ کے دروازے پر پہاڑوں کی مانند لوگ جمع ہو چکے ہیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اور ان لوگوں سے بات کرو، مجھے ان سے بات کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ مروان باہر نکلا اور دروازے کی طرف بڑھا لوگوں نے ازدحام کیا ہوا تھا اور ایک دوسرے پر گر رہے تھے مروان نے کہا کہ تمہارا

کیا حال ہو رہا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوٹ مار کرنے آئے ہو، چہرے بگڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک دوسرے کا کان پکڑے، بجز اس کے جسے میں چاہوں، تم لوگ ہمارے ہاتھوں سے حکومت چھیننے کا ارادہ رکھتے ہو، نکل جاؤ ہمارے پاس سے، سنو! خدا کی قسم اگر تم نے ہمارا ارادہ کیا تو ایسا امر تم پر مسلط کر دیا جائے گا جو تمہارے لیے تکلیف دہ ہوگا اور تم اس کے انجام کی تعریف نہیں کرو گے، پس تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ، اللہ کی قسم! ہم تمہارے ہاتھوں مغلوب ہونے والے نہیں ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ واپس چلے گئے اور ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس واقعے کی خبر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت غصے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا آپ مروان سے راضی ہو گئے ہیں؟ لیکن وہ آپ سے آپ کے دین اور عقل کو ضائع کیے بغیر راضی نہ ہوگا، آپ کی مثال پالکی والے ایسے اونٹ کی سی ہے جہاں چھوڑ دیا جائے وہ چلنے والا لگتا ہے، اللہ کی قسم مروان اپنے دین اور اپنی ذات کے بارے میں عقلمند نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کو ایک جگہ داخل کرے گا کہ پھر نکلنے نہیں دے گا، میں آپ کو اس بار کے بعد دوبارہ ملامت کرنے اور کہنے نہیں آؤں گا، آپ نے اپنی حیثیت تباہ کر دی اور اپنے معاملے پر مغلوب ہو گئے ہیں۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے ان کے جانے کے بعد ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ میں آپ سے کچھ بات کہوں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا کہو کیا کہتی ہو؟ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سن لی وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے اور مروان نے جو چاہا آپ سے منوا لیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیا کروں؟ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ اللہ وحدہ لاشریک سے ڈریں اور اپنے سے پہلے والے ساتھیوں کا اتباع کریں اگر آپ مروان کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو مروا دے گا، کیونکہ مروان کو نہ تو اللہ تعالیٰ کی قدر ہے نہ اس کی ہیبت اور نہ اس کی محبت۔

پس آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجیں اور ان سے صلح کر لیں، وہ آپ کے قرابت دار ہیں، آپ کی بات کا انکار نہ کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا لیکن انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور قاصد کو کہا کہ میں نے ان کو بتا دیا تھا کہ میں لوٹ کر نہیں آؤں گا، مروان کو جب پتا چلا کہ نائلہ رضی اللہ عنہا نے میرے بارے میں یہ بات کہی ہے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے بولنے کی اجازت دی، مروان نے کہا: نائلہ رضی اللہ عنہا بنت فرافصہ نے بھی ایسا ہی کہا تھا؟ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے متعلق ایک حرف بھی نہ کہنا ورنہ میں تمہارا چہرہ بگاڑ دوں گا، اللہ کی قسم وہ تمہاری قسم سے میری زیادہ ہمدرد و خیر خواہ ہے، پس مروان یہ سن کر کچھ کہنے سے رک گیا۔

مصر سے حضرت عثمان بن عفان کی طرف دوبارہ جتھوں کا پہنچنا... مختلف اہل بلاد کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروان کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ جوں کا توں ہے اپنے امور کی تبدیلی نہیں کی اور حضرت عثمان کے طور طریق نہ بدلے تو اہل مصر، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے آپس میں خط و کتابت کی اور ایک دوسرے کی طرف پیغامات بھیجے اور اپنے خطوط میں مدینہ میں مقیم صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر کے لوگوں کو ورغلایا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال پر ابھارا اور اس وقت میں دین کی نصرت پر اکسایا اور کہا کہ یہ اس زمانے میں جہاد اکبر ہے۔

سیف بن عمر تمیمی نے محمد طلحہ، ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالے سے نقل کیا ہے اور دیگر مورخین نے بھی یہ بات بیان کی ہے کہ جب شوال ۳۵ھ کا آغاز ہوا تو اہل مصر چار امراء کی قیادت میں چار ٹولیوں کی صورت میں نکلے ان کی کم از کم تعداد بیان کرنے والا چھ سو اور زیادہ سے زیادہ بیان کرنے والا ایک ہزار قرار دیتا ہے، جہاں چاروں ٹولیوں کے امراء عبدالرحمن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر لیثی، سودان بن حمران سکونی اور قتیرہ سکونی تھے اور ان سب پر غافقی بن حرب عکی سربراہ تھا، یہ لوگ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے حج ظاہر کر رہے تھے ان کے ساتھ ابن السوداء بھی تھا جو اصل میں یہودی تھا پھر اس نے اسلام کا اظہار کیا اور بدعت کی بدولت قول و عمل ایجاد کیے، اللہ اس کا برا کرے، اہل کوفہ بھی چار ٹولیوں کی شکل میں نکلے ان کے امراء زید بن صوحان

اشتر نخعی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن الاصم تھے اور ان سب کا امیر عمرو بن اصم تھا اور اہل بصرہ کی جو جماعتیں ان کے ساتھ نکلیں ان کے امیر حکیم بن جبلہ عبدی، بشر بن شریح بن ضبیعہ قیسی اور ذریح بن عباد العبدی تھے اور ان سب کا امیر حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔

اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مصر تھے، اہل کوفہ زبیر بن العوام کی خلافت اور اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اصرار کر رہے تھے۔ اور ہر ایک فریق کو یقین تھا کہ ان کی بات پوری ہو گی، یہاں تک کہ وہ اپنے شہروں سے چل کر مدینہ کے گرد و نواح میں پہنچ گئے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطوط میں ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا، شوال میں یہاں پہنچ گئے اور ان میں سے ایک فریق ذی خشب کی طرف اترا، دوسرا اعوص میں اور بقیہ لوگ ذی مروہ میں فروکش ہوئے۔ یہ لوگ اہل مدینہ سے خائف تھے، انہوں نے اپنے قاصدین مدینہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے آگے بھیجے اور ان سے کہا کہ لوگوں کو خبر دیں کہ وہ حج کرنے کے لئے آئے ہیں اور کسی اور غرض سے نہیں بلکہ امیر المومنین سے ان کے بعض عمال کی معزولی کی درخواست کرنے آئے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے لیکن تمام اہل مدینہ نے انکار کر دیا اور داخلے سے منع کر دیا۔ ان لوگوں نے اجازت نہ ملنے پر مدینہ سے قریب ہو گئے اور مصری لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ اس وقت احجار الزیت میں ایک لشکر کے پاس تھے۔ آپ ایک باریک حلہ پہنے ہوئے تھے اور سر پر سرخ یمنی کپڑے کا عمامہ باندھے ہوئے اور تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ آپ کے جسم پر اس وقت کوئی قمیص نہ تھی۔

آپ نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دینے کے لئے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ مصری لوگ آگے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، آپ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان کو بھگا دیا اور فرمایا: صالحین کو معلوم ہے کہ ذی مروہ اور ذی خشب کے لشکروں پر بزبان رسالت لعنت ہوئی ہے، پس تم واپس چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں صحبت نہ دے۔ مصریوں نے کہا ٹھیک ہے اور وہ آپ کے پاس سے چلے گئے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ایک دوسرے لشکر میں خیمہ زن تھے، آپ نے اپنے بیٹے کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا، اہل بصرہ نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر کے بھگا دیا اور وہی کہا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے کہا تھا، اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اہل کوفہ سے کہا اور یوں ہر فریق اپنی جماعت میں چلا گیا اور ان کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ پھر وہ سب چل پڑے۔ چلتے چلتے لیکن پھر لوٹ کر مدینہ پہنچ گئے۔

ابھی گئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اہل مدینہ نے تکبیر کی آواز سنی، دیکھا تو ایک قوم نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں جو مدینہ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور ان میں سے اکثر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب تھے، انہوں نے اہل مدینہ سے یہ کہا کہ جو اپنا ہاتھ روک کر رکھے گا وہ مامون ہوگا۔

لوگ رک گئے اور اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا اور کئی دن اسی حالت پر گزر گئے لیکن اہل مدینہ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں اور نہ ان کے ارادے سے باخبر تھے۔ حضرت عثمان بن عفان ان ایام میں اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے اور اہل مدینہ بھی اور یہ لوگ بھی سب آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے، صحابہ کرام ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو سمجھاتے، منع کرتے اور ان کے آنے پر ملامت کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل مصر سے پوچھا کہ تمہارے چلے جانے کے بعد تمہیں کس نے لوٹایا اور تم نے اپنی رائے کس وجہ سے بدل دی ہے؟ اہل مصر نے کہا کہ ہم نے ایک قاصد کے پاس ایک خط پایا جس میں ہمارے قتل کے متعلق حکم تھا، یہی بات اہل بصرہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے اور اہل کوفہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہی اور ہر شہر والوں نے کہا کہ ہم اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ صحابہ کرام نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ بات کیسے معلوم کر لی حالانکہ تم سب الگ الگ راستوں پر چلے تھے اور تمہارے درمیان کئی مراحل کا فاصلہ تھا؟ بلکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر تم سب نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں، یہ ہم سے الگ ہو جائیں اور ہم ان سے الگ ہو جاتے ہیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ خلافت سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے اور کچھ نہیں کہیں گے۔

مصریوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ جب وہ لوگ اپنے شہروں کی طرف لوٹے تو انہوں نے راستے میں ایک قاصد کو جاتے ہوئے پایا انہوں نے اس کو پکڑا اور تفتیش کی تو اس کے پاس مشکیزے میں سے ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا تھا اس خط میں ایک جماعت کو قتل کرنے، دوسری کو سولی دینے اور تیسری کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم تھا اور خط پر آپ کی مہر لگی ہوئی تھی، اور قاصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور آپ ہی کے اونٹ پر سوار تھا یہ لوگ وہ خط اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے اور لوگوں میں گھوم پھر کر اسے دکھا رہے تھے اہل مدینہ نے اس خط کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا اس خط پر کوئی ثبوت پیش کرو بخدا قسم! یہ خط میں نے نہ خود لکھا اور نہ لکھوایا اور نہ مجھے علم ہے کہ یہ کس کی طرف سے ہے؟ اور رہی مہر تو جس کی بھی نقل بنائی جا سکتی ہے بعض صادقین نے آپ کی بات کی تصدیق کی اور بعض نے جھٹلایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان پر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کر دیں اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو امیر بنا دیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ قبول کر لیا، پھر جب انہوں نے قاصد کو پکڑا اور اس سے خط برآمد کیا جس میں محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کے قتل کا حکم تھا تو یہ لوگ واپس لوٹ کر آ گئے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر شدید برہمی کا اظہار کیا اور خط لے کر لوگوں کے پاس گھومے پھرے اس چیز نے بہت سے اہل مدینہ کے دل و دماغ کو متاثر کیا۔

ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے ان کے چچا عبدالرحمن بن یسار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل مصر کے نام یہ خط تھا وہ ابوالاعور سلمی تھا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار تھا اور ابن جریر نے اسی طریق سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام نے مدینہ سے دیگر شہروں کی طرف خطوط لکھے جن میں لوگوں کو مدینہ آنے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے یہ صحابہ کرام پر افتراء اور بہتان ہے بلکہ مفسدین نے صحابہ کرام کی طرف سے جعلی خطوط لکھے تھے جیسا کہ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی ان لوگوں نے اسی قسم کے جھوٹے خطوط بنائے تھے جن کا ان حضرات نے سختی سے انکار کیا۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ خط بھی جعلی تھا آپ نے نہ اسے لکھا نہ لکھوایا اور نہ آپ کو اس کا کچھ علم تھا ان تمام امور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو بھی معاف فرما دیتے اور یہ جعلی قاصد آپ کی ناراضگی سے بھی زیادہ بدتر تھے۔

ایک جمعہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں وہ عصائے مبارک تھا جس پر رسول اللہ ﷺ بوقت خطبہ سہارا لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی اس پر ٹیک لگاتے تھے، دوران خطبہ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور سب و شتم کیا اور آپ کو منبر سے نیچے اتار دیا لوگوں نے اس دن آپ کی ذات میں بڑی طمع کی جیسا کہ واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے اسامہ بن زید نے ان سے یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسی دوران کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس عصا پر ٹیک لگائے دیکھ رہا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹیک لگایا کرتے تھے کہ جہجاہ غفاری نامی آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اے بیوقوف بوڑھے اٹھ اور منبر سے نیچے اتر اور وہ عصا آپ کے ہاتھ سے لیا اور اپنے دائیں گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔

اس کی چھوٹی سی لکڑی اس کے گھٹنے میں پیوست ہو گئی اور یہ زخم باقی رہا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے اسے کیڑا لگ گیا، میں نے اس میں کیڑے پڑے ہوئے دیکھے ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے اور عصا کو جوڑنے کا حکم دیا لوگوں نے اسے باندھ دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اس واقعہ کے بعد آپ ایک یا دو مرتبہ ہی نماز کے لئے نکلے ہوں گے حتیٰ کہ محصور ہو کر شہید کر دیئے گئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن ابراہیم نے، ان سے عبداللہ بن ادریس نے ان سے عبیداللہ بن عمر نے ان سے نافع نے بیان کیا ہے کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالا پھر اس جگہ پر پھوڑا ہو گیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن ابی الزناد نے ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے ابو حبیبہ نے بیان کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیا، عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! آپ نے بڑی کجی سے کام لیا ہے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کجی کی ہے پس آپ بھی توبہ کیجئے ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

ابن ابی حبیبہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و عورتوں کو نہیں دیکھا پھر اس کے بعد جب اگلی مرتبہ آپ نے خطبہ

دیا تو جہجاہ غفاری کھڑا ہوا اور کہا اے عثمان یہ بوڑھی اونٹنی ہے اس میں ایک چوغہ اور طوق رکھا ہوا ہے تم منبر سے اترو تاکہ ہم تمہیں یہ چوغہ پہنائیں گے اور گلے میں طوق ڈالیں گے اور اس بوڑھی اونٹنی پر سوار کر کے جبل دخان میں پھینک آئیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اللہ تعالیٰ تیرا اور جو چیز تو لے کر آیا ہے اس کا برا کرے۔ اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ ابن ابی حبیب کہتے ہیں کہ یہ آخری دن تھا جس میں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو بکر بن اسماعیل نے ان سے ان کے والد نے ان سے عامر بن سعد نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس شخص نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدکلامی کی جرأت کی تھی وہ جبلہ بن عمرو ساعدی تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے وہ اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک طوق تھا، جب آپ وہاں سے گزرے تو آپ نے سلام کیا قوم نے جواب دیا، جبلہ بن عمرو ساعدی نے کہا کہ تم اس شخص کے سلام کا جواب کیوں دیتے ہو جس نے ایسا ایسا کیا ہے پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں اس طوق کو آپ کی گردن میں ڈال دوں گا ورنہ آپ اپنے خواص دوستوں سے الگ ہو جائیں۔ حضرت عثمان نے پوچھا کون سے خواص؟ اللہ کی قسم میں نے تو لوگوں کا انتخاب کیا ہے۔ جبلہ نے کہا کہ آپ نے معاویہ، مروان، عبداللہ بن عامر بن کریز اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو چنا ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے اس کے بعد سے لوگوں کی جرأت مسلسل بڑھتی رہی۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن صالح نے ان سے عبید اللہ بن رافع بن نقاخہ نے ان سے عثمان بن الشرید نے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جبلہ بن عمرو ساعدی کے پاس سے گزرے وہ اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک طوق تھا اس نے کہا اے بے وقوف بڈھے اللہ کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا اور تجھے خارش زدہ اونٹنی پر سوار کراؤں گا اور سیاہ پتھروں والی آگ کی طرف نکال باہر کروں گا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ اس وقت منبر پر تھے اس نے آپ کو منبر سے نیچے اتار دیا۔

سیف بن عمر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد منبر پر چڑھے۔ حمد و ثناء کے بعد اس طرح فرمایا کہ اے غریب الوطن لوگو! اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ کی قسم اہل مدینہ کو معلوم ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی زبانی ملعون قرار دیئے جا چکے ہو لہٰذا تم غلطیوں کو درستگی کے ساتھ مٹاؤ اور اللہ تعالیٰ غلطی کو صرف درستگی کے ذریعے ہی مٹاتا ہے۔ محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں تو حکیم بن جبلہ نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا پھر زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کتاب میں یہی لکھا ہوا ہے یہاں پر دوسری جانب سے محمد بن ابی قتیرہ نے حملہ کیا اور انہیں بھی بٹھا دیا اور بہت برا بھلا کہا اس کے بعد سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکال دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی کنکریاں ماریں یہاں تک کہ آپ منبر سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور آپ کو گھر تک اٹھا کر لایا گیا۔ اہل مصر محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر اور عمار بن یاسر کی اور یہ حضرات کے علاوہ کسی چیز کی طمع نہ رکھتی تھی۔

حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کرنے اپنے دکھ کا اظہار کرنے اور لوگوں پر جو مصیبت نازل تھی اس کی شکایت کرنے آئے اور واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت بھی تھے آپ کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے آئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب کو واپس بھیج دیا اور انہیں قسم دی کہ وہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں گے اور اپنی جگہ پر رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق فیصلہ فرما دے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ: جب جمعہ کے روز یہ واقعہ ہو چکا اور اس میں امیر المؤمنین کے سر میں زخم آیا آپ منبر پر تھے کہ بے ہوشی کی حالت میں گر پڑے اور وہ وقت قضا ہو گیا تو آپ کو گھر میں اٹھا کر لایا گیا اس کے بعد حالات مزید خراب ہو گئے۔ نیز ان اوباش لوگوں نے آپ کی ذات میں طمع کی اور آپ کو اپنے مکان میں ہی مجبور کر کے تنگی میں ڈال دیا اور زبردستی مکان کا محاصرہ

کر لیا۔ اکثر صحابہ کرام اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اپنے بیٹوں کو اس حکم سے آپ کے دفاع، آپ کی حفاظت اور لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے روکنے کے لئے بھیج دیا۔ ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم تھے۔ عبداللہ بن زبیر اس دفاعی امر کے امیر تھے۔

بعض حضرات نے اس امید پر آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ آپ ان مفسدین کا ایک مطالبہ تسلیم کر لیں گے اس لئے کہ ان لوگوں کا مطالبہ تھا کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا مروان بن حکم کو ان کے حوالے کر دیں لیکن یہ خیال ان میں سے کسی کو بھی نہ تھا کہ مفسدین آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسجد میں آنا جانا منقطع ہو گیا۔ پہلے بھی آپ ان مفسدین کے آنے کے بعد سے کم ہی مسجد آیا جایا کرتے تھے لیکن آخر میں یہ سلسلہ بالکل ہی منقطع ہو گیا اور آخری ایام میں غافقی بن حرب لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا۔ یہ محاصرہ ایک مہینے تک اور بعض کے قول کے مطابق چالیس دن تک جاری رہا یہاں تک کہ آخر میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کے زمانے میں لوگوں کو طلحہ بن عبیداللہ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک نسخہ میں عبداللہ بن سلام کی روایت سے درج ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی محصوری کے زمانہ میں آپ کے حکم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے اور صحیح بخاری میں ہے اور واقدی نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ سہل بن حنیف نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ جمعہ کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ لوگوں کو خطاب کیا کہ اس کا ہم واقعات میں یکجا تمام خطبوں اور روایات کو اور کچھ پیش کئے گئے۔

مصنف کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہمارے پاس مجموعہ کی صورت میں ہے ان شاء اللہ ہم اسے اللہ کی مدد سے بیان کریں گے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے، ان سے حصین نے، ان سے عمرو بن جاوان نے اور ان سے احنف نے بیان کیا ہے کہ ہم حج کے لئے چلے اور مدینہ کے پاس سے گزرے۔ اسی دوران کہ ہم اپنی قیام گاہ میں تھے کہ اچانک ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لوگ مسجد میں جمع ہیں۔ میں اور میرا ساتھی مسجد کی طرف گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت کے پاس جمع ہیں۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر اس جماعت کے قریب پہنچا تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچے ہوئے آ گئے اور فرمایا کہ کیا علی یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں، ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا زبیر ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ہیں۔ آپ نے پوچھا طلحہ ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ سعد بن ابی وقاص ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں وہ بھی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بنی فلاں کا باڑہ کون خریدے گا؟ اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ میں نے اسے خرید لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اسے خرید لیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے ہماری مسجد میں شامل کر دو اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ جی ہاں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بئر رومہ کون خریدے گا؟ میں نے اسے اتنے اتنے میں خرید لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مسلمانوں کے لئے وقف کر دو اس کا تمہیں اجر ملے گا۔ ان حضرات نے کہا کہ جی ہاں۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قوم کے لوگوں کے چہروں کی طرف نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو ان لوگوں کے لئے سامان سفر مہیا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ میں نے ان کا سامان تیار کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایک نکیل اور رسی تک کی کمی محسوس نہیں کی۔ ان حضرات نے کہا کہ یقیناً یہ ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا، اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

اور امام نسائی نے حصین کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے پاس اچانک ایک آدمی آیا جس نے زرد چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

ایک اور طریق ...... عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر قواریری نے ان سے قاسم بن حکم بن اوس انصاری نے ان سے ابو عبادہ زرقی انصاری نے ان سے زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنازگاہ میں محصور کیا گیا تو میں اس وقت وہاں موجود تھا اس وقت اگر کوئی پتھر بھی پھینکا جاتا تو وہ کسی نہ کسی آدمی کے سر پر ہی پڑتا تھا اژدحام کی کثرت بتانا مقصود ہے میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا جو مقام جبرئیل کے پاس ہے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہے؟ لوگ خاموش رہے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ تو طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں آپ کو یہاں نہیں دیکھ رہا! مجھے معلوم نہیں؟ میرا آپ کے متعلق یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو میری تین مرتبہ مکمل طور پر آواز سننے کے باوجود کوئی جواب نہ دے۔ اے طلحہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس وقت کو یاد کریں کہ جب میں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں فلاں مقام پر تھے اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا اصحاب رسول ﷺ میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا؟ طلحہ نے کہا ہاں وہ وقت مجھے یاد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا اے طلحہ! ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کے اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی رفیق ہو گا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔ طلحہ نے کہا بیشک ایسا ہی فرمایا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے محدثین نے اس روایت کی تخریج نہیں کی۔

ایک اور طریق ۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے ان سے محمد بن عبداللہ انصاری نے ان سے ہلال بن اسحاق نے ان سے جریری نے ان سے ثمامہ بن حزن قشیری نے بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے اس دن میں ان کے مکان پر حاضر ہوا اور کھڑکی میں جھانکا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے ان دو ساتھیوں کو بلا کر لاؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف جمع کیا ہے جب دونوں کو آپ کے پاس لایا گیا آپ نے ان سے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے اور مسجد نبوی تنگ پڑ گئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ کون اس قطعہ زمین کو اپنے خالص مال سے خریدتا ہے پھر وہ بھی اس میں سے عام مسلمانوں کی طرح نفع اٹھانے کا حقدار ہو گا اور اس کے لئے اس کے بدلہ جنت ہو گی، پس میں نے اپنے خالص مال سے خرید کر اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اب تم مجھے اس میں دو رکعت پڑھنے سے بھی روکتے ہو، پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس وقت شہر میں میٹھے پانی کا بیر رومہ کے سوا کوئی کنواں نہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون اسے اپنے خالص مال سے خریدتا ہے پھر اس کا ڈول بھی اس میں عام مسلمانوں کی طرح ہو گا؟ اور اس کے لئے اس کے بدلہ جنت ہو گی پس میں نے اسے اپنے خالص مال سے خرید لیا لیکن آج تم مجھے اس میں سے پانی پینے تک سے روک رہے ہو، پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں صاحب جیش العسرۃ ہوں، ان لوگوں نے کہا کہ حقیقت یہی ہے۔

اسے امام ترمذی نے عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سے، عباس دوری سے اور دیگر حضرات سے نقل کیا ہے اور امام نسائی نے زیاد بن ایوب سے نقل کیا ہے اور یہ سب سعید بن عامر سے وہ یحییٰ بن ابی الحجاج منقری سے وہ ابو مسعود جریری سے روایت کرتے ہیں امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

ایک اور طریق ۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد نے ان سے ابن فضل قاسم نے ان سے عمرو بن مرہ نے اور ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام میں سے چند حضرات کو بلایا جن میں عمار بن یاسر بھی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم مجھ سے سچ سچ بیان کرو گے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ قریش کو دیگر لوگوں پر ترجیح دیا کرتے تھے اور بنو ہاشم کو باقی قریش پر ترجیح دیا کرتے تھے لوگ خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوتیں تو میں بنو امیہ کو دے دیتا یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی جنت میں داخل ہو جاتا پھر آپ نے طلحہ اور زبیر کی طرف پیغام بھیجا وہ دونوں آئے، آپ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں عمار کے بارے میں ایک بات نہ بتاؤں؟ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے وادی بطحاء میں چل رہے تھے یہاں تک کہ عمار اور ان کے والدین کے پاس سے گزرے جنہیں عذاب دیا جا رہا تھا

دیا؟ ابھی تحقیق ہونے کے بعد سے بہتر کہ یا رسول اللہ ﷺ یا حالات اسی طرح رہیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صبر کرو۔ پھر فرمایا اے اللہ قتل کی مہر کی مغفرت فرما اور دیا کرو دیا گیا (یعنی ان کی مغفرت ہو گی) اس حدیث میں امام احمد منفرد ہیں، دیگر اصحاب کتب نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ایک اور طریق ۔۔۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن سلیمان نے ان سے معاویہ بن سلمہ نے ان سے مطر نے اور ان سے مطرف نے ان سے نافع نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے محاصرہ کی حالت میں لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا کہ تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی آدمی کا خون حلال نہیں مگر تین میں سے ایک وجہ کے ساتھ، یا تو آدمی نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا ہو تو اسے رجم کیا جائے گا، یا کسی کو قتل کیا ہو، پس اسے قتل کیا جائے گا، یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو، پس اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم میں نے نہ تو جاہلیت میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں، نہ کسی کو قتل کیا کہ مجھے اس کے قصاص میں قتل کیا جائے اور نہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ امام نسائی نے احمد بن الازہر سے اسحاق بن سلیمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

ایک اور طریق ۔۔۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان نے ان سے حماد بن زید نے ان سے یحییٰ بن سعید نے ان سے ابو امامہ بن سہل بن حنیف نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے مکان میں تھا اور وہ اس وقت محصور تھے، ہم لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے جب ہم آپ کے پاس جاتے تو بلاط کی بائیوں کے پاس سے بات چیت سنا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی کام سے تشریف لے گئے اور ہمارے قریب آ گئے اس حال میں کہ آپ کا رنگ متغیر تھا، آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ابھی ابھی مجھے قتل کی دھمکی دی ہے ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین میں سے ایک بات پائے جانے کے ساتھ، یا تو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے، یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کر لیا ہو یا کسی شخص کو ناحق قتل کیا ہو۔ اللہ کی قسم میں نے نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں، اور نہ میں نے پسند کیا کہ میں اپنے دین کو بدل لوں جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی اور نہ کسی شخص کو قتل کیا، پھر وہ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں؟

اسے اصحاب سنن اربعہ نے حماد بن زید کی حدیث سے یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے ابو امامہ سے نقل کیا ہے۔ امام نسائی نے ابو امامہ کے ساتھ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ابو امامہ اور عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ۔۔۔۔ آگے پھر یہی روایت ذکر کی۔ امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور حماد بن سلمہ نے بحوالہ یحییٰ بن سعید مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ایک اور طریق ۔۔۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے قطن نے ان سے یونس یعنی ابن ابی اسحاق نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان پر سے جھانکا اور آپ اس وقت محصور تھے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر اس شخص سے کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یوم حراء میں حاضر تھا، جس وقت پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مار کر ارشاد فرمایا: اے حراء ٹھہر جا تجھ پر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے کوئی نہیں ہے اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا، لوگوں نے اسے تسلیم کیا، پھر فرمایا کہ میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو بیعت رضوان کے موقع پر حاضر تھا جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشرکین مکہ کی طرف بھیجا تھا تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے، پھر میرے لئے بیعت لی، لوگوں نے اسے تسلیم کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت موجود تھا جب آپ نے یہ فرمایا کون اس گھر کو خرید کر ہمارے لئے مسجد کشادہ کرتا ہے؟ میں اس کے لئے جنت میں گھر بناؤں گا۔ میں نے اپنے مال سے خرید کر اسے مسجد کو وسیع کروایا لوگوں نے اسے تسلیم کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو جیش عسرہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا آپ ﷺ نے فرمایا کون آج ایسا خرچ کرتا ہے جو مقبول ہو؟ پس میں نے اپنے مال میں سے نصف لشکر کا سامان تیار کیا لوگوں نے اسے تسلیم کیا

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جو یہ جانتا ہے کہ اس وقت عسرت تھی جب اس کا پانی مسافروں کے لئے فروخت کیا جاتا تھا تو میں نے اسے اپنے مال سے خرید لیا اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا؟ لوگوں نے اسے بھی تسلیم کیا۔

اسے امام نسائی نے عمران بن بکار سے انہوں نے خطاب بن عثمان سے انہوں نے عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سے انہوں نے اپنے والد یونس سے اور ترمذی نے ان کے علاوہ ابو اسحاق سبیعی سے نقل کیا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مختلف اہل بلاد نے آپ کا محاصرہ کر لیا ہے اور مکان میں محصور کر کے مسجد تک جانے سے بھی روک دیا ہے تو آپ نے شام میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف، بصرہ میں عبداللہ بن عامر کی طرف والی کوفہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے ایک لشکر طلب کیا جو ان مفسدین کو مدینہ سے نکال دے۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلم بن حبیب کو اور ان کے پیچھے یزید بن اسد قشیری کو لشکر دے کر روانہ کیا اور اہل کوفہ و بصرہ نے بھی فوجیں روانہ کیں جب مفسدین نے ان لشکروں کی آمد کی تو محاصرہ سخت کر دیا۔ یہ لشکر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اطلاع ملی کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب ہم اسے ذکر کریں گے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو طلب کیا اور آپ کے لئے آپ کے گھر کے روشن دان میں ایک تکیہ رکھ دیا گیا اور آپ نے وہاں سے بیٹھ کر لوگوں پر جھانکا اور اشتر نخعی سے کہا کہ اے اشتر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ اشتر نخعی نے کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ امارت سے از خود دستبردار ہو جائیں یا جن لوگوں کو آپ نے مارا ہے یا کوڑے لگائے ہیں یا قید کیا ہے ان کا اپنی جان سے قصاص دیں یا پھر یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اشتر نخعی نے کہا کہ یہ لوگ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں تو ان کو معزول کر دیں اور ان کی جگہ ان کو مقرر کر دیں جنہیں یہ لوگ چاہتے ہیں اور اگر آپ انہیں معزول نہیں کرتے تو مروان بن حکم کو ان کے سپرد کر دیں تا کہ اسے سزا دی جا سکے کہ اس نے آپ کی طرف سے اہل مصر کو جعلی خطوط لکھے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ اگر مروان کو ان کے حوالے کر دیا گیا تو یہ لوگ اسے قتل کر دیں گے اور وہ ایک مسلمان کے قتل کا سبب بن جائیں گے حالانکہ اس کا جرم اتنا بڑا نہیں جس کی وجہ سے یہ قتل کا مستحق ہو اور جن لوگوں سے قصاص لینے کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا اس سے بھی آپ نے عذر پیش کر دیا کہ وہ ضعیف البدن اور کبیر السن آدمی ہیں اس پر قادر نہیں اور رہا خلافت سے دستبرداری کا جو ان کا مطالبہ تھا اس سے بھی آپ نے انکار کر دیا کہ وہ یہ نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ پوشاک پہنائی ہے اسے اتار دینا اور امت محمدیہ کو آپس میں لڑنے مرنے کے لئے چھوڑ دینا۔ نیز آپ کو یہ خوف تھا کہ یہ لوگوں پر حاکم مقرر کریں گے جنہیں وہ لوگ چاہتے ہیں ایسی صورت میں لوگوں میں بغاوت و فساد پیدا ہو جائے گا اور حالات بگڑ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ کو خیال تھا۔ امت میں شر و فساد پیدا ہو گیا اور قتل و غارت شروع ہو گئی اور آپ نے ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں کہ جس کو تم چاہو اسے امیر بنا دوں اور جسے تم چاہو معزول کر دوں تو میری امارت کی کیا حیثیت رہ جائے گی اور یہ بھی فرمایا بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو میرے بعد آپس میں محبت سے نہ رہو گے نہ اکٹھے نماز پڑھو گے اور نہ کبھی مل کر دشمن کے مقابلہ میں جہاد کرو گے۔ آپ کے بعد کے حالات نے آپ کے ان فرمودات کی تصدیق کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے ان سے معاویہ بن صالح نے ان سے ربیعہ بن یزید نے ان سے عبداللہ بن ابی قیس نے اور ان سے نعمان بن بشیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ام المومنین کے نام خط دے کر بھیجا میں نے وہ خط ام المومنین کو پہنچا دیا تو ام المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے تھے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا اگر کوئی تم سے اس قمیص کو اتارنے کا ارادہ کرے تو تم ہرگز نہ اتارنا، یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی تھی۔

نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سے عرض کیا کہ آپ نے اس حدیث کو بیان کیوں نہیں کیا؟ ام المومنین نے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کی قسم میں اسے بھول گئی تھی۔

امام ترمذی نے اسے لیث عن معاویہ بن صالح عن ربیعہ بن یزید عن عبداللہ بن عامر عن نعمان عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بیان کیا ہے اور اس سند کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ابن ماجہ نے اسے فرج بن فضالہ عن ربیعہ بن یزید عن نعمان عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی

سند سے بیان کیا ہے اور عبداللہ بن عامر کو سمان سے ساقط کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن اسماعیل نے ان سے قیس نے ان سے ابی سہلہ نے ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابی میں سے کسی کو بلاؤ، میں نے پوچھا کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا عمر کو؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا ہاں۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سرگوشی میں باتیں کرنے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر جب یوم الدار آیا اور آپ کا محاصرہ کر لیا گیا تو ہم نے کہا امیر المومنین کیا آپ قتال نہیں کریں گے؟ فرمایا نہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا اور میں اس عہد پر ثابت قدم ہوں۔ امام احمد اس روایت میں متفرد ہیں۔

اور ابن عائذ دمشقی کہتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ان سے عبداللہ بن لہیعہ نے ان سے یزید بن عمرو اور ان سے ابوثور فہمی نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور ابھی میں آپ کے پاس ہی تھا کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اہل مصر کا وفد واپس لوٹ کر آ گیا ہے میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ان کو کیسا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کے چہروں میں شر دیکھا ہے اور ان پر ابن عدیس بلوی امیر ہے۔ پس ابن عدیس بلوی منبر رسول اللہ ﷺ پر چڑھا اور اس نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی اور اپنے خطبہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کئے۔

ابوثور کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جو بات کی تھی اس کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ابن عدیس نے جھوٹ بولا ہے اگر وہ نہ کہتا تو میں بھی بیان نہ کرتا، میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا مجھ سے نکاح فرمایا پھر جب اس کی وفات ہو گئی تو آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی کا مجھ سے نکاح فرمایا اور میں نے نہ جاہلیت میں نہ زمانہ اسلام میں کبھی زنا کیا اور نہ کبھی چوری کی اور جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ کبھی کوئی خواہش کی اور میں نے کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھوا جب سے میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور اسلام لانے کے بعد سے میں ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرتا ہوں اگر کسی جمعہ آزاد نہ کر سکوں تو اگلے جمعہ دو غلام جمع کر کے آزاد کرتا ہوں۔

نیز یعقوب بن سفیان نے عبداللہ بن ابی بکر سے اور انہوں نے عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کے پاس دس باتوں کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے پھر آپ نے ان کا ذکر فرمایا۔

دوران محاصرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات ..... ذی القعدہ کے آواخر سے ۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ تک مسلسل محاصرہ جاری رہا۔ اس سے ایک دن پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین میں سے وہ لوگ جو آپ کے گھر میں تھے (یہ لوگ سات سو کی تعداد میں تھے جن میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن، حسین، ابوہریرہ، مروان اور آپ کے بہت سے غلام تھے اگر آپ انہیں منع نہ کرتے تو یہ آپ کا دفاع کرتے) ان سے فرمایا: جس شخص پر میرا حق ہے میں اسے قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھ کو روک لے اور اپنے گھر کی طرف چلا جائے۔ اور آپ کے پاس اس وقت اکابر صحابہ اور ان کی اولاد کا ایک بڑا مجمع تھا اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنی تلوار نیام میں کر لے وہ آزاد ہے پس اندر سے جنگ سرد پڑ گئی اور باہر سے گرم ہو گئی اور معاملات سخت ہو گئے۔ اس کے منع کرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا تھا جو آپ کی بالکل قریبی زندگی میں موت پر دلالت کر رہا تھا لہٰذا آپ نے اللہ کے وعدے کی امید پر اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات کے شوق میں معاملے کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا اور اس لئے بھی تاکہ آپ آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر کی طرح ہو جائیں کہ جس وقت اس کے بھائی نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار وذلک جزاء الظالمین (میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ تو ہی لوٹے پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزا ہے)۔

روایت ہے کہ جب آپ نے اپنے پاس موجود لوگوں کو واپس چلے جانے کا پابند کر دیا تو سب سے آخر میں آپ کے پاس سے جانے والے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس وقت اہل دار کے امیر حرب تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے سالم یا نافع سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد یوم الدار اور یوم نجدہ حروری کے سوا ہتھیار نہیں پہنے تھے۔

ابو جعفر داری، ایوب سختیانی سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صبح ہوئے تو لوگوں سے بات چیت کرنے لگے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان افطاری ہمارے پاس کرو، پس صبح آپ نے روزہ رکھا اور اسی دن شہید ہو گئے۔

حنیف بن عمر عبدالرحمن بن زیاد بن انعم سے بحوالہ ایک آدمی نقل کرتے ہیں کہ کثیر بن صلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا امیر المؤمنین آپ باہر گھر میں تشریف رکھیں تا کہ لوگ آپ کے چہرے کو دیکھیں اگر وہ آپ کو دیکھیں گے تو اپنے ارادہ سے باز آ جائیں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہنس کر مسکرائے اور فرمایا اے کثیر میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ کل میرے پاس افطاری کرنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم کل کا سورج غروب نہیں ہو گا مگر یہ کہ میں اہل آخرت میں سے ہوں گا، راوی کہتے ہیں کہ پھر سعد اور ابوہریرہ نے اپنے ہتھیار اٹھا لیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابو علقمہ نے اور ان سے ابن صلت نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسی دن جس دن وہ شہید ہوئے اونگھ آ گئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ یہ نہ کہتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے موت کی تمنا کی ہے تو میں ایک بات بیان کرتا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے آپ بیان کریں ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو لوگ کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میری خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم جمعہ کو ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عبدالرحمن قرشی نے ان سے خلف بن تمیم نے ان سے اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر بجلی نے ان سے عبدالملک بن عمیر نے اور ان سے کثیر بن صلت نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا آپ اس وقت محصور تھے آپ نے فرمایا اے کثیر میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آج میں شہید کر دیا جاؤں گا، میں نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کی دشمنوں کے خلاف مدد فرمائے گا، آپ نے پھر اپنی بات کا اعادہ فرمایا، میں نے کہا امیر المؤمنین کیا آپ کے لئے آج کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے؟ یا آپ کو کوئی اس طرح کی بات کہی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ یہ بات ہوئی کہ گزشتہ رات میں بیدار رہا جب سحر کا وقت ہوا تو مجھے ہلکی سی اونگھ آ گئی، میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے اے عثمان رکنا مت بلکہ ہمارے ساتھ افطاری ہو جائے ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی دن آپ شہید کر دیئے گئے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے ان سے یزید بن ہارون نے ان سے فرج بن فضالہ نے ان سے مروان بن ابی امیہ نے ان سے عبداللہ بن سلام نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا آپ اس وقت محصور تھے آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا خوش آمدید اے میرے بھائی میں نے آج رات رسول اللہ ﷺ کو اس کھڑکی میں دیکھا ہے، راوی کہتے ہیں کہ وہ کھڑکی ان کے گھر میں تھی، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عثمان ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک ڈول لٹکا دیا، میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے

پاس آج افطار کرو، پس میں نے آپ کے پاس افطار کو پسند کیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر اسی دن آپ شہید کر دیے گئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان بن مسلم نے انہیں سے وہیب نے انہیں سے داؤد نے ان سے زیاد بن عبداللہ نے ام ہلال سے ام ہلال بنت وکیع نے اور ان سے زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی زوجہ نائلہ بنت الفرافصہ تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذرا اونگھ آ گئی پھر آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ قوم مجھے قتل کر دے گی۔ میں نے کہا ہرگز نہیں امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے یہ حضرات فرما رہے تھے کہ ہمارے پاس افطاری کرو یا تم آج ہمارے پاس افطاری کرو گے۔

ہیثم بن کلیب کہتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن احمد عسقلانی نے ان سے شبابہ نے ان سے عمر بن مرثد کے آزاد کردہ غلام یحییٰ بن ابی راشد نے ان سے محمد بن عبدالرحمن جرشی اور عتبہ بن اسد نے ان سے نعمان بن بشیر نے اور ان سے نائلہ بنت الفرافصہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان محاصرہ کی حالت میں شہید ہوئے تھے اس دن آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ جب افطار کا وقت قریب آیا تو آپ نے ان لوگوں سے میٹھا پانی طلب کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کنویں سے پی لو جو محل میں ایک کنواں تھا جس میں گندگی اور اوجھڑیاں پھینکی جاتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ نے افطار نہیں کیا پھر میں نے سحری کے وقت اپنے پڑوسیوں کو دیکھا تو ان سے میٹھا پانی طلب کیا انہوں نے ایک کوزہ میٹھا پانی دیا میں اسے لے کر آپ کے پاس آئی اور کہا کہ یہ میٹھا پانی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ نے وقت دیکھا تو فجر طلوع ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے کہاں سے کھایا؟ میں نے آپ کے پاس کسی کو کھانا لاتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ پانی۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے چھت کی طرف سے مجھے جھانکا اور آپ کے ساتھ ایک ڈول تھا آپ نے فرمایا اے عثمان! پیو۔ میں نے پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو، میں نے اور پیا یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ تجھ پر زیادتی کر رہے ہیں اگر تم ان سے قتال کرو گے تو فتح یاب ہو گے اور اگر چھوڑ دو تو ہمارے پاس افطار کرو گے۔ وہ کہتی ہیں کہ اسی دن یہ لوگ آپ پر داخل ہوئے اور آپ کو شہید کر دیا۔

ابو یعلیٰ موصلی اور عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے ان سے یونس بن ابی یعفور عبدی نے ان سے ان کے والد نے اور ان سے عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ابو سعید مسلم نے بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس غلاموں کو آزاد کیا اور پھر شلوار منگوا کر اسے مضبوط باندھ لیا اور پہنا حالانکہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں اور زمانہ اسلام میں شلوار کبھی نہیں پہنی اور فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے ان حضرات نے مجھ سے فرمایا صبر کرو، تم آنے والی رات ہمارے پاس افطار کرو گے۔ پھر آپ نے قرآن مجید منگوایا اور اسے اپنے سامنے کھول کر رکھ لیا اور اس کے سامنے ہی شہید کر دیے گئے۔

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ آپ نے شلوار اس لئے پہنی تھی کہ بوقت شہادت کہیں آپ کا ستر ظاہر نہ ہو جائے، اس لئے کہ آپ بہت ہی حیاء کرنے والے انسان تھے حتیٰ کہ آسمان کے فرشتے بھی آپ سے حیاء کرتے تھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے اور آپ قرآن کریم سامنے رکھ کر تلاوت فرما رہے تھے کہ قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اپنے ہاتھ کو قتال سے روک لیں اور لوگوں کو حکم دیا اور قسم بھی دی کہ ان کی حفاظت میں قتال نہ کریں، اگر آپ انہیں حکم دیتے تو وہ دشمنوں کے مقابلے میں آپ کی بھرپور مدد کرتے لیکن قضاء و قدر کا یہی فیصلہ تھا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زبیر بن العوام کو اپنا وصی بنایا تھا اور اصمعی علاء بن فضل سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو لوگوں نے ان کا خزانہ تلاش کیا انہیں ایک مقفل صندوق ملا اسے کھولا تو اس میں ایک برتن تھا جس میں ایک کاغذ لکھا ہوا تھا اس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ یہ عثمان کی وصیت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عثمان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جنت حق ہے اور وہ برحق ہے، اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو ایسے دن میں اٹھائے گا جس دن میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا، اسی عقیدے پر زندہ رہا ہوں اور اسی بات پر مرتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اٹھایا جاؤں گا۔

ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ جس دن ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو آپ نے ان سے فرمایا [illegible] کی موت نہ کسی عزیز کو باقی رکھتی ہے [illegible] مکان اور [illegible] میں پناہ لیتے ہوئے کو بھی پہنچتی ہے اور یہ بھی فرمایا جب قتل شروع ہو جاتا ہے تو اہل قبلہ پر شب خون مارا جاتا ہے۔ یہاں سے تو پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر بھی آ جاتی ہے۔

آپ کی شہادت کا بیان:..... خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں کہ ہم سے ابن علیہ نے ان سے ابن عون نے ان سے حسن نے ان سے وثاب نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے مجھے اشتر نخعی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ میں اسے بلا لایا، آپ نے اس سے پوچھا کہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے، آپ نے پوچھا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ امر خلافت ان کے لئے خالی کر دیں یعنی آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ (امر خلافت) تمہارا معاملہ ہے تم جسے چاہو منتخب کر لو، یا آپ اپنے نفس سے قصاص لیں، اور اگر آپ اس سے بھی انکار کرتے ہیں تو پھر وہ آپ سے قتال کریں گے، تو آپ نے جواب میں فرمایا ان کا یہ کہنا کہ امر خلافت ان کے لئے خالی کر دوں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ قمیص جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے اسے میں اتار دوں" اور ان کا یہ مطالبہ کہ میں ان کے لئے اپنے نفس سے قصاص لوں تو یاد رکھو اللہ کی قسم اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میرے بعد آپس میں محبت سے نہ رہو گے اور نہ اکٹھے نماز پڑھو گے اور نہ میرے بعد تم متحد ہو کر اپنے دشمن سے قتال کر سکو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھیڑیے کی شکل کا ایک چھوٹا سا آدمی آیا اور دروازے سے جھانک کر واپس چلا گیا، پھر محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کے ساتھ آیا اور آپ کی داڑھی پکڑ کر کھینچا یہاں تک کہ میں نے آپ کی داڑھوں کی آواز سنی، اس نے کہا معاویہ آپ کے کام نہ آیا، ابن عامر آپ کے کام نہ آیا، آپ کے خطوط نے آپ کو کچھ نفع نہ دیا، آپ نے اس سے فرمایا اے میرے بھتیجے! میری داڑھی چھوڑ دے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھا کہ اس نے کسی قوم کے اشارہ سے ایک آدمی سے مدد طلب کی، وہ آدمی خنجر لے کر آپ کی طرف بڑھا اور آپ کے سر پر خنجر گھونپ دیا، راوی نے پوچھا پھر کیا ہوا، وثاب نے کہا کہ پھر ان سب نے مل کر یکبارگی حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر ڈالا۔

سیف بن عمر کہتے ہیں کہ ہم سے عطیہ بن [illegible] نے ان سے ایک آدمی نے ان سے اسامہ بن زید کی لونڈی [illegible] نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان بن عفان کی زوجہ نائلہ بنت الفرافصہ کے ساتھ اس وقت مکان میں تھی، وہ کہتی ہیں کہ محمد بن ابی بکر اندر داخل ہوا اور اس نے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور اپنے خنجر سے آپ کا حلق کاٹنے کا قصد کیا تو آپ نے اس سے فرمایا اے میرے بھتیجے چھوڑ دے اللہ کی قسم تو نے ایسی جگہ ہاتھ ڈالا ہے تمہارے والد کے لئے بھی اس جگہ ہاتھ ڈالنا ممکن نہ تھا، محمد بن ابی بکر نے یہ سن کر چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور باہر چلا گیا، باب الصفہ پر ایک جماعت نے اس کا سامنا کیا اور ان کے درمیان کافی دیر تک سوال و جواب ہوتے رہے یہاں تک کہ وہ جماعت غالب آ گئی اور اندر داخل ہو گئی، اور محمد بن ابی بکر واپس چلا گیا، پھر ایک آدمی ہاتھ میں ایک لکڑی لے کر لوگوں کے آگے آگے چلا اور آپ کے سامنے پہنچا اور آپ کے سر پر مار دی اور آپ کا سر زخمی ہو گیا اور خون بہہ کر قرآن کریم پر آ پڑا اور صفحات آلودہ کر دیئے، پھر ان سب نے حملہ کر دیا، ایک آدمی نے آپ کے سینے پر تلوار رکھ دی، آپ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافصہ پاس کھڑی تھیں وہ چلا کر اٹھیں، آپ کو آپ کے [illegible] بہت تعجب کیا اور کہا امیر المؤمنین کو قتل کر دیا جائے گا، اور تلوار آگے کی اس آدمی نے حضرت: عثمان کا ہاتھ کاٹ دیا، ان لوگوں نے مکان کا سامان لوٹ لیا، ایک آدمی حضرت عثمان کے پاس سے گزرا، آپ کا سر مصحف کے ساتھ لگا ہوا تھا، اس بدبخت نے ٹھوکر مار کر سر مبارک مصحف سے علیحدہ کر دیا اور کہا کہ میں نے آج کی طرح کسی کافر کا چہرہ اس قدر حسین اور کسی کافر کے لیٹنے کی جگہ اتنی باعزت نہیں دیکھی، راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم انہوں نے آپ کے مکان میں کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی کہ وہ پیالے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

حافظ ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مکان میں موجود تمام لوگوں کو چلے جانے کی قسم دی اور مکان میں

آپ کے اہل خانہ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو مفسدین مکان کی دیوار پھاند گئے اور دروازہ کو جلا کر اندر داخل ہو گئے، ان میں محمد بن ابی بکر کے سوا کوئی صحابی تھا اور نہ کسی صحابی کا بیٹا ماسوا محمد کے۔ بعض نے سبقت کی اور آپ کو مارا حتی کہ آپ بے ہوش ہو گئے، عورتیں چلائیں اور شور کیا تو وہ لوگ منتشر ہو کر باہر چلے گئے، ان کے بعد محمد بن ابی بکر داخل ہوا، اس کا خیال تھا کہ آپ قتل ہو چکے ہیں، جب اس نے آپ کو ہوش میں آتا دیکھا تو کہنے لگا: نعثل! (نعثل بڑی داڑھی والے کو کہتے ہیں، اور قبیلہ بنی ... کے ایک ذلیل آدمی کو بھی نعثل کہتے ہیں جس سے تشبیہ دی جاتی تھی) تو کس دین پر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں دین اسلام پر ہوں اور میں نعثل نہیں بلکہ امیر المومنین ہوں، اس نے کہا کہ تم نے کتاب اللہ کو بدل دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ فیصلہ کرے گی، پھر وہ آگے بڑھا اور آپ کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور کہا کہ قیامت میں ہماری طرف سے یہ قول نہیں کہا جائے گا:

وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيلا (سورۃ احزاب: ۶۷)

"اور لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی، پس انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا"۔

اور آپ کو اپنے ہاتھ سے گھسیٹتا ہوا اندر والے دروازے سے حویلی کے دروازے تک لے گیا، آپ نے فرمایا اے میرے بھتیجے تیرے باپ کے لئے بھی میری داڑھی پکڑنا مستحسن نہ تھا۔

اہل مصر میں سے قبیلہ کندہ کا ایک آدمی آیا جس کا لقب حمار (گدھا) تھا اور کنیت ابو رومان تھی یعنی لقب تھا اور اس کا نام جبلہ تھا، قتادہ کہتے ہیں کہ وہ ازرق اشقر تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سودان بن رومان مرادی تھا اور ابن عمر سے مروی ہے کہ جس شخص نے عثمان بن عفان کو شہید کیا تھا اس کا نام اسود بن حمران تھا، اس نے آپ کو نیزہ مارا اور اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار تھی اس سے بھی حملہ کر دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ عثمان بن عفان کے پیٹ پر تلوار رکھ کر اوپر سے اپنے زور سے دبائی حتی کہ آپ شہید ہو گئے، حضرت نائلہ آپ کو بچانے کے لئے کھڑی ہوئیں تو اس نے تلوار سے آپ کی انگلیاں کاٹ دیں، یہ بھی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر نے آپ کے کان میں تیر گھونپا یہاں تک کہ وہ آپ کے حلق تک پہنچ گیا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ فعل کسی اور کا ہے، محمد بن ابی بکر تو نادم و شرمندہ ہو کر چلا گیا تھا جب اسے عثمان بن عفان نے یہ کہا کہ تو نے میری داڑھی پکڑی ہے حالانکہ تیرا باپ اس کی عزت کیا کرتا تھا، تو آپ کے اس کہنے پر وہ الگ ہو گیا اور چہرے کو ڈھانپ لیا اور لوٹ گیا اور آپ کے قتل میں الگ رہا۔ لیکن پھر اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا واللہ اعلم۔ مفصل قصہ ہم نے اپنی کتاب تکمیل میں لکھا ہے۔

ابن عساکر نے ابن عون سے روایت کیا ہے کہ کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی ایک سلاخ ماری تو آپ اس ضرب سے پہلو کے بل گر پڑے، اس کے بعد سودان بن حمران نے حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیا، پھر عمرو بن الحمق کود کر آپ کے سینے پر سوار ہو گیا، آپ اس وقت آخری سانس میں تھے، اس نے آپ کے پیٹ پر نیزے کے نو وار کئے، راوی کہتے ہیں، ان میں سے تین تو اچٹ گئے اور چھ اس وقت لگے جب وہ میرے قریب ہی پڑے تھے۔

طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن محمد بن صدقہ بغدادی اور اسحاق بن داؤد صواف نے، ان دونوں سے محمد بن خالد بن خداش نے، ان سے مسلم بن قتیبہ نے، ان سے مبارک نے، ان سے حسن نے اور ان سے سیاف نے بیان کیا کہ مصر میں سے ایک آدمی عثمان بن عفان کے پاس داخل ہوا، آپ نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے لوٹ جاؤ تم میرے قاتل نہیں ہو، اس نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے جان لیا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم کو پیدائش کے ساتویں دن نبی کریم ﷺ کے پاس لائے گئے تو آپ ﷺ نے تمہاری تحنیک فرمائی اور برکت کی دعا کی، اس کے بعد انصار میں سے دوسرا آدمی داخل ہوا حضرت عثمان نے اس سے بھی یہی کچھ فرمایا، پھر محمد بن ابی بکر داخل ہوا تو فرمایا کہ تم میرے قاتل ہو، محمد بن ابی بکر نے کہا اے نعثل! تم نے یہ کیسے جان لیا؟ آپ نے فرمایا جب تمہیں تمہاری پیدائش کے ساتویں دن رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تاکہ آپ ﷺ تمہاری تحنیک کریں اور برکت کی دعا کریں تو تم نے رسول اللہ ﷺ پر پاخانہ کر دیا، راوی کہتے ہیں پھر وہ کود کر عثمان بن عفان کے سینے پر سوار ہو گیا اور آپ کی داڑھی پکڑ لی، اور جو تجیبی کے ہاتھ میں تھا وہ گھونپ دیا۔ یہ حدیث نہایت غریب اور منکر ہے۔

صحیح طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن کریم کی اس آیت پر پڑا:

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (سورۃ بقرۃ آیت ۱۳۷)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت یہ مفسدین آپ پر حملہ آور ہوئے تو آپ اس وقت تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہنچے تھے، اور یہ کچھ بعید نہیں اسلئے کہ مصحف اس وقت آپ کی گود میں تھا۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ جب ان مفسدین نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے کہا بسم اللہ توکلت علی اللہ، اور جب خون کا پہلا قطرہ گرا تو کہا سبحان اللہ العظیم۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مصریوں نے جب قاصد سے وہ خط پکڑا جو امیر مصر کے نام تھا اور اس میں ان میں سے بعض کے قتل، بعض کے سولی دینے اور بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم تھا، جسے مروان بن حکم نے عثمان بن عفان کی طرف سے کذباً اور باری تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے لکھا تھا، بلاشبہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد مچائیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (سورۃ مائدہ آیت ۳۳)

مروان بن حکم کے نزدیک یہ لوگ امیر المومنین عثمان بن عفان کے خلاف بغاوت کر کے فساد فی الارض کے مرتکب ہوئے تھے، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ ایسے ہی تھے، لیکن مروان کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ عثمان بن عفان کی طرف سے ان کو لاعلم رکھ کر خط لکھتا اور جعلی خط و جعلی مہر بناتا اور آپ کے غلام کو آپ ہی کے اونٹ پر بھیجتا جب کہ عثمان اور مصریوں کے درمیان اس بات پر صلح ہو چکی کہ محمد بن ابی بکر مصر کے امیر ہوں گے مروان نے ایسا کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی، بہر حال جب مصریوں نے اس خط کو پکڑا اور اسے معاہدے کے خلاف پایا تو اسے بہت ہی برا سمجھا، ان کا خیال تھا کہ یہ عثمان بن عفان کی طرف سے ہے، شر و فساد سے تو وہ پہلے ہی بھرے ہوئے تھے، لہٰذا وہ سب مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور اکابر صحابہ کرام کے پاس جا کر یہ خط دکھایا، دوسرے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے یہ خیال کر لیا کہ یہ خط عثمان بن عفان کی طرف سے ہے، پھر جب عثمان بن عفان سے اکابر صحابہ اور مصریین کی موجودگی میں اس خط کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اللہ عظیم کی قسم کھا کر فرمایا کہ نہ یہ خط میں نے لکھا ہے اور نہ کسی کاتب سے املاء کرایا ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔

اور بلاشبہ آپ سچے، نیک اور ہدایت یافتہ تھے، لوگوں نے کہا کہ اس پر آپ کی مہر ہے، آپ نے فرمایا کہ آدمی خط اور مہر جعلی بھی بنا سکتا ہے، لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کے غلام سے جو آپ کے اونٹ پر سوار تھا برآمد ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے ان باتوں میں سے کسی کا بھی علم نہیں ہے، ان مفسدین نے کچھ دیر گفتگو کے بعد کہا کہ اگر یہ خط آپ نے لکھا ہے تب تو آپ نے خیانت کی ہے اور اگر آپ نے نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے کسی اور نے لکھ دیا اور آپ کو اس کا علم نہیں تو پھر آپ عاجز ہیں، لہٰذا آپ جیسا آدمی خلافت کا اہل نہیں ہے، اس لئے کہ آپ کے اندر یا تو خیانت یا عجز ہے، دونوں میں سے کسی بھی صورت میں آپ خلافت کے لائق نہیں ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ آپ خلافت کے اہل و لائق نہیں رہے یہ ہر صورت باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر بالفرض خط آپ نے لکھا ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خط نہیں لکھا لیکن اگر بالفرض ایسا ہوا ہو تو یہ بھی آپ کے لئے نقصان دہ نہیں اس لئے کہ آپ نے امام کے خلاف ان باغیوں کی شوکت و قوت توڑنے میں امت کی مصلحت و بہتری کی تھی، اور رہی دوسری صورت کہ جب آپ کو اس خط کا علم ہی نہ ہو اور آپ کی طرف بطریق کذب بنالیا ہو تو اس میں کونسا عجز آپ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ آپ معصوم نہیں، خطاء اور غفلت دونوں کا صدور آپ سے ممکن ہے اصل میں یہ لوگ خود ہی جاہل، باغی، معیب، خائن، ظالم اور افتراء پرداز تھے اور اس کے بعد انھوں نے آپ کا محاصرہ کرنے اور آپ کو تنگی میں ڈالنے کا پختہ عزم کر لیا تھا کہ آپ کا دانہ پانی بند کر دیا اور مسجد جانے سے بھی روک دیا، اور آپ کو قتل کی دھمکی دی۔

اسی بناء پر پھر آپ نے ان سے مسجد کی وسعت کے بارے میں خطاب کیا کہ کس نے اس کو وسیع کیا ہے؟ آپ پہلے شخص ہیں جسے مسجد سے روکا گیا اور بیر رومہ کو مسلمانوں پر وقف کرنے کے بارے میں خطاب کیا کہ کس نے اسے خرید کر وقف کیا ہے؟ اور آپ پہلے شخص ہیں جسے اس کے پانی سے منع کیا گیا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو حلال نہیں مگر تین میں کسی ایک صورت میں جان کے بدلے جان لی ہو، یا شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو یا اپنے دین کو چھوڑ دیا ہو اور جماعت سے الگ ہو گیا ہو، پھر فرمایا کہ میں نے

نے کسی کو قتل کیا ہے یا مسلمان ہونے کے بعد ارتداد اختیار کیا ہے اور شادی کے بعد زنا کیا ہے [illegible] جاہلیت میں [illegible] تھی۔ بلکہ اپنے [illegible] ہاتھ سے کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا جب سے میں نے اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے

[illegible] بیان کرنے کے جواب [illegible] ان کے سامنے بے [illegible] مناقب [illegible] آپ سے [illegible] امداد اور آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیا لیکن انہوں نے اس سے [illegible] آپ کے پاس آنے جانے سے منع کر دیا یہاں تک کہ آپ پر حالات سخت ہو گئے [illegible] آپ نے [illegible] سے پانی کے ملنے میں مدد چاہی۔ [illegible] علی بن ابی طالب بذات خود [illegible] کے ساتھ آپ کے [illegible] حضرت علی نے ان سے فرمایا [illegible] کے ساتھ [illegible] جب کسی کو [illegible] کھانے [illegible] آپ کی بات [illegible] اپنا عمامہ [illegible] کے صحن میں پھینک دیا۔

ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خچر پر سوار ہو کر تشریف لائیں آپ کے ساتھ [illegible] آپ کیوں آئی ہیں [illegible] نے فرمایا کہ عثمان کے پاس [illegible] کے یتیموں اور بیواؤں [illegible] آپ کی [illegible] آپ کے خچر [illegible] اس صورت میں [illegible] حادثہ ہو جاتا [illegible] عثمان بن عفان [illegible] پہنچا [illegible] لیا گیا۔

جب [illegible] ہوا تو لوگوں نے [illegible] لوگوں نے اپنے [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سال حج کے لئے نکلیں [illegible] آپ سے [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] رضی اللہ عنہ نے [illegible] حضرت عثمان بن عفان نے اس سال [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امیر حج مقرر کیا [illegible] عباس نے عرض کیا [illegible] آپ کے دروازے [illegible] جہاد [illegible] لوگوں [illegible] حج کے لئے روانہ ہو گئے [illegible] ان لوگوں [illegible] اور [illegible] کو [illegible] حضرت [illegible] کے ساتھ [illegible] سے [illegible] کر دیا۔ [illegible] کے [illegible] ہوئے۔

[illegible] نے حضرت عثمان کی طرف سے شدید مقابلہ کیا [illegible] کے [illegible] سے [illegible] حضرت عثمان کے [illegible] سے [illegible] شہید [illegible] حضرت عثمان نے [illegible] آپ نے [illegible] اپنے [illegible] طرف [illegible]

دیوار پر سے اندر کود گئے۔ حضرت عثمانؓ نماز میں مشغول ہو گئے اور سورۂ طٰہٰ شروع کر دی۔ آپ بڑی قرأت کرنے والے تھے اس لئے بغیر سورت پوری کر لی۔ لوگ یہ شور برپا کر رہے تھے اور پھر آگ پھیلتی رہی یہاں تک کہ بیت المال تک پہنچ گئی۔ تب ہی حضرت عثمانؓ نماز سے فارغ ہو گئے اور آپ سامنے قرآن کریم کھول کر بیٹھ گئے اور یہ آیت تلاوت کرنی شروع کر دی:

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ

ونعم الوکیل (سورۃ آل عمران آیت ۱۷۳)

پس سب سے پہلا شخص جو اندر گھسا اس نے آپ کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے اور سانس حلق میں تیزی سے آنے جانے لگا۔ اس نے یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ آپ قتل ہو چکے ہیں۔ پھر محمد بن ابی بکر داخل ہوا اور آپ کی داڑھی پکڑ لی لیکن پھر شرمندہ ہو کر لوٹ گیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اس کے پاس تلوار تھی اس نے آپ پر وار کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے بچاؤ کیا تو تلوار نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہاتھ بالکل بدن سے جدا کر دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہاتھ کٹا تو تھا لیکن بدن سے جدا نہیں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ سب سے پہلا ہاتھ ہے جس نے مفصل لکھا تھا۔ آپ کے خون کا سب سے پہلا قطرہ اس آیت پر گرا:

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (سورۃ بقرۃ آیت ۱۳۷)

پھر ایک اور آدمی تلوار لہراتا ہوا آگے بڑھا آپ کی زوجہ حضرت نائلہؓ آپ کو بچانے کے لئے اس کے سامنے آ گئیں اور تلوار پکڑ لی اس نے تلوار زور سے کھینچی جس سے حضرت نائلہ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ پھر ایک اور آدمی آگے بڑھا اور اس نے تلوار آپ کے پیٹ میں گھونپ کر زور سے دبایا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ محمد بن ابی بکر کے بعد غافقی بن حرب آگے بڑھا اور لوہے کی سلاخ آپ کے چہرے پر ماری اور آپ کے سامنے جو مصحف تھا اسے ٹھوکر ماری مصحف گھوم کر دوبارہ حضرت عثمانؓ کے سامنے آ کر ٹھہر گیا اور آپ سے خون بہہ کر مصحف پر پڑا پھر سودان بن حمران تلوار لے کر آگے بڑھا حضرت نائلہ سامنے روکنے کے لئے آ گئی تھیں۔ اس نے حضرت نائلہ کی انگلیاں کاٹ ڈالیں حضرت نائلہ نے منہ پھیر لیا تھا بدبخت نے آپ کی سرین پر ہاتھ لگا کر کہا کتنی بڑی سرین والی عورت ہے۔ پھر اس نے تلوار کا وار کر کے حضرت عثمان بن عفانؓ کو شہید کر دیا۔ آپ کا ایک غلام آگے بڑھا اور اس نے سودان بن حمران کو قتل کر دیا۔ پھر اس غلام نے قترہ نامی ایک آدمی کو قتل کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا اس پر عورتیں چیخ چلا اٹھیں اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں ان میں آپ کی دو بیویاں حضرت نائلہ اور ام البنین تھیں اور آپ کی بیٹیاں بھی تھیں۔ ابن عدیس نے کہا کہ اس کام کو رہنے دو۔ پھر ان لوگوں نے گھر کے ساز و سامان کی طرف توجہ دی اور اسے لوٹنا شروع کیا اور یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک آدمی نے آواز لگائی کہ قوم کے لئے حلال ہے تو وہ لوٹنے لگے پھر باہر نکلے اور حضرت عثمانؓ کا دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ جب یہ لوگ مکان کے آنگن میں پہنچے تو حضرت عثمانؓ کے غلام نے قترہ نامی آدمی پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔ کلثوم بن تجیب نامی آدمی نے حضرت نائلہ کی چادر کھینچ لی اس پر حضرت عثمانؓ کے غلام نے اس بدبخت کو قتل کر دیا پھر وہ خود بھی شہید ہو گیا پھر انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ بیت المال پہنچو اور اسے بھی لوٹ لو۔ بیت المال کے محافظین نے جب یہ آواز سنی تو کہنے لگے بھاگو، یہ لوگ یہاں پہنچ گئے۔

بلاشبہ ان لوگوں نے حق اور باطل میں فرق نہیں کیا اور بغیر تحقیق کے آگے بڑھ گئے تھے ان کو چاہئے تھا کہ جس بات کا دعویٰ کیا اس کی تصدیق بھی کرتے کیونکہ یہ لوگ ان کے لئے عبرت بن رہے ہیں۔ بلاشبہ ان لوگوں نے بہت بڑا ظلم کیا ان کا مقصد صرف دنیا تھا۔ بیت المال کے محافظین شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بیت المال لوٹ لیا اس میں بہت سامان پڑا تھا۔

شہادت کے بعد صحابہ کرام کے تاثرات: جب یہ حادثہ عظیم اور فتنہ عظیم پیش آ گیا تو اہل مدینہ حیرت سے چلانے لگے اور بہت سی

چاہا تو خیال کیا اور ان جاہل مفسدین خوارج کی آخرت بھی بڑی مذموم ہوئی وہ وقت آیا اس جیسی حالت پر ان لوگوں کے مشابہ ہو گئے جن کا حال اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے قرآن کریم میں بیان کیا ہے یعنی بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کے مشابہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولما سقط في أيديهم ورأوا أنهم قد ضلوا قالوا لئن لم يرحمنا ربنا ويغفر لنا لنكونن من الخاسرين

(سورۃ اعراف آیت ۱۴۹)

"جب وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا بہت پشیمان ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے گا اور ہمیں معاف نہ فرمائے گا تو ہم بلاشبہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

جب حضرت زبیر بن العوام کو حضرت عثمان کی شہادت کی اطلاع ملی تو اس وقت آپ مدینہ سے باہر تھے آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور حضرت عثمان بن عفان کے لیے رحمت کی دعا فرمائی اور جب یہ خبر ملی کہ انہیں قتل کرنے والے اپنے کیے پر شرمندہ ہیں تو آپ نے فرمایا ان کے لیے ہلاکت ہو اور یہ آیت پڑھی:

ما ينظرون إلا صيحة واحدة تأخذهم وهم يخصمون فلا يستطيعون توصية ولا إلى أهلهم يرجعون

(سورۃ یٰس آیت ۴۹، ۵۰)

"یہ لوگ نہیں منتظر مگر ایک چیخ کے جو ان کو اس حال میں آ پکڑے گی کہ یہ لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس جا سکیں گے۔" علی بن ابی طالب کے پاس شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عثمان بن عفان کے لیے دعائے رحمت کی اور قاتلوں کی مذمت کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

كمثل الشيطان إذ قال للإنسان اكفر فلما كفر قال إني بريء منك إني أخاف الله رب العالمين

(سورۃ حشر ۱۶)

"ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا پھر جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔"

جب سعد بن ابی وقاص کو شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان کے حق میں استغفار کیا اور دعائے رحمت کی اور قاتلین کے بارے میں یہ آیت پڑھی:

قل هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا

(سورۃ کہف آیت ۱۰۳، ۱۰۴)

"آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیوی زندگی میں کی کرائی محنت سب برباد ہو گئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔"

پھر سعد نے فرمایا کہ اے اللہ! ان کو شرمسار کر اور ان کی پکڑ فرما اور اسلاف میں سے کسی نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کے قاتلوں میں سے ہر ایک مقتول ہو کر مرا ہے۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے اور ایسا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کی وجہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی دعا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص مستجاب الدعوات صحابی ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو پاگل نہ ہو گیا ہو۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے، عبدالرحمن بن حارث سے بیان کیا کہ عثمان بن عفان کا قتل [illegible] [illegible] اور [illegible] کی زوجہ کہتی ہے کہ ہم حج کے لیے گئے ہمیں حضرت عثمان کی شہادت کا علم نہ تھا جب ہم عرج مقام پر پہنچے تو ہم نے ایک آدمی کو رات کے وقت یہ شعر گنگناتے ہوئے سنا: آگاہ رہو! کہ تینوں کے بعد سب سے بہتر آدمی کو مصر سے آنے والے تجیبی نے قتل کر دیا ہے۔ جب لوگ حج سے واپس ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان شہید ہو چکے ہیں اور لوگوں نے علی بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

امہات المؤمنین وغیرہ سے واپس آ رہا تھا تب آپ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ جس پر سب واپس لوٹ گئیں اور وہاں ٹھہر گئیں۔ عنقریب تم پڑھو گے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

یوم شہادت، عمر اور مدت خلافت کا بیان: مشہور قول کے مطابق آپ مکان میں چالیس دن تک محصور رہے اور شعبی کا قول ہے کہ بائیس دن تک محصور رہے، بعض کہتے ہیں کہ آپ انچاس دن محصور رہے۔ لیکن یوم شہادت بلا اختلاف جمعہ کا دن ہے۔ سیف بن عمر نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی آخری ساعت میں شہادت ہوئی، مصعب بن زبیر وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ دیگر کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت شہادت ہوئی اور یہی زیادہ مناسب ہے اور مشہور قول کے مطابق یہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہے اسے ابن جریر نے بیان کیا ہے۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ بن زبیر نے ان سے ابو معشر نے بیان کیا ہے اور ابن وہب نے ان سے یونس نے ان سے یزید نے اور ان سے زہری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ایام تشریق میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو بروز جمعہ شہید ہوئے، اور شاعر کے اس شعر سے استشہاد کیا۔ لوگوں نے عمر کے سیاہ و سفید بالوں والے کو چاشت کے وقت شہید کر دیا جو تسبیح اور قرآن پڑھتے ہوئے رات گزارتے تھے۔ واقدی وغیرہ کہتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے، اور کہا جاتا ہے کہ آپ جمعہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے اور کہتے ہیں کہ ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ مصعب بن زبیر اور ایک جماعت اسی کی قائل ہے، لیکن یہ قول غریب ہے۔ آپ کی مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے اس لئے کہ آپ کی بیعت یکم محرم ۲۴ھ کو ہوئی تھی۔

اور آپ کی عمر چھیاسی سال سے متجاوز تھی، صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ آپ کی عمر بیاسی سال اور چند ماہ ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ چوراسی سال عمر ہوئی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اٹھاسی یا نوے سال کی عمر میں آپ ... ایک روایت میں ہے کہ چھیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ ہشام کلبی کہتے ہیں کہ پچھتر سال عمر ہوئی۔ یہ قول نہایت غریب ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ غریب قول وہ ہے جو سیف بن عمر نے اپنے مشائخ محمد، ابو عثمان، طلحہ اور ابو حارثہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی شہادت تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔

اور آپ کا مقام وفات بلا اختلاف مدینہ ہے اور آپ بقیع کی مشرقی جانب حش کوکب میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمان نے پہلے زمانے میں اسی جگہ کو خرید کر بقیع میں شامل کر دیا تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حش کوکب میں سے گزرتے تو فرماتے کہ عنقریب یہاں ایک صالح آدمی دفن ہوگا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اپنی شہادت کے بعد تین دن تک بغیر دفن کے رہے، مگر (محقق مصنف) کہتے ہیں کہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت کی مشغولیت کی وجہ سے آپ سے غافل رہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک دن تک بغیر دفن کے رہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی رات آپ کو دفن کر دیا گیا۔ پھر آپ کی تدفین خوارج کے خوف سے مغرب و عشاء کے درمیان ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ... ایک چھوٹی سی جماعت جنازہ کے ساتھ نکلی، جن میں حکیم بن حزام، ابو جہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم اسلمی، جبیر بن مطعم، زید بن ثابت، کعب بن مالک، طلحہ، زبیر، علی بن ابی طالب اور حضرت عثمان کے ساتھیوں اور آپ کی بیویوں میں سے نائلہ اور ام البنین بنت عیینہ اور بچے شامل تھے۔ یہ واقدی اور سیف بن عمر کے کلام کا خلاصہ ہے اور ... آپ کو دروازے سے باہر نکالا گیا ... بعض کا خیال ہے کہ آپ کو غسل اور کفن نہیں دیا گیا لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

جبیر بن مطعم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض نے زبیر بن عوام، بعض نے حکیم بن حزام، بعض نے مروان بن حکم اور بعض نے مسور بن مخرمہ کا نام بتایا ہے ... بعض کہتے ہیں کہ خوارج نے آپ کے جنازہ کو دفن کرنے پر سنگ باری کرنا چاہی اور جنازہ پر ... آپ کو ... میں دفن کیا جائے تا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور ...

ان سے کہا گیا [illegible] مروان بن حکم [illegible] ابو جہم بن حذیفہ [illegible] بن مکرم اسلمی [illegible] جبیر بن مطعم [illegible]

[illegible]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب عثمان بن عفان [illegible]

امام بخاری نے [illegible]

[illegible]

حلیہ مبارک: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ [illegible]

واقدی [illegible]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے صحابہ کرام کا اظہار برأت: [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible]

سے نکل رہا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی قتل عثمان کی محبت ہوئی تو وہ دجال کا متبع ہو کر مرے گا۔ اگر وہ اس کو نہ پاسکا تو اس کا زمانہ نہ پائے تو قبر میں اس پر ایمان لائے گا اور ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن سعد نے ان سے عمرو بن عاصم کلابی نے ان سے ابوالاشہب نے ان سے عوف نے بیان کیا ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ اے اللہ اگر عثمان بن عفان کا قتل اچھا کام تھا تو میرا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ اور اگر ان کا قتل برا کام تھا تو میں اس سے بری ہوں۔ اور قسم بخدا اگر ان کا قتل بہتر تھا تو وہ لوگ اس سے دودھ دوہیں گے اور اگر برا کام تھا تو وہ اس سے خون چوسیں گے، اور عقیلی نے بھی اسی کو پیش ذکر کیا ہے۔ محمد بن سعد نے محمد بن عمرو سے اور وہ ابو عبداللہ قراظی سے نقل کرتے ہیں کہ حذیفہ بن یمان اپنے مرض الوفات میں تھے ان کے پاس ان کے بھائیوں میں سے کوئی آیا وہ چپکے سے سرگوشی کر رہا تھا آپ نے آنکھیں کھول کر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ بری خبر ہے آپ نے فرمایا جو چیز تم مجھ سے چھپا رہے ہو وہ کیا ہے تو انھوں نے کہا عثمان بن عفان شہید ہو گئے ہیں۔

آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ اے اللہ میں اس امر سے بالکل الگ تھلگ اور لاتعلق ہوں۔ اگر یہ بہتر ہے تو ان کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور میں اس سے بری ہوں اور اگر برا ہے تو ان کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور میں اس سے بری ہوں، یہ عثمان آج قتل ہو گئے ہیں، تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو مجھے ان فتنوں سے پہلے لے چلا۔ جب کہ تلوار آگے اور پیچھے چھری تیز ہے جو ان سے نجات پائے وہ چھری سے میرا ہوگا اور اس کا قتل متعین ہوگا۔

حسن بن عرفہ اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ سے وہ سعید بن ابی عروبہ سے اور وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ اگر عثمان بن عفان کا قتل ہدایت کی بات ہوتی تو امت اس سے دودھ دوہتی لیکن وہ گمراہی تھی اس لئے امت اس سے خون دوہ رہی ہے یہ روایت منقطع ہے محمد بن سعد عارم بن فضل سے وہ معتمر بن سلیمان سے وہ اپنے والد سے وہ قتادہ سے اور وہ زہدم جرمی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اگر لوگ خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے ان پر پتھر برستے ابن عباس سے یہ روایت دوسرے کئی طرق سے منقول ہے اور ابن عبیدہ ابو جعفر انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان شہید ہو گئے تو میں حضرت علی کے پاس آیا وہ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ عثمان شہید ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کاموں پر آخری زمانہ تک ہلاکت ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ان لوگوں کے لئے ابدالآباد کی بربادی ہو۔

ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن جعد نے ان سے شریک نے ان سے عبداللہ بن عیسیٰ نے ان سے ابن ابی لیلیٰ نے نقل کیا کہ میں نے حضرت علی سے سنا آپ اس وقت مسجد کے دروازے یا احجار زیت کے پاس تھے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔ اے اللہ میں آپ کے سامنے عثمان کے خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ ابوہلال قتادہ سے اور وہ حسن سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان جب شہید ہو گئے تو علی بن ابی طالب اس وقت اپنی کسی زمین پر گئے ہوئے تھے آپ کو جب شہادت کی خبر ملی تو فرمایا اے اللہ نہ میں اس سے راضی ہوں اور نہ میں نے اس میں مدد کی ہے اور ربیع بن بدر سیار بن سلامہ سے اور وہ ابوالعالیہ سے نقل کرتے ہیں کہ شہادت کے بعد حضرت علی حضرت عثمان بن عفان کے پاس داخل ہوئے اور ان پر گر پڑے اور رو دیے حتیٰ کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ بھی ان کے ساتھ جا ملیں گے۔

ثوری اور دیگر محدثین سیف سے وہ عوف سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کی شہادت کے دن علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے نہ قتل کیا ہے نہ اس کا حکم دیا ہے بلکہ میں (شر پسندوں کے نرغے) مغلوب ہو گیا تھا۔ اور سیف کے علاوہ دیگر محدثین بھی طاؤس سے اور وہ ابن عباس سے اسی کی مثل روایت نقل کرتے ہیں اور حبیب بن ابی العالیہ مجاہد سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے بیت اللہ میں مقام ابراہیم کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا بلکہ میں نے تو ان کو منع کیا تھا لیکن انھوں نے میری نافرمانی کی یہ روایت متعدد طرق سے حضرت علی سے منقول ہے۔

محمد بن یونس کدیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم سے محمد نے ان سے قرہ بن خالد سے وہ حسن سے اور وہ قیس بن عباد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے جنگ جمل کے دن سنا آپ فرما رہے تھے اے اللہ میں خون عثمان سے آپ کے سامنے براءت کا اظہار کرتا ہوں اور فرمایا کہ ان کی شہادت کے دن

میری عقل گم ہو گئی تھی اور میں اپنی ذات سے بیگانہ ہو گیا تھا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے اللہ سے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے ایسے آدمی کو قتل کیا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص سے حیا کرتا ہوں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے اللہ سے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں بیعت لینا شروع کروں اور عثمان زمین پر مقتول پڑے ہوں ابھی تک دفن بھی نہ کئے گئے ہوں لوگ یہ سن کر واپس چلے گئے۔ پھر جب حضرت عثمان کی تدفین ہو گئی تو لوگ واپس آئے اور مجھ سے بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا اے اللہ میں اس اقدام کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ جب پختہ عزم آیا تو میں نے بیعت کی اور جب لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو میرا دل ٹکڑے ہو گیا اور میں نے رقت کے باعث سکوت کیا۔

مؤلف ابن عساکر نے ان تمام طرق کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خون عثمان سے برأت کا اظہار کیا ہے اور آپ اپنے خطبات اور عام مجالس میں اس بات پر قسمیں کھایا کرتے تھے کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا۔ نہ قتل کا حکم دیا نہ کوئی مدد کی اور نہ اس سے راضی ہوا بلکہ میں نے تو لوگوں کو اس سے روکا تھا لیکن ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی یہ بات اتنے طرق سے ثابت ہے کہ بعض ائمہ حدیث کے نزدیک یقین و قطعیت کا فائدہ دیتا ہے اور یہ بھی آپ سے کئی طرق سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (سورۂ حجر آیت ۴۷)

"ہم نے ان کے سینوں سے کینہ کو کھینچ لیا ہے اور وہ تختوں پر بھائی بھائی بنے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے"۔

اور یہ بات بھی متعدد طرق سے ثابت ہے:

اذا ما اتقوا و آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا (سورۃ المائدہ آیت ۹۳)

"کوئی حرج نہیں ان پر جب کہ وہ ڈر جائیں اور ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور پھر ڈرتے رہیں اور نیکی کریں"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عثمان ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہم میں سب سے زیادہ حیا والے ہم میں سب سے زیادہ پاکیزہ طہارت والے اور ہم میں سب سے زیادہ رب سے ڈرنے والے تھے۔

یعقوب بن سفیان نے سلیمان بن حرب سے انہوں نے حماد بن زید سے انہوں نے مجالد سے انہوں نے ابو کثیر [illegible] سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب خطبہ دے رہے تھے خوارج نے درمیان میں قطع کلام کر دیا۔ آپ منبر سے نیچے آ گئے اور فرمایا کہ میری اور عثمان کی مثال سرخ سفید اور سیاہ تین بیلوں کی سی ہے جن کے ساتھ جھاڑی میں شیر بھی تھا جب شیر نے ان میں سے ایک کو کھانے کا ارادہ کیا تو باقی دو بیلوں نے اسے روکا شیر ان سے کہنے لگا کہ اس سفید بیل نے اس جھاڑی میں رسوا کیا ہوا ہے چنانچہ اس وقت ان دونوں نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ شیر نے اس کو مار ڈالا۔ پھر ان دونوں میں سے ایک کو کھانے کا ارادہ کیا تو سرخ بیل رکاوٹ بنا۔ پھر شیر نے اس سرخ بیل سے کہا کہ اس سیاہ بیل نے ہمیں اس جھاڑی میں رسوا کیا ہوا ہے میرا اور تیرا رنگ تو ایک جیسا ہے چنانچہ اس وقت سرخ بیل نے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ شیر نے اس کو بھی مار ڈالا۔ پھر شیر نے سرخ بیل کو کہا کہ اب میں تجھے کھاؤں گا سرخ بیل نے کہا کہ تم مجھے تین چیخیں مارنے کی اجازت دو شیر نے کہا کہ اجازت ہے سرخ بیل نے کہا آگاہ رہو کہ میں تو اسی دن کھایا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا تھا اگر میں اس کی مدد کرتا تو آج تو مجھے نہ کھاتا۔ پھر حضرت علی نے فرمایا کہ میں عثمان بن عفان کی شہادت کے دن کمزور ہو گیا اگر میں ان کی مدد کرتا تو آج کمزور نہ ہوتا یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

ابن عساکر نے محمد بن ہارون حضرمی [illegible] عبداللہ تمیمی [illegible] یحییٰ بن سعید [illegible] سعید بن مسیب کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں [illegible] آئی [illegible] اور یہ کہا کہ [illegible] پھر حسان بن ثابت نے شہادت عثمان پر یہ شعر کہے:

---

(۱) [illegible]

(۲) ابونعیم نے [illegible] بیان کیا ہے۔

ابو حمید جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں اور بدری صحابی ہیں، ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمانؓ سے الگ تھلگ رہے، جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو انہوں نے فرمایا [illegible] نوبت قتل تک پہنچ جائے گی، اے اللہ! آپ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں اور آپ سے ملاقات [illegible]۔ ابو محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن ادریس نے ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ [illegible] اپنی بہن کو اسلام کی وجہ سے [illegible] اور تم نے جو عثمانؓ کے ساتھ کیا ہے [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] بخاری نے [illegible] بیان کیا ہے۔

محمد بن سعد نے [illegible] عباس سے انہوں نے صفوان بن عمرو سے انہوں نے عبدالرحمن بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے کہتے ہوئے سنا کہ عثمانؓ قتل ہو گئے لیکن ان کے بارے میں دو بکریوں کا بھی [illegible] عبداللہ بن سلام نے اسے کہا [illegible] لیث نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے [illegible] قیامت کے دن [illegible] عبداللہ [illegible] ابوالاسود [illegible] بیان کیا [illegible] زیادہ محبوب ہے [illegible] عثمانؓ کے قتل میں شریک [illegible]۔

ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم بن محمد بن عرعرہ نے ان سے [illegible] ایک بھائی [illegible] حسن بن علی [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] عرش کے [illegible] عمر بن خطاب [illegible] حضرت عثمانؓ [illegible] کی طرف [illegible] ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ [illegible] حضرت علیؓ نے [illegible] ابو یعلیٰ [illegible] عبدالرحمن [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] عثمانؓ [illegible] اللہ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

منصور بن [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] عثمان شہید [illegible] قیامت تک [illegible] خلیفہ [illegible] عبداللہ بن [illegible] حضرت عائشہ صدیقہؓ [illegible] قتل کر دیا۔

ابو معاویہ اعمش سے وہ خیثمہ سے اور وہ مسروق سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمان شہید ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے عثمان کو اس طرح چھوڑ دیا جس طرح کہ کپڑے سے میل کچیل صاف کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر اسے قتل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے انہیں قریب کیا پھر مینڈھے کی طرح ذبح کر دیا۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ کا کام ہے آپ نے لوگوں کو خطوط لکھے اور انہیں حکم دیا کہ عثمان بن عفان کی طرف جائیں؟ پس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس پر مومن ایمان لائے ہیں اور کافر اس کا انکار کرتے ہیں میں نے کبھی بھی اس جگہ پر بیٹھنے تک سیاہی سے ان کی طرف کچھ نہیں لکھا۔

اعمش کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف سے خطوط لکھے گئے ہیں۔ اور یہ روایت اس کی آپ تک سند بالکل صحیح ہے۔ اس روایت میں اور اسی طرح کی دیگر روایات میں واضح دلالت پائی جاتی ہے کہ خوارج نے "اللہ ان کو برا کرے" صحابہ کرام کی طرف سے اطراف و آفاق کی طرف جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان بن عفان کے قتل پر ابھارا تھا جیسا کہ ہم نے ماقبل میں اسے بیان کر دیا ہے۔

ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ہم سے جزم القطعی نے ان سے ابو الاسود بن سوادہ نے اور ان سے طلق بن حسان نے بیان کیا کہ جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو ہم متفرق طور پر صحابہ کرام سے آپ کے قتل کے بارے میں پوچھنے گئے، پس میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا آپ فرما رہی تھیں کہ عثمان کو ظلماً قتل کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ اور محمد بن عبد اللہ انصاری اپنے والد سے وہ ثمامہ سے اور وہ انس سے نقل کرتے ہیں کہ جب ام سلیم نے حضرت عثمان کی شہادت کی خبر کو سنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے ان کے بعد لوگ خون ہی دوہیں گے۔

اس بارے میں تابعین کا کلام، ان کی آرا اور ان کے تاثرات بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ ان میں سے ابو مسلم خولانی کا قول ہے کہ جس وقت انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا جو عثمان بن عفان کو قتل کرنے آئے تھے تو فرمایا کیا تم کبھی قوم ثمود کے علاقے سے گزرے ہو یا تم بلاد ثمود سے گزرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں، ابو مسلم خولانی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بھی انہی کی مثل ہو، اللہ کا خلیفہ اللہ کے نزدیک ناقۃ اللہ سے زیادہ مکرم و باعظمت ہے۔ ابن علیہ یونس بن عبید سے اور وہ حسن سے نقل کرتے ہیں کہ اگر عثمان کا قتل ہدایت ہوتا تو امت اس سے دودھ دوہتی لیکن یہ ضلالت و گمراہی تھی اس لیے امت نے اس سے خون دوہا۔ ابو جعفر باقر نے فرمایا کہ حضرت عثمان کا قتل ناحق طور پر ہوا تھا۔

آپ کی شہادت پر کہے جانے والے بعض مراثی کا ذکر: ابو معشر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمان کے مراثی میں سے کعب بن مالک کے مرثیہ سے بہتر مرثیہ نہیں سنا، کعب نے کہا:

(۱)..... انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روکا پھر اپنے دروازہ کو بند کر لیا اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں ہے۔
(۲)..... آپ نے اہل خانہ کو حکم دیا کہ انہیں قتل نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو معاف فرمائے جس نے قتال نہیں کیا۔
(۳)..... اے جانب کیا تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح جنگ اور آپ کے بعد ان پر بغض و عداوت کو لا دیا۔
(۴)..... اور کیا تو نے دیکھا کہ آپ کے بعد بھلائی دوڑنے والے تیز شتر مرغ کی طرح پیٹھ پھیر کر نکل گئی۔

سیف بن عمر نے ان اشعار کو ابو المغیرہ اخنس بن شریق کی طرف منسوب کیا ہے اور بقول سیف بن عمر حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے تھے۔

(۱)..... تم نے اس مدنی بھائی کے بارے میں کیا ارادہ کیا؟ اللہ کے ہاتھ نے شگفتہ چہرے میں برکت ڈال دی ہے۔
(۲)..... تم نے اللہ کے دوست کو اس کے گھر کے وسط میں قتل کر ڈالا اور تم نے ایک ظالمانہ مقصد کو انجام دیا ہے۔
(۳)..... پھر تم نے آپس میں اللہ کے عہد کی پاسداری نہیں کی اور محمد ﷺ سے کیے ہوئے عہد کو بھی پورا نہیں کیا۔
(۴)..... کیا تم میں کوئی ہوشیار اور ہر موقع پر عہد کو پورا کرنے والا نہیں ہے؟
(۵)..... ان لوگوں کی قسمیں پوری نہ ہوں جنہوں نے عثمان جیسے ہدایت یافتہ، امت کے ہادی کے قتل پر باہم معاہدہ کیا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے۔

جسے بغیر آمیزش کے خالص موت پسند ہو جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہوتی تو وہ عثمان کے گھر کی ضیافت میں آئے۔ انہوں نے ایسے سفید بالوں والے کو ذبح کر دیا ہے جس پر سجدوں کا نشان تھا اور جو رات کو تسبیح اور قرآن کی تلاوت کر کے گزارتا تھا۔ صبر کرو، میری ماں اور جو اس نے جنا تم پر فدا ہو، کبھی کبھی ناپسندیدہ بات میں صبر فائدہ دیتا ہے۔ عنقریب تم ان کے گھروں میں اللہ اکبر اور اے عثمان کے انتقام کا نعرہ سنو گے۔ اور میں ان کے گھروں میں ایک امر پر راضی ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا اور کاش پرندے مجھے خبر دیتے کہ علی اور ابن عفان کا کیا حال ہے۔

وہ یہ اشعار بھی حسانؓ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

اگرچہ ابن اروی کا گھر اس سے خالی ہو گیا ہے ایک دروازہ ٹوٹا پڑا ہے اور دوسرا جلا ہوا ویران ہے۔ بے شک بھلائی کا طلبگار اپنی ضرورت کو پاتا ہے اور اس کی طرف صاحب شرافت و بزرگی اپنا ٹھکانا بناتا ہے۔

فرزدق نے یہ اشعار کہے:

جب اہل یثرب ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو خلافت ان سے کوچ کر گئی، جب خدا نے دیکھا کہ عثمان کی حرمت انہوں نے توڑی ہے، ظلم اور معصیت کے ساتھ اس کا خون بہانے والے، اللہ تعالیٰ اس خون کو بہانے والوں کو ہدایت نہ دے، وہ کیسا خون ہے جو انہوں نے بہایا ہے۔

راعی الابل بن حصین نمیری نے کہا:

شب وہ لوگ بلا اجازت متوکل وفادار کے پاس داخل ہوئے جو محمد ﷺ کے دوست اور سچے وزیر اور زمین پر چلنے والوں میں چوتھے بہترین شخص تھے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب: اگر کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ مدینہ میں کیسے شہید ہو گئے حالانکہ وہاں کبار صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی؟

اس کا جواب کئی وجوہ سے دیا جا سکتا ہے۔ اول: یہ کہ ان میں سے اکثر بلکہ تمام کو یہ گمان نہ تھا کہ نوبت ان کے قتل تک پہنچ جائے گی اس لئے کہ ان مفسدین کا مقصد آپ کو قتل کرنا نہ تھا بلکہ انہوں نے تین باتوں میں سے کسی ایک کا مطالبہ کیا تھا یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا مروان بن حکم کو ان کے سپرد کر دیں یا قتل کر دیں، امید یہ تھی کہ آپ مروان کو ان کے سپرد کر دیں گے اور کسی کو کیا خیال تھا کہ یہ مفسدین اس حد تک جرأت کر سکتے تھے جیسا کہ انہوں نے یہ برا کام کر گزرا۔

ثانی: یہ کہ صحابہ کرامؓ نے آپ کی بھرپور حفاظت کی تھی لیکن جب معاملہ نہایت سنگین اور سخت ہو گیا تو آپ نے لوگوں کو اپنے ہاتھ روک لینے اور اپنی تلواریں نیام میں کر لینے کا حکم دیا، انہوں نے ایسا ہی کیا، پس وہ مفسدین اپنے مقصد پر قادر ہو گئے لیکن ان کے بارے میں آپ کے قتل کا کسی کو یقین بھی نہ تھا۔

ثالث: یہ کہ ان مفسدین نے ایام حج میں اہل مدینہ کی غیر موجودگی کو غنیمت جانا اور ابھی تک اطراف و آفاق سے امدادی لشکر بھی نہ پہنچے تھے بلکہ جب لشکر قریب آ گئے تھے اس وقت موقع سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور اس امر عظیم کا ارتکاب کر ڈالا، اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔

رابع: یہ کہ یہ مفسدین تقریباً دو ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھے اور اہل مدینہ میں اتنے جنگجو نہ تھے کیونکہ لوگ سرحدوں اور مختلف شہروں کی حفاظت پر مصروف ہوا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ بہت سے صحابہ کرام اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے اور اپنے گھروں کو لازم پکڑا اور جب وہ مسجد میں آتے تھے تو تلوار لے کر آتے تھے اس طرح سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتا تو اسے اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ جاتا تھا

میں گھیراؤ کر لیا گیا تھا اور محصور تھے تو حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، جب صحابہ کرامؓ ان سے بچانے کی کوشش کرتے تو آپ کی ملاقات نہ ہونے دیتے تھے، البتہ چار صحابہ کرامؓ نے اپنے بیٹوں کو عثمان بن عفانؓ کے دفاع و حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا جب ملک کے اطراف سے امدادی لشکر حضرت کے لئے آئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ایک دن اچانک یہ لوگ مکان کے اندر گھس گئے اور دروازہ جلا دیا اور دیوار پھاند کے گھس گئے اور آپ کو قتل کر دیا۔

اور یہ جو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور آپ کے قتل پر راضی تھے بالکل درست نہیں، بلکہ ایک صحابی بھی آپ کے قتل پر راضی نہ تھا سب کے سب اسے ناپسند کرتے اور اس فعل سے نفرت کرتے تھے اور اس کے مرتکب کو برا کہتے تھے، البتہ بعض صحابہ یہ چاہتے رہے یا محمد بن ابی بکر اور عمرو بن حمق وغیرہ آپ کی خلافت سے دستبرداری چاہتے تھے۔

ابن عساکر نے محمد بن حنش یا جحش زوالی کے حالات میں بیان کیا ہے کہ محمد بن حنش ان لوگوں میں سے تھے جو عثمان بن عفان کے مکان میں بوقت شہادت موجود تھے، اور اسی طرح محمد بن عائذ اسماعیل بن عیاش سے اور وہ محمد بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عبد العزیز نے انہیں دوسرے مسلمانوں میں پایا اور عثمان بن عفان کے قتل کے متعلق پیغام کیا انھوں نے یہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصریوں کا وفد یعنی مصری وفد جب حضرت عثمان بن عفان کے پاس پہنچا تو آپ نے انہیں عطیات دیئے اور خوش کر دیا اور وہ واپس چلے گئے۔ پھر راستہ سے لوٹ کر مدینہ آ گئے اور جب آپ ظہر یا عصر کی نماز کے لئے نکلے تو اس وقت آپ کا سامنا کیا اور آپ کو کنکریاں ماریں، جس سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ پیدل حویلی کی طرف چلے، آپ کے ساتھ ابو ہریرہ، زبیر اور ان کے فرزند عبداللہ، طلحہ، مروان اور مغیرہ بن اخنس بھی دیگر لوگوں کے ہمراہ تھے اور مصری وفد نے آپ کے مکان کا گھیراؤ کر لیا، آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ امیر المومنین میں آپ کو تین میں سے ایک بات اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہوں یا تو آپ عمرہ کا احرام باندھ لیں اس صورت میں ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے یا ہم آپ کے ساتھ حضرت معاویہ کی طرف شام چلتے ہیں اور یا ہم باہر نکلتے ہیں اور جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر، حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ تم نے جو عمرہ کا احرام باندھنے کا ذکر کیا ہے کہ اس صورت میں ہمارے خون ان پر حرام ہو جائیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیں اب بھی حالت احرام میں بھی اور احرام کھلنے کے بعد بھی گمراہ سمجھتے ہیں اور شام چلا جانے والی بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں ان کے درمیان سے خوفزدہ ہو کر نکل جاؤں اور اہل شام مجھے اس حال میں دیکھیں اور رہی یہ بات کہ ہم نکل کر ان سے قتال کریں، قتال والی بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میری وجہ سے ایک قطرہ خون بھی نہ بہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر اس دن جمعہ کی نماز ہم نے آپ کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آج کی شب ابو بکر و عمر کو خواب میں دیکھا وہ دونوں مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ صبر کریں، کل آپ ہمارے ہاں روزہ افطار کریں گے ان شاء اللہ، پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ آج تم میں سے کوئی لڑائی میں شریک نہ ہو اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو میں قسم دیتا ہوں کہ وہ میرے گھر سے صحیح سلامت نکل جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہم نکل جائیں تو آپ کے بارے میں مطمئن نہیں رہ سکتے، آپ نے بھی اجازت دی کہ ہم آپ کے ساتھ حویلی کے ایک حصے میں رہیں اور آپ کا دفاع و تحفظ کریں، پھر آپ کے گھر سے مکان کا دروازہ کھولا گیا، آپ نے مصحف منگوایا اور اس کی تلاوت کے لئے جھک گئے، آپ کے پاس آپ کی دو ازواج: حضرت نائلہ بنت الفرافصہ اور ام البنین بنت عیینہ تھیں۔

سب سے پہلے مکان میں محمد بن ابی بکر داخل ہوا اور اس نے آپ کی داڑھی پکڑ لی، آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اسے چھوڑ دے بخدا اگر تمہارا باپ اس کے ساتھ ہوتا تو اسے بھی افسوس ہوتا، تو اسے شرم آئی اور وہ باہر نکل گیا، اور قوم سے کہنے لگا کہ میں نے تمہارے لئے تو پچھاڑ دیا ہے جو باقی ہے۔ پھر آپ کی داڑھی کو چھوڑ دیا، اس کے بعد رومان بن سودان داخل ہوا جو نیلی رنگت والا، پستہ قد اور قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا تھا اس کے پاس کوئی سلاخ تھی اور سامنے آیا اور کہا کہ اے نعثل تم کون سے دین پر ہو؟ حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ میں نعثل نہیں بلکہ عثمان بن عفان ہوں اور دین ابراہیم پر ہوں جو موحد اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور مشرکین

مل سے نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے اور تلوار سے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ماری اور شہید کر دیا۔ آپ پڑے، حضرت نائلہ نے آپ کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا۔ آپ ایک مضبوط اعصاب کی مالک اور جسیم خاتون تھیں۔ آپ نے اپنے آپ کو حضرت عثمان پر گرا دیا، تجیبی نے کمر پر بہت تیر نے خود کو گرا دیا۔ پھر ایک مصری تلوار سونتے ہوئے اندر داخل ہوا اور کہا بخدا قسم! میں ان کی ناک کاٹوں گا، آپ کی زوجہ نے اسے روکا تو ہاتھ اور انگلیاں پر غالب آ گئیں۔ اور یہ بدبخت نے پیچھے سے آپ کی چادر کھینچ دی تو آپ کی کمر دیکھی، جب کوئی رات عثمان بن عفان تک پہنچنے کا ارادہ کرتا تو حضرت نائلہ کہتی تھیں ادبار اور اقبال کے درمیان خوب فرق کر دیا اور اسے کچھ شرم کی وجہ سے حضرت نائلہ الفرافصہ کہتی تھیں۔ آپ نے حضرت عثمان کے بعد کسی تمام رشتوں کو ٹھکرا دیا۔ بارہ آدمی گھر سے دور کر دو، غلام ان کی طرف بڑھا اور قتل کر دیا، اہل خانہ ناچار دفاع کرتے ہوئے باہر نکلے مغیرہ بن اخنس شہید ہو گئے مروان زخمی ہو گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب شام ہوئی تو ہم نے آپس میں کہا کہ تم نے اپنے اس ساتھی (یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کو صبح تک یونہی چھوڑے رکھا تو وہ لوگ ان کا مثلہ کر دیں گے۔ پس ہم رات کی تاریکی میں آپ کو اٹھا کر بقیع غرقد کی طرف لے گئے۔ ایک بڑی جماعت ہمارے پیچھے پیچھے آئی، ہم اس سے ڈر گئے اور قریب تھا کہ آپ کو چھوڑ کر منتشر ہو جاتے، انہی میں سے کسی نے پکارا کہ ڈرو نہیں تم پر کوئی خوف نہیں، ہم صرف تمہارے ساتھ شریک ہونے کے لئے آئے ہیں۔ ابو حبیش کہتے تھے کہ وہ اللہ کے فرشتے تھے، پھر ہم نے آپ کو دفن کر دیا اور اسی رات شام کی طرف نکل کھڑے ہوئے، وادی القریٰ میں ہم نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ جو ان کے لشکر سے ملاقات کی، یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان کی مدد کے لئے آ رہے تھے، ہم نے انہیں آپ کی شہادت اور تدفین کی خبر دی۔

ابو عمر ابن عبد البر کہتے ہیں کہ انھوں نے عثمان بن عفان کو حش کوکب میں دفن کیا تھا اور اسی جگہ کو آپ نے قبل ازیں خود خرید کر بقیع میں شامل کیا تھا۔ بعض سلف نے آپ کے بارے میں کیا ہی اچھی بات کہی ہے کہ آپ نیکوں کے امیر اور بدوں کے مقتول تھے جس نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ خود بھی بے یار و مددگار رہا اور جس نے آپ کی مدد کی وہ منصور اور کامیاب رہا۔

دوسرے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی نے حضرت عثمان بن عفان کے حالات و فضائل میں ان تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے یا آپ کے قتل پر اتفاق کیا ہے انھوں نے درحقیقت ایسا کر کے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت میں جگہ دی ہے اور جن لوگوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ خود بھی بے یار و مددگار رہے اور ان کی زندگی مکدر ہو گئی اور آپ کے بعد خلافت آپ کے نائب حضرت معاویہ اور ان کی اولاد میں رہی پھر ان کے وزیر مروان اور اس کی آٹھ پشتوں میں جاری رہی، جنھوں نے آپ کی حیثیت کو آگے کیا گویا کہ وہ زندہ کر دیا اور سب نے قتل کے ساتھ ساتھ اسے مزید فضائل و کامیابیوں سے بھر دیا۔ آپ کے بیٹے تو تقریباً ایک ہزار مہینوں سے زائد تک حکومت کرتے رہے۔ پس یہ بات بہت ہی چشم دید غور کے لئے ہے۔

فضائل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... آپ کا نام و نسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور کنیت ابو عمرو، ابو عبداللہ ہے۔ آپ قریشی و اموی ہیں۔ آپ امیر المومنین، ذی النورین اور صاحب الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے یکے بعد دیگرے شوہر بنے۔ آپ کی والدہ کا نام ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب تھا جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

آپ ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور عمر بن خطاب کی قائم کردہ چھ آدمیوں کی شوریٰ کمیٹی سے ایک ہیں اور ان تین میں سے ایک ہیں جن کے لئے خلافت آخر میں متعین ہو گئی تھی۔ پھر انصار و مہاجرین صحابہ کرام کے اجماع سے آپ کے لئے متعین ہو گئی۔ آپ خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ میں سے تیسرے خلیفہ ہیں جن کی اقتدا و اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے، حافظ ابن عساکر نے آپ کے

سلام لانے کا نہایت عجیب قصہ نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ جو نہایت ہی حسین و جمیل تھیں کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا ہے تو آپ کو ان کے ساتھ اپنا نکاح نہ ہونے پر بڑا افسوس ہوا اور آپ نہایت غمگین حالت میں اپنے اہل خانہ کے پاس گئے، وہاں آپ کی خالہ سعدیٰ بنت کریز بھی تھیں جو کاہنہ تھیں، سعدیٰ نے آپ سے کہا کہ خوشخبری حاصل کرو اور میری طرف سے تین مرتبہ سلام قبول کرو پھر تین سلام پھر تین سلام قبول کرو پھر ایک سلام تاکہ دس پورے ہو جائیں تمہارے پاس خیر آ گئی، تمہیں شر سے بچا لیا جائے گا اور اللہ کی قسم تم کو نیک اور صاحب حسن لڑکی سے نکاح کر دیا گیا ہے تم خود کنوارے ہو اور کنواری ہی سے ملے ہو، تم نے اس لڑکی کو عظیم المرتبت پایا ہے اور میں نے ایک ایسے امر کی بنیاد رکھی ہے جو شہرت کو بلند کرے گا۔ عثمان کہتے ہیں کہ مجھے ان کی باتوں سے بڑا تعجب ہوا کہ وہ مجھے ایسی لڑکی کی بشارت دے رہی ہیں جس کا نکاح میرے غیر سے ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ اے خالہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ عثمان تیرے لئے جمال ہے اور زبان بھی، یہ نبی خوب ہے جس کے ساتھ برہان و دلیل ہے اسے بدلہ دینے والے نے حق دے کر بھیجا ہے اور ان کے پاس تنزیل و فرقان ہے لہٰذا تو ان کا اتباع کر اور دیکھنا بت تجھے ہلاک نہ کر دیں۔ میں نے کہا کہ آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں جن کا ہمارے شہر میں چرچا بھی نہیں ہوا، انھوں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ، اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب لائے ہیں اور اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں، پھر کہا کہ ان کا چراغ روشن ہے، ان کا دین فلاح ہے، ان کا حکم کامیاب ہے، ان کا مد مقابل شکست خوردہ ہے، وادیاں ان کی مطیع و فرمانبردار ہیں، اور شور و غل مچانا کچھ نفع نہیں دے گا اگرچہ ذبح ہو جائیں، تلواریں سونتی جائیں اور نیزے تان لیے جائیں۔

عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں فکر کی حالت میں چلا گیا اور ابوبکر سے ملاقات کی اور انھیں ان باتوں کی خبر دی، ابوبکر نے فرمایا اے عثمان تم پر رحمت ہو تم ایک دانشمند آدمی ہو، تم پر حق و باطل کا امتیاز مخفی نہیں ہے، یہ بت جن کی تمہاری قوم عبادت کرتی ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ پتھر سے بنے ہوئے بے جان و غیر ذی روح نہیں ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، میں نے کہا کیوں نہیں اللہ کی قسم بالکل ایسا ہی ہے۔ ابوبکر نے فرمایا اللہ کی قسم تمہاری خالہ نے تم سے بالکل سچ کہا ہے، یہ محمد بن عبداللہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا پیغام دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے، کیا تم ان کے پاس چلنے کے لئے تیار ہو؟ عثمان کہتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمان اللہ کی طرف سے حق کو قبول کرو، میں تمہاری طرف اور تمام مخلوق کی طرف اس کا رسول بن کر آیا ہوں۔ عثمان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم جب رسول اللہ ﷺ سے میں نے یہ سنا تو اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکا، اسلام قبول کر لیا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، پھر تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ پھر رقیہ بنت رسول اللہ سے نکاح ہو گیا۔

اور یہ کہا جاتا تھا کہ بہترین جوڑا جسے انسان نے دیکھا ہے وہ رقیہ اور ان کا خاوند عثمان ہے، اور سعدیٰ بنت کریز نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے:

میرے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عثمان کی ہدایت کی طرف رہنمائی کی اور سیدھا راستہ دکھایا ہے اور اللہ ہی حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

عثمان نے درست رائے کے ساتھ محمد ﷺ کی پیروی کی ہے اور وہ صاحب رائے آدمی ہیں جو حق سے نہیں رکے، حق کے ساتھ مبعوث پیغمبر نے اپنی بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا پھر وہ دونوں چودھویں کے چاند کی مانند تھے جو افق میں سورج کے ساتھ ملے ہوں۔ اے ہاشمیوں کے فرزند میری جان آپ پر فدا ہو، آپ اللہ کے امین ہیں جسے اس نے مخلوق کے لئے بھیجا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر اگلے دن ابوبکر عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابی الارقم کو لائے، ان سب نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کل اڑتیس آدمی جمع ہو گئے تھے، حضرت عثمان بن عفان نے اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں سے پھر مکہ واپس آ گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، جب غزوہ بدر ہوا تو آپ اس وقت اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری میں مصروف تھے اور اسی وجہ سے مدینہ میں رک گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا حصہ لگایا اور آپ اجر میں شریک رہے، پس آپ بھی حاضرین بدر میں شمار کئے گئے، جب آپ کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بہن ام کلثوم کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا وہ بھی آپ کی زوجیت میں فوت ہوئیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہمارے پاس کوئی اور بیٹی ہوتی تو ہم اس کا نکاح بھی عثمان کے ساتھ کر دیتے۔ آپ غزوۂ احد میں شریک رہے اور اس دن پشت پھیر کر بھاگنے والوں میں شامل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان

[illegible] کی تعریف [illegible] رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ [illegible] ان کی طرف سے بیعت [illegible] غزوہ بدر میں شریک نہ تھے اور [illegible] آپ [illegible] بیعت رضوان [illegible] کے وقت [illegible] روایت [illegible] آپ نے [illegible] ان کی طرف سے [illegible] بیعت کی ہے۔

[illegible] آپ نے ایک [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] کی وفات [illegible] ابوبکر صدیق [illegible] ابوبکر صدیق کی وفات [illegible] عمر بن خطاب [illegible] اور آپ [illegible] سب سے [illegible] عمر بن خطاب کے بعد آپ خلیفہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے آپ [illegible] بیعت [illegible] اسلامی [illegible] فتح [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کو اس سے جلدی [illegible]"

وہ اس طرح [illegible] رسول [illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ [illegible] حضرت عثمان بن عفان [illegible] ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان [illegible] آپ [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان کے [illegible] حضرت عثمان بن عفان [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عثمان کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں [illegible] دو قسمیں ہیں اول وہ احادیث جن میں عثمان بن عفان کی فضیلت [illegible] کے ساتھ ذکر ہوئی ہے اور دوم وہ احادیث جن میں [illegible] آپ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

فضائل عثمان پر مشتمل احادیث کی پہلی قسم: قسم اول میں سے وہ ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے [illegible] امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے مسدد نے ان سے یحییٰ بن سعید نے ان سے سعید نے ان سے قتادہ نے [illegible] بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان بھی تھے پہاڑ نے حرکت کی، آپ ﷺ نے فرمایا احد ٹھہر جا [illegible] میرا خیال ہے کہ آپ نے [illegible]

پاؤں مار کر یہ ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا کہ تیرے اوپر نہیں ہے مگر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید۔ بخاری اس روایت میں مسلم سے منفرد ہیں۔

اور امام ترمذی کہتے ہیں ہم سے قتیبہ نے ان سے عبدالعزیز بن محمد نے ان سے سہیل بن ابی صالح نے ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حرا پہاڑ پر تھے آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر تھے، پس چٹان نے حرکت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی یا ایک صدیق یا ایک شہید ہے۔ پھر امام ترمذی نے وفی الباب کے عنوان کے تحت فرمایا کہ عثمان، سعید بن زید، ابن عباس، سہل بن سعد، انس بن مالک، بریدہ سے بھی یہ روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اور حدیث صحیح روایت ہے۔

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ اس کو ابوالعباس نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حضرت عثمان سے یوم الدار والے خطبہ میں اسے نقل کیا ہے اور ہم نے خود ان کی شہادت کی تخریج کی ہے۔

ایک اور حدیث ...... ابوعثمان نہدی ابوموسیٰ اشعری سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک باغ میں تھا آپ ﷺ نے مجھے دروازے کی حفاظت پر مامور فرمایا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا ابوبکر، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عمر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عثمان آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اجازت دو اور جو مصیبت پہنچے گی اس پر انہیں جنت کی بشارت دو، پھر عثمان داخل ہوئے تو آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے اللھم صبرا (اے اللہ صبر) تو صبر کی توفیق عطا فرما، پھر ایک روایت میں اللہ المستعان (اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے)

امام بخاری حماد بن زید سے وہ عاصم الاحول اور علی بن حکم سے وہ دونوں ابوعثمان سے اور وہ ابوموسیٰ اشعری سے اسی کی مثل نقل کرتے ہیں لیکن اس روایت میں عاصم الاحول نے یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مکان میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، پھر جب عثمان داخل ہوئے تو آپ نے انہیں ڈھانپ لیا۔ یہ روایت صحیحین میں سعید بن مسیب سے بھی بحوالہ ابوموسیٰ اشعری منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کنویں کی منڈیر پر اس طرح پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ جب عثمان آئے تو آپ نے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ پائی۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تاویل کی کہ ان تینوں کی قبریں ایک جگہ اور عثمان کی قبر دوسری جگہ الگ منفک ہوئی۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ نے ان سے مروان نے ان سے محمد بن عمرو نے ان سے ابوسلمہ نے ان سے نافع بن عبدالحارث نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ آپ ﷺ ایک باغ میں داخل ہو گئے اور فرمایا کہ دروازہ پر کھڑے رہو پھر آپ ﷺ کنویں پر تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اپنی دونوں پنڈلیاں اندر کی طرف لٹکا لیں۔ پھر کسی نے دروازہ بجایا میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا ابوبکر، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابوبکر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پس ابوبکر داخل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں پنڈلیاں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر دروازہ بجا، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ عمر ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ بھی آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں پنڈلیاں لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر دروازہ بجا، میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عثمان۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ عثمان ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو اس مصیبت کے ساتھ جو انہیں پہنچے گی، میں نے انہیں اجازت دی اور جنت کی بشارت دی۔ وہ بھی آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر سے کنویں میں پنڈلیاں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اس روایت میں اسی طرح بیان ہوا ہے اور اسی کو ابوداؤد اور نسائی نے بھی ابوسلمہ کے طریق سے تخریج کی ہے۔ ممکن ہے کہ ابوموسیٰ اشعری اور نافع بن عبدالحارث دونوں ہی دروازے پر مقرر ہوں یا یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو۔

امام احمد عفان سے وہ وہیب سے وہ موسیٰ بن عقبہ سے وہ ابوسلمہ سے وہ نافع بن عبدالحارث سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر ابوبکر آئے اور اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عمر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، پھر عثمان آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دو اور

جنت کی بشارت اور ایک آزمائش کی جو ان کو پہنچے گی خبر دی۔ اسے شیخین نے صحیحین میں کئی طرق سے اور امام نسائی نے بیان کیا ہے اور اسی طرح [illegible] بن عبد اللہ بن ابی موسیٰ اشعری کے طریق سے نقل کیا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یزید نے ان سے عوام نے ان سے [illegible] نے ان سے نافع بن عبد الحارث نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ ابو بکر آئے اور اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ پھر عمر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ پھر عثمان آئے اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو اور [illegible] عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ [illegible] آپ ﷺ نے فرمایا کہ [illegible] اسی روایت میں ابو داؤد [illegible] نے بھی اسی [illegible] کتاب [illegible] نقل کیا ہے۔

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے یعقوب نے ان سے ان کے باپ نے ان سے صالح نے ان سے ابن شہاب نے ان سے یحییٰ بن سعید بن العاص نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عثمان بن عفان دونوں نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بستر پر عائشہ صدیقہ کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے کہ ابو بکر آئے اور آپ سے اجازت طلب کی آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور آپ اسی حالت میں لیٹے رہے ابو بکر نے اپنی ضرورت کی بات پوری کی اور چلے گئے پھر عمر آئے اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور اسی حالت میں لیٹے رہے پھر عمر نے اپنی ضرورت کی گفتگو کی اور چلے گئے عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور عائشہ صدیقہ سے فرمایا اپنے کپڑے درست کر لو پھر میں نے اپنی ضرورت کی گفتگو کی اور چلا گیا عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے ابو بکر و عمر کے لیے ایسا اہتمام کیا ہو جیسا عثمان کے لیے اہتمام کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان بہت حیادار آدمی ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اسی حالت میں انہیں اجازت دی تو وہ اپنی ضرورت کی بات مجھ سے نہ کر سکیں گے۔

اور لیث کہتے ہیں کہ ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ صدیقہ سے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟ امام مسلم نے اسے محمد بن ابی حرملہ عن عطاء و سلیمان ابنی یسار و ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن کی طرق سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اور ابو یعلیٰ الموصلی نے [illegible] عائشہ صدیقہ [illegible] کے طریق سے نقل کیا ہے اور ابن عساکر نے [illegible] طرق سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے مروان نے ان سے عبید اللہ بن سیار نے ان سے عائشہ بنت طلحہ نے اور ان سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی ران سے کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں ابو بکر آئے اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور آپ اسی حالت پر بیٹھے رہے پھر عمر آئے آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دی اور اسی حالت پر بیٹھے رہے پھر عثمان آئے اور اجازت طلب کی تو آپ نے اپنا کپڑا ران پر ڈال لیا۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر و عمر نے آپ سے اجازت طلب کی آپ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور آپ اسی حالت پر بیٹھے رہے لیکن جب عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ نے اپنا کپڑا ران پر ڈال لیا آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا ہم اس شخص سے حیا نہ کریں؟ اللہ کی قسم ان سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟

اس حدیث کو حسن بن عرفہ نے روح بن عبادہ سے انھوں نے ابن جریج سے انھوں نے ابو عبد اللہ [illegible] سعید سے انھوں نے عبید اللہ بن ابی [illegible] سے اور انھوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

اور حافظ ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو کریب نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے نضر بن عبد الرحمٰن ابو عمر الخزاز نے ان سے عکرمہ نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہم اس شخص سے حیا نہ کریں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟ اور وہ عثمان

[illegible]

[illegible]

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں [illegible]

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں [illegible]

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں [illegible]

ابو بکر نے ابو اسامہ سے ابن عمر نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے وقت طلوع شمس کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے فجر سے پہلے دیکھا گویا کہ مجھے مقالید اور موازین دیے گئے ہیں (مقالید سے مراد چابیاں اور موازین سے مراد ترازو ہیں) پھر ترازو کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھ کر وزن کیا گیا تو میں بھاری رہا، پھر ابوبکر کو لایا گیا اور ان کا میری امت سے وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھی بھاری رہا، پھر عمر کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھی بھاری رہا، پھر عثمان کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھی بھاری رہا، پھر ترازو اٹھا لیا گیا۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔

طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے [illegible] نے ان سے عمرو بن واقد نے ان سے یونس بن میسرہ نے ان سے ابو ادریس خولانی نے ان سے معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں اور میری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو میں ان کے برابر رہا، پھر ابوبکر کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکر امت کے برابر رہے، پھر عمر کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عمر امت کے برابر رہے، پھر عثمان کو ایک پلڑے میں اور امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عثمان بھی امت کے برابر رہے۔

ایک اور حدیث: ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مطیع نے ان سے ہشیم نے ان سے عوام نے بیان کیا، وہ ایک دوسرے آدمی سے، وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو آپ ایک پتھر لے کر آئے اور اسے نصب کر دیا، پھر ابوبکر ایک پتھر لائے اور اسے نصب کر دیا، پھر عمر ایک پتھر لائے اور اسے نصب کر دیا، پھر عثمان ایک پتھر لائے اور انہوں نے بھی اسے نصب کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بعد امر خلافت ہے۔ یہ حدیث نبی کریم رسول اللہ ﷺ تک مرفوع ہے۔ یہ حدیث مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔ [illegible] ابی زرعہ کی سند سے [illegible] رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی، پھر ابوبکر کے ہاتھ میں، پھر عمر کے ہاتھ میں، پھر عثمان کے ہاتھ میں اسی طرح تسبیح پڑھی [illegible] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت کی ترتیب ہے [illegible] حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس برس تک خلافت ہوگی اور پھر بادشاہت قائم ہوگی [illegible] یہ خلافت ختم ہوتے ہی حضرت عثمان بن عفان کی [illegible] خلافت [illegible] جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے خبر دی ہے۔

ایک اور حدیث: رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو جنت کی بشارت دی [illegible] جن میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ایک عثمان بن عفان بھی ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

ایک اور حدیث: امام بخاری لکھتے ہیں کہ ہم سے محمد بن حاتم بن بزیع نے ان سے شاذان نے ان سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون نے ان سے عبیداللہ نے ان سے نافع نے ان سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر عمر کے، پھر عثمان کے، ان کے بعد ہم اصحاب نبی ﷺ کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں باہم فضیلت نہیں دیتے تھے۔ اس حدیث کو بیان کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اسے محمد بن ابی بکر [illegible] بن مقدم نے بھی [illegible] سعید سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے اسی طرح ابو یعلیٰ نے بھی [illegible] انہوں نے [illegible] سے، انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابو معاویہ نے ان سے [illegible] نے ان سے [illegible] نے ان سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ کے اصحاب میں ابوبکر، عمر اور عثمان کو سب سے زیادہ مرتبہ والا [illegible] کرتے تھے۔

ایک اور حدیث...... حافظ ابو بکر بزار کہتے ہیں کہ ہم سے عمرو بن علی و عقبہ بن مکرم نے انہوں نے ابو عاصم سے ان سے عمر بن محمد نے ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے ابو بکر، عمر، عثمان یعنی ان کے پاس کے بعد دیگرے خلافت ہوگی۔ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ شیخین البتہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث کہ "ہم کہتے تھے ابو بکر، عمر، عثمان اور ان کے بعد خاموش ہو جاتے تھے" ابن عمر سے متعدد طرق سے ثابت ہے۔ اس حدیث کی سند میں عمر بن محمد بن زید الحدیث نہیں ہیں۔ یہی طرح ظاہر ہوا کہ جب یہ سالم کے علاوہ سے نقل کرتے ہیں تو پھر کوئی نہیں کہتے۔ اور یہ بات محدثین نے کہی۔ زہری بن سالم ان ایک سند میں ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عساکر نے ان کے ابن عمر سے تمام طرق جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور خوب فائدہ پہنچایا ہے اور ایک حدیث جسے حمیری نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سعید بن عبد ربا ... نے ان سے علی بن جمیل الرقی نے ان سے جریر نے ان سے لیث نے ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے یا فرمایا کہ جنت میں جو بھی درخت ہے (علی بن جمیل کو اس میں شک ہے) اس کے ہر پتے پر یہ لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابو بکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذو النورین۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں ایسے رواۃ ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے جبکہ یہ نکارت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

فضائل عثمان پر مشتمل احادیث کی قسم ثانی...... امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے عثمان بن موہب نے بیان کیا کہ اہل مصر میں کوئی آدمی حج کے لئے آیا اس نے ایک جماعت کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ قریش، اس نے پوچھا کہ ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر۔ اس نے کہا کہ اے ابن عمر! میں آپ سے کچھ پوچھوں گا کیا آپ اس کا جواب دیں گے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان بن عفان غزوہ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ ابن عمر نے کہا: ہاں ایسا ہی تھا۔ اس نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر سے بھی غائب تھے اس میں حاضر نہیں تھے؟ ابن عمر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غائب تھے اس میں حاضر نہیں تھے؟ ابن عمر نے کہا کہ ہاں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اکبر۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ادھر آؤ میں تمہارے سامنے وضاحت کروں۔ رہا عثمان کا غزوہ احد میں فرار تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور ان کی مغفرت فرما دی۔ اور ان کا غزوہ بدر میں حاضر نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی آپ کی زوجیت میں تھیں اور وہ اس موقع پر بیمار تھیں تو آپ ان کی تیمارداری میں مشغول رہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے عثمان سے فرمایا کہ تمہارے لئے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے کی طرح حصہ اور اجر ہے۔ اور رہا ان کا بیعت رضوان میں غیر حاضر ہونا تو اگر مکہ والوں کی نظر میں عثمان سے زیادہ کوئی معزز و مکرم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ آپ کی جگہ اسے بھیج دیتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو مکہ کی طرف بھیجا تھا اور جب عثمان کے جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پھر اسے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس کے بعد ابن عمر نے فرمایا اب ان باتوں کو اپنے ساتھ لے کر چلے جاؤ۔ امام بخاری بغیر امام مسلم کے اس روایت میں منفرد ہیں۔

ایک اور حدیث...... امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے ان سے زائدہ نے ان سے عاصم نے ان سے شقیق نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے ولید بن عقبہ سے ملاقات کی ولید نے کہا کہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو امیر المومنین عثمان بن عفان پر خفا دیکھتا ہوں؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا انہیں یعنی عثمان کو یہ بات پہنچا دو کہ میں یوم حنین میں فرار نہیں ہوا (عاصم نے یوم حنین کے بجائے یوم احد کا ذکر کیا ہے) اور نہ غزوہ بدر میں پیچھے رہا اور نہ عمر بن خطاب کے طریقہ کو چھوڑا۔ راوی کہتے ہیں کہ ولید بن عقبہ گئے اور عثمان بن عفان کو اس کی خبر دی۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن کا یہ کہنا کہ میں غزوہ حنین میں فرار نہیں ہوا، لیکن اس عار کا وہ مجھ پر کیسے عیب لگا سکتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ معاف فرما دیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم

"بے شک تم میں سے وہ لوگ جو پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے اس دن جس دن دو لشکر آمنے سامنے ہوئے انہیں ان کے عمل کی

تیمیات سے ان کے نفس [illegible] پہلے [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف فرما دیا ہے ''

اور [illegible] حضرت عثمان [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] [illegible] رسول اللہ ﷺ نے [illegible] [illegible] ۔ [illegible]

ایک اور حدیث امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے [illegible] ان سے [illegible] نے [illegible] عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے بیان کیا کہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث [illegible] نے مجھ سے کہا کہ تمہیں اپنے ماموں ولید کے بارے میں حضرت عثمان سے بات کرنے میں کیا چیز مانع ہے [illegible] حضرت عثمان نماز کے لیے نکلے تو میں نے ان کا قصد کیا اور کہا مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے [illegible] حضرت عثمان نے کہا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ نے [illegible] ۔ [illegible] حضرت عثمان [illegible] [illegible] ۔ [illegible] ہے

حضرت عثمان نے [illegible] اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے [illegible] ۔ [illegible] کے رسول کی دعوت [illegible] ہجرتیں [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] اور آپ کی بیعت کی [illegible] اللہ نے آپ کو وفات دی [illegible] [illegible] ۔ [illegible] [illegible] [illegible] حضرت علی [illegible] ولید کو [illegible] کوڑے لگائے ۔

ایک اور حدیث امام [illegible] [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] عثمان بن عفان کی طرف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۔

[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] قیس بن ابی حازم [illegible]

ہے۔ ابو یعلیٰ نے عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس میں اس عہد پر قائم ہوں اسے فرج بن فضالہ نے بھی محمد بن الولید زبیدی عن الزہری عن عروہ عن عائشہ کی سند سے ذکر کیا ہے امام دارقطنی کہتے ہیں کہ فرج بن فضالہ اس میں متفرد ہیں اور ابو مروان محمد نے عثمان بن خالد عثمانی عن ابیہ عن عبدالرحمن بن ابی الزناد عن ابیہ عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ صدیقہ کی سند سے نقل کیا ہے اور ابن عساکر نے مطلب بن عمر عن حمد بن حسن عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ صدیقہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اور ابو اسامہ نے جریری سے اور انہوں نے ابو نضرہ عبدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا...... پھر آگے وہ حدیث ذکر کی جس میں فرج بن فضالہ متفرد ہیں اور حصین نے بھی ابو بہم سے اور انہوں نے عائشہ صدیقہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابو یحییٰ محمد بن کناسہ اسدی نے ان سے اسحاق بن سعید نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بار سنا ہے کہ عثمان بن عفان ایک مرتبہ آپ کے پاس دوپہر کی گرمی میں آئے، مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید عورتوں کے معاملے میں گفتگو کریں گے اس لئے مجھے غیرت نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ میں ان کی طرف کان لگاؤں اور متوجہ رہوں۔ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ عثمان سے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیص پہنائے گا۔ میری امت والے اسے اتارنے کا ارادہ کریں گے لیکن آپ اسے ہرگز نہ اتارنا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں پھر جب میں نے دیکھا کہ عثمان لوگوں کا قصد خلافت چھوڑنے کے بارہ میں مطالبہ پورا نہیں کر رہے ہیں تو میں نے جان لیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے کئے ہوئے عہد کو نبھا رہے ہیں۔

ایک اور حدیث ۔۔۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے مطلب بن شعیب ازدی نے ان سے عبداللہ بن صالح نے ان سے لیث نے ان سے خالد بن یزید نے ان سے سعید بن ابی ہلال نے ان سے ربیعہ بن سیف نے بیان کیا کہ ہم شفی ماکی کے پاس تھے کہ ہم سے عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عثمان بن عفان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عثمان یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا اور لوگ تم سے اس کے اتارنے کا ارادہ کریں گے پس تم اسے ہرگز نہ اتارنا اللہ کی قسم اگر تم نے اسے اتار دیا تو جنت نہیں دیکھو گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ اسے ابو یعلیٰ نے بھی عبداللہ بن عمر سے ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے لیکن اس کے متن میں غرابت پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور حدیث ۔۔۔۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالصمد نے ان سے فاطمہ بنت عبدالرحمن نے اور ان سے ان کی والدہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے چچا نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور یہ کہا کہ تم ان سے عرض کرنا کہ آپ کا ایک بیٹا سلام کہتا ہے اور عثمان بن عفان کے بارے میں یہ پوچھنا چاہتا ہے اس لئے کہ لوگ انہیں برا بھلا کہتے ہیں میں نے جب عائشہ صدیقہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جو عثمان پر لعن طعن کرے، اللہ کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی پشت کے ساتھ مجھ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور جبرئیل امین آپ کی طرف قرآن کی وحی فرما رہے تھے اور آپ ﷺ عثمان سے فرما رہے تھے کہ عثیم لکھو یا اصل میں منادی مرفوع تھا عثیم پھر بطور شفقت و محبت سے حالت تصغیر میں بلایا گویا کہ اس طرح یہ عثیم بن گیا جیسے کہ قرآن کریم میں لقمان علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو یا بنی کے ساتھ تھا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مقام و مرتبہ اسی شخص کو عطا فرماتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک قابل عزت ہو۔

امام احمد نے اسے یونس سے انہوں نے عمر بن ابراہیم یشکری سے انہوں نے اپنی والدہ سے اور ان کی والدہ نے اپنی والدہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کعبہ کے پاس عثمان کے بارے میں سوال کیا تو پھر آگے اسی کی مثل روایت نقل کی۔

ایک اور حدیث ۔۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ہم سے عمر بن خطاب نے ان سے ابو المغیرہ نے ان سے صفوان بن عمرو نے ان سے ماعز تمیمی نے اور ان سے حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا تو ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ ﷺ نے

فرمایا نہیں، پھر عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر عثمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں اس کو پاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہوں گے۔ اس حدیث کو ہم غریب کی سند سے جانتے ہیں۔

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسود بن عامر نے ان سے سنان بن ہارون نے ان سے کلیب بن وائل نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس میں یہ سر ڈھانپا ہوا شخص مظلومانہ طور پر قتل ہوگا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے۔ اسے ترمذی نے بھی ابراہیم بن سعید سے بیان کیا ہے اور انہوں نے شاذان سے نقل کیا ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔

ایک اور حدیث: امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عفان نے ان سے وہیب نے ان سے موسیٰ بن عقبہ نے ان سے ان کے دادا ابو حبیبہ نے بیان کیا کہ میں مکان میں داخل ہوا اور عثمان بن عفان اس وقت اس میں محصور تھے، میں نے سنا کہ ابو ہریرہ آپ سے کلام کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے تو آپ نے اجازت دی۔ پس ابو ہریرہ کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف سے دوچار ہو گے یا فرمایا کہ اختلاف و فتنہ سے دوچار ہو گے۔ لوگوں میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس وقت کس کے ساتھ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت امین اور اس کے اصحاب کو لازم پکڑو اور آپ ﷺ اس سے عثمان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں، اس کی سند جید حسن ہے مگر کسی نے اس طریق سے اس کی تخریج نہیں کی۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے ابو اسامہ نے ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے کہمس بن حسن نے ان سے عبداللہ بن شقیق نے بیان کیا کہ مجھ سے ہرمی بن الحارث اور اسامہ بن خریم نے (یہ دونوں جہاد پر جایا کرتے تھے) ابو مرہ بہزی کی ایک حدیث بیان کی لیکن ان دونوں میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھی کے بارے میں یہ علم نہ تھا کہ وہ مجھ سے یہ حدیث روایت کرتا ہے، مرہ بہزی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس فتنہ میں کیا کرو گے جو زمین کے اطراف میں اس طرح نکلے گا جیسے گائے کے سینگ ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس موقع پر کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا، یا فرمایا کہ تم اس کی اور اس کے ساتھیوں کی اتباع کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جلدی سے چلا حتیٰ کہ آگے بڑھ گیا اور اس شخص کو پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ کیا یہ ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہی ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔

ایک اور حدیث: امام ترمذی اپنی جامع میں کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن بشار نے ان سے عبدالوہاب ثقفی نے ان سے ایوب نے ان سے ابو قلابہ نے بیان کیا ہے ابو الاشعث صنعانی نے بیان کیا کہ شام میں چند خطباء نے تقریریں کیں ان میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی تھے جن کا نام مرہ بن کعب تھا، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہوتی تو میں یہ بات نہ کہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند فتنوں کا ذکر فرمایا اور انہیں بالکل قریب بتایا، اتنے میں ایک آدمی چادر میں لپٹا ہوا پاس سے گزرا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس دن ہدایت پر ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے، میں نے ان کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کر کے پوچھا کیا یہ شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں ابن عمر، عبداللہ بن حوالہ اور کعب بن عجرہ سے بھی روایت مروی ہے، میں کہتا ہوں کہ اسے امام احمد نے بھی [illegible] معاویہ بن صالح کی سند سے، انہوں نے سلیم بن عامر سے، انہوں نے جبیر بن نفیر سے، انہوں نے مرہ بن کعب بہزی کی سند سے بیان کیا ہے۔ پھر امام احمد نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی سند سے معاویہ بن صالح سے، انہوں نے سلیم بن عامر سے، انہوں نے جبیر بن نفیر سے، انہوں نے کعب بن مرہ بہزی (یا مرہ بن کعب بہزی ہے) کی سند سے بیان کیا ہے۔ امام احمد [illegible] نے ان سے عبداللہ بن سفیان نے ان سے [illegible] بن شقیق سے اور ان سے عبداللہ بن حوالہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب تم زمین کے اطراف میں ایسے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بیعت کرے گا۔ پھر عثمان بن عفان نے کہا کہ میں ہوں وہ شخص، پس تذکرہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے کیا گیا تھا، ایک آدمی نے قتل کیا تھا اور میرے بعد ایک مجمع جمع ہوئے گا یہ بات آپ۔ عبداللہ بن مسعود کی شہادت سے تقریباً پانچ سال پہلے فرمائی تھی اس لئے کہ ابن مسعود کی وفات آپ سے تقریباً ڈھائی برس پہلے ہوئی تھی۔

ایک اور حدیث۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر القواریری نے ان سے قاسم بن حکم بن اوس الانصاری نے ان سے ابو عبادہ الزرقی الانصاری نے (جو کہ اہل مدینہ میں سے ہیں) اور ان سے زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب عثمان بن عفان کا محاصرہ کیا گیا تو میں اس وقت وہاں موجود تھا اسی وقت اگر کوئی پتھر پھینکا جاتا تو وہ کسی نہ کسی کے سر پر ہی پڑتا تھا۔ میں نے عثمان بن عفان کو اس کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا جو مقام جبرئیل کے پاس ہے آپ نے فرمایا: اے لوگو! کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ لوگ تو خاموش رہے آپ نے پھر فرمایا اے لوگو کیا تمہارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا کیا اے لوگو تمہارے اندر طلحہ موجود ہیں؟ تو طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے۔ عثمان بن عفان نے فرمایا کیا میں آپ کو یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ میرا آپ کے متعلق یہ گمان نہ تھا کہ آپ اس جماعت میں شامل ہوں گے جو تین مرتبہ میری پکار سن کر بھی جواب نہ دے۔ اے طلحہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کو وہ وقت یاد ہے جب میں اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں فلاں جگہ پر تھے اور اس وقت میرے اور آپ کے علاوہ صحابہ رسول ﷺ میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ طلحہ نے کہا ہاں وہ وقت مجھے یاد ہے۔ عثمان بن عفان نے فرمایا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا اے طلحہ ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کے صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا اور عثمان بن عفان جنت میں میرے رفیق ہوں گے، طلحہ نے کہا کہ یقیناً یہی فرمایا تھا۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔

ایک اور حدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو ہشام رفاعی نے ان سے یحییٰ بن یمان نے ان سے شیخ از بنی زہرہ نے ان سے حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب نے ان سے طلحہ بن عبیداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہوگا۔ پھر امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی سند قوی نہیں ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔ اسے ابو مروان عثمان بن محمد اپنے والد سے وہ ابو زناد سے وہ اپنے والد سے وہ اعرج سے اور وہ ابو ہریرہ سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے فضل بن ابی طالب البغدادی و دیگر حضرات نے ان سے عثمان بن زفر نے ان سے محمد بن زیاد نے ان سے محمد بن عجلان نے ان سے ابو الزبیر نے ان سے حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں لیکن آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس سے پہلے کسی کی بھی نماز جنازہ ترک کرتے ہوئے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا تو اللہ عزوجل بھی اس سے بغض رکھتا ہے۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور محمد بن زیاد نہایت ضعیف راوی ہیں اور محمد بن زیاد جو کہ ابو ہریرہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بصرہ کے رہنے والے ثقہ ہیں، ان کی کنیت ابو الحارث ہے اور محمد بن زیاد جو کہ ابو امامہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ شام کے رہنے والے ثقہ ہیں، ان کی کنیت ابو سفیان ہے۔

ایک اور حدیث۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے ان سے عثمان بن ابی عثمان بن خالد نے ان سے عبدالرحمن بن ابی الزناد نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمن الاعرج نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان کے ساتھ مسجد کے دروازے پر ملاقات کی اور فرمایا کہ اے عثمان یہ جبرئیل ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح رقیہ کے مہر مثل پر ام کلثوم سے اس کی مصاحبت پر کر دیا ہے۔ یہ حدیث ابن عباس، عائشہ صدیقہ، ابن عمر اور عمارہ بن روبیہ سے بھی منقول ہے لیکن یہ سب انتہائی غریب اور منکر ہیں اور یہ روایت اپنے تمام طرق سے انتہائی غریب و منکر ہے۔ اور علی بن ابی طالب سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل

چالیس بچیاں ہوتیں تو میں ان کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان کے ساتھ کر دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

محمد بن سعید اموی کا بیان ہے کہ مجھ سے یونس بن ابی اسحاق نے ان سے ان کے والد نے ان سے مہلب بن ابی صفرہ نے بیان کیا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ لوگ عثمان کی علی الاعلان فوقیت کیوں بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اس لئے کہ اولین و آخرین میں سے ان کے سوا کسی نے بھی نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح نہیں کیا اسے ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔

اسمٰعیل بن عبدالملک عبداللہ بن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان کے علاوہ کسی کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کو اس قدر بلند ہاتھ کر کے دعا کرتے نہیں دیکھا کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آتی ہو اور مسعر عطیہ سے اور وہ ابو سعید سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شروع رات سے طلوع فجر تک ہاتھ اٹھائے عثمان کے لئے دعا مانگتے دیکھا ہے آپ ﷺ یہ کہہ رہے تھے اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں آپ بھی راضی ہو جائیے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ عثمان سے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے پوشیدہ و ظاہر اور جو ہو چکے ہیں اور جو قیامت تک ہوں گے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اسے حسن بن عرفہ نے محمد بن قاسم اسدی سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے حسان بن عطیہ اور انھوں نے نبی ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور ابن عدی ابو بلال سے اور وہ حذیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ کے موقع پر عثمان بن عفان کے پاس تعاون کے لئے پیغام بھیجا تو عثمان بن عفان نے دس ہزار دینار خدمت میں پیش کئے تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے سامنے رکھ لیا اور اپنا ہاتھ مبارک الٹتے پلٹتے ہوئے دعا دیتے تھے عثمان! خدا تعالیٰ نے تیرے پوشیدہ و ظاہر اور جو تو نے کئے ہیں اور جو قیامت تک تجھ سے صادر ہوں سب معاف فرما دیئے ہیں، اے عثمان اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو تیرے کسی عمل کی پرواہ نہیں۔

ایک اور حدیث لیث بن ابی سلیم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوہ عثمان بن عفان نے تیار کیا تھا۔ آپ نے شہد اور میدہ کو ملا کر حلوہ تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجا لیکن آپ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے، جب تشریف لائے تو اہل خانہ نے وہ حلوہ آپ کے سامنے رکھا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کس نے بھیجا ہے؟ اہل خانہ نے کہا کہ عثمان نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیجا ہے تو پھر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ عثمان تیری رضامندی کا خواہاں ہے پس تو اس سے راضی ہو جا۔

ایک اور حدیث..... ابن عدی عثمان بن فرقد سے وہ محمد بن زید سے وہ سعید بن حسان سے وہ عطاء خراسانی سے اور وہ حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان سے مصافحہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے دوست ہو۔

ایک اور حدیث..... ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید نے جن دونوں سے جریری نے ان سے عبداللہ بن شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن حوالہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے شخص پر حملہ آور ہوتے ہو جو چادر اوڑھے ہوئے لوگوں سے بیعت لیتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ پر حملہ کیا تو ہم نے دیکھا کہ آپ چادر اوڑھے ہوئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔

آپ کے بعض حالات و واقعات جو آپ کی فضیلت پر دال ہیں..... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے میں سے سب سے بہتر کی بیعت کی اور ہم نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے اپنے میں سب سے بہتر کی بیعت کی اور انھوں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی۔ اصمعی ابو الزناد سے وہ اپنے والد سے وہ عمرو بن عثمان بن عفان سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

آمنت بالذی خلق فسوی

’’میں نے زمانہ پایا ایک بات پر جس نے بیٹا کہا اور ٹھیک طرح چلایا‘‘۔

اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عثمان بن عفان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

امن عثمان بالله العظيم

’’عثمان ایمان لایا اللہ پر جو عظمت والا ہے‘‘۔

ابوالقاسم بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل نے ان سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا کہ میں نے حسن سے سنا، فرماتے تھے کہ لوگ جن باتوں کے باعث حضرت عثمان پر عیب لگاتے ہیں وہ مجھے معلوم ہیں آپ کے زمانہ میں بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ لوگوں پر کوئی دن گزرے کہ اس میں وہ خیر و برکت تقسیم نہ کرتے ہوں انہیں کہا جاتا تھا کہ اے گروہ مسلمین! تم صبح کو اپنے عطایا اور وظائف کی طرف چلو پس لوگ انہیں وافر مقدار میں وصول کرتے تھے پھر کہا جاتا ہے کہ صبح کو اپنے رزق کی طرف چلو پس لوگ انہیں وافر مقدار میں پاتے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ گھی اور شہد کی طرف چلو، عطیات جاری تھے اور روزی گھوم رہی تھی، دشمن سے بچاؤ تھا۔ باہمی تعلقات اچھے تھے، خیر و بھلائی کثیر تھی، کوئی مومن دوسرے مومن سے خوفزدہ نہیں تھا جو اسے ملتا وہ اس کا بھائی ہوتا تھا اس کی الفت، محبت و الفت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انہیں نصیحت کرتا ہے کہ عنقریب خود غرضی اور فساد ظاہر ہوگا پس جب ایسا ہو تو صبر سے کام لینا۔ حسن کہتے ہیں کہ اگر لوگ صبر کرتے تو جس وقت کہ انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تھی تو ان پر عطا و رزق اور خیر و بھلائی کثیر ہو جاتی لیکن انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم صبر نہیں کریں گے۔ خدا کی قسم انہوں نے نہ چیز لوٹائی اور نہ سلامت رہے، اور دوسری بات یہ کہ اہل اسلام کے درمیان تلوار نیام میں تھی لیکن انہوں نے اسے آپس میں ایک دوسرے پر سونت لیا۔ خدا کی قسم یہ قیامت تک ان کے درمیان اسی طرح رہے گی۔ میں اسے قیامت تک لوگوں کے درمیان سونتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔

منصور راوی حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان سے سنا کہ وہ اپنے خطبہ میں کبوتروں کو ذبح کرنے اور کتوں کو مار دینے کا حکم دیتے تھے۔ سیف بن عمر نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے بعض نے کبوتر اڑانے اور غلیلیں چلانی شروع کیں۔ جب حضرت عثمان کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے بنی لیث کے ایک آدمی کو ان کی تلاش پر مقرر کیا جو کبوتروں کے پر کاٹ دیتا اور غلیلوں کو توڑ دیتا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے قبیصہ اور خالد بن مخلد نے ان سے محمد بن ہلال نے ان سے ان کی دادی نے بیان کیا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے گھر کے قاصد میں ان کے پاس آیا جایا کرتی تھیں۔ ایک دن انہیں گم پایا تو عثمان بن عفان نے ان کے بارے میں معلوم کیا آپ کو بتایا گیا کہ اس شب ان کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے وہ کہتی ہیں کہ آپ نے میری طرف پچاس درہم اور عمدہ کپڑا بھیجا اور فرمایا یہ تمہارے بیٹے کا وظیفہ اور کپڑا ہے۔ جب یہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس میں سو کا اضافہ کر دیں گے۔

زبیر بن بکار محمد بن سلام سے اور وہ ابن بکار سے نقل کرتے ہیں کہ سلیمان بن سعید بن ابی حثمہ قرشی نے کہا کہ میں دوپہر کے وقت مسجد میں گیا میرے ساتھ ایک پرندہ تھا۔ میں نے ... مسجد کے قریب ایک خوبصورت حسین و جمیل شیخ سر کے نیچے اینٹ یا چادر کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے تھے۔ میں کھڑا ہو کر انہیں دیکھنے لگا اور ان کی خوبصورتی سے تعجب کرنے لگا اتنے میں انہوں نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا کہ اے نوجوان تم کون ہو؟ میں نے انہیں اپنے بارے میں بتایا اور قریب ہی ایک نوجوان سویا ہوا تھا اس شیخ نے اسے آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا شیخ نے مجھے کہا کہ اسے بلا لاؤ میں اسے بلا لایا شیخ نے اسے کوئی چیز لانے کا حکم دیا اور مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ وہ نوجوان گیا اور اپنے ساتھ ایک حلہ اور ایک ہزار درہم لے کر آیا پھر شیخ نے میرے کپڑے اتروا کر وہ حلہ پہنا دیا اور ہزار درہم اس میں ڈال دیے میں اپنے والد کے پاس گیا اور ان کو ساری خبر دی میرے والد نے پوچھا کہ اے میرے بیٹے تیرے ساتھ یہ حسن سلوک کس نے کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مسجد میں ایک صاحب سو رہے تھے ان سے بڑھ کر صاحب جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا انہوں نے یہ حسن سلوک کیا ہے والد نے کہا اے میرے بیٹے وہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

عبدالرزاق ابن جریج سے وہ یحییٰ بن عبداللہ سے وہ ابوالعباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبدالرحمن بن عثمان تیمی سے سوال

کیا کہ کیا طلحہ بن عبیداللہ کی نماز عثمان بن عفان کی قرأت کے متعلق کچھ علم ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج شب ضرور حجر اسود یا مقام ابراہیم کے پاس رہوں گا۔ پس رات کو میں دوسروں پر غالب آ گیا۔ جب میں اٹھا تو دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے مجھے تنگ کر رہا ہے، میں نے دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے جو مجھے ہٹا رہے تھے، میں پیچھے ہوا تو آپ نے نماز پڑھی اور اس میں آپ پورا قرآن پڑھتے رہے یہاں تک کہ جب میں نے عرض کیا کہ اذان فجر قریب ہے تو آپ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کر لیا، اس کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی پھر تشریف لے گئے۔ یہ بات متعدد طرق سے ثابت ہے کہ عثمان بن عفان ایام حج میں حجر اسود کے پاس ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم پڑھتے تھے اور یہ آپ کی عادت تھی۔ اسی وجہ سے ہم نے ابن عمر سے باری تعالیٰ کے اس قول امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس کا مصداق عثمان بن عفان ہیں اور ابن عباس اللہ تعالیٰ کے اس قول ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق عثمان بن عفان ہیں اور حسان بن ثابت نے آپ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے جو لوگوں نے چاشت کے وقت سیاہ و سفید بالوں والے کو شہید کر دیا جو کثرت سجود کا آئینہ دار تھا اور تسبیح و قرآن پڑھتے رات گزار دیتا تھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسرائیل ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے حسن سے سنا کہ حضرت عثمان فرماتے تھے کہ اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو ہم اپنے رب کے کلام سے سیر نہ ہوتے اور میں اسے گوارا نہیں کرتا کہ کوئی دن مجھ پر ایسا گزرے جس میں میں مصحف کی زیارت کروں (یعنی تلاوت قرآن نہ کروں) اور شہادت تک آپ کا مصحف بکثرت پڑھنے کی وجہ سے کئی جگہ سے شکستہ ہو چکا تھا۔

انس اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان کی اہلیہ نے یوم شہادت میں کہا تھا کہ تم انہیں قتل کر دو یا چھوڑ دو اللہ کی قسم یہ ایک رکعت میں قرآن پڑھنے کے ساتھ شب کو زندہ رکھتے تھے اور کئی حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ رات کو جب بیدار ہوتے تو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو بھی وضو وغیرہ کی ضرورت کے لئے نہ جگاتے تھے البتہ اگر پہلے سے کوئی بیدار ہوتا یا وہ الگ بات ہے اور آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں جب باعزت آپ سے اظہار ناراضگی کیا جاتا اور کہا جاتا کہ کاش آپ کسی خادم کو جگا لیتے؟ تو آپ فرماتے کہ نہیں رات ان کے لئے ہی ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور جب آپ غسل فرماتے تو تہہ بند نہ اتارتے تھے حالانکہ آپ بند کمرے میں ہوتے تھے اور شدت حیا کی وجہ سے اپنی کمر کو زیادہ بلند کرتے تھے۔

آپ کے خطبات کے کچھ اقتباسات ...... واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیم بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ جب عثمان بن عفان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو آپ لوگوں کی طرف نکلے اور انہیں خطبہ دیا پس حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ہر سواری شروع شروع میں مشکل ہوتی ہے آج کے بعد بھی دن آئیں گے اگر میں زندہ رہا تو ٹھیک ٹھیک خطبات تمہارے پاس پہنچیں گے ہم خطیب نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور سکھا دے گا۔

ابو حسن کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو، بے شک تقویٰ کی بڑی غنیمت ہے اور لوگوں میں سب سے عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور اللہ کے نور میں سے کچھ حاصل کر لے تاکہ قبر کے اندھیروں میں روشنی ہو اور بندے کو چاہیے کہ وہ اس بات سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ اسے اندھا کر کے اٹھائے حالانکہ وہ آنکھوں والا تھا اور حکیم کو تھوڑے جامع کلمات کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے اور بہرا آدمی دور سے پکارتا ہے اور اس بات کو خوب جان لو کہ جس کا اللہ ہو جائے اسے کسی چیز کا خوف نہیں اور جس کے خلاف اللہ ہو جائے تو اب اس کے بعد وہ کس سے امید کرے گا؟

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا اے ابن آدم اس بات کو خوب جان لو کہ ملک الموت جسے تجھ پر مسلط کیا گیا ہے وہ مسلسل تیرے پیچھے لگا ہوا ہے، جب تک تو دنیا میں ہے وہ تیرے غیر کو چھوڑ کر تجھ پر لگا ہوا ہے گویا کہ تیرے غیر نے تجھ سے تجاوز کر لیا اب ملک الموت تیرا قصد کر رہا ہے پس تو اس سے اپنا بچاؤ کر اور اس کے لئے تیاری کر اور غفلت نہ کر اس لئے کہ وہ تجھ سے غافل نہیں ہے اور اے ابن آدم خوب جان لے اگر تو نے اپنے نفس کی طرف سے غفلت کی اور اسے موت کے لئے تیار نہ کیا تو کوئی اور اسے تیار نہ کرے گا۔ اللہ کی ملاقات

سے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اپنے نفس کی نگہداشت کرو اور اسے غیر کے حوالے نہ کرو۔

اور سیف بن عمر، بدر بن عثمان سے اور وہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے مجمع میں آخری خطبہ جو ارشاد فرمایا تھا اس میں فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لیے دی ہے تاکہ تم اس کے ذریعے آخرت طلب کرو، اس لیے نہیں دی کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ، بے شک دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے، فانی دنیا تمہیں تکبر میں مبتلا نہ کرے اور باقی رہنے والی چیز سے غافل نہ کرے، باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دو، بے شک دنیا ختم ہونے والی ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا ڈر اس کے عذاب سے ڈھال ہے اور اس کے پاس وسیلہ ہے اور غیر اللہ سے بچو، جماعت کو لازم پکڑو اور مختلف فرقوں اور جماعتوں میں نہ بٹ جاؤ۔

واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا

”اور تم یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی جس وقت کہ تم آپس میں دشمن تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔“

بعض متفرق واقعات: امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے ان سے محمد بن قیس اسدی نے ان سے موسیٰ بن طلحہ نے بیان کیا کہ میں نے عثمان بن عفان سے اس وقت سنا جب آپ منبر پر تھے اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا کہ آپ لوگوں سے ان کے حالات اور بھاؤ وغیرہ کے متعلق دریافت فرما رہے تھے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ان سے یونس بن عبید نے اور ان سے قریشیوں کے آزاد کردہ غلام عطاء بن فروخ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفان نے کسی آدمی سے کوئی زمین خریدی، اس آدمی نے آپ سے قیمت وصول کرنے میں دیر کر دی، جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں اپنی رقم کی وصولی سے کیا چیز مانع رہی؟ اس نے کہا کہ آپ نے بیع میں میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے، میں جس آدمی سے بھی ملتا ہوں وہ مجھے اس سودے میں ملامت کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہی چیز مانع رہی؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی زمین یا اس کی قیمت میں سے جو چاہو اختیار کر لو، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خریدنے اور بیچنے میں نرم خو اور قیمت ادا کرنے اور وصول کرنے میں نرمی برتنے والا ہو۔

ابن جریر نے روایت کی ہے کہ طلحہ بن عبیداللہ نے حضرت عثمان بن عفان سے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے ملاقات کی اور کہا کہ آپ کے پاس جو پچاس ہزار درہم میرے باقی تھے وہ تیار ہیں، آپ انہیں وصول کرنے کے لیے کسی آدمی کو بھیج دیجئے، عثمان بن عفان نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے وہ آپ کو ہبہ کر دیے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ابن عامر نے قطن بن عوف ہلالی کو کرمان کا عامل مقرر کیا، قطن چار ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر چلے، راستے میں ایک وادی بہہ رہی تھی جس کی وجہ سے راستہ مسدود ہو گیا اور مقصد فوت ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا، امیر لشکر قطن بن عوف ہلالی نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اس وادی کو پار کرے گا اس کے لیے ایک ہزار درہم ہیں، لوگ تیر کر پار کرنے پر تیار ہو گئے، جب بھی کوئی شخص پار ہوتا تو قطن بن عوف ہلالی اسے ہزار کا انعام دیتے۔ چار ہزار آدمی تھے، یہاں تک کہ سب لوگ پار ہو گئے اور قطن بن عوف نے چالیس لاکھ درہم انعام کے طور پر ان پر خرچ کیے، ابن عامر نے اس رقم کو آپ (یعنی عثمان بن عفان) کے حساب میں شمار کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کو لکھا تو آپ نے جواب میں لکھا کہ ان کو (یعنی میرے) حساب میں شمار کر لیجئے کیونکہ قطن بن عوف نے تو خدا کے راستے میں مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ پس اسی دن سے وادی کو اس طرح پار کرنے کی وجہ سے ان کا نام انعامات پڑ گیا۔

کہنے والے نے اسے ۔ ۔ عطیہ یا انعام کہا ہے۔

خراسان کے معرکوں کی بابت کے متعلق کلام دوسروں کی وجہ سے میرے علم میں ہے اور رسالہ میں ہے۔ انہوں نے حماسہ میں الحماسہ یہ کا طریقہ جاری کیا، میں دو یعنی کے دونوں میں ابھی جاری رہا کہ جو نہ ہونے سے پہلے ان کے معرکوں کی تعداد تھا دو سے متجاوز ہو گئی ہے۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ...... آپ کی حسنات عظیمہ اور مناقب کبیرہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے امت کو ایک قراءت پر جمع فرمایا

دو مصاحف کو مصاحف دے کے مطابق لکھوایا تھا یعنی اس قراءت کے مطابق جو رسول اللہ ﷺ کی آخری دو سالوں میں جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو سنائی تھی اس کا سبب یہ ہوا کہ حذیفہ بن یمان اس غزوہ میں شریک ہوا تھا اس غزوہ میں اہل شام بھی تھے جو مقداد بن اسود اور ابودرداء کی قراءت کے مطابق تلاوت کرتے تھے اور اہل عراق بھی شامل تھے جو عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری کی قراءت کے مطابق قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جو لوگ قرآن کریم کے سات حروف پر پڑھنے کے جواز کو نہیں جانتے تھے وہ اپنی اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت پر ترجیح و فضیلت دیتے تھے اور بعض اوقات دوسری قراءت کو غلط بلکہ پڑھنے والے کی تکفیر تک کرنے لگے جس کی وجہ سے لوگوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور بات گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔

یہ صورتحال دیکھ کر حذیفہ بن یمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اے امیرالمومنین اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ ان کی کتاب میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف پیدا کر لیا ہے اور قراءت کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کا جو مشاہدہ کیا تھا اس کا ذکر کیا چنانچہ اسی وقت حضرت عثمان بن عفان نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا اور مصحف کو حرف واحد پر لکھنا اور دیگر شہروں کے باشندگان کو اسی ایک پر جمع و متفق کرنا مناسب سمجھا اس میں رفع منازعت اور رفع اختلاف کی حکمت و مصلحت تھی۔ چنانچہ آپ نے وہ مصحف منگوایا جو ابوبکر صدیق کے حکم سے زید بن ثابت نے جمع کیا تھا اور ابوبکر صدیق کے زمانے میں انہی کے پاس رہا ان کی وفات کے بعد عمر بن خطاب کے پاس آیا اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ گیا تھا چنانچہ عثمان بن عفان نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ مصحف طلب کیا اور زید بن ثابت کو اسے مرتب کرنے لکھوانے اور سعید بن العاص اموی کو املا کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی عبداللہ بن زبیر اسدی اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی کو موجودگی میں کرنے کی ہدایت فرمائی اور حکم دیا کہ جب تم کسی آیت کی بابت اختلاف کرو تو اسے قریش کی لغت کے موافق لکھنا اسی طرح سات مصحف لکھوائے اور ایک شام دوسرا مصر تیسرا کوفہ چوتھا بصرہ پانچواں مکہ چھٹا یمن کی طرف بھیجا اور ساتواں مصحف المدینہ کے لئے رکھا اور ان مصاحف کو آئمہ مصاحف کہا جاتا ہے اور یہ سب کے سب یکساں ہیں سب کے سب عثمان بن عفان کا تحریر کردہ نہیں ہے بلکہ سب زید بن ثابت کے تحریر کردہ ہیں لیکن ان مصاحف کو عثمانیہ اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے حکم سے آپ کے زمانے میں اور آپ کے دور خلافت میں لکھے گئے تھے جیسا کہ جاتا ہے دینار ہرقلی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہرقل کے زمانہ بادشاہت میں بنایا گیا تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی سبرہ نے ان سے سہیل بن ابی صالح نے ان سے ان کے والد نے بحوالہ ابوہریرہ اور دیگر نے دوسری اسناد کے ساتھ بحوالہ ابوہریرہ بیان کیا کہ جب عثمان بن عفان نے (قدیم) مصاحف کو منسوخ کیا تو ابوہریرہ آپ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے ٹھیک اور درست کیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا نہ ہو گا اور جو کچھ ورق میں لکھا ہوا ہو گا اس کے مطابق عمل کریں گے میں نے عرض کیا کہ کونسا ورق؟ یہاں تک کہ میں نے ان مصاحف کو دیکھ لیا، عثمان بن عفان کو اس روایت سے بہت خوشی ہوئی اور آپ نے ابوہریرہ کے لئے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ہمارے نبی ﷺ کی حدیث ہمارے لئے محفوظ کر رکھیں گے (یعنی ہمیں ان کا مصداق بنا دیں گے)۔

پھر عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ مصاحف "جو لوگوں کے پاس تھے اور آپ کے لکھوائے ہوئے مصاحف کے خلاف تھے" کی طرف توجہ فرمائی اور انھیں اس مصلحت کے پیش نظر نذر آتش کر دیا کہ یہ لوگوں میں اختلاف کا سبب نہ بنے۔

ابوبکر بن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں لکھا ہے کہ ہم سے محمد بن بشار نے ان سے محمد بن جعفر اور عبدالرحمن نے ان دونوں سے شعبہ نے ان سے علقمہ بن مرثد نے ان سے ایک آدمی نے اور ان سے سوید بن غفلہ نے بیان کیا کہ جس وقت حضرت عثمان نے مصاحف کو نذر آتش کیا تو حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ اگر عثمان یہ کام نہ کرتے تو میں یہ کام کرتا۔

اور ابوداؤد طیالسی اور عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔ اور بیہقی وغیرہ نے محمد بن ابان جو کہ حسین کے ماموں ہیں کے

طریق سے علقمہ بن مرثد سے انھوں نے عیزار بن جرول سے اور انھوں نے سوید بن غفلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اے لوگو! تم عثمان کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے غلو سے بچو اللہ کی قسم انھوں نے اصحاب محمد ﷺ کی رائے اور مشورہ سے ہی مصاحف کا کام کیا ہے اگر ان جیسا امر میرے سپرد ہوا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا انھوں نے کیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب ان سے مصحف لے کر جلایا گیا تو انھوں نے منیٰ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ وہ زید بن ثابت کی نسبت مقدم الاسلام ہیں جنھوں نے مصاحف کی کتابت کی ہے اور ابن مسعود نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اپنے مصاحف چھپا لیں اور یہ آیت تلاوت کی ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ (اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اپنی خیانت کردہ چیز کو لے کر قیامت میں حاضر ہوگا) پھر حضرت عثمان بن عفان نے انھیں اتباع جماعت صحابہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ جس چیز پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اجتماعی اتفاق کیا ہے اس میں مصلحت اجتماع کلمت قراءت اور عدم اختلاف ہے اس پر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور جماعت صحابہ کی مخالفت ترک کر کے متابعت اختیار فرمائی۔

ابو معاویہ عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود مسجد منیٰ میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ امیر المومنین نے ظہر کی کتنی رکعتیں پڑھائی ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ چار رکعتیں تو آپ نے بھی چار رکعت پڑھیں لوگوں نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں دو رکعتیں پڑھی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور اب بھی بیان کرتا ہوں لیکن میں اختلاف پسند نہیں کرتا اور ایک بات اور ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا تو کاش ان چار میں سے دو مقبول رکعتیں میرے حصے میں آئیں اور اعمش معاویہ بن قرہ سے ان کے مشائخ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے منیٰ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھائیں جب عبداللہ بن مسعود کو اس کی خبر ملی تو آپ نے اس پر اعتراض کیا لیکن پھر اپنے اصحاب کو اپنی قیام گاہ میں عصر کی چار رکعتیں پڑھائیں آپ سے جب اس بارے میں عرض کیا گیا کہ آپ نے عثمان بن عفان پر اعتراض کیا اور خود چار رکعتیں پڑھائیں؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب میں فرمایا کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ اختلاف میں شر ہے۔

پس جب اس فرعی مسئلہ میں عبداللہ بن مسعود کی طرف سے عثمان بن عفان کی متابعت کا یہ حال ہے تو اصل قرآن میں اور اسی قراءت میں اقتداء و متابعت کا کیا حال ہوگا جس پر کہ عثمان بن عفان نے لوگوں کو قسم دی ہے کہ وہ مخالفت کو ترک کر کے اسی قراءت کو اختیار کریں اور زہری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ عثمان بن عفان نے اعرابیوں کے خوف سے چار رکعت پڑھائی تھیں کہ کہیں وہ فرض نماز کو دو رکعت ہونے کے قائل نہ ہو جائیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے مکہ میں نکاح فرمایا تھا اس لئے چار رکعت پڑھائیں۔ یعلیٰ وغیرہ نے مسند امام احمد کی سند سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب سے ان کے والد کا قول نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھائیں اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی شہر میں شادی کر لے تو وہ اسی شہر والوں میں سے ہوگا اور میں نے پوری نماز اس لئے پڑھی ہے کہ جب میں مکہ پہنچا تو میں نے یہاں نکاح کر لیا تھا لیکن یہ حدیث درست نہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح فرمایا تھا لیکن نماز میں اتمام نہیں فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان نے یہ تاویل کی تھی کہ وہ امیر المومنین ہیں جہاں بھی ہوں اور یہی تاویل حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی کی تھی کہ وہ ام المومنین ہیں جہاں بھی ہوں اور نماز میں اتمام کیا۔ لیکن اس تاویل میں نظر ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تو مومنوں کے رسول ہونے میں بطریق اولیٰ بہتر تھے لیکن اس کے باوجود آپ سفر میں اتمام نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عثمان بن عفان جن امور کا اہتمام فرماتے تھے ان میں یہ بھی تھی کہ آپ نے حج کے موقع پر ہر سال اپنے تمام عمال کی حاضری کو لازم قرار دے دیا تھا اور رعایا کو بھی لکھ دیا تھا کہ تم میں سے جس کسی کو ان عمال میں سے کسی کے خلاف شکایت ہو وہ حج کے موقع پر یہاں آئے میں خود ان عمال سے اس کا حق لے کر دوں گا نیز آپ نے کبار صحابہ کرام کو اجازت دے دی تھی کہ وہ جہاں چاہیں جا کر رہیں حالانکہ حضرت عمر بن خطاب ان کو مدینہ کے علاقہ کی حدود سے باہر غزوات میں بھی کہیں جانے نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا کو دیکھو گے اور تمہاری اولاد تمہیں دیکھے گی لیکن جب عثمان بن عفان کے زمانے میں یہ لوگ نکلے اور مختلف شہروں میں جا کر آباد ہوئے تو ان کے پاس لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور ہر ایک کے پاس اصحاب جمع ہو گئے اور ہر ایک جماعت نے عثمان بن عفان کے بعد اپنے صاحب کی امامت و بادشاہی کی طمع کی اور عثمان بن عفان کی جلد موت چاہنے لگے اور

اپنے صاحب کی بری حیثیت کی خواہش کرنے لگے یہاں تک کہ یہ حادثہ واقع ہوا جو کہ بعض اہل بلاد کی جانب سے واقع ہوا تھا جس کا بیان پیچھے گزرا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم العلی العظیم۔

آپ کی ازواج و اولاد کا ذکر: آپ نے رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا جن سے عبداللہ پیدا ہوئے اسی کے نام سے آپ نے اپنی کنیت ابو عبداللہ رکھی، حالانکہ زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمرو تھی۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد ان کی ہمشیرہ ام کلثوم سے نکاح کیا، ان کی وفات کے بعد فاختہ بنت غزوان بن جابر سے نکاح کیا جن سے عبداللہ الاصغر پیدا ہوئے اور ام عمرو بنت جندب بن عمرو ازدیہ سے نکاح کیا جن سے عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم پیدا ہوئے، اور فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس مخزومیہ سے نکاح کیا جن سے ولید اور سعید پیدا ہوئے اور ام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزاریہ سے نکاح کیا جن سے عبدالملک اور بعض کے قول کے مطابق عتبہ بھی پیدا ہوئے اور رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے نکاح کیا جن سے عائشہ، ام ابان، ام عمرو پیدا ہوئیں اور نائلہ بنت الفرافصہ بن الاحوص بن عمرو بن ثعلبہ بن حصن بن ضمضم بن عدی بن جناب بن کلب سے نکاح کیا جن سے مریم اور بعض کے قول کے مطابق عنبسہ بھی پیدا ہوئیں۔ بوقت شہادت آپ کے پاس چار ازواج تھیں: نائلہ، رملہ، فاختہ اور ام البنین، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ام البنین کو محصوری کے زمانے میں آپ نے طلاق دے دی تھی۔

ایک پیش گوئی: باب میں دلائل النبوۃ کے ماتحت وہ حدیث گزر چکی ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد نے سفیان ثوری کی سند سے نقل کیا ہے، سفیان ثوری منصور سے وہ ربعی سے وہ براء بن ناجیہ کاہلی سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس، چھتیس یا سینتیس سال تک گردش کرے گی، پھر اگر وہ ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہونے والوں کے راستے پر ہوں گے اور اگر ان کا دین قائم رہا تو یہ سلسلہ ستر سال تک چلے گا۔ عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گزرے ہوئے سالوں کے ساتھ یا باقی ماندہ سالوں کے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا باقی ماندہ سالوں کے ساتھ۔

یہ امام احمد کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کرے گی، یہ شک راوی کی طرف سے ہے، اور حقیقت میں محفوظ روایت پینتیس برس کی ہے، اور ۳۵ھ میں ہی صحیح قول کے مطابق امیر المومنین عثمان بن عفان شہید ہوئے، بعض ۳۶ھ میں شہادت کے قائل ہیں لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اور اسی سال ناپسندیدہ واقعات کا ظہور ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت و قوت سے اہل اسلام کو سلامت و محفوظ رکھا اور زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ لوگوں نے علی بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس سے معاملہ درست ہوگیا اور انتشار ختم ہوگیا لیکن اس کے بعد جنگ جمل و صفین کا وقوع ہوا جسے عنقریب ہم بیان کریں گے۔

ان حضرات کا تذکرہ جو عثمان بن عفان کے زمانے میں فوت ہوئے

انس بن معاذ: یہ انس بن معاذ بن انس بن قیس انصاری نجاری ہیں، نبی ﷺ کی معیت میں تمام معرکوں میں شریک رہے۔

اوس بن صامت انصاری: یہ عبادۃ بن صامت انصاری کے بھائی ہیں اور بدری ہیں اور یہی وہ اوس ہیں جن کی بیوی کے متعلق وہ آیات ہیں جن کا تذکرہ سورۃ مجادلہ کی ابتدائی آیت میں ہے:

قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللّٰہ، واللّٰہ یسمع تحاورکما ان اللّٰہ سمیع بصیر (سورۃ المجادلہ آیت ۱)

”اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ اس وقت آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

ان روایات کا مجموعہ بہت عجیب ہے۔

اوس بن خولی انصاری ..... یہ بنی حبلیٰ سے ہیں غزوہ بدر میں شریک رہے، آپ ان لوگوں کے درمیان نبی کریم ﷺ کو غسل دینے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپ کی قبر مبارک کے اندر اترنے میں شامل ہیں۔

جد بن قیس انصاری ..... یہ انصار کے سرداروں میں سے تھے لیکن بخل اور نفاق کی تہمت سے متہم تھے کہا جاتا ہے کہ یہ بیعت رضوان میں حاضر تھے لیکن بیعت نہ کی اور اس سے بچنے کے لئے اپنے اونٹ کی اوٹ لے لی، انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

ومنهم من يقول ائذن لي ولا تفتني ألا في الفتنة سقطوا

"ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے خبردار فتنہ میں تو وہ لوگ پڑ چکے ہیں"۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی اور باز آ گئے تھے، واللہ اعلم بالصواب۔

الحطیئہ ..... یہ مشہور شاعر تھے کہا جاتا ہے کہ ان کا نام جرول اور کنیت ابو ملیکہ تھی، یہ عبس سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے جاہلیت اور آغاز اسلام کا زمانہ پایا ہے، یہ بہت زیادہ مدح اور اطراف میں گھومتے پھرتے اور بڑے بڑے سرداروں کی مدح و تعریف کر کے ان سے عطیات و صلات وصول کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ یہ اس کے باوجود بخیل تھے، ایک مرتبہ سفر میں جانے لگے تو اپنی زوجہ سے الوداع کہتے وقت یہ شعر کہا:

جب میں سفر میں چلا جاؤں تو سالوں کو شمار کرنا اور مہینوں کو چھوڑ دینا اس لئے کہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ مدح بھی کرتے تھے اور ہجو بھی کہتے تھے ان کے اشعار بہت عمدہ ہوتے تھے، انہوں نے اپنے چند اشعار امیر المومنین عمر بن خطاب کے سامنے پڑھے آپ نے ان میں سے یہ شعر پسند فرمایا:

جو شخص بھلائی کرے گا وہ اس کے صلہ سے محروم نہیں ہوگا اس لئے کہ بھلائی اللہ اور لوگوں کے درمیان ضائع نہیں ہوتی۔

خبیب بن یساف بن عتبہ انصاری ..... یہ شرکاء بدر میں سے ہیں۔ سلمان بن ربیعہ باہلی ..... کہا جاتا ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل ہے یہ مشہور اور قاضی ذکی تھے اور بہادروں میں سے ہیں اور بڑے مشہور شہسوار ہیں، عمر بن خطاب نے انہیں کوفہ کا والی مقرر فرمایا تھا پھر عثمان بن عفان کے دور میں ترکوں سے قتال پر امیر مقرر ہوئے اور بلنجر کے معرکہ میں شہید ہو گئے، ایک تابوت میں آپ کی قبر مبارک ہے ترک لوگ قحط کے زمانے میں اس قبر کی برکت سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن حذافہ بن قیس قرشی سہمی ..... انہوں نے اپنے بھائی قیس کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، یہ سابقین صحابہ میں سے تھے، انہوں نے ہی نبی ﷺ سے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ اصل میں یہ بات ان کے بارے میں کسی سے جھگڑا وغیرہ ہوا تو انہیں غیر باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں کسریٰ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا پھر ہرقل کی طرف بھیجے، سو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا خط بحرین کے گورنر کو پہنچا دیا اور اس نے آپ کے ساتھ ایک آدمی بھیج دیا جس نے ہرقل کے پاس پہنچا دیا، کہا جاتا ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانے میں رومیوں نے آپ کو اور کئی مسلمانوں کو قیدی بنا لیا تھا اور آپ کو نصرانی بننے پر مجبور کیا گیا لیکن آپ نے انکار کر دیا، بادشاہ نے کہا کہ تم میرے سر کا بوسہ دو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا، آپ نے اس کے سر کا بوسہ دیا اس نے ان سب کو رہا کر دیا، جب یہ لوگ عمر بن خطاب کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے سر کا بوسہ دے۔ پھر عمر بن خطاب نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر آپ کے سر کا بوسہ دیا۔

عبداللہ بن سراقہ بن معتمر عدوی ..... یہ حضرات صحابہ میں سے ہیں ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔

عبداللہ بن قیس بن خالد انصاری ...... یہ شرکائے بدر میں سے ہیں۔

عبدالرحمن بن سہل بن زید انصاری ...... یہ احد اور بعد کے معرکوں میں شریک رہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں بھی شریک تھے عمر بن خطاب نے عتبہ بن غزوان کی وفات کے بعد انہیں بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا انہیں صحابیت حاصل ہے۔ [illegible] حرام۔ [illegible] آپ پر [illegible] کیا۔ آپ [illegible] شخص آیا کہ [illegible] ابوبکر صدیق [illegible] کہ میری ایک اونٹنی [illegible] دیا تو ابوبکر صدیق نے [illegible] اگر وہ مر جائے تو تم اس کے وارث ہوتے اور [illegible] اگر وہ مر جائے تو تم اس کے وارث ہو گے ابوبکر صدیق نے صدقہ میں اس کا [illegible]

عمرو بن سراقہ بن معتمر عدوی ...... یہ عبداللہ بن سراقہ بن معتمر عدوی کے بھائی ہیں اور بدری صحابی ہیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو شدت بھوک کی وجہ سے آپ نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا اور اسی طرح رات تک چلتے رہے، پھر ایک عرب قوم نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی ضیافت کی، جب سیر ہو گئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ میں سمجھتا تھا کہ دونوں ٹانگیں پیٹ کو اٹھاتی ہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ پیٹ دونوں ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔

عمیر بن سعد انصاری اوسی ...... یہ ایک جلیل القدر صحابی اور اعمال حمص کے عامل ہیں، آپ کو کثرت زہد و عبادت کی وجہ سے اپنی مثال آپ کہا جاتا ہے، فتح شام میں ابوعبیدہ کے ساتھ شریک تھے عمر بن خطاب کے زمانے میں حمص اور دمشق کے عامل رہے، جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے انہیں معزول کر کے حضرت معاویہ کو پورے شام کا امیر مقرر کر دیا، آپ کے حالات و واقعات کا بیان بہت طویل ہے۔

عروۃ بن حزام ...... ان کی کنیت ابوسعید ہے اور یہ عذری ہیں یہ شاعر تھے اور اپنی چچا زاد بہن عفراء بنت مہاجر سے بہت محبت کرتے تھے، انہوں نے ان کی [illegible] میں [illegible] کی محبت میں بڑی شہرت پائی، جب عفراء بنت مہاجر [illegible] عروۃ بھی ان کے پیچھے پیچھے شام کی طرف [illegible] عفراء کے [illegible] لیکن انہوں نے ان کی [illegible] عفراء کے ایک دوسرے آدمی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور عروۃ اسی کی محبت میں انتقال کر گئے کتاب مصارع العشاق میں ان کا تذکرہ موجود ہے ان کے عشق کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں۔

میں [illegible] کہ جب میں [illegible] اچانک [illegible] تو مبہوت ہو کر رہ جاتا ہوں [illegible] کہ اس کا جواب بھی نہیں [illegible] غائب ہو جاتی ہے [illegible] بے اختیاری [illegible] سے مر جاتا ہوں [illegible] بھول جاتا ہوں۔

قطبہ بن عامر ...... ان کی کنیت ابوزید انصاری ہے یہ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے۔

قیس بن عمرو بن قیس بن ثعلبہ انصاری ...... نجاری۔ صبح کی دو رکعتوں کے بارے میں آپ کی ایک حدیث ہے، [illegible] کا خیال ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شریک رہے، اور مصعب زبیری کہتے ہیں کہ آپ یحییٰ بن سعید انصاری کے دادا ہیں، لیکن اکثر کا قول ہے کہ آپ ابو مریم عبد الغفار بن قاسم کوفی کے دادا ہیں۔

ابو عقیل لبید بن ربیعہ عامری ...... یہ مشہور شاعر ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید کی یہ بات ہے کہ آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے مکمل شعر اس طرح ہے

ألا كل شيء ما خلا الله باطل   وكل نعيم لا محالة زائل

آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر نعمت لامحالہ ختم ہونے والی ہے۔

[illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا [illegible] آپ کی وفات کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ [illegible] میں ہوئی۔

مسیب بن حزن بن ابی وہب مخزومی یہ بیعت رضوان میں شریک تھے اور یہ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب کے والد ہیں۔

معاذ بن عمرو بن جموح انصاری … یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ انہوں نے ابوجہل پر تلوار کی ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی پھر عکرمہ بن ابی جہل نے آپ پر حملہ کیا اور تلوار ماری جس سے آپ کا بازو کٹ گیا [illegible] آپ [illegible] سے [illegible] پیچھے کھینچتے [illegible] جب اس سے تکلیف ہونے لگی تو انہوں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ کر [illegible] اور اس کے بعد [illegible] آپ ۳۵ھ تک حیات رہے۔

محمد بن جعفر بن ابی طالب قریشی ہاشمی … ان کے والد جعفر بن ابی طالب جب حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے تو اسی وقت ان کی ولادت ہوئی تھی۔ جب [illegible] مدینہ پہنچے [illegible] غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی والدہ [illegible] سے فرمایا کہ میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس لاؤ [illegible] آپ ﷺ [illegible] ان کی والدہ اسماء بنت عمیس [illegible] آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ان کے فقر [illegible] سے خوف کرتی ہو حالانکہ میں دنیا و آخرت میں ان کا ولی ہوں [illegible] محمد بن جعفر [illegible] عثمان بن عفان [illegible] واللہ اعلم

معبد بن عباس بن عبدالمطلب … یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں یہ جہاد افریقہ میں [illegible] شہادت پائی۔

معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی … یہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کی حفاظت پر مامور تھے حضرت عثمان بن عفان [illegible] میں وفات ہوئی۔ [illegible] بعض نے کہا ہے کہ ۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ واللہ اعلم

نعیمان بن عمرو انصاری … یہ [illegible] بدر میں شریک ہوئے [illegible] ایک اعرابی سے شہد [illegible] خرید کر رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کر دیا [illegible] آپ ﷺ [illegible] ہنس پڑے [illegible]

نعیم بن مسعود غطفانی … یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے غزوہ خندق میں مشرکین کے [illegible] آپ ﷺ [illegible] حاصل تھا۔

نوفل بن معاویہ دیلی … یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا اور نبی کریم ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد [illegible] سال [illegible] اسلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

بچ گئے تھے، وہ یہی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی وفات ہوئی۔

ابو رُھم سبرۃ بن عبد العزیٰ قرشی ... یہ شاعر تھے، ان کی نسل سے معروف محمد بن سعد آپ کا ذکر ہے

ابو زبید الطائی ... یہ شاعر تھے، ان کا نام حرملہ بن منذر تھا، یہ نصرانی تھے اور ولید بن عقبہ کے ساتھ انتہائی تعلق رکھتے تھے، ولید انہیں عثمان بن عفان کے پاس لے گئے، آپ نے ان سے شعر کہنے کی فرمائش کی تو انہوں نے شیر کے بارے میں اپنا ایک عجیب و غریب قصیدہ سنایا، حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا کہ جب تک تم زندہ رہو گے شیر کا ذکر کرتے رہو گے، اور میں تمہیں ایک بزدل بے زبان سمجھتا ہوں۔

ابو سبرۃ بن ابی رُھم عامری ... یہ ابو سلمہ بن عبد الاسد کے ماں شریک بھائی تھے، ان دونوں کی والدہ برّہ بنت عبد المطلب تھیں، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، غزوہ بدر اور بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے، زبیر کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی بدری صحابی ایسا نہیں جو نبی کریم ﷺ کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کی ہو، یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کے اہل خانہ [illegible] رہتے تھے۔

ابو لبابہ بن عبد المنذر ... یہ بیعت عقبہ والی رات نقیبوں میں سے ایک تھے، بعض کے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ابو ہاشم بن عتبہ ... یہ فتح مکہ والے سال اسلام لائے، نیک اور زاہد تھے، بعض کے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں ہوئی۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (۱)

آپ کا نام علی بن ابی طالب ہے، ابو طالب کا نام عبد مناف بن عبد المطلب، عبد المطلب کا نام شیبہ بن ہاشم، ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف، عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی اور قصی کا نام زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب حسن و حسین کے والد ماجد ہیں، کنیت ابو تراب اور ابو القاسم ہاشمی ہے، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور صاحبزادی کی نسبت سے داماد ہیں، آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے ہاں ہاشمی بچہ پیدا ہوا، حضرت علی کے بھائی طالب، عقیل اور جعفر تھے، یہ سب آپ سے بڑے تھے، ہر ایک کے درمیان دس سال کا فرق ہے، آپ کی دو بہنیں بھی تھیں، ام ہانی اور جمانہ، یہ سب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی تھی، آپ [illegible] ان کی عمر [illegible] مشہور قول کے مطابق آپ ان چھ افراد میں سے ایک ہیں جنہیں عمر بن الخطاب نے اپنی وفات کے بعد خلافت کے لیے نامزد کیا تھا، اور [illegible] وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ ان سے راضی تھے، مختلف واقعات میں [illegible] آپ کا [illegible] کے پاس [illegible] مبارک [illegible] جس نے [illegible] کی [illegible] تھے۔

---

(1) المنتظم في التاريخ ٥/٦٢، وتاريخ الطبري ٢/٦٩٩، والمختصر في اخبار البشر ١/١٧٠، والكامل في التاريخ ٣/ ١٨٩، ومروج الذهب ٢/٣٥٨.

اپنے گھر [illegible] آپ نے لا الہ الا اللہ کہا [illegible] میں [illegible] اور [illegible] کرتا تھا۔ [illegible] روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے مسلمان ہوئے لیکن ٹھیک یہ ہے کہ آپ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ عورتوں میں سب سے پہلے خدیجہ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق اسلام لائے تھے۔ آپ [illegible] رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں تھے [illegible] علی بن ابی طالب۔ [illegible] رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آپ کے والد ابو طالب سے لے کر اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس وقت سے آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو [illegible] تو حضرت خدیجہ اور آپ کے اہل خانہ مسلمان ہوئے ان میں حضرت علی بھی شامل تھے اور [illegible] کے ایمان کا نفع دوسرے لوگوں کی طرف متعدی ہوا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیاں ہوتے تھے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا لیکن اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے اسی طرح [illegible] مروی ہے [illegible] متعدد [illegible] لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں سب منکر ہیں۔ [illegible] نے شعبہ [illegible] عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے [illegible] سے اور انہوں نے [illegible] سب سے پہلے [illegible] کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں [illegible] رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے علی بن ابی طالب ہیں عمرو کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابراہیم نخعی کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر صدیق ہیں [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے [illegible] ہیں [illegible] اپنے اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور علی چھپاتے تھے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ [illegible] اپنے باپ کے خوف سے چھپاتے تھے۔ [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد [illegible] رسول اللہ ﷺ کی [illegible] امانتیں ادا کیں اور پھر آپ سے جا ملے [illegible] رسول اللہ ﷺ نے [illegible] کے درمیان مواخات [illegible] ابن اسحاق [illegible] نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور اپنے درمیان مواخات قائم کی [illegible] روایت [illegible] لیکن ان میں [illegible] کوئی بھی صحیح نہیں ہے [illegible] کے متون [illegible] رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو [illegible] میرے وارث [illegible] واللہ اعلم

حضرت علی غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور [illegible] آپ نے مبارزت طلب کی اور [illegible] آپ کے چچا زاد [illegible] عبیدہ بن حارث [illegible] کے مقابلہ [illegible] نازل ہوئی۔

هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ (الحج: ۱۹)

[illegible] حضرت ابوذر سے روایت [illegible] کہ یہ آیت [illegible] حضرت علی [illegible] محمد بن [illegible] نے [illegible] ابو جعفر [illegible] نے بیان کیا [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] حضرت علی [illegible] انہوں نے حضرت علی سے [illegible]

کہ تم میں سے ایک کو یہ کہا گیا کہ تیرے ساتھ جبرئیل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے اور فرمایا کہ اسرافیل ایک عظیم فرشتہ ہے جو لڑائی میں حاضر ہوتا ہے اور صف میں کھڑا ہوتا ہے لیکن قتال نہیں کرتا اور غزوہ احد میں بھی حضرت علیؓ شریک تھے اور میمنہ پر مقرر تھے مصعب بن عمیر کے بعد جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ میسرہ پر مقداد بن عمرو اور قلب پر حمزہ بن عبدالمطلب اور پیادوں پر زبیر بن العوام اور بعض کے قول کے مطابق مقداد بن اسود امیر مقرر تھے۔ حضرت علی نے غزوہ احد میں شدید قتال کیا اور بہت سے مشرکین کو قتل کر ڈالا اور اسی غزوہ میں جب رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک میں زخم لگا اور آپ کے دائیں بائیں سامنے کے دو دانتوں کے کونے دونوں طرف اور نیچے کا ایک دانت جاتا رہا اور رباعی مبارک شہید ہو گئی تو جب سے جو اوپر سے خون جاری تھا حضرت علی نے اس کو صاف کیا اور دھویا۔ آپ غزوہ خندق میں بھی شریک تھے اور اس میں عرب کے مشہور شہسوار اور دلیر شہسوار عمرو بن عبدود عامری کو قتل کیا جیسا کہ ہم نے غزوہ خندق میں ذکر کیا ہے آپ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک تھے اور غزوہ خیبر میں بھی شامل تھے اور اسی میں آپ نے بڑے عظیم کارنامے سرانجام دیئے اسی میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں لوگوں نے وہ رات یہ سوچ کر گزار دی کہ دیکھیں کسے یہ عطا کیا جاتا ہے پس آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلایا انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھ میں لگایا جس کے بعد تکلیف چلی گئی اور وہ بالکل تندرست ہو گئے آپ ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی اور اسی جنگ میں آپ نے مرحب یہودی کو قتل کیا۔

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے اپنے بعض اہل خانہ سے اور انہوں نے ابو رافع سے۔ مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی کو تلوار ماری جس سے آپ کی ڈھال گر پڑی آپ نے قلعہ کے پاس ایک دروازہ اکھاڑ لیا اور اسے ڈھال بنا لیا وہ مسلسل آپ کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔ پھر آپ نے اسے پھینک دیا۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ میں نے اور میرے سات ساتھیوں نے اس دروازے کو الٹی پشت پر الٹنے کی کوشش کی مگر ہم اسے پلٹنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیث ابو جعفر سے وہ جابر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی نے اس دروازے کو خیبر کے دن اپنی پشت پر اٹھایا یہاں تک کہ مسلمان اس پر چڑھ گئے اور قلعہ فتح کر لیا گیا اور کہتے ہیں کہ اس دروازے کو چالیس آدمی اٹھاتے تھے آپ کے کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہودیوں کا مشہور شہسوار اور دلیر مرحب بھی آپ نے ہی قتل کیا آپ عمرۃ القضاء کے موقع پر بھی حاضر تھے اور اسی میں نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا انت منی و انا منک (تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں) اور یہ جو بعض قصہ گو بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ذات العلم کے کنویں میں "جو کہ جحفہ کے قریب ہے" جنات سے قتال کیا تو یہ بالکل بے اصل اور جاہل صوفیوں کی وضع کردہ روایت ہے آپ فتح مکہ، غزوہ حنین اور طائف میں بھی شریک رہے، جہاں آپ نے تمام معرکوں میں زبردست قتال کیا اور آپ نے جعرانہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا اور جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو آپ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر گئے۔ آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟

اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کی طرف امیر اور حاکم بنا کر بھیجا، آپ کے ساتھ خالد بن ولید بھی تھے پھر آپ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ کر ملے آپ حج میں اپنے ساتھ ہدی لائے تھے اور جس احرام کی نیت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی اسی احرام کی نیت آپ نے بھی کی، پس رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہدی میں آپ کو بھی شریک کر لیا اور آپ اس احرام پر برقرار رہے یہاں تک کہ دونوں نے حج سے فراغت پر ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں تھے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو کہ آپ کے بعد خلافت کس کے لئے ہوگی؟ حضرت علی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں یہ نہیں پوچھوں گا اس لئے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ کبھی بھی ہمیں امارت سپرد نہیں کریں گے۔ اور اوپر بیان ہو چکا ہے و صحیحین اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امر خلافت کی وصیت نہ حضرت علی کے لئے کی، بلکہ قرآنی اشارات کی رو سے دوسرے کے لئے کی، لئے واضح طور پر ابوبکر صدیق کا اشارہ کر فرمایا تھا لیکن روایات میں بہت واضح صاف اور سمجھ میں آنے والا تو جیسا کہ ہم نے قبل ازیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور وہ جو جاہل شیعی اور غبی قصہ گو افتراء پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی یہ محض سراسر جھوٹ، بہتان اور افتراء عظیم ہے جس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام معاذ اللہ خائن تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے ترک نفاذ پر تعاون کیا اور حقیقت جس کے لئے وصیت کی گئی اس کے پاس سے دوسرے کی طرف آپ کی وصیت کو بلا کسی سبب کے پھیر دیا اور ان باتوں کے علاوہ اور قطعی غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ دین اسلام حق ہے اور یہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے اور لوگوں اور جہانوں میں اس کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مطلقاً سب سے بہترین ہیں اور یہ امت جس کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ یہ دنیا و آخرت میں سب سے بہترین طبقہ ہیں، اور اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے اور اسی طرح بعض عوام قصہ گو بازاروں میں جھوٹے مجہول حضرت علیؓ سے متعلق بعض احادیث کا ذکر کرتے ہیں کہ جو کھانے پینے اور بیوی وغیرہ کے آداب واخلاق کے سلسلے میں ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے علی بیٹھ کر عمامہ مت باندھو اور اے علی کھڑے ہو کر شلوار مت پہنو اے علی دروازے کے دونوں کواڑ مت پکڑو اور دروازے کی چوکھٹ پر مت بیٹھا کرو اور اے علی اپنے گھر کے کوڑے کو رات کے وقت مت چھوڑو جب وہ گھر سے باہر پڑا ہو اور اسی طرح کی لمبی بحث کی ہے۔ یہ سب کچھ بے بنیاد اور موضوعات ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے سوائے احمق اور جاہلوں کی من گھڑت ہیں، ان پر جو اعتماد کیا جاسکتا ہے وہ ان سے نفع اور فہم سے عاری ہوکر کیا جاسکتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت علیؓ آپ کے غسل و کفن اور تدفین وغیرہ امور کے والی تھے جیسا کہ اس کا قبل ازیں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے اور مقرر ہے آپ کے فضائل میں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے بعد آپ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا جن سے حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے مگر بحث کی احادیث اور روایات میں بیٹی دوسری بیان کی ہیں جہاں تک ان میں سے اکثر روافض اور قصہ گو لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

جب سقیفہ میں ابوبکر صدیقؓ کی بیعت ہوگئی تو حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے مسجد میں آپ کی بیعت کی تھی اور آپ ابوبکر صدیقؓ کے سامنے دیگر امرائے صحابہ کی طرح رہے اور ان کی اطاعت کو اپنے لئے لازم سمجھتے اور ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تھی آپ ابوبکر صدیقؓ سے اس میراث کے بارے کے باعث جو رسول اللہ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے ناراض تھیں، انہیں اصل میں آپ والی حدیث کا علم نہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے ترکہ نہیں چھوڑا ہے اور وہ یہ کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جب یہ حدیث آپ کو پہنچی تو آپ نے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے شوہر ہونے کے ناطے ان صدقات کا نگران مقرر کیا جائے، لیکن ابوبکر صدیقؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کے دل میں کچھ ملال تھا حالانکہ ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے بھی حق تھی، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، حضرت علیؓ چونکہ حضرت فاطمہؓ کی خاطر مدارات کیا کرتے تھے اس لئے جب چھ ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی تو آپ نے ابوبکر صدیقؓ سے تجدید بیعت کی۔

جب ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوگئی اور ان کی وصیت کے مطابق عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت علیؓ نے بھی آپ کی بیعت کی اور عمر بن خطاب کو مختلف امور میں مشورہ دیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو قاضی مقرر کیا تھا اور آپ عمر بن خطاب کے دیگر امرائے صحابہ کی معیت میں شام آئے تھے اور حضرت عمر کے خطبہ جابیہ کے موقع پر حاضر تھے، جب عمر بن خطاب پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے امر خلافت کے بارے میں چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی تو ان میں ایک حضرت علیؓ بھی تھے، پھر آخر میں معاملہ آپ کے اور حضرت عثمان بن عفان کے درمیان محصور ہو گیا۔ پھر جب عثمان بن عفان کو آپ پر فوقیت حاصل ہو گئی تو آپ نے ان کی سمع و طاعت کی، جب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز ذوالحجہ ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے تو لوگ آپ کی طرف مائل ہوئے اور منتظر ہوئے کہ آپ ان کی بیعت لیں اور بعض کہتے ہیں کہ طلحہ کے بعد بیعت کی جیسے کہ پہلے گزر چکا، حضرت علیؓ نے امارت قبول کرنے سے انکار کیا تھا حتیٰ کہ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ خوف زدہ ہو کر بنی مبذول کے باغ کی طرف بھاگ کر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا مگر لوگ وہاں پہنچے اور دھکا دیا اور آپ سے التجا کی اور اپنے ساتھ طلحہ و زبیر کو بھی لے گئے، ان لوگوں نے کہا کہ اس امر کا قیام امیر کے بغیر ممکن نہیں ہے اور مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان کی

کی بات قبول فرمالی۔

حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت خلافت کا ذکر(۱): کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ آپ سے بیعت کی جو احد کے دن رسول اللہ ﷺ کو بچاتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس موقع پر کہا کہ اللہ کی قسم یہ امر مکمل نہیں ہوگا، پھر حضرت علی مسجد کی طرف نکلے اور منبر پر چڑھے تو آپ نے ایک تہ بند اور ریشمی عمامہ باندھا ہوا تھا اور آپ کے جوتے آپ کے ہاتھ میں تھے اور کمان سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر اس دن تمام لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور یہ ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ کا واقعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ طلحہ و زبیر نے آپ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ انہیں بصرہ و کوفہ کا امیر مقرر کیا جائے گا، لیکن حضرت علی نے فرمایا آپ دونوں میرے پاس رہیں، میں آپ لوگوں سے انسیت پاتا ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے آپ سے بیعت نہیں کی جن میں حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید، کعب بن عجرہ شامل تھے۔ ابن جریر نے مدائنی کے طریق سے بنو ہاشم کے ایک شیخ سے بحوالہ عبداللہ بن حسن نقل کیا ہے۔ مدائنی بتاتے ہیں کہ ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا جنہوں نے امام زہری سے سنا ہے کہ کچھ لوگ مدینہ سے شام کی طرف بھاگ گئے تھے انہوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی اسی طرح قدامہ بن مظعون، عبداللہ بن سلام اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ میں (مصنف) کہتا ہوں کہ مروان بن حکم، ولید بن عقبہ اور دوسرے لوگ شام کی طرف بھاگ گئے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ لوگوں نے مدینہ میں حضرت علی کی بیعت کی لیکن سات آدمی رکے رہے انہوں نے بیعت نہیں کی اور وہ ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، صہیب، زید بن ثابت، محمد بن ابی مسلمہ، سلمہ بن سلامہ بن وقش اور اسامہ بن زید تھے، اور ہمارے علم کے مطابق انصار میں سے کسی نے بیعت سے تخلف نہیں کیا۔

سیف بن عمر نے مشائخ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کے بعد مدینہ میں پانچ دن گزر گئے اور غافقی بن حرب اس کا امیر بن کر ان پر مسلط تھا۔ لوگ اس شخص کو تلاش کرتے رہے جو امر خلافت کو قائم کرے۔ اہل مصر نے حضرت علی سے اصرار کیا لیکن وہ ان سے بچنے کے لیے ایک باغ میں بھاگ کر چھپ گئے۔ اہل کوفہ حضرت زبیر کو اس امر کے لیے تلاش کرتے رہے لیکن انہیں نہ پایا۔ اور اہل بصرہ حضرت طلحہ سے اس سلسلہ میں اصرار کرتے رہے لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ پھر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم ان تینوں میں سے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کرتے اور سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں لیکن انہوں نے بھی قبول نہ کیا۔ پھر یہ لوگ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ یہ اس معاملہ میں حیران و پریشان ہو گئے اور آپس میں کہا کہ اگر ہم عثمان بن عفان کے قتل کے بعد فیصلہ ہوئے بغیر اپنے شہروں کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو لوگ ہمارے بارے میں اختلاف کریں گے اور ہم سلامت نہ رہیں گے۔ اس کے بعد یہ لوگ حضرت علی کے پاس پہنچے اور ان سے امارت کے بارے میں بہت اصرار کیا، اور اشتر نخعی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے بیعت کی اور دوسرے لوگ بھی بیعت کرنے لگے۔

اہل کوفہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والا اشتر نخعی ہے اور یہ جمعرات ۲۴ ذی الحجہ کا دن تھا، یہ کام تب ہوا جب لوگ باہم مشورہ کر رہے تھے اور سب کہنے لگے کہ علی کے سوا کوئی اس کام کا اہل نہیں ہے، جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت علی منبر پر چڑھے اور جو لوگ کل گزشتہ بیعت سے رہ گئے تھے انہوں نے آج بیعت کی، سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اپنے شل ہاتھ کے ساتھ آپ کی بیعت کی۔ ایک سننے والے نے اس موقع پر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی اور کہا کہ میں نے اس حال میں بیعت کی ہے کہ تلوار میری گردن پر ہے۔ پھر آپ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چار مہینے وہاں قیام کیا۔ یہ بیعت ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ ہوئی تھی۔ اس دن حضرت علی نے سب سے پہلا خطبہ

---

(۱) مروج الذہب [illegible]، والکامل فی التاریخ [illegible]، مروج الذہب [illegible]

دی، حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے لئے کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر کو بالکل واضح کر دیا ہے پس تم خیر کو اختیار کرو اور شر کو چھوڑ دو، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حرم مجہول کو محترم قرار دیا ہے اور ایک مسلمان کو تمام مقامات مقدسہ پر فضیلت بخشی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو اخلاص و توحید کے ساتھ پابند کیا ہے اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں مگر کسی حق کی وجہ سے، اور کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کو اذیت دینا جائز نہیں مگر جو کہ شرعاً ضروری ہو اور تم عوام الناس کے امور کی طرف سبقت کرو، خاص طور پر موت کا قبل اس کے کہ وہ لاحق ہو، اور لوگ تمہارے آگے ہیں اور قیامت تمہیں پیچھے سے ہانکے لئے آ رہی ہے پس تم ہلکے پھلکے ہو اور ان کے ساتھ لاحق ہو جاؤ، آخری گھڑی لوگوں کی منتظر ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں اور شہروں کے بارے میں ڈرو تم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے قطعات اور بہائم کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اور جب تم کوئی خیر دیکھو اس کو اختیار کر لو اور جب شر دیکھو تو اس کو چھوڑ دو اور یہ آیت تلاوت فرمائی

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض

"اور اس وقت کو یاد کرو جب تم زمین میں قلیل اور کمزور تھے۔" [سورۃ الانفال آیت نمبر ۲۶]

جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اہل مصر نے یہ اشعار کہے:

(۱)...اے ابوالحسن! اسے تھامیے اور ڈرتے رہیے بلاشبہ ہم امارت کو رسی کی طرح بٹ دیں گے۔

(۲) شیروں کا حملہ جھنڈوں کے تیر کی طرح ہوتا ہے جو دودھ کے تالابوں جیسی تلواروں سے حملہ کرتے ہیں

(۳)...ہم بادشاہوں کو لچکدار جیسے نرم نیزوں کے ساتھ چوٹ لگاتے ہیں حتیٰ کہ بغیر مہار کے سیدھے چلنے لگتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً یہ اشعار پڑھے:

(۱) اگر میں عاجز ہوا تو کوئی معذرت نہیں کروں گا اور عنقریب اس کے بعد عقلمند ہو جاؤں گا۔

(۲)...میں دامن کو کھینچنے کے بجائے اٹھاؤں گا اور منتشر و پراگندہ معاملہ کو یکجا کروں گا۔

(۳)...جلد باز، غلبہ حاصل کرنے والا مجھ سے جھگڑا نہ کرے یا مجھے چھوڑ دے اور ہتھیار سبقت کریں۔

کوفہ میں اس وقت ابوموسیٰ اشعری نماز پر متعین تھے، قعقاع بن عمرو اسود جنگ پر اور جابر بن فلاں مزنی خراج کی وصولی پر مقرر تھے، بصرہ پر عبداللہ بن عامر اور مصر پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح امیر تھے محمد بن ابی حذیفہ نے عبداللہ بن سعد پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، شام پر حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے نائبین میں سے حمص پر عبدالرحمن بن خالد بن ولید، قنسرین پر حبیب بن مسلمہ، اردن پر ابوالاعور، فلسطین پر علقمہ بن حکیم، آذربائیجان پر اشعث بن قیس، قرقیسیا پر جریر بن عبداللہ بجلی، حلوان پر عتیبہ بن نہاس، ماہ پر مالک بن حبیب اور ہمدان پر نسیر امیر مقرر تھے۔ ابن جریر کے مطابق عثمان بن عفان کی شہادت کے وقت مختلف شہروں پر آپ کے یہی نائبین تھے اور بیت المال پر عقبہ بن عمرو اور مدینہ کی قضاء پر زید بن ثابت مقرر تھے، جب عثمان بن عفان شہید ہو گئے تو نعمان بن بشیر آپ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ کی وہ انگلیاں جو آپ کے دفاع میں ہتھیلی سے کٹ گئی تھیں لے کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس شام چلے گئے، حضرت معاویہ نے وہ قمیص منبر پر رکھ دی اور انگلیاں اس کی آستین میں لٹکا دیں تاکہ لوگ یہ منظر دیکھیں اور آپ نے انہیں اس کا انتقام لینے پر برانگیختہ کیا، لوگ منبر کے ارد گرد روتے اور اس قمیص کو اٹھاتے اور پھر رکھتے، ایک سال کی طرح قمیص کو دیکھتے رہے اور روتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے کو بدلہ لینے پر اکساتے رہے اور اکثر لوگ اس سال اپنی ازواج سے الگ رہے، اور حضرت معاویہ اور صحابہ کی ایک جماعت حضرت عثمان بن عفان کے قاتلوں اور باغیوں سے انتقام لینے پر لوگوں کو برانگیختہ کرتی رہی، اس جماعت میں عبادہ بن صامت، ابوالدرداء، ابوامامہ اور عمرو بن عنبسہ وغیرہ صحابہ اور تابعین میں سے شریک بن حباشہ، ابو مسلم خولانی اور عبدالرحمن بن غنم وغیرہ تھے۔

جب حضرت علی کی بیعت کا معاملہ طے ہو گیا تو حضرت طلحہ و حضرت زبیر آپ کے پاس آئے اور آپ سے عثمان بن عفان کے خون کا قصاص لینے اور حدود کو قائم کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت علی نے ان سے عذر کیا کہ ان کے مددگار و حامی بہت ہیں اور آج تک ان سے قصاص لینا

ممکن نہیں ہے پھر حضرت طلحہ نے بصرہ اور حضرت زبیر نے کوفہ کی امارت کا آپ سے مطالبہ کیا، کہ وہاں سے لشکر لے کر آئیں اور ان خوارج اور اعرابیوں کی قوت پر غالب آ جائیں، حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو تاکہ میں اس معاملہ میں غور و فکر کروں، ان کے چلے جانے کے بعد مغیرہ بن شعبہ حضرت علی کے پاس پہنچے اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ شہروں پر موجود عثمانی امراء کو برقرار رکھیں، جب وہ آپ کی اطاعت کر لیں تو پھر آپ جس کو چاہیں تبدیل کر دیں اور جس کو چاہیں رہنے دیں۔ وہ چلے گئے پھر اگلے دن مغیرہ بن شعبہ آئے تو کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ عمال کو معزول کر دیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کون آپ کی اطاعت کرنے والا اور کون نافرمانی کرنے والا ہے، حضرت علی نے یہ معاملہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ذکر کیا، ابن عباس نے فرمایا کہ کل مغیرہ نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی تھی اور آج آپ کو دھوکہ دیا ہے، مغیرہ بن شعبہ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا کہ ہاں میں نے ان کے ساتھ خیر خواہی کی تھی، جب انھوں نے قبول نہ کیا تو میں نے انھیں دھوکہ دے دیا، اس کے بعد مغیرہ مکہ چلے گئے اور ایک جماعت بھی ان کے ساتھ چل پڑی جن میں طلحہ و زبیر بھی تھے، ان دونوں نے حضرت علی سے عمرہ کی اجازت طلب کی تھی، آپ نے اجازت دے دی اور یہ لوگ مکہ چلے آئے، ابن عباس نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ خلافت مستحکم ہونے تک آپ شہروں پر عاملین کو برقرار رکھیں۔

اور خصوصاً حضرت معاویہ کو شام کی امارت پر بحال رکھیں، اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ نے انھیں معزول کر دیا تو وہ آپ سے خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ کریں گے اور اس معاملہ میں طلحہ و زبیر سے بھی میں مطمئن نہیں ہوں کہ آپ پر اعتراض کریں گے، حضرت علی نے فرمایا کہ میری یہ رائے نہیں ہے بلکہ میں آپ کو شام کا والی مقرر کرتا ہوں، آپ شام چلے جائیں، ابن عباس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ معاویہ مجھے عثمان بن عفان کے بدلے قتل کر دیں گے یا آپ کی قرابت داری کی وجہ سے مجھے قید کر دیں گے لہٰذا آپ ایسا کریں کہ معاویہ کی طرف مجھے خط لکھ دیں اور معاویہ کے ساتھ اچھا وعدہ کریں، حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا، ابن عباس نے کہا کہ اے امیر المومنین جنگ تو سراسر دھوکہ ہی کا نام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی قسم اگر آپ نے میری بات مان لی تو میں انھیں اپنے ساتھ ضرور لے آؤں گا اور جو لوگ حضرت علی کے مدینۃ الرسول چھوڑنے اور عراق کوچ کر جانے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے، ابن عباس نے ان کی بات کا ذکر کیا اور آپ سے اصرار کیا لیکن حضرت علی نے سختی سے انکار کر دیا اور سرکش خوارج کے مشورہ کو قبول کر لیا جو مختلف شہروں سے آئے ہوئے تھے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال قسطنطین بن ہرقل نے ایک ہزار کشتیوں کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کا قصد کیا اور اس مہم پر روانہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر آندھی کا عذاب بھیجا اور اپنی قوت و طاقت کے ساتھ اس لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا، صرف بادشاہ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ بچ سکا، جب یہ لوگ جان بچا کر صقلیہ پہنچے تو لوگوں نے اس کے لئے ایک حمام تیار کیا اور اس میں اسے داخل کر دیا پھر وہیں قتل کر دیا اور کہا کہ اس نے ہمارے آدمیوں کو مروا دیا ہے۔

آغاز سال ۳۶ھ

اس سال کا آغاز ہوا تو امیر المومنین علی بن ابی طالب مرکز خلافت مدینہ میں تھے، مختلف شہروں پر آپ نے اپنے عاملین کا تقرر کیا، جن میں عبیداللہ بن عباس یمن پر، سمرہ بن جندب بصرہ پر، عمارہ بن شہاب کوفہ پر، قیس بن سعد بن عبادہ مصر پر اور شام پر حضرت معاویہ کی جگہ سہل بن حنیف کو امیر مقرر کیا، سہل بن حنیف شام کی طرف روانہ ہوئے، جب تبوک پہنچے تو حضرت معاویہ کے گھوڑسوار آپ سے ملے، انھوں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ سہل بن حنیف نے کہا کہ امیر ہوں، انھوں نے پوچھا کہ کس چیز کا امیر ہیں؟ آپ نے کہا کہ شام کا امیر ہوں، انھوں نے کہا کہ اگر آپ کو عثمان بن عفان نے بھیجا ہے تو آپ کو خوش آمدید اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو واپس چلے جائیے، سہل بن حنیف نے کہا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں ہمیں معلوم ہے۔

پھر سہل بن حنیف لوٹ کر حضرت علی کے پاس آ گئے، اور قیس بن سعد کے بارے میں اہل مصر نے اختلاف کیا، اکثر نے ان کی بیعت کر لی

لیکن ایک جماعت نے کہا کہ جب تک ہم عثمانؓ کے قاتلوں کو قتل نہ کر لیں گے بیعت نہ کریں گے۔ یہی حال اہل بصرہ کا رہا اور ابن شہاب جشمی کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا، انھیں طلیحہ بن خویلد نے حضرت عثمانؓ کی شہادت پر غصہ کی وجہ سے لوٹا دیا۔ پس وہ بھی واپس لوٹ آئے اور حضرت علی کو خبر دی۔ فتنہ پھیل گیا، معاملات خراب ہو گئے اور امت میں اختلاف پیدا ہو گیا اور ابو موسیٰ اشعری نے بھی حضرت علی کو خط لکھا کہ اہل کوفہ میں سے بہت کم لوگوں نے اطاعت و بیعت کی ہے۔ حضرت علی نے شام میں حضرت معاویہؓ کو بیعت کے خطوط لکھے لیکن انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے تیسرے ماہ تک یعنی ماہ صفر تک ان خطوط کا سلسلہ چلتا رہا پھر حضرت معاویہ نے ایک آدمی کے ساتھ جوابی خط بھیجا، جب وہ آدمی حضرت علی کے پاس پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم اپنے پیچھے کیا صورت حال چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے کہا میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جو قصاص کے سوا کچھ نہیں چاہتے، سب کا یہی مطالبہ ہے اور عثمان بن عفانؓ کی قمیص دمشق کے منبر پر لٹکی ہے جس کے گرد ستر ہزار شیوخ کا گروہ اس کے پاس روتے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔

حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے اللہ میں تیرے حضور خون عثمانؓ سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ قاصد حضرت علیؓ کے پاس سے چلا گیا اور اسے آپ کی جماعت نے گھیر لیا کہ جس خبیث نے عثمان بن عفان کو قتل کیا تھا اب وہ اس کی جزا لینے کے درپے ہیں اور اس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔ حضرت علیؓ نے اہل شام سے جنگ کا پختہ عزم کر لیا اور قیس بن سعد کو مصر میں لکھا کہ وہ لوگوں سے اہل شام کے ساتھ قتال میں مدد طلب کریں۔ ابو موسیٰ اشعری کو بھی کوفہ میں یہی خط بھیجا اور عثمان بن حنیف کو بھی یہی پیغام دیا اور آپ نے مدینہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور انھیں اس جنگ پر آمادہ کیا اور اس کے لئے تیاری شروع کر دی اور قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینے سے نکلے اور اپنا پختہ ارادہ کیا کہ نافرمانی کرنے والوں اور بیعت نہ کرنے والوں سے جنگ کا پختہ عزم کر لیا۔ آپ کے فرزند حسن بن علیؓ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ابا جان! ان باتوں کو ترک فرما دیجئے اس میں مسلمانوں کی خون ریزی اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گا۔ لیکن آپ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی۔ بلکہ اپنے عزم و ارادے پر قائم رہے اور فوجوں کو منظم و مرتب کرنا شروع کیا اور جھنڈا محمد بن حنفیہ کے سپرد کیا اور میمنہ پر ابن عباسؓ کو، میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو اور بعض کے قول کے مطابق عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مقدمہ پر ابو لیلیٰ بن عمرو بن الجراح کو جو ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے بھتیجے تھے، مقرر کیا اور قثم بن عباس کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اب مدینہ سے نکل کر شام جانے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی کام باقی نہ رہا تھا کہ آپ کو وہ بات پیش آ گئی جس نے آپ کو ان تمام امور پر عمل پیرا ہونے سے باز رکھا، جس کو ہم ابھی بیان کرتے ہیں۔

معرکہ جمل کا آغاز[1] ..... جب ایام تشریق کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ شہید کر دیئے گئے تو بہت سی امہات المؤمنین جو مکہ سے حج کے لئے اس سال حج پر روانہ ہوئی تھیں وہ شہادت عثمانؓ کی اطلاع پر مکہ ہی میں ٹھہر گئیں اور جو لوگ حج سے فارغ ہو کر مکہ سے روانہ ہو گئے تھے وہ بھی اس واقعہ کی اطلاع پر واپس لوٹ آئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں اور خبروں کے تجسس و ٹوہ میں رہنے لگے۔ جب حضرت علی بن ابی طالبؓ کی بیعت ہوئی اور غالب آنے والے بلوائیوں کے ساتھ ہیں نہ کہ ان خوارج کا ساتھ دینے کی وجہ سے جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تو لوگوں کی یہ شکایت دور ہو گئی کہ خلافت کی سعادت آپ کے حصے میں آ گئی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ ان خوارج و مفسدین کو ناپسند کرتے تھے لیکن حالات کی سنگینی کے منتظر تھے، آپ چاہتے تھے کہ اگر ان پر قابو حاصل ہو جائے تو ان سے عثمانؓ کا قصاص وصول کریں۔ لیکن حالات اس طرح قابو سے باہر ہو گئے کہ یہ لوگ آپ پر غالب آ گئے اور اشراف صحابہؓ آپ کے پاس آنے جانے سے رک گئے۔

اس صورت حال کے پیش نظر بہت سے لوگوں کی ایک جماعت مکہ کی طرف فرار ہوئی۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ سے عمرہ کی اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی اور یہ لوگ مکہ روانہ ہو گئے اور وہاں کافی جمعیت و کثیر تعداد نے بھی ان کا اتباع کیا۔ پھر جب حضرت علیؓ نے اہل شام سے قتال کا ارادہ کیا اور اہل مدینہ کو اپنے ساتھ جانے کے لئے بلایا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ

---

[1] المنتظم فی التاریخ ۵/۸۷، وتاریخ الطبری ۴/۴۳۰، والمختصر فی اخبار البشر ۱/۱۷۳، والکامل فی التاریخ ۳/۱۰۵، ومروج الذہب ۲/۳۶۶۔

تعالیٰ عنہ کو پایا اور اپنے ساتھ چلنے پر ابھارا تو انہوں نے کہا کہ میں اہل مدینہ میں سے ایک آدمی ہوں، اگر اہل مدینہ نکلتے ہیں تو میں بھی نکلوں گا ورنہ نہیں جہاں تک ساتھ جانا ہے تو چلتا ہوں لیکن اس سال میں قتال کے لئے نہیں نکلوں گا، پھر وہ بھی تیار ہو کر مکہ چلے گئے اور اس سال یعلیٰ بن امیہ بھی یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم لے کر مکہ پہنچ گئے آپ یمن پر حضرت عثمان بن عفان کے عامل تھے عبداللہ بن عامر بھی بصرہ سے یہاں پہنچ گئے یہ بھی بصرہ پر حضرت عثمان کے نائب تھے، مکہ میں بہت سے لوگ سادات صحابہ اور امہات المومنین سب جمع ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں میں خطبہ دیا اور انہیں خون عثمان کے مطالبے کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر ابھارا اور اس خون کا بھی ذکر کیا جو آپ نے ان لوگوں کے متعلق دیا تھا جنہوں نے حضرت عثمان کو حرمت والے شہر اور حرمت والے مہینے میں شہید کر دیا تھا اور جوار رسول ﷺ کا بھی لحاظ نہ کیا اور لوگوں کا خون بہایا اور ان کے اموال لوٹے پس لوگوں نے آپ کی بات کو قبول کیا اور جس کام میں آپ مصلحت جانیں اس میں اطاعت کے لئے تیار ہو گئے اور کہا کہ آپ جہاں تشریف لے جائیں گی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے ایک قائل نے کہا کہ ہم شام جائیں گے دوسروں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے تمام معاملات میں حضرت معاویہ تمہیں کافی ہیں۔ (اگر لوگ حضرت عائشہ صدیقہ کو مقدم کرتے تو غالب آ جاتے اور تمام مصری لوگوں کی شکست ہو کے مطابق باہم تنگی کو پہنچ جاتے اس لئے کہ اکابر صحابہ ان کے ساتھ تھے)۔

ایک جماعت نے کہا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور حضرت علی سے مطالبہ کریں گے کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہم انہیں قتل کریں، ایک جماعت نے کہا کہ ہم بصرہ جائیں گے اور وہاں کے گھوڑوں اور پیادہ لوگوں سے قوت حاصل کریں گے اور بصرہ میں موجود قاتلین عثمان سے قصاص کی ابتداء کریں گے، اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا بقیہ امہات المومنین نے مدینہ جانے میں عائشہ صدیقہ کی موافقت کی لیکن جب لوگوں نے بصرہ جانے پر اتفاق کیا تو وہ واپس لوٹ گئیں اور کہا کہ ہم مدینہ کے سوا کہیں نہیں جائیں گی یعلیٰ بن امیہ نے لوگوں کا سامان سفر تیار کیا اور چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم ان پر صرف کئے عبداللہ بن عامر نے بھی ان پر بہت کچھ خرچ کیا امہات المومنین میں سے حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب نے بصرہ جانے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ کی موافقت کی مگر ان کے بھائی عبداللہ بن عمر بن خطاب نے انہیں بصرہ جانے سے منع کیا اور مدینہ کے علاوہ کسی اور شہر کی طرف لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کیا تب ایک ہزار سواروں کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معیت میں بصرہ روانہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ و مدینہ کے نو سو سوار تھے بعد میں مزید لوگ ان کے ساتھ لاحق ہوتے گئے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین ہزار ہو گئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عسکر نامی اپنے اونٹ پر ہودج میں سوار تھیں اس اونٹ کو یعلیٰ بن امیہ نے قبیلہ عرینہ کے ایک آدمی سے دو سو دینار میں خریدا تھا بعض اسی طرح بیان کرتے ہیں بعض اس کے علاوہ کوئی اور تعداد اس کی قیمت کی بیان کرتے ہیں اور دیگر امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ذات عرق تک گئیں اور وہاں ان سے جدا ہو گئیں اور روتے ہوئے انہیں الوداع کہا اور لوگ بھی اس موقع پر روئے اس لئے اس دن کو یوم نحیب کہا جاتا ہے۔ نحیب کا معنی ہے بلند آواز سے رونا، اس دن چونکہ لوگ بلند آواز سے روئے تھے اس لئے اس دن کو یوم النحیب کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے آپ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر نماز میں لوگوں کی امامت فرماتے اور مروان بن حکم ہر وقت اذان دیا کرتے تھے اسی دوران ایک شب ان کا گزر حوأب نامی چشمہ پر ہوا وہاں کے کتے ان لوگوں پر بھونکنے لگے جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی آواز سنی تو پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے لوگوں نے جواب دیا حوأب۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میں واپس لوٹ جاؤں لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ازواج مطہرات کو فرماتے ہوئے سنا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے وہ کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے پھر حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے اونٹ کے پہلو میں ضرب لگائی اور اسے بٹھا دیا اور فرمایا کہ مجھے واپس لے چلو، مجھے واپس لے چلو، امام احمد نے اس حدیث کو متعدد طرق و الفاظ کے ساتھ طوالت کے ساتھ مسند میں بیان کیا ہے کہ لوگ ایک دن ایک رات آپ کے اونٹ کے ارد گرد بیٹھے رہے پھر عبداللہ بن زبیر نے آپ سے عرض کیا کہ جس نے آپ کو خبر دی ہے کہ یہ حوأب نامی چشمہ ہے اس نے غلط بیانی کی ہے پھر لوگوں نے شور مچایا کہ بچو بچو علی بن ابی طالب کا لشکر آ گیا ہے پس لوگ پھر بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب بصرہ کے قریب پہنچیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احنف بن قیس اور دیگر بڑے سردارانِ بصرہ کو لکھا کہ میں پہنچ گئی ہوں، عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابو الاسود دؤلی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ آپ کیوں تشریف لائی ہیں۔ جب یہ دونوں حضرات عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہنچے، سلام عرض کیا اور پوچھا کہ آپ کس لئے تشریف لائی ہیں؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عثمان کے خون کے قصاص کے قیام کے لئے آئی ہوں اس لئے کہ انہیں حرمت والے مہینے اور قابل احترام شہر میں مظلومانہ طور پر شہید کیا گیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) (عام لوگوں کی سرگوشیوں (اور مشورہ) میں کچھ خیر نہیں مگر وہ لوگ جو صدقہ یا نیکی کا حکم کریں یا لوگوں کے درمیان صلح کی کوشش کریں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرے گا تو ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (سورۃ النساء، آیت ۱۱۴)

پھر یہ دونوں حضرات یہاں سے نکل کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے بھی یہ سوال کیا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے، ان دونوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، بیعت کی تھی لیکن اس حال میں کہ تلوار میری گردن پر تھی اور اگر وہ (حضرت علی) ہمارے اور قاتلین عثمان کے درمیان حائل نہ ہوں تو ہم ان کے مقابلے میں کوئی نہ آئیں گے۔ پھر یہ دونوں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے بھی حضرت طلحہ کی مثل جواب دیا۔ پھر یہ دونوں حضرات دوبارہ عثمان بن حنیف کی طرف لوٹ آئے۔

اور ابو الاسود دؤلی نے یہ اشعار پڑھے

اے ابن احنف میں آ چکا ہوں، پس آپ باہر نکلئے اور اپنی قوم سے نیزہ بازی و شمشیر زنی کیجئے اور ثابت قدم رہیے اور ان کے مقابلے میں زرہ پہن کر آؤ اور لڑنے کے لئے اور اس معرکے کے لئے تیار ہو جایئے۔

عثمان بن حنیف نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اسلام کی چکی گھومنا شروع ہو گئی۔ اب کعبہ کی قسم! تم دیکھو کہ اب یہ کیسے الگ کر چلتی ہے؟ عمران بن حصین نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم! یہ تمہیں طویل عرصہ تک رگڑے گی۔ عثمان بن حنیف کا اشارہ عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث مرفوع کی طرف تھا کہ اسلام کی چکی پینتیس سال گزرنے پر گھومے گی۔ پھر عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین سے کہا کہ مجھے مشورہ دو، عمران بن حصین نے کہا کہ میں تو اس معاملے سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں اور اپنے گھر جا کر بیٹھتا ہوں یا یہ کہا کہ اپنے اونٹ پر جا کر بیٹھتا ہوں۔ پھر عمران بن حصین چلے گئے۔ احنف بن قیس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کے آنے تک انہیں روکوں گا، پھر عثمان بن حنیف نے لوگوں میں منادی کرا دی اور انہیں حکم دیا کہ ہتھیار پہن لیں اور مسجد میں اکٹھے ہو جائیں، پھر لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے انہیں تیاری کا حکم دیا۔ اور عثمان بن حنیف منبر پر تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے لوگو! اگر یہ لوگ خوفزدہ ہو کر آئے ہیں تو یہ اپنے گھر بار چھوڑ کر ایسے شہر سے آئے ہیں جہاں پرندوں کو بھی امن حاصل ہوتا ہے اور اگر یہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں تو ہم ان کے قاتل نہیں ہیں، پس تم میری بات مانو اور انہیں وہیں لوٹا دو جہاں سے یہ آئے ہیں۔ اسود بن سریع سعدی کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ لوگ قاتلین عثمان کے خلاف تم سے اور ہم لوگوں سے مدد لینے کے لئے آئے ہیں۔ اس پر لوگوں نے اسے کنکریاں مارنی شروع کیں، پس عثمان بن حنیف نے جان لیا کہ بصرہ میں قاتلین عثمان کے انصار و مددگار بھی موجود ہیں اور آپ نے ان کے [illegible] قوت [illegible]۔

اسی اثنا میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہمسفر لوگوں کے ساتھ تشریف لائیں اور بصرہ کے قریب مربد کے بالائی حصے میں پڑاؤ کیا اور اہل بصرہ میں سے جو آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہتے تھے وہ بھی وہیں آ گئے۔ عثمان بن حنیف بھی اپنی فوج لے کر نکلے اور مربد کے مقام پر یہ سب اکٹھے ہو گئے۔ حضرت طلحہ "جو میمنہ پر امیر تھے" نے حضرت عثمان بن عفان کے خون کا قصاص لینے پر لوگوں کو ابھارا۔ حضرت زبیر نے بھی اسی طرح کی بات کی۔ عثمان بن حنیف کی فوج میں سے کچھ لوگوں نے ان دونوں کی گفتگو کا جواب دیا۔ پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں قتال پر ابھارا۔ یہ سن کر دونوں لشکروں کی اطراف سے کچھ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے اور پتھر مارنے لگے۔ پھر کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرایا اور ہر فریق اپنی جگہ واپس لوٹ گیا۔ پھر عثمان بن حنیف کی فوج میں سے ایک جماعت آگے بڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج پر حملہ کر دیا اور جاریہ بن قدامہ سعدی نے سامنے آ کر کہا کہ اے ام المؤمنین! بخدا کی قسم حضرت عثمان بن عفان کا شہید

ہو۔ آپ کے اس اونٹ پر دو تھیلیاں ہیں کہ نہ تو پیچھے سوار ہو کر نکلنے سے نہ تو ... بات ہے۔ اگر آپ اپنی مرضی سے آئی ہیں تو جہاں سے آئی ہیں وہیں سے اپنے گھر کی طرف لوٹ جائیں۔ اور اگر کسی کے مجبور کرنے سے آئی ہیں تو واپس جانے کے لیے لوگوں سے مدد طلب کیجئے۔ حکیم بن جبلہ سامنے آیا جو عثمان بن حنیف کی فوج میں سواروں کا امیر تھا اور لڑائی شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج کے لوگ اپنے ہاتھوں کو لڑائی سے روکے ہوئے تھے۔ لیکن حکیم بن جبلہ بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگا ... کے ساتھ ... تو جواب دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اصحاب کو دائیں جانب اختیار کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ یہ لوگ ان ... کے قبرستان کے پاس پہنچ گئے اور ... دونوں گروہوں کے درمیان جنگ ہوئی۔

جب دوسرا دن طلوع ہوا تو پھر انہوں نے لڑائی کا قصد کیا اور ان میں سخت لڑائی ہوئی۔ عثمان بن حنیف کی فوج کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور فریقین میں زخمی ہوئے۔ جب جنگ نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا تو صلح کی طرف انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دعوت دی اور اس شرط پر صلح کی کہ ایک خط لکھ کر قاصد کو مدینہ کی طرف بھیجیں اور اہل مدینہ سے پوچھیں کہ کیا طلحہ و زبیر نے مجبوراً بیعت کی ہے تو عثمان بن حنیف بصرہ ان کے لیے خالی کر دیں گے اور اگر مجبوراً نہیں کی تو ... طلحہ و زبیر بصرہ کو عثمان بن حنیف کے لیے چھوڑ دیں گے۔ ان لوگوں نے کعب بن ثور کو قاصد کر کے اہل مدینہ کی طرف بھیجا وہ جمعہ کے دن پہنچے اور لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ سوال کیا کہ طلحہ و زبیر نے بیعت مجبوری کی حالت میں کی یا رضامندی سے۔ سب لوگ خاموش رہے اور اسامہ بن زید کے علاوہ کسی نے کوئی بات نہ کی۔ اسامہ بن زید نے کہا کہ انہوں نے مجبوراً بیعت کی تھی۔ کچھ لوگ اسامہ کی طرف بڑھے ... حضرت صہیب، ابو ایوب اور ایک جماعت نے درمیان میں پڑ کر چھڑا دیا۔ پھر ان حضرات نے اسامہ سے کہا کیا آپ نے ہماری طرح سکوت کی ... تھی؟ اسامہ نے کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ لوگ یہاں تک کر گزریں گے۔ پھر حضرت علی نے عثمان بن حنیف کی طرف لکھا کہ ان دونوں کو کسی تفرقہ میں مجبور نہیں کیا گیا ... اگر یہ دونوں ... کی جماعت و تفریق میں شمولیت کے لیے مجبور کیا گیا ہے تو ... لوگ ... اور اگر یہ دونوں ... کے لیے ... ہیں تو ان کے لیے کوئی عذر نہیں ... اور کعب بن ثور ... عثمان بن حنیف کے پاس واپس آگئے ... عثمان بن حنیف نے کہا کہ یہ بات ... مختلف ... ہے ... طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف کو پیغام بھیجا کہ ... آپ ... انہوں نے انکار کیا تو دونوں حضرات نے لوگوں کو ایک تاریک رات میں جمع کیا اور عشاء کی نماز میں جامع مسجد میں داخل ہو گئے ... عثمان بن حنیف نماز کے لیے نکلے تو عبد الرحمن بن عتاب بن اسید نے لوگوں کو نماز پڑھائی ... بصرہ کے ... لوگوں کی طرف سے تلوار نکالی اور ... لڑائی ہوئی اور چالیس کے قریب آدمی قتل ہو گئے پھر لوگ عثمان بن حنیف کے گھر میں داخل ہوئے اور انہیں ... کر ... ان کے چہرے کے بال نوچ لئے ... اور ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے پس عثمان بن حنیف کو چھوڑ دیا گیا اور بیت المال پر عبدالرحمن بن ابی بکر کو امیر مقرر کیا گیا۔ طلحہ و زبیر نے بیت المال کے اموال کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ... اور ... کو زیادہ دیا ... اپنا حصہ لینے کے لیے ٹوٹ پڑے ... قاتلین ... گرفتار کر لیا اور اس طرح بصرہ پر ان حضرات کا قبضہ ہو گیا تو قاتلین عثمان اور ان کے معاونین کی ایک جماعت ... حکیم بن جبلہ ... ان میں ... قاتلین عثمان میں سے ایک تھا انہوں نے جنگ ... ایک آدمی نے حکیم بن جبلہ کی ٹانگ پر تلوار کا وار کر کے کاٹ دیا تو حکیم بن جبلہ نے اس کی ٹانگ کو لیا اور اس آدمی پر دے مارا اور اسے قتل کر دیا اور پھر اس کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا اور یہ شعر کہنے لگا۔

اے پنڈلی ہرگز خیال نہ کر بے شک تیرے لیے میرا بازو ہے جس کے ساتھ میں اپنی پنڈلی کا دفاع کرتا ہوں۔

اور یہ شعر بھی کہا کہ

اگر میں مر جاؤں تو مجھ پر کوئی عیب نہیں لوگوں میں عار کی بات تو بھاگنا ہے۔ عار فرار ہے اور ثابت قدمی عار نہیں کرتی۔

اسی دوران کہ حکیم بن جبلہ اپنے ... کا تکیہ لگائے بیٹھا تھا کہ ایک آدمی وہاں سے گزرا اور اس نے پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے تکیے نے۔ پھر حکیم بن جبلہ مر گیا اور اس کے ساتھ ستر قاتلین عثمان اور ان کے معاونین ... سے قتل ہو گئے ...

بہر حال طلحہ و زبیر کے قاتلین کمزور پڑ گئے۔ اور اب جب کہ اہل بصرہ نے طلحہ و زبیر کی بیعت کر لی۔ حضرت زبیر نے ایک ہزار سواروں کو حضرت علی کی آمد سے قبل ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ... زبیر کی طرف سے ... اور بشارت کے طور پر اہل شام کی طرف بصرہ پر قبضہ کی اطلاع لکھ دی گئی۔ یہ ربیع الآخر ۳۶ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید بن صوحان کو خط لکھا اور انہیں اپنی نصرت اور اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی اور لکھا کہ اگر نہیں آتے تو اپنے ہاتھ کو روک لیں اور اپنے گھر کو لازم پکڑ لیں یعنی نہ ہماری مدد کریں اور نہ ہم سے لڑیں۔ زید بن صوحان نے جواب میں لکھا کہ میں آپ کی مدد کروں گا جب تک آپ اپنے گھر میں ٹھہری رہیں گی لیکن آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ ام المومنین پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تو گھر لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں قتال کرنے کا لیکن وہ اپنے گھر سے نکل آئی ہیں اور ہمیں اپنے گھر لازم پکڑنے کا حکم دیتی ہیں حالانکہ وہ اس کی ہم سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اسی مضمون کا خط اہل یمامہ اور کوفہ کی طرف بھی اسی طرح کے خطوط لکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شام کے بجائے بصرہ کی طرف روانگی۔ ... حضرت علی شام جانے کی مکمل تیاری کر چکے تھے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ لیکن جب آپ کو اطلاع ملی کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ کا قصد اور ارادہ کیا ہے تو آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور انہیں بصرہ چلنے کی ترغیب دی۔ کیونکہ دونوں حضرات کو بصرہ داخل ہونے سے روکنا تھا اور اگر داخل ہو چکے ہیں تو وہاں سے نکال باہر کریں۔ مگر اہل مدینہ نے آپ کی بات قبول نہ کی۔ البتہ بعض نے قبول کیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ اس معاملے کی طرف چھ بدری صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا ساتواں کوئی آدمی نہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ چار تھے۔ ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ساتھ دینے میں جلدی کرنے والوں میں ابو الہیثم بن تیہان بدری اور ابو قتادہ اور خزیمہ بن ثابت تھے۔ یہ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین نہیں ہیں وہ تو عثمان بن عفان کے زمانے میں وفات پا چکے تھے بلکہ یہ دوسرے خزیمہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقہ تیاری کے ساتھ مدینہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ البتہ مدینہ پر تمام بن عباس اور مکہ پر قثم بن عباس کو نائب مقرر کیا۔ یہ ۳۶ھ ربیع الآخر کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ حضرت علی مدینہ سے روانہ ہو کر قریب جا پائے تھے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ اے امیر المومنین! آپ مدینہ سے نہ نکلیے۔ اللہ کی قسم اگر آپ یہاں سے چلے گئے تو مسلمانوں کا بادشاہ پھر کبھی یہاں لوٹ کر نہ آئے گا۔ بعض لوگوں نے عبداللہ بن سلام کو برا بھلا کہا۔ حضرت علی نے کہا کہ انہیں چھوڑ دو یہ بڑے اچھے صحابی رسول ہیں۔ پھر حسن بن علی راستے میں اپنے والد حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے آپ کو روکا تھا لیکن آپ نے میری بات نہ مانی اب کل آپ ضائع ہو کر قتل کر دیئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ حضرت علی نے کہا کہ تو تو مجھ پر ہمیشہ لڑکی کی طرح روتا رہتا ہے اور تم نے مجھے کس بات سے منع کیا تھا جس سے میں نے انکار کیا؟ حضرت حسن نے کہا کہ کیا میں نے آپ کو حضرت عثمان کی شہادت سے قبل یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ آپ مدینہ سے چلے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو قتل کر دیا جائے اور آپ مدینہ ہی میں ہوں؟ اور کوئی کہنے والا کہے اور باتیں بنانے والا باتیں بنائے اور کیا میں نے یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ آپ شہادت عثمان کے بعد اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہ لیں جب تک تمام شہروں کے باشندگان خود بیعت کی درخواست نہ کریں؟ اور کیا میں نے آپ کو یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ یہ خاتون (حضرت عائشہ) اور یہ دو مرد (طلحہ و زبیر) جو گھروں سے نکلے ہوئے ہیں تو جب تک یہ کسی بات پر صلح و اتفاق نہ کر لیں آپ اپنے گھر میں ہی تشریف رکھیں لیکن آپ نے ان تمام میں سے میری کوئی بات نہیں مانی۔

حضرت علی نے ان کے جواب میں فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ شہادت عثمان سے قبل مدینہ سے چلا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح سے ان کا محاصرہ کیا گیا تھا اسی طرح ہمارا بھی محاصرہ کیا گیا تھا اور تمہارا یہ کہنا کہ مختلف شہروں والوں کی طرف سے بیعت آنے سے قبل مجھے بیعت نہیں لینی چاہیے تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اس امر کے ضائع ہو جانے کو پسند نہیں کیا اور تمہارا یہ کہنا کہ میں گھر بیٹھا رہوں اور ان لوگوں کو جہاں یہ جا رہے ہیں جانے دوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس بجو کی طرح ہو جاؤں جس کا گھیراؤ کر لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ یہاں نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی کونچیں کاٹ دی جاتی ہیں اور وہ باہر نکل آتا ہے؟ اگر میں اس معاملہ پر غور نہ کروں جو مجھ پر لازم ہے اور جس کی سنبھال میری ذمہ داری ہے

تو پھر تم ان پر غور و فکر کرو گے؟ کہا: اے میرے بیٹے میرے سامنے ٹھیرو، جب حضرت علیؓ کو بصرہ کی جانب روانگی ہوئی اور قتال کا عزم ہوا جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے ہاتھ اہل کوفہ کو خط لکھا کہ میں نے تمہیں تمام اہل شہر میں سے منتخب کیا ہے اور تمہاری طرف رغبت ہوں، جو حالات پیش آئے ان سے واقف ہو چکا ہوں لیکن اب تم اللہ کے دین کے معاون و مددگار بن جاؤ اور ہمارے پاس چلے آؤ ہم اصلاح کے خواہاں ہیں تاکہ یہ امت پھر دوبارہ آپس میں بھائی بھائی بن جائے۔ یہ دونوں حضرات چلے گئے۔

پھر آپ نے اہل مدینہ کی طرف بھی پیغام بھیجا اور جو کچھ سواریاں مطلوب تھیں وہ لیں اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت و رفعت عطا فرمائی اور ہمیں ذلت، قلت، بغض و عداوت سے دور کیا اس کے بعد آپس میں بھائی بھائی بنا دیا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا لوگ اسی طریقے پر چلتے رہے کہ اسلام ان کا دین تھا حق ان کے درمیان قائم تھا اور اللہ کا قرآن ان کا امام تھا حتیٰ کہ یہ شخص (یعنی حضرت عثمانؓ) ان لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا جنہیں شیطان نے ورغلایا تھا تاکہ اس امت کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرے۔ خبردار یہ امت ضرور مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی جیسا کہ اس سے پہلی امتیں بھی فرقوں میں بٹ چکی تھیں پس ہم اس شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو کہ ہونے والا ہے پھر آپ نے دوبارہ فرمایا کہ وہ شر ضرور واقع ہو کر رہے گا اور آئے گا اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان میں سے بدترین فرقہ وہ ہوگا جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے گا لیکن میرے جیسا عمل نہیں کرے گا اور بے شک تم نے بھی دیکھا اور پایا ہے پس تم اپنے دین کو لازم پکڑو اور میرے طریقے سے رہنمائی حاصل کرو بلاشبہ وہ تمہارے نبی کا طریقہ ہے۔ پس ان کی سنت کی اتباع کرو اور جو بات تم پر مشتبہ ہو جائے اس سے رکو حتیٰ کہ تم اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، پس جو قرآن کے موافق ہو اسے لازم پکڑو اور جس سے وہ انکار کرے اسے رد کر دو اور اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد (ﷺ) کے نبی ہونے اور قرآن کے حکم و امام ہونے پر راضی ہو جاؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جب روانگی کا ارادہ کیا تو ابن ابی رفاعہ بن رافع کھڑے ہوئے اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کا کیا ارادہ ہے اور آپ ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم اصلاح کے خواہاں ہیں اگر وہ ہمارے قول کو قبول کر لیں اور ہماری بات مان لیں، ابن ابی رفاعہ نے کہا کہ اگر وہ قبول نہ کریں تو؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہم انہیں ان کی عہد شکنی کے باعث چھوڑ دیں گے اور انہیں ان کا حق دیں گے اور خود صبر کریں گے، ابن ابی رفاعہ نے پوچھا کہ اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم انہیں چھوڑے رکھیں گے جب تک وہ ہمیں چھوڑے رکھیں، ابن ابی رفاعہ نے پوچھا کہ اگر وہ ہمیں نہ چھوڑیں تو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر ہم ان سے اپنا دفاع کریں گے، ابن ابی رفاعہ نے کہا یہ بہت اچھی بات ہے پھر حجاج بن غزیہ انصاری کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ جس طرح آپ نے اپنی گفتگو سے مجھے خوش کر دیا میں آپ کو اپنے عمل سے خوش کروں گا اور اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ میری مدد و نصرت ضرور فرمائے گا جیسا کہ اس نے ہمارا نام انصار رکھا ہے۔ حضرت علیؓ ابھی ربذہ ہی میں مقیم تھے کہ قبیلہ طی کی ایک جماعت آپ سے ملاقات کے لئے آئی تو آپ سے کہا گیا کہ اس جماعت میں سے کچھ لوگ آپ کے ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کچھ آپ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما

"اللہ تعالیٰ نے بیٹھ رہنے والوں پر جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی ہے۔" (سورۃ النساء آیت ۹۵)

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی تیاری کی مطابق ربذہ سے روانہ ہوئے آپ ایک سرخ اونٹنی پر سوار تھے جس کے آگے ایک سرخ رنگ کا گھوڑا کوتل ہو رہا تھا جب آپ فید نامی جگہ پر پہنچے تو قبیلہ اسد اور طی کی ایک جماعت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ کافی تعداد ہے اور اہل کوفہ میں سے عامر بن مطر شیبانی نامی ایک آدمی حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کیا صورت حال ہے؟ اس نے صورت حال بیان کی تو آپ نے ابو موسیٰ اشعری کے بارے میں دریافت کیا اس نے کہا کہ اگر آپ کا ارادہ صلح کا ہے تو وہ صلح کے ساتھی ہیں اور اگر ارادہ جنگ کا ہے تو وہ اس کے ساتھی نہیں، حضرت علیؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم جن لوگوں نے ہم سے سرکشی کی ہے ہم ان سے صلح کے خواہاں ہیں اور وہ چلے گئے، جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو آپ کو وہاں جمع ہونے والوں کے قتل کئے جانے، عثمان بن حنیف کے بصرہ سے نکال دیئے جانے اور بیت المال کے لوٹ لئے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے کہا کہ اے اللہ مجھے اس آزمائش سے محفوظ فرما جس میں آپ نے طلحہ و زبیر

جمع کیا ہے۔ پھر جب آپ ذی قار کی جگہ پر پہنچے تو عثمان بن حنیف آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کی پلکیں، ابرو نوچ دیئے گئے تھے اور داڑھی کا ایک بال تک نہ تھا۔ عثمان بن حنیف نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ نے مجھے بصرہ کی طرف اس حال میں بھیجا تھا کہ میں صاحب ریش (داڑھی والا) تھا اور اب آپ کے پاس امرد (بے ریش) بن کر آیا ہوں۔ حضرت علی نے کہا کہ تم نے خیر اور اجر کو پا لیا ہے اور طلحہ و زبیر کے بارے میں فرمایا اے اللہ جو کچھ ان دونوں نے باندھا ہے اسے کھول دے، اور جو کچھ ان دونوں نے اپنے دلوں میں پختہ کیا ہے اسے بے ثبات کیجئے اور انہیں اپنے عمل کی برائی دکھا دیجئے۔ پھر آپ ذی قار میں ٹھہر کر اس وفد کے جواب کا انتظار کرنے لگے جو محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے ہاتھ بھیجا تھا۔ یہ دونوں ابو موسیٰ اشعری کے پاس پہنچے اور ان کا پیغام دیتے ہوئے لوگوں میں کھڑے ہو کر بات کی لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا، جب شام ہوئی تو کچھ صاحب عقل لوگ ابو موسیٰ اشعری کے پاس آئے اور انہیں حضرت علی کی اطاعت کی ترغیب دی۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ یہ کل تک مشورہ ہوتا تھا، تو محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر یہ سن کر نہایت غصے ہوئے اور ان کے متعلق سخت باتیں کیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے انہیں کہا کہ اللہ کی قسم میری اور تمہارے امیر کی گردن میں حضرت عثمان کی بیعت پڑی ہوئی ہے، اگر ہمیں جنگ کرنا ضروری ہوا تو ہم اس وقت تک جنگ نہ کریں گے جب تک ہم تمام قاتلان عثمان سے فارغ نہ ہو جائیں خواہ وہ کہیں ہوں اور جہاں کہیں ہوں۔ پھر یہ دونوں چلے گئے اور حضرت علی کو صورت حال سے باخبر کیا اور ابھی تک ذی قار میں تھے۔ حضرت علی نے اشتر سے کہا کہ تم ابو موسیٰ اشعری کے ساتھی اور ہر کام میں مداخلت بے جا کرنے والے ہو، تم اور ابن عباس جاؤ اور جو بگاڑ پیدا کیا ہے اس کی اصلاح کرو۔

یہ دونوں نکلے اور کوفہ پہنچے اور ابو موسیٰ اشعری سے گفتگو کی اور اس کام میں اہل کوفہ کے کچھ آدمیوں سے مدد لی۔ ابو موسیٰ اشعری لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم محمد ﷺ کے ساتھی اور ان کے مصاحب ہو اور تم اللہ اور اس کے رسول کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہو جنہیں شرف صحبت میسر نہیں ہوا۔ بلاشبہ تمہارا مجھ پر حق ہے اور میں تم تک نصیحت و خیر خواہی کی بات پہنچا رہا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ تم حکومت الٰہیہ کا استخفاف مت کرو اور اللہ کے امر پر جرأت نہ کرو، یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس میں سونے والا جاگنے والے سے، جاگنے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا سواری پر سوار سے اور سوار دوڑنے والے سے بہتر ہے۔ پس تم اپنی تلواروں کو میانوں میں کرو، اپنے نیزوں کے پھل اتار دو، کمانوں کی تانتیں کاٹ دو اور مجبور و مظلوم کو پناہ دو یہاں تک کہ یہ صورت حال درست ہو جائے اور فتنہ صاف ہو جائے۔ ابن عباس اور اشتر لوٹے اور حضرت علی کے پاس پہنچے اور انہیں اس کی خبر دی۔ پھر آپ نے حسن اور عمار بن یاسر کو بھیجا کہ جا کر اس کی اصلاح کریں۔ یہ دونوں گئے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے ان دونوں کو مسروق بن اجدع ملے، سلام کیا اور عمار بن یاسر کو کہا کہ آپ نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے، ان کے قتل میں تم نے کیوں مدد کی ہے؟ عمار بن یاسر نے جواب دیا کہ ہماری بے توقیری کرنے اور خوشیاں ختم کرنے کی وجہ سے۔ مسروق بن اجدع نے کہا کہ اللہ کی قسم تم نے انہیں ایسی سزا دی جیسا کہ اب تمہیں سزا دی جا رہی ہے، اگر تم صبر کرتے تو یہ صابرین کے لئے بہتر تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری نکلے اور حسن بن علی سے ملاقات کی اور انہیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور عمار بن یاسر کو کہا کہ اے ابو الیقظان! کیا تم نے امیر المومنین عثمان بن عفان کے خلاف مدد دے کر ان کے قتل میں حصہ لیا ہے؟ عمار بن یاسر نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور مجھے ان کے قتل نے خوش بھی نہیں کیا۔ حسن بن علی نے ان دونوں کی بات کاٹتے ہوئے ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ لوگوں کو ہم سے کیوں روکتے ہو؟ اللہ کی قسم ہمارا ارادہ صرف اصلاح کا ہے اور امیر المومنین جیسا آدمی کسی چیز سے خوف نہیں کرتا۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا، تم نے بالکل سچ کہا، لیکن جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر، اور چلنے والا سواری پر سوار سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہم پر ایک دوسرے کے خون اور اموال کو حرام قرار دیا ہے۔ عمار بن یاسر غصے میں آ گئے اور ابو موسیٰ اشعری کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صرف تمہیں ہی کہا ہے کہ اس فتنہ میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے۔ بنو تمیم کا ایک آدمی ابو موسیٰ اشعری کی حمایت میں غضب میں آ گیا اور اس نے عمار بن یاسر کو برا بھلا کہنا شروع کیا، دوسرے لوگ اس کے ساتھ جمع ہو گئے، ابو موسیٰ اشعری لوگوں کو ایک دوسرے سے روکنے لگے لیکن شور برپا ہو گیا۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ اے لوگو! میری بات مانو اور عرب کے بہترین قوم کے بہترین انسان بن جاؤ جس کے پاس مظلوم پناہ لیا کرتا تھا اور خوفزدہ امن حاصل کرتا تھا، جب فتنہ اٹھتا ہے تو مشتبہ ہوتا ہے اور جب ختم ہوتا ہے تو واضح ہوتا ہے۔ پھر آپ

نے لوگوں کو اپنے ہاتھ روک رکھنے اور اپنے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا تو زید بن صوحان کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو! تم سب کے سب امیر المومنین و سید المسلمین کے پاس چلو اور قعقاع بن عمرو کھڑے ہوئے اور کہا کہ بے شک حق وہی ہے جو امیر نے کہا ہے لیکن لوگوں کے لئے امیر المومنین کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے جو ظالموں کو منع کرتا ہے اور مظلوم کی مدد کرتا ہے اور لوگوں کی جمعیت کو منظم رکھتا ہے اور امیر المومنین علی بن ابی طالب جس امر کے والی ہیں اس سے خائف اور ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں انصاف سے کام لے رہے ہیں ان کا ارادہ صرف اصلاح کا ہے پس تم سب ان کی طرف چلو۔ پھر عبد خیر کھڑے ہوئے اور کہا کہ لوگ چار گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں حضرت علی اور ان کے ساتھی کوفہ سے باہر کھڑے ہوئے ہیں اور طلحہ و زبیر بصرہ میں ہیں اور حضرت معاویہ شام میں ہیں اور چوتھا گروہ حجاز میں ہے جو نہ قتال کرتا ہے اور نہ اس سے کوئی سروکار رکھتا ہے اور ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ یہی سب سے بہتر گروہ ہے اور باقی سب فتنہ ہے پھر لوگوں نے آپس میں بات چیت کی اور عمار بن یاسر و حسن بن علی لوگوں کے سامنے منبر پر کھڑے ہوئے اور انہیں امیر المومنین علی بن ابی طالب کی طرف جانے کی دعوت دینے لگے اس لئے کہ وہ صرف اصلاح کے خواہاں ہیں اور عمار بن یاسر نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا آپ نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ اے وہ شخص جسے لوگ برا کہیں اور گالیاں دیں خاموش ہو جا اللہ کی قسم حضرت عائشہ دنیا و آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے تمہاری آزمائش کی ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا ان کی (اسے بخاری نے روایت کیا ہے) اور حجر بن عدی کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو! امیر المومنین کی طرف چلو اور یہ آیت تلاوت کی:

انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون

"تم ہلکے ہو یا بوجھل اللہ کے راستے میں نکلو اور اپنی جان و مال کے ساتھ اس کے راستے میں جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔"

(سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۱)

جب کوئی شخص کھڑا ہوتا اور لوگوں کو جنگ کے لئے چلنے پر ابھارتا تو ابو موسیٰ اشعری منبر کے اوپر سے انہیں روکتے اور منع کرتے اور عمار بن یاسر و حسن بن علی بھی منبر پر ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے یہاں تک کہ حسن بن علی نے انہیں کہا کہ آپ پر افسوس آپ کی ماں مر جائے آپ ہم سے الگ ہو جائیں اور ہمارے منبر کو چھوڑ دیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے اشتر کو بھیجا اس نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور دار الامارت سے انہیں نکال دیا اور لوگوں نے جنگ کے لئے جانے کو قبول کر لیا اور نو ہزار کا لشکر حسن بن علی کے ساتھ تری و خشکی کے راستے نکلا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ بارہ ہزار کا ایک لشکر روانہ ہوا تھا اور امیر المومنین کے ساتھ ملاقات کی حضرت علی ذی قار کے راستے میں ایک جماعت کے ساتھ تھے اس جماعت میں ابن عباس بھی تھے حضرت علی نے ان آنے والوں کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ اے اہل کوفہ تم نے عجم کے بادشاہوں سے مقابلہ کیا اور ان کی فوجوں کو منتشر و پراگندہ کیا ہے میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ اہل بصرہ میں ہمارے بھائیوں کے پاس چلو اگر وہ اپنے طرز عمل سے رجوع کر لیں تو یہی ہمارا مقصود ہے اور اگر وہ اصرار کریں تو ہم نرمی کے ساتھ ان کا علاج کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ ہم پر ظلم کرنے میں ابتدا کریں اور جس کام میں اصلاح کو بہتری ہوئی تو ہم اسے ترک نہ کریں گے بلکہ فساد پر اسے ترجیح دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ پس یہ سب لوگ ذی قار میں آپ کے پاس جمع ہو گئے حضرت علی کے ساتھ مشہور اور سرکردہ لوگوں میں سے قعقاع بن عمرو، سعد بن مالک، ہند بن عمرو، ہیثم بن شہاب، زید بن صوحان، الاشتر، عدی بن حاتم، مسیب بن نجبہ، یزید بن قیس، حجر بن عدی وغیرہم تھے اور یہ لوگ شامل تھے نیز عبد القیس کا پورا قبیلہ بصرہ کے راستے میں آپ کا منتظر تھا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

حضرت علی نے قعقاع بن عمرو کو بصرہ میں طلحہ و زبیر کی طرف قاصد بنا کر بھیجا کہ ان دونوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دیں اور اختلاف و تفریق کی دشواریوں کو ان کے سامنے واضح کریں پس قعقاع بن عمرو بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا آغاز کیا قعقاع بن عمرو نے عرض کیا کہ اے میری ماں جان! آپ اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں قعقاع بن عمرو نے درخواست کی کہ طلحہ و زبیر کو بھی بلا

ہیں میں بھی وہ دونوں بھی اس مجلس میں تشریف لائے تو قعقاع بن عمرو نے کہا میں نے ام المومنین سے پوچھا تھا کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائی ہیں تو آپ نے مجھے جواب دیا کہ میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں، انہوں نے کہا ہم بھی اسی لئے آئے ہیں، قعقاع بن عمرو نے کہا اس اصلاح کی صورت کیا ہوگی اور یہ کس چیز پر ہوگی؟ بخدا! اگر ہم اس کو پہچان لیں تو ہم صلح کر لیں گے اور اگر نہ پہچانیں تو ہم صلح نہیں کریں گے، ان دونوں نے کہا یہ قاتلین عثمان پر ہوگی اور اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ قرآن کو ترک کرنا ہوگا اور اگر ان پر عمل کیا جائے تو یہ قرآن کو زندہ کرنا ہوگا۔ قعقاع نے کہا تم نے اہل بصرہ میں سے قاتلین عثمان کو قتل کر دیا ہے اور ان کے قتل سے قبل تم آج کی نسبت استقامت کے زیادہ قریب تھے، تم نے چھ سو آدمیوں کو قتل کیا جن میں ایک کم تھا تو ان کی حمایت میں چھ ہزار آدمی غضب میں آ گئے اور انہوں نے تم سے علیحدگی اختیار کر لی اور تمہارے درمیان سے چلے گئے اور تم نے حرقوص بن زہیر کا مطالبہ کیا تو اسے بھی چھ ہزار آدمیوں نے روک دیا، اگر تم ان کو نظر انداز کرتے ہو تو تم خود اپنی بات میں [illegible] ہو جاتے ہو اور اگر ان سے قتال کرتے ہو تو جس بات سے تم ڈرتے ہو اس سے بڑی مصیبت میں تم پھنس جاؤ گے اور [illegible] قاتلین عثمان کے قتل سے جس اصلاح کے خواہاں ہو اس سے بچنے کی اصلاح کے بہت بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی جیسے [illegible] سے ہو، [illegible] قصاص نہیں لے سکتے کہ چھ ہزار آدمی ان کے دفاع میں کھڑے ہو گئے ہیں، اور حضرت علی قاتلین عثمان سے قصاص لینے [illegible] میں معذور ہیں اور انہوں نے اس قصاص کو اس وقت تک مؤخر کیا ہے جب تک وہ ان پر قادر نہ ہو جائیں [illegible] اور اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تمام شہروں میں اختلاف و تفرقہ پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر قعقاع بن عمرو نے بتایا کہ یہ بھی فتنہ کے بہت سے قاتل اس امر کے خواہاں [illegible] حضرت علی، طلحہ اور زبیر سے جنگ کے لئے تیار ہو چکے ہیں [illegible] حضرت [illegible] رضی اللہ عنہم نے قعقاع بن عمرو سے فرمایا آپ کی کیا رائے ہے؟ قعقاع بن عمرو نے کہا کہ [illegible] اس وقت [illegible] صورت حال پیش ہے اس کا علاج سکون سے رہنا ہے، جب معاملات پرسکون ہو جائیں گے تو [illegible] حرکت کریں گے، اگر آپ لوگ [illegible] تو حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو یہ خیر کی علامت اور رحمت کی خوشخبری ہوگی اور قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی شکل ہوگی اور اگر آپ انکار کرتے ہیں اور اس بات پر اصرار کرتے ہیں تو یہ شر کی علامت اور اس حکومت کے خاتمہ کی نشانی ہوگی، آپ لوگ عافیت کو ترجیح دیں [illegible] پہلے کی طرح [illegible] آپ خود بھی اس میں [illegible] جائیں گے اور اللہ تعالیٰ [illegible] آپ [illegible] کی دعوت [illegible] مجھے اندیشہ ہے کہ [illegible] امت [illegible] حقیقت [illegible] مصیبت نازل ہوئی [illegible] جماعت کا [illegible] قتل کرنے کی [illegible] ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلے کو قتل کرنے کی طرح ہے۔

قعقاع بن عمرو کی یہ گفتگو سن کر ان سب حضرات نے کہا کہ تم نے درست اور اچھی بات کی ہے، واپس چلے جاؤ، اگر حضرت علی اسی رائے کو لے کر آئے تو یہ معاملہ درست ہو جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ قعقاع بن عمرو واپس حضرت علی کے پاس پہنچے اور انہیں ساری گفتگو سے باخبر کیا، حضرت علی نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور لوگ صلح کی طرف مائل ہو گئے، جس نے پسند کیا اس نے پسند کیا اور جس نے ناپسند کیا تو اس نے ناپسند کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی حضرت علی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ صلح کے لئے آئی ہیں، پس دونوں طرف کے لوگ خوش ہو گئے، حضرت علی لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے جاہلیت اور اس کی بدبختی اور اس کے اعمال کا ذکر کیا اور اسلام اور اہل اسلام کی سعادت [illegible] الفت اور جماعت کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کو خلیفہ ابوبکر صدیق پر جمع کیا پھر ان کے بعد عمر فاروق پر، پھر عثمان پر [illegible] پھر اس کے بعد یہ حادثہ رونما ہوا جسے لوگوں نے دنیا کی طلب میں [illegible] جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام و احسان کیا [illegible] اسلام [illegible] اور اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا: سنو! کل میں کوچ کرنے والا ہوں [illegible] تم بھی اس کی تیاری کرو [illegible] اور جس نے حضرت عثمان کے قتل میں قاتلین کی کسی قسم کی مدد کی ہو [illegible] جب حضرت علی نے یہ بات کہی تو ان کے [illegible] ایک جماعت جس میں اشتر نخعی، شریح بن اوفی [illegible] سبائی [illegible] مصری [illegible] ابن ملجم شامل تھے [illegible]

اور ان میں کوئی صحابی نہ تھا۔ انہوں نے کہا یہ کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ کتاب اللہ کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو قاتلین عثمانؓ کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس پر عمل کرنے کے بھی ان سے زیادہ قریب ہیں اور جو بات حضرت علیؓ نے کہی ہے وہ تم نے سن لی ہے، کل لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو جائیں گے اور سب لوگ تمہیں ہی چاہتے ہیں تو تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تمہاری تعداد ان کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے۔ اشتر نے کہا کہ طلحہ و زبیر کی جو رائے ہمارے بارے میں ہے وہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن حضرت علیؓ کی رائے کا ہمیں آج ہی علم ہوا ہے اگر انہوں نے ان سے صلح کر لی ہے تو وہ صلح ہمارے خون پر ہے، اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو ہم حضرت علیؓ کو بھی عثمانؓ کے ساتھ ملا دیں گے اور لوگ ہم سے خاموشی اختیار کرنے پر راضی ہو جائیں گے۔

ابن سوداء نے کہا کہ تمہاری رائے بہت بری ہے اگر ہم نے حضرت علیؓ کو قتل کر دیا تو لوگ ہمیں قتل کر ڈالیں گے اور ہم قاتلین عثمان کی جماعت تھوڑی تعداد یعنی ڈھائی ہزار ہے اور طلحہ و زبیر کے اصحاب پانچ ہزار کی تعداد میں ہیں ان سے مقابلہ کی تمہارے اندر طاقت نہیں اور ان کا مقصود صرف تم ہو۔ غلاب بن ہیثم نے کہا کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تم سب ہمارے ساتھ واپس چلو ہم کسی علاقہ سے تعلق پیدا کر کے ان کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ابن سوداء نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی ایسی صورت میں تو لوگ تمہیں اچک لیں گے۔ پھر کہنے لگا اے قوم! تمہاری جمعیت لوگوں کے ساتھ مل جل کر ہے پس تم لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہو جاؤ جب ان کے درمیان جنگ ہو جائے اور قتال شروع ہو جائے تو تم انہیں اجتماع کا موقع نہ دو، بہت جلد جس کے ساتھ تم ہو گے وہ مقابلہ کرے گا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھیوں کو اس امر سے غافل کر دے گا جس کو وہ پسند کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس رائے کو اچھا سمجھا اور اس پر متفرق ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ نے کوچ کیا اور بنو عبد القیس کے پاس سے گزرے اور آپ کے ساتھی بھی گئے یہاں تک کہ زاویہ مقام پر پڑاؤ کیا اور وہاں سے بصرہ کی طرف چل پڑے۔ طلحہ و زبیر اور ان کے اصحاب بھی حضرت علیؓ کی ملاقات کے لئے چلے ان سب نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کے پاس اجتماع کیا اور ہر شخص ایک کنارے پر اتر گیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے لشکر سے سبقت کی اور پھر باقی لشکر بھی ان کے ساتھ آ ملا اور ان سب نے تین دن قیام کیا اور ان کے درمیان قاصد آتے جاتے رہے۔ یہ پندرہ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

بعض لوگوں نے طلحہ و زبیر کو قاتلین عثمان کے بارے میں اس بہترین موقع سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیا لیکن ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے اس معاملہ میں تسکین کا مشورہ دیا ہے اور ہم نے ان کو صلح کا پیغام بھیج کر ان کی طرف بھیج دیا ہے۔ حضرت علیؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اعور بن بنان منقری کھڑا ہوا اور اہل بصرہ کی طرف جانے کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان اصلاح اور ان کے فتنہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ اس امت کی پراگندگی و انتشار کو ختم کر دے۔ اس نے پوچھا کہ اگر وہ لوگ ہماری بات قبول نہ کریں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ہم ان کو چھوڑ دیں گے جب تک وہ ہمیں چھوڑے رکھیں گے۔ اس نے پوچھا کہ اگر وہ ہمیں نہ چھوڑیں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ہم ان کو اپنے سے دور کریں گے۔ اس نے پوچھا کیا انہیں اس معاملہ میں ہم جیسے حقوق حاصل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابو سلامہ دالانی کھڑا ہوا اور پوچھا کیا ان لوگوں کے پاس جو قصاص کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں تو ان کے پاس اس کی کوئی حجت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا آپ کے پاس اس مطالبہ کو مؤخر کرنے کی کوئی حجت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ اگر کل ہماری اور ان کی جنگ ہوئی تو ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ہم میں اور ان میں سے جو شخص بھی نیک دل سے قتل ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور آپ نے اپنے خطبہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں سے اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں روکے رکھو اور اس بات سے بچو کہ کوئی ہم سے سبقت کر جائے، بلاشبہ کل کا مغلوب آج کا بھی مخالف ہے۔

اس دوران احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں آ گیا۔ اس نے مدینہ میں حضرت علیؓ کی بیعت کر لی تھی۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ محصور تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ، طلحہ اور زبیر سے پوچھا کہ اگر حضرت عثمانؓ شہید ہو جائیں تو میں کس کی بیعت کروں؟ ان سب حضرات نے کہا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی اور پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے، پھر ان حالات کے بعد

تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئی ہیں۔ میں اپنے معاملہ میں حیران رہ گیا کہ کس کی پیروی کروں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس حدیث کی وجہ سے روک دیا جسے میں نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آپ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور کسی عورت کے سپرد کر دے۔ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔ مقصود یہ کہ جب احنف بن قیس حضرت علی کی خدمت میں پہنچے تو ان کے پاس چھ ہزار کی جمعیت تھی۔ احنف نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ مل کر قتال کروں اور اگر آپ چاہیں تو میں دس ہزار تلواروں کو آپ سے دور رکھوں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ دس ہزار تلواروں کو ہم سے دور رکھو۔ پھر حضرت علی نے طلحہ وزبیر کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم اسی بات پر قائم ہو جس پر قعقاع بن عمرو سے جدا ہوئے تھے تو تم رکے رہو یہاں تک کہ ہم پڑاؤ کر لیں اور اس معاملہ میں غور و فکر کر لیں۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم صلح کی اسی بات پر قائم ہیں جس پر قعقاع بن عمرو ہم سے جدا ہوئے تھے۔ اس جواب سے دونوں طرف کے لوگ مطمئن اور پرسکون ہو گئے اور ہر فریق اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمع ہو گیا۔

پھر جب شام ہوئی تو حضرت علی نے عبداللہ بن عباس کو طلحہ وزبیر کی طرف بھیجا اور ان دونوں نے محمد بن طلحہ السجاد کو حضرت علی کی طرف بھیجا اور رات لوگوں نے بہترین انداز میں گزاری اور قاتلین عثمان نے بدترین حالت میں گزاری اور وہ ساری رات باہم صلاح و مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ اس امر پر ان مفسدین نے اتفاق کر لیا کہ صبح کے اندھیرے میں وہ جنگ بھڑکا دیں گے۔ پس وہ طلوع صبح سے قبل اٹھے اور وہ دو ہزار کی تعداد میں تھے اور تلواروں سے حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے دونوں طرف کے لوگ اپنی اپنی قوم کی حفاظت میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور اپنی نیندوں سے اٹھ کر اپنے اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھے اور کہا کہ رات کو اہل کوفہ نے ہم پر حملہ کیا۔ شب خون مارا اور ہم سے غداری کی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ حضرت علی کے اصحاب کے مشورے سے ہوا ہے۔ حضرت علی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ اہل بصرہ نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ تو ہر فریق جس سے ہو سکا اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑا اور زرہیں پہن لیں گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی حقیقت حال سے واقف نہ تھا۔ تقدیر الٰہی اسی طرح تھی۔ جنگ کی چکی گرم ہوئی۔ سواروں نے ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی۔ بہادروں نے میدان جنگ میں جولانیاں دکھائیں۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ہر فریق اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ حضرت علی کے ساتھ بیس ہزار اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ تیس ہزار جانباز جمع ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ سبائیوں اور ابن سوداء کے مصاحب کا برا کرے یہ لوگ قتل وقتال میں کوئی کمی نہیں کر رہے تھے اور حضرت علی کا منادی اعلان کر رہا تھا کہ رک جاؤ۔ رک جاؤ لیکن کوئی شخص بات نہیں سن رہا تھا۔ قاضی بصرہ کعب بن سوار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور کہا کہ اے ام المومنین آپ لوگوں کے پاس جائیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان کے درمیان صلح کروا دے۔ پس آپ اسی وقت ہودج میں تشریف فرما ہو گئیں اور زرہوں کے ساتھ چاروں طرف سے ہودج کا پردہ کر دیا گیا اور ایک جگہ آپ کو ٹھہرا دیا گیا جہاں سے لوگوں کی لڑائی دکھائی دیتی تھی۔ میدان جنگ میں لوگ ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے اور خوب جولانیاں دکھا رہے تھے۔ ان میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت زبیر بھی تھے جو ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دے رہے تھے۔ عمار نیزے سے ان پر حملہ کرنے لگے اور زبیر ان کے حملوں کو روک رہے تھے اور کہنے لگے کہ اے ابوالیقظان کیا تم مجھے قتل کرو گے؟ عمار بن یاسر نے کہا نہیں اے ابو عبداللہ۔ حضرت زبیر عمار بن یاسر پر قابو پا لینے کی پوری قدرت رکھتے تھے لیکن انہوں نے عمار بن یاسر کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس دن ان حضرات نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کسی زخمی کو نہ مارا جائے اور نہ بھاگنے والے کا پیچھا کیا جائے لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی نے اپنے فرزند حسن سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ حضرت حسن نے کہا کہ ابا جان میں تو آپ کو اس سے روکتا تھا۔ سعید بن عروبہ نے قتادہ سے انہوں نے حسن سے انہوں نے قیس بن عباد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل کے دن فرمایا اے حسن کاش تیرا باپ بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ حضرت حسن نے کہا کہ ابا جان میں تو آپ کو اس سے روکتا تھا۔ حضرت علی نے کہا کہ بیٹا مجھے معلوم نہ تھا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔ اور مبارک بن فضالہ نے حسن بن ابی بکرہ سے نقل کیا ہے۔ جب جمل کے دن لڑائی عروج پر پہنچ گئی

اور حضرت علیؓ نے لوگوں کے سروں کو دیکھا تو اپنے بیٹے حسن بن علیؓ کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا: [illegible] آج کی بات [illegible] ہے، [illegible] اس کے بعد اب کس بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت علیؓ نے طلحہؓ و زبیرؓ کو بات چیت کے لئے بلایا، یہ سب حضرات جمع ہو گئے حتیٰ کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں مل گئیں، تو حضرت علیؓ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھ گھوڑے، آدمی اور ہتھیار اکٹھے کر لئے ہیں، کیا تم نے اپنے رب کے پاس قیامت کے دن کے لئے کوئی عذر بھی تیار کر رکھا ہے؟ اللہ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو بڑی محنت سے سوت کاتنے کے بعد اسے ادھیڑ دیتی ہے، کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں تھا کہ تم دونوں میرے خون کو حرام سمجھتے تھے اور میں تمہارے خون کو اور تم میرے خون کو حرام سمجھتے رہے تھے؟ تو اب کون سی نئی بات ہو گئی کہ تم نے میرے خون کو حلال قرار دے دیا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے بارے میں [illegible] کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا:

یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق (سورۃ النور آیت ۲۵)

"اس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔"

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتلین عثمانؓ پر لعنت فرمائے، پھر [illegible] اے طلحہؓ! کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؟ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میں نے بیعت اس حال میں کی تھی کہ تلوار میری گردن پر رکھی گئی تھی، پھر حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے زبیرؓ! کس چیز نے تمہیں نکالا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ آپ نے، اور میں آپ کو اس امر خلافت کے بارے میں ہم سے زیادہ حقدار خیال نہیں کرتا۔ حضرت علیؓ نے کہا: کیا تمہیں یاد ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ [illegible] تھے تو آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور میں بھی آپ کی طرف دیکھ کر مسکرایا، اور تم نے کہا کہ ابن ابی طالب اپنا تکبر نہیں چھوڑتے، تو رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا: اس میں تکبر نہیں ہے، اور تم اس سے قتال کرو گے اور تم قتال میں اس پر ظلم کرنے والے ہو گے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! [illegible] مجھے یاد نہ تھا، اور اب یاد آ گیا ہے، اور اللہ کی قسم میں کبھی آپ سے جنگ نہیں کروں گا، پھر [illegible] کی طرف چلے گئے، یہ حدیث غریب ہے۔

اور اسے ابو یعلیٰ موصلی نے روایت کیا ہے [illegible] ابو حرب بن ابی الاسود الدیلی سے [illegible] انہوں نے ان سے [illegible] عبداللہ بن [illegible] الرقاشی سے [illegible] سے [illegible] کے دن حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ تم اس سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: ہاں! مجھے یاد نہیں تھا، اب یاد آ گیا ہے، پھر حضرت زبیرؓ واپس لوٹ گئے۔

اور بیہقی نے اسے حاکم سے، انہوں نے ابو الولید الفقیہ سے، انہوں نے حسن بن سفیان سے، انہوں نے قطن بن بشیر سے، انہوں نے جعفر بن سلیمان سے، انہوں نے عبداللہ بن محمد بن عبدالملک الرقاشی سے، انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے ابو جرو المازنی سے اور انہوں نے [illegible] سے یہ روایت نقل کی ہے [illegible] میں نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو دیکھا [illegible] اور حضرت علیؓ نے ان سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا [illegible] تم اس سے جنگ کرو گے اور تم اس پر ظالم ہو گے؟ [illegible] فرمایا کہ [illegible] یاد آ گیا [illegible] پھر حضرت زبیرؓ واپس چلے گئے [illegible] حضرت زبیرؓ [illegible] اس وقت [illegible] پاس [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ نے [illegible] سے [illegible] میں [illegible] حسن بن علیؓ [illegible] بن [illegible] ان [illegible] نے کہا [illegible]

نے فضل بن فضالہ سے انہوں نے حرب بن ابی الاسود الدؤلی کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ (یہ ان دونوں کی روایت اور حدیث میں مذکور ہو گیا) جب حضرت علی اور ان کے اصحاب طلحہ و زبیر کے قریب ہو گئے اور فریقین کی صفوف بھی ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئیں تو حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے خچر مبارک پر سوار ہو کر باہر نکلے اور آواز دی کہ زبیر بن العوام کو میرے پاس بلاؤ۔ میں علی ہوں۔ پس زبیر کو بلایا گیا۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ ان دونوں کی سواریاں معانقہ کرنے لگیں۔ حضرت علی نے کہا کہ اے زبیر میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس سے گزرے اور ہم اس وقت فلاں فلاں مقام پر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر کیا تم علی سے محبت رکھتے ہو؟ تم نے کہا کہ میں اپنے ماموں زاد، چچا زاد اور ہم مذہب بھائی سے کیوں محبت نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر! آگاہ رہو خدا کی قسم تم اس سے قتال کرو گے درانحالیکہ تم اس پر زیادتی کرنے والے ہو گے۔ حضرت علی سے یہ سن کر حضرت زبیر نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ کی قسم جب سے میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنی ہے اسے بھلا دیا گیا تھا اب مجھے یاد آ گئی ہے اور اللہ کی قسم اب میں آپ سے قتال نہ کروں گا۔

اس کے بعد حضرت زبیر سواری پر سوار صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹ آئے تو ان کے فرزند عبداللہ بن زبیر سامنے آئے اور پوچھا کیا ہوا؟ حضرت زبیر نے کہا کہ حضرت علی نے مجھے ایک حدیث یاد دلا دی جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سے (یعنی علی سے) قتال کرو گے درانحالیکہ تم ظالم ہو گے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ کیا آپ قتال کے لئے آئے ہیں؟ آپ تو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس معاملہ کو درست کر دے گا۔ حضرت زبیر نے کہا کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ قتال نہیں کروں گا۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ قسم کے کفارے میں آپ اپنے غلام سرجس کو آزاد کر دیجئے اور لوگوں کے درمیان صلح ہونے تک یہاں ٹھہریئے۔ حضرت زبیر نے اپنا غلام آزاد کر دیا اور وہاں ٹھہر گئے لیکن جب لوگوں کا اختلاف بڑھ گیا تو آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت زبیر لوٹ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے اور ذکر کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے قتال نہیں کروں گا۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اب جب لوگ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں تو آپ ان کے درمیان سے نکل آئے۔ آپ یہاں ٹھہرے رہیں اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک غلام آزاد کیا، کہا جاتا ہے کہ وہ غلام سرجس تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت زبیر نے عمار بن یاسر کو حضرت علی کے ساتھ دیکھا تو آپ واپس لوٹ آئے اس لئے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ پس حضرت زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عمار آج قتل نہ ہو جائیں۔

میں۔ مذکورہ پہلی حدیث جو ہم نے ماقبل میں بیان کی ہے اگر صحیح ہے تو وہی حضرت زبیر کے لوٹنے کی سبب ہے اور یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دیں اور پھر حضرت علی سے قتال کے لئے ٹھہرے رہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت زبیر جب جنگ جمل کے دن لوٹے تو سفر کرتے کرتے ایک وادی میں اترے جسے وادی سباع کہا جاتا تھا تو ایک آدمی (جس کا نام عمرو بن جرموز بتایا جاتا ہے) نے آپ کا تعاقب کیا اور آپ کو سوتے ہوئے بے خبری میں قتل کر ڈالا جیسا کہ عنقریب ہم اس کی تفصیلات ذکر کریں گے اور حضرت طلحہ کے متعلق آتا ہے کہ میدان جنگ میں ان کو نامعلوم طرف سے ایک تیر آ لگا، کہا جاتا ہے کہ وہ تیر مروان بن حکم نے چلایا تھا واللہ اعلم۔ پس تیر نے آپ کی ٹانگ کو گھوڑے کے ساتھ پرو دیا جس سے گھوڑا بھی سرکش ہو گیا درانحالیکہ حضرت طلحہ پکارنے لگے، اللہ کے بندو میری طرف آؤ، اللہ کے بندو میری طرف آؤ تو آپ کے غلام نے آپ کا پیچھا کیا اور گھوڑے کو پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے مجھے گھروں کی طرف لے چلو اور آپ کا موزہ خون سے بھر گیا تھا۔ آپ نے غلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بیٹھ جاؤ اس لئے کہ آپ کا خون زائل ہو رہا تھا اور آپ کمزور ہو گئے تھے تو غلام آپ کے پیچھے سوار ہو گیا اور آپ بصرہ کے ایک مکان میں پہنچ کر وہیں انتقال فرما گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس اونٹ پر سوار تھیں آگے بڑھیں اور ان کے آگے آگے کعب بن سور مصحف لئے ہوئے لوگوں کو اس کی طرف بلانے اور الفت کی دعوت دیتے تھے جب جنگ بڑی شدت کی ہو گئی اور لڑائی بہت خوب گرم ہو گئی تھی اور حضرت زبیر واپس جا چکے تھے اور حضرت طلحہ زخمی ہو چکے تھے، جب کعب بن سور مصحف لے کر آگے بڑھے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے لگے تو لشکر کے مقدمۃ الجیش نے ان کا سامنا کیا، ان میں عبداللہ بن سبا المعروف بابن سوداء اور اس کے متبعین تھے۔ پس انہوں نے اہل بصرہ میں سے جس پر قابو پاتے اسے قتل کر دیتے تھے اور کسی کو بھی نہ

کرتے تھے، جب انھوں نے کعب سوار کو مصحف بلند کرتے ہوئے دیکھا تو یکبارگی تیروں سے ان پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا، پھر ان کے تیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہودج تک پہنچے، آپ پکارنے لگیں کہ اللہ اللہ اے میرے بیٹو! یوم حساب کو یاد کرو۔ اور آپ نے ہاتھ اٹھا لئے اور قاتلین عثمان کے لئے بددعا کرنے لگیں، لوگ بھی آوازوں اور چیخوں کے ساتھ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے، یہاں تک کہ یہ چیخ و پکار حضرت علی تک جا پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ ام المومنین قاتلین عثمان اور ان کے معاونین کے لئے بددعا کر رہی ہیں، حضرت نے بھی کہا اے اللہ قاتلین عثمان پر لعنت فرما، اور حضرت ام المومنین کے ہودج پر تیر مارنے سے باز نہ آتا تھا یہاں تک کہ ہودج بالکل چھلنی ہو گیا اور آپ نے لوگوں کو ان باغیوں کے روکنے کے لئے برانگیختہ کیا، آپ کے مخلصین نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور انہیں ہٹا دیا یہاں تک کہ ان کا حملہ وہاں تک پہنچ گیا جہاں علی بن ابی طالب تھے، انھوں نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تیرا ناس ہو جھنڈا لے کر آگے بڑھو لیکن وہ ہمت نہ کر سکا تو حضرت علی نے اس کے ہاتھ سے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، جنگ میں بار بار جاتے رہے، شہر والوں میں اہل بصرہ کی بھاری تعداد اور اہل کوفہ کے بہت سے لوگ اس جنگ میں مارے گئے اور اس سے پہلے کسی جنگ میں اس قدر کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں نہیں دیکھے گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قاتلین عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارنے لگیں، آپ نے اپنے دائیں طرف نظر فرمائی اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا ہم بکر بن وائل ہیں، آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے تو کہنے والا یہ کہتا ہے کہ:

وہ ہمارے پاس تلواریں لے کر پہنچے گویا کہ وہ جماعت قراف کی ہے۔ یہ بکر بن وائل ہیں، پھر بنو ضبہ آپ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے پھر بنو ضبہ آپ کے پاس کثیر خلقت قتل ہو گئی، کہا جاتا ہے کہ ستر آدمیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے جو آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے، جب ان کی قوت بزدلی سے بدل گئی تو بنو عدی بن عبد مناف آگے بڑھے اور شدید قتال کیا اور اونٹ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور جو اونٹ کا قصد کرتا تھا اور کہا تھا کہ جب تک یہ اونٹ کھڑا ہے لڑائی اسی طرح جاری رہے گی، اونٹ کی مہار عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں تھی، بعض کہتے ہیں اس کے بھائی عمرو بن یثربی کے ہاتھ میں تھا، علباء بن الہیثم جو مشہور بہادروں میں سے تھا آگے بڑھا۔ عمرو بن یثربی نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا اور زید بن صوحان بھی قتل ہو گیا اور صعصعہ بن صوحان نے مقابلے کے لئے آواز لگائی تو عمار بن یاسر اس کے مقابلے کے لئے نکلے، دونوں نے صفوں کے درمیان جولانی دکھائی، حضرت عمار بن یاسر اس وقت نوے سال کے تھے، آپ کے لباس ایک پوستین تھی اور کھجور کی چھال کی رسی سے اپنی کمر کو باندھا ہوا تھا، لوگوں نے دیکھ کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اب یہ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ جا ملیں گے، ابن یثربی نے آپ پر تلوار کا وار کیا، حضرت عمار نے اسے اپنی ڈھال پر روکا، تلوار ڈھال میں پھنس گئی اور وہ اسے نکال نہ سکا، پھر حضرت عمار نے وار کیا اور اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اسے قیدی بنا کر حضرت علی کے پاس لے آئے، اس قیدی نے کہا کہ امیرالمومنین مجھے زندہ رہنے دیجئے؟ آپ نے فرمایا کیا اس لئے کہ تو تین جوانوں کے بعد کسی اور کو قتل کرے؟ پھر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، اس کے بعد اونٹ کی مہار بنو عدی کے ایک شخص کے ہاتھ میں رہی جسے ابن یثربی نے اپنے بعد مقرر کیا تھا اس کے قتل ہونے کے لئے ربیعہ عقیلی کھڑا ہوا اور دونوں نے جولانیاں دکھائیں حتیٰ کہ دونوں ہی مقتول ہو گئے، پھر اونٹ کی مہار حارث الضبی نے تھامی اور اس سے زیادہ سخت آدمی نہیں دیکھا گیا، حارث الضبی نے یہ اشعار پڑھے۔

ہم بنو ضبہ اونٹوں والے ہیں، جب موت ہمارے مقابل میدان میں اترتی ہے تو ہم اس سے مقابلہ کرتے ہیں، ہم نیزوں کی نوکوں سے ابن عفان کی موت کی اطلاع دیتے ہیں اور موت ہمارے نزدیک شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے، ہمیں ہمارا شیخ واپس کرو اور ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار وسیم بن عمرو الضبی کے ہیں، اونٹ کی مہار پکڑنے والوں میں سے جب بھی کوئی قتل ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا یہاں تک کہ چالیس آدمی قتل ہو گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا اونٹ سیدھا کھڑا رہا یہاں تک کہ بنو ضبہ کی آوازیں ختم ہو گئیں، پھر قریش کے ستر آدمیوں نے مہار تھامی اور وہ بھی یکے بعد دیگرے قتل ہوتے گئے، ان میں محمد بن طلحہ بھی تھے جو عبادت کی وجہ سے معروف تھے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اے میری امی جان! آپ مجھے کوئی حکم دیں، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم آدم کے دو بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہو جانا، پس وہ واپس لوٹنے سے باز رہے اور اپنا ہاتھ بھی روکے رکھا، [illegible] ایک جماعت ان کی طرف بڑھی اور حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا، ان میں سے ہر ایک ان کے قتل کا دعویٰ کرنے لگا، ایک شخص نے نیزہ ان کے سینے کے آر

بار بار یہ اشعار پڑھتے تھے، وہ پراگندہ بال اور اپنے رب کی آیات کو بہت پڑھنے والا تھا وہ بہت کم تکلیف دینے والا اطاعت گزار تھا، میں نے اس کی قمیص کے گریبان کو نیزے سے پھاڑ دیا اور وہ ہاتھوں اور منہ کے بل گر گیا، جب نیزہ اٹھا ہوا تھا تو وہ مجھے حم یاد دلاتا تھا، حملہ سے پہلے اس نے حم کیوں نہ پڑھی، [illegible] قتل سے پہلے [illegible] پڑھا تھا، اس کے علاوہ وہ حضرت علی کا بھی [illegible] اور حق کا [illegible] اسی طرح [illegible] لکھا ہے۔

پھر لوگ ہر طرف سے اونٹ کی مہار تھامنے لگے، جو شخص بھی اس کے قریب آتا وہ اسے گرا دیتے، پھر عمرو بن یثربی آیا یہ اشعار پڑھتا ہوا اس کی طرف بڑھا، [illegible] ہماری ماں اور ہماری معلومات کے مطابق بہترین ماں! کیا آپ دیکھتی نہیں کہ کتنے بہادر قتل ہو چکے ہیں؟ اور آپ ان کی کھوپڑیاں [illegible] پھر دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور ایک دوسرے کو قتل کر دیا، [illegible] ایک جماعت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حفاظت کے لئے اونٹ کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور بعض نے اونٹ کی مہار کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا، جو شخص اونٹ کا قصد کرتا وہ اسے قتل کر دیتا اور وہ بھی قتل ہو جاتا تھا، [illegible] نے آ کر [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیر نے آگے بڑھ کر اونٹ کی مہار تھام لی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا گیا کہ یہ آپ کا بھانجا ہے، آپ نے [illegible] کہا ہائے اسماء کی رسوائی، [illegible] مالک بن حارث المعروف بہ اشتر آیا اور دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی، اشتر نے عبداللہ بن زبیر کے سر پر ضرب لگائی جس سے سر پر شدید زخم ہو گیا، عبداللہ بن زبیر نے بھی جواباً ایک ہلکی سی ضرب لگائی، پھر دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور لڑتے ہوئے زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگے، عبداللہ بن زبیر نے یہ شعر پڑھتے تھے

مجھے اور مالک کو قتل کر دو اور مالک کو میرے ساتھ قتل کرو۔

لوگ مالک کو نہیں پہچانتے تھے کیونکہ وہ ان میں اشتر کے نام سے معروف تھا، حضرت علی و حضرت عائشہ کے اصحاب نے آگے بڑھ کر دونوں کو چھڑا لیا، عبداللہ بن زبیر جنگ جمل کے دن [illegible] زخم [illegible] پھر ایک آدمی بڑھا اور اونٹ کی ٹانگ پر ضرب لگائی [illegible] زمین پر گر پڑا اور اس کے بلبلانے کی آواز [illegible] کی تلاش [illegible] بن حارث کے ہاتھ [illegible] کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے اس کا اشارہ کیا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قعقاع بن عمرو کے حکم سے [illegible] تاکہ ام المومنین کو کوئی تکلیف نہ پہنچے [illegible] ام المومنین اس جگہ سے [illegible] اٹھ [illegible] گئی ہیں۔

جب اونٹ زمین پر گر پڑا تو آپ کے ارد گرد کے لوگ شکست کھا گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہودج تیروں کی وجہ سے [illegible] ہو گیا تھا، حضرت علی کے منادی نے لوگوں میں اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، اور کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، اور نہ گھروں میں داخل ہوا جائے، حضرت علی نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ ہودج کو مقتولین کے درمیان سے [illegible] نکالا جائے اور محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کو [illegible] کا حکم دیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کیا آپ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا؟ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ تجھے اس سے کیا، اے خثعمیہ کے بیٹے، پھر ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر آئے، آپ کو سلام کیا اور پوچھا کہ اے ماں آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا میں تیری ماں نہیں ہوں، حضرت عمار نے کہا کیوں نہیں، چاہے آپ اس کو ناپسند کرتی ہوں، پھر امیر المومنین علی بن ابی طالب سلام کرنے کے لئے آئے اور پوچھا کہ اماں جان! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خیریت سے ہوں، حضرت علی نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے [illegible] اور [illegible] لوگ سلام کرنے لگے۔ [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا [illegible] آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ہاتھوں [illegible] بصرہ [illegible] میں پھینک دیا گیا۔

جب رات ہوئی تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ میں داخل ہو گئیں، آپ کے ساتھ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر تھے

اور عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں جو بصرہ کا سب سے بڑا مکان تھا وہاں صفیہ بنت حارث بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار کے پاس اتریں جو ام طلحۃ الطلحات عبداللہ بن خلف کی ماں تھیں اور دونوں لوگ مقتولین کے پاس سے گزر کر بصرہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت علی نے مقتولین کے درمیان چکر لگایا، آپ جب کسی شناسا شخص کے پاس سے گزرتے تو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے اور فرماتے کہ مجھے یہ بات تکلیف دے رہی ہے کہ میں قریش کے مقتول دیکھ رہا ہوں، اسی دوران آپ محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کے پاس سے گزرے وہ بھی مقتول پڑے ہوئے تھے، انہیں اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو محمد تجھ پر افسوس انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ کی قسم تو شاعر کے اس شعر کا مصداق ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نوجوان تھا کہ جسے مال اور دولت کے قریب کر دیتی تھی اور جب وہ فقر و مفاد ہو جاتا تو فقر سے دور کر دیتا تھا۔

حضرت علی نے بصرہ میں تین دن قیام کیا اور فریقین کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور قریش کے مقتولین کے ساتھ خصوصیت برتی اور حضرت عائشہ کے اصحاب کی جو چیزیں میدان جنگ سے ملی تھیں انہیں جمع کیا اور حکم دیا کہ انہیں بصرہ کی مسجد میں اٹھا کر لے آئیں، پس جو شخص اپنی چیز کو پہچان لے وہ اس کو لے جائے البتہ وہ ہتھیار جن پر حکومت کی مہر لگی ہوئی ہے وہ بیت المال میں پڑے ہوئے تھے، وہ کسی کو نہ دیے جائیں گے اس جنگ میں کل دس ہزار آدمی قتل ہوئے دونوں طرف کے پانچ پانچ ہزار، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اور ان میں سے جو صحابہ ہیں ان سے راضی ہو جائے۔ بعض اصحاب علی نے آپ سے درخواست کی کہ طلحہ و زبیر کے اصحاب کے اموال ہمارے درمیان تقسیم کئے جائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا تو ان پر سبائی گروہ نے اعتراض کیا اور پوچھا کہ یہ کیسے درست ہے کہ ان کے خون ہمارے لئے حلال ہوں اور ان کے اموال حلال نہ ہوں؟ حضرت علی کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ ام المومنین اس کے حصے میں آئیں؟ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ بصرہ میں داخل ہوئے تو اپنے اصحاب کے درمیان بیت المال کے اموال کو تقسیم کیا، جس میں ان میں سے ہر ایک کے حصے میں پانچ سو درہم آئے اور فرمایا کہ شام سے بھی تم لوگوں کو اس کی مثل ملیں گے۔ پس سبائی جماعت نے آپ پر اعتراض کیا اور آپ کے پس پشت برا بھلا کہتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ سے واپسی: …… جب حضرت علی جنگ جمل کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو سرکردہ لوگ آپ کے پاس سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان میں احنف بن قیس بھی تھے جو بنو سعد کے ساتھ آئے تھے یہ لوگ لڑائی سے الگ رہے تھے، حضرت علی نے فرمایا کہ تم نے تو ہمارے ساتھ ایک اچھا انتظار کیا ہے (یعنی گویا کہ جنگ سے پیچھے رہ کر انتظار کیا) احنف بن قیس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے میرے خیال میں اچھائی کی ہے یہ سب اے امیر المومنین آپ کے حکم سے ہی ہوا ہے، پس نرمی اختیار کیجئے آپ بہت دور کے راستے پر چل پڑے ہیں اور آپ کل گزشتہ کی نسبت کل آئندہ میری طرف زیادہ محتاج رہیں گے آپ میرے احسان کو پہچانئے اور میری محبت کو کل کے لئے باقی رکھیے اور اس طرح کی گفتگو نہ کیجئے، میں ہمیشہ آپ کا خیر خواہ رہا ہوں۔

مورخین کہتے ہیں کہ حضرت علی پیر کے دن بصرہ میں داخل ہوئے اور اہل بصرہ نے اپنے جھنڈوں تلے آپ سے بیعت کی حتیٰ کہ زخمی اور امان یافتہ لوگوں نے بھی بیعت کی، عبدالرحمن بن ابی بکرہ ثقفی نے بھی بیعت کی، حضرت علی نے اس سے پوچھا کہ مریض کہاں ہے؟ یعنی اس کے والد۔ عبدالرحمن نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ مریض ہیں اور آپ کی خوشنودی کے بڑے حریص ہیں، آپ نے کہا کہ میرے ساتھ آگے چلو اور آپ نے وہاں جا کر ابوبکرہ کی عیادت کی، ابوبکرہ نے اپنے بارے میں معذرت خواہی کی تو آپ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور بصرہ کی امارت انہیں پیش کی لیکن ابوبکرہ نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کے اہل میں سے کوئی شخص ہو تو لوگ اس پر مطمئن ہوں گے اور حضرت ابن عباس کے بارے میں مشورہ دیا چنانچہ حضرت علی نے ابن عباس کو مقرر کیا کہ بصرہ کا والی اور زیاد بن ابیہ کو خراج کی وصولی اور بیت المال پر مقرر کیا اور ابن عباس کو حکم دیا کہ زیاد کی بات سنیں اور زیاد اس وقت الگ تھلگ تھا، پھر حضرت علی اس مکان میں آئے جہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیام پذیر تھیں، آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور داخل ہو کر سلام عرض کیا، حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کو خوش آمدید کہا، بنو خلف کے مکان میں حضرت علی نے دیکھا کہ عورتیں مقتولین پر رو رہی ہیں اور مقتولین میں خلف کے دونوں بیٹے عبداللہ و عثمان بھی تھے، عبداللہ حضرت عائشہ کا ساتھ دیتے ہوئے اور عثمان حضرت علی کا ساتھ دیتے ہوئے شہید ہو گئے تھے، جب حضرت علی اندر آئے تو عبداللہ بن خلف کی زوجہ صفیہ ام طلحۃ الطلحات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی

ایسا ہی تقسیم کرے جیسا کہ آپ نے معززین وادی کو یتیم کیا ہے آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، جب آپ باہر نکلے تو اس نے دوبارہ یہی بات کا اعادہ کیا، حضرت علی پھر بھی خاموش رہے تو ایک آدمی نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا آپ اس عورت کے سامنے سکوت اختیار کئے ہوئے ہیں؟ حالانکہ جو کچھ یہ کہہ رہی ہے آپ سن رہے ہیں، حضرت علی نے کہا کہ تیرا ناس ہو ہمیں تو مشرک عورتوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم ہے کیا ہم مسلمان عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کریں، ایک آدمی نے حجرہ کے دروازے پر دو آدمی حضرت عائشہ صدیقہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں آپ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ ان دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ اور کپڑے اتروا کر بھیجو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ان کے لشکر اور حضرت علی کے لشکر میں سے شہید ہو گئے تھے جب بھی ان میں سے کسی کا تذکرہ کیا جاتا تو آپ اس کے لئے رحم کی دعا کرتیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت علی نے جس قدر سواریاں، توشہ، سامان وغیرہ کی ضرورت تھی آپ کے پاس بھیج دیا، اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ آنے والے لوگوں میں سے جس قدر بچ گئے تھے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی الا یہ کہ وہ از خود ہی بصرہ میں رہنا پسند کریں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مصاحبت کے لئے بصرہ کی چالیس معروف اسلامی خواتین کو منتخب کیا اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی آپ کے ساتھ بھیجا، جب روانگی کا دن آیا تو حضرت علی دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور دیگر لوگ بھی رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج میں مکان سے باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو الوداع کہا اور ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو! ایک دوسرے کو ملامت اور طعنہ زنی نہ کرنا، اللہ کی قسم میرے اور علی کے درمیان شروع سے وہی بات ہے جو ایک عورت اور اس کے دیور کے درمیان ہوتی ہے اور وہ میری ناراضگی کے باوجود بہترین آدمی ہیں، حضرت علی نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا اور کہا کہ اللہ کی قسم میرے اور ان کے درمیان یہی بات تھی اور یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، پھر حضرت علی چند میل تک الوداع کہنے کے لئے مشایعت کرتے ہوئے گئے، اور سارا دن ان کا یہی معمول رہا، اپنے بیٹوں کو ساتھ جانے کا حکم دیا، یہ رجب ۳۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس سفر میں مکہ کا قصد کیا اور حج تک وہیں قیام فرمایا اور حج کے بعد پھر آپ مدینہ لوٹ آئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اور مروان بن حکم نے فرار ہو کر مالک بن مسمع کی پناہ لی اس نے اسے پناہ دی اور اس سے وفاداری کی اسی لئے مروان کے بیٹے مالک کا اکرام اور تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان بنو خلف کے گھر میں اترا تھا، جب حضرت عائشہ صدیقہ یہاں سے نکلیں تو یہ بھی آپ کے ساتھ نکل آیا، پھر جب آپ مکہ کی طرف روانہ ہو گئیں تو یہ مدینہ کی طرف چلا گیا، مورخین کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ اور بصرہ کے درمیان رہنے والوں کو جنگ کے دن ہی اس حادثہ عظیمہ کا علم ہو گیا تھا اور یہ اس طرح کہ گدھ اور چیلیں انسانی اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ اٹھا کر لے گئیں اور ان میں سے کچھ ان راستوں پر گر پڑا تھا، حتیٰ کہ اہل مدینہ نے جنگ کے دن غروب شمس سے پہلے ہی اس حادثہ عظیمہ کو جان لیا، اس طرح کہ ایک گدھ ان لوگوں کے پاس سے گزرا جس کے منہ میں کوئی چیز تھی وہ اتفاق سے گر پڑی، لوگوں نے دیکھا تو وہ ہتھیلی تھی جس میں ایک انگوٹھی تھی جس پر نقش عبدالرحمن بن عتاب تھا، یہ تمام واقعات ابو جعفر بن جریر کے بیان کا خلاصہ ہے جسے انہوں نے علماء ثقات کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور شیعہ و دیگر اہل ہوا نے صحابہ کرام کے متعلق جو موضوع اور من گھڑت روایات بیان کی ہیں ان کو بالکل نہیں لیا، ان کا حال تو یہ تھا کہ جب انہیں واضح حق کی طرف دعوت دی جاتی تو اس سے اعراض کرتے اور کہتے کہ تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہمارے لئے ہمارے اعمال، پس ہم ان کو جواب میں یہی کہتے ہیں:

سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین

"تم پر سلام ہم جاہلوں کے طالب نہیں ہیں"

اب ہم جنگ جمل میں فریقین کی طرف سے شہید ہونے والے سادات صحابہ کا تذکرہ کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب سے، واضح ہو جائے اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ میں مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی اور زخمیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں، مقتولین میں سے ایک طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] ...... آپ کا نام و نسب طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ اور کنیت ابو محمد قرشی تیمی ہے۔ آپ اپنی سخاوت و فیاضی کی وجہ سے طلحہ الخیر و طلحہ الفیاض کے لقب سے مشہور ہیں، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، نوفل بن خویلد بن عدویہ ان دونوں کو ایک رسی میں باندھ دیا کرتا تھا اور بنو تیم انہیں اس سے بچانے کی سکت نہ رکھتے تھے اسی وجہ سے آپ کو اور ابوبکر کو قرینان کہا جاتا ہے آپ نے جب ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور ابو ایوب انصاری کے درمیان مواخات قائم فرمائی آپ نے غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی غزوہ بدر میں اس لئے شرکت نہیں کر سکے کہ اس موقع پر آپ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے اور بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں گئے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے ان کا حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور غزوہ احد میں آپ نے بڑی جرأت و دلیری دکھائی اور اس دن آپ کا ایک ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا اور آپ کی وفات تک اسی حالت پر رہا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہاتھ کے بارے میں جب کسی سے بات کرتے تو فرماتے کہ احد کا تو سارا دن طلحہ کا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن ان کے لئے فرمایا تھا کہ طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا ہے، اور اس کا قصہ یہ ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں، آپ نے ان دونوں کے ساتھ ایک چٹان پر چڑھنے کی کوشش فرمائی لیکن نہ چڑھ سکے، حضرت طلحہ نے آپ کے لئے اپنی پشت کو بچھا دیا، آپ ﷺ ان کی پشت پر چڑھ کر چٹان پر اچھی طرح ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔

آپ ان دس اصحاب میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی اور اس چھ کی شوریٰ کے ایک رکن ہیں جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی اور کیا ہی خوب صحبت پائی رسول اللہ ﷺ بوقت وفات ان سے راضی تھے اور ابوبکر و عمر بھی بوقت وفات ان سے راضی تھے لیکن جب عثمان بن عفان کا معاملہ پیش آیا تو آپ اس سے الگ تھلگ رہے تو آپ بڑے صبر و تحمل اور برداشت کے مالک تھے اسی وجہ سے جنگ جمل میں جب آپ حاضر ہوئے اور حضرت علی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے آپ کو وعظ و نصیحت فرمائی تو پیچھے ہٹ کر ایک صف میں کھڑے ہو گئے اچانک ایک انجانا تیر آیا اور آپ کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا اور ایک قول کے مطابق گردن میں پیوست ہو گیا لیکن قول اول زیادہ مشہور ہے یہ تیر آپ کی پنڈلی سے ہوتا ہوا گھوڑے کی کوکھ میں پیوست ہو گیا تھا جس کی وجہ سے گھوڑا بے قابو ہو گیا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور آپ اس وقت پکار رہے تھے کہ اللہ کے بندو کہاں ہو میری طرف آؤ تو آپ کے غلام نے آپ کو تھام لیا اور آپ کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور آپ کو بصرہ لے گیا اور وہیں ایک مکان میں آپ نے وفات پائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ میدان جنگ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت علی جب مقتولین کے درمیان چکر لگا رہے تھے تو آپ کو دیکھا اور آگے بڑھ کر آپ کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا کہ اے ابو محمد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، مجھ پر یہ بڑا شاق گزر رہا ہے کہ تم اس حال میں آسمان کے تلے تمہیں پچھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں پھر فرمایا کہ میں اپنی ظاہری و باطنی باتوں کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں اللہ کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میں آج سے بیس سال پہلے وفات پا چکا ہوتا، کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ کو تیر مروان بن حکم نے مارا تھا اور اس نے ابان بن عثمان کو کہا تھا کہ میں نے تمہیں عثمان کے قاتلوں میں سے ایک آدمی سے تمہیں بے نیاز کر دیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان بن حکم کے علاوہ کسی اور نے یہ تیر چلایا تھا۔ اور یہی میرے نزدیک (مصنف کے نزدیک) اقرب ہے اگرچہ قول اول زیادہ مشہور ہے واللہ اعلم بالصواب۔ یہ جمادی الثانیہ ۳۶ھ بروز جمعرات کا واقعہ ہے۔ آپ کو خوسہ گھاس کی طرف لے جایا گیا آپ کی عمر اس وقت ساٹھ سال تھی اور ایک قول ہے کہ ساٹھ سے کچھ اوپر تھی آپ کا رنگ گندمی تھا اور ایک قول کے مطابق سفید تھا آپ خوبصورت چہرے والے گھنے بالوں والے تھے بال گردن کے قریب تک تھے آپ اپنے بڑھاپے کو تغیر نہیں کیا کرتے تھے۔

حماد بن سلمہ علی بن زید بن جدعان سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت طلحہ کو تین راتیں مسلسل خواب میں دیکھا، آپ اس سے فرما رہے تھے کہ مجھے میری قبر سے منتقل کر دو پانی مجھے تکلیف دے رہا ہے وہ آدمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور انہیں خبر

---

[1] الاستیعاب: ۲/ ۲۱۹، ۳/ ۵۳۴، صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۱۳۰، تہذیب ۵/ ۲۰، ۴/ ۲۹۹

دی۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ بصرہ میں موجود تھے۔ ابن عباس نے دس ہزار درہم کا بصرہ میں ایک مکان خریدا اور حضرت طلحہ کو ان کی قبر سے اس مکان میں منتقل کر دیا۔ آپ کا وہ حصہ جو پانی سے ملا ہوا تھا باقی جسم کی نسبت سبز ہو چکا تھا اور آپ اسی حالت پر تھے جس حالت پر شہید ہوئے۔

آپ کے بہت سے فضائل و خصوصیات وارد ہوئی ہیں۔ جن میں سے بعض کو ابوبکر بن عاصم نے حسن بن علی بن سلیمان بن عیسیٰ بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے۔ حسن بن علی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے ان سے ان کے دادا نے ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور انہوں نے اپنے والد طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر میرا نام طلحۃ الخیر، غزوۃ العسرۃ کے موقع پر طلحۃ الفیاض اور غزوہ حنین کے موقع پر طلحۃ الجود رکھا۔

ابو یعلیٰ موصلی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوکریب نے ان سے یونس نے ان سے ابن بکیر نے ان سے طلحہ بن یحییٰ نے ان سے موسیٰ بن طلحہ و عیسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد طلحہ بن عبیداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک اعرابی نے من قضی نحبہ (کچھ وہ لوگ جنہوں نے اپنے عہد اور منت کو پورا کر دیا) سورۃ الاحزاب آیت ۲۳ کی تفسیر پوچھی حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو اس نے آپ ﷺ سے پوچھا، آپ نے اس سے اعراض فرمایا اتنے میں میں مسجد کے دروازے سے سبز لباس پہنے ہوئے داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے؟ سائل نے کہا کہ میں یہاں موجود ہوں تو آپ ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا کہ یہ من قضی نحبہ کا مصداق ہے۔

ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں کہ ہم سے داؤد بن رشید نے ان سے مکی نے ان سے صلت بن ابراہیم نے ان سے ابونضرہ نے اور ان سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کسی شہید کو اپنے قدموں پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے اور ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید اشج نے ان سے ابوعبدالرحمن بن منصور عنزی نے (ان کا نام نضر ہے) ان سے عقبہ بن علقمہ یشکری نے بیان کیا کہ میں نے علی بن ابی طالب سے سنا کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہ و زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔ اور متعدد طرق سے حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (سورۃ الحجر آیت ۴۷)

"اور ہم ان کے سینوں سے بغض و کدورت نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بنے تختوں میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے"۔

حماد بن سلمہ علی بن زید سے اور وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی طلحہ، زبیر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا کہنے لگا، حضرت سعد نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کو برا مت کہو لیکن وہ نہ مانا۔ حضرت سعد کھڑے ہوئے وضو کیا۔ دو رکعتیں پڑھیں اور پھر دعا کی کہ اے اللہ! جو باتیں یہ آدمی کہہ رہا ہے اگر یہ تیری ناراضگی کی باتیں ہیں تو مجھے آج کوئی نشانی دکھا اور اسے لوگوں کے لئے عبرت بنا۔ اس کے بعد وہ آدمی باہر نکلا تو اچانک ایک بختی اونٹ لوگوں کو چیرتا ہوا آیا اور سامنے زمین پر گرا لیا اور اسے اپنے سینے اور زمین کے درمیان رکھ کر پیس دیا اور مار ڈالا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو حضرت سعد کے پیچھے جاتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے ابواسحاق! آپ کو مبارک ہو آپ کی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]..... آپ کا نام و نسب زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ اور کنیت ابوعبداللہ قرشی اسدی ہے۔ آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بعض نے اس سے کم و زیادہ کا قول بھی کیا ہے۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سلمہ بن سلامہ بن وقش کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔

حضرت زبیر تمام غزوات میں حاضر رہے تھے۔ غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ہمارے پاس (دشمن) قوم کی خبر کون

---

[1] [illegible]

لا۔ یہ کون؟ حضرت زبیر نے جواب دیا کہ میں لاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا تو حضرت زبیر نے پھر دوبارہ 'میں' کہا۔ آپ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا اس مرتبہ بھی حضرت زبیر نے ہی جواب دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں یہ روایت زر سے بحوالہ حضرت علی ثابت ہے اور حضرت زبیر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا۔ یعنی یہ فرمایا فداک ابی وامی (میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں)۔

اور روایت ہے کہ یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تلوار سونتی یہ اس کا واقعہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں تو حضرت زبیر ننگی تلوار درمیان سے نکال کر باہر نکلے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کو پایا تو اپنی تلوار میان میں ڈال لی۔ آپ ان دس آدمیوں میں سے ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی اور ان چھ آدمیوں میں سے ہیں جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ راضی تھے آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت پائی ہے اور بہت اچھی صحبت اٹھائی۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد بھی تھے اس لئے کہ ان کی صاحبزادی اسماء بنت ابی بکر صدیق سے آپ کا نکاح ہوا تھا جن سے آپ کے فرزند عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے تھے۔ حضرت زبیر لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے شام بھی تشریف لے گئے تھے اور معرکہ یرموک میں شریک ہوئے تھے۔ جب اہل یرموک نے آپ کی تشریف آوری سے شرف حاصل کیا۔ آپ نے اس دن بہت بہادری اور دلاوری کا مظاہرہ کیا اور دو مرتبہ رومیوں کے لشکر اور ان کی صفوں کو اول سے آخر تک چیر کر رکھ دیا۔ آپ حضرت عثمان کا دفاع کرنے والوں اور ان کی طرف سے مقابلہ کرنے والوں میں تھے لیکن جب جنگ جمل کا دن آیا تو حضرت علی نے آپ کو ایک حدیث یاد دلائی، جسے سن کر آپ نے قتال سے رجوع کر لیا اور واپس مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے واپسی میں احنف بن قیس کی قوم کے پاس سے گزر ہوا جو جنگ کے دونوں فریقوں سے الگ ہو گئے تھے آپ کو دیکھ کر احنف بن قیس نے کہا کہ اس شخص کا کیا حال ہو گیا کہ اس نے لوگوں کو جمع کیا تھا کہ دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے اور یہ اپنے گھر کی طرف چل پڑا اس کے حال سے مجھے کون آگاہ کرے گا؟

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز، فضالہ بن حابس اور نفیع نے بنو تمیم کے باغیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر آپ کا تعاقب کیا اور جب آپ کو پا لیا تو سب نے مل کر آپ کو قتل کر دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو پایا اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے آپ نے کہا کہ قریب ہو جاؤ۔ آپ کے غلام عطیہ نے کہا کہ اس کے پاس ہتھیار ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر چہ ہتھیار ہو۔ عمرو بن جرموز آگے بڑھا اور گفتگو کرنے لگا یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیر نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں۔ آپ عمرو بن جرموز اور اپنے غلام عطیہ کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے ہی تھے کہ دوران عمرو بن جرموز نے نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے وادی سباع میں آپ کو دوپہر کے وقت سوتے ہوئے پایا تو اس نے اسی حال میں دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے اشعار بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ یہ آپ کی سب سے آخری زوجہ تھیں اور آپ سے پہلے عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں اور عمر بن خطاب سے پہلے عبداللہ بن ابی بکر صدیق کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت زبیر شہید ہو گئے تو انہوں نے ایک عمدہ مضمون کا قصیدہ آپ کے مرثیہ کے طور پر کہا جو یہ ہے:

ابن جرموز نے جنگ کے دن ایک بہادر اور عالی ہمت شہسوار سے غداری کی وہ شہسوار دشمن میں پیش قدمی کرنے والا اور وقتی طور پر [illegible] والا نہ تھا۔ اے عمرو! اگر تو اسے بیدار کر لیتا تو اسے [illegible] نہ پاتا اور اگر تو باقی رہ جائے تو دوبارہ آنے جانے والوں میں سے اس جیسے کسی شخص پر غالب آ جائے تو تجھے تیری ماں [illegible] تیرے حملے سے [illegible] خدا کی قسم تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے جان بوجھ کر تجھ پر قتل عمد کی سزا نازل ہو گی۔

جب عمرو بن جرموز نے آپ کو قتل کر لیا تو اس کے بعد آپ کا سر اتار کر حضرت علی کی طرف چلا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کارنامے کی بدولت اسے حضرت علی کے یہاں بلند مقام حاصل ہوگا۔ جب اس نے حضرت علی کی خدمت میں پہنچ کر حاضری کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اسے اجازت مت دو اور اسے دوزخ کی خبر سنا دو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔ عمرو بن جرموز جب حضرت علی کے پاس داخل ہوا تھا تو اس کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ

اس طرح سے کئی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے رنج و غم دور کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن جرموز نے جب یہ بات سنی تو خودکشی کر لی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مصعب بن زبیر کی عراق پر امارت کے زمانے تک زندہ رہا اور ان سے چھپتا پھرتا تھا۔ مصعب بن زبیر سے کہا گیا کہ عمرو بن جرموز یہاں ہے اور آپ سے چھپتا پھر رہا ہے، کیا آپ کے نزدیک اس میں رغبت ہے کہ آپ اسے پکڑیں؟ تو جواب میں مصعب بن زبیر نے فرمایا کہ اسے کہو کہ لوگوں کے سامنے چلا پھرا کرے، چھپنے کی ضرورت نہیں وہ امن میں ہے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس سے حضرت زبیرؓ کا قصاص نہ لوں گا اس نے کیا وہ حقیر ہے اس بات سے کہ میں اسے حضرت زبیرؓ کے برابر قرار دوں۔ حضرت زبیرؓ کثیر المال اور بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والے تھے۔

جب جنگ جمل ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا وصی بنا دیا اور بوقت شہادت آپ پر بائیس لاکھ درہم قرض تھا وہ سب کا سب پورا پورا ادا کر دیا گیا اس کے بعد بقیہ مال میں سے وصیت کے مطابق ثلث نکالا گیا اور پھر ترکہ تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم میں آپ کی چار زوجات میں سے ہر ایک کو ثمن کا چوتھائی حصہ پہنچا تو اس ربع کی مالیت بارہ لاکھ درہم تھی یعنی ہر ایک زوجہ کے حصے میں بارہ لاکھ درہم آئے کل رقم جو ورثاء کے درمیان تقسیم ہوئی وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ درہم تھی اور ثلث کی مقدار جس کی وصیت کی گئی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ تھی لہٰذا اب مجموعہ پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا اور قرض جو آپ سے پہلے نکال لیا گیا تھا وہ بائیس لاکھ درہم تھا لہٰذا کل مال جو وصیت، میراث اور قرض میں ادا کیا گیا اس کی مالیت پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم ہوئی اس تمام تفصیل سے ہم نے اس لئے آگاہ کر دیا کہ بخاری شریف میں اس کے متعلق جو کچھ درج ہے اس میں نظر ہے اس لئے اس پر تنبیہ کرنا مناسب ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تمام مال آپ کو صدقات کثیرہ اور پسندیدہ افعال کے بعد جہاد کے مال غنیمت اور خمس الخمس سے حاصل ہوا تھا جو آپ کی والدہ کے لئے مخصوص تھا نیز کچھ کسی کی طرف سے وصیت اور کچھ تجارت کے ذریعہ حاصل ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو خراج ادا کیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ ان سب کی آمدنی کو صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چھیاسٹھ یا سڑسٹھ سال کی تھی آپ جمعرات کے دن دس جمادی الآخرہ ۳۶ھ میں شہید ہوئے تھے آپ کا رنگ گندمی قد درمیانہ تھا۔ نیز آپ معتدل البدن اور ہلکی داڑھی والے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

۳۶ھ کے واقعات

اس سال یعنی ۳۶ھ میں حضرت علیؓ نے دیار مصر کی نیابت پر قیس بن سعد بن عبادہؓ کو مقرر کیا جبکہ اس سے پہلے حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں یہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح امیر مقرر تھے جب مصری خوارج کی ٹولیاں یہاں سے حضرت عثمان بن عفانؓ کی طرف گئی تھیں تو انہیں عبداللہ بن سبا المعروف بابن سوداء کے ساتھ تیار کر کے بھیجنے والا محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ تھا۔ جب اس کے والد حذیفہ بن عتبہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے تو بوقت شہادت اپنے اس فرزند کے متعلق حضرت عثمان بن عفانؓ کو وصیت کی تھی چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کی کفالت کی اور اپنے گھر میں اس کی پرورش و تربیت کی اور اس پر بہت احسانات کئے۔ اس نے زہد و عبادات کے ماحول میں نشوونما پائی تھی ایک مرتبہ اس نے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ مجھے کسی جگہ کا عامل مقرر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جب تم اس کا اہل ہو جاؤ گے تو میں تمہیں عامل مقرر کر دوں گا۔ مگر اس بات پر اس نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے اپنے دل میں بغض پیدا کر لیا پھر اس نے حضرت عثمانؓ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے دیار مصر کا رخ کیا اور وہاں کے امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ غزوہ الصواری میں شریک ہوا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

مصر میں محمد بن ابی حذیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی عیب جوئی اور نقائص بیان کرنے لگا اور اس کام میں محمد بن ابی بکرؓ نے بھی اس کی معاونت کی۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان دونوں کی شکایت حضرت عثمان بن عفانؓ کو لکھ بھیجی لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کی حرکات کی کچھ پرواہ نہ کی محمد بن ابی حذیفہ کا سلسلہ بھی یونہی جاری رہا یہاں تک کہ جب خوارج نے حضرت عثمانؓ کی طرف خروج کیا اور محمد بن ابی حذیفہ کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کا

کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ پھر اس نے مصر پر بزور قوت غلبہ حاصل کر لیا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں سے نکال باہر کیا اور لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کر دی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ابھی راستے ہی میں تھے کہ انھیں امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کی اطلاع ملی۔ آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یہ بھی اطلاع ملی کہ حضرت علی نے مصر کی امارت پر قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا ہے۔

اس خبر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بڑی خوشی ہوئی اس لئے کہ محمد بن ابی حذیفہ کی مصر پر حکومت ایک سال بھی نہ رہی تھی۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خود ملک شام میں حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔ اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کی انھیں خبر دی اور کہا کہ محمد بن ابی حذیفہ نے مصر پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما محمد بن ابی حذیفہ کو مصر سے نکالنے کے لئے روانہ ہوئے اس لئے کہ یہ حضرت عثمان کے سب سے بڑے مخالفین میں تھا حالانکہ حضرت عثمان نے اس کی کفالت اور پرورش کی تھی اور اس کے ساتھ بڑا حسن سلوک کیا تھا ان دونوں نے مصر میں داخل ہونے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے بالآخر مسلسل محمد بن ابی حذیفہ کو دھوکہ دیتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ عریش کی طرف نکلا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا عمرو بن العاص نے قلعے کی طرف منجنیق نصب کرا دی حتی کہ وہ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ نیچے اترا اور وہ سب کے سب مقتول ہو گئے۔ اسے محمد بن عائذ نے نقل کیا ہے۔

دوسری طرف قیس بن سعد بن عبادہ حضرت علی کی طرف سے نائب بن کر مصر کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے سات اصحاب کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی طرف سے ان مسلمانوں اور مومنین کی طرف جن تک یہ خط پہنچے تم سب پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں اس اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین تدبیر اور تقدیر کے ساتھ اسلام کو اپنا دین بنایا اور اسے اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان میں سے چند کو پیغام رسانی کے لئے منتخب و مخصوص فرمایا اور اس امت کو عزت و شرف عطا فرمایا اور انھیں اس بات کے ساتھ فضیلت بخشی کہ ان میں محمد ﷺ کو بھیجا کہ وہ انھیں کتاب، حکمت، فرائض اور سنتیں سکھائیں۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ ہدایت پا جائیں اور جمع کیا تاکہ یہ لوگ متفرق نہ ہو جائیں اور ان کا تزکیہ کیا تاکہ یہ لوگ پاک ہو جائیں اور ان کے دلوں کو مضبوط کیا تاکہ یہ لوگ ظلم نہ کریں۔ جب محمد ﷺ نے اپنے فرائض سرانجام دے دیئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں واپس اپنے پاس بلا لیا آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو صالح امیروں کو آپ کا قائم مقام مقرر کیا جنھوں نے کتاب پر عمل کیا اور سیرت کو اختیار کیا اور سنت سے سر مو تجاوز نہیں کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو وفات دے دی اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت فرمائے۔ پھر ان کے بعد ایک ایسا شخص والی و حاکم بنا جس نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کیں۔ امت نے اس پر تنقید و اعتراض کیا اور ملامت کی اور تغیر کیا پھر لوگ میرے پاس آئے اور بیعت کی۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طلبگار ہوں اور تقویٰ پر اس سے مدد مانگتا ہوں۔ ہاں! اور تمہارے لئے ہم پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا ضروری ہے اور تمہارے لئے حق کو قائم کرنا اور پس پشت تمہاری خیر خواہی ہے اور تمہاری بھی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے اور وہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے میں نے تمہاری طرف قیس بن سعد بن عبادہ کو امیر بنا کر بھیجا ہے پس تم ان کی مدد کرو اور ان کی اطاعت کرو اور حق پر ان کے مددگار بن جاؤ۔ میں نے انھیں تمہارے محسن کے ساتھ احسان کرنے، تمہارے برے لوگوں پر سختی کرنے اور تمہارے عوام کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ان کی ہدایت اور طبیعت کی سلامتی سے راضی ہوں اور ان سے اصلاح و خیر خواہی کی امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے پاکیزہ عمل، بہترین ثواب اور وسیع رحمت کا سوال کرتا ہوں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کاتب عبید اللہ بن ابی رافع ماہ صفر ۳۶ھ

اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا اور انھیں حضرت علی کی بیعت کی طرف بلایا۔ پس لوگ کھڑے ہو گئے اور بیعت کرنا شروع ہو گئے اور ایک بستی کے سوا تمام اہل بلاد مصر نے اچھے طریقہ پر بیعت کر لی البتہ اس بستی میں کچھ لوگ تھے جنھوں نے حضرت عثمان کے قتل کو بڑی اہمیت دی تھی۔ یہ سربرآوردہ لوگ تھے ان کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی ان کا امیر یزید بن حارث مدلجی تھا لیکن پھر انھوں نے قیس بن سعد

کی طرف پیغام بھیجا، لہٰذا آپ نے ان سے صلح کر لی۔ پھر مسلمہ بن مخلد انصاری نے بیعت سے انکار کیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے بھی آپ سے صلح کر لی اس کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے قیس بن سعد بن عبادہ کی طرف خط لکھا۔ اس وقت پورے شام میں حضرت معاویہ کی حکومت مستحکم و مضبوط ہو چکی تھی بلکہ مصر تک اس کی حدیں وسیع ہو چکی تھیں ساحلی علاقے اور جزیرہ قبرص بھی ان کے زیر نگیں آ چکے تھے، جزیرہ کے بعض شہر بھی الرہا، حران، قرقیسیا وغیرہ بھی ان کے زیر قبضہ تھے، حامیان عثمان میں سے جو لوگ جنگ جمل کے دن بھاگ گئے تھے انھوں نے بھی ان علاقوں میں پناہ لے لی تھی۔ اشتر نخعی نے ان علاقوں کو حضرت معاویہ کے ہاتھ سے چھیننا چاہا تو حضرت معاویہ نے اس کے مقابلے کے لئے عبدالرحمن بن خالد بن الولید کو بھیجا، اشتر ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور فرار ہو گیا، اور حضرت معاویہ کی حکومت ان علاقوں پر مزید مستحکم ہو گئی۔

پھر حضرت معاویہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو خط لکھا اور انھیں دعوت دی کہ حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے کی ذمہ داری قبول کر لیں اور اس سلسلے میں جو کوشش وہ کر رہے ہیں اس میں ان کے ساتھ تعاون کریں اور یہ بھی لکھا کہ جب ان کی حکومت کی تشکیل ہو جائے گی تو جب تک وہ امیر السلطنت رہیں گے اس وقت تک قیس عراق پر ان کے نائب رہیں گے، جب یہ خط قیس بن سعد بن عبادہ کے پاس پہنچا اور وہ بڑے دانا و زیرک آدمی تھے انھوں نے اس کی نہ موافقت کی اور نہ مخالفت بلکہ جواب میں انھوں نے ابہام اور ملاطفت کا خط بھیجا، یہ اس لئے ہوا کہ قیس بن سعد حضرت علی سے دور اور ملک شام سے قریب تھے، اس کے علاوہ حضرت معاویہ کے پاس افواج بھی کثیر تھیں اس لئے قیس بن سعد نے ان سے مصالحت کرنے میں ہی عافیت سمجھی، لیکن جس چیز کی طرف حضرت معاویہ نے دعوت دی تھی اس کی موافقت یا مخالفت میں کوئی کام نہیں کیا، اس کے بعد پھر حضرت معاویہ نے انھیں دوبارہ خط لکھا اور کہا کہ آپ کے لئے مجھے جو کرنا تھا کر دیا اور میرے ساتھ ٹال مٹول کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور آپ جیسے مغرور و مغرور معصوم مزدوروں کا کہ آپ میرے ساتھ کھیل کھیلیں یا میرے دشمن، لیکن حضرت معاویہ بھی بڑے عاقل و دانا آدمی تھے، ان کے جواب میں قیس بن سعد نے لکھا کہ میں حضرت علی کے ساتھ ہوں اس لئے کہ وہ امارت کے آپ سے زیادہ مستحق ہیں۔

جب حضرت معاویہ کو یہ خط ملا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے ایمان کی طرف میلان۔ یہ مشہور کر دیا پھر بعض اہل شام نے یہ بات مشہور کر دی کہ قیس بن سعد حضرت معاویہ کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کرتے ہیں اور اہل عراق کے خلاف ان کی مدد کرتے ہیں اور ابن جریر کی روایت کے مطابق ان کی طرف سے ایک خط بھی تھا حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت سے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے۔ پھر جب حضرت علی کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انھیں اہل خربتا سے جنھوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا، قیس بن سعد نے جواب میں اس غرض سے معذرت کی کہ وہ بہت کثیر تعداد میں ہیں اور مصر کے معزز لوگ ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اگر آپ نے مجھے یہ حکم میری آزمائش کے لئے دیا ہے تو آپ نے مجھ پر شک و شبہ کیا اور تہمت لگائی ہے لہٰذا آپ مصر کی امارت پر میرے علاوہ کسی اور کو مقرر کر لیں، پس حضرت علی نے اشتر نخعی کو مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا، اشتر نخعی روانہ ہوا جب بحر قلزم کے نزدیک پہنچا تو وہاں اس نے شہد کا شربت پی لیا جو اس کی موت کا سبب بنا اور وہ مر گیا، اہل شام کو جب اس کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ بے شک شہد میں بھی اللہ کے لشکر چھپے ہوتے ہیں، جب حضرت علی کو اشتر نخعی کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا امیر بنا کر بھیجا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو قیس بن سعد کے بعد مصر کا والی مقرر کیا تھا پھر قیس بن سعد مدینہ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں سے وہ اور سہل بن حنیف حضرت علی کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر قیس بن سعد نے حضرت علی سے معذرت کی، حضرت علی نے ان کی معذرت قبول فرما لی اور یہ دونوں صفین کے معرکہ میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے جیسا کہ عنقریب ہم ذکر کریں گے اور محمد بن ابی بکر مسلسل مصر کی امارت پر قائم رہے اور اہل مصر کو دباتے رہے یہاں تک کہ صفین کا معرکہ ہوا۔

اہل مصر کو حضرت معاویہ اور ان کے شامی ساتھیوں سے متعلق جو کہ اہل عراق سے برسرپیکار تھے یہ خبر ملی کہ وہ تحکیم پر رضامند ہو گئے ہیں تو انھوں نے مصر میں محمد بن ابی بکر کے خلاف مصر کی سرزمین پر جرأت کرنے لگے اور کھلم کھلا ان کی مخالفت پر اتر آئے نیز ان کے معاملات اکثر خراب ہونے لگے اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قصاص عثمان کے مطالبے کے لئے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور یہ اس وقت مدینہ سے دور چلے گئے تھے جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا، ان کی شہادت کے وقت وہ مدینہ میں موجود نہیں تھے حالانکہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان سے شدید ناراضگی تھی اس لئے کہ حضرت عثمان نے انھیں مصر کی امارت سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا امیر مقرر کیا تھا۔

حتیٰ کہ یہ مصر کے باعث مدینہ سے چلے گئے اور اردن کے قریب نزول کیا، جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو یہ حضرت معاویہ کے پاس پہنچے، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا۔

اہل عراق و اہل شام کے درمیان معرکہ صفین (۱) ..... اس سے پہلے وہ حدیث بیان ہو چکی ہے جسے امام احمد نے اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن محمد بن سیرین کی سند سے بیان کیا، آپ نے بیان کیا کہ فتنہ بھڑک اٹھا اور اصحاب رسول ﷺ اس وقت دس ہزار ہوں گے لیکن ان میں سے ایک سو بھی اس میں حاضر نہ ہوں گے بلکہ تیس تک بھی ان کی تعداد نہ پہنچی۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے امیہ بن خالد نے بیان کیا کہ امام شعبہ سے انھوں نے کہا کہ ابو شیبہ نے حکم سے بحوالہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نقل کیا ہے کہ معرکہ صفین میں ستر بدری صحابہ حاضر تھے، امام شعبہ نے کہا کہ ابو شیبہ نے کذب بیانی کی ہے، اللہ کی قسم ہم نے حکم سے اس بارے میں مذاکرہ کیا ہے اور ہم نے صفین میں خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی بدری صحابی کو شریک نہیں پایا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معرکہ صفین میں اصحاب بدر میں سے سہل بن حنیف اور ابو ایوب انصاری شریک ہوئے تھے اور اسے شیخ ابو العباس ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی الرافضۃ میں بیان کیا ہے اور ابن بطہ نے اپنی سند سے بکیر بن اشج سے نقل کیا ہے کہ اہل بدر میں سے بعض اصحاب نے حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کے بعد اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا، وہ صرف اپنی قبروں کی طرف جانے کے لئے ہی باہر آتے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو بصرہ میں داخل ہوئے اور جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے رخصت کرنے کے لئے کچھ دور تک آپ کی مشایعت فرمائی اس کے بعد آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ابو مخنف عبدالرحمٰن بن عبید کہتے ہیں کہ آپ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو بروز پیر کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ قصر ابیض میں قیام فرمائیے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، عمر بن خطاب اس میں قیام کو ناپسند فرماتے تھے پس میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔ پھر آپ نے رحبہ میں قیام فرمایا اور جامع مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں اور پھر لوگوں کو خطبہ دیا، آپ نے لوگوں کو خیر و بھلائی پر ابھارا اور شر و برائی سے انہیں منع کیا اور اپنے اس خطبہ میں اہل کوفہ کی مدح فرمائی، پھر جریر بن عبداللہ اور اشعث بن قیس کی طرف پیغام بھیجا" یہ دونوں حضرات عثمان بن عفان کے زمانے سے بالترتیب ہمدان اور آذربائیجان پر حاکم چلے آرہے تھے" آپ نے انہیں لکھا کہ اپنے ہاں کی رعایا سے میرے حق میں بیعت لیں اور پھر میرے پاس چلے آئیں، ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر جب حضرت علی نے حضرت معاویہ کی طرف قاصد بھیجنا چاہا کہ انہیں اپنی بیعت کی دعوت دیں تو جریر بن عبداللہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں ان کی طرف جاتا ہوں، میرے اور ان کے درمیان دوستی اور محبت ہے لہٰذا میں ان سے آپ کے حق میں بیعت لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اشتر نخعی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اسے مت بھیجئے، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی چاہت انہی کے ساتھ ہو جائے گی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اسے جانے دو۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ ایک خط حضرت معاویہ کی طرف بھیجا، جس میں انہیں بتایا کہ انصار و مہاجرین نے ان کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے اور جنگ جمل کا حال بھی لکھا اور انہیں اس چیز میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے لوگوں نے اختیار کیا ہے، جب جریر بن عبداللہ یہ خط لے کر وہاں پہنچے اور خط حضرت معاویہ کے سپرد کیا تو حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص اور رؤسائے شام کو طلب کیا اور ان سے مشورہ کیا، ان سب نے کہا کہ جب تک حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ کر دیں یا ہمارے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک ہم ان کی بیعت نہ کریں گے اور اگر انھوں نے یہ نہ کیا تو ہم ان سے قتال کریں گے حتیٰ کہ قاتلین عثمان کو قتل کر دیں پھر ہم ان کی بیعت کر لیں گے۔ چنانچہ جب جریر بن عبداللہ حضرت علی کے پاس لوٹے اور انھیں ان تمام گفتگو کی خبر دی تو اشتر نخعی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا میں نے جریر کو بھیجنے سے منع نہ کیا تھا؟ اگر آپ مجھے بھیجتے تو حضرت معاویہ جو دروازہ کھولتے میں اسے بند کر دیتا یعنی ان کے پاس بیعت کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا، جریر بن عبداللہ نے کہا کہ اگر تم وہاں ہوتے تو

---

(۱) ابن خیاط فی التاریخ ۱۹۲/۱، تاریخ الطبری ۳/۴، و مختصر فی اخبار البشر ۱/۱۸۲، الکامل فی التاریخ ۳/۱۴۱، مروج الذہب ۲/۳۸۳

خون عثمان کے بدلے میں قتل کر دیئے جاتے۔ اشتر نخعی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے بھیجتے تو معاویہ کے اصحاب سے مجھ پر کوئی اثر نہ ہوتا اور میں غور و فکر اور تدبر میں ان سے آگے بڑھ جاتا۔ اور اگر میری بات مان لی جاتی تو میں تمہیں اور تم جیسے دوسروں کو قید کر دیتا یہاں تک کہ یہ امت کا معاملہ درست ہو جاتا۔ جریر بن عبداللہ یہ بات سن کر غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور قرقیسیاء میں جا کر قیام اختیار کر لیا۔ اور حضرت معاویہ کو ان تمام باتوں سے بذریعہ خط آگاہ کیا جو انہوں نے کہی اور جو ان کے جواب میں کہی گئی تھیں۔ حضرت معاویہ نے انہیں اپنے پاس آنے کا حکم دیا۔

اور حضرت علی شام جانے کے لیے کوفہ سے روانہ ہوئے اور نخیلہ مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور کوفہ پر آپ نے ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ایک جماعت نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ خود کوفہ میں رہیں اور مقابلہ پر لشکر بھیج دیں۔ دوسری جماعت کا مشورہ تھا کہ آپ بذات خود لشکر کے ساتھ جائیں۔ آپ نے دوسری رائے کو اختیار کیا۔ حضرت معاویہ کو جب خبر ملی کہ حضرت علی بنفس نفیس لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ کیا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ بھی بنفس نفیس لشکر کے ساتھ نکلیں۔ اور عمرو بن العاص لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطاب کیا اور کہا کہ اہل عراق و کوفہ کے سرکردہ لوگ جنگ جمل میں قتل ہو چکے ہیں۔ اور حضرت علی کے ساتھ قاتلین کی ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہ گئی ہے۔ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔ اللہ اللہ! اپنے حق کا دھیان رکھو اور اسے ضائع مت کرو اور عثمان کے خون کا بھی یہی حال ہے۔ پھر اہل شام نے قصاص پر بیعت کر لی اور شمال فرات کو عبور کیا اور جھنڈے باندھے گئے اور امراء مقرر کیے گئے اور اہل شام نے بھرپور تیاریاں کیں اور صفین کی طرف فرات سے آگے بڑھے جہاں سے حضرت علی کے لشکر نے آنا تھا۔ اور حضرت علی نخیلہ سے اپنے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو اسرائیل نے حکم بن عتیبہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے لشکر میں اسی بدری اور ایک سو پچاس بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام تھے۔ یہ ابو داؤد طیالسی کی روایت ہے۔ حسین بن دیزیل نے اپنی کتاب میں یحییٰ بن عبداللہ کرمانی سے انہوں نے نصر بن مزاحم سے انہوں نے عمر بن سعد سے انہوں نے مسلم اعور سے انہوں نے حبہ عرنی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی جب رقہ پہنچے تو فرات کے کنارے بلیخ نامی جگہ پر پڑاؤ کیا تو وہاں ایک راہب اپنے گرجے سے نکل کر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کے ہم اپنے آباء و اجداد سے وارث ہوتے آئے ہیں اسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے صحابہ نے لکھا ہے۔ کیا میں اسے آپ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! تو راہب نے کتاب پڑھنا شروع کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر دیا اور جو لکھنا تھا اور اس نے لکھ دیا کہ وہ امیوں میں سے ایک رسول بھیجے گا جو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا اور ان کا تزکیہ کرے گا اور اللہ کے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔

وہ ترش رو اور سخت گو نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والا ہوگا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا بلکہ معاف اور درگزر کرنے والا ہوگا۔ اس کی امت کے لوگ بہت زیادہ اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے ہوں گے جو ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے اور اترائی پر، ہر نشیب و فراز میں تکبیر و تحمید کے لیے جاری ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس رسول کو اس کے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے گا۔ پھر جب اس رسول کی وفات ہو جائے گی تو اس کی امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا لیکن جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اکٹھی رہے گی۔ پھر اس کے بعد اختلاف پیدا ہوگا پھر ان کی امت کا ایک آدمی اس وادی سے فرات کے کنارے سے گزرے گا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوگا اور حق کے ساتھ فیصلہ کیا کرے گا اور اپنے فیصلوں کے بدلے میں رشوت نہیں لے گا۔ دنیا اس کے نزدیک راکھ سے بھی زیادہ حقیر ہوگی یا اس طرح کہا کہ ہوا میں اڑنے والی مٹی سے بھی زیادہ حقیر ہوگی اور موت اس کے نزدیک پانی پینے سے بھی زیادہ آسان ہوگی۔ وہ خلوت و تنہائی میں اللہ سے ڈرتا ہوگا اور دن میں نصیحت کرتا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔ پس ان علاقوں کے لوگوں میں سے جو شخص اس رسول کو پائے اور اس پر ایمان لائے تو اس کا بدلہ میری رضامندی اور جنت ہے اور جو شخص اس صالح آدمی کو پائے تو اس کی مدد کرے کیونکہ اس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہے۔ پھر اس راہب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں آپ کی صحبت اختیار کروں گا اور آپ سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ مجھے بھی وہ مصیبت پہنچے جو آپ کو پہنچی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی بات سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ تمام تر تعریف اور حمد اسی اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنے یہاں بھولا ہوا نہیں بنایا اور تمام تر تعریف و حمد و ثنا اسی اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے نیک بندوں کی کتب میں میرا تذکرہ کیا۔

پھر وہ راہب مسلمان ہو گیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ معرکۂ صفین میں شہید ہو گیا جب لوگ اپنے مقتولین کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس راہب کو بھی تلاش کیا جائے لوگوں نے اس کی لاش کو تلاش کیا تو اسے مقتول پایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور تدفین کی اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن النضر حارثی کو آٹھ ہزار کا لشکر دے کر ہراول دستے کے طور پر آگے روانہ کیا ان کے ساتھ شریح بن ہانی بھی چار ہزار کے لشکر کے ساتھ تھے۔ لیکن اس لشکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو راستہ تھا اس کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرات کے کنارے سے دریا کو پار کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں ہراول دستے چلتے رہے انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت معاویہ شامی افواج کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں انہوں نے حضرت معاویہ سے مقابلہ کا قصد کیا لیکن پھر اپنی قلت تعداد اور شامی افواج کی کثرت کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے اور اپنے راستے سے ہٹ گئے اور عانات نامی جگہ پہنچے تو یہاں سے دریا پار کرنا چاہا لیکن اہل عانات نے انہیں اس سے روک دیا پھر انہوں نے ہیت نامی جگہ سے دریا کو عبور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ ملے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا؟ میرا ہراول دستہ تو میرے پیچھے آ رہا ہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے عذر پیش کیا اور اپنے اوپر گزرنے والے حالات بتائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو قبول فرمایا اور دریا عبور کرنے کے بعد حضرت معاویہ کے مقابلے کے لئے انہیں آگے بھیجا اہل شام کے ہراول دستے نے ابوالاعور عمرو بن سفیان سلمی کی سرکردگی میں ان کا سامنا کیا۔ پھر یہ ان کے مد مقابل کھڑے ہو گئے زیاد کے امیر زیاد بن النضر حارثی نے اہل شام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی طرف بلایا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا اور جب یہ صورتحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو ان کا امیر بنا کر روانہ کیا اور لشکر کے میمنہ پر زیاد اور میسرہ پر شریح کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ جب تک اہل شام قتال کی ابتدا نہ کریں ان کے ساتھ قتال میں پہل نہ کی جائے اور انہیں اچھی طرح سے بیعت کی طرف بلاتے رہیں اگر وہ انکار کریں تو ان سے قتال نہ کریں یہاں تک کہ وہ خود قتال کی ابتدا کریں وقت جنگ کے کسی شخص کی طرح ان سے قریب ہوں اور نہ خوفزدہ ہونے والوں کی طرح ان سے دور رہیں بلکہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں اور میں ان شاء اللہ بہت جلد تمہارے پیچھے ہی آ رہا ہوں۔

اشتر نخعی کے پہنچنے سے پہلے دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے رہے اور جنگ سے باز رہے لیکن جب دن کا آخر ہوا تو ابوالاعور سلمی نے اہل عراق پر حملہ کر دیا۔

حارث بن جمہان جعفی کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہراول دستے پر امارت کا خط بھیج دیا تھا جب اشتر نخعی ہراول دستے کا امیر بن کر پہنچا تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم و ہدایات کی پاسداری کی اور اب اشتر اور حضرت معاویہ کے ہراول دستے کا امیر ابوالاعور سلمی ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے جب شام ہوئی تو اہل شام اپنی اپنی جگہوں کی طرف چلے گئے اگلے دن پھر ایک دوسرے کے مد مقابل آ کھڑے ہوئے اس دن اشتر نخعی نے حملہ کر کے ایک شامی سوار عبداللہ بن منذر تنوخی کو قتل کر دیا اس لئے کہ اس نے ایک عراقی آدمی جس کا نام ظبیان بن عمارہ تمیمی تھا کو قتل کر دیا تھا اس موقع پر ابوالاعور سلمی نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہل عراق پر حملہ کر دیا اہل شام جب اہل عراق کی طرف بڑھے تو اشتر نخعی نے ابوالاعور کو مقابلے کی دعوت دی۔ لیکن ابوالاعور سلمی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ گویا اس نے اشتر نخعی کو اپنا مد مقابل ہونے کے قابل نہیں سمجھا دوسرے دن کی رات ہوتے ہی دونوں لشکر جنگ سے رک گئے جب تیسرا دن ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے اور دونوں فریق آمنے سامنے ایک دوسرے کے مد مقابل کھڑے ہو گئے فریقین نے یہاں خوب لڑائی کی یہ جگہ ہاستہ صفین تھی یہ ذی الحجہ کے مہینے کا واقعہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک طرف ہو کر اپنے لشکر کے ٹھہرنے کی جگہ اختیار کی اور پانی سے دور ایک جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ نے ان سے سبقت کرتے ہوئے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا تھا اور وسیع و ہموار جگہ پر اپنی فوج کو اتار دیا تھا اہل عراق میں سے کچھ لوگ جلدی سے پانی کی طرف آئے تاکہ اس میں سے وہ پانی لے کر واپس جائیں لیکن اہل شام نے انہیں وہاں سے روک دیا اس وجہ سے ان دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی حضرت معاویہ نے پانی کے گھاٹ پر ابوالاعور سلمی کو مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ آدمی اور حفاظتی دستہ موجود تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں کو جب شدید پیاس لگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کندی کو ایک جماعت کے ساتھ پانی لینے کے لئے بھیجا لیکن گھاٹ پر موجود اہل شام ان کے آگے رکاوٹ بن گئے اور انہیں پانی لینے سے روک دیا اور کہا کہ تم بھی پیاسے مرو جیسے کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو پانی روک کر پیاسا مار ڈالا تھا۔ کچھ دیر ان کے درمیان تیر اندازی ہوئی پھر نیزہ زنی اور پھر شمشیر زنی شروع ہوئی اور ہر جماعت نے اپنے ساتھیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اشتر نخعی اہل عراق کی طرف سے اور حضرت عمرو بن العاص اہل شام کی طرف سے ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور ان کے درمیان شدید قتال ہوا۔ اہل عراق میں سے عبداللہ بن عوف بن احمر ازدی نامی ایک شخص نے جنگ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

ہمارے لئے دریائے فرات کا راستہ چھوڑ دو یا پانی چھوڑ دو اپنے لشکر کے لئے جو بہت قدیم ہے کیونکہ ہر مرد کے لئے پانی کا ایک گھاٹ ہوتا ہے ہر سوار جو اپنے نیزے کے ساتھ تیز دوڑنے والا، پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا اور دشمنوں کی کھوپڑیاں اڑانے والا اور انہیں جدا کرنے والا ہے۔ اہل عراق مسلسل شامی لشکر کو پانی سے دور ہٹاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے شامی لشکر کو گھاٹ سے دور کر دیا اور ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے پھر دونوں نے آپس میں پانی پر صلح کر لی اور دونوں طرف کے لوگ پانی کے گھاٹ پر بھیڑ لگاتے رہتے لیکن کوئی کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا اور نہ کوئی اذیت پہنچاتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت معاویہ نے ابو الاعور سلمی کو پانی کی حفاظت پر مقرر کیا تو وہ پانی کے گھاٹ پر تیر سے آگے تک کھڑے ہو گئے اور مقابلہ میں تیر چلانے والوں کو آگے کھڑا کر دیا۔

اصحاب علی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس صورت حال کی شکایت کی تو آپ نے صعصعہ بن صوحان کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا اور انہیں کہلوا بھیجا کہ ہم آپ کے پاس آپ کو قتال سے روکنے کے لئے آئے ہیں تاکہ آپ پر حجت قائم کریں لیکن آپ نے ہمارے مقابلے کے لئے اپنے ہراول دستے بھیج دیئے اور ہم سے قتال کیا قبل اس کے کہ ہم آپ سے قتال کرتے اور پھر دوسری بات یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے ہمیں پانی سے روک دیا۔ جب حضرت معاویہ کو یہ پیغام پہنچا تو آپ نے قوم سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے اور پانی کے درمیان راستہ چھوڑ دیا جائے اور یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اہل شام تو سیراب ہوں اور یہ اہل عراق پیاسے رہیں۔ ولید نے کہا کہ انہیں چھوڑ دو کہ یہ لوگ بھی پیاس کا مزہ چکھیں جیسے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو پیاس کا مزہ چکھایا تھا جب وہ اپنے مکان میں محصور تھے اور ان سے چالیس دن تک ٹھنڈا پانی روک دیا تھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہا کہ ان سے رات تک پانی روکے رکھو شاید پھر یہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ جائیں۔ حضرت معاویہ نے سکوت اختیار کیا۔ صعصعہ بن صوحان نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب میری رائے تمہارے پاس آ جائے گی۔ جب صعصعہ بن صوحان واپس لوٹے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گھڑسوار فوج اور پیادہ فوج روانہ ہو گئے اور پانی کی طرف مسلسل بڑھتے رہے یہاں تک کہ اہل شام کو پانی سے دور ہٹا دیا اور ان کو پھر پانی کے قریب آنے سے بھی روک دیا پھر فریقین کے درمیان پانی کے بارے میں صلح ہو گئی اور کوئی کسی کو نہ ستاتا تھا۔

ان دو دنوں میں یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بشیر بن عمرو انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی کو بلایا اور فرمایا کہ تم لوگ اس شخص (حضرت معاویہ) کے پاس جاؤ اور اسے اطاعت و جماعت کی دعوت دو اور جو کچھ وہ کہے اسے سنو۔ چنانچہ جب یہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو بشیر بن عمرو انصاری نے کہا اے معاویہ! بلاشبہ دنیا آپ سے چھوٹنے والی ہے اور آپ آخرت کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال کا حساب کرنے والا ہے جو آپ کے ہاتھوں نے کئے۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس امت کی جمعیت کو منتشر نہ کریں اور ان کا خون مت بہائیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بات کاٹ کر کہا کیا آپ نے اپنے صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو ان باتوں کی نصیحت کی ہے؟ آپ نے کہا کہ میرے صاحب آپ جیسے نہیں ہیں، وہ اپنی فضیلت، دین، سابقیت اور قرابت کی وجہ سے امت کی امامت کے زیادہ حقدار ہیں، وہ آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے ہیں یہ آپ کے لئے دنیا میں بھی سلامتی کا باعث ہے اور آخرت میں بھی۔ آپ سے یہ دعوت قبول کرنے کو کہا گیا۔ حضرت معاویہ نے کہا کیا حضرت عثمان کا خون بغیر قصاص کے چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں اللہ کی قسم میں یہ کبھی نہیں کروں گا۔

پھر سعید بن قیس ہمدانی نے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان سے پہلے شبث بن ربعی نے بات شروع کر دی اور حضرت معاویہ کے [illegible] نہایت سخت کلام اور درشتی کا مظاہرہ کیا تو حضرت معاویہ نے اسے ڈانٹا اور آپ نے اسے قتل کرنے کے بارے میں لب کشائی کرنے اور بغیر علم کے گفتگو کرنے پر بُرا بھلا کہا [illegible] متعلق [illegible] آپ [illegible] سے [illegible] پلٹ گئے اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا پختہ عزم کر لیا جنہیں نہایت مظلومانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا تھا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہر [illegible] الگ الگ امیر مقرر کیا اور آپ نے ہر قبیلہ کا ایک امیر مقرر کیا [illegible] جنگ میں [illegible] حجر بن عدی ، شبث بن ربعی ، خالد بن معتمر ، زیاد بن نضر ، زیاد بن حفصہ ، سعید بن قیس ، معقل بن قیس اور قیس بن سعد تھے ۔ حضرت معاویہ کی جانب سے جنگ کے لئے [illegible] اور آپ کے امراء میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید ، ابوالاعور سلمی ، حبیب بن مسلمہ ، ذوالکلاع حمیری ، عبیداللہ بن عمر بن خطاب ، شرحبیل بن السمط اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے ۔

بسا اوقات فریقین کے درمیان دن میں دو دو مرتبہ جنگ ہوتی تھی اور یہ ماہ ذوالحجہ کی مدت گزر گئی اسی سال حضرت علی کے حکم سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا ، ذوالحجہ کا مہینہ گزر گیا اور محرم شروع ہو گیا تو لوگ جنگ ترک کرنے کی دعوت دینے لگے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے درمیان کسی صلح پر پہنچا دے جس میں ان کے خون کی حفاظت ہو جائے عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے ۔

آغاز سال ۳۷ھ

اس سال کا آغاز ہوا تو صورتحال یہ تھی کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بلاد شام کی مشرقی جانب دریائے فرات کے کنارے صفین مقام پر آمنے سامنے فروکش تھے اور ذوالحجہ کے ہر روز دونوں لشکروں نے باہم قتال کیا تو بلامبالغہ ان دنوں میں دو دو مرتبہ باہم جنگ ہوئی تھی ان سب کی تفصیل بہت طویل اور باعث بے زاری ہے جب محرم شروع ہوا تو دونوں جانب کے لوگ اس امید پر جنگ سے رک گئے کہ شاید [illegible] ان کے درمیان صلح ہو جائے جس سے لوگوں کے خون ایک دوسرے سے محفوظ ہو جائیں ۔

ابن جریر نے ہشام بن کلبی سے بیان کیا ہے کہ ابو مخنف نے مالک بن ابو سعید الہمدانی سے بحوالہ زید بن حذیفہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عدی بن حاتم ، یزید بن قیس الارحبی ، شبث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا یہ حضرات جب ان کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے عدی بن حاتم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہنے لگا اما بعد ! ہم آپ کو ایک ایسے امر کی دعوت دینے آئے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں باہم متحد کر دے گا اور ہمارے خون محفوظ ہو جائیں گے اور راستے پر امن ہو جائیں گے اور آپس کے تعلقات درست ہو جائیں گے ۔

بلاشبہ آپ کا چچازاد مسلمانوں کا سردار اور اسلام میں سابقیت کے لحاظ سے [illegible] لوگ ان پر متفق ہو چکے ہیں اور [illegible] اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی ہے [illegible] آپ اور آپ کی جماعت کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا [illegible] معاویہ [illegible] آپ اور آپ کے [illegible] مصیبت میں [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] مجھے [illegible] دعوت دیتے ہیں [illegible] عدی بن حاتم [illegible] نہیں [illegible] اللہ کی قسم [illegible] گناہوں میں شریک ہو گئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے میں قتل کر دے گا ۔

اس کے بعد شبث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ نے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت [illegible]

فتنہ سے دور رہو اور ان کی مخالفت ترک کر دو۔ اللہ کی قسم ہم نے ان سے زیادہ تقویٰ پر عمل کرنے والا اور ان سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبت اور تمام بھلائیوں کا جامع کوئی انسان نہیں دیکھا۔ پھر حضرت معاویہ نے کلام شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم مجھے جماعت اور اطاعت کی دعوت دیتے ہو تو جماعت تو ہمارے ساتھ ہے۔ رہا تمہارا ساتھی تو ہم ایسے شخص کی کیسے اطاعت کر سکتے ہیں جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر مدد کی ہو اور وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا؟ ہم اس بات کو تو نظر انداز کرتے ہیں اور نہ اس کی بنیاد پر تہمت لگاتے ہیں لیکن کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے حضرت عثمان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ وہ ان قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم انہیں قتل کر دیں پھر ہم جماعت اور اطاعت کا مثبت جواب دیں گے۔ شبث بن ربعی نے کہا کہ اے معاویہ! میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر تم عمار بن یاسر پر قادر ہو گئے تو کیا انہیں حضرت عثمان کے بدلے میں قتل کر دو گے؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ اگر میں ابن سمیہ پر قادر ہو جاؤں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے نہیں بلکہ آپ کے غلام کے بدلے میں انہیں قتل کر دوں گا۔ شبث بن ربعی نے یہ سن کر کہا کہ آسمان و زمین کے معبود کی قسم! تم عمار تک نہیں پہنچ سکو گے جب تک سر کندھوں سے اڑ جائیں اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ نہ ہو جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر یہ بات ہوئی تو زمین تم پر زیادہ تنگ ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہ تینوں حضرات یہاں سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام گفتگو سے آگاہ کیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری، شرحبیل بن سمط اور معن بن یزید کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ یہ تینوں وہاں پہنچے اور سب سے پہلے حبیب بن مسلمہ فہری نے گفتگو کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہدایت یافتہ خلیفہ تھے، کتاب اللہ پر عمل کرنے والے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے لیکن آپ لوگوں نے ان کی زندگی کو بوجھ سمجھا اور ان کی وفات کو خوش خیال کیا پھر ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ نے حضرت عثمان کو قتل نہیں کیا تو ان کے قاتلوں کو ہمارے سپرد کر دیجئے اور خود لوگوں کے معاملے سے الگ ہو جائیے تا کہ یہ معاملہ باہمی مشورہ سے طے ہو اور لوگ جس پر متفق ہو جائیں اسے امیر بنا لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اور تیری ماں نہ رہے، تیرا اس امارت اور معزولی سے کیا تعلق ہے؟ خاموش ہو جا تو اس وقت اس (یعنی انتخاب خلافت کی مجلس میں) اس قابل تھا اور نہ ہی گفتگو کا اہل ہے۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ مجھے ایسی جگہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو کون ہوتا ہے اور اگر تو اپنے لشکر لے کر آئے تو بھی تیری کوئی حیثیت نہیں اور اگر تم بچ گئے تو بھی اللہ تعالیٰ تمہیں (عزت کے ساتھ) باقی نہ رکھے گا۔ جاؤ اور ان باتوں پر خوب غور و فکر کرو اور جو کچھ ظاہر ہوا اس میں سے عدل کی اتباع کرو۔

اس مقام پر اہل تاریخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس وفد کے درمیان طویل گفتگو کا ذکر کیا ہے جس کی صحت محل نظر ہے۔ اس گفتگو کے آخر میں حضرت علی کی طرف سے باتیں بھی منسوب ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ اور ان کے والد حضرت ابوسفیان کی تنقیص کی اور یہ کہ یہ دونوں اسلام میں داخل تو ہوئے لیکن ہمیشہ اسلام کے بارے میں متردد رہے اور یہ بات بھی منسوب ہے کہ میں نہیں کہتا کہ حضرت عثمان مظلومانہ طور پر شہید ہوئے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ ظالمانہ طور پر شہید ہوئے ہیں۔ اس پر اس وفد نے کہا کہ جو شخص یہ بات نہیں کہتا کہ حضرت عثمان بن عفان مظلومانہ طور پر شہید ہوئے ہیں ہم اس سے بری ہیں۔ اس کے بعد یہ لوگ یہاں سے چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دے سکتے ہیں۔ آپ تو صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور پھر وہ فرمانبردار ہو گئے۔" اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی ضلالت میں تم سے زیادہ سنجیدہ نہیں ہیں اس سے کہیں زیادہ تم اپنے حق اور اپنے نبی کی اطاعت میں سنجیدگی اختیار کرو۔ یہ روایات ہو سکتی ہیں لیکن مصنف کے نزدیک ان کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف درست نہیں ہے۔

ابن جریر نے محمد بن سعد کے طریق سے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ اہل عراق اور اہل شام کے قراء نے لشکر کے ایک طرف پڑاؤ کیا ہوا تھا جن کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اہل عراق کے قراء میں سے عبیدہ سلمانی، علقمہ بن قیس، عامر بن عبد قیس، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود وغیرہ حضرت معاویہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کس سے قصاص لیں گے؟ حضرت معاویہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ ان حضرات نے کہا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت

عثمان کو قتل کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں، اور وہ قاتلوں کو پناہ بھی دی ہے۔ یہ حضرات لوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں یہ تمام باتیں بتائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تم بھی اس بات کو جانتے ہو کہ میں نے حضرت عثمان کو قتل نہیں کیا ہے۔ یہ حضرات حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور حضرت علی کا جواب سنایا، حضرت معاویہ نے کہا کہ اگر چہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا لیکن لوگوں کو قتل کا حکم دیا تھا۔ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور یہ بات بتائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے قتل کرنے کا حکم دیا اور نہ قتل میں کسی قسم کی مدد کی۔

یہ حضرات حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور حضرت علی کا جواب سنایا، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اگر علی اپنے اس کہنے میں سچے ہیں تو ہمیں قاتلین عثمان سے قصاص دلوائیں اس لئے کہ وہ قاتلین ان کے لشکر میں ہیں۔ یہ حضرات حضرت علیؓ کے پاس آئے اور یہ بات بتائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قوم نے ان کے خلاف قرآن میں موجود لفظ قتل کی تاویل کی ہے اور فتنہ کی وجہ سے ہی افتراق و انتشار پیدا ہوا ہے جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی بھی حضرت معاویہ کے زمانہ حکومت میں قتل کیا ہے چنانچہ اس معاملہ میں مجھ سے کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی، یہ حضرات لوٹ کر حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس جواب کی خبر دی، حضرت معاویہ نے کہا کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے جس طرح کہ وہ کہتے ہیں تو پھر ہمارے معاملہ سے متعلق موجود لوگوں کے مشورہ کے بغیر حکم کیوں جاری کرتے ہیں؟ یہ حضرات لوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس بات کی خبر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ صرف انصار و مہاجرین کے ساتھ ہیں اور یہ حضرات لوگوں کی امارت، حکومت اور ان کی دینی امور پر گواہ ہیں اور یہ حضرات مجھ سے راضی ہیں اور انہوں نے میری بیعت کر لی ہے لہٰذا میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ معاویہ جیسے لوگ امت پر حکومت کریں اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے چھوڑ دوں۔

پھر یہ حضرات یہاں سے حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس جواب کی خبر دی، حضرت معاویہ نے کہا کہ یہاں پر جو انصار و مہاجرین موجود ہیں جنہوں نے آپ کی امارت و خلافت میں شمولیت اختیار نہیں کی ان کے بارے میں کیا جواب ہے؟ یہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں یہ بات بتلائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد بدری صحابہؓ ہیں نہ کہ ان کے علاوہ اور روئے زمین پر جو بھی بدری صحابی ہے وہ میرے ساتھ ہے اس نے مجھ سے بیعت کی ہے اور وہ مجھ سے راضی اور مطمئن ہے پس وہ تمہیں تمہارے دین اور تمہارے نفسوں کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈالے۔

راوی کہتے ہیں کہ ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانی تین مہینے دونوں لشکروں کے درمیان یہ امر تحقیق طلب رہا اور مراسلت جاری رہی اور اسی دوران کے بعد دیگرے چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں اور بعض دستے ایک دوسرے پر حملہ بھی کرتے رہے لیکن قراء دونوں کے درمیان رکاوٹ بنے رہے جس کی وجہ سے بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

راوی کہتے ہیں کہ فریقین کے درمیان تین ماہ میں پچاسی مرتبہ جھڑپ ہوئی، ایک روایت میں ہے کہ ابو الدرداء اور ابو امامہ باہلی حضرت معاویہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے معاویہ تم اس شخص (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کس بناء پر جنگ کرتے ہو؟ اللہ کی قسم وہ تم سے اور تمہارے باپ سے زیادہ قدیم الاسلام ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے نسبتاً تمہارے زیادہ قریب ہیں اور اس امر خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں، حضرت معاویہ نے کہا کہ میں ان سے خون عثمان رضی اللہ عنہ پر قتال کرتا ہوں وہ اس بناء پر کہ انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دی ہوئی ہے پس تم دونوں جاؤ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص دلوا دیں پھر میں اہل شام میں سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والا ہوں گا، یہ دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اس پیغام سے آگاہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنہیں تم دیکھ رہے ہو قاتلین عثمان ہیں پھر بہت سے لوگ باہر نکلے اور کہا ہم سب قاتلین عثمان ہیں جس کا دل چاہے ہمیں تیر مارے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر یہ حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو امامہ نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی، البتہ حضرت معاویہ نے اہل شام سے بیعت لی یہاں تک کہ جب رجب شروع ہوا تو حضرت معاویہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قراء حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں گے لہٰذا آپ نے عبداللہ الناصح کے تیر میں لکھوایا کہ اے اہل عراق! معاویہ تم پر دریائے فرات جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ تم سب کو اسی طریقہ سے غرق کر دیں لہٰذا تم

ابتداء میں اگر لوگ پھر بھی عراقی لشکر میں چھینک دیا ہو تو وہاں کے لوگوں نے اسے اطمینان دلا دیا اور پوچھا آدمی بھی پیاس شروع ہو گئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ پیاسا ہو گیا ہے لیکن یہ بات لشکر میں پھیل گئی۔ حضرت معاویہ نے دس ہزار آدمیوں کو ایک جانب کھڑے ہونے کے لئے بھیجا۔ عراقی لشکر نے جب اس کی خبر سنی تو ان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ گھبرائے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں تاکہ تم اس مقام سے ہٹ جاؤ اور وہ یہاں پڑاؤ کر لیں اس لئے کہ یہ جگہ ان کی جگہ سے بہتر ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے لئے اس جگہ کو چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور وہیں سے کوچ کر گئے پھر حضرت معاویہ آئے اور اپنے لشکر کے ساتھ وہاں فروکش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوچ کرنے والوں میں سب سے آخری آدمی تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے ہوئے اپنے لشکر میں جا کر اترے۔

(۱) ... اگر میری جماعت کل جوانی کرتی تو میں اپنا گھوڑا لے کر شام تک جا پہنچتا۔

(۲) لیکن جب میں کسی کام کا پختہ عزم کرتا ہوں تو کمینے اور کمینوں کی اولاد اس کی مخالفت کرتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ فریقین ماہ ذوالحجہ تک ٹھہرے رہے اس کے بعد جنگ میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علی ہر روز جنگ کا ایک امیر مقرر فرماتے اور اکثر اشتر نخعی کو امیر بناتے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہر روز ایک نیا امیر مقرر کرتے۔ ذوالحجہ پورا مہینہ انہوں نے آپس میں قتال کیا اور بعض اوقات دن میں دو دو مرتبہ بھی قتال ہوا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور لوگ جنگ سے پہلوتہی کرنے لگے یہاں تک کہ اس سال کا ماہ محرم گزر گیا لیکن ان کے درمیان صلح نہ ہو سکی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن حارث الجشمی کو حکم دیا اور انہوں نے غروب آفتاب کے وقت اہل شام کو ندا دی اور کہا کہ خبردار امیر المومنین تمہیں فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں مہلت دی تاکہ تم حق کی طرف رجوع کرو اور تم پر حجت قائم کی ہے لیکن تم نے جواب نہیں دیا۔ اب میں نے برابری کی بنیاد پر (یعنی تمہارے طرز عمل سے مجبور ہو کر) تمہارا عہد توڑ دیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اہل شام یہ آواز سن کر گھبرا کر اپنے امراء کے پاس پہنچے اور انہیں منادی کی آواز اور گفتگو سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما لوگوں کے میمنہ و میسرہ کا انتظام کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی وہ رات لشکر کو تیار کرتے گزاری۔ آپ نے اہل کوفہ کے سواروں پر اشتر نخعی، پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف، پیادوں پر قیس بن سعد اور ہاشم بن عتبہ اور قراء کی جماعت پر مسعر بن فدکی تمیمی کو امیر مقرر کیا اور آگے بڑھ کر لوگوں کو فرمایا کہ جب تک اہل شام جنگ کا آغاز نہ کریں تم ان سے لڑائی شروع نہ کرنا۔ نیز کسی زخمی کو قتل نہ کرنا، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا، کسی عورت کی بے پردگی نہ کرنا اور عورتوں کی اہانت نہ کرنا اگرچہ وہ تمہارے امراء اور صلحاء کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں۔ حضرت معاویہ بھی اس شب کی صبح کو نکلے اور آپ نے میمنہ پر ذوالکلاع الحمیری اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ فہری اور مقدمہ پر ابو الاعور سلمی اور دمشق کے سواروں پر عمرو بن العاص اور دمشق والوں پر ضحاک بن قیس کو امیر مقرر کیا جیسا کہ ابن جریر نے بیان کیا ہے۔

اور ابن جریر نے چند دیگر طرق سے روایت کیا ہے کہ ابو جعفر باقر اور زید بن حسن وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ کو حضرت علی کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ نے لشکر کے مقدمہ پر سفیان بن عمرو ابو الاعور السلمی اور ساقہ پر بسر بن ابی ارطاۃ کو مقرر کیا یہاں تک کہ دونوں لشکر صفین مقام پر پہنچ گئے اور ابن الکلبی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے مقدمہ پر ابو الاعور السلمی، ساقہ پر بسر بن ارطاۃ، سواروں پر عبید اللہ بن عمر، پرچم عبد الرحمن بن خالد بن الولید، میمنہ پر حبیب بن مسلمہ، پیادوں پر یزید بن زحر العنسی، میسرہ پر عبد اللہ بن عمرو بن العاص، پیادوں پر حابس بن سعد الطائی، دمشق کے سواروں پر ضحاک بن قیس [illegible] عبید [illegible] اہل فلسطین پر مسلم بن عقبہ کو مقرر کیا اور آپ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے [illegible] بعد ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ہمیں نے [illegible] سے حاصل کیا ہے اور اہل عراق کے ساتھ جنگ میں [illegible] اختلافات [illegible] ہے اور اس جگہ سے ساتھ [illegible]

حاصل کرنے چلے ہو اور دوسرا فریق عراق کے تحفظ اور شام کو حاصل کرنے آیا ہے میری زندگی کی قسم شام کے پاس اہل عراق جتنے نوجوان ہیں اور خاندان کی طرح اصول یقین اور عراق کے پاس اہل شام کی سی صورت و بصیرت نہیں ہے۔ اس قوم کے پیچھے بھی بہت بڑی تعداد ہے لیکن تمہارا بجز تمہارے سوا کوئی نہیں ہے پس اگر تم ان پر غالب آ گئے ہو تو صرف محدود بادلی کے ساتھ آ سکتے ہو اور اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو تمہارے بعد دوسروں کی وجہ سے غالب آئیں گے۔

یہ لوگ تم سے اہل عراق کے کر قریب اہل یمن کی نرمی، اہل حجاز کی بصیرت، اور اہل مصر کی قساوت قلبی کے ساتھ جنگ کریں گے وہ کل بڑی کامیاب ہوگا جس کی آج مدد کی گئی تم اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب حضرت معاویہ کے اس خطبہ کی خبر ملی تو آپ اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہیں جہاد پر انگیختہ کیا ان کے صبر و استقامت کی تعریف کی اور اہل شام کی مذمت ان کی کثرت تعداد کی حوصلہ شکنی فرمائی۔

جابر جعفی، ابو جعفر باقر اور زید بن حسن وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی زرہ والوں اور گھڑسواروں کے ساتھ جنگ کے لئے چلے اور حضرت معاویہ بھی اتنی ہی تعداد کے ساتھ مقابلہ میں آئے اور دیگر حضرات کے بیان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کے ساتھ آئے تھے اور حضرت معاویہ کے پاس ایک لاکھ تیس ہزار فوجی تھے اسے ابن جوزی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اہل شام کی ایک جماعت نے جنگ میں اس بات پر معاہدہ کیا کہ وہ فرار نہیں ہوں گے اور انہوں نے اپنے آپ کو پگڑیوں کے ساتھ باندھ لیا یہ پانچ صفوں پر مشتمل لوگ تھے اور ان کے پیچھے چھ صفیں اور تھیں یہی طریق اہل عراق کا بھی گیارہ صفوں پر مشتمل تھے یہ لوگ اسی حالت پر کھڑے رہے پہلا معرکہ بدھ کا دن تھا اس دن اہل عراق کا امیر جنگ اشتر نخعی اور اہل شام کا امیر جنگ حبیب بن مسلمہ تھا اس دن فریقین نے خوب شدید جنگ کی اور دن کے آخر میں اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے اس دن کسی نے کسی سے انتقام پایا نہ غلبہ فریقین برابر رہے پھر اگلی صبح جمعرات کا دن آیا تو اہل عراق کا امیر جنگ ہاشم بن عتبہ اور اہل شام کا امیر ابو الاعور سلمی تھا اس دن بھی شدید جنگ ہوئی اور سواروں نے سواروں پر، پیادوں نے پیادوں پر حملے کئے اور ہر فریق نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا شام ہونے پر دونوں لوٹ آئے اس دن بھی جنگ میں برابری رہی پھر تیسرے دن نکلے وہ بدھ کا دن تھا اس دن اہل عراق کی طرف سے عمار بن یاسر اور اہل شام کی طرف سے عمرو بن العاص امیر جنگ تھے پس اس دن بھی فریقین میں شدید قتال ہوا اور عمار بن یاسر نے حملہ کر کے عمرو بن العاص کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور سواروں کے امیر زیاد بن نضر نے لوگوں کو دعوت مبارزت دی ایک شخص ان کے مقابلہ میں آیا جب دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو دونوں آپس میں ماں شریک بھائی تھے پس دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے شام ہونے پر دونوں فریق اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے اس دن بھی ہر فریق نے صبر و استقامت دکھائی۔

چوتھے دن پھر دونوں فریق باہر نکلے یہ جمعرات کا دن تھا اس دن محمد بن علی جنہیں محمد بن حنفیہ کہتے ہیں بہت بڑی فوج لے کر مقابلہ پر آئے اور اہل شام کی طرف سے عبیداللہ بن عمر نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کا سامنا کیا فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا عبیداللہ بن عمر مبارزت کے لئے باہر نکلے اور انہوں نے محمد بن حنفیہ کو مبارزت کے لئے طلب کیا وہ بھی ان کے مقابلہ کے لئے باہر گئے جب دونوں قریب آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون مبارز ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کا بیٹا محمد اور عبیداللہ بن عمر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور عبیداللہ بن عمر کی طرف بڑھتے ہوئے بیٹے محمد بن علی کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور عبیداللہ بن عمر سے کہا میرے مقابلہ میں آؤ عبیداللہ نے کہا مجھے آپ کے ساتھ مقابلہ کی حاجت نہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ آگے بڑھو لیکن عبیداللہ بن عمر نے انکار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے بقیہ دن لوگ ایک دوسرے سے رکے رہے پھر پانچویں دن جو ہفتہ کا دن تھا پھر باہر نکلے اس دن اہل عراق پر عبداللہ بن عباس اور اہل شام پر ولید بن عقبہ امیر جنگ تھے اس دن بھی فریقین کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔

ابو مخنف کے بیان کے مطابق اس دن ولید بن عقبہ نے عبداللہ بن عباس کو برا بھلا کہا اور کہا کہ تم نے اپنے خلیفہ کو قتل کر دیا لیکن پھر بھی تمہاری مراد پوری نہیں ہوئی اور خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر فتح عطا فرمائے گا عبداللہ بن عباس نے اسے کہا کہ مجھ سے مقابلہ کے لئے سامنے آ لیکن اس نے انکار کیا کہا جاتا ہے کہ اس دن عبداللہ بن عباس نے خود بھی جنگ میں حصہ لیا اور شدید قتال کیا۔ چھٹے دن اتوار کے دن پھر لوگ نکلے سامنے

ہوئے اس دن اہل عراق پر قیس بن سعد اور اہل شام پر ابن ذی الکلاع امیر جنگ تھے فریقین کے درمیان شدید قتال ہوا اور انہوں نے بہت قوی استقلال دکھایا پھر دونوں لشکر شام ہونے پر لوٹ گئے ساتویں دن جو منگل کا دن تھا اشتر نخعی نکلا اور اہل شام کی طرف سے اس کا مد مقابل حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کے ساتھ آیا۔ اور فریقین کے درمیان زبردست شدید جنگ ہوئی لیکن ان تمام ایام میں کوئی فریق دوسرے پر غالب نہیں آیا۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن اعین الجہنی نے زید بن وہب کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر ہم کب تک ان لوگوں کے مقابلے کے لئے نہیں نکلیں گے؟ پھر آپ بدھ کے شام عصر کے بعد لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کے توڑے ہوئے کو کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جس کے جوڑے ہوئے کو توڑنے والا کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اگر وہ چاہتا تو اس کی مخلوق میں سے دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہوتا اور نہ امت میں کسی بات میں نزاع ہوتا اور مفضول کسی فضیلت والے کی فضیلت کا انکار کرے لیکن تقدیر ہمیں اور ان لوگوں کو یہاں تک لائی ہے اور اس نے ہمارے درمیان اس مقام پر جھگڑا ڈال دیا ہے پس ہم اپنے رب کی طرف سے دیکھے جا رہے ہیں اور سنے جا رہے ہیں (لیکن شتاق نہیں اس وقت کو جو اس نے اہل باطل کا مقرر کیا ہے)۔

اگر وہ چاہے تو جلد عذاب میں پکڑ لے اور یہ تبدیلی اس کی طرف سے اس لئے ہے تاکہ وہ ظالم کو جھوٹا ثابت کرے اور معلوم ہو جائے کہ حق کے ساتھ کون ہے اور اس نے دنیا کو دارالاعمال اور آخرت کو دارالقرار بنایا ہے (قرآنی آیت کا ترجمہ) تاکہ وہ برے لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دے اور نیک لوگوں کو اچھی جزا دے۔ آگاہ رہو! تم کل لوگوں سے جنگ کرنے والے ہو تو رات کو طویل قیام کرو اور تلاوت قرآن کریم کی کثرت کرو اور اللہ تعالیٰ سے نصرت، صبر، حفاظت اور بھلائی کی درخواست کرو اور سچے بن جاؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ لوگ اٹھ کر اپنی تلواروں اور نیزوں کی طرف گئے اور انہیں درست کرنے لگے۔ تو کعب بن جعیل تغلبی ان کے پاس سے گزرا اور انہیں اس حالت میں دیکھ کر یہ اشعار پڑھنے لگا:

امت ایک عجیب معاملے میں پڑ گئی ہے اور کل ساری حکومت اس کے لئے ہوگی جو غالب آئے گا۔ میں سچ کہتا ہوں نہ کہ جھوٹ کہ کل عرب کے بڑے بڑے سردار فنا ہو جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں صبح کی اور اپنی مرضی کے مطابق اسے ترتیب دیا اور حضرت معاویہ نے بھی لشکر کو مرضی کے مطابق مرتب کیا۔ حضرت علی نے ہر قبیلہ پر اہل عراق میں سے امیر مقرر کیا تاکہ وہ اپنے شامی بھائیوں کے مقابلے میں آپ کو کفایت کریں پھر لوگوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی اور کوئی کسی سے نہیں بھاگا اور نہ کوئی کسی پر غالب آیا اور شام ہونے پر دونوں لشکر جنگ سے رک گئے۔ صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اندھیرے میں نماز پڑھی اور اہل شام پر شدید حملہ کر دیا اور اہل شام نے بھی اپنے سرگروہ اصحاب کے ساتھ آپ کا سامنا کیا۔ ابو مخنف نے مالک بن اعین سے زید بن وہب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دن دعا کی کہ اے اللہ! اے اس محفوظ و مکفوف چھت کے رب جسے تو نے رات اور دن کے لئے جائے پناہ بنایا اور اس میں شمس و قمر کے راستے اور ستاروں کی منازل بنائیں اور فرشتوں کے قبائل بنائے جو آپ کی عبادت سے اکتاتے نہیں اور اے اس زمین کے رب جسے تو نے انسانوں، چوپایوں، حشرات الارض اور ان بے شمار مخلوق جو نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتی، کے لئے قرار گاہ بنایا اور اے ان کشتیوں کے رب جو سمندر میں لوگوں کے لئے نفع بخش چیزیں لے کر چلتی ہیں اور ان بادلوں کے رب جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں اور اس محفوظ سمندر کے رب جو دنیا کو گھیرنے والا اور پورے عالم کا احاطہ کرنے والا ہے اور ان مضبوط پہاڑوں کے رب جن کو آپ نے زمین کے لئے میخیں اور مخلوق کے لئے سامان بنایا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے دشمن پر غالب کر دیں تو ہمیں سرکشی سے بچانا اور حق کی طرف سیدھا راستہ دکھا دینا اور اگر آپ ان کو ہم پر غالب کر دیں تو مجھے شہادت کی موت نصیب فرما دینا اور میرے بقیہ اصحاب کو فتنے سے بچا لینا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ اس وقت قلب میں اہل مدینہ کے ساتھ تھے اور میمنہ پر عبداللہ بن بدیل اور میسرہ پر عبداللہ بن عباس تھے اور قراء آپ کے ساتھ عمار بن یاسر اور قیس بن سعد کے ساتھ تھے اور لوگ اپنے اپنے جھنڈوں تلے تھے حضرت علی ان کو لے کر شامی لشکر کی طرف بڑھے اور حضرت معاویہ بھی آگے بڑھے اور اہل شام نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور لوگ میدان جنگ میں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے میمنہ کے امیر عبداللہ بن بدیل نے حضرت معاویہ کے میسرہ پر حملہ کر دیا جس کے امیر حبیب بن مسلمہ تھے اور انہیں مجبور کر کے قلب تک پیچھے ہٹا دیا قلب میں حضرت معاویہ خود موجود تھے عبداللہ بن بدیل لوگوں میں کھڑے ہوئے اور انہیں قتال پر ابھارنے اور صبر و جہاد پر برانگیختہ کرنے لگے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو صبر استقامت اور جہاد کی ترغیب دی اور انہیں اہل شام کے ساتھ قتال پر ابھارا اور ہر ہر قبیلہ اپنے اصحاب میں کھڑا ہوا اور لوگوں پر قرآن کریم کے متفرق مقامات سے آیات جہاد تلاوت کیں ان میں سے ایک آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (سورۃ الصف آیت ۴)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود کو لوہے میں چھپا لو۔ کم زرہ والے کو آگے اور زرہ والوں کو پچھلی صف میں کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کیونکہ یہ چیز تلواروں کو کھوپڑیوں سے دور رکھنے والی ہے اور نیزوں کی طرف تیزی سے بڑھو یہ نیزوں سے بچاؤ ہے۔ اور نگاہیں نیچی رکھو یہ چیز قلب کو مضبوط کرنے اور دلوں کو سکون بخشنے والی ہے پست آوازوں کو ختم کر دو یہ چیز بزدلی کو بھگانے والی اور وقار کے زیادہ قریب ہے اپنے جھنڈوں کو نہ جھکاؤ اور نہ انہیں زائل ہونے دو اور انہیں اپنے بہادر آدمیوں کے ہاتھ میں دو۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں بنفس نفیس قتال میں حصہ لیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس دن پانچ سو آدمیوں کو قتل کیا ان میں سے ایک کریب بن صباح بھی ہے جس نے چار آدمیوں کو قتل کر کے ان پر اپنے قدم رکھ کر کہا ہل من مبارز؟ کیا ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے دونوں نے کچھ دیر جولانی دکھائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار کی ضرب لگا کر قتل کر دیا اور کہا ہل من مبارز؟ کیا ہے کوئی مقابلہ کرنے والا۔

پھر حارث بن وداعہ حمیری آپ کے مقابلے کے لئے نکلا آپ نے اسے بھی قتل کر دیا پھر مطالبہ کیا تیسرا مقابلہ پر آیا تو آپ نے اسے بھی قتل کر دیا اور یہ آیت پڑھی:

والحرمات قصاص (سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۴)

یعنی یہ حرمت والی چیزیں ہیں جو تمہارے ساتھ ان کی رعایت کرے تم بھی اس کی رعایت کرو اور جو تمہاری رعایت نہ کرے تو تمہیں بھی اس کی رعایت کی ضرورت نہیں پھر آواز لگائی کہ اے معاویہ میرے مقابلے پر آؤ اور میرے ساتھ اپنے درمیان عرب کو ہلاک نہ کرو عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ اس موقع کو غنیمت جانئے اس لئے کہ وہ تو تین آدمیوں کو قتل کر کے نڈھال ہو چکے ہیں حضرت معاویہ نے جواب میں کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی مقابل نہیں ہو سکتا اور تو مجھے یہ مشورہ اس لئے دیتا ہے کہ تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ میرے بعد خلافت تجھے حاصل ہو جائے جاؤ تم جیسا میرے جیسے آدمی کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک دن حضرت عمرو بن العاص پر حملہ کیا اور انہیں نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا جس کی وجہ سے ان کی شرمگاہ ظاہر ہو گئی آپ انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے آپ کے اصحاب نے پوچھا کہ امیر المومنین آپ چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا یہ عمرو بن العاص ہیں ان کی شرمگاہ ظاہر ہو گئی تھی انہوں نے مجھے قسم دی تو مجھے رشتہ داری یاد آ گئی اور میں نے انہیں چھوڑ دیا پھر عمرو بن العاص جب حضرت معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور تمہاری سرین کی تعریف کرتا ہوں۔

ہمارے امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ ہم سے کئی نے بیان کیا ہے کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے ان سے روایت کی ہے کہ جابر بن نمیر انصاری نے بیان کیا ہے کہ اللہ کی قسم گویا کہ میں جنگ صفین کے روز حضرت علی کو اپنے اصحاب سے یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ تم کب تک دشمن کی مار کھاتے رہو گے؟

پھر قبیلہ ہمدان کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے کسی سردار کے متعلق نہیں سنا جس نے اپنے ہاتھ سے اس دن اتنے لوگوں کو قتل کیا ہو جتنے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیے آپ نے پانچ سو سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا آپ تلوار لے کر نکلتے یہاں تک کہ وہ ٹیڑھی ہو جاتی پھر آپ اسے لے آتے اور معذرت کرتے ہوئے کہتے کہ اللہ کی قسم میں نے اس کو تیز کرنے کا ارادہ کیا لیکن میں نے اس سے یہ بات روکی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی کے سوا کوئی نوجوان نہیں۔

پھر آپ اس ہیجڑے کو لے کر واپس آ گئے۔ تو وہ جنگ کی طرف لوٹ گیا تو یہ حدیث ضعیف اور حدیث منکر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم سے بکیر نے ان سے ابن وہب نے ان سے لیث نے ان سے یزید بن ابی حبیب نے اور ان سے ایک شخص نے بیان کیا جو جنگ صفین میں حضرت علی و حضرت معاویہ کے ساتھ حاضر تھا اور ابن وہب نے ابن لہیعہ سے بیان کیا انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے اور انہوں نے ربیعہ بن لقیط سے نقل کیا ہے کہ ہم جنگ صفین میں حضرت علی اور اصحاب کے ساتھ حاضر تھے کہ آسمان سے ہم پر تازہ خون برسا اور لیث کی حدیث میں ہے کہ ہم نے اپنی قناتوں اور برتنوں میں بھر لیے تھے اور ابن لہیعہ کی حدیث میں ہے کہ جب برتن بھر جاتے تو ہم انہیں گرا دیتے تھے اور یہ بات ہمارے لئے ثابت ہے۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن بدیل نے میسرہ کو جس میں حبیب بن مسلمہ تھا شکست دے کر اسے قلب کے ساتھ ملا دیا تو حضرت معاویہ نے بہادروں کو حکم دیا کہ وہ حملہ میں حبیب کی مدد کریں اور آپ نے حبیب کو ابن بدیل پر حملہ کرنے کا حکم بھیجا اور حبیب نے اپنے ساتھ بہادروں کے ساتھ حملہ کر کے اہل عراق کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور انہیں ان کی جگہ سے ہٹا کر پیچھے کر دیا۔ چنانچہ امیر کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کے امیر کے ساتھ صرف تین سو رہ گئے اور عراقی بھاگے اور حضرت علی کے ساتھ ان میں سے صرف اہل مدینہ رہ گئے جن پر سہل بن حنیف امیر مقرر تھے اور ربیعہ حضرت علی کے ساتھ ثابت قدم رہے اہل شام ان کے قریب ہو گئے حتیٰ کہ ان کے تیر انہیں چھونے لگے اور بنو امیہ کا ایک غلام حضرت علی کی طرف بڑھا تو حضرت علی کے غلام نے اس کا راستہ روک لیا اور اموی غلام نے اسے قتل کر دیا پھر وہ حضرت علی کے ارادے سے آگے بڑھا اور آپ کے بیٹے حسن، حسین اور محمد بن حنفیہ کھڑے تھے جب وہ اموی آپ کے نزدیک ہوا تو آپ نے اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بلند کیا اور زمین پر پٹخ دیا جس سے اس کا بازو اور شانہ ٹوٹ گیا پھر حسین اور محمد بن حنفیہ نے اس کی طرف سبقت کی اور اسے قتل کر ڈالا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن سے پوچھا کہ تمہیں اس کام سے کس نے روکا جو ان دونوں نے کیا؟ حضرت حسن نے جواب دیا کہ امیر المومنین وہ دونوں اس سے کافی ہو گئے تھے پھر اہل شام تیزی سے حضرت علی کی طرف بڑھے لیکن حضرت علی کی چال اور رفتار میں ان کے قریب آنے سے کوئی فرق نہیں پڑا پھر آپ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

آپ کے بیٹے حسن نے کہا کہ اگر آپ دوڑتے تو آپ اس چال کی نسبت زیادہ راحت محسوس کرتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے! تمہارے باپ کے لئے ایک دن مقرر ہے۔ وہ اس سے پیچھے نہیں رہ سکتا اور نہ اسے جلدی کر سکتا ہے اور نہ چلنا اسے روک سکتا ہے بخدا تمہارا باپ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ موت پر آ پڑے یا موت اس پر آ پڑے۔ پھر حضرت علی نے اشتر نخعی کو حکم دیا کہ وہ شکست خوردوں کے پاس جائیں اور انہیں اپنے ساتھ لوٹا لائیں۔ اشتر نخعی بھی ان کے ساتھ چلا اور بھاگنے والے عراقیوں کے پاس پہنچا اور انہیں جمع کر کے قتال پر آمادہ کیا اور ان میں سے بہادروں کو اہل شام پر حملہ کرنے کو کہا تو ایک جماعت نے اس کی اطاعت کی اور دوسری جماعت شکست خوردہ پیچھے ہٹ گئی اور مسلسل اہل شام سے لڑتا رہا حتیٰ کہ ان کے ساتھ بہت سے آدمی اکٹھے ہو گئے اور جس قبیلہ اور جماعت سے ملا انہیں میدان جنگ کی طرف لوٹا لایا حتیٰ کہ وہ امیر عبداللہ بن بدیل کے پاس پہنچ گئے ان کے ساتھ تین سو نوجوان تھے جو ثابت قدم رہے تھے ان لوگوں نے امیر المومنین کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ زندہ ہیں اور خیریت سے ہیں۔ اشتر نخعی نے انہیں بتایا تو وہ جنگ کے لیے لوٹ آئے یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا واقعہ ہے۔ ابن بدیل نے اہل شام کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا لیکن اشتر نخعی نے اسے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا حکم دیا کیونکہ یہ اس کے لئے بہتر ہے لیکن عبداللہ بن بدیل نے انکار کر دیا اور حضرت معاویہ کی جانب حملہ کر دیا۔ جب ابن بدیل حضرت معاویہ کے قریب پہنچا تو انہیں اپنے سامنے کھڑا ہوا پایا اور آپ کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں اور پہاڑوں جیسے لوگ آپ کے ساتھ تھے جو ان کے ارد گرد تھے۔

جب ابن بدیل قریب ہوا تو لوگوں نے اسے پتھر مارے اور زمین پر گرا دیا۔ اس کے ساتھی شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹے اور اکثر زخمی ہو گئے۔ جب ابن بدیل کے ساتھی شکست خوردہ ہو گئے تو حضرت معاویہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان کے امیر کو تلاش کرو لوگ ابن بدیل کے قریب آئے لیکن پہچان نہ سکے۔ حضرت معاویہ خود ان کی طرف بڑھے اور دیکھا تو وہ عبداللہ بن بدیل تھے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ بخدا یہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہیں اور وہ شاعر حاتم طائی ہے۔

وہ بڑا جنگجو ہے جب جنگ اسے کاٹتی ہے تو وہ بھی اسے کاٹتا ہے اور جب جنگ سے تنگی لاحق ہو تو وہ بھی اس سے تنگی سے پیش آتا ہے۔

جب موت سے اس کا سامنا ہو تو وہ اس سے اپنا دفاع کرتا ہے اسی طرح جب جنگل والا شیر اس پر حملہ کرے تو اس سے بھی اپنا بچاؤ کرتا ہے

اور علی تو شیر کی طرح ہے جو اپنی حفاظت کرتا ہے لیکن جب اس امانت کی پرواہ کم ہوتی ہے تو [illegible] جاتے ہیں۔

پھر مخنف نے ان لوگوں کے ساتھ جو بھاگنے والوں میں سے تھے، ان کے ساتھ واپس آ کے حملہ کیا اور [illegible] فتح ملا کیا اور ان کی صفوں کے لوگوں تک پہنچ گیا جنہوں نے ان کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور یہ لوگ حضرت معاویہ کے [illegible] تھے ان پانچ صفوں میں [illegible] کر دیا گیا اور اشتر اور حضرت معاویہ کے درمیان صرف ایک صف باقی رہ گئی [illegible] نے اس اشتر [illegible] کہ قریب تھا کہ میں بھاگ جاؤں لیکن ابن الاطنابہ کے ان اشعار نے مجھے بہت تھام لیا۔ [illegible] اور [illegible] یہ اشعار ابن الاطنابہ کے شعر ہیں۔

[illegible] یا کلاعی اور [illegible] نے [illegible] مجاہد پر [illegible] حملہ کرنے کا عالم [illegible] اور [illegible] سے [illegible] جب بھی میرا ان کے خوف کی وجہ سے [illegible] اور [illegible] ہوں پس مجھے راحت حاصل ہوئی۔

آخر یہ بات ہے کہ میدان میں ثابت قدم رہنا اور عجیب بات ہے کہ [illegible] نے اپنی کتاب میں [illegible] اہل عراق نے [illegible] ان تمام صفوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا [illegible] حضرت معاویہ کے قریب پہنچ گئے حضرت معاویہ نے اپنا گھوڑا منگوایا تا کہ اس پر سوار ہو کر اس مصیبت سے نجات پائیں حضرت معاویہ کہا کرتے تھے کہ جب میں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو مجھے ابن الاطنابہ کے اشعار یاد آ گئے۔

[illegible] کلاعی اور [illegible] نے [illegible] کہ [illegible] بعض مصاحب میں [illegible] جب [illegible] نے سے بھاگنے کے لیے [illegible] اور جب بھی میرا ان کے خوف کی وجہ سے [illegible] مضطرب ہوتا [illegible] تعریف ہوتے [illegible] مجھے راحت حاصل ہوئی۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ ثابت قدم رہے [illegible] انہوں نے عمرو بن [illegible] فتح حاصل ہوئی عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا حضرت معاویہ نے کہا [illegible] آپ کی جوانی بھی ہے اور مجھے [illegible] حضرت کی جوانی بھی حاصل [illegible] اتفاق سے محمد بن [illegible] انہوں نے [illegible] طالب [illegible] اور انہوں نے معاویہ سے روایت کی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سواروں کے امیر حضرت خالد بن معمر کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ [illegible] میری پیروی کریں تو ہم آپ کو عراق کا امیر بنا دیں گے چنانچہ حضرت خالد بن معمر نے ان کی پیشکش قبول کر لی، جب حضرت معاویہ حکمران بن گئے تو آپ نے انہیں آرمینیہ کا امیر بنایا لیکن حضرت خالد بن معمر وہاں پہنچ نہ سکے [illegible]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ میمنہ [illegible] ہو گیا تو آپ لوگوں کے پاس [illegible] گئے آپ نے [illegible] اور [illegible] اور لوگوں کو قتال پر [illegible] عراقی واپس آ گئے ان کے تمام [illegible] متحد ہو گئے اور میمنہ [illegible] جنگ کی [illegible] نے [illegible] انہوں نے [illegible] بہادر [illegible] یہاں تک کہ [illegible] آپ [illegible] قتل ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہتے ہیں کہ اس روز شامیوں میں سے حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی قتل کیے گئے ان کے قاتل کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔

ابو [illegible] بیان کرتا ہے کہ جب عبیداللہ جنگ کے میدان میں نکلے تو [illegible] ان کی دونوں بیویاں [illegible] جب [illegible] بحریہ بنت ہانی بن قبیصہ شیبانی کو بھی اپنے ساتھ لیا چنانچہ وہ دونوں [illegible] ان کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، عراقیوں میں سے ربیعہ والے جن کا امیر زیاد بن خصفہ تھا عبیداللہ کے مقابلہ میں آئے انہوں نے ان پر یکبارگی سخت حملہ کیا اور عراقیوں نے عبیداللہ کے ساتھیوں کو شکست دینے کے بعد ان کو بھی قتل کر دیا اس کے بعد [illegible] نے اپنے [illegible] کے لیے

نہیں گیا پس ایک دن جنگ کے دوران تو انہوں نے ان کو عبیداللہ کے پاؤں سے باندھ دیا عبیداللہ کی دو بیویاں تھیں اسماء بنت عطارد نے تمیمی بن ... سے بحریہ نے امیر سے درخواست کی کہ ان کے شوہر کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ امیر نے ان کے شوہر عبیداللہ کو چھوڑ دیا پھر وہ اپنے شوہر کو اپنے گھر میں اٹھا کر لے گئیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر کے بارے میں کعب بن جعیل تغلبی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

(۱) آگاہ رہو آنکھیں صفین میں اس سوار پر اشکبار ہیں جس کے سواروں نے بے وفائی کی لیکن وہ خود ثابت قدم رہے۔

(۲) انہوں نے اوائل کی تلواروں کے نیچے اسے چھوڑ دیا ہے اگر چہ وہ سخاوت سے عیب جانتے ہیں لیکن وہ جوان شخص تھا۔

(۳) انہوں نے عبیداللہ کو اس حالت میں جنگل میدان میں چھوڑا کہ اس سے خون بہہ رہا تھا اور اس کی رگیں ان سے خون بہا رہی تھیں۔

(۴) اس کے ساتھ ہی جو جھاڑ اس طرح آ گئی تھی جیسے مشک کے کپڑے سے دو رنگ نظر آتی ہے۔

(۵) اور مجھے شہزادے کی اور موت کے وقت اس کا ساتھیوں نے کیا۔ وہ وفاداری نہیں کی۔

(۶) وہ بہت مطمئن ہو کے رہے تھے کہ انہوں نے ان کے استقبال کو دیکھا یہاں تک کہ اصحاف تیغوں پر چڑھ گئے۔

بعض نے اس میں اس شعر کا بھی اضافہ کیا۔

(۷) اے معاویہ ظلم تیری ذلت کی علامت کی کل سختی کے بعد تمہاری شناخت بن گئی۔

ابوجہم اسدی نے ایک قصیدے میں ان کا جواب دیا جس میں عشقیہ شعر کی بجائے جواب کو بالقصد ترک کر دیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے جو لوگ قتل کئے گئے تھے جنہیں شامیوں نے قتل کیا تھا ان کے قتل سے آپ ﷺ کی پیشگوئی بھی پوری ہو گئی یعنی کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے اور اس میں متعدد دلائل نبوت پائے جاتے تھے۔

ابن جریر نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین کے روز حضرت عمار نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کا خواہاں ہو اور مال و اولاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم قتل کئے گئے ہیں۔ خدا کی قسم ان کا مقصد تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی طلب نہیں بلکہ ان لوگوں نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے اور اسے چھوڑنا نہیں چاہتے اور آخرت سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی ہے اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ جب حق ان کے ساتھ لازم ہو جائے گا تو وہ ان کے درمیان اور ان کی دنیا اور ان کی شہوات کے درمیان جس میں وہ لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں حائل ہو جائے گا اور لوگوں کے لئے اسلام میں سبقت نہیں ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کی اطاعت کریں اور وہ ان پر حکومت کریں اور ان کے دلوں میں خوف تھا کہ اگر حق ان کے دلوں میں بیٹھ جائے تو شہوات کے حصول سے روکتا ہے اور دنیا کی جستجو اور اس میں سربلندی حاصل کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور حق اور اہل حق کی اطاعت کی طرف آمادہ کرتا ہے پس انہوں نے اپنے اس قول کے دھوکے سے امام مظلوم کو قتل کیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تاکہ وہ ظالم بادشاہ بن بیٹھیں اور یہ ایک دھوکا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے وہ حاصل کر لیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان میں سے دو شخص بھی ان کی اطاعت قبول نہ کرتے اور وہ ذلیل ترین ہوتے۔ اے اللہ اگر تو ہماری مدد کرے ... اب تم اللہ کی طرف آؤ اور خوب کثرت سے ذکر الٰہی کرو۔ پھر آپ آگے بڑھے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ آپ سے ملے آپ نے ان دونوں کو ملامت کی۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے سخت کلامی کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے عبداللہ بن سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے صفین کے روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک لمبے قد کا شیخ دیکھا آپ نے جنگ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور آپ کا ہاتھ لرز رہا تھا آپ نے فرمایا قسم ہے میں نے اس جھنڈے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کی ہے اور یہ چوتھی بار ہے قسم بخدا اگر وہ ہمیں مارتے مارتے ہجر کی کھجوروں تک پہنچا دیں تب بھی مجھے معلوم ہے کہ ہمارا

صحیح حق پر ہے اور وہ ضلالت پر تھا۔

امام احمد نے مختلف وسائط سے قیس بن عباد کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے عمار بن یاسر سے کہا تمہارا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کرنا ایک رائے ہے جو تم نے قائم کی ہے اور رائے صحت و عدم صحت دونوں کا احتمال رکھتی ہے یا کوئی وصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کی ہے؟ آپ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسی وصیت نہیں کی جو آپ نے سب لوگوں کو نہ کی ہو اور اسی طرح کی بات صحیحین میں بھی ہے نیز ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے لوگوں کو نہ کی ہو؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی ایسی وصیت نہیں ہے ہاں فہم ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کو قرآن میں عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے میں نے سوال کیا اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا اس میں دیت، اسیروں کے چھڑانے کے بارے میں تعلیم ہے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے نیز مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔

اسی طرح صحیحین میں اعمش کی حدیث سے ابو وائل کی سفیان بن سلمہ کی سہل بن حنیف سے ثابت ہے کہ انہوں نے جنگ صفین کے روز فرمایا اے لوگو! دین کے معاملہ میں اپنی رائے پر تہمت کرو میں نے ابوجندل کے روز اپنے آپ کو دیکھا ہے اگر میں طاقت پاتا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کا جواب دیتا۔ قسم بخدا! ہم نے اسلام لانے کے بعد کسی امر کے لئے جو ہمیں قطع کر رہی تھی تلواریں نہیں اٹھائیں سوائے اس امر کے جو ہمیں سہولت سے امر کی طرف لے گیا جس سے ہم واقف تھے لیکن ہم اس کے ایک گوشے کو بند کرتے ہیں تو دوسرا گوشہ ہمارے لئے کھل جاتا ہے ہمیں اس کے حل کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

ابوالبختری کہتے ہیں کہ جنگ صفین کے روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا میرے پاس پیالہ بھر کر پینے کا دودھ لاؤ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو دنیا سے پیالہ بھر کر پینے کا دودھ مرنے کے روز پیئے گا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کے پاس پیالہ بھر کر دودھ لایا گیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا بلاشبہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں دودھ کا آخری مشروب مرنے کے وقت پیئوں گا۔ عتبی نے ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ پھر حضرت عمار بن یاسر نے ان پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا اور ابن جوی نے آپ کا سر کاٹ لیا حضرت ذوالکلاع نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے حضرت عمار سے فرمایا کہ اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور آخری بار تو پیالہ بھر کر دودھ پیئے گا وہ ایک صاع ہوگا۔ حضرت ذوالکلاع نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمرو! آپ ہلاک ہوں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عمرو نے فرمایا عنقریب وہ ہمارے پاس واپس لوٹ آئیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ ذوالکلاع کے بعد جب حضرت عمار قتل کر دیئے گئے تو حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا معلوم نہیں کہ مجھے ان دونوں (حضرت عمار اور حضرت ذوالکلاع) میں سے کس کے قتل سے زیادہ خوشی ہوئی ہے قسم بخدا! اگر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ذوالکلاع زندہ رہ جاتے تو وہ اہل شام پر غالب آ جاتے اور ہماری فوج کو خراب کر دیتے۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسلسل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو کے پاس آ کر یہ کہتا رہا کہ میں نے عمار کو قتل کیا۔ حضرت عمرو نے اس سے سوال کیا کہ آخری وقت میں تم نے ان کی زبان سے کیا سنا تھا؟ اس شخص نے کوئی شافی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ جوی نے آ کر کہا کہ آخری وقت میں میں نے انہیں یہ شعر کہتے ہوئے سنا۔

آج میں اپنے محبوب محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا تو ہی حضرت عمار کا قاتل ہے؟ پھر حضرت عمرو نے اس سے فرمایا تو ہلاک ہو جائے، قسم بخدا! تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد حضرت عمار کے قاتل کے متعلق بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ تابعین کی ایک جماعت نے اس روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے اور بعض نے ابان بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے اور عمرو بن شمر کی حدیث سے جابر جعفی عن ابی الزبیر عن حذیفہ مرفوعاً مروی ہے کہ جب بھی حضرت عمار کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان دونوں میں سے زیادہ درست کو

اختیار فرمایا۔ اسی طرح عمرو بن شرحبیل کی حدیث سے ابی میسرہ کی سند سے مروی ہے کہ دو آدمیوں میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جھگڑا ہو گیا اور اس معاملہ میں فیصلہ کے لیے وہ دونوں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم دونوں ہی میرے پاس سے نکل جاؤ اس لیے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریش نے حضرت عمار سے کھیل کیا؟ عمار کا ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں، اس لیے کہ حضرت عمار نے انہیں جنت کی طرف بلایا اور انہوں نے حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دی ہے ان کا قاتل اور ان کا سامان چھیننے والا دوزخ میں جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں اس شخص نے قتل کیا جو ان کو نکال کر لایا تاکہ ان کے ذریعہ وہ اہل شام کو ذبح کرانا چاہتے تھے۔

ابوالقاسم بن عساکر نے متعدد طرق سے حضرت حنظلہ بن خویلد کا قول نقل کیا ہے کہ اس روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ راوی کہتے ہیں اور جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ موجود تھے تو ان کے پاس دو شخص حضرت عمار کے قتل کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ عبداللہ بن عمرو نے ان دونوں سے کہا تم سے ہر کوئی اپنے ساتھی کے مقابلہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل سے اپنے نفس کو خوش کرنا چاہتا ہے اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ حضرت معاویہ نے عمرو سے کہا آپ اس مجنون کو ہم سے کیوں نہیں روکتے اس کے بعد حضرت معاویہ عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہنے لگے آپ ہمارے ساتھ قتال میں کیوں شریک ہوتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے خدا کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب تک میرے والد زندہ رہیں میں ان کی اطاعت کروں، میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن قتال میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا۔

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو میں آپ کے ساتھ اس سفر میں چلا آیا، آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لیے آپ ﷺ کا ارشاد نہیں سنا کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

مجاہد نے شعبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل حضرت معاویہ سے اجازت طلب کرتے ہوئے ان کے پاس آیا اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمرو بھی موجود تھے، حضرت عمرو نے معاویہ سے کہا کہ اسے اجازت دے دیجئے اور ساتھ دوزخ کی بشارت بھی سنا دیجئے۔ اس شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے ان کو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو نکال کر لائے ہیں۔

صحیحین میں منقول ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پاس آپ ﷺ کی جانب سے کوئی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے صرف آپ کو کی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی الگ وصیت نہیں، البتہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کو قرآن میں عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ کہا کہ دیتوں کا بیان، قیدیوں کے چھڑانے کے بارے میں احکام ہیں، نیز یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور مدینہ کا حرم عیر سے ثور تک ہے۔

ابن جریر نے متعدد طرق سے ابو عبدالرحمن سلمی کا قول نقل کیا ہے کہ ہم جنگ صفین کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ہم نے ان آدمیوں کو آپ پر نگاہ رکھنے کا حکم دیا جو حملہ کرنے سے آپ کو روکتے تھے لیکن جب ان میں سے ایک غافل ہو جاتا تو آپ حملہ کر دیتے تھے حتیٰ کہ آپ کی تلوار خون آلود ہو جاتی، ایک دن آپ نے حملہ کیا تو آپ واپس نہیں آئے حتیٰ کہ آپ کی تلوار کا دستہ مڑ گیا، آپ نے تلوار ان کی طرف پھینک کر فرمایا اگر یہ تلوار کا دستہ مڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی واپس نہ آتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت عمار کو دیکھا کہ وہ صفین کی وادیوں میں سے جس وادی سے بھی گزرتے وہاں پر جو اصحاب محمد ﷺ ہوتے تو وہ ان کے پیچھے ہو لیتے اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمبردار ہاشم کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ہاشم! آگے بڑھو، جنت تلواروں کے سائے تلے ہے، خوبصورت آنکھوں والی حوروں نے بناؤ سنگھار کر لیا ہے آج میں اپنے پیاروں محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ملاقات کروں گا۔

اس کے بعد حضرت عمار اور ہاشم نے حملہ کر دیا یہاں تک کہ دونوں قتل ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسی وقت شامیوں پر یکبارگی حملہ کر دیا گویا کہ حضرت عمار اور حضرت ہاشم ان کے سردار تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ رات ہو جانے کے بعد میں نے کہا کہ آج رات میں ضرور شامیوں کے لشکر میں داخل ہوں گا تاکہ معلوم کروں کہ انہیں بھی حضرت عمار کے قتل سے اتنی ہی تکلیف پہنچی ہے جتنی ہمیں پہنچی ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد عادت تھی کہ ہم ان سے باتیں کرتے اور وہ ہم سے باتیں کرتے۔ چنانچہ میں رات چھا جانے کے بعد میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے لشکر میں داخل ہو گیا تو چار آدمیوں کو دیکھا کہ چکر لگا رہے ہیں حضرت معاویہ، ابو الاعور سلمی، عمرو بن العاص اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرو آپس میں باتیں کر رہے تھے میں بھی گفتگو سننے کے لئے ان کے قریب پہنچ گیا۔ عبداللہ بن عمرو نے والد سے کہا: ابا جان! آج آپ نے اس شخص کو قتل کیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا بیان کیا، عمرو نے سوال کیا کہ آپ نے ان کے بارے میں کیا فرمایا؟

عبداللہ نے فرمایا کہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھے جب تمام لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے صرف حضرت عمار دو دو پتھر، دو دو اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔

اسی اثناء میں آپ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمار کے چہرے سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا: اے سمیہ کے لڑکے تیرے لئے ہلاکت ہو دیگر لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے ہیں اور تم ثواب کی رغبت میں دو دو پتھر اٹھا کر لا رہے ہو، ویسے تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف کھینچ کر ان سے فرمایا کیا تم نے عبداللہ کی بات سنی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا؟ حضرت عمرو نے حدیث کی ساری تفصیل ان کے سامنے بیان کر دی۔

حضرت معاویہ نے فرمایا: آپ ایک تنگ عقل بوڑھے ہیں، جو ہمیشہ احادیث بیان کرتا رہتا ہے حالانکہ آپ کا اپنا حال یہ ہے کہ خود پیشاب میں ڈوبتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو ان کو لائے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ اپنے خیموں سے کہتے ہوئے نکل گئے کہ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لائے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کون زیادہ عجیب تھا حضرت معاویہ یا وہ۔

امام احمد نے بھی اسی طرح عبدالرحمٰن بن ابی زیاد کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ صفین سے واپسی پر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص کے درمیان چل رہا تھا، عبداللہ بن عمرو نے کہا: اے ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد حضرت عمار کے بارے میں سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے سمیہ کے لڑکے تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم عبداللہ کی بات سن رہے ہو؟ حضرت معاویہ نے جواب دیا کہ یہ ہمیشہ ہمارے پاس کوئی نہ کوئی نئی چیز لے کر آتا ہے کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے؟ انہیں تو ان لوگوں نے قتل کیا جو ان کو لائے ہیں۔

امام احمد نے ابو سعید خدری کے حوالے سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز بن مختار اور عبدالوہاب ثقفی سے عن خالد الحذاء عن عکرمہ عن ابی سعید تعمیر مسجد کے واقعہ میں حضرت عمار کے لئے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ہائے افسوس! کہ عمار انہیں جنت کی اور وہ عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمار دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں فتنوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں یہ الفاظ منقول ہیں ہائے افسوس عمار پر کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا، حضرت عمار انہیں جنت کی اور وہ ان کو دوزخ کی دعوت دے رہے ہیں۔

امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت عمار کے لئے ابو سعید خدری کے حوالے سے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

امام مسلم نے شعبہ کے حوالے سے عن ابی نضرہ عن ابی سعید عن قتادہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت عمار کا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

بیہقی نے عن ابی عبداللہ الحاکم عن ابی بکر محمد بن اسحاق الصغانی عن الجواب عن عمار بن رزیق عن عمار الدہنی عن سالم بن ابی الجعد عن ابن مسعود آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو ابن سمیہ حق پر ہوگا۔

یعقوب بن سفیان نے اپنی واسطے سے سالم بن ابی الجعد کا قول نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور آپ سے کہا: اللہ نے ہمیں ظلم سے تو امن دے دیا ہے لیکن فتنوں سے امن نہیں دیا؟ فتنوں نے گھیر لیا ہے آپ کے بارے میں

گئے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اس وقت تم کو رب اللہ کا واسطہ [illegible] کہ میں اللہ کی دعوت دیتا ہوں تو پھر کس لئے [illegible] آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو ابن سمیہ حق پر ہوگا۔

بیہقی نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ ایک بار حضرت عمار بیہوشی کی وجہ سے گر پڑے تھے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو لوگ ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے رو رہے تھے حضرت عمار نے فرمایا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ کیا تمہیں خوف ہے کہ بستر پر میری موت آئے گی؟ مجھے میرے حبیب نے خبر دی ہے کہ ایک باغی گروہ مجھے قتل کرے گا اور دنیا سے جاتے وقت میرا آخری توشہ دودھ ہوگا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے ابو سعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تو ہم ایک ایک اینٹ اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے حضرت عمار کا گزر آپ ﷺ کے پاس سے ہوا میرے محبوب نے مجھ سے بیان کیا لیکن میں نے یہ خود سنا آپ ﷺ ان کے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے افسوس ابن سمیہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اس حدیث میں ابو سعید کے بعض اصحاب نے [illegible] کہ وہ کہتے تھے کہ یہ حدیث مجھے براہ راست حاصل نہیں ہوئی کیا آپ ﷺ کو [illegible] جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔

ابن جریر کا قول ہے کہ حضرت عمار کے قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور ہمدان سے کہا کہ تم میرے [illegible] اس وقت بارہ ہزار آدمی آپ کے [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے آگے ہو گئے سب نے یکبارگی حملہ کیا [illegible] بعض لوگوں نے [illegible] حضرت معاویہ [illegible] اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھ رہے تھے میں ان کو مارتا ہوں لیکن میں نے آنکھوں والے معاویہ کو نہیں دیکھا۔

راوی کا قول ہے کہ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعوت مبارزت دی حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے مقابلے کے لئے نکلنے کا مشورہ دیا حضرت معاویہ نے حضرت عمرو سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جو بھی حضرت علی کے مقابلے میں آیا حضرت علی نے اسے قتل کر دیا اصل میں تم میرے بعد خلافت میں طمع رکھتے ہو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ایک [illegible] انہوں نے گھمسان کی جنگ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی ایک جماعت کے ساتھ ان کے پیچھے گئے [illegible] عراقی بھی ایک بڑی تعداد میں قتل ہوئے [illegible] مٹھیاں کٹ گئیں [illegible] مغرب کا وقت ہوا تو آپ نے اشارہ سے [illegible] نماز پڑھائی پوری رات جنگ جاری رہی یہ رات مسلمانوں کے لئے ایک سخت رات تھی اسی لئے اسے لیلۃ الہریر کہا جاتا ہے یہ جمعہ کی شب تھی [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جنگ پر [illegible] آپ نے [illegible] کی دعوت دی۔

اس روز حضرت علی کے لشکر کے امیر [illegible] میمنہ پر اشتر امیر تھے [illegible] کے قتل کے بعد [illegible] ابن عباس امیر تھے [illegible] طرف [illegible] نے بیان کیا [illegible] جنگ ہوئی [illegible] تیروں سے [illegible] تلواروں سے جنگ ہوئی پھر ہاتھوں اور پتھروں سے جنگ ہوئی [illegible] ایک دوسرے [illegible] آنکھوں میں مٹی [illegible] حتیٰ کہ [illegible] جمعہ کی صبح [illegible] اشتر [illegible] قریب [illegible] شام والوں نے قرآن اٹھا لئے اور کہنے لگے یہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا [illegible] سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اور فارس سے جنگ کون کرے گا۔

ابن جریر وغیرہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس بات کا مشورہ حضرت عمرو بن العاص نے دیا تھا کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ [illegible]

غالب آنے لگے تو آپ نے چاہا کہ یہ معاملہ رک جائے اور امر مؤخر ہو جائے یہاں تک کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے اور دونوں ہلاک ہو رہے تھے، جب حضرت معاویہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا میرے خیال میں آپ کی بات درست ہے تو عمرو نے کہا اجتماعیت اور ان کے اختلاف کا سبب ہوگی اگر ہم قرآن پاک بلند کر کے انہیں اس کی طرف دعوت دیں، اگر وہ اس بات میں جواب دیں تو جنگ رک جائے گی اور اگر ان میں ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو بھی ان کا نقصان ہوگا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے حبیب بن ابی ثابت کا قول نقل کیا ہے کہ میں ابو وائل کے پاس اہل کوفہ کی مسجد میں ان سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کرنے کے لئے آیا جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں قتل کیا تھا بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موافقت کی اور بعض ان سے کیوں جدا ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ... انہوں نے فرمایا ہم جنگ صفین میں تھے جب جنگ گرم ہو گئی تو اہل شام نے ایک ٹیلے کی پناہ لی اور عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا حضرت علی کے پاس قرآن بھیج کر انہیں کتاب اللہ کی دعوت دیجئے وہ آپ کی بات کا ہرگز انکار نہیں کریں گے چنانچہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن لے کر گیا اور کہنے لگا ہمارے اور آپ کے درمیان کتاب اللہ ہے ... کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور وہ اعراض کرنے والے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم ہو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد خوارج جنہیں اس وقت قراء کہا جاتا تھا اپنے کندھوں پر تلواریں لٹکائے ہوئے آئے اور انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! ٹیلے کے پاس بیٹھے لوگوں کے معاملہ میں ہم کس بات کا انتظار کر رہے ہیں کیا ہم ان کی طرف تلواریں لے کر نہ جائیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ سہل بن حنیف نے گفتگو کرتے ہوئے کہا اے لوگو! اپنے نفسوں کو متہم کرو، ہم حدیبیہ کے روز بھی اسی طرح تھے اگر ہم جنگ کرنا چاہتے تو جنگ کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ پھر سارا واقعہ بیان کیا جیسا کہ اپنے مقام پر گزر چکا ہے۔

اہل شام کا مصاحف کو بلند کرنا: ... جب مصاحف بلند کئے گئے تو عراقیوں نے کہا ہم کتاب اللہ کو قبول کرتے ہیں اور اس کی طرف جھکتے ہیں۔ ابو مخنف نے عبدالرحمن بن جندب ازدی اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! اپنے حق، صدق اور اپنے دشمن سے قتال کی طرف بڑھو، بلاشبہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا قرآن اور دین سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تم سے زیادہ ان سے واقف ہوں، میں بچپن اور جوانی میں ان کے ساتھ رہا ہوں، وہ دونوں حالتوں کے اعتبار سے بدترین لوگ تھے۔ وہ کتاب اللہ کو بلند کر رہے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے انہوں نے اس امر کو فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہمیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جائے اور ہم اس کا انکار کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں ان سے اسی لئے قتال کر رہا ہوں تاکہ وہ کتاب اللہ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں، انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی ہے اور اس کے عہد کو بھلا دیا ہے اور کتاب اللہ کو پس پشت پھینک دیا ہے۔

مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی قراء کی ایک جماعت کے ساتھ جو بعد میں خوارج بن گئے آئے اور کہنے لگے اے علی! جب آپ کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جا رہی ہے تو اسے قبول کیجئے ورنہ ہم آپ کو ان کے حوالے کر دیں گے یا آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ہم نے ابن عفان کے ساتھ کیا تھا، انہوں نے کتاب اللہ پر عمل کرنے سے انکار کیا تو ہم نے انہیں قتل کر دیا۔ بخدا! آپ ضرور ایسا کریں ورنہ ہم آپ کے ساتھ بھی وہی کریں گے۔ آپ نے فرمایا میری نافرمانی ... اگر تم میری اطاعت کرو تو جنگ کرو ... حضرت علی رضی اللہ عنہ ... [illegible]

پاس پیغام بھیجا کہ جنگ بند کر دو۔

ہیثم بن عدی نے اپنی کتاب میں جسے اس نے خوارج کے بارے میں تصنیف کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جنگ صفین کے شرکاء اور خوارج کے پیچھے گمراہوں کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے شامیوں کی اس بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک بات کہی جس کا ذکر نامناسب ہے پھر انہوں نے کہا کون غیر اللہ کو حکم بنانے سے قبل اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اس کے بعد انہوں نے حملہ کیا اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

شامی راویوں میں سے اس بات کی دعوت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دی یا انہوں نے اس کی ابتدا کی۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے انہیں صلح و جنگ بندی اور قرآن کی اطاعت کی طرف دعوت دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کے قبول کرنے کا مشورہ دینے والوں میں اشعث بن قیس کندی بھی تھے۔

ابومخنف نے ایک دوسرے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اشتر کے پاس جنگ بندی کا پیغام بھیجا تو اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت آپ مجھے جنگ بندی کا حکم نہ دیں مجھے اپنی ذات سے فتح کی امید ہے اس لئے جلدی نہ کیجئے ایلچی نے واپس آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اشتر کی بات نقل کر دی اور کہا کہ اشتر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگ کا بازار گرم کئے ہوئے ہے اس کے بعد شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے ہی اشتر کو جنگ کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اشتر سے سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا ہے کیا میں نے تمہارے سامنے اس کے پاس جنگ بندی کا پیغام نہیں بھیجا۔

انہوں نے کہا آپ پھر پیغام بھیجیں کہ وہ آپ کے پاس آ جائیں ورنہ ہم آپ سے جدا ہو جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایلچی سے کہا جلدی اشتر کے پاس جاؤ اور کہو کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اس لئے جلد میرے پاس آ جاؤ ایلچی نے پہنچ کر جب اشتر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام بتایا تو اس نے کہا کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ فتح ہونے میں تھوڑی سی کسر باقی رہ گئی ہے ایلچی نے کہا تمہیں فتح اور امیر المؤمنین کے قتل میں سے کون سی چیز زیادہ محبوب ہے امیر المؤمنین کے قتل کے بعد تمہیں فتح کا کیا فائدہ ہو گا اس کے بعد اشتر جنگ بند کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اس نے کہا اے اہل عراق اے ذلیل و رسوا لوگو! تم جب غالب آ گئے اور دشمن کو تمہاری فتح کا یقین ہو گیا تو انہوں نے مصاحف بلند کر کے اس کی طرف تمہیں دعوت دی حالانکہ خود انہوں نے اس کے احکام کو ترک کر دیا اور سنت رسول کو پس پشت ڈال دیا ہے تم ان کی بات قبول نہ کرو اور مجھے مہلت دو مجھے فتح نظر آ رہی ہے لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر اشتر نے کہا مجھے گھوڑا دوڑانے کی اجازت دو میں نے فتح کی طمع کی ہے انہوں نے کہا کہ پھر ہم بھی تیرے ساتھ خطا میں شریک ہو جائیں گے۔

اس کے بعد اشتر نے ان قراء سے جو اہل شام کی بات تسلیم کرنے کے داعی تھے ان سے مناظرہ کرنا شروع کر دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تم نے ان پر جنگ شروع کی تھی تو اسے جاری رکھو کیونکہ تم حق پر تھے ورنہ اپنے مقتولین کے لئے دوزخی ہونے کی گواہی دو انہوں نے جواب میں اشتر سے کہا ہم ہرگز تیری اور تیرے ساتھی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے ہم نے اللہ کے لئے شامیوں سے جنگ کی تھی اور اسی کے لئے ترک کر دی۔ اشتر نے کہا تمہیں دھوکا دیا گیا ہے تم دھوکے میں آ گئے ہو انہوں نے تم کو جنگ بندی کی دعوت دی جسے تم نے قبول کر لیا اے برے ساتھیو ہم تمہاری نمازوں کو دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی ملاقات کا باعث خیال کرتے تھے ہم تمہارے موت سے فرار کو دنیا کی طرف فرار سمجھتے ہیں اے برے دانتوں والے بدبودار اونٹوں کی شکل والو اس کے بعد تم عارف باللہ نہیں رہے ورنہ تم ظالم قوم کی طرح ہلاک ہو جاؤ گے انہوں نے اشتر کو گالیاں دیں اس کی سواری کے چہرے پر کوڑے مارے اس کے علاوہ ان کے درمیان گالی گلوچ بھی ہوئی۔

آخر عراقیوں اور شامیوں نے مصالحت کی طرف رغبت کی کہ شاید کسی ایسے امر پر اتفاق ہو جائے جس میں مسلمانوں کے خون کو تحفظ مل سکے کیونکہ لوگ تباہ ہو رہے تھے خصوصاً ان تین دنوں میں جن میں آخری معرکہ ہوا کی شب لیلۃ الہریر کہلائی۔ ہر فریق نے شجاعت اور استقلال کا مظاہرہ کیا جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں اسی وجہ سے کسی فریق نے دوسرے کے مقابلہ میں فرار اختیار نہیں کیا متعدد مورخین کے قول کے مطابق اس معرکے میں ستر ہزار افراد قتل ہوئے۔ پچیس ہزار شامی اور پینتالیس ہزار عراقی یہ تعداد ابن سیرین اور سیف وغیرہ نے بیان کی ہے اور

حسن بن حماد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ عراقیوں میں پچیس بدری بھی تھے۔

راوی کا قول ہے کہ اس مدت میں ان کے درمیان نوے معرکے ہوئے۔ جنگ صفین کے قیام کی مدت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ سیف نے سات یا نو ماہ بیان کئے ہیں۔ اور حسن بن حماد نے ایک سو دس دن بیان کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ صفین کی مدت ذی الحجہ کے آغاز جمعہ کے روز سے تیرہ صفر تک ہے یعنی کل ستر دن بنتے ہیں۔ واللہ اعلم

زہری کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک قبر میں پچاس افراد دفن کئے جاتے تھے، یہ سب ابن جریر اور امام ابن الجوزی کے کلام کا خلاصہ ہے جو المنتظم میں ہے۔

امام بیہقی نے یعقوب بن سفیان کے طریق سے عن ابی الیمان عن صفوان بن عمرو روایت کی ہے کہ شامی ساٹھ ہزار تھے جن میں بیس ہزار قتل کئے گئے، عراقی ایک لاکھ بیس ہزار تھے جن میں چالیس ہزار قتل کئے گئے، امام بیہقی نے اس معرکہ کو اس حدیث پر محمول کیا ہے جسے عبدالرزاق کے طریق سے عن معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا گیا ہے، امام مسلم نے اسے شعیب کی حدیث سے عن الزہری عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے شعیب کی حدیث سے اسے عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ کی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑے گروہ باہم لڑیں گے اور ان میں قتل عام ہوگا اور دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا۔

بیہقی نے اسے عن ابی المتوکل عن ابی سعید اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے اور ثوری نے اسے عن ابن جدعان عن ابی نضرہ عن ابی سعید روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت تک تم میں بھی حق کے دو بڑے گروہ قتل کریں گے دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا ان کے درمیان سے خوارج کا ظہور ہوگا ان میں سے حق کے قریب تر گروہ انہیں قتل کرے گا۔

امام احمد نے یہ حدیث عن مہدی واسحاق عن سفیان عن منصور عن ربعی بن حراش عن البراء بن ناجیہ الکاہلی عن ابن مسعود روایت کی اور وہ مرفوعاً بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چکی اسلام ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ تک پھر جائے گی، پھر اگر وہ تباہ ہو جائیں تو ہلاک ہونے والوں کے راستے پر ہوں گے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو وہ ستر سال تک ان کے لئے قائم رہے گا حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! گزری ہوئی مدت سمیت یا جو باقی رہ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ جو باقی رہ گئے ہیں، اور ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے اسے اپنی کتاب "سیرت علی رضی اللہ عنہ" میں عن ابی نعیم الفضل بن دکین عن شریک عن منصور اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شریک بن عبداللہ النخعی نے عن مجالد عن عامر الشعبی عن مسروق عن عبداللہ ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی عنقریب ۳۵ سال بعد پھر جائے گی، پس اگر وہ باہم مصالحت کر لیں تو وہ ستر سال تک بافراغت دنیا کھائیں گے اور اگر باہم جنگ کریں تو اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر ہوں گے۔

ابن دیزیل نے متعدد طرق سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ عنقریب تم ایسے ہو گے کہ ایک شخص یعنی حضرت عثمان کے قتل پر اسلام کی چکی گھوم جائے گی، ابن حزم نے عن ابی ضیح عن صفوان بن عمرو عن الاشیاخ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ایک سفر میں کچھ چیزوں کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے آپ ان چیزوں کے انتظار میں بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم دو فوجوں کو برداشت کرو گے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اس قوم میں ہوگا جو ایک خدا اور ایک نبی پر ایمان رکھتی ہوگی؟ آپ نے اثبات میں جواب ارشاد فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اسے پاؤں گا؟ آپ نے فرمایا نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اور لوگ تیرے ذریعہ سے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ لوگ ایک خدا ایک رسول اور ایک دین کے ہوتے ہوئے کیسے اختلاف کریں گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کا نزول نہیں جانیں گے اور جس طرح قرآن پڑھیں گے نہیں سمجھیں گے جس کی وجہ سے وہ اس میں اختلاف کریں گے جب وہ اس میں اختلاف کریں گے تو آپس میں لڑیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید فرمائی۔

ابن دیزیل نے کئی واسطوں سے ابن سیرین کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد عدی بن حاتم نے فرمایا: علامت

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں دو بکریاں بھی آپس میں ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گی۔ جب جنگ صفین کا دن آیا تو آپ کی آنکھ پھوٹ گئی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں دو بکریاں بھی ایک دوسرے کو سینگ نہیں ماریں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں اور بہت سی آنکھیں پھوٹ بھی گئی ہیں۔

کعب احبار سے منقول ہے کہ انہوں نے صفین کے پاس گزرتے ہوئے اس کے پتھروں کو دیکھ کر فرمایا بنی اسرائیل نے اس مقام پر نو بار جنگ کی اور عرب بھی یہاں باہم جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان پتھروں کو ایک دوسرے کو ماریں گے جو بنی اسرائیل نے اس میں مارے تھے اور انہی کی طرح ہلاک ہو جائیں گے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے خدا سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے تو میری یہ دعا قبول ہوئی پھر میں نے دعا کی کہ ان کے دشمن کو ان پر مسلط نہ کرے جو ان کے حال و مال کو تباہ کر دے تو میری یہ دعا بھی قبول ہوئی پھر میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری امت کے بعض کو بعض پر مسلط نہ کر تو اللہ نے مجھے اس سے روک دیا اور یہ بات قرآن کی آیت او یلبسکم شیعا میں مذکور ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ ضروری بات ہے۔

واقعہ تحکیم (۱): پھر مذاکرات اور مراسلات جن کا ذکر گزر چکا ہے کے باعث جنگ کے بعد دونوں فریق تحکیم پر راضی ہو گئے اور یہ کہ ہر فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کریں پھر وہ دونوں ایک امر پر اتفاق کر لیں جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا وکیل حضرت عمرو بن العاص کو چنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو وکیل بنانے کا ارادہ کیا اور کاش وہ ایسا کرتے لیکن قراء نے ان کو روک دیا اور کہنے لگے ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی پر راضی نہیں ہوں گے۔

ہیثم بن عدی نے کتاب الخوارج میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اشعث بن قیس نے ابو موسیٰ اشعری کا اشارہ کیا اور اہل یمن نے ان کا ساتھ دیا اور انہوں نے کہا ابو موسیٰ فتنہ اور قتال سے روکنے والے ہیں اس وقت ابو موسیٰ حجاز کے کسی مقام پر گوشہ نشین تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو عمرو کے مقابلہ میں ابن عباس ہی کو مقرر کروں گا انہوں نے کہا ہم تو ابو موسیٰ اشعری ہی کو چاہتے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو احنف بن قیس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے پتھر مارا ہے ان لوگوں کے لئے ایک آدمی کا انتخاب ہونا چاہیے جو ان کے قریب ہو جو ان کی آنکھوں میں آ جائے اگر وہ اس کے مقابلہ میں بات کرے اور اگر آپ نے مجھے حکم بنانے سے انکار کیا ہے تو مجھے دوسرا یا تیسرا بنا دیجئے وہ جو بھی گرہ لگائے گا میں اسے کھول دوں گا اور جو گرہ لگاؤں گا اسے کوئی نہیں کھول سکے گا میں آپ کے لئے ایک گرہ باندھوں گا اس سے بھی مضبوط گرہ لگا دوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کیا اور ایلچی حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بتایا کہ لوگوں نے مصالحت کر لی ہے تو آپ نے فرمایا الحمدللہ پھر بتایا گیا کہ آپ کو حکم بنایا گیا ہے تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی پھر لوگ ابو موسیٰ اشعری کو پکڑ کر حضرت علی کے پاس لے آئے اور دونوں فریقوں کے درمیان جو تحریر لکھی گئی وہ یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ ہے جس پر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کا نام لکھئے یہ آپ کے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں ہیں احنف نے کہا صرف امیر المومنین ہی لکھو کہ یہ وہ ہے جس پر علی بن ابی طالب نے صلح کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا جس وقت مشرکین نے کہا تھا کہ یوں لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے چنانچہ آپ نے لکھا یہ وہ ہے جس پر حضرت علی اور حضرت معاویہ نے اپنے ساتھیوں سمیت صلح کی ہے ہم اللہ اور اس کی کتاب کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں جس بات کو یہ زندہ کرے ہم اسے زندہ کریں گے اور جس بات کو یہ مارے ہم اسے ماریں گے اور جس بات کا فیصلہ دونوں حکم ابو موسیٰ اور عمرو کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں گے اور جو نہ پائیں تو سنت عادلہ جامعہ غیر متفرقہ پر عمل کیا جائے گا۔

---

(۱) المنتظم فی التاریخ ۵/۱۲۰، تاریخ طبری ۵/۴۸، الکامل فی التاریخ ۳/۱۶۷، مروج الذہب ۲/۴۰۲

اس کے بعد صفین سے حضرت علی اور حضرت معاویہ اور ان کی افواج سے عہد و پیمان لیا کہ وہ دونوں اپنے اور اپنے اہل کے بارے میں مطمئن ہیں، اور جو ثالث فیصلہ کریں تمام لوگ اس میں ان کے مددگار ہوں گے اور دونوں جماعتوں کے مومنین پر ان کا عہد و میثاق واجب ہو گا جو اس صحیفہ میں ہے اور اس پر تمام ہیں اور دونوں نے رمضان تک اس کی مدت مقرر کی ہے اور اگر وہ دونوں چاہیں تو باہمی رضامندی سے مدت میں تاخیر کرنا چاہیں تو تاخیر کر سکتے ہیں، یہ معاہدہ بدھ کے روز ۱۳ صفر ۳۷ھ کو لکھا گیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ صفین کی جگہ رمضان میں اپنے چار سو ساتھیوں کے ساتھ دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے اور اگر وہ اس کے لئے جمع نہ ہو سکے تو آئندہ سال مقام اذرح میں جمع ہوں گے۔

ہیثم نے کتاب الحروب میں بیان کیا ہے کہ اشعث بن قیس جب یہ تحریر لے کر حضرت معاویہ کے پاس گئے جس میں لکھا تھا کہ اس پر اللہ کے بندے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ نے صلح کی ہے تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں علی کو اگر امیر المومنین تسلیم کرتا تو ان سے قتال نہ کرتا اس لئے صرف ان کا نام لکھا جائے اور اپنی سابقیت اور فضیلت کی بجائے ان کا نام میرے نام سے پہلے لکھو، وہ حضرت علی کے پاس لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھا جس طرح حضرت معاویہ نے فرمایا تھا۔

ہیثم کا قول ہے کہ اہل شام نے حضرت معاویہ سے پہلے حضرت علی کا نام اور اپنے سے پہلے اہل عراق کا نام لکھنے سے انکار کیا تھا کہ دو تحریریں لکھی گئیں ایک تحریر عراقیوں کے لئے جس میں حضرت علی کا نام حضرت معاویہ سے پہلے اور عراقیوں کا نام اہل شام سے پہلے لکھا گیا اور ایک تحریر اہل شام کے لئے لکھی گئی جس میں حضرت معاویہ کا نام حضرت علی کے نام سے پہلے اور اہل شام کا نام عراقیوں سے پہلے لکھا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے جن دس آدمیوں نے اس تحریر پر دستخط کئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اشعث بن قیس کندی، حضرت سعید بن قیس ہمدانی، حضرت عبداللہ بن طفیل عامری، حضرت حجر بن یزید کندی، حضرت ورقاء بن سمی بجلی، حضرت عبداللہ بن بلال بجلی، حضرت عقبہ بن زیاد انصاری، حضرت یزید بن حجیہ تیمی اور حضرت مالک بن کعب ہمدانی۔

شامیوں میں سے بھی دس افراد نے اس پر دستخط کئے ان کے نام درج ذیل ہیں، حضرت ابوالاعور سلمی، حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید، حضرت مخارق بن حارث زبیدی، حضرت وائل بن علقمہ عدوی، حضرت علقمہ بن یزید حضرمی، حضرت حمزہ بن مالک ہمدانی، حضرت سبیع بن یزید حضرمی، حضرت عتبہ بن ابی سفیان اور حضرت یزید بن الحر عبسی۔

اور حضرت اشعث بن قیس اس تحریر کو لے کر لوگوں کو سنانے اور اسے فریقین کے سامنے پیش کرنے کے لئے باہر نکلے، اس کے بعد لوگ اپنے مقتولین کے دفن کرنے میں مصروف ہو گئے، زہری کا قول ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک قبر میں پچاس پچاس آدمی دفن کئے جاتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شامیوں کی ایک جماعت گرفتار کی تھی واپس لوٹنے کے وقت انہیں رہا کر دیا تھا اسی کے قریب قریب عراقی حضرت معاویہ کے قبضہ میں تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے قیدیوں کو قتل کر دیا ہوگا ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن جب یہ شامی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی عراقی قیدیوں کو رہا کر دیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے اسیروں میں سے عمرو بن اوس ازدی کے قتل کا ارادہ کیا، اس نے کہا اے معاویہ! آپ میرے ماموں ہیں، اس لئے آپ مجھ پر احسان کیجئے، حضرت امیر معاویہ نے پوچھا تو ہلاک ہو، میں تیرا ماموں کیسے ہوں؟ اس نے کہا ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا میں لڑکا ہوں اور آپ ان کے بھائی ہیں تو آپ میرے ماموں ہوئے، یہ سن کر امیر معاویہ نے اسے رہا کر دیا۔

حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے جنگ صفین کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ عرب تھے جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور اسلام میں حمیت اور سنت اسلام پر ایک دوسرے سے مل گئے تھے، جب ملے تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور انہوں نے فرار اختیار کرنے سے انہوں نے شرم محسوس کی، جب جنگ رک جاتی تو دونوں فریق کے لوگ ایک دوسرے کے لشکر میں جاتے تھے اور اپنے مقتولین کو نکال کر دفن کرتے تھے، شعبی کہتے ہیں کہ وہ سب جنتی ہیں، ان میں سے ہر شخص نے بعض سے ملاقات کی لیکن کسی نے راہ فرار اختیار نہیں کی۔

---

(۱) المنتظم في التاريخ [illegible]، وتاريخ الطبري [illegible]، والكامل في التاريخ [illegible]، ومروج الذهب [illegible]

خوارج کا خروج: ... اشعث بن قیس بنو تمیم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو کتاب پڑھ کر سنایا ایک شخص عروہ بن اُدیہ تمیمی ... جو ابو بلال بن مرداس بن ادیہ کا بھائی ہے اس نے کھڑے ہو کر کہا کیا تم لوگ اللہ کے دین میں حکم بناتے ہو، پھر اس نے اپنی تلوار اشعث بن قیس کی سواری کی سرین پر ماری جس سے اشعث بن قیس اور ان کی قوم غضبناک ہو گئی احنف بن قیس اور ان کے سرداروں کی ایک جماعت اشعث بن قیس کے پاس معذرت کرنے کے لئے آئی۔

ہیثم بن عدی کا قول ہے کہ خوارج کا خیال ہے کہ سب سے پہلے عبداللہ بن وہب راسبی نے حکم بنایا، بلکہ ابو بلال کے بھائی عروہ بن ادیہ ہی نے اس شخص سے اس بات کو حضرت علیؓ کی تحکیم کے بارے میں کہا اور وہ کہنے لگے لا حکم الا للہ یعنی حکم صرف اللہ کا ہے، جنگ صفین سے واپسی پر لوگ اپنے شہروں کو واپس چلے گئے حضرت معاویہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دمشق چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے راستے کوفہ چلے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہونے کے قریب تھے کہ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی گئے بھی اور بغیر کسی چیز کے واپس آ گئے تب حضرت علی نے فرمایا جو لوگ ہم سے جدا ہو گئے وہ ان لوگوں سے بہتر تھے اور آپ نے یہ اشعار کہے:

(۱) حقیقت میں تیرا بھائی وہ ہے جو تجھ پر ملامت آنے کے وقت تیرے ساتھ رہے۔ (۲) جو ملامت آنے پر تجھے ملامت کرے وہ تیرا بھائی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے، آپ کوفہ میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ آپ کے لشکر میں سے بارہ ہزار خوارج آپ سے جدا ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا، اور مقام حروراء میں پڑاؤ کیا انہوں نے حضرت علی پر ایسے الزامات لگائے جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے گمان کے مطابق ارتکاب کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کی طرف بھیجا حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سے مناظرہ کیا ان میں سے اکثریت واپس آ گئی باقی ماندہ وہیں رہ گئے، حضرت علی اور ان کے ساتھیوں نے ان سے جنگ کی جیسا کہ اس کا بیان تفصیل سے ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کیا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ یہی خوارج ہیں جن کی طرف متفق علیہ حدیث میں اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے انتشار کے وقت ان سے ایک گروہ نکلے گا، ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں سے، اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے خوارج نکلیں گے ان میں سے بہتر فرقہ انہیں قتل کرے گا اور حدیث کے متعدد طرق اور متعدد الفاظ ہیں۔

امام احمد نے متعدد طرق سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کے وقت خوارج ان سے الگ ہو جائیں گے، ان میں سے حق پرست فرقہ انہیں قتل کرے گا، امام مسلم نے سفیان ثوری کی حدیث سے ... الخ روایت کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں بہز نے ہم سے عن قتادہ عن ابی نضرہ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ بیان کیا ہے کہ میری امت کے دو فرقے بننے کے وقت خوارج ان سے الگ ہوں گے ان میں سے بہتر فرقہ انہیں قتل کرے گا، امام مسلم نے قتادہ اور داؤد بن ابی ہند کی حدیث سے کئی ابی نضرہ سے روایت کیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی عدی نے عن سلیمان عن ابی نضرہ عن ابی سعید روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کیا ہے کہ وہ میری امت میں ہوں گے لوگوں کے اختلاف کے وقت وہ لوگوں کے درمیان سے نکلیں گے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے وہ مخلوق میں سے بدترین لوگ ہوں گے ان میں سے حق پرست فرقہ انہیں قتل کرے گا ابو سعید نے اہل عراق کو خطاب کر کے کہا اے اہل عراق تم نے ان کو قتل کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن جعفر نے عن عوف عن ابی نضرہ عن ابی سعید الخدری آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری امت دو گروہوں میں بٹ جائے گی ان کے درمیان سے خوارج نکلیں گے ان میں سے حق کے زیادہ قریب فرقہ انہیں قتل کرے گا امام احمد نے یحییٰ القطان عن عوف کی طرح روایت کیا ہے یہ حدیث متعدد طرق سے ابی نضرہ سے قتادہ، مالک بن ... سے مروی ہیں جو کہ ثقہ راوی ہیں، نیز امام مسلم نے ... کی حدیث ... حبیب بن ابی ثابت عن الضحاک المشرقی عن ابی سعید کی طرح روایت کیا ہے۔

پس یہ اہل سنت سے ہے کہ ... اسی طرح صحیح ہے ... آپ ﷺ نے اہل شام اور اہل عراق

دونوں پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے جس طرح ایک رافضی فرقہ اور بعض جاہل اہل شام کی تکفیر کرتے ہیں۔ نیز اس حدیث سے اصحاب علی کا قرب الی الحق ہونا ثابت ہے یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی اگرچہ حضرت معاویہ مجتہد تھے اور وہ بھی عنداللہ ماجور ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے اس لئے ان کے لئے دو اجر ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں عمرو بن العاص کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جب امام اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے اور عنقریب خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ کا اور اس نشانی کا بیان آئے گا جس کی آپ ﷺ نے خبر دی تھی اور وہ خبر کے مطابق ہی تھا جس سے حضرت علی خوش ہوئے اور آپ نے اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔

فصل

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کے معرکہ سے فارغ ہو کر شام سے کوفہ واپس چلے گئے جب حضرت علی کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر سے ایک گروہ الگ ہو گیا جن کی تعداد سولہ ہزار یا اس سے کم تھی۔ انہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی۔ آپ سے کٹ گئے اور آپ پر الزامات لگائے آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کے پاس بھیجا انہوں نے ان سے مناظرہ کر کے ان کے شبہات کو دور کئے جن کی نفس الامر میں کوئی حقیقت نہیں تھی۔ بعض نے رجوع کر لیا اور بعض اپنی گمراہی پر قائم رہے کہا جاتا ہے کہ دو ہزار نے رجوع کیا جن کا بیان عنقریب آرہا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کے بارے میں ان سے مناظرہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا اور وہ حضرت علی کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو گئے پھر انہوں نے آپ سے معاہدہ کیا جسے بعد میں انہوں نے توڑ دیا۔

پھر انہوں نے آپس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور لوگوں کی گرفت کرنے کے بارے میں معاہدہ کیا پھر وہ کوفہ کی ایک جانب نہروان مقام پر فروکش ہو گئے وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہم سے اسحاق بن عیسیٰ الطباع نے ان سے یحییٰ بن سلیم نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن عبیداللہ بن عیاض بن عمرو القاری روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ پہنچنے سے چند راتیں قبل عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ کے پاس آیا ہم بھی وہاں موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عبداللہ بن شداد! کیا میں تجھ سے سوال کروں کیا تو مجھے اس کا صحیح جواب دے گا۔ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے ان لوگوں کے بارے میں صحیح صحیح بتاؤ جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن شداد نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب معاویہ سے باہم مکاتبت کی اور حکمین نے فیصلہ کیا تو آٹھ ہزار قراء نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور وہ کوفہ کی ایک جانب حروراء مقام پر فروکش ہو گئے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراضگی ظاہر کی کہ "جو قمیص اللہ نے آپ کو پہنائی تھی اسے آپ نے اتار دیا ہے اور اللہ نے آپ کو جو نام عطا کیا تھا اسے بھی آپ نے چھوڑ دیا ہے پھر آپ نے آگے بڑھ کر اللہ کے دین میں حکم مقرر کر دیئے حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔"

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی باتوں کا علم ہوا جن کی وجہ سے انہوں نے آپ پر عتاب کیا اور آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اعلان کیا کہ امیر المومنین کے پاس صرف وہ آئے جس نے قرآن اٹھایا ہو، جب قراء سے گھر بھر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام عظیم مصحف منگوایا آپ نے اسے اپنے سامنے رکھ کر اسے اپنے ہاتھ سے ٹھونکا اور کہا اے مصحف! لوگوں سے بیان کر، اسی وقت آوازیں بلند ہوئیں کہا اے امیر المومنین! آپ اس سے کیا سوال کر رہے ہیں یہ تو ورق میں سیاہی ہے ہم اس کی بات کرتے ہیں جس سے ہم اس سے سیراب ہوئے ہیں آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارے وہ اصحاب جنہوں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے میرے اور ان کے درمیان کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں عورت اور مرد کے متعلق بیان کرتا ہے "اگر تم ان دونوں کے باہمی اختلاف سے خوفزدہ ہو تو ایک حکم مرد کے اہل سے بھیجو اگر وہ اصلاح کے خواہاں ہوں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا"۔

جس سے تمہاری ایک مرد اور ایک عورت کے متعلق بھی ثالث مقرر کرنے کا علم ہے بہت بڑا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ تیسری بات یہ کہ آپ نے حضرت معاویہ سے صلح نامہ تحریر کرتے وقت علی بن ابی طالب لکھا ہے اور ہمارے پاس ... آئے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے جس وقت آپ ﷺ نے اپنی قوم سے صلح کی تو آپ ﷺ نے لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا میں رحمان الرحیم کو نہیں جانتا پوچھا تو کیا لکھیں؟ اس نے کہا باسمک اللہم لکھیں تو آپ نے ایسا لکھا۔ پھر آپ نے لکھوایا یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔ اس نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو ہم آپ سے اختلاف نہ کرتے۔ آپ نے لکھوایا یہ محمد بن عبداللہ قریشی نے صلح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

(تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں نیک نمونہ موجود ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا خواہاں ہے) اور آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کے پاس بھیجا میں ان کے ہمراہ تھا جب میں ان کے لشکر کے درمیان پہنچا تو ابن الکواء نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا اے قراء کی جماعت یہ عبداللہ بن عباس ہیں جو ان کو نہیں پہچانتا میں اس کو پہچانتا ہوں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کتاب اللہ کے بارے میں بلا علم جھگڑا کرتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اور ان کی قوم کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے (بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں) پس انہیں ان کے ساتھی کی طرف واپس کر دو اور کتاب اللہ پر ان سے تبادلہ خیال نہ کرو۔ بعض نے کہا ہم ضرور ان سے کتاب اللہ پر بات کریں گے اگر وہ حق لائے تو ہم اس کی اتباع کریں گے اور اگر باطل لے کر آئے تو ہم ان کو ان کے باطل پر ڈانٹیں گے انہوں نے تین دن تک کتاب اللہ پر بحث کی۔

ان میں سے چار ہزار نے رجوع کر لیا جن میں ابن الکواء بھی تھا پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا اور لوگوں کا معاملہ تم دیکھ چکے ہو۔ تم جہاں چاہو ٹھہرو یہاں تک کہ امت محمدیہ جمع ہو جائے لیکن ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بات ہے کہ تم ناحق خون نہ بہاؤ گے اور راستوں میں ڈاکہ نہ ڈالو گے اور کسی ذمی پر ظلم نہ کرو گے اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہاری طرف برابری کی بنیاد پر تمہیں واپس کر دیں گے اور ہمارے درمیان سلسلہ جنگ جاری رہے گا (بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن شداد! کیا انہوں نے ان کو قتل کر دیا؟ انہوں نے کہا قسم بخدا انہوں نے ان کے پاس پیغام بھیجا یہاں تک کہ انہوں نے راستے میں ڈاکہ ڈالا اور ناحق خون بہایا اور معاہدین کے خون کو مباح قرار دے دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قسم بخدا! کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا قسم بخدا انہوں نے اسی طرح کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل عراق کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ذوالثدیہ کہتے ہیں یا ذوالثدیہ کہتے ہیں۔

راوی نے کہا: میں نے اس کو دیکھا ہے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقتولین میں تھا آپ نے لوگوں کو بلا کر کہا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہاں جو لوگ تھے ان میں سے اکثر نے کہا میں نے اسے بنی فلاں کی مسجد میں دیکھا ہے میں نے اسے بنی فلاں کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن اس کے بارے میں کوئی معروف دلیل پیش نہ کر سکے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا جس وقت حضرت علی اس کے پاس کھڑے تھے تو اہل عراق کے خیال کے مطابق آپ نے کیا قول کیا تھا۔

راوی نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی تم نے ان سے کوئی بات سنی؟ میں نے کہا قسم بخدا! میں نے اس کے علاوہ ان سے کچھ نہیں سنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں، اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے جب بات کو دیکھتے وقت یہ ان کا تکیہ کلام ہوتا تھا۔ اہل عراق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکذیب کرنے لگے اور آپ کے خلاف بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگے۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں اور اس کی اسناد صحیح ہے اور حدیث میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قراء کی تعداد آٹھ ہزار تھی اور ممکن ہے کہ دوسروں نے ان کی موافقت کی ہو یہاں تک کہ وہ بارہ یا سولہ ہزار تک پہنچ گئے جب ابن عباس نے ان سے مناظرہ کیا تو ان میں سے چار ہزار واپس آ گئے اور باقی اپنی گمراہی پر قائم رہے۔

یعقوب بن سفیان نے ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود سے عکرمہ بن عمار سماک ابی زمیل کی حدیث سے ابن عباس کی روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ حروریہ نے لوگوں کو چھوڑ دیا اور وہ ایک مکان میں علیحدہ ہو گئے۔ جنگ جمل کے روز حضرت علی نے لوگوں کو قتل کرنے قیدیوں اور اموال کے تقسیم نہ کرنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اول الذکر سوال کا جواب تو دے دیا جو گزر چکا ہے

تیسرے سوال کے جواب کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیدیوں میں ام المومنین بھی تھیں۔ اگر تم ان کو مال تقسیم بھی کرتے تو تم کفر کے مرتکب ہوتے اور اگر تم ماں کو قیدی بنانا جائز سمجھتے ہو تو پھر بھی کفر کے مرتکب ہوتے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے دو ہزار نے رجوع کر لیا باقی قتل کئے گئے پھر انہوں نے آپس میں جنگ کی۔

ایک دوسرے شخص نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس حلہ زیب تن کر کے ان کی طرف گئے تو انہوں نے حلہ کے بارے میں آپ سے مناظرہ کیا تو آپ نے قول الٰہی سے دلیل پیش کی (کہہ دو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور کس نے رزق کی طیبات کو حرام کیا ہے)۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس خوارج کے بقیہ فرقوں کی طرف گئے اور مسلسل ان سے مناظرہ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ آپ کے ساتھ کوفہ واپس آ گئے اور وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا (راوی کو اس میں شک ہے)۔

اس کے بعد خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں تعریض کرنے لگے اور آپ کو گالیاں سنانے لگے اور آپ کے قول میں تاویل کرنے لگے اور امام شعبی فرماتے ہیں کہ خوارج میں سے ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے قرآن کی یہ آیت لئن اشرکت لیحبطن عملک سنائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر قرآن کی یہ آیت (فاصبر ان وعد اللہ حق الخ) سنائی۔

ابن جریر کہتا ہے کہ یہ واقعہ دوران خطبہ پیش آیا جو ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ دوران خطبہ میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے علی! کیا آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں شریک کرتے ہیں حالانکہ حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے پھر ہر طرف سے لا حکم الا للہ پھر الا اللہ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حق کلمہ ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا جا رہا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا ہم پر حق ہے کہ جب تک مال غنیمت ہمارے قبضہ میں ہے ہم تم کو اس سے نہ روکیں اور یہ کہ ہم تم کو مساجد میں جانے سے منع نہ کریں اور یہ کہ ہم تم سے قتال نہ کریں حتیٰ کہ تم ہم سے قتال کی ابتدا کرو۔ اس کے بعد وہ سب کوفہ سے نکل کر نہروان مقام پر چلے گئے جیسا کہ ہم عنقریب تحکیم کے فیصلے کے بعد ذکر کریں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دومۃ الجندل میں ملاقات … یہ ملاقات ماہ رمضان میں ہوئی جیسا کہ صفین میں تحکیم طے کرتے وقت شرط لگائی گئی تھی واقدی کا قول ہے کہ یہ ملاقات شعبان میں ہوئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان کی آمد کے موقع پر شریح بن ہانی کے ساتھ چار سو سواروں کو بھیجا تو ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس بھی انہی کے ساتھ تھے حضرت معاویہ نے اہل شام میں سے چار سو سواروں کو بھیجا عبداللہ بن عمر بھی ان کے ساتھ تھے دونوں دومۃ الجندل میں اذرح مقام پر ملے جو شام اور کوفہ کا سنگم ہے۔ اور دونوں شہروں کے درمیان کا فاصلہ برابر ہے اور سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ تھی جیسے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی، عبدالرحمن بن عبد یغوث زہری اور ابو جہم بن حذیفہ۔ بعض کا خیال ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی ان کے ساتھ تھے لیکن دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن سعد اپنے والد کے پاس گئے وہ جنگل میں بنی سلیم کے پانی پر گوشہ نشین ہو گئے تھے انہوں نے کہا اے ابا جان! جنگ صفین کے حالات تو آپ کو معلوم ہو چکے ہیں لوگوں نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو حکم بنا لیا ہے قریش کا ایک گروہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیے کیونکہ آپ صحابی رسول اور اصحاب شوریٰ میں سے ہیں اور آپ نے کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جو امت کو ناپسند ہو اس لئے آپ چلے جائیے آپ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

عمر بن سعد کے والد نے جواب دیا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ عنقریب ایک فتنہ ہو گا جس میں ثابت قدم اور پوشیدہ رہنے والا شخص سب سے بہتر ہو گا بخدا میں اس معاملہ میں کبھی حاضر نہیں ہوں گا۔

امام احمد نے متعدد طرق سے عامر بن سعد سے نقل کیا ہے کہ ان کے بھائی عمر سعد کے پاس گئے جو مدینہ سے باہر اپنی بکریوں میں رہتے تھے۔ سعد نے انہیں دیکھ کر کہا کہ میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جب وہ اپنے والد کے پاس پہنچے تو ان سے کہنے لگے اے ابا جان! کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ آپ بکریوں میں دیہاتی بن کر رہیں اور لوگ مدینہ میں حکومت کے بارے میں جھگڑیں۔ پس حضرت سعد نے عمر کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش ہو جاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگار، غنی اور خفی بندہ کو پسند کرتا ہے اسی طرح مسلم نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

امام احمد نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے کہ عمر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا اے ابا جان! لوگ دنیا کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں اور آپ یہاں موجود ہیں انہوں نے کہا کہ تم مجھے فتنہ کا سردار بنانا چاہتے ہو قسم بخدا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجھے ایسی تلوار دی جائے کہ اگر میں اس سے مسلمان کو ماروں تو وہ مجھ سے چیخ جائے اور کافر کو ماروں تو اسے قتل کر دوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی، خفی، مالدار متقی کو پسند کرتا ہے۔

یہ بات عقل بات کے برعکس ہے ظاہر یہ ہے کہ عمر بن سعد نے اپنے بھائی سے اپنے والد کے خلاف مدد مانگی ہو گی تاکہ [illegible] تحکیم کے موقع پر حاضر ہو جائے، شاید لوگ حضرت علی و معاویہ کو چھوڑ کر امارت ان کے سپرد کر دیں، [illegible] انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور جس حالت میں تھا اسی پر کفایت اور قناعت کی جیسا کہ صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جسے گزارے کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ نے اسے دیئے ہوئے رزق پر قناعت دی۔ عمر بن سعد وہ شخص تھا جو مسلسل بے چینی کی حالت میں تھا اور اس لشکر کا امیر بنا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا بیان آئے گا اگر وہ اپنے والد کی طرح قناعت سے کام لیتے تو ان پر قتل میں سے کوئی چیز نہ آتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حکمین تحکیم کے معاملہ میں شریک [illegible] کیا جاتا ہے جب حکمین جمع ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت میں غور کرنا شروع کیا [illegible] حضرت علی اور حضرت معاویہ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا اور یہ کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے مشورہ سے ہو گا [illegible] دونوں سے [illegible] ان کے علاوہ کوئی شخص [illegible] اتفاق کر لیں۔ ابوموسیٰ اشعری نے عبداللہ بن عمر بن خطاب کے امیر بنانے کا مشورہ دیا، عمرو نے کہا میرے بیٹے عبداللہ کو امیر بنا دو وہ علم و عمل اور زہد میں ان کے قریب قریب ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ان سے کہا کیا آپ نے اپنے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ فتنہ میں شامل کر لیا حالانکہ وہ ایک راست باز شخص ہے۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن اسحاق نے نافع کی [illegible] حضرت عمرو بن عاص کا قول کیا ہے کہ امارت کا اہل وہ ہے جس کی داڑھیں ہوں اور وہ کھاتا ہو اور [illegible] ابن عمر میں یہ چیز کہاں ہے [illegible] ابن زبیر نے ان سے کہا [illegible] ابن عمر نے [illegible] میں کبھی بھی اس پر رشوت نہیں دوں گا [illegible] عمرو بن عاص [illegible] لوگوں اور قبائل سے جنگ کرنے کے لئے [illegible] سے [illegible] جائیں گے۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امیر بنا دیں، لیکن ابوموسیٰ نے اس سے انکار کر دیا پھر حضرت عمرو نے اشارہ کیا کہ میرے لڑکے کو امیر بنا دو لیکن ابوموسیٰ نے اس سے بھی انکار کر دیا، البتہ ابوموسیٰ نے عمرو سے کہا تم عبداللہ بن عمر کو امیر بنا دیں، لیکن عمرو نے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت علی و معاویہ کو معزول کر کے امارت کا فیصلہ لوگوں پر چھوڑ دیں تاکہ وہ کسی بہتر شخص کو اپنے لئے منتخب کر لیں۔ اس کے بعد دونوں لوگوں کے مجمع میں آئے، حضرت عمرو ابوموسیٰ کو ان کی بلاغت شان کی وجہ سے ہر معاملہ میں مقدم رکھتے تھے، انہوں نے ابوموسیٰ سے کہا آگے بڑھ کر لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیجئے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے چنانچہ ابوموسیٰ نے لوگوں کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! ہم نے اس امت کے معاملہ میں غور کیا ہے ہم نے اس کی بہتری اور پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہم علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ

کے سپرد کر دیں جو متفق ہو کر جسے چاہیں امیر منتخب کر لیں، میں نے حضرت علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا ہے اس پر ابو موسیٰ نے اپنی بات ختم کر دی۔ اس کے بعد عمرو بن عاص خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! حضرت ابو موسیٰ کی گفتگو تم نے سن لی ہے انہوں نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے میں بھی ان کے آقا کو معزول کرتا ہوں جیسا انہوں نے کیا ہے اور اپنے آقا معاویہ کو قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگار، ان کے خون کے بدلے کے طالب ہیں، وہ دوسرے تمام لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ قائم رہنے کے زیادہ حق دار ہیں، حضرت عمرو نے خیال کیا کہ اگر لوگوں کو بلا امام چھوڑ دیا گیا تو اس کی وجہ سے طویل اور وسیع فساد و مشکل پیدا ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے اسی مصلحت کے پیش نظر حضرت معاویہ کو برقرار رکھا اور کبھی اجتہاد درست اور کبھی غلط ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس موقع پر ابو موسیٰ نے عمرو بن عاص سے سختی سے باتیں کیں حضرت عمرو نے بھی ان کو جواب دیا۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے امیر شریح بن ہانی نے حضرت عمرو بن عاص پر کوڑے سے حملہ کر دیا، ابن عمرو نے کھڑے ہو کر شریح کو کوڑا مارا اس کے بعد لوگ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لئے متفرق ہو گئے، عمرو اور ان کے ساتھی معاویہ کے پاس آئے تو انہوں نے معاویہ کو سلام خلافت کہا، ابو موسیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرمندہ ہو کر مکہ چلے گئے، ابن عباس اور شریح حضرت علی کے پاس آئے انہوں نے حضرت عمرو کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا، حضرت علی نے ابو موسیٰ کی بات کو کمزور خیال کیا اور یہ کہ وہ عمرو کے ہمسر نہیں تھے۔

ابو مخنف نے ابو جناب کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو کی کارروائی پہنچی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قنوت میں حضرت معاویہ، عمرو، ابو الاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ، ضحاک بن قیس، عبد الرحمن بن خالد بن ولید اور ولید بن عقبہ پر لعنت کیا کرتے تھے، اور حضرت معاویہ بھی نماز میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت ابن عباس، حضرت اشتر نخعی پر لعنت کیا کرتے تھے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔

وہ حدیث جو بیہقی نے دلائل میں متعدد طرق سے سوید بن غفلہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ میں دریائے فرات کے کنارے حضرت علی کے ہمراہ جا رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا اور مسلسل ان کے درمیان اختلاف جاری رہا حتیٰ کہ انہوں نے دو حکم بھیجے جو خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور میری امت میں بھی اسی طرح ہوگا۔ یہ حدیث منکر ہے اس لئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتا تو وہ حکمین کی تحکیم پر موافقت کر کے لوگوں کی گمراہی کا سبب نہ بنتے جیسا کہ اس حدیث نے بیان کیا ہے اس حدیث کی آفت زکریا بن یحییٰ ہے جو کندی حمیری اعمیٰ ہے ابن معین نے کہا وہ کچھ نہیں ہے۔

خوارج کا کوفہ سے نکلنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا ...... جب حضرت علی نے ابو موسیٰ کو لشکر کے ہمراہ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تو خوارج کا معاملہ سخت ہو گیا، انہوں نے آپ پر اعتراضات کی بھرمار کر دی اور آپ کو صراحتاً کافر کہا، آپ کے پاس دو شخص زرعہ بن برج طائی اور حرقوص بن زہیر سعدی آئے انہوں نے کہا لا حکم الا اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لا حکم الا اللہ، حرقوص نے کہا آپ اپنی غلطی سے توبہ کیجئے اور ہمارے ساتھ دشمن کی طرف چلئے تاکہ ہم ان سے مقابلہ کر کے اپنے رب سے ملاقات کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تم سے یہی بات کی تو تم نے انکار کر دیا اب ہمارے اور لوگوں کے درمیان عہد لکھے ہوئے ہیں اور فرمان الٰہی ہے (اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم معاہدہ کرو)

حرقوص نے حضرت علی سے کہا یہ ایک گناہ ہے جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہئے، حضرت علی نے جواب دیا یہ گناہ نہیں ہے بلکہ رائے کی کمزوری ہے اور میں نے تم کو اس کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا اور میں نے تم کو اس سے منع کیا تھا، زرعہ بن برج نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ اگر آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں حکم بنانا نہ چھوڑا تو میں آپ سے قتال کروں گا اور اس کے ذریعہ میں رحمت الٰہی اور رضائے الٰہی کا طالب ہوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ پر ہلاکت ہو تو کتنا بدبخت ہے گویا میں تجھے قتل کروں گا اور ہوا تجھ پر خاک اڑائے گی اس نے کہا میں یہی چاہتا ہوں، حضرت علی نے اس سے فرمایا اگر تو حق پر ہوتا تو موت میں دنیا سے تسلی ہوتی ہے لیکن شیطان نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ وہ حضرت علی کے پاس سے فیصلہ کرتے ہوئے نکل گئے اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی اور انہوں نے لوگوں میں اس کا کھلم کھلا اعلان کیا اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے خطبہ کے دوران آپ پر تعریض کی تو آپ نے [illegible] کی [illegible] پھر ایک دن آپ نماز پڑھا رہے تھے تو ان میں سے خوارج نے ایک [illegible] جب آپ نے نماز میں قراءت [illegible] کرتے ہوئے بلند آواز سے ان میں سے ایک جماعت الگ ہو کر [illegible] ان میں سے ایک شخص [illegible] کرنے لگا:

تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر انہوں نے اس بات پر [illegible] کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم [illegible] اللہ کے حکم کے [illegible] جانے۔ نیز تم پر ہمارا [illegible] ہے کہ جب تک تم ہمارے خلاف خروج نہ کرو اس وقت تک ہم تم کو اپنی مساجد سے نہ روکیں گے اور جب تک تم ہمارے ساتھ ہو، غنیمتوں میں تمہیں اس وقت تک ہم حصہ سے محروم نہیں کریں گے اور جب تک تم ہم سے قتال نہ کرو اس وقت تک ہم تم سے قتال نہ کریں۔

ابو مخنف نے [illegible] سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ کو حکومت چلانے کے لئے بھیجا تو خوارج عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں اکٹھے ہو گئے پس اس نے ان کو ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں دنیا سے بے رغبتی کرنے اور آخرت اور جنت کی طرف التفات کی ترغیب دی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی۔ پھر اس نے کہا ہمارے بھائیوں کو جنہوں نے ان کی مخالفت کی ہے نکال کر کسی پہاڑی یا بعض شہروں کی طرف اس ظالم بستی سے نکال دو۔

اس کے بعد حرقوص بن زہیر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا دنیا کا متاع قلیل ہے اور اس کا فراق قریب ہے پس اس کی زیب و زینت تم کو اس میں ٹھہرنے پر آمادہ نہ کرے اور تم کو طلب حق اور انکار ظلم سے نہ روکے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور محسنوں کے ساتھ ہے)۔

حمزہ بن سنان اسدی نے کہا اے قوم! رائے تو وہی ہے جو تم نے اختیار کی ہے اور حق وہی ہے جو تم نے ذکر کیا ہے۔ اب تم اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لو۔ تمہارے لئے ستون اور سہارے کا ہونا ضروری ہے اور ایک جھنڈا بھی ہو جس کے گرد تم جمع ہو سکو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ انہوں نے اپنے سردار زید بن حصین طائی کی طرف پیغام بھیجا اور اس کو امارت کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا پھر انہوں نے حرقوص بن زہیر پر پیش کی تو اس نے بھی انکار کیا۔ پھر حمزہ بن سنان کو، اس کے بعد انہوں نے شریح بن ابی اوفی عبسی کو امارت کی پیشکش کی تو اس نے بھی انکار کر دیا پھر انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کو امارت کی پیشکش کی تو اس نے قبول کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم میں اسے دنیا کی رغبت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا اور موت کے ڈر سے اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر وہ زید بن حصین طائی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے ان کو خطبہ دیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی اور اس کے بعد [illegible] آیات (یا داؤد انا جعلناک) وغیرہ ان کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر اس نے کہا میں اپنے اہل قبلہ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے خواہشات کی اتباع کی ہے انہوں نے اللہ کی کتاب کو پیچھے پھینک دیا ہے اور اقوال و افعال میں انہوں نے ظلم کیا ہے اور ان سے جہاد کرنا مومنوں پر فرض ہے۔ یہ سن کر ایک شخص عبداللہ بن سخبرہ سلمی رو پڑا پھر اس نے لوگوں کو خروج پر ابھارا اور کہا ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواریں مارو یہاں تک کہ رحمن کی اطاعت ہو جائے۔ اگر تم کامیاب ہو گئے اور تمہارے حکم کے مطابق اللہ کی اطاعت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دے گا اور اگر تم قتل ہو گئے تو تمہیں رضائے الٰہی اور جنت سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ملے گی۔ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی یہ قسم بنی آدم کی اشکال میں سب سے عجیب ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے جس طرح چاہا اپنی مخلوق کو متنوع کیا اور اپنی عظیم تقدیر میں سبقت لے گیا۔ بعض اسلاف نے خوارج کے بارے میں کیا ہی خوب کہا ہے کہ ان کا ذکر قرآن پاک کی ان آیات میں ہے: قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان جاہل گمراہ اور اقوال و افعال میں بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان سے خروج پر اتفاق کر لیا اور انہوں نے شہر مدائن کی طرف جانے پر موافقت کر لی تاکہ وہاں پر قابض ہو جائیں اور وہاں پر قلعہ بند ہو جائیں اور دیگر شہروں میں اپنے ہم مذہب و مسلک لوگوں کی طرف پیغام بھیجیں تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ آ ملیں۔

زید بن حصن طائی نے ان سے کہا تم مدائن شہر پر تو بس نہیں پا سکتے کیونکہ وہاں پر ایسا لشکر ہے جس سے مقابلہ کی تم میں طاقت نہیں ہے لیکن تم اپنے بھائیوں سے جو بصرہ میں ہیں وعدہ کرلو اور کوفہ سے جماعتوں کی شکل میں مت نکلو بلکہ اکیلے اکیلے نکلو تاکہ تمہارا تعاقب نہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے بصرہ کے بھائیوں کو جو ان کے ہم مذہب تھے ایک خط لکھا اور انہیں نہروان کے پل پر ملنے کے لئے کہا تاکہ وہ دشمن کے خلاف متحد ہو جائیں پھر وہ چپکے چپکے نکلے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو اور وہ انہیں نکلنے سے روک نہ دیں، پس وہ آباء و امہات اور اخوال و خالات کے درمیان سے نکل گئے اور وہ اپنی جہالت اور علم و عقل کی کمی کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ یہ بات آسمانوں اور زمین کے رب کو راضی کرنے والی ہے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کبیرہ گناہوں اور ہلاک کرنے والی غلطیوں میں سے ہے اور حقیقت میں شیطان مردود نے اس چیز کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کیا تھا جو آسمانوں سے راندہ ہوا ہے اور جو ہمارے باپ آدم اور ان کی اولاد سے جب تک ان کی روحیں ان کے اجسام میں موجود ہیں کا ازلی دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور طاقت کے ذریعہ اس سے ہماری حفاظت کرنے والا ہے بلاشبہ وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

لوگوں کی ایک جماعت نے بیٹوں اور بھائیوں سے آملی انہوں نے ان کو زجر و توبیخ کی اور انہیں واپس کر لیا ان میں سے بعض نے استقامت دکھائی اور بعض دوبارہ خوارج سے جا ملے اور قیامت تک خسران میں پڑ گئے اور باقی لوگ اس جگہ چلے گئے اور اہل بصرہ وغیرہ میں سے جن لوگوں کی طرف انہوں نے خط لکھا تھا وہ بھی ان کے پاس آگئے اور سب کے سب نہروان میں جمع ہو گئے اور ان کی ایک شان و شوکت ظاہر ہوئی اور وہ مستقل ایک فوج تھی ان میں بہادری بھی تھی اور وہ اس کے ذریعہ اپنے گمان میں قرب الٰہی حاصل کرنے والے تھے پس نہ ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ان سے بدلہ کی امید کی جا سکتی تھی اللہ ہی سے مدد کی امید کی جا سکتی تھی۔

ابومخنف نے ابوروق عن الشعبی کی سند سے بیان کیا ہے کہ جب خوارج نہروان چلے گئے اور ابوموسیٰ مکہ چلے گئے تو ابن عباس بصرہ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا اگرچہ زمانہ بڑی مصیبت اور بڑا حادثہ لایا ہے پھر بھی اس کے باوجود میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اللہ کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اما بعد! معصیت عیب لاتی ہے اور بعد میں حسرت پیدا کرتی ہے اور ندامت و شرمندگی لاتی ہے اور میں نے تم کو ان دو شخصوں اور اس حکومت کے بارے میں مشورہ دیا تھا اور اپنی رائے دی تھی جس کا تم نے انکار کر دیا اور تم نے اپنی من مانی کی اور میری اور تمہاری مثال ہوازن کے شاعر کی طرح ہوگی۔

میں نے انہیں ریت کے موڑ پر مشورہ دیا انہیں اگلے دن کی چاشت کے وقت سیدھی راہ معلوم ہوئی۔

اس کے بعد حضرت علی نے حکمین کی کارروائی کے بارے میں گفتگو کی اور آپ نے ان کے فیصلے کو رد کر دیا اور ان کے بارے میں سخت باتیں کہیں جو ان کے مرتبہ کو گرانے والی تھیں اور آپ نے لوگوں کو اہل شام سے جہاد کرنے کے لئے جمع ہونے کو کہا اور خروج کے لئے سوموار کا دن متعین کیا اور بصرہ کے والی ابن عباس کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو اہل شام سے جہاد کے لئے تیار کریں اور خوارج کو خط لکھا جس میں ان کو حکمین کے فیصلے کو ختم کرنے کی خبر دی اور یہ کہ وہ اہل شام سے جہاد کا عزم کئے ہوئے ہیں پس تم بھی آجاؤ تاکہ ہم مل کر ان سے جنگ کریں خوارج نے جواب لکھا۔ آپ اپنے رب کی رضا کے لئے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اپنے نفس کے لئے ناراض ہوئے ہیں اگر آپ اپنے نفس پر کفر کی گواہی دیتے ہیں اور آپ توبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہم دیکھیں گے اور اپنے اور آپ کے درمیان سوچیں گے ورنہ ہم برابری کے ساتھ آپ سے علیحدگی کرتے رہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور آپ نے اہل شام سے مقابلے کے لئے شام جانے کا ارادہ کر لیا اور آپ پینسٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے نخیلہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابن عباس نے آپ کے پاس اہل بصرہ میں سے تین ہزار دو سو سوار بھیجے جن میں جاریہ بن قدامہ اور ابوالاسود الدؤلی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد اڑسٹھ ہزار دو سو سوار ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں آپ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا اور دشمن سے ملاقات کے وقت صبر کی تلقین کی اس وقت آپ مکمل طور پر شام کا عزم کئے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کو خبر ملی کہ خوارج نے فساد برپا کر دیا ہے خونریزی اور رہزنی شروع کر دی اور انہوں نے حرام مال لوٹ لئے ہیں اور ان لوگوں کو انہوں نے قتل کر دیا جن میں صحابی رسول عبداللہ بن خباب بھی شامل تھے انہوں نے ان کو ان کی حاملہ بیوی سمیت گرفتار کر لیا انہوں نے ان سے پوچھا کہ

آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں صحابی رسول عبداللہ بن خباب ہوں اور تم نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے انہوں نے کہا خوف نہ کریں ہمیں آپ ہم سے اپنے والد سے کوئی ایسی بات بیان کریں جو انہوں نے نبی کریم سے سنی ہو انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب فتنہ ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔

انہوں نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور ان کے ساتھ آپ کی بیوی بھی تھیں جو حاملہ تھیں پھر وہ ان کے لیے ایک ذمی کا خنزیر چلا تو ان میں سے ایک نے اس کو تلوار مار کر اس کی کھال پھاڑ دی تو دوسرے نے اس سے کہا تو نے ایک ذمی کے خنزیر سے یہ کیوں کیا؟ وہ اس ذمی کے پاس گیا اور اس سے معذرت کی، پھر جب آئے تو ایک درخت سے ایک کھجور گری ان میں سے ایک نے اسے منہ میں ڈالا تو دوسرے نے کہا تو بلا اجازت اور بغیر قیمت کے اسے کھاتا ہے؟ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دیا پھر ان کی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے کہا میں ایک حاملہ عورت ہوں کیا تمہیں خوف خدا نہیں ہے؟ انہوں نے ان کو بھی ذبح کر دیا اور ان کے پیٹ سے بچہ نکال لیا۔

جب لوگوں کو ان لوگوں کی اس قبیح حرکت کا علم ہوا تو ان کو خوف ہو گیا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شام چلے گئے اور جنگ میں مصروف ہو گئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے اہل و عیال اور اموال کا استیصال کر دیں گے اس لیے کہ وہ ان کے شر سے خائف تھے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان سے جنگ کا آغاز کیا جائے پھر جب ان سے فارغ ہو جائیں اور لوگ ان کے شر سے مامون ہو جائیں تو پھر شام کی طرف چلے جائیں چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور اس میں اہل شام اور ان کی بھلائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حارث بن مرہ عبدی کو خوارج کی طرف اپنا ایلچی بنا کر بھیجا اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان کو صحیح معلومات کے بارے میں بتائیں جب وہ خوارج کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو بلا مہلت قتل کر دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے اہل شام سے پہلے خوارج کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کی طرف خروج ..... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج نے خوارج سے قتال کا فیصلہ کر لیا تو منادی نے کوچ کا اعلان کیا، حضرت علی نے پل عبور کر کے دو رکعت نفل پڑھیں پھر آپ عبدالرحمن کی طرف گئے پھر جب آپ دریائے فرات کے کنارے چلے تو وہاں ایک نجومی سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دن کے کسی وقت میں چلنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس نے کہا مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا جس کی وجہ سے اللہ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے لوگوں کے سامنے اس کی غلطی کو واضح کرنا چاہا اور مجھے خطرہ ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ علی نے ایک جاہل شخص کی موافقت کرنے کی وجہ سے کامیابی حاصل کی اور حضرت علی انبار کے کنارے کنارے چلے اور آپ نے قیس بن سعد کو آگے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ مدائن آئیں اور وہاں کے نائب عبداللہ بن مسعود ثقفی کے بھائی سعد بن مسعود سے مدائن میں ملاقات کریں چنانچہ سب نے حضرت علی پر اتفاق کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم ان کو قتل کر دیں اس صورت میں ہم تمہیں چھوڑ کر شام چلے جائیں گے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب کو بدل دے گا اور تم بہتری کی طرف لوٹ آؤ گے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب تمہارے بھائیوں کے قاتل ہیں اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان کے پاس گئے اور ان کو عظیم گناہ کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا اس کے بارے میں ان کو وعظ و نصیحت کی لیکن اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری نے بھی انہیں ملامت کی لیکن وہ بھی بے نتیجہ رہی، پھر حضرت علی خود ان کے پاس گئے آپ نے انہیں وعظ و نصیحت کی ان کو ڈرایا دھمکایا اور فرمایا تم نے مجھ پر یہ معاملہ کر رکھا ہے جس کی طرف تم نے مجھے دعوت دی ہے میں نے تمہیں اس سے منع کیا تھا مگر تم نے قبول نہ کیا دیکھو میں یہاں ہوں اور تم بھی یہیں ہو تم جہاں سے آئے ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ اور تمہارے نفوس نے تمہارے لئے جس گناہ کو مزین کر دیا ہے جس کی بنا پر تم نے مسلمانوں کو قتل کیا۔ خدا کی قسم اگر تم اس پر ایک مرغی کو بھی قتل کرتے تو وہ بھی عند اللہ امر عظیم ہے

مسلمانوں کے خون کا [illegible] کہ ان کے پاس کوئی جواب نہیں تو انہوں نے [illegible] کی طرف [illegible] روانہ ہوئے۔

انہوں نے آگے بڑھ کر [illegible] کے لیے صف بندی کی اور [illegible] کے لیے تیاری کی [illegible] حضرت علی [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] ابو ایوب انصاری [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] ابو ایوب انصاری [illegible] کا حکم [illegible] اپنے بھائیوں کے [illegible] ہے۔

[illegible] کے بعد [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] کی طرف بڑھے [illegible] سواروں [illegible] کی طرف [illegible] کی طرف [illegible] کے ساتھ [illegible] اور عبداللہ بن [illegible] کا [illegible]

ابو [illegible] کا قول ہے کہ میں نے ایک [illegible] کی پشت سے [illegible] سنا [illegible] تجھے [illegible] جہنم کی [illegible] مجھے معلوم ہوا [illegible]

مؤرخین کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے [illegible] آپ [illegible] کے درمیان [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] آپ نے [illegible] آپ نے [illegible] آپ [illegible]

[illegible] نے کتاب [illegible] آپ [illegible] آپ [illegible]

ابو مخنف نے [illegible] حضرت علی [illegible] کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے [illegible] حضرت علی [illegible] اللہ [illegible]

ہیثم بن عدی اپنی کتاب الخوارج میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ربیعہ اخنسی نے نافع بن مسلمہ اخنسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ذا الثدیہ بجیلہ کے عرینہ کے ایک شخص کا نام ہے جو کالا سیاہ تھا اور لشکر میں اس کی بدبو مشہور تھی اس سے قبل وہ ہم سے ملاقات کرتا تھا ہم اس سے ملتے تھے اور مجھ سے اسماعیل نے [illegible] کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب نہروان میں حضرت علی کے ساتھ جنگ ہوئی تو جب آپ نے مخدج کو پایا تو آپ نے سجدہ کیا، اسی طرح سفیان ثوری نے محمد بن قیس ہمدانی سے ان کی قوم کے ابو موسیٰ نامی شخص کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے جب مخدج کو پایا تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔

اسی طرح مجھ سے یونس بن ابی اسحاق نے اسماعیل کے حوالے سے حبہ عرنی سے نقل کیا ہے کہ جب اہل نہروان آئے تو لوگوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ان لوگوں کی بیخ کنی کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم وہ مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں موجود ہیں جب وہ شریانوں سے نکلتے ہیں تو کم ہی کسی جوان سے ملتے ہیں جس پر غالب آنے کے لئے وہ متحد ہو جاتے ہیں، راوی کا قول ہے کہ عبداللہ بن وہب راسبی کے سجدے کی جگہیں شدت اجتہاد اور کثرت سجود کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے۔

ہیثم نے بعض خوارج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن وہب راسبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے اپنا نام [illegible]۔ ہیثم بن عدی نے اسماعیل سے بیان کیا ہے جنہوں نے خالد سے اور انہوں نے علقمہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل نہروان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں، پھر آپ سے پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا منافق تو اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، آپ سے پوچھا گیا کہ پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم نے اپنے خلاف بغاوت کی وجہ سے ان سے قتال کیا ہے اسے ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

ان کے بارے میں بیان ہونے والی احادیث

پہلی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور آپ سے زید بن وہب، سوید بن غفلہ، طارق بن زیاد، عبداللہ بن شداد، عبیداللہ بن ابی رافع، عبیدہ بن عمرو سلمانی، کلیب ابو عاصم، ابو کثیر، ابو مریم، ابو موسیٰ اور ابو وائل نے بیان کیا ہے یہ بارہ طرق ہیں جو آپ تک پہنچتے ہیں۔ عنقریب تو انہیں ان کے الفاظ و اسانید کے ساتھ پائے گا اور اس قسم کی حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

پہلا طریق: مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عبد بن حمید نے [illegible] سلمہ بن کہیل [illegible] زید بن وہب جہنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ تھے جو خوارج کی طرف گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی جو قرآن پڑھے گی تمہاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہوگی اور نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے میں کچھ ہوگی اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کچھ چیز ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ قرآن ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہے ان کی نماز ان کی ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گی وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اس کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ہوگا جس کا بازو ہوگا مگر ہاتھ نہیں ہوگا اس کے بازو کے سرے پر پستان کی طرح گھنڈی ہوگی جس پر سفید بال ہوں گے، کیا تم معاویہ اور اہل شام کے پاس جاؤ گے اور ان لوگوں کو چھوڑ جاؤ گے جو تمہارے بعد تمہارے اہل و اموال میں [illegible] کریں گے، مجھے امید ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے ناحق خونریزی کی ہے اور لوگوں کے ریوڑوں میں غارت گری کی ہے، بس اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔

سلمہ کا قول ہے کہ زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا ذکر کیا حتیٰ کہ انہوں نے پل کا ذکر کیا پھر جب ہماری جنگ ہوئی تو اس روز خوارج کا سردار عبداللہ بن وہب راسبی تھا اس نے ان سے کہا نیزے پھینک دو اور تلواریں سونت لو اور ان کی میانیں توڑ دو، مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تم کو قسم

دی جیسا کہ تمہیں نے خوارج کے روز قسم دی تھی وہ لوٹ آئے تو انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں لوگوں نے ان کو نیزوں سے مارا۔

راوی کا قول ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو قتل کیا اور معروف دو شخص قتل کئے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں مخدج شخص کو تلاش کرو، انہوں نے تلاش کیا تو انہوں نے اس شخص کو نہ پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہو کر لوگوں کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اس کو پیچھے کرو تو انہوں نے اس کو زمین سے ملا ہوا پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ عبیدہ سلمانی نے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین بار خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہے، یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ابو داؤد نے اسے حسن بن علی خلال سے بحوالہ عبدالرزاق اسی طرح روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسرا طریق ...... امام احمد کا بیان ہے کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا ہے کہ اعمش اور عبدالرحمن نے سفیان عن الاعمش عن خیثمہ عن سوید بن غفلہ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں تمہارے سامنے آپ ﷺ کے حوالے سے کوئی بات بیان کروں تو مجھے آسمان سے زمین پر گر پڑنا آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے زیادہ محبوب ہے اور جب میں تم سے اس معاملہ کے بارے میں بات کروں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تو جنگ ایک دھوکا ہے، میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانہ میں میری امت سے کچھ نوعمر اور بے عقل لوگ ظاہر ہوں گے جو خیر البریہ کی باتیں کریں گے اور قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا۔

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ان کا ایمان ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کرو، اس لئے کہ عنداللہ ان کے قاتل کے لئے ثواب ہے، صحیحین میں متعدد طرق سے بحوالہ اعمش اس کی تخریج کی گئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تیسرا طریق ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو نعیم نے متصل طریق سے طارق بن زیاد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نہروان کی طرف گئے، ولید نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ خوارج سے جنگ کرنے کے لئے نکلے آپ نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایسی قوم آئے گی جو کلمہ حق بیان کرے گی لیکن وہ ان کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام ناقص الخلقہ شخص ہوگا اس کے ہاتھ پر سیاہ بال ہوں گے اگر وہ ان میں موجود ہے تو تم نے ایک بدترین شخص کو قتل کیا اور اگر وہ ان میں نہیں ہے تو تم نے ایک بہترین شخص کو قتل کیا ہے راوی بیان کرتا ہے کہ ہم رو پڑے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے مخدج کو پا لیا تو ہم سجدہ ریز ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ سجدہ ریز ہو گئے، امام احمد اس طریق سے اس کی روایت میں منفرد ہیں۔

چوتھا طریق ...... اسے عبیداللہ بن شداد نے بحوالہ حضرت علی روایت کیا ہے جیسا کہ اسے پوری طوالت کے ساتھ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

پانچواں طریق ...... امام مسلم کا بیان ہے کہ ہم سے ابو الطاہر اور یونس بن عبدالاعلیٰ نے متصل طریق سے عبیداللہ بن ابی رافع کے حوالے سے روایت کی ہے کہ حروریہ کے خروج کے وقت وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے لا حکم الا للہ کہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ حق ہے جس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کی علامات بیان فرمائی ہیں اور میں وہ علامات ان میں پہچانتا ہوں یہ لوگ اپنی زبانوں سے حق بات کہتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتی، وہ اللہ کی مخلوق میں سے بدترین شخص ہیں ان میں ایک سیاہ فام شخص ہے جس کا ایک ہاتھ بکری کے پستان یا پستان

کی تحقیق کی طرح ہے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو فرمایا تلاش کرو، انہوں نے تلاش کیا تو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوبارہ تلاش کرو، خدا کی قسم! نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے اور نہ میں نے جھوٹ بولا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو یا تین بار یہ الفاظ دہرائے پھر انہوں نے اسے ایک ویرانے میں پایا، انہوں نے اسے لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا کر دیا، حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت وہاں موجود تھا، یونس نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ بکیر نے ابن حنین کے واسطے سے ایک شخص کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے اس سیاہ فام شخص کو دیکھا ہے، امام مسلم اس میں منفرد ہیں۔

چھٹا طریق: امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل نے ایوب کے حوالہ سے عن محمد عن عبیدہ عن علی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا ان میں ناقص الخلقت یا پر گوشت ہاتھ والا یا کٹے ہوئے ہاتھ والا شخص ہوگا، اگر مجھے تمہارے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کرتا جو اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے ان سے قتال کرنے والوں کے لئے کیا ہوا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا واقعی آپ نے اللہ کے رسول سے یہ بات سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم ہاں، رب کعبہ کی قسم ہاں، رب کعبہ کی قسم ہاں۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے متعدد طرق سے عن عبیدہ عن علی روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک قوم ظاہر ہوگی ان میں پر گوشت یا کٹے ہوئے ہاتھ والا یا ناقص ہاتھ والا شخص ہوگا، اگر تم اترا نہ جاؤ تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کروں جو اللہ نے ان لوگوں سے قتال کرنے والوں کے لئے اپنے نبی کی زبان سے کیا ہے، حضرت عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے واقعی یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم ہاں رب کعبہ کی قسم۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے یزید نے بواسطہ ہشام عن محمد عن عبیدہ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں ایک پر گوشت ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ یا ناقص ہاتھ والا شخص ہوگا، اگر مجھے تمہارے اترانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کرتا جو اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے ان سے قتال کرنے والوں کے لئے کیا ہے، حضرت عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا واقعی آپ نے یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم، آپ نے تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابن عدی نے ہم سے ابن عون عن محمد روایت کی ہے کہ حضرت عبیدہ نے فرمایا میں تم سے وہی بات بیان کروں گا جو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، محمد کہتے ہیں کہ عبیدہ نے ہم سے تین بار حلف اٹھا کر یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار حلف اٹھا کر بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اترا نہ جاؤ تو میں تم سے وہ وعدہ بیان کروں جو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ان لوگوں کو قتل کرنے والوں سے کیا ہے، عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے یہ بات آپ ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم، ہاں رب کعبہ کی قسم، ان میں ایک ناقص ہاتھ یا پر گوشت ہاتھ والا شخص ہوگا، یا فرمایا کٹے ہوئے ہاتھ والا شخص ہوگا، امام مسلم نے اسے اسماعیل بن علیہ اور حماد بن زید کی حدیث سے بحوالہ ایوب روایت کیا ہے اسی طرح امام مسلم نے اسے محمد بن مثنیٰ سے عن ابن ابی عدی عن ابن عون عن محمد بن سیرین عن عبیدہ عن علی روایت کیا ہے اور ہم نے اسے متعدد طرق سے عن محمد بن سیرین روایت کیا ہے کہ انہوں نے حلف لیا ہے کہ انہوں نے عبیدہ سے سنا ہے، اور عبیدہ نے حلف لیا ہے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی نسبت آسمان سے گر جانا زیادہ پسند ہے۔

ساتواں طریق: عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ مجھ سے اسماعیل ابو معمر نے ان سے عبد اللہ بن ادریس نے ان سے عاصم بن کلیب نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ کے پاس ایک شخص آیا جس نے سفر کا لباس پہنا ہوا تھا، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی، اس وقت آپ لوگوں سے گفتگو میں مشغول تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی

اور فرمایا میں ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا اور فلاں لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا: یہ قوم مشرق کی جانب سے نکلے گی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ان میں ایک ٹنڈا شخص ہوگا اس کے ہاتھ عورت کے سر پستان کی طرح ہوں گے۔ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے تم کو خبر دی ہے کہ وہ ان میں ہوگا۔ پھر انہوں نے طوالت کے ساتھ پوری حدیث بیان کی۔ پھر اسے عبداللہ بن احمد نے عن ابی خیثمہ زہیر بن حرب عن القاسم بن مالک عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اس کی اسناد جید ہے۔

آٹھواں طریق …… حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے متعدد طرق کے ذریعہ مسعر نے ابو جحیفہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب ہم حروراء سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں ایک شخص ہے جس کے بازو پر ہڈی نہیں ہے اور اس کا بازو عورت کے پستان کی گھنڈی کی طرح ہے جس پر بے شمار تیز سیاہ بال ہیں اس کو تم تلاش کرو انہوں نے تلاش کیا تو نہیں پایا ابو وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس دن سے زیادہ کبھی کسی پر پریشان نہیں دیکھا انہوں نے کہا اے امیر! ہم نے تلاش کے باوجود اسے نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ہلاک ہو اس جگہ کا کیا نام ہے انہوں نے کہا نہروان، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو وہ ان میں ہے دوبارہ جا کر اچھی طرح اسے تلاش کرو چنانچہ وہ چلے گئے اور انہوں نے آ کر بتایا وہ ہمیں نہیں ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے تم جھوٹ بولتے ہو وہ ان میں ہے ایک بار پھر اسے تلاش کرو چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا تو ہم نے اسے ایک ندی میں پایا ہم اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، میں نے اس کے بازو کی طرف دیکھا تو واقعی اس میں ہڈی نہیں تھی اور اس پر عورت کے پستان کی طرح گھنڈی تھی جس پر بے شمار تیز سیاہ بال تھے۔

نواں طریق …… امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو سعید نے اسماعیل بن مسلم عبدی کے واسطے سے انصار کے موالی ابو کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ اہل نہروان سے جنگ کے موقعہ پر میں اپنے آقا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ ان کے قتل کی وجہ سے متحیر ہو رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! آپ ﷺ نے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتایا کہ وہ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور جب تک تیر اپنے سوفار میں واپس نہیں آئے گا وہ اس وقت تک دین میں واپس نہیں آئیں گے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ٹنڈا شخص ہوگا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا اس پر عورت کے سر پستان کی طرح گوشت ہوگا جس کے ارد گرد سات بال ہوں گے تم اس کو ان میں تلاش کرو میں اس کو ان میں دیکھ رہا ہوں چنانچہ انہوں نے اس کو تلاش کیا تو انہوں نے اس کو نہر کے کنارے مقتولین کے نیچے پایا پھر اسے وہاں سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے آپ اپنی عربی کمان لٹکائے ہوئے تھے آپ اس کو ہاتھ میں لے کر اس سے اس کی ٹنڈی جگہ پر مارنے لگے اور آپ کہتے تھے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے لوگوں نے بھی اسے دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور وہ خوش ہو گئے ان کا غم جاتا رہا امام احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں۔

دسواں طریق …… عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے متعدد طرق کے ذریعہ ابو مریم نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ارشاد بیان کیا ہے کہ ایک قوم اسلام سے ایسے نکل جائے گی جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا ایسے لوگوں کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے جو ان کو قتل کرے ان کی علامت ٹنڈا شخص ہے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ ہم سے مختلف واسطوں کے ذریعہ ابو مریم نے بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ ٹنڈا شخص ہمارے ساتھ مسجد میں ہوتا تھا وہ دن رات بیٹھا رہتا تھا وہ مفلس تھا میں نے اسے مساکین کے ساتھ دیکھا ہے وہ لوگوں کے ساتھ حضرت علی کے کھانے پر حاضر ہوتا تھا میں نے اسے اپنا برنس بھی پہنائی ہے ابو مریم کا قول ہے کہ ٹنڈے کو نافع ذوالثدیہ کہا جاتا تھا اس کے ہاتھ میں عورت کے پستان کی طرح گرہ سی تھی

اس کے سرے پر عورت کی پستان کی گھنڈی تھی جس پر بلی کی مونچھوں کی طرح بال تھے۔

گیارہواں طریق: حافظ ابوبکر بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ متعدد طرق کے ذریعہ ابو موسیٰ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت علی کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو انہوں نے اسے تلاش کیا تو وہاں کوئی نہ ملا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پسینہ صاف کر رہے تھے اور فرمانے لگے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے، انہوں نے اسے نہر کی نشیبی جگہ میں پڑے ہوئے پایا تو حضرت علی سجدہ ریز ہو گئے۔

بارہواں طریق: ... ابوبکر بزار نے بیان کیا ہے کہ ابو مومن نے متعدد طرق سے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں حروریہ کے قتل کے دن اپنے مولیٰ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا ان میں ایک شخص ہے جس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہے اور مجھے آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ میں اس کا صاحب ہوں، لوگوں نے مقتولین کو الٹ پلٹ کیا تو انہوں نے اسے نہیں پایا، لوگوں نے کہا کہ سات آدمی کھجور کے درخت کے نیچے قتل ہوئے پڑے ہیں ہم نے ان کو الٹ پلٹ نہیں کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ نے فرمایا تم جاؤ اور اسے تلاش کرو، ابو مومن کا قول ہے کہ میں نے اس کے دونوں پاؤں میں دو رسیاں دیکھیں جن کے ذریعے اسے گھسیٹ کر لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا تمہیں اس کے قاتلین کے جنتی اور ان کے مقتولین کے دوزخی ہونے کی بشارت ہو۔ بزار کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابو مومن نے اس حدیث کے علاوہ حضرت علی سے کوئی دوسری حدیث روایت کی ہے۔

تیرہواں طریق: ... بزار نے بیان کیا ہے کہ مختلف واسطوں سے حبیب بن ابی ثابت نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو وائل سے کہا کہ ذی الثدیہ کے بارے میں ہمارے سامنے کچھ بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا کہ جب ہم نے ان سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص جس کی نشانی فلاں فلاں علامات ہے تم اسے تلاش کرو، چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا لیکن وہ ہمیں نہیں ملا، حضرت علی رضی اللہ عنہ رو کر فرمانے لگے تم اسے تلاش کرو خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے، راوی کہتا ہے کہ ہم نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے پھر وہی الفاظ دہرائے پھر سہ بارہ ہم نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی اپنے سیاہی مائل سفید رنگ خچر پر سوار ہوئے پھر ہم نے اسے کھجور کے درخت کے نیچے پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر سجدہ ریز ہو گئے، بزار کا بیان ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ حبیب نے شقیق سے بحوالہ علی اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث روایت کی ہے۔

چودھواں طریق: ..... عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ابو الوضی نے کئی واسطوں کے ذریعہ ہم سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا اس روز میں آپ کے پاس گیا؟ آپ نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو چنانچہ لوگوں نے اسے مقتولین میں تلاش کیا تو نہیں پایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تلاش کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا قسم خدا کی نہ تو میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے، آپ نے متعدد بار یہی الفاظ ارشاد فرمائے پھر لوگوں نے اسے تلاش کیا تو اسے مقتولین کے نیچے مٹی میں پایا، پھر اسے حضرت علی کے سامنے لایا گیا۔

ابو الوضی کہتے ہیں کہ میں نے اسے غور سے دیکھا تو وہ ایک سیاہ فام شخص تھا اس پر ایک پستان تھا جیسے ہو اس کا ایک ہاتھ عورت کے سر پستان کی طرح تھا جس پر چوہے کی دم کی طرح کے بال تھے امام ابو داؤد نے اسے عن محمد بن عبید بن حساب عن حماد بن زید عن جمیل روایت کیا ہے کہ ہم سے جمیل بن مرۃ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو الوضی نے بیان کیا ہے ابو الوضی کا نام عباد بن نسیب ہے لیکن انہوں نے اسے مختصر روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابو الوضی کا قول پہنچا ہے کہ ہم حضرت علی کے ساتھ تھے تو کوفہ واپس آ رہے تھے جب ہم نہروان سے دو یا تین راتوں کی مسافت پر پہنچے تو لوگوں کی ایک جماعت ہم سے الگ ہو گئی ہم نے اس کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم ان کے معاملے سے پریشان نہ ہو وہ عنقریب واپس لوٹ آئیں گے، اس نے حدیث کو پوری طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے اور فرمایا میرے محبوب نے

مجھے خبر دی ہے کہ اس جماعت کا سردار ایک ٹنڈا شخص ہو گا اس کی پہچان کی علامت یہ بال ہوں گے کہ وہ چوچی کی طرح ہے تو ہم نے اسے تلاش کیا تو نہیں پایا ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ نہیں ملا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس کو تلاش کرو پھر ایک آدمی نے بتایا کہ وہ یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا تمہارے پاس کوئی شخص اس کے باپ کے بارے میں بتانے کے لئے نہیں آیا تو لوگ کہنے لگے یہ مالک ہے یہ مالک ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کس کا لڑکا ہے۔

عبداللہ بن احمد۔ نے بیان کیا ہے کہ ہم تک مختلف واسطوں کے ذریعے ابو الوضی عباد کا قول پہنچا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہروان سے واپس آ رہے تھے کہ آپ نے ٹنڈے کی حدیث بیان کی آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے اور نہ ہی میں نے جھوٹ بولا ہے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے میرے محبوب نے تین بھائیوں کے بارے میں خبر دی ہے جن میں سے سب سے بڑا تھا اور دوسرے کے پاس بہت زیادہ مال ہے اور تیسرے میں کمزوری پائی جاتی ہے اس عبارت میں بہت غرابت پائی جاتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ ٹنڈا جن کا تیسرا تھا [illegible] یہ عبارت [illegible] سے ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ طرق متواترہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے قبائلی جماعت سے روایت کیا گیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے پس اصل واقعہ محفوظ ہے اگرچہ روایات کے درمیان بعض الفاظ کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کا مفہوم واصل یہ ہے جس پر روایات کا اتفاق ہے [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے آپ نے خوارج اور ان کے ٹنڈے کی صفت بھی بتائی جو ان کی علامت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی اسے ایک طریق سے روایت کیا ہے جیسے کہ آپ ان کے الفاظ اور سندوں کی طرف دیکھ رہے ہو۔

صحابہ کی جس جماعت نے اسے روایت کیا ہے ان میں حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت رافع بن عمرو غفاری، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان انصاری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت ابوذر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔

قبل ازیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس کے طرق سے بیان کر چکے ہیں اس لئے کہ آپ خلفائے اربعہ مبشرہ میں سے ایک اور صاحب واقعہ ہیں اس کے بعد ہم حضرت ابن مسعود کی حدیث کو بیان کریں گے کیونکہ آپ کی وفات خوارج کے معرکے سے قبل ہوئی ہے۔

دوسری حدیث از ابن مسعود رضی اللہ عنہ..... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے ابوبکر بن عیاش کے واسطے سے از عاصم از زر از عبداللہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں کچھ افراد ہوں گے جو کم سن اور کم عقل ہوں گے وہ بہترین باتیں کریں گے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جو انہیں پائے تو انہیں قتل کر دے بلاشبہ ان کو قتل کرنے والوں کے لئے اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے اور امام ترمذی نے ابوکریب کے حوالے سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے ابی بکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن عامر بن زرارہ کی تخریج کی ہے ان تینوں نے ابوبکر بن عیاش کے حوالے سے روایت کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے ابن مسعود نے خوارج کے ظہور سے پانچ سال قبل وفات پائی چنانچہ ابن مسعود کی حدیث اسی [illegible] مگر سب سے زیادہ سند کے اعتبار سے قوی ہے۔

تیسری حدیث عن انس بن مالک..... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے اسماعیل نے سلیمان تیمی کے واسطے سے حضرت انس کا قول بیان کیا ہے کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات خود نہیں سنی) کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایک فرقہ ہو گا ان کی عبادت و طاعت لوگوں کو حیرت میں ڈال دے گی اور خود ان کو بھی اچھی لگے گی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

ایک دوسرا طریق: ... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ متعدد طرق سے ہم تک حضرت نبی کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف و تفریق ہوگی ان میں سے ایک قوم ہوگی جس کا قول عمدہ اور فعل برا ہوگا وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، تم ان کی نماز اور روزے کے مقابلہ میں تمہیں اپنی نماز و روزہ حقیر معلوم ہوگا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جب تک تیر سے سوفار پر نہیں آئے گا وہ واپس نہیں آئیں گے وہ بدترین مخلوق اور بدترین طبیعت کے حامل ہیں ان کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے وہ قرآن کی طرف دعوت دیں گے لیکن خود اس پر عمل نہیں کریں گے ان کو قتل کرنے والا اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ نزدیک ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی علامت بیان کر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ ابوداؤد نے اسے نصر بن عاصم انطاکی عن الولید بن مسلم و مبشر بن اسماعیل حلبی کلاہما عن الاوزاعی عن قتادہ عن ابی سعید عن انس روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبدالرزاق کی حدیث سے معمر عن قتادہ عن انس کے حوالے سے اس کی تخریج کی ہے بزار نے اسے ابو سفیان اور ابویعلیٰ کے طریق سے یزید الرقاشی کے حوالے سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے انس بن مالک سے خوارج کے بارے میں ابوسعید کی حدیث کے مطابق حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی حدیث عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: ... امام احمد نے بیان کیا کہ حسن بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے شہاب نے عن یحییٰ بن سعید عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ بیان کیا ہے کہ جعرانہ کے سال آپ کے ساتھ تھے آپ لوگوں میں چاندی تقسیم فرما رہے تھے جو حضرت بلال کے کپڑے میں تھی ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ عدل سے کام لیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل سے کام نہ لوں تو پھر کون عدل سے کام لے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن کریم پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا وہ دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ متعدد اسناد کے ذریعہ ہم تک حضرت جابر کا قول پہنچا ہے کہ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے جعرانہ میں آپ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی جو آپ ﷺ نے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ عدل سے کام لیجئے آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگ آپس میں باتیں کریں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

پھر امام احمد نے عن ابی المغیرہ عن معان بن رفاعہ عن ابی الزبیر کے حوالے سے عن جابر بن عبداللہ روایت کیا ہے کہ جب آپ جعرانہ میں غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو بنی تمیم میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے محمد عدل سے کام لیجئے آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو میں خائب و خاسر ہوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کو ختم کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگ ایک دوسرے سے کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوالزبیر نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث زہری کو پیش کی تو انہوں نے میری مخالفت نہیں کی صرف انہوں نے خدمہ کی بجائے مغفر کہا انہوں نے کہا کیا وہ محبوس ہے، مسلم نے اسے محمد بن رمح عن اللیث اور محمد بن مثنیٰ عن عبدالوہاب ثقفی روایت کیا ہے نسائی نے قتیبہ اور مالک بن انس کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے سب نے اسے یحییٰ بن سعید انصاری سے اسی طرح روایت کیا ہے اور بخاری نے قرہ کی حدیث سے ابوالزبیر عن جابر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

حدیث پنجم از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: ... یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ متعدد طرق سے ہم تک سعد بن ابی وقاص کا

قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالثدیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہاڑ کے گڑھے کا شیطان گھوڑوں کے چرواہے کی طرح ہے جس سے بجیلہ کا شخص جسے اشہب کہا جاتا ہے چوکنا رہتا ہے جو ظالم قوم میں منحوس علامت انسان ہے سفیان کہتے ہیں کہ عمار ذہبی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص یا بنو اشہب کے نام سے مشہور تھا۔

امام احمد نے اس حدیث کو مختصراً روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پہاڑ کے گڑھے کا شیطان جس سے بجیلہ کا شخص چوکنا رہتا ہے امام احمد اس کی روایت میں متفرد ہیں اور بخاری نے علی بن المدینی سے روایت کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے علاوہ بکر بن قرواش کا ذکر نہیں سنا اور یعقوب بن سفیان نے عن عبداللہ بن معاذ عن ابیہ عن شعبہ عن ابی اسحاق عن حارثہ بن مضرب عن سعد بن ابی وقاص کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا اور حافظ ابوبکر بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کے اصحاب نے حضرت علی کے حکم سے اسے قتل کیا، ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ اسرائیل بن یونس نے عن جدہ ابی اسحاق السبیعی عن رجل روایت کیا ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کو علم ہوا کہ حضرت علی نے خوارج کو قتل کیا ہے تو انہوں نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا ہے۔

حدیث ششم از ابی سعید سعد بن مالک بن سنان انصاری

اس کے متعدد طرق ہیں، پہلا طریق...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابو سعید خدری کا قول پہنچا ہے کہ حضرت ابوبکر آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں فلاں فلاں وادی کے پاس سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک متواضع اور اچھی ہیئت کے شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے صدیق اکبر سے فرمایا تم واپس جاؤ اور اسے قتل کر دو، حضرت ابوبکر چلے گئے جب آپ نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کو اس کا قتل ناپسند ہوا آپ اسے قتل کیے بغیر آپ کے پاس آ گئے پھر آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تم جا کر اسے قتل کر دو، حضرت عمر گئے تو انہوں نے بھی صدیق اکبر کی طرح حالت نماز میں اسے قتل کرنا اچھا نہیں سمجھا، حضرت عمر بھی اسے قتل کیے بغیر واپس آ گئے پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم جاؤ اور اسے قتل کر دو، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو وہ شخص وہاں موجود نہیں تھا آپ واپس آ گئے اور آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! وہ شخص وہاں موجود نہیں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ دین کی طرف واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ تیر سوفار پر واپس آ جائے تم ان کو قتل کر دو وہ مخلوق کے بدترین لوگ ہیں، اس حدیث کی روایت میں امام احمد متفرد ہیں۔

بزار نے اسے اپنی مسند میں اعمش کے طریق سے عن ابی سفیان عن انس بن مالک اور ابو یعلیٰ عن ابی خیثمہ عن عمر بن یونس عن عکرمہ بن عمار عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک اس واقعہ سے مزید طویل اضافوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دوسرا طریق...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابو احمد نے ہم سے بیان کیا ہے کہ سفیان نے عن حبیب بن ابی ثابت عن الضحاک المشرقی عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ حدیث میں ہم سے بیان کیا ہے کہ لوگوں کے دو گروہوں میں بٹنے کے وقت ایک قوم ظاہر ہوگی دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اسے قتل کرے گا، راوی نے حدیث میں اس کی گزشتہ ذکر ہے جیسا کہ اہل حلق کے حالات میں ابو اسحاق ابی سعید بیان ہوگا۔

تیسرا طریق...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے ابو سعید الخدری کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ جب قسم اٹھاتے تھے تو اس میں پوری کوشش کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے میری امت سے ضرور ایک قوم ظاہر ہوگی جو تمہارے اعمال کو اپنے اعمال کے مقابلہ میں حقیر خیال کریں گے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں ہوگا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتے ہیں، حاضرین نے آپ سے ان کی علامت دریافت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ

قتل نہیں ہوا جس کا مرتبہ اس مقام کا ہو، ابو سعید کا بیان ہے کہ مجھ سے بیس یا تیس سے زیادہ اصحاب نبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قتل کے متصرف ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابو سعید کو دیکھا کہ تکبیر کہنے کے بعد ان کے ہاتھ پر لرزہ طاری تھا اور وہ کہہ رہے تھے ان سے جنگ کرنا میرے نزدیک ترکیوں سے جنگ کرنے سے زیادہ جائز ہے ابو داؤد نے اسے اسحاق بن عیسیٰ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

چوتھا طریق: ... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ سفیان نے اپنے باپ سے ابن ابی نعم عن ابی سعید الخدری کی اسناد سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن کی زمین کا سونا آپ ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے اقرع بن حابس حنظلی، بنی مجاشع کے ایک شخص، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ، بنی کلاب کے عامری شخص، زید الخیل طائی اور بنی نبہان کے ایک شخص کے درمیان تقسیم فرمایا۔ راوی کا بیان ہے کہ قریش و انصار نے غصہ ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں محروم کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کی تالیف کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک دھنسی ہوئی آنکھوں، ابھری ہوئی پیشانی، گھنی داڑھی، ابھرے ہوئے رخساروں اور منڈے ہوئے بالوں والا شخص آیا اس نے کہا اے محمد! اللہ سے ڈرو، آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں نافرمانی کروں گا تو کون اللہ کی اطاعت کرے گا، اس نے مجھے اہل زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں بناتے ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ قوم میں سے ایک شخص نے (میرا خیال ہے کہ وہ خالد بن ولید تھے) اس کے بارے میں آپ ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا پھر اس کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی اصل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ اہل اسلام سے قتال کریں گے اور اہل شرک کو چھوڑ دیں گے اگر میں ان کو پاؤں تو میں انہیں عاد کی طرح قتل کروں۔ اسے امام بخاری نے عبدالرزاق کی حدیث سے روایت کیا ہے پھر اسے احمد نے محمد بن فضیل عن عمارہ بن القعقاع عن عبدالرحمٰن بن ابی نعم عن ابی سعید روایت کیا ہے اور اس میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سوال کے منافی نہیں جو صحیحین میں حضرت عمارہ بن قعقاع کی حدیث سے آپ کی سیرت میں بیان ہے اور اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے عنقریب اس کی اصل اور پشت سے وہ قوم پیدا ہوگی لیکن وہ خوارج جن کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس کی پشت سے نہیں ہیں بلکہ کسی ایک کا بھی اس کی نسل سے ہونا مجھے معلوم نہیں اس کی اصل سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کی صفت اور شکل پر ہوں گے واللہ اعلم اور یہ شخص ذوالخویصرہ تمیمی تھا اور بعض نے اس کا نام حرقوص بتایا ہے واللہ اعلم۔

پانچواں طریق: ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عفان نے مہدی بن میمون از محمد بن سیرین کے واسطے سے معبد بن سیرین عن ابی سعید عن النبی ﷺ بیان کیا ہے کہ عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ تیر اپنے سوفار پر واپس آ جائے۔ آپ ﷺ سے ان کی نشانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کی نشانی سر منڈانا ہے۔ امام بخاری نے اسے ابو نعمان محمد بن فضل سے بواسطہ مہدی بن میمون روایت کیا ہے۔

چھٹا طریق: ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن عبید نے سوید بن نجیح کے واسطے سے یزید الفقیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو سعید سے سوال کیا کہ ہم میں کچھ لوگ ہیں جو عبادت، قرآن کریم کی قراءت اور صدقہ میں ہم سے آگے ہیں انہوں نے تلواروں سمیت ہم پر خروج کیا ہے ابو سعید نے کہا میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے امام احمد اس کی روایت میں منفرد ہیں انہوں نے اسے کتب ستہ میں تخریج نہیں کیا اور نہ کسی ایک نے اس کی تخریج کی ہے اس کی اسناد بے غبار ہیں اس کے تمام رجال ثقہ ہیں سوید بن نجیح مشہور و معروف نہیں ہے۔

سا تو اس طرح تھی...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ معمر نے الزہری سے بحوالہ ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بحوالہ ابی سعید بیان کیا ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ابن ذی الخویصرہ تمیمی آ گیا اور آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف سے کام لیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو اگر میں انصاف سے کام نہیں لوں گا تو پھر کون انصاف سے کام لے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے کچھ اصحاب ہیں جو اپنی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں تمہاری نمازوں اور روزوں کو حقیر خیال کرتے ہیں وہ دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے تو اس کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ اس کے پیکان کے دوسرے حصہ کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر اس کے پچھلے حصے کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی پھر وہ اس کے پر کو دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہیں ہوگی وہ فرث اور خون سے سبقت کر گیا ہوگا ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک سیاہ فام شخص ہوگا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہوگا اور لوگوں کی گروہ بندی کے وقت ظاہر ہوں گے راوی کا بیان ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (اور ان میں سے وہ بھی ہے جو آپ پر صدقات کے بارے میں عیب لگاتا ہے)۔

ابوسعید نے بیان کیا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت انہیں قتل کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو اسی صفت کے مطابق تھا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھی۔ بخاری نے اسے عن ابی بکر بن ابی شیبہ عن ہشام عن یوسف عن معمر روایت کیا ہے نیز بخاری نے اسے شعیب کی حدیث سے اور مسلم نے یونس بن یزید کی حدیث سے بحوالہ زہری روایت کیا ہے نیز مسلم کی روایت میں عن حرملہ اور احمد بن عبدالرحمٰن دونوں نے عن ابن وہب عن یونس عن الزہری عن ابی سلمہ روایت کیا ہے اور ضحاک ہمدانی نے بحوالہ ابوسعید روایت کیا ہے پھر احمد نے اسے عن محمد بن مصعب عن الاوزاعی عن الزہری عن ابی سلمہ والضحاک المشرقی عن ابی سعید روایت کیا ہے اور گزشتہ عبارت کے مطابق بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی تھی اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ لوگوں کے افتراق کے وقت ایک قوم ظاہر ہوگی دونوں گروہوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اسے قتل کرے گا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات آپ سے سنی ہے اور جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا تو آپ نے اسے اسی صفت پر پایا جو آپ نے بیان کی تھی۔

بخاری نے اسے ابن نعیم عن ابیہ عن ابن ابی نعم اسی طرح روایت کیا ہے امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے مالک عن یحییٰ بن سعید عن محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی سعید خدری کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی ان کے مقابلہ میں تمہیں اپنی نمازیں حقیر معلوم ہوں گی اور اپنے اعمال حقیر معلوم ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ پھل میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کی لکڑی میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پروں میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا اور سوفار کے بارے میں شک کرے گا۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ مالک نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے اور بخاری و مسلم نے اسے عبداللہ بن یوسف عن مالک روایت کیا ہے اور بخاری اور مسلم نے اسے محمد بن مثنیٰ عن عبد الوہاب عن یحییٰ بن سعید عن محمد بن ابراہیم عن ابی سلمہ اور عطاء بن یسار عن ابی سعید روایت کیا ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ ہم سے یزید نے محمد بن عمرو کے حوالے سے ابن ابی سلمہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ابوسعید کے پاس آیا اس نے ابوسعید سے پوچھا کیا آپ نے آپ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک قوم پیدا ہوگی جو دین میں بڑے غلو سے کام لے گی اپنی نمازوں اور روزوں کے بارے میں تمہاری نمازوں اور روزوں کو حقیر خیال کریں گے وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ تیر اپنے تیر کو لے کر اس کے پھل میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پیچھے میں دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کے پروں میں دیکھے گا تو شک کرے گا کہ کیا اس نے کچھ دیکھا ہے یا نہیں ابن ماجہ نے اسے عن ابی بکر بن ابی شیبہ عن یزید بن ہارون روایت کیا ہے۔

آٹھواں طریق ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابن ابی عدی نے عن سلیمان عن ابی نضرہ عن ابی سعید بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میری امت میں لوگوں کے افتراق کے وقت ایک قوم ظاہر ہوگی ان کی علامت سر منڈانا ہوگی وہ مخلوق کے بدترین لوگ ہوں گے یا وہ بدترین گروہوں میں سے ہے جو لوگ حق کے زیادہ قریب ہوں گے وہ انہیں قتل کریں گے راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مثال یا ایک بات بیان کی کہ ایک شخص تیر اندازی کرتا ہے یا فرمایا نشانہ مارتا ہے۔ پھر وہ پھل میں دیکھتا ہے تو وہ کچھ نہیں دیکھتا، پھر وہ پر میں دیکھتا ہے تو شبہ کوئی نہیں دیکھتا پھر وہ سوفار پر دیکھتا ہے تو اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا پھر ابوسعید نے فرمایا اے اہل عراق تم نے ان کو قتل کیا ہے امام احمد نے عن محمد بن مثنیٰ عن ابن ابی عدی عن سلیمان بن طرخان التیمی عن ابی نضرہ اور مالک بن قطعہ عن ابی سعید خدری نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

نویں حدیث از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ...... ہاشم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن مغیرہ نے عن حمید بن ہلال ہم سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اس نے اس قوم سے دریافت کیا۔ یہ کون ہیں۔ پس انہوں نے کہا سلمان فارسی ہیں اس نے کہا کیا تم میرے ساتھ نہیں چلتے کہ وہ ہم سے حدیث بیان کریں اور ہم ان سے پہلے قوم کے پیچھے اور ان کے ساتھ چلے گئے کہ اس نے ان کی طرف جا کر کہا اے ابو عبداللہ اگر آپ خیمہ کے قریب ہو جائیں تو ہم آپ کے قریب ہو جائیں۔ یعنی آپ ہم سے بیان کریں اور ہم آپ سے سنیں۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ حضرت سلمان نے فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق بھی خبر ملی ہے کہ تم اللہ کے راستے میں تیزی سے چلتے ہو اور دشمن سے قتال کرتے ہو اور اصحاب رسول کی خدمت کرتے ہو لیکن ایک خصلت تم سے ملی ہے کہ تم اس قوم میں شامل ہو گئے ہو جس کا ذکر آپ ﷺ نے ہم سے کیا ہے حروریوں کا بیان ہے کہ وہ شخص اصحاب نہروان میں مقتول پایا گیا۔

دسویں حدیث از سہل بن حنیف انصاری[1] ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو نضر نے حزام بن اسماعیل عامری کے واسطہ سے عن ابی اسحاق الشیبانی عن یسیر بن عمرو بیان کیا ہے کہ میں سہل بن حنیف کے پاس گیا میں نے ان سے کہا جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں سنا ہے وہ مجھ سے بیان کیجئے انہوں نے فرمایا میں نے آپ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہی میں تم سے بیان کروں گا اپنی طرف سے اس پر کچھ اضافہ نہیں کروں گا میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک قوم یہاں سے اور یہاں سے حضرت سہل نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ فرمایا، ظاہر ہوگی وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کیا آپ ﷺ نے تمہارے سامنے اس قوم کی کوئی علامت بھی بیان کی ہے انہوں نے فرمایا میں نے اتنا ہی رسول سے صرف اتنی بات سنی ہے اس پر میں کچھ کا اضافہ نہیں کروں گا۔ صحیحین میں عبدالواحد بن زیاد کی حدیث سے اس کی تخریج ہوئی ہے اور مسلم نے اسے علی بن مسہر اور عوام بن حوشب کی حدیث سے اور بخاری نے محمد بن فضیل کی حدیث سے روایت کیا ہے پھر سب نے ابو اسحاق شیبانی سے اسے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے کہ ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن مسہر نے عن الشیبانی عن یسیر بن عمرو ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سہل بن حنیف سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو خوارج کا ذکر کرتے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے سنا ہے اور مجھے ہے مشرق کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم قرآن کریم پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ابو کامل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان شیبانی نے اس اسناد سے ہم سے بیان کیا اور کہا اس سے کچھ لوگ نکلیں گے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ اور اسحاق نے عن یزید ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر نے کہا کہ یزید بن ہارون نے عن العوام بن حوشب ہم سے بیان کیا ہے کہ ابو اسحاق شیبانی نے عن یسیر بن عمرو عن سہل بن حنیف عن النبی ﷺ ہم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے سرکش قومیں ہوں گی ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔

---

[1] الاستیعاب: ۱۰۳۸، الاصابہ: ۱۹۸/۳، اسد الغابہ: ۴۷۰/۲

گیارہویں حدیث از ابن عباس رضی اللہ عنہ...... حافظ ابوبکر بزار کا بیان ہے کہ یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ حسین بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابو الاحوص نے سماک عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم قرآن کی تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ابن ماجہ نے سنن میں ابوبکر بن ابی شیبہ اور سوید بن سعید سے روایت کی ہے جسے ان دونوں نے ابو الاحوص کی اسناد سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

بارہویں حدیث از ابن عمر رضی اللہ عنہ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یزید نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے شہر بن حوشب بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت سے ایک قوم ظاہر ہوگی وہ برا عمل کرے گی قرآن کریم کی تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا یزید نے بیان کیا ہے کہ میری معلومات کے مطابق حضرت ابن عمر نے صرف یہی الفاظ ارشاد فرمائے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر خیال کرو گے وہ اہل اسلام سے قتال کریں گے، جب وہ نکلیں تو تم انہیں قتل کر دو ان کو قتل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے جب بھی ان سے سینگ نکلے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا۔ جب بھی ان سے سینگ نکلے گا اللہ تعالیٰ قطع کرے گا آپ ﷺ نے بیس یا اس سے بھی زیادہ بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے اس طریق سے اس کی روایت میں امام احمد متفرد ہیں اور سالم و نافع کی حدیث سے بحوالہ ابن عمر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فتنہ یہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے اور آپ ﷺ نے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ فرمایا۔

تیرہویں حدیث از عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ...... امام احمد کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے قتادہ عن شہر بن حوشب ہم سے بیان کیا ہے کہ جب یزید بن مہلب کی بیعت کی اطلاع ہمارے پاس آئی تو میں شام آیا مجھے اس جگہ کے بارے میں بتایا گیا جہاں نوف بکالی نے ٹھہرا ہوا تھا اس اثناء میں ایک چوغہ پوش آدمی بھی آیا لوگ ان کی طرف بڑھے میں نے سمجھا کہ وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، جب نوف نے انہیں دیکھا تو وہ حدیث بیان کرنے سے رک گیا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت گاہوں کی طرف ہجرت کر جائیں گے زمین پر شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں گے زمین ان کو پھینک دے گی اور رحمٰن ان سے نفرت کرے گی آگ ان کو ان کے بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کرے گی جب وہ رات گزاریں گے تو ان کے ساتھ رات گزارے گی، جب وہ قیلولہ کریں گے تو ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی اور پیچھے رہنے والوں کو کھا جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت سے مشرق کی جانب سے کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا، جب بھی ان سے سینگ نکلے گا تو اسے قطع کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے بقیہ لوگوں میں دجال نکلے گا ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد میں اس کا اول حصہ القواریری عن معاذ بن ہشام عن ابیہ عن قتادہ روایت کیا ہے قبل ازیں ابوالفضل بن مسعود اور امیر المومنین علی بن ابی طالب کی حدیث گزر چکی ہے۔

چودہویں حدیث از ابی ذر رضی اللہ عنہ...... مسلم بن حجاج نے بیان کیا ہے کہ ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے ہم سے حمید بن ہلال عن عبداللہ بن صامت عن ابی ذر بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد میری امت سے ایک قوم پیدا ہوگی جو تلاوت قرآن کرے گی لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں ہوگا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ مخلوق کے بدترین لوگ ہوں گے، ابن صامت کا قول ہے کہ میں نے حکم غفاری کے بھائی رافع بن عمرو غفاری سے ملاقات کی تو میں نے کہا کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فلاں فلاں بات سنی ہے لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہی، میں نے کہا میں نے آپ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔

پندرہویں حدیث از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا...... حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ہم کو متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول پہنچا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہے کہ جیش المروہ اور اہل نہروان پر بزبان محمد لعنت کی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بعض المشرقی نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ ہیثم بن عدی کا قول ہے کہ مجھ سے اسرائیل نے عن یونس بن ابی اسحاق عن ابیہ عن ام علقمہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ حضرت علی نے خوارج کو قتل کیا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے گڑھے کے شیطان کو قتل کیا ہے یعنی ذوالثدیہ کو۔ حافظ ابو یعلیٰ نے متعدد طرق سے حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میری امت کے شریر لوگ ہیں جن کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔

اور کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا کہ ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے سلیمان بن قرم نے بیان کیا کہ ہم سے عطاء بن سائب نے عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا اور انہی کی مانند بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ نے ان کو قتل کیا یعنی اصحاب نہروان کو۔ پھر بزار نے کہا ہم صرف اسی حدیث کو عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن مسروق روایت جانتے ہیں اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے غریب ہے اور عبداللہ بن شداد کی حدیث میں بحوالہ حضرت علی حدیث بیان ہوئی ہے اور اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ نے خوارج کی حدیث کو خصوصاً ذوالثدیہ کی خبر کو خیال کیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ہم نے یہ تمام طرق ذکر کئے ہیں تاکہ ان پر مطلع ہونے والا جان لے کہ یہ حق اور سچ ہے اور ثبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ متعدد ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے واللہ اعلم۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذوالثدیہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے متعدد طرق سے اس کا یقین کیا۔

حافظ ابو بکر بیہقی نے دلائل میں متعدد طرق سے مسروق کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے فرمایا تمہیں ذوالثدیہ کا علم ہے میں نے نفی میں جواب دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جن لوگوں نے اسے دیکھا ہے ان میں سے میرا بھی مجھے لکھ بھیجو۔ میں کوفہ آیا اس وقت وہاں سات جماعتیں تھیں میں نے ہر جماعت میں سے اس کی گواہی لکھوائی۔ بعد ازاں میں ان کی گواہیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا اور میں نے آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ انہوں نے فرمایا کیا ان سب نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے اس چیز کا ان سب سے سوال کیا تو سب نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جس نے مجھے لکھا کہ اس کو اہل مصر نے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنکھیں جھکا کر رونے لگیں۔ جب ان کے آنسو تھم گئے تو فرمایا: اللہ علی پر رحم کرے کہ وہ حق پر تھے اور میرا اور ان کا معاملہ ایسا ہی تھا جیسا کہ عورت اور اس کے دیوروں کے درمیان ہوتا ہے۔

دو عجیب سے ایک اور حدیث۔۔۔ ہیثم بن عدی نے کتاب الخوارج میں بیان کیا ہے کہ عثمان بن مغیرہ نے مجھ سے حبیب بن ابی ثابت کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے دو شخص عراق آئے ان سے آنے کا مقصد پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم ان لوگوں کی ملاقات کے لئے آئے تھے جن کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کیا ہے لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سے سبقت کر گئے ہیں اور ان سے ان کی مراد اہل نہروان تھی۔

خوارج سے قتال کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں حدیث۔۔۔۔۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے فطر نے عن اسمٰعیل بن رجاء عن ابیہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابوسعید کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک روز ہم آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ اپنی کسی اہلیہ کے گھر سے نکلے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اسی اثناء میں آپ کی جوتی ٹوٹ گئی اور حضرت علی پیچھے مرمت کرنے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ چل پڑے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے پھر آپ کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے تو ہم بھی آپ کے ساتھ انتظار کرنے لگے پس کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا تم میں ایک شخص ہوگا جو قرآن کی تاویل پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر کی ہے۔ ہم نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہم میں ابوبکر و عمر بھی تھے آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن جوتی گانٹھنے والا ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت علی کے پاس خوشخبری دینے کے لئے آئے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

اسے بیان کیا ہے۔

امام احمد نے اسے وکیع اور ابو اسامہ سے بحوالہ فطر بن خلیفہ روایت کیا ہے اور وہ حدیث جسے حافظ ابو یعلیٰ نے متعدد طرق سے علی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے تمہارے اس منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کروں اور ابو محمد بن معقری نے اسے علی الجہنی عن عبادہ المعری عن یعقوب بن عبداللہ بن ازہر عن یحییٰ الخ اسی روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث غریب اور منکر ہے علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور ان میں سے کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں ہے اور ناکثین سے مراد اہل جمل قاسطین سے مراد اہل شام اور مارقین سے مراد خوارج ہیں اس لئے کہ وہ دین سے نکلنے والے ہیں۔

حافظ ابو احمد بن عدی نے کامل میں ابو ابراہیم بن حفص عن سلیمان بن یوسف عن عبداللہ بن موسیٰ عن فطر عن حکیم بن جبیر عن ابراہیم عن علقمہ عن علی روایت کیا ہے کہ مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، اور حافظ ابو بکر خطیب نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ نہروان کے دن حضرت علی نے فرمایا مجھے آپ ﷺ نے ظالموں، عہد شکنوں اور خارجیوں سے قتال کا حکم دیا ہے، اور حافظ ابو القاسم بن عساکر نے بھی متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی نقل روایت کیا ہے اور امام ابو عبداللہ نے متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کا حکم دیا گیا اور مارقین سے اہل نہروان مراد ہیں یعنی خوارج اور حافظ ابن عساکر نے مختلف سندوں سے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے قتال کا حکم دیا۔

اس بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث…… حافظ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابو بکر احمد بن حسین تقیہ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حسن بن علی نے زکریا بن یحییٰ خزاز مقری اسماعیل بن عباد مقری اور شریک کے واسطے سے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ام سلمہؓ کے گھر آئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو آپ نے فرمایا اے ام سلمہ خدا کی قسم! میرے بعد علی عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے جنگ کرے گا۔

اس بارے میں ابو سعید کی حدیث…… حاکم نے کئی واسطوں سے حضرت ابو سعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عہد شکنوں، ظالموں اور خارجیوں سے جنگ کا حکم دیا ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان لوگوں سے قتال کا تو حکم دیا ہے لیکن ہم کس کی معیت میں ان سے قتال کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت علی کے ساتھ، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر قتال کرتے ہوئے شہید ہوں گے۔

اس بارے میں ابو ایوب کی حدیث…… حاکم نے بیان کیا ہے کہ ابو الحسن علی بن حماد عدل نے ہم سے بیان کیا کہ ابو ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن خطاب نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن کثیر نے عن الحارث بن حصیرہ عن ابی صادق عن مخنف بن سلیم ہم سے بیان کیا، کہتے ہیں کہ ہم ابو ایوب کے پاس آئے ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ کے ساتھ اپنی تلوار کے ذریعے مشرکین سے جہاد کیا، اب آپ اس کے ذریعے مسلمانوں سے قتال کر رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے قتال کا حکم دیا، حاکم نے متعدد واسطوں سے علی بن الفضل کا قول نقل کیا ہے کہ محمد بن ابو زید ہوئی نے عتاب بن ثعلبہ کے حوالے سے حضرت عمر کی خلافت میں بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کا حکم دیا۔

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے علقمہ اور اسود کا قول پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابو ایوب کی جنگ صفین سے واپسی کے وقت ہم ان کے پاس گئے ہم نے ان سے کہا اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہارے گھر کو آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ کے نزول اور آپ ﷺ کی اونٹنی سے آپ کو سرفراز فرمایا اس کے بعد آپ تلوار گردن میں لٹکا کر اس کے ذریعے لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو مارتے ہیں، حضرت ابو ایوب نے فرمایا پیشوا اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا، آپ ﷺ نے ہمیں حضرت علی کے ساتھ مل کر عہد شکنوں، ظالموں اور خوارج سے جنگ کا حکم دیا، ناکثین سے مراد

اہل جمل ہیں یعنی طلحہ و زبیر ان سے ہم جنگ کر چکے ہیں اور قاسطون سے یعنی معاویہ اور عمرو بن عاص سے ہم جنگ کرکے واپس آ رہے ہیں اور مارقون سے اہل طرقات، اہل سعیفات، اہل نخیلات اور اہل نہروان مراد ہیں خدا کی قسم مجھے ان کا مسکن معلوم نہیں ہے لیکن ان شاء اللہ ان سے جنگ ضرور ہوگی۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور اس وقت تو حق پر ہوگا اور حق تیرے ساتھ ہوگا اے عمار! اگر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک وادی میں اور دیگر لوگوں کو دوسری وادی میں چلتے دیکھے تو تو حضرت علی کے ساتھ چلنا بلاشبہ وہ تجھے ہلاکت میں نہیں ڈالیں گے اور ہدایت سے نہیں نکالیں گے اے عمار! جس نے تلوار گردن میں لٹکا کر دشمن کے خلاف علی کی مدد کی تو اللہ روز قیامت اسے موتیوں کے دو ہار پہنائے گا اور جس نے تلوار گردن میں لٹکا کر حضرت علی کے خلاف دشمن کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت آگ کے دو ہار پہنائے گا۔ ہم نے ان سے کہا بس کیجئے اللہ! آپ پر رحم کرے لیکن ظاہر ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کی آفت معلّیٰ بن عبدالرحمٰن کی طرف سے ہے بلاشبہ وہ متروک الحدیث ہے۔

فصل

ہیثم بن عدی نے اپنی کتاب جسے انہوں نے خوارج کے حالات میں تالیف کیا ہے اور اس بارے میں وہ عمدہ کتاب ہے اس میں بیان کیا ہے کہ عیسیٰ بن دأب نے بیان کیا کہ جب حضرت علی نہروان سے واپس آئے تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ نے نصرت کے ذریعے تمہیں عزت دی ہے اب تم اسی وقت اپنے دشمن اہل شام کا رخ کرو لوگوں نے آپ کے پاس آ کر کہا اے امیر المومنین ہمارے تیر ختم ہو چکے ہیں اور ہماری تلواریں کند ہو گئی ہیں اور ہمارے نیزوں کے پھل نکل گئے ہیں اسلئے آپ ہمارے ساتھ اپنے شہر واپس چلیں تاکہ ہم اچھی طرح تیاری کر سکیں اور شاید امیر المومنین ہماری تیاری سے زیادہ تیار ہو جائیں اور آپ کو بتانے والا ہلاک ہو جائے بلاشبہ ہمارے دشمن کے مقابلہ میں یہ بات ہمارے لئے زیادہ قوت کا باعث ہوگی، یہ گفتگو اشعث بن قیس کندی نے کی تھی آپ نے ان کی بات مان لی اور وہ واپس آ کر نخیلہ میں اتر پڑے اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ چھاؤنی میں رہیں اور دشمن سے جہاد کی تیاری کریں، اپنی عورتوں اور بچوں سے کم ملاقات کریں لوگ چند دن چھاؤنی میں ٹھہرے پھر وہ چپکے چپکے کھسک گئے۔ حتیٰ کہ اشعث کے ساتھ صرف اس کا ساتھی رہ گیا اس کے بعد حضرت علی نے ان میں تقریر کی جس کا مضمون یہ ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا اور صبح کو پھاڑنے والا اور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے میں محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، بلاشبہ تمام چیزوں میں افضل ایمان، جہاد اور کلمہ اخلاص ہے جو فطرت ہے اور نماز کا قائم کرنا ملت ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی فریضہ ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا عذاب جہنم کے لئے ڈھال ہے اور حج بیت اللہ فقر کو ختم کرنے والا اور گناہوں کو مٹانے والا ہے اور صلہ رحمی مال میں زیادتی کرنے والی اور موت کو دور کرنے والی ہے اور مال سے محبت اور خفیہ صدقہ گناہوں کے لئے کفارہ اور غضب الٰہی کو ختم کرنے والا ہے اور نیکی بری موت کے دفع کرنے اور ہلاکت کے مقامات سے بچنے کا سبب ہے اللہ کا ذکر کرو وہ بہترین ذکر ہے اور متقین سے کئے گئے وعدہ کی طرف رغبت کرو بلاشبہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہے اور نبی کی ہدایت کی پیروی کرو بلاشبہ وہ افضل ہدایت ہے اور اس کی سنت پر چلو بلاشبہ وہ افضل سنن ہے اور اللہ کی کتاب سیکھو وہ افضل حدیث ہے اور اس میں تفقہ حاصل کرو اسلئے کہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو بلاشبہ وہ سینوں کے لئے باعث شفا ہے اور اس کی تلاوت کرو بلاشبہ وہ احسن القصص ہے اور جب تمہارے سامنے قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور جب تم کو اس سے علم حاصل ہو اس کے مطابق عمل کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ علم کے بغیر عمل کرنے والا عامل اس جاہل کی مانند ہے جو اپنے

بخل سے باز نہیں رہ سکتا، جبکہ میرے نزدیک یہ بخل تمہارے مال کے مقابلہ میں دین کے علم سے کورے ہونے کے سبب ہے، ان پر بڑی حجت قائم ہو گئی اور ان پر حسرت و یاس رہے گی، یہ دونوں گروہ ہیں اور ہلاک ہونے والے ہیں، [illegible] قیامت تک [illegible] اپنی جانوں کو رخصت میں نہ ڈالو غافل ہو جاؤ گے تو قیامت کو خسارہ اٹھاؤ گے۔

آگاہ رہو! تم قبول کرو [illegible] اللہ کی اطاعت کرنے والا اپنے نفس کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہے اور اللہ کی نافرمانی کرنے والا اپنے نفس کو سب سے بڑا دھوکا دینے والا ہے، اللہ کا مطیع امن و مسرت میں رہتا ہے اور اللہ کا نافرمان بندہ خوف و ہراس میں رہتا ہے، پھر اللہ سے یقین طلب کرو اور عافیت کے بارے میں اس کی طرف رغبت کرو اور دل میں رکھو، سب سے بہتر چیز یقین ہے، جن امور کے کرنے کا [illegible] وہ سب سے بہتر ہیں، جو امور سب سے برے ہیں ان میں بدعت ہے، ہر نیا کام کرنے والا بدعتی ہے، جس نے بدعت اختیار کی وہ ضائع ہو گیا، بدعت کا ایک حصہ [illegible] شرک [illegible] نقصان پہنچاتا ہے [illegible] نقصان اٹھانے والا وہ ہے جو اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

ریا شرک ہے اور اخلاص کا تعلق عمل و ایمان سے ہے، لہو و لعب کی مجالس قرآن کو بھلانے والی ہیں اور ان میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں وہ برائی کی طرف دعوت دیتی ہیں، عورتوں کے ساتھ اختلاط دلوں کو [illegible] اور ان کی طرف نظریں اٹھتی ہیں وہ شیطان کی شکار گاہیں ہیں [illegible] کے ساتھ ہے، جھوٹ سے بچو، یہ ایمان سے دور کرنے والا ہے۔

آگاہ رہو! سچ کا [illegible] اور جنت کی چوٹی ہے اور جھوٹ فسق و ہلاکت کی چوٹی ہے، خبردار! حق بات کہو اس کے ذریعہ تم مشہور ہو جاؤ گے اس پر عمل کرو تم اس کے اہل سے بن جاؤ گے، امانتیں ان کے صاحب کو ادا کرو، جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کرو، جو تم کو محروم کرے اس پر مہربانی کرو، جو تم وعدہ کرو اسے پورا کرو، جب تم فیصلہ کرو تو عدل سے کام لو، آباؤ کے ذریعہ فخر مت کرو، برے القاب مت دو، مذاق مت کرو، ایک دوسرے کو طعنہ مت دو، کمزوروں، مظلوموں، تاوان اٹھانے والوں، [illegible] کے بارے میں، مسافروں اور گردنوں کے چھڑانے میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بیوہ اور یتیم پر رحم کرو، سلام کو رواج دو اور سلام دینے والے کو اس کی مانند یا اس سے بہتر جواب دو، نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں پر تعاون نہ کرو، اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے، اور مہمان کا اکرام کرو، پڑوسی سے حسن سلوک کرو، بیماروں کی عیادت کرو، جنازوں کے ہمراہ جایا کرو، اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، بلاشبہ بلانے والے نے کوچ کا اعلان کر دیا ہے اور فرصت ختم ہو جاتی ہے، آج میدان ہے اور کل مقابلہ ہے، سبقت جنت ہے اور انجام دوزخ ہے۔

آگاہ رہو! تم مہلت کے ایام میں ہو جس کے پیچھے اجل ہے جو تمہارا جلدی تعاقب کر رہی ہے، جس نے اجل سے پہلے مہلت کے ایام میں اخلاص نیت سے عمل کیا اس نے اپنا عمل اچھا کر لیا اور اپنی آرزو پالی اور جس نے کوتاہی کی اس کا عمل خراب ہو گیا [illegible] اسی طرح عمل کرو جیسے رغبت اور خوف [illegible] اگر تمہاری طرف رغبت آئے تو اللہ کا شکر کرو اور اس کے ساتھ خوف بھی کرو، اگر تمہارے پاس خوف آئے تو اللہ کو یاد کرو اور اس کے ساتھ رغبت بھی کرو، بلاشبہ انہوں نے تمہیں اعمال بتائے ہیں اور شکر کرنے والے کے لئے زیادتی ہے اور میں نے جنت کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس کا طالب سویا ہوا ہو اور دوزخ کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سویا ہوا ہو، جس نے اس سے بہتر کوئی کمائی نہیں دیکھی جسے اس نے اس دن کے لئے کیا جس میں ذخیرے جمع ہو جاتے ہیں اور راز کی باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں [illegible] جس شخص کو [illegible] نفع نہیں دیتا اسے گمراہی کھینچتی ہے اور جس کو یقین نفع نہیں دیتا اسے شک نقصان دیتا ہے اور جس کو اس کا قلیل نفع نہیں دیتا [illegible] ہے۔

بلاشبہ تمہیں سفر کا حکم دیا گیا ہے اور زاد راہ کے متعلق تمہیں بتا دیا گیا ہے، مجھے تم پر سب سے زیادہ دو باتوں کا خطرہ ہے (۱) طول امل (۲) خواہشات کی پیروی، طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے دور کر دیتی ہے، آگاہ رہو! دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اور ان دونوں کے بیٹے ہیں، اگر ہو سکے تو تم آخرت کے بیٹے بنو [illegible] آج عمل ہے حساب نہیں کل حساب ہو گا

مگر نہیں، یہ بیشتر ان کے خطبہ جمع کرنے والا اور ہمدانی سعد کے اور کئی دوسرے طریقوں سے اس کے متعلق شواہد بیان کئے گئے ہیں۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ جب اہل عراق نے شام جانے سے انکار کر دیا تو حضرت علیؓ نے ان کو ایک خطبہ دیا جس میں ان کو زجر و توبیخ کی اور ان کو دھمکایا مختلف سورتوں سے بہت سی آیات قرآنیہ پڑھ کر سنائیں اور انہیں دشمن کی طرف جانے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور آپ کی موافقت نہیں کی اور وہ مسلسل اپنے شہروں میں رہے اور وہاں سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ آ گئے۔

فصل

ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ نہروان کے بعد ایک شخص خریت بن راشد ناجی نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی اور اہل بصرہ کے ساتھ آیا اس نے حضرت علیؓ سے کہا آپ نے اہل نہروان سے قتال اس لئے کیا کہ انہوں نے تحکیم کے واقعہ میں آپ پر اعتراض کیا تھا اور آپ نے اہل شام سے عہد و میثاق کیے تھے اور آپ ثالث قرار دینے والے تھے اور دونوں ثالثوں نے آپ کے معزول ہونے پر اتفاق کیا پھر انہوں نے حضرت معاویہ کی خلافت میں اختلاف کیا حضرت عمرو نے ان کو تاکید کی اور حضرت ابوموسیٰ نے معزول کر دیا لیکن آپ بالاتفاق معزول ہو چکے ہیں اور میں آپ کو اور حضرت معاویہ کو معزول کرتا ہوں۔

حارث کے قبیلہ ناجیہ کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ ایک طرف ہٹ گئے، حضرت علیؓ نے معقل بن قیس ریاحی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھیجا، معقل نے ان کو وادی میں قتل کیا اور بنی ناجیہ کے پانچ سو افراد کو قید کر لیا، معقل ان کو حضرت علیؓ کے پاس لانے کے لئے لے کر چلا راستہ میں ایک شخص مصقلہ بن ہبیرہ آیا جو حضرت علیؓ کی طرف سے کسی صوبہ کا گورنر تھا، ان کی ملاقات ہوئی قیدیوں نے ان سے اپنی حالت کی شکایت کی، مصقلہ نے معقل سے ان کو پانچ لاکھ میں خرید کر آزاد کر دیا، معقل نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا تو وہ ابن عباس کے پاس بصرہ بھاگ گیا، معقل نے اس کے بارے میں ابن عباس کو خط لکھا، مصقلہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ ان کی قیمت ادا کروں، پھر وہ بھاگ کر حضرت معاویہ کے پاس شام چلا گیا، حضرت معاویہ نے ان کو آزاد قرار دے دیا اور کہا کہ ان کے دعویٰ منظور نہیں، حضرت علیؓ نے مصقلہ کے گھر کو مسمار کر دیا۔

ہیثم نے محمد سفیان الثوری اور اسرائیل بن عبداللہ بن ابی الطفیل سے روایت کیا ہے کہ بنی ناجیہ مرتد ہو گئے تھے، حضرت علیؓ نے ان کی طرف معقل بن قیس کو بھیجا اس نے ان کو قید کر لیا، پھر مصقلہ نے حضرت علیؓ سے ان کو تین لاکھ میں خرید کر آزاد کر دیا، پھر مصقلہ معاویہ کی طرف بھاگ گیا، ہیثم کہتے ہیں کہ اہل تشیع کا قول ہے حضرت صدیق اکبر کے زمانے کے ارتداد کے بعد عرب کے کسی قبیلے کے بارے میں مرتد ہونے کا نہیں سنا گیا۔

ہیثم نے عدی بن حاتم کا قول نقل کیا ہے کہ بنی طے کے ایک آدمی نے دوران خطبہ حضرت علیؓ سے کہا آپ نے اہل نہروان کو حکومت کی بغاوت کی وجہ سے قتل کیا ہے اور آپ نے خریت بن راشد ناجی کو حکومت کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے قتل کیا، خدا کی قسم ان دونوں کے درمیان کچھ فرق بھی نہیں ہے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا خاموش ہو جاؤ تو ایک جاہل ہے، تو عدی نے حضرت علیؓ سے کہا خدا کی قسم ہم نے آپ کو مدینہ میں بھی دیکھا ہے۔

ہیثم نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ کے خلاف ایک شخص نے خروج کیا تو اسے قتل کر دیا گیا، اس نے اشرس بن عوف شیبانی کو بھیجا اور وہ معترض ہوا تو اسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت علیؓ کے خلاف ابن جحر عکلی نے بغاوت کی پھر اہل کوفہ میں سے ایک شخص حضرت علیؓ کا نافرمان ہو گیا تو اسے بھی اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سعید بن نقد تیمی نے بکر بن وائل قبیلہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی اور وہ دجلہ کے کنارے قتل ہو گیا۔

فصل

جنگ نہروان کا صحیح سن...... ابن جریر نے ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خوارج سے جنگ ۳۷ھ ہی میں اسی سن میں ہوئی ہے اور شیخ ابو عبد اللہ ذہبی کہتے ہیں کہ اکثر اہل سیر کا خیال یہ ہے کہ جنگ نہروان ۳۸ھ میں ہوئی۔ ابن جریر نے اسی کی تائید کی ہے اور شاید یہی زیادہ مناسب بات ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ ابن جریر کا قول ہے کہ اس سال حضرت علیؓ کی طرف سے یمن اور اس کے مضافات کے نائب عبید اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کرایا۔

اس سال مکہ کے نائب قثم بن عباس، مدینہ کے نائب تمام بن عباس، بعض نے کہا ہے کہ سہل بن حنیف، بصرہ کے امیر عبد اللہ بن عباس، بصرہ کے قاضی ابو الاسود دؤلی اور مصر کے امیر محمد بن ابی بکر تھے، امیر المؤمنین حضرت علیؓ کوفہ میں مقیم تھے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ شام پر مستولی تھے، میں کہتا ہوں کہ آپ کا ارادہ تھا کہ آپ محمد بن ابی بکر سے مصر کی نیابت لے لیں۔

خباب کی وفات...... خباب بن الارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ تمیمی آپ زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے پھر انمار خزاعیہ نے آپ کو خرید لیا، انمار خزاعیہ سباع بن عبد العزیٰ کی ماں تھی جسے حضرت حمزہؓ نے احد کے روز قتل کیا تھا، اور بعض کہتے ہیں خباب بنی زہرہ کے حلیف تھے اور آپ دار ارقم سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، آپ کو اللہ کی راہ میں بہت دکھ دیا گیا تو آپ نے ثواب کی امید کی اور اس پر صبر سے کام لیا، آپ نے ہجرت کی اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے۔

شعبی کا بیان ہے کہ آپ ایک روز حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور آپ سے فرمایا کہ حضرت بلالؓ کے علاوہ تم سے بڑھ کر اس مجلس کا کوئی زیادہ حقدار نہیں ہے، آپ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین حضرت بلالؓ کو تکلیف دیے جانے کے وقت ان کے حمایتی ہوتے تھے اور مجھے تکلیف دیے جانے کے وقت میرا کوئی مددگار نہیں ہوتا تھا، خدا کی قسم انہوں نے ایک روز آگ جلائی اور پھر مجھے اس میں پھینک دیا اور ایک شخص نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھ دیا، میں نے پشت کے ذریعہ ہی زمین سے اپنے کو بچایا، پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنی پشت دکھائی تو وہ برص زدہ تھی، آپ کے مرض الموت میں لوگ آپ کی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کل آپ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کریں گے، آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ انہوں نے دنیا سے کچھ بھی نہیں کھایا اور ہم ان کے بعد رہ گئے ہیں اور ہم بجز مٹی کے کچھ نہیں پاتے اور مجھے یہی بات غم میں ڈالے رکھتی ہے، بخاری نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اسی سال ۷۳ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی، آپ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں کوفہ کے باہر دفن کیا گیا۔

خزیمہ بن ثابت...... بن الفاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ انصاری ذو الشہادتین، فتح مکہ کے روز آپ کے ہاتھ میں بنی خطمہ کا جھنڈا تھا، حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور اسی روز قتل ہوئے۔

سفینہؓ آپ ﷺ کے غلام ہیں، آپ نے بھی اسی سال وفات پائی، آپ کے حالات موالی کے بیان میں گزر چکے۔

عبد اللہ بن ارقم بن ابی ارقم...... آپ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے، اور آپ ﷺ کے کاتب تھے، کتاب الوحی میں آپ کے حالات بیان ہو چکے۔

عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی...... یوم صفین میں آپ قتل کئے گئے، آپ حضرت علیؓ کے لشکر کے میمنہ کے امیر تھے، آپ نے قتل کے بعد [illegible] یمن کے امیر بنے۔

عبد اللہ بن خباب بن الارت...... آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے، آپ خیر کے ساتھ متصف تھے، آپ کو قتل کر دیا گیا۔

خوارج نے اسی سال نہروان میں آپ کو قتل کیا جب حضرت علیؓ آئے تو آپ نے ان سے فرمایا ان کے قاتل ہمیں دے دو [illegible] انہوں نے کہا ہم سب ان کے قاتل ہیں، پس حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ قتال کیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح...... آپ بھی کاتب وحی تھے، بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، پھر مرتد ہو گئے، پھر فتح مکہ کے سال اسلام لے آئے، حضرت عثمانؓ نے آپ کے لئے امان طلب کی کیونکہ آپ حضرت عثمانؓ کے ماں شریک بھائی تھے، آپ کا اسلام قابل [illegible] حضرت عثمانؓ نے عمرو بن عاصؓ کی وفات کے بعد آپ کو مصر کا نائب بنا دیا تھا، آپ نے افریقہ اور بلاد بربر سے جنگ کی اور اندلس فتح کیا اور رومیوں کے ساتھ سمندر میں ذات الصواری کا معرکہ پڑا، آپ نے ان کے اس قدر افراد قتل کئے کہ آب خون سے رنگین ہو گیا، حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے بعد محمد بن ابی حذیفہ آپ پر غالب آ گیا اور آپ کو مصر سے نکال دیا، اسی سال فجر کی نماز کے دو سلاموں کے درمیان آپ نے وفات پائی، آپ حضرت علیؓ اور معاویہؓ دونوں سے کنارہ کش رہے۔

ابوالیقظان عمار بن یاسر عبسی...... آپ کا تعلق یمن کے عنس قبیلہ سے تھا، آپ بنو مخزوم کے حلیف تھے، بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، آپ کی والدہ اور آپ کے والد کو مکہ میں بڑی تکالیف دی گئیں، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے ہی عبادت کے لئے اپنے گھر میں مسجد بنائی، آپ بدر اور تمام معرکوں میں شریک ہوئے، قبل ازیں ہم صفین کے ارشاد آپ کے قتل کی کیفیت بیان کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے آپ کے لئے فرمایا تھا کیا ہے عمار! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، امام ترمذی نے حسن کی حدیث سے بحوالہ انس آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جنت تین اشخاص علی، عمار اور سلمان کی مشتاق ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ثوری، اعمش، ابن ربیع اور شریک قاضی نے عن ابی اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی کی روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا طیب مطیب کے لئے مرحبا۔

ابراہیم بن حسین نے متعدد طرق سے ایک صحابی رسول کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمار قدموں سے لے کر سر تک ایمان سے بھرپور ہیں، مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں حضرت عمار کے علاوہ ہر شخص کے بارے میں بات کر سکتی ہوں لیکن ان کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عمار قدموں سے لے کر کانوں کی لو تک ایمان سے بھرپور ہیں، حضرت علقمہ نے بیان کیا ہے کہ میں شام آیا تو وہاں میں نے خالد بن ولید سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے حدیث سنائی کہ ایک بار میرے اور عمار کے درمیان کشیدگی ہو گئی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے خالد عمار کو ایذا مت دو، اس لئے کہ ان سے بغض و عداوت رکھنے والا شخص درحقیقت اللہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے، حضرت خالد کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے تقریباً ان سے بات کی اور جو کدورت ان کے دل میں تھی وہ میں نے آہستگی سے نکال دی۔

آپ کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، آپ جنگ صفین میں ۹۱ یا ۹۳ سال کی عمر میں قتل کئے گئے، ابوالغادیہ نے آپ کو نیزہ مارا جس سے آپ گر پڑے، پھر ایک شخص نے آگے بڑھ کر آپ کا سر قلم کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت معاویہ کے پاس جھگڑتے آئے، ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے آپ کو قتل کیا ہے، حضرت عمرو بن عاص نے ان سے فرمایا خدا کی قسم تم دونوں تو دوزخ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو، جب حضرت معاویہ نے یہ بات سنی تو انہوں نے اس پر عمرو کو ملامت کی، حضرت عمرو نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ خدا کی قسم آپ کو بھی یہ بات معلوم ہے، کاش آج سے بیس سال پہلے میری موت آ چکی ہوتی۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حسن بن حسین بن عمار نے عن ابی اسحاق عن عاصم روایت کی ہے کہ آپ کو غسل دیے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے [illegible] آپ کی اور ہاشم بن عتبہ کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھی، پس حضرت عمار حضرت علی کے قریب تھے اور ہاشم بن عتبہ قبلہ کی طرف، [illegible] نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار گندمی رنگ، طویل القد تھے، آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، آپ کی آنکھیں [illegible] آپ [illegible] سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء...... آپ بہت پہلے اسلام لا چکی تھیں، آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور زخمیوں

رہا اور کوئی بھی انہیں پوری پوری نہیں ملی تھیں۔ آپ سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ اس سال یہ صفین میں بے شمار افراد قتل ہوئے بعض نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کے ۴۵ ہزار اور اہل عراق کے ۲۵ ہزار افراد قتل ہوئے فی الجملہ ان میں اعیان و مشاہیر بھی تھے جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

واقعات ۳۸ھ

اسی سال امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو دوبارہ مصر بھیجا انہوں نے محمد بن ابی بکر کے قبضہ سے مصر آزاد کرا لیا پھر حضرت معاویہ نے حضرت عمرو کو مصر کا نائب مقرر کر دیا جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ حضرت علی نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر کا نائب بنایا تھا انہوں نے مصر محمد بن ابی حذیفہ کے ہاتھ سے چھینا تھا اور جس وقت ابن ابی حذیفہ مصر پر مستولی ہوئے تھے تو اسی وقت انہوں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو اس پر تصرف کرنے سے روک دیا تھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جس وقت حضرت عثمان محصور ہو گئے تھے حالانکہ حضرت عثمان نے عمرو بن العاص کو مصر کی نیابت سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو نائب بنایا تھا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ حضرت عمرو بن العاص ہی فاتح مصر تھے پھر حضرت علی نے قیس بن سعد کو مصر کی نیابت سے معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا نائب بنا دیا بعد میں حضرت علی اپنے اس فیصلہ پر نادم بھی ہوئے کیونکہ قیس بن سعد حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کے ہم پلہ تھے اور محمد بن ابی بکر ان کے ہم پلہ نہیں تھے۔

حضرت قیس بن سعد معزولی کے بعد مدینہ واپس آ گئے پھر آپ عراق آ گئے اور حضرت علی کے ساتھ رہنے لگے حضرت معاویہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میرے نزدیک قیس کا حضرت علی کے پاس ہونا ان ایک لاکھ جانبازوں کی بہ نسبت جو حضرت علی کے پاس موجود ہوں زیادہ سخت ہے۔ قیس حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے جب حضرت علی صفین سے فارغ ہو گئے اور آپ کو اطلاع ملی کہ اہل مصر نے چھبیس سالہ نوجوان ہونے کی وجہ سے محمد بن ابی بکر کی تحقیر کی ہے تو آپ نے دوبارہ قیس کو بھیجنا چاہا پھر آپ نے اشتر نخعی جو اس وقت موصل اور نصیبین کا نائب تھا کو مصر کا نائب بنانے کا ارادہ کر لیا چنانچہ حضرت علی نے اشتر کو خط لکھ کر بلوایا اور انہیں مصر کا نائب مقرر کر دیا جب حضرت معاویہ کو اس کی اطلاع ملی تو ان پر یہ بات گراں گزری کیونکہ مصر کی طرف ان کا میلان تھا اور وہ اسے محمد بن ابی بکر کے قبضہ سے چھیننا چاہتے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اشتر کی قوت اور شجاعت کی وجہ سے وہ اس پر قبضہ نہیں کر سکیں گے۔

جب اشتر نے دیار مصر کا سفر شروع کیا اور قلزم تک پہنچ گیا تو زمیندار نے اس کا استقبال کیا اور اسے کھانے اور شہد کا مشروب پیش کیا جس کی وجہ سے اشتر نخعی کی موت واقع ہو گئی اور جب حضرت معاویہ اور عمرو کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا بلاشبہ شہد میں بھی اللہ کے لشکر ہیں۔

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس شخص سے کہا تھا کہ وہ کسی طرح اشتر کو قتل کر دے اور حضرت معاویہ نے اس سے اس پر چند کاموں کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اگر بالفرض یہ بات صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو حضرت معاویہ حضرت عثمان کے قاتلین میں سے ہونے کی وجہ سے اشتر کے قتل کو جائز سمجھتے تھے۔ ماحاصل کلام یہ ہے کہ حضرت معاویہ اور اہل شام اشتر کے قتل سے بہت شاداں و فرحاں ہوئے جب اشتر کی وفات کا حضرت علی کو علم ہوا تو آپ اس کی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے بہت متاسف ہوئے اور آپ نے خط لکھ کر محمد بن ابی بکر کو مصر میں ٹھہرنے کی ہدایت کی لیکن خربتا شہر میں رہنے والے عثمانیوں کی مخالفت کی وجہ سے محمد بن ابی بکر کو کمزور کر دیا۔

جب حضرت علی جنگ صفین سے واپس آ گئے اور تحکیم کے معاملہ کا جو نتیجہ تھا ہوا اور اہل عراق نے شامیوں سے قتال کرنے سے انکار کر دیا اور اہل شام نے امیر المومنین کی حکومت ٹوٹنے کے بعد حضرت معاویہ کو امیر المومنین مقرر کیا تو ان کا معاملہ قوت پکڑ گیا اس وقت حضرت معاویہ نے اپنے امراء حضرت عمرو بن العاص، حضرت شرحبیل بن سمط، حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید، حضرت ضحاک بن قیس، حضرت بسر بن ارطاۃ، حضرت ابوالاعور سلمی اور حضرت حمزہ بن سنان ہمدانی وغیرہ کو جمع کیا اور ان سے دیار مصر جانے کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا کہ آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور حضرت معاویہ نے مصر فتح کرنے کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص کو مصر کا

تاب نہ دیا، جس سے حضرت عمرو بن العاص بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد حضرت عمرو نے حضرت معاویہ سے کہا کہ میری رائے ہے کہ آپ ایک عالی قدر اور بزرگ شخص کی امارت میں بکثرت افراد کو مصر بھیج دیں، کیونکہ وہاں حضرت عثمان سے محبت رکھنے والے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے جو دشمن سے جنگ کی صورت میں ان کی مدد کرے گی۔ حضرت معاویہ نے فرمایا میں ان لوگوں کو جو وہاں ہمارے مددگار ہیں، خط لکھوں جس میں انہیں ان کی آمد سے متعلق اطلاع دوں اور ہمارے دشمن کے پاس بھی ایک خط بھیجوں، جس میں ہم ان کو صلح کی دعوت دیں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا اے عمرو! آپ ایسے شخص ہیں کہ آپ کی جلد بازی میں برکت رکھی گئی ہے اور میں ایسا شخص ہوں کہ میری آہستگی میں برکت رکھی گئی ہے۔ حضرت عمرو نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالے اس کے مطابق آپ کام کیجئے، خدا کی قسم آپ کا اور ان کا معاملہ ایک بڑی جنگ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت معاویہ نے مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج سکونی کو خط لکھا۔ یہ دونوں بلاد مصر میں ان لوگوں کے امیر تھے جنہوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی، اور وہ مصر میں حضرت علی کے حکم کا انکار کر رہے تھے، کہ جلد ہی ان کے پاس ایک فوج آ رہی ہے اور آپ نے وہ خط اپنے غلام سبیع کے ہاتھ روانہ کیا۔

جب وہ خط مسلمہ اور معاویہ بن خدیج کو ملا تو وہ بہت خوش ہوئے اور دونوں نے آپ کو جواب دیا کہ وہ آپ کی اور جس فوج کو آپ بھیجیں گے انشاء اللہ ہر ممکن مدد کریں گے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ نے حضرت عمرو کو چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور حضرت معاویہ نے خود انہیں الوداع کیا اور انہیں تقویٰ، آہستگی اور نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی اور یہ کہ جو جنگ کرے اسے قتل کر دو اور جو پیٹھ پھیر جائے اسے معاف کر دیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو صلح اور اتفاق کی دعوت دی جائے اور جب آپ کامیاب ہو جائیں تو آپ کے مددگار باعزت لوگ ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے مصر کا سفر اختیار کیا، جب آپ مصر پہنچے تو عثمانیوں نے آپ پر اتفاق کر لیا، آپ نے ان کی قیادت کی، حضرت عمرو بن العاص نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا: اما بعد! آپ ایک طرف ہو جائیے، اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو میری کامیابی سے کوئی تکلیف پہنچے، اس شہر کے لوگوں نے آپ کی مخالفت پر اتفاق کر لیا ہے اور وہ آپ کی اطاعت کرنے پر نادم ہیں اور اگر آپ پر کوئی مصیبت آ گئی تو وہ آپ کو چھوڑ دیں گے، اس لئے آپ یہاں سے چلے جائیے، میں آپ کا خیر خواہ ہوں، والسلام۔

حضرت عمرو نے محمد بن ابی بکر کے پاس حضرت معاویہ کا بھی خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: اما بعد! بلاشبہ بغاوت اور ظلم کا انجام بہت برا ہوتا ہے اور ناحق خون بہانے والا شخص دنیا میں سزا سے اور آخرت میں برے انجام سے نہیں بچ سکتا اور ہم نے کسی کو نہیں جانا جو آپ سے بڑھ کر حضرت عثمان کا مخالف ہوگا، جس وقت آپ ان کو زندگی کے آخری سانس اور ان کی گردن کی رگوں کے درمیان اپنے تیروں سے زد پہ مار رہے تھے، آپ خیال کرتے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں غافل ہوں یا آپ کی اس بات کو بھول گیا ہوں، یہاں تک کہ آپ ایسے ملک پر مسلط ہو گئے ہیں جہاں کے لوگ میرے مددگار ہیں اور میں نے تیرے مقابلہ کے لئے لشکر بھیج دیئے ہیں جو تجھ سے جہاد کریں گے، خدا قریب ہی تمہیں قتل کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہرگز تجھ کو قصاص سے نہیں بچائے گا، والسلام۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے دونوں خطوں کو لپیٹ کر حضرت علی کے پاس بھیج دیا اور انہیں لکھا کہ حضرت معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص لشکر لے کر مصر آ رہے ہیں، اگر آپ کو مصر کی ضرورت ہے تو اموال اور جوانوں کے ذریعہ مدد کیجئے۔ حضرت علی نے خط کا جواب لکھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو صبر سے کام لینے اور دشمن کے خلاف ڈٹ جانے کی تاکید کی اور یہ کہ جلد ہی آپ کی امداد کے لئے فوج کے ذریعہ ہر ممکن مدد کی جائے گی۔

محمد بن ابی بکر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص کے خط کا جواب دیا۔ رحمت اللہ علیہ میں ہے اور محمد بن ابی بکر نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں ان کو جہاد کی ترغیب دی اور ان کو ان لوگوں کے مقابلہ کرنے پر ابھارا جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ انہوں نے قصد کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے اپنی فوج لے کر ساتھ چلنے والے لشکروں کے ساتھ مصر کی طرف چڑھائی کر دی، حضرت علی کی فوج کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی اور محمد بن ابی بکر دو ہزار مصریوں کے ساتھ جنہوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا تھا سوار ہو کر نکلے اور اس نے اپنی فوج کے آگے کنانہ بن بشر کو کیا اور جو بھی شامی ان کے سامنے آتا وہ اس سے قتال کرتے یہاں تک کہ اس کو شکست دے کر عمرو بن العاص کے پاس بھیج دیتا تھا۔

حضرت عمرو بن عاص نے معاویہ بن خدیج کو آگے کیا اور شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس وقت کنانہ پیدل آگے بڑھے اور تو ان کی زبان پر یہ آیت (وما کان لنفس (الخ) پڑھ رہے تھے اور لڑتے لڑتے قتل ہو گیا اور محمد بن ابی بکر کے ساتھی اسے چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور وہ پیدل واپس لوٹا اسے ایک ویران جگہ نظر آئی اس میں اس نے پناہ لے لی اور حضرت عمرو بن عاص فسطاط مصر میں داخل ہو گئے۔

اور حضرت معاویہ بن خدیج محمد بن ابی بکر کی تلاش میں نکلا وہ کافر عجمیوں کے پاس سے گزرا تو اس نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کوئی ناواقف شخص گزرا ہے انہوں نے کہا نہیں البتہ ان میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے اس ویرانے میں ایک شخص کو بیٹھے دیکھا ہے۔ تو حضرت معاویہ نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ محمد بن ابی بکر ہے انہوں نے اس جگہ میں داخل ہو کر اس سے محمد بن ابی بکر کو نکالا اور وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا تھا اس کا بھائی عبدالرحمن حضرت عمرو بن عاص کے پاس آیا اور وہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر آیا تھا اس نے کہا میرے بھائی کو باندھ کر قتل کیا جائے گا۔

عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ بن خدیج کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ محمد بن ابی بکر کو قتل کرنے کے بجائے آپ کے پاس لے آئے حضرت معاویہ نے جواب میں کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیا وہ کنانہ بن بشر کو قتل کر دیں اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں جبکہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے ہے اور حضرت عثمان نے ان سے موت کے وقت پانی طلب کیا تھا اور محمد بن ابی بکر نے ان سے پوچھا کیا ایک قطرہ کا سوال کیا حضرت معاویہ نے کہا اگر میں تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی پلا دوں تو اللہ تعالیٰ مجھے کبھی سیراب نہ کرے تم نے تو حضرت عثمان کو پانی نہیں دیا اور تم نے ان کو روزہ اور حرمت کی حالت میں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں رحیق مختوم ملا۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ بن خدیج، عمرو بن عاص، معاویہ اور حضرت عثمان بن عفان کو گالیاں دیں اس موقع پر معاویہ بن خدیج غصے ہو گیا اس نے محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا پھر اسے گدھے کی مردہ کھال میں بند کر کے آگ میں جلا دیا جب حضرت عائشہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس پر شدید جزع فزع کی اور اس کے عیال کو اپنے پاس لے آئیں ان میں محمد بن ابی بکر کا لڑکا قاسم بھی تھا حضرت عائشہ نماز میں اس کے بعد حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص کے خلاف دعا کیا کرتی تھیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص چار ہزار فوج کے ساتھ جس میں ابو الاعور سلمی بھی تھا مصر آئے انہوں نے المسناۃ مقام پر مصریوں سے شدید جنگ کی حتیٰ کہ کنانہ بن بشر بن عتاب تجیبی قتل ہو گیا اور اس کے بعد محمد بن ابی بکر بھاگ گیا اور ایک شخص جبلہ بن مسروق کے پاس جا چھپا پھر اس نے محمد بن ابی بکر کی مخبری کر دی معاویہ بن خدیج اور اس کے ساتھیوں نے اس کا محاصرہ کر لیا محمد بن ابی بکر ان کی طرف نکلا اور ان سے قتال کیا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔

واقدی کا قول ہے یہ اسی سال ماہ صفر کو واقعہ ہے اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد حضرت علی نے اشتر نخعی کو مصر جانے کی ہدایت کی لیکن راستے ہی میں اس کی وفات ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اسی سال شعبان میں اذرح کی جنگ بھی ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاص نے حقیقت حال سے باخبر رکھنے کے لئے حضرت معاویہ کو لکھا تھا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مصر فتح ہو چکا ہے اور انہوں نے صلح و اطاعت اور جماعت کی طرف رجوع کیا ہے۔

ہشام بن محمد بن کلبی کا بیان ہے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بھاگ گیا اور وہ حضرت عثمان کے قتل پر لوگوں کو ابھارنے والوں میں سے تھا حضرت عمرو بن عاص نے اسے حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا لیکن انہوں نے اسے خود قتل نہیں کیا کیونکہ وہ حضرت معاویہ کے ماموں تھے حضرت معاویہ نے اسے فلسطین کی جیل میں بند کر دیا وہ جیل سے بھاگ گیا اور عریش پہنچا اس میں ایک شخص عبداللہ بن عمرو بن ظلام جذامی سے ملاقات ہوئی وہ ایک غار میں روپوش ہو گیا اور وحشی گدھے اس غار کی طرف آتے تھے تو اس کو دیکھ کر بدک گئے کھیتی کاٹنے والوں کی ایک جماعت وہاں پر جب وہاں سے گزرے تو انہوں نے اس میں محمد بن ابی حذیفہ کو بیٹھا ہوا دیکھا عبداللہ بن ظلام نے یہ خیال کر کے کہیں حضرت معاویہ اسے معاف نہ کر دیں محمد بن ابی حذیفہ کو قتل کر دیا اور کلبی وغیرہ کا بھی یہی بیان ہے اور واقدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ ۳۶ھ میں قتل ہوا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے۔

ابراہیم بن حسین بن دیزیل نے اپنی کتاب میں متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے [illegible] میں سے ایک قبطی نے مال کو [illegible] دینے [illegible] آپ کے پاس [illegible] اور [illegible] تجارت کے ذریعے [illegible] مسلمانوں [illegible] کے بارے میں آگاہ کرتا تھا حضرت عمرو بن عاص نے اس سے پہچان [illegible] بیان کیا ہے کہ [illegible] ہے اور یہ [illegible] ہم نے ایک [illegible] اور [illegible] [illegible] سے [illegible] وزن تک پہنچتا ہے۔

ابو مخنف اپنی اسناد سے بیان کرتا ہے کہ جب حضرت علی کو محمد بن ابی بکر کا قتل ہونے اور حضرت عمرو کے اس پر قابض ہونے اور مصری باشندوں کے حضرت معاویہ اور عمرو پر اتفاق کر لینے کی اطلاع ملی تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں آپ نے لوگوں کو [illegible] شامیوں سے جہاد کرنے اور ان کی طرف کوچ کرنے کی ترغیب دی [illegible] ان کے لئے مقام [illegible] جب کل صبح ہوئی تو خود پیدل چل کر وہاں پہنچے لیکن ان لوگوں میں سے ایک فرد بھی وہاں نہیں پہنچا۔

جب شام ہوئی تو حضرت علی نے اشراف کی طرف پیغام بھیجا وہ آپ کے پاس آئے تو آپ غمزدہ اور فکرمند تھے حضرت علی نے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا:

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے جس کام کا ہونا فیصلہ کر دیا اور جس فعل کو چاہا مقدر کر دیا اور مجھے تم لوگوں میں سے [illegible] کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ جب میں حکم دیتا ہوں تو میری اطاعت نہیں کرتے اور میری دعوت پر لبیک نہیں کہتے [illegible] حضرت معاویہ اجڈ اور کمینے لوگوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر کسی [illegible] کے ان کی [illegible] سال میں دو یا تین بار [illegible] جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں اور میں تم کو دعوت اور عطا [illegible] قتل ہونے کے باوجود میری بات کا جواب نہیں دیتے اور مجھ سے [illegible] اور میری نافرمانی کرتے ہو۔

اسی دوران مالک بن کعب ارحبی کھڑا ہوا جس نے لوگوں کو حضرت علی کی [illegible] اطاعت کی طرف دعوت دی [illegible] نے اس کی آواز پر لبیک کہا حضرت علی نے مالک بن کعب کو [illegible] امیر بنا کر [illegible] کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے پانچ دن کا سفر طے کیا تھا کہ حضرت [illegible] کے پاس مصر سے محمد بن ابی بکر کی شہادت کی [illegible] انہوں نے حضرت علی کو وہاں کے تمام حالات سے آگاہ کیا [illegible] کا [illegible] اور حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت کس طرح ہوئی [illegible] ان کے بعد حضرت علی نے مالک بن کعب [illegible] سے [illegible] جو حضرت علی کا [illegible] کہ شام [illegible] انہوں نے [illegible] جب سے حضرت علی کی مخالفت کرنے کی ٹھان لی [illegible] حضرت علی نے [illegible] [illegible] حضرت ابن عباس نے [illegible] حضرت علی [illegible] محمد بن ابی بکر [illegible] سے [illegible] حضرت علی اور لوگوں کی طرف [illegible] [illegible] حضرت علی [illegible] واپس آ گئے۔

اسی دوران حضرت معاویہ نے عبداللہ بن حضرمی کے ساتھ [illegible] بصرہ [illegible] بھیجا جس [illegible] حضرت عمرو بن عاص نے [illegible] کی طرف دعوت دی۔ عبداللہ بن حضرمی بصرہ پہنچ کر بنی تمیم کے پاس [illegible] [illegible] کی طرف [illegible] [illegible] ابن عباس [illegible] [illegible] کی طرف بھیجا [illegible] حضرت علی نے [illegible] [illegible] [illegible] ابن حضرمی کی دعوت [illegible] [illegible] [illegible]

تو انہوں نے [illegible] کے لئے [illegible]

فصل

ابن جریر نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت علیؓ کی اہل نہروان کے ساتھ جنگ اسی سال ہوئی تھی، اسی طرح خریت بن راشد ناجی کا خروج بھی اسی سال ہوا، اور وہ تیس آدمیوں میں حضرت علیؓ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے علی! آج کے بعد میں آپ کی اطاعت نہیں کروں گا اور نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل میں آپ سے جدا ہو جاؤں گا، حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے، اس وقت تو اپنے رب کی نافرمانی کرے گا، عہد شکنی کرے گا اور تو اپنی ذات ہی کو نقصان پہنچائے گا، تو کس وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔

اس نے کہا: اس وجہ سے کہ آپ نے کتاب اللہ میں تحکیم بنا دیا ہے اور جب سنجیدگی بڑھ گئی تو آپ قیام حق سے عاجز آ گئے اور آپ ظالم قوم کے ساتھ مل گئے، میں آپ سے بیزار ہوں اور آپ پر اعتراض کرنے والا ہوں اور ہم سب آپ کو چھوڑنے والے ہیں، اس کے بعد وہ اپنی جماعت کے ہمراہ بصرہ چلا گیا، حضرت علیؓ نے معقل بن قیس کو ان کی طرف بھیجا، پھر اس کے پیچھے خالد بن معدان طائی کو بھیجا جو صالح، بہادر اور عقلمند انسان تھا اور حضرت علیؓ نے اسے معقل کی بیعت و اطاعت کا حکم دیا، جب ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تو دونوں کے ملنے سے ایک بڑا لشکر بن گیا، پھر وہ خریت اور اس کے اصحاب کی تلاش میں نکلے، انہوں نے اسے رامہرمز کے پہاڑ میں پایا، یہ گھاٹی کی ہموار جگہ تھی، پھر انہوں نے ان کے لئے صف بندی کی، معقل نے میمنہ پر یزید بن معقل کو اور میسرہ پر منجاب بن راشد ضبی کو مقرر کیا، خریت اپنے عرب ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور وہ میمنہ بن گئے، اور اس نے کردوں اور اپنے ماتحت بدوؤں کو میسرہ بنا دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ معقل نے اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہوئے اعلان کیا کہ اے بندگان خدا! ان لوگوں سے جنگ شروع نہ کرو، نگاہیں پست رکھو، بات کم کرو، اپنے کو نیزہ زنی اور شمشیر زنی پر آمادہ کرو، اور تم کو اپنی جنگ میں اجر کی بشارت ہو، اس لئے کہ تم اپنے دین سے خروج کرنے والے خارجیوں، مجوسیوں، کافروں اور کردوں سے لڑ رہے ہو، جب میں حملہ کروں تو تم بھی میرے ساتھ یکبارگی حملہ کر دینا، اس کے بعد معقل آگے بڑھا، اس نے اپنے گھوڑے کو دو بار حرکت دی اور تیسری بار ان پر حملہ کر دیا، ہم نے بھی اس کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا، بخدا تھوڑی دیر بھی نہیں گزری تھی کہ وہ شکست کھا کر پیٹھ پھیر گئے، اور ہم نے کافر مجوسیوں اور کردوں میں سے ستر افراد قتل کئے، اور خریت بھاگ کر ساحل پر چلا گیا جہاں اس کی قوم کے بہت سے افراد تھے، انہوں نے اس کا تعاقب کیا اور ساحل سمندر پر ایک جماعت سمیت نعمان بن صہبان نے اسے قتل کر دیا اور میدان کارزار میں خریت کے ساتھ ایک سو ستر افراد قتل ہوئے۔

اس کے بعد ابن جریر حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان بہت سے معرکوں کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس نے یحییٰ بن عوف سے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اہل نہروان کو قتل کیا تو بہت سے لوگوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کے اطراف ٹوٹ گئے، اور بنو ناجیہ نے بھی آپ کی مخالفت کی، اور ابن حضرمی بصرہ آیا، اور اہل جبال نے بغاوت کی، اور خوارج نے نیکی ختم کرنے کی حرص کی اور انہوں نے سہل بن حنیف کو ایران سے نکال دیا اور وہ آپ کی طرف سے گورنر تھے، اور ابن عباس نے حضرت علیؓ کو زیاد بن ابیہ کے بارے میں مشورہ دیا کہ ان کو ایران کا گورنر بنا دیں، چنانچہ آپ نے اسے ایران کا گورنر بنا دیا، اور وہ ایک بڑی فوج کے ہمراہ ایران گیا اور اس نے ان کو روند ڈالا حتیٰ کہ انہوں نے خراج ادا کیا۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال قثم بن عباس نے لوگوں کو حج کروایا جو حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ پر نائب تھے، اور ان کے بھائی عبیداللہ بن عباس یمن کے نائب تھے اور ان ہی کے بھائی عبداللہ بصرہ کے نائب تھے، ان کے بھائی تمام بن عباس مدینہ کے نائب تھے اور خراسان کے امیر خالد بن قرہ یربوعی یا ابن ابزی تھے، لیکن مصر بدستور حضرت معاویہ کے زیر تسلط تھا اور حضرت عمرو بن العاص اس کے نائب تھے۔

خواص کی وفات

سہل بن حنیف ...... ابن وہب بن عکیم بن ثعلبہ انصاری اوسی آپ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ احد میں ثابت قدم رہے اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شریک ہوئے، حضرت علی کے ساتھ رہے ان کے ساتھ جمل کے علاوہ تمام معرکوں میں شریک ہوئے کیونکہ جنگ جمل کے وقت آپ مدینہ کے نائب تھے، آپ نے ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، حضرت علی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں آپ نے ۵ یا ۶ تکبیریں کہیں اور آپ کے بارے میں فرمایا کہ آپ اہل بدر میں سے ہیں۔

سہل بن بیضاء کے بھائی صفوان بن بیضاء[1] ...... آپ تمام معرکوں میں شامل رہے اسی سال ماہ رمضان میں وفات پائی آپ کی اولاد نہیں تھی۔

صہیب بن سنان بن مالک[2] ...... آپ اصلاً یمنی تھے ابو یحییٰ کنیت تھی آپ کا والد یا چچا کسریٰ کا گورنر تھا آپ کی فرودگاہیں موصل کے پاس دجلہ یا فرات کے کنارے تھی آپ کے شہر پر رومیوں نے غارتگری کر کے آپ کو بچپن میں گرفتار کر لیا آپ ایک زمانہ تک ان کے پاس رہے بعد ازاں بنو کلب نے آپ کو ان سے خرید لیا اور آپ کو مکہ لے آئے پھر آپ کو عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا اور آپ ایک عرصہ تک مکہ ہی میں رہے جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے آپ اور حضرت عمار تیس سے کچھ زائد افراد کے ساتھ مسلمان ہو گئے آپ کو اسلام میں بڑی تکالیف دی گئیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ ﷺ کے چند روز بعد حضرت صہیب نے ہجرت کی، مشرکین کا ایک گروہ آپ تک پہنچ گیا اور آپ کو ہجرت سے باز رکھنا چاہتے تھے، جب آپ نے ان کی طرف سے رکاوٹ محسوس کی تو آپ نے اپنا ترکش اپنے سامنے کر کے ان سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے بڑا تیر انداز ہوں، خدا کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں ہر تیر کے بدلے تم میں سے ہر ایک شخص کو قتل نہ کر دوں، اس کے بعد میں تم سے اپنی تلوار کے ذریعہ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میں خود قتل کر دیا جاؤں، اگر تم مال چاہتے ہو تو فلاں جگہ میرا مال مدفون ہے وہاں جا کر اسے اٹھا لو۔

چنانچہ انہوں نے آپ کو چھوڑ کر آپ کے مال پر قبضہ کر لیا، جب آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو یحییٰ کی تجارت نفع بخش رہی اور اللہ نے آپ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل فرمائی۔

ومن الناس من یشری الخ

عمرو بن علقمہ نے علی بن زید عن سعید بن المسیب روایت کی ہے کہ آپ بدر و احد اور دیگر تمام معرکوں میں شریک ہوئے، جب حضرت عمر نے خلافت کا معاملہ طے کرنے کے لئے شوریٰ بنائی تو آپ ہی حضرت عثمان کے خلیفہ بننے تک امام الصلاۃ تھے، آپ نے ہی حضرت عمر کا جنازہ پڑھایا، آپ حضرت عمر کے دوست تھے، آپ کا رنگ شدید سرخ تھا، قد نہ زیادہ لمبا تھا نہ زیادہ چھوٹا، آپ کی دونوں ابرو ملی ہوئی تھیں، آپ بہت بالوں والے تھے، آپ کی زبان میں شدید لکنت تھی، آپ میں فضیلت اور بہادری کے باوجود خوش طبعی تھی، روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز آپ کو روٹی کے ساتھ کھجور کھاتے دیکھا، اس وقت آپ کی ایک آنکھ دکھتی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم تازہ کھجور کھاتے ہو حالانکہ تمہاری ایک آنکھ دکھتی ہے، صہیب نے جواب دیا میں تو دوسری طرف سے کھا رہا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا جواب سن کر مسکرائے، آپ نے ۳۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی، آپ کی عمر ستر سے متجاوز تھی۔

---

[1] الاستیعاب: ۲/۱۰۱، الاصابہ ۳/۲۳۳، اسد الغابہ ۳: ۳۰

[2] الاستیعاب: ۲/۱۷۴، الاصابہ ۲/۱۹۵، اسد الغابہ ۳: ۳۶، تجرید اسماء الصحابہ ۱/۲۸۴

محمد بن ابی بکر الصدیق[1] آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حجۃ الوداع کے موقع پر حرم کے قریب پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے وفات کے وقت آپ ہی کو غسل کی وصیت کی تھی چنانچہ آپ ہی نے حضرت ابوبکر صدیق کو غسل دیا۔ جب اسماء کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت علی نے آپ سے نکاح کر لیا چنانچہ حضرت علی کی گود میں آپ نے پرورش پائی۔ جب حضرت علی خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ کو قیس بن سعد بن عبادہ کے بعد مصر کا نائب بنا دیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس سال حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کی طرف بھیجا تو انہوں نے آپ سے مصر چھین کر آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی عمر ۲۸ سال سے بھی کم تھی۔

اسماء بنت عمیس[2]...... ابن سعد بن حارث خثعمیہ آپ مکہ میں اسلام لائیں اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ خیبر آئیں، وہاں پر آپ سے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے حضرت جعفر کے موتہ میں شہید ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر نے آپ سے نکاح کر لیا، اسی وقت آپ کے بطن سے امیر مصر محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی نے آپ سے نکاح کیا جس سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے، حضرت اسماء ام المؤمنین حضرت میمونہ کی ماں جائی بہن تھیں، اسی طرح یہ حضرت عباس کی بیوی ام الفضل کی بھی حقیقی بہن تھیں، حضرت اسماء کی ایک بہن اور بھی تھیں، حضرت سلمہ حضرت عباس کی بیوی سلمیٰ بنت عمیس ان کی بھی بہن تھیں، عمیس کی ایک لڑکی تھی جس کا نام عمارہ تھی۔

واقعات ۳۹ھ

اسی سال معاویہ بن ابی سفیان نے بہت سے لشکر تیار کر کے حضرت علی کی عملداری کے اطراف میں بھیجے کیونکہ جب ابوموسیٰ کے ساتھ حضرت علی کی معزولی پر اتفاق کر لینے کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو حاکم مقرر کر دیا تو معاویہ نے دیکھا کہ ان کی حکومت درست ہوئی ہے جبکہ ان کے خیال کے مطابق اس حکومت کی اتباع لازم ہو گی ہے نیز اس لئے بھی کہ عراقی فوج نے امور شرعیہ میں حضرت علی کی نافرمانی کی ہے اور دین کے حکم کو بجا نہیں لاتی، اور ایسی حالت میں ارادہ کا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا تھا ان کے خیال کے مطابق ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

چنانچہ اس سال حضرت معاویہ نے نعمان بن بشیر کو دو ہزار فوج کے ساتھ عین التمر کی طرف بھیجا اس وقت عین التمر پر حضرت علی کی طرف سے ایک ہزار مسلح فوج کے ساتھ مالک بن کعب ارحبی نائب تھا، جب ان کو شامیوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے، مالک بن کعب کے ساتھ صرف ایک سو افراد باقی رہ گئے انہوں نے حضرت علی کو صورت حال لکھ بھیجی۔ حضرت علی نے مالک بن کعب کی طرف لوگوں کو بھیجنا چاہا لیکن انہوں نے سستی اور کاہلی سے کام لیا اور کسی نے بھی حضرت علی کی آواز پر لبیک نہیں کہا، پھر حضرت علی نے ان کو خطبہ دیا کہ اے اہل کوفہ! جب بھی تم کو شامیوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو تم میں سے ہر ایک اپنے گھر میں گھس گیا اور بجو کے اپنے بل میں گھس جانے کی طرح دروازہ بند کر لیا اور دھوکہ زدہ ہے جسے تم دھوکہ دو اور جو تم سے جدا ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ ندا کے وقت تم شریف نہیں ہو اور نہ نجا کے وقت تم پر کوئی اعتبار کیا جا سکتا ہے بے شک تمہاری وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہوں ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

نعمان بن بشیر نے عین التمر کو آ لیا اور دونوں میں جنگ ہوئی، مالک بن کعب کے ساتھ صرف سو افراد تھے جنہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیے اور انہوں نے بہت قوت دکھائی، اسی اثناء میں نجبہ سے مخنف بن سلیم اپنے لڑکے سمیت پچاس افراد کے ہمراہ مالک کی مدد کے لئے آیا، جب شامیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ مالک کی مدد کو ایک بہت بڑی فوج آ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ بھاگ گئے، مالک نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے تین افراد کو قتل کر دیا اور باقیوں کا جس جانب منہ اٹھا اسی جانب نکل گئے اور شامیوں کی شکست تو مکمل ہو گئی۔

---

(1) الاستیعاب: ۲۳۸۵، الاصابہ: ۶/۵۳ ۲، اسد الغابہ: ۵/۱۰۲

(2) الاستیعاب: ۳۲۲۸، الاصابہ: ۷/۴۸۹، اسد الغابہ: ۷/۱۳، تجرید اسماء الصحابہ: ۲/۲۵۴

اسی زمانہ میں حضرت معاویہ نے چھ ہزار کا لشکر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہیت پر جا کر غارت گری کریں پھر حضرت معاویہ نے اس کے بعد ان کو انبار اور مدائن جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ لشکر ہیت پہنچا تو وہاں پر کوئی نہیں تھا اس کے بعد انہوں نے انبار کا رخ کیا تو وہاں پر حضرت علی کی طرف سے سو مسلح افراد تھے لشکر والوں کو دیکھ کر وہ بھی متفرق ہوگئے اور ان میں سے صرف ایک سو افراد باقی رہ گئے انہوں نے ہمت اور ثابت قدمی سے جنگ کی حتیٰ کہ ان کا امیر قتل ہوگیا اور اس کے بعد حضرت معاویہ کا لشکر سامان وغیرہ لے کر واپس شام چلا گیا۔

جب حضرت علی کو اس کارروائی کا علم ہوا تو وہ خود بھی تعاقب میں سوار ہو کر نخیلہ تک آگئے لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نہ مجھے اور نہ اپنے آپ کو کفایت کرو گے حضرت علی نے سعد بن قیس کو قوم کے پیچھے بھیجا وہ ان کے پیچھے پیچھے ہیت تک گیا لیکن وہاں سے لوٹ کر واپس آگیا۔

اسی سال حضرت معاویہ نے عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو سترہ سو لشکر کے ہمراہ تیماء کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ اہل تیماء سے صدقہ وصول کرے اور جو قبول نہ کرے اسے قتل کر دے اس کے بعد مکہ مدینہ اور حجاز جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ تیماء پہنچے تو بہت سے لوگ ان پر متفق ہوگئے جب حضرت علی کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مسیب بن نجبہ فزاری کو دو ہزار کے لشکر کے ساتھ بھیجا تیماء میں ان کی مڈبھیڑ ہوئی زوال شمس کے وقت دونوں میں خوب جنگ ہوئی مسیب بن نجبہ نے ابن مسعدہ پر حملہ کیا اس نے ابن مسعدہ کو تین ضربیں لگائیں اور اس کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کو کہہ رہا تھا نجات پاؤ نجات پاؤ۔

ابن مسعدہ ایک جماعت کے ہمراہ قلعہ کی طرف چلا گیا اور اس نے قلعہ میں پناہ لے لی اس کے باقی ساتھی شام کی طرف بھاگ گئے۔ جبکہ بدوؤں نے ابن نجبہ کے جمع کئے ہوئے صدقہ کے اونٹ لوٹ لئے۔

مسیب بن نجبہ نے تین روز تک ان کا محاصرہ کئے رکھا بعد ازاں اس نے دروازہ پر لکڑیاں ڈال کر اسے آگ لگا دی جب وہ ہلاک ہونے لگے تو انہوں نے قلعہ سے باہر آکر اس کو قرابتداری کا واسطہ دیا مسیب بن نجبہ کو ان پر ترس آگیا اس نے آگ بجھوا دی اور رات کے وقت قلعہ کا دروازہ کھول دیا وہ سب نکل کر شام کی طرف چلے گئے عبدالرحمن بن شبیب نے مسیب بن نجبہ کو ان کے تعاقب کا حکم دیا لیکن اس نے ان کا تعاقب نہیں کیا عبدالرحمن نے اس سے کہا تو نے امیر المومنین کو دھوکہ دیا ہے اور ان کے معاملہ میں تو نے منافقت سے کام لیا ہے۔

اسی سال حضرت معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار افراد کے ہمراہ حضرت علی کے لشکر پر غارت گری کے لئے بھیجا حضرت علی نے حجر بن عدی کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ میں بھیجا اور حضرت علی نے فوج میں پچاس پچاس درہم تقسیم کئے تدمر میں دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی ضحاک کے سترہ اور حجر کے دو آدمی قتل ہوئے لڑتے لڑتے ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو وہ متفرق ہوگئے ضحاک اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلا گیا۔

محمد بن سعد نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ جزیرہ آئے لیکن پھر واپس لوٹ گئے۔

اسی سال حضرت علی نے زیاد بن ابیہ کو فارس کا حاکم بنایا اہل فارس نے اطاعت ختم کر کے خراج دینے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ جب ابن حضرمی اور اس کے ساتھی قتل ہوئے تو جاریہ بن قدامہ نے اس مکان کو آگ میں جلا دیا جیسا کہ گذر چکا ہے جب یہ بات مشہور ہوگئی تو بہت سے لوگوں کے دل حضرت علی کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہوگئے اور انہوں نے حضرت علی کی مخالفت شروع کر دی اور اس طرف کے لوگوں نے خراج بند کر دیا اہل فارس نے خاص طور پر سرکشی اختیار کر کے اپنے گورنر سہل بن حنیف کو پکڑ کر ملک ایران سے نکال دیا جیسا کہ ۳۸ ہجری کے واقعات میں یہ بات گذر چکی ہے اس کے بعد حضرت علی نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کس کو ایران کا گورنر بنایا جائے ابن عباس اور جاریہ بن قدامہ نے زیاد کے بارے میں مشورہ دیا کہ انہیں ایران کا گورنر بنایا جائے کیونکہ وہ پختہ تدبیر اور صاحب سیاست ہے۔

چنانچہ حضرت علی نے زیاد بن ابیہ کو ایران اور کرمان کا حاکم مقرر کر دیا اور چار ہزار فوج اس کے ساتھ تیار کی چنانچہ زیاد ان سب فوجوں کے ہمراہ ایران چلا گیا پس اس نے اہل ایران کی ایسی اصلاح کی کہ وہ سیدھے ہوگئے اور انہوں نے خراج دینا بھی شروع کر دیا اور پوری طرح اطاعت اختیار کر لی اور ان میں عدل اور امن وامان قائم کر دیا حتیٰ کہ اہل ایران کہنے لگے کہ ہم نے اس عربی نوجوان سے بڑھ کر کسریٰ کی نرمی، علم اور مداراۃ میں

سیرت نوشیروان کے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا اور ان علاقوں میں اس کا عدل و دلیری زیادہ مشہور ہو گیا۔ اور اس نے وہاں کے لئے ایک مضبوط قلعہ بنوایا جو قلعہ زیاد سے مشہور ہوا اور اس کے بعد جب اس میں منصور یشکری نے پناہ لی تو وہ قلعہ منصور سے مشہور ہو گیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو امیر حج بنایا اور حضرت معاویہؓ نے یزید بن شجرہ کو امیر حج بنایا جب دونوں مکہ میں اکٹھے ہوئے تو دونوں کا اختلاف ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ پر اتفاق کر لیا انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور حج کرایا۔

ابوالحسن مدائنی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کبھی بھی امیر حج نہیں بنے اور اس سال حج کے موقع پر یزید بن شجرہ سے جھگڑا کرنے والے قثم بن عباس تھے حتیٰ کہ دونوں نے شیبہ بن عثمان پر اتفاق کر لیا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آپ کا بیان صحیح کی مانند ہی ہے اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ شہروں پر حضرت علیؓ کے عامل گزشتہ سال والے تھے صرف ابن عباسؓ بصرہ سے کوفہ چلے گئے تھے اور بصرہ پر زیاد بن ابیہ کو خلیفہ بنا گئے تھے پھر یہی زیاد اسی سال فارس اور کرمان گیا جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

خواص کی وفات

سعد القرظی: آپ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد قباء کے مؤذن تھے جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ کو مسجد نبوی کا مؤذن بنا دیا آپ اصل میں حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے آپ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سامنے عید کے روز نیزہ برداری کرتے تھے اور اذان دینے کا سلسلہ ایک عرصہ تک آپ کی اولاد میں بھی قائم رہا۔

عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ: آپ بدر کے پانی پر سکونت پذیر ہو گئے تھے لیکن قول کے مطابق آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے بیعت عقبہ میں آپ حاضر تھے آپ بہت روایات بیان کرنے والوں میں سے تھے۔ جنگ صفین کے موقع پر آپ نے حضرت علیؓ کی نیابت کی۔

واقعات ۴۰ھ

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار جانبازوں کے ساتھ حجاز بھیجا۔ اس سال کے حج سے واقعات میں سے ہے اور زیاد بن عبداللہ بکائی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حکمین کی تحکیم کے بعد امیر معاویہ نے قبیلہ بنی عامر بن لؤی کے ایک شخص بسر بن ارطاۃ کو ایک بڑے لشکر کے ہمراہ حجاز بھیجا جو شام سے چل کر مدینہ پہنچے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو ایوب مدینہ کے عامل تھے وہ ان کی آمد کی خبر سنتے ہی مدینہ چھوڑ کر حضرت علی کے پاس کوفہ چلے گئے اور بسر ان کے بعد مدینہ میں داخل ہو گیا اور منبر پر چڑھ کر اس نے منادی کی اور پکارا اے دینار، اے نجار، اے زریق، میرا بزرگ کہاں ہے؟ جس سے میں نے کل گزشتہ ملاقات کی تھی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پھر اس نے اہل مدینہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل مدینہ! اگر میں نے معاویہ سے عہد نہ کیا ہوتا تو میں اہل مدینہ کے تمام بالغین کو قتل کر کے چھوڑتا۔ اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے بیعت لی اور بنی سلمہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جب تک تم میرے پاس بیعت کے لئے حضرت جابر بن عبداللہ کو نہیں لاؤ گے خدا کی قسم اس وقت تک میرے پاس تمہارے لئے کوئی عہد و امان اور بیعت نہیں ہے۔ حضرت جابر ام سلمہ کے پاس گئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ مجھے اپنے قتل کا اندیشہ ہے اور یہ بیعت ضلالت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ بیعت کر لیں اس لئے کہ میں نے اپنے بیٹے عمر اور اپنے داماد عبداللہ بن زمعہ جو میری لڑکی زینب کے شوہر ہیں کو بھی بیعت کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت جابر نے جا کر بسر کی بیعت کر لی۔

بسر نے مدینہ میں گھروں کو منہدم کردیا پھر وہ مکہ آ گیا۔ ابوموسیٰ اشعری نے اس سے اپنی جان کے بارے میں خطرہ محسوس کیا۔ بسر نے کہا میں صحابی رسول ﷺ کے ساتھ ایسا کام نہیں کرسکتا چنانچہ بسر نے ابوموسیٰ کو چھوڑ دیا اس سے قبل ابوموسیٰ نے یمن کو لکھا تھا کہ حضرت معاویہ کا بھیجا ہوا دستہ حکومت تسلیم نہ کرنے والوں کو قتل کر رہا ہے۔ اس کے بعد بسر نے یمن کا سفر کیا یمن کا گورنر عبیداللہ بن عباس خوف کی وجہ سے بھاگ کر حضرت علی کے پاس کوفہ چلا گیا اور عبداللہ بن عبدالمدان الحارثی کو یمن کا گورنر بنایا گیا جب بسر یمن پہنچا تو اس نے اس کو اور اس کے لڑکے کو قتل کردیا پھر عبیداللہ بن عباس کی اولاد سے ملا اس میں اس کے دو چھوٹے لڑکے بھی تھے جن کا نام عبدالرحمٰن اور قثم تھا بسر نے ان دونوں کو بھی قتل کردیا بعض نے بیان کیا ہے کہ بسر نے اس موقع پر حضرت علی کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کیا اصحاب مغازی و اہل سیر کے نزدیک یہی خبر بہت مشہور ہے لیکن میرے نزدیک اس کی صحت محل نظر ہے واللہ اعلم۔

جب حضرت علی کو بسر کے بارے میں اطلاع ملی تو آپ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار فوج کے ہمراہ بھیجا جاریہ چل کر نجران پہنچا قتل و غارتگری کی اور حضرت عثمان کے بہی خواہوں کو قتل کردیا بسر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے جاریہ نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ مکہ پہنچ گیا جاریہ نے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا انھوں نے کہا امیر المؤمنین کی وفات کے بعد ہم کس کی بیعت کریں جاریہ نے کہا جس کی اصحاب علی نے بیعت کی ہے تم بھی اسی کی بیعت کرو انھوں نے بادل ناخواستہ خوف کی وجہ سے بیعت کرلی۔

اس کے بعد جاریہ مدینہ آگیا حضرت ابوہریرہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے وہ خوف کی وجہ سے بھاگ گئے جاریہ نے کہا خدا کی قسم اگر ابوہریرہ میرے ہاتھ لگ جاتا تو میں اسے قتل کردیتا پھر اس نے اہل مدینہ سے حسن بن علی کی بیعت کے لئے کہا تو انھوں نے اس کی بیعت کرلی جاریہ کچھ روز مدینہ میں قیام کرکے واپس کوفہ آگیا ابوہریرہ نے واپس آکر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے اسی سال طویل خط و کتابت کے بعد علی اور معاویہ کے درمیان جنگ بندی پر صلح ہوگئی اور یہ کہ عراق پر حضرت علی کی اور شام پر حضرت معاویہ کی حکومت ہوگی اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی فوج لے کر دوسرے ساتھی کی مملکت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور نہ کوئی دوسرے پر غارت گیری کرے گا نہ کوئی دوسرے سے جنگ کرے گا اس کے بعد ابن جریر نے زیاد بن عبید کا اتفاق بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی کو خط لکھا کہ جس کا مضمون یہ تھا۔

''اب امت نے ایک دوسرے کو قتل کردیا آپ کے لئے عراق اور میرے لئے شام ہے۔ حضرت علی نے اس فیصلہ کو قبول کرلیا اور ایک دوسرے سے جنگ سے باز آگئے فریقین کی فوجیں اپنے اپنے ملک واپس چلی گئیں۔ وہ معاملہ ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ اسی سال ابن عباس بصرہ سے مکہ چلے گئے۔ واقدی و اہل سیر کے قول کے مطابق انھوں نے گورنری چھوڑ دی۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ ابن عباس حضرت علی کی معاویہ سے صلح تک گورنر رہے بلکہ وہ اس صلح کے گواہ تھے۔

ابن جریر نے ابن عباس کے بصرہ سے خروج کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ انھوں نے ابوالاسود دؤلی کے خلاف سخت کوئی بات کہی تو ابوالاسود دؤلی نے حضرت علی کے پاس ابن عباس کے بارے میں شکایتی خط لکھا کہ انھوں نے بیت المال کا کچھ حصہ خود پر استعمال کیا ہے حضرت علی نے ابن عباس کے پاس خط لکھا جس میں ان کو ملامت کی اور حضرت علی نے ان پر وہ مال بھی لازم کیا ابن عباس نے ناراض ہوکر حضرت علی کے پاس خط لکھا کہ گورنری کے لئے آپ جسے چاہیں بھیج دیں میں بصرہ چھوڑ رہا ہوں والسلام۔

اس کے بعد ابن عباس اپنے ماموں کے ساتھ جن کا تعلق بنی ہلال سے تھا مکہ چلے گئے۔ دوسرے قیس بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔ ابن عباس نے بیت المال سے مال کی کچھ مقدار لی اور حضرت علی کو معلوم ہوا اس لئے ابن عباس کے درمیان ناچاقی بھی پیدا ہوگئی اور وہ مکہ پہنچ گئے۔

حضرت علی کے قتل کا تذکرہ اور ان کے قتل اور کیفیت قتل کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کا بیان[1]

......حضرت

---

[1] المنتظم فی التاریخ ۵/۱۷۳، وتاریخ طبری ۵/۱۴۳، والمختصر فی اخبار البشر ۱/۱۸۰ والکامل فی التاریخ ۳/۱۹۴ ومروج الذهب ۲/۴۲۶

ملک کے حالات ناخوشگوار ہو گئے اور ان کی خواہشات کے خلاف ہو گئی۔

اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی، اور ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اہل شام کا معاملہ قوت پکڑ گیا، انہوں نے ادھر ادھر سے ایلغار شروع کیا اور کہنے لگے کہ تحکیم کے فیصلے کے بعد امارت حضرت معاویہ کا حق ہے، کیونکہ ان دونوں نے حضرت علی کو معزول کر دیا اور منصب خلافت کے ان سے خالی ہونے کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو خلیفہ بنا دیا اور تحکیم کے بعد حضرت معاویہ کو امیر کہتے تھے اور جیسے جیسے اہل شام کا معاملہ مضبوط ہوتا چلا گیا ویسے ویسے اہل عراق کا دل کمزور ہوتا چلا گیا، حضرت علی اس وقت روئے زمین پر خیر الناس تھے اور آپ ان سب سے بڑے عالم، زاہد، عابد اور متقی تھے اس کے باوجود اہل عراق نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا حتیٰ کہ حضرت علی زندگی سے بیزار ہو کر موت کی تمنا کرنے لگے اس چیز کا اظہار کثرت فتن اور آزمائشوں کے ظہور کے باعث ہوا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اس امت کا بدبخت کس کے انتظار میں ہے وہ اس کو کیوں نہیں رنگتا پھر فرماتے خدا کی قسم! میری یہ داڑھی میری کھوپڑی کے خون میں ضرور رنگی جائے گی۔ جیسا کہ بیہقی نے متعدد طرق سے حضرت علی کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا، خدا کی قسم! میری یہ داڑھی میری کھوپڑی کے خون سے ضرور رنگی جائے گی اس امت کے بدبخت کو کیا ہو گیا وہ کیوں قتل نہیں کرتا، عبداللہ بن سبع نے کہا خدا کی قسم! اے امیر المومنین جس شخص نے بھی آپ کو قتل کیا ہم اس کی اولاد کو ختم کر دیں گے، حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی قتل ہو، انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنا لیتے؟ آپ نے کہا نہیں میں تم کو اسی طرح چھوڑ کر جاؤں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ تمہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے، انہوں نے کہا آپ پھر کیا خلیفہ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ وفات کے بعد اگر اللہ نے اس بارے میں آپ سے سوال کر دیا تو آپ کیا جواب دیں گے؟

حضرت علی نے فرمایا میں عرض کروں گا اے میرے اللہ! آپ نے اپنی مرضی سے مجھے ان میں اپنا خلیفہ بنایا پھر آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا، میں ان میں آپ کی ذات چھوڑ آیا ہوں اب آپ کی مرضی ہے آپ چاہیں ان کو خراب کر دیں یا ان کی اصلاح کر دیں۔

انہی سے ایک اور طریق۔۔۔ ابوداؤد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ ہم سے شریک نے عن عثمان بن مغیرہ عن زید بن وہب بیان کیا ہے کہ خوارج حضرت علی کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے علی! آپ اللہ سے ڈریئے اس لئے کہ آپ مرنے والے ہیں، حضرت علی نے جواب میں فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا ہے بلکہ میں کھوپڑی پر ضرب لگنے کی وجہ سے قتل ہوں گا جو اس داڑھی کو رنگ دے گی، آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ فرمایا، یہ ایک مشہور و معروف عہد اور فیصلہ شدہ امر ہے، وہ ناکام ہوا جس نے افترا باندھا۔

حضرت علی سے ایک اور طریق۔۔۔ حافظ بیہقی نے متعدد طرق سے حضرت علی کا ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اولین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟ میں نے کہا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا، راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کی تصدیق فرمائی پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا آخرین کا بدبخت ترین آدمی کون ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا مجھے علم نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا جو تیری اس کھوپڑی پر مارے گا اور اس کے خون سے تیری داڑھی کو رنگ دے گا۔

اس بارے میں ایک اور حدیث۔۔۔۔۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ہم تک متعدد طرق سے حضرت جابر بن سمرۃ کا قول پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! اولین کا بدبخت ترین شخص کون ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے سوال کیا آخرین کا بدبخت ترین شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا قاتل۔

اس مفہوم کی ایک اور حدیث۔۔۔۔ ابن اسحاق نے فطر بن خلیفہ از عبدالعزیز بن سیاہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں نے ان

حبیب بن ابی ثابت عن ثعلبہ حمانی روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو منبر پر کہتے سنا خدا کی قسم نبی آخر الزمان نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ عنقریب میری امت آپ سے غداری کرے گی امام بخاری نے فرمایا ثعلبہ بن یزید حمانی کی اس روایت میں اعتراض پایا جاتا ہے امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس حدیث کو دوسری اسناد سے عن علی روایت کیا ہے اور اگرچہ محفوظ ہے اسی طرح متعدد طرق سے حضرت کا قول نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو حدیثیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میری امت عنقریب آپ سے غداری کرے گی اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ خوارج ہوں جنہوں نے آپ کے خلاف خروج کیا اور آپ سے بے وفائی کی۔

امام اعمش نے عن عمرو بن مرہ عن ابو عبداللہ بن حارث عن زہیر بن ارقم روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ہم کو جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بسر یمن آ گیا ہے خدا کی قسم یہ لوگ تم پر صرف اس وجہ سے غالب آئیں گے کہ تم اپنے امام کے نافرمان ہو اور وہ اپنے امام کے مطیع ہیں لیکن دیکھ رہا ہوں میں نے فلاں شخص کو بھیجا اس نے دھوکہ اور خیانت کی، پھر میں نے حضرت سعد بن وہب کو بھیجا اگر میں تم میں سے کسی کو ایک پیالہ پر بھی امین بناتا تو وہ اس کے کنڈے کو بھی لے جاتا۔ اے اللہ میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں میں ان کو ناپسند کرتا ہوں اور وہ مجھ کو ناپسند کرتے ہیں اے اللہ مجھ کو ان سے راحت دے اور ان کو مجھ سے راحت دے، راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اگلے جمعے کے اندر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے۔

آپ کے قتل کا بیان ...... ابن جریر اور دیگر متعدد علماء تاریخ و سیر نے بیان کیا ہے کہ خوارج میں سے تین شخص عبدالرحمن بن عمرو المعروف بابن ملجم حمیری ثم الکندی حلیف بنی جبلہ من کندۃ المصری جو گندم گوں، خوبصورت اور بل کھائے ہوئے بالوں والا تھا اس کے چہرے پر سجدہ کے نشانات تھے، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی نے جمع ہو کر آپس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ حضرت علی نے اہل نہروان میں سے ان کے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ان کے بعد ہماری زندگی بیکار ہے وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اگر ہم اپنی جانوں کا سودا کر لیتے اور ائمہ ضلال کو قتل کر دیتے تو ہم ان سے شہروں کو راحت دیتے اور اپنے بھائیوں کا ان سے بدلہ لیتے۔

ابن ملجم نے کہا میں تم کو حضرت علی کے قتل سے بے فکر کر دوں گا، برک نے کہا میں تم کو معاویہ کے قتل سے بے فکر کر دوں گا اور عمرو بن بکر نے کہا میں تم کو عمرو بن عاص کے قتل سے بے نیاز کر دوں گا، انہوں نے ایک دوسرے سے معاہدہ کیا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی اپنے ساتھی کے قتل سے باز نہیں رہے گا۔ حتیٰ کہ وہ اس کے لئے اپنی جان تک بھی قربان کر دے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تلواریں لیں اور ان کو زہر آلود کیا اور انہوں نے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی اور طے کیا کہ اس تاریخ کو ہر شخص اپنے حریف ساتھی کے شہر میں رات گزارے گا۔

چنانچہ ابن ملجم کوفہ چلا گیا اور اس نے اپنا معاملہ اپنے ساتھی خوارج سے بھی پوشیدہ رکھا، اس دوران وہ ایک دن تیم الرباب کے کچھ افراد سے ملا جو نہروان کے روز اپنے قتل ہونے والے افراد کا ذکر کر رہے تھے ان میں سے ایک عورت جو قطام بنت شجنہ کے نام سے مشہور تھی کھڑی ہوئی نہروان کے روز اس کا باپ اور بھائی قتل ہوا تھا وہ عورت حسن و جمال میں مشہور تھی اس نے جامع مسجد میں عبادت کے لئے ایک الگ جگہ بنائی ہوئی تھی۔

جب ابن ملجم نے اسے دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو گیا، وہ جس لئے آیا تھا اسے بھی بھول گیا اور اس نے عورت کو نکاح کا پیغام دیا، عورت نے تین ہزار درہم، ایک خادم، ایک کنیز اور حضرت علی کے قتل کی شرط لگائی، ابن ملجم نے تینوں شرطیں قبول کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم مجھے اس شہر میں حضرت علی کا قتل ہی لایا ہے، چنانچہ ابن ملجم نے اس سے شادی کر لی، پھر وہ عورت ابن ملجم کو حضرت علی کے قتل پر ابھارتی رہی اور اس نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کی معاونت کے لئے تیار کیا، ابن ملجم نے ایک دوسرے شخص شبیب بن نجدہ اشجعی حروری کو کہا، کیا تجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضرورت ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابن ملجم نے کہا حضرت علی کا قتل، اس نے کہا تجھے تیری ماں گم پائے تو ایک بے ہودہ بات لایا ہے تو اس پر کیسے قابو پائے گا؟ اس نے کہا میں مسجد میں چھپ جاؤں گا، جب حضرت علی نماز کے لئے آئیں گے تو میں ان کو قتل کر دوں گا، اگر ہم کامیاب ہو گئے تو ہمارے نفس راحت حاصل کر لیں گے اور ہم اپنے مقتول بھائیوں کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر ہم قتل ہو گئے تو اللہ کے پاس دنیا سے بہتر اجر ہمارے لئے خوب ہے۔

شبیب نے کہا تو تباہ ہو، اگر حضرت علی کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو معاملہ سہل ہوتا، یہ کام آسان ہوتا، مجھے حضرت علی کی سابقیت فی الاسلام اور رسول اللہ کے ساتھ قرابت معلوم ہے، میں نے محسوس کیا اس پر سے شرح صدر نہیں ہوتا۔ ابن ملجم نے اس سے کہا کیا تجھے معلوم ہے حضرت علی نے اہل نہروان کو قتل کیا ہے؟ شبیب نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے۔ ابن ملجم نے کہا پس ہم حضرت علی کو اپنے ان بھائیوں کے بدلے میں قتل کریں گے، شبیب نے بھی ابن ملجم سے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ ابن ملجم نے ان سے کہا کہ رمضان جمعہ کی شب جمع ہو جانا۔ ابن ملجم نے ان سے کہا اسی رات میں نے ساتھیوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ جمعہ ۱۷ رمضان کو یہ تینوں ابن ملجم، وردان اور شبیب تلواریں لے کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے جس دروازہ سے حضرت علی نکلا کرتے تھے۔

جب حضرت علی باہر آئے تو لوگوں کو الصلوۃ الصلوۃ کہہ کر نماز کے لئے اٹھانے لگے۔ شبیب نے تلوار سے آپ پر حملہ کیا تو وہ طاق میں لگی، پھر ابن ملجم نے آپ کے سر پر تلوار ماری جس سے آپ کا خون آپ کی داڑھی پر گر پڑا۔ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارتے وقت یہ (لاحکم الا للہ لیس لک یا علی ولا لاصحابک) یعنی حکم صرف اللہ کا ہے علی نہ تیرا حکم ہے اور نہ تیرے ساتھیوں کا اور ابن ملجم اس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا (ومن الناس من یشری نفسہ الخ)

حضرت علی نے لوگوں کو ان کے پکڑنے کا حکم دیا، وردان کو بھاگتے ہوئے حضر موت کے ایک شخص نے قتل کر دیا، شبیب نے بھاگ کر جان بچائی اور ابن ملجم گرفتار ہو گیا، حضرت علی نے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب کو نماز کے لئے آگے کیا، انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت علی کو اٹھا کر گھر لے گئے، ابن ملجم کو پکڑ کر آپ کے سامنے لایا گیا، حضرت علی نے اس سے کہا اے دشمن خدا! تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اس نے کہا میں نے چالیس روز تک اس تلوار کو زہر میں بجھایا اور میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میں اس سے اس کی مخلوق کے بدترین شخص کو قتل کروں گا، حضرت علی نے فرمایا میں تجھے اس کے ذریعہ مقتول پاتا ہوں اور مجھے تو مخلوق کا بدترین شخص دکھتا ہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر میں مر جاؤں تو تم اسے قتل کر دینا اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کروں گا۔

جندب بن عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ وفات پا گئے تو ہم حسن کی بیعت کریں گے، حضرت علی نے فرمایا کہ میں تم کو نہ اس سے منع کرتا ہوں اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں، تم لوگ خود دیکھ لو۔ جب حضرت علی کی وفات ہونے لگی تو آپ لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے، کسی کا قول ہے سب سے آخر میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ) حضرت علی نے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو تقویٰ اختیار کرنے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، غصہ پینے، صلہ رحمی، بردباری اختیار کرنے، تفقہ فی الدین، ثابت قدمی، قرآن پر عمل کرنے، پڑوسیوں سے حسن سلوک کی وصیت کی اور ان دونوں کو اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے بارے میں بھی وصیت کی اور اسے بھی یہی وصیت کی جو ان دونوں کو کی اور اسے تاکید کی کہ ان کے مشورہ کے بغیر ان کا امر طے نہ کرے، علاوہ ازیں یہ سب باتیں کتاب وصیت میں لکھی ہوئی ہیں۔

وصیت کی تحریر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وصیت علی بن ابی طالب نے کی ہے وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ واحد لاشریک ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکین ناپسند کریں۔ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اہل اسلمین میں سے ہوں۔ اے حسن! میں تجھے اور اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو جن تک میری یہ تحریر پہنچے تقویٰ اللہ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے اور تم سب فرمانبرداری کی حالت میں ہی مرو۔

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور متفرق نہ ہو، میں نے ابو القاسم رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا عام نفلی نماز و روزہ سے بہتر ہے، اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو اور ان سے صلہ رحمی کرو تاکہ اللہ ان کے ذریعہ حساب کو تم پر آسان کر دے، یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کے منہ کو خالی نہ رکھو، اپنے پڑوسیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے نبی کی وصیت ہے، رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ آپ ﷺ ان کو میراث میں شریک کر دیں گے، قرآن

کے بارے میں اللہ سے ڈرو کوئی شخص تم سے اس پر عمل کرنے میں سبقت نہ کرے، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو بلاشبہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے، اپنے رب کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرو تمہاری زندگی تک وہ تم سے خالی نہ ہو۔ اگر تم نے اس کا خیال نہیں رکھا تو تم آپس میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکو گے، رمضان کے بارے میں اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کا روزہ آگ سے ڈھال ہے، اپنے اموال و جانوں کے ذریعہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرو، زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو بلاشبہ وہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے والی ہے، اپنے نبی کے عہد کے بارے میں اللہ سے ڈرو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اس لیے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے، فقراء اور مساکین کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو اپنی معاش میں شریک کرو، اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں آخری بات یہ فرمائی کہ میں تم کو دو کمزوروں عورتوں اور غلاموں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔

اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے مت ڈرو جو تمہارا قصد کرے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا وہ تمہیں کافی ہے۔ [illegible] میں [illegible] اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ شریر لوگ تم پر حکومت کرنے لگیں گے پھر تم دعا کرو گے تو قبول نہیں ہوگی، ایک دوسرے سے ملاقات کرو، ایک دوسرے پر خرچ کرو، اپنے آپ کو پشت پھیرنے، قطع تعلق اور تفرقہ بازی سے بچاؤ، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے، اے اہل بیت اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہارے نبی کی حفاظت کرے، میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں میری طرف سے تمہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس کے بعد آپ کی زبان پر مسلسل کلمہ شہادت جاری رہا حتیٰ کہ اسی سال ماہ رمضان ۴۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔

وفات کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے آپ کو غسل دیا، حضرت حسن نے آپ کا جنازہ پڑھایا، آپ نے نو تکبیریں کہیں، امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ابو احمد زبیری نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شریک نے عن عمران عن عثمان بن ابی یحییٰ بیان کیا ہے کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاتل سے کیا، آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو پھر اس کو جلا دو اور [illegible] ہے کہ ام کلثوم نے ابن ملجم سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو نے امیر المومنین پر کیوں حملہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے [illegible] کیا ہے، حضرت ام کلثوم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ امیر المومنین کو کچھ نہیں ہوگا، ابن ملجم نے کہا پھر تم کیوں رو رہی ہو؟ اللہ کی قسم میں نے تمہارے والد کو ایسی ضرب ماری ہے کہ اگر وہ اہل مصر پر لگائی جاتی تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے، اللہ کی قسم میں نے ایک ماہ تک اس تلوار کو زہر آلود کیا ہے، ایک ہزار درہم میں میں نے اس کو خریدا ہے اور ایک ہزار درہم کے بدلے میں نے اس کو زہر آلود کیا ہے۔

محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ مجھے اپنی قوم کے بعض مشائخ کے حوالے سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے تیم الرباب کی ایک عورت قطام نامی کو دیکھا جو حسین و جمیل عورتوں میں سے تھی اور خوارج کا نظریہ رکھتی تھی، اس کی قوم کو حضرت علی نے نہروان میں قتل کیا تھا جب ابن ملجم نے اس کو دیکھا تو وہ اس پر عاشق ہو گیا اس نے قطام کو پیغام نکاح دیا، اس نے کہا تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک لونڈی حق مہر کی شرط پر میں تم سے شادی کروں گی۔ ابن ملجم نے یہ شرائط مان کر اس سے شادی کر لی اس کے بعد قطام نے ابن ملجم کو حضرت علی کے قتل کے لیے کہا تو وہ ہتھیار لے کر نکلا، قطام بھی اس کے ساتھ نکلی اس کے لیے مسجد میں ایک قبہ بنایا گیا۔

حضرت علی الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے ہوئے نکلے، ابن ملجم نے آپ کا پیچھا کیا، اس نے آپ کے سر پر تلوار ماری، اس پر شاعر نے چند شعر کہے۔ ابن جریر نے کہا وہ شاعر ابن میاس مرادی تھا۔

(۱).. میں نے کسی سخی کا مہر قطام کے مہر کی طرح واضح ہوتا نہیں دیکھا
(۲).. تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک کنیز اور شمشیر براں سے حضرت علی کا قتل تھا۔
(۳).. کوئی مہر خواہ کتنا ہی گراں ہو حضرت علی کے مہر سے بڑھ کر نہیں اور کوئی قتل ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر نہیں۔

ابن جریر نے اس واقعہ کی نسبت ابن میاس مرادی کی طرف کی ہے، ابن جریر نے حضرت علی کے قتل پر چند اشعار کہے

(۱).. ہم نے خیر کے مالک ابوالحسن کے سر پر تلوار ماری۔ [illegible]

(۲)... جب ضعیف نے سرکشی اختیار کی تو ہم نے تلوار کی ضرب لگا کر ان کی حکومت ختم کر دی۔

(۳)... جب موت سرخ کی چادر اوڑھ لیتی ہے تو ہم جنگ میں معزز ہوتے ہیں۔

☆ بعض کے نزدیک بعض متاخرین خوارج نے ابن ملجم کی تعریف کی ہے عمران بن حطان ہے جو عابدین اور عبادت گزار حضرت عائشہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہے اس نے آپ کے بارے میں دو شعر کہے:

(۱)... اس متقی کی ضرب کے کیا کہنے جس نے اس کے ذریعہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا چاہا۔

(۲)... میں اس کو کسی دن یاد کرتا ہوں تو میں اس کو اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ ترازو پورا کرنے والا پاتا ہوں۔

اسی دن نماز فجر کے وقت برک نے حضرت معاویہ پر تلوار سے حملہ کیا۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ اس نے زہر آلود خنجر سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جس سے آپ کی سرین زخمی ہو گئی اور خارجی کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا اس نے قتل سے قبل حضرت معاویہ سے کہا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو ایک بشارت سناتا ہوں۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کیا بشارت ہے؟ اس نے کہا میرے بھائی نے آج ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا ہو سکتا ہے وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا ہو اس نے کہا نہیں کیوں کہ حضرت علی کے ساتھ محافظ نہیں ہوتے، پھر حضرت معاویہ نے اسے قتل کرا دیا۔

طبیب نے حضرت معاویہ کو دیکھ کر کہا کہ آپ کا زخم زہر آلود ہے یا تو میں آپ کو داغ دوں یا شربت پلا دوں گا شربت پینے کی صورت میں زہر ختم ہو جائے گا لیکن آپ کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ حضرت معاویہ نے فرمایا آگ تو برداشت کرنے کی تو مجھ میں طاقت نہیں البتہ میں شربت پی لوں گا اور یزید و عبداللہ سے میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہوں گا، چنانچہ طبیب نے آپ کو شربت پلایا تو تکلیف اور زخم سے آپ صحت یاب ہو گئے اور اسی وقت سے مسجد میں حجرہ بنا دیا گیا اور سجدہ کی حالت میں اس کے گرد پہرہ دار مقرر کیے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس عادت کو جاری کرنے والے پہلے شخص ہیں۔

عمرو بن عاص پر حملہ کرنے والا عمرو بن بکر گھات لگا کر بیٹھ گیا کہ آپ نماز کے لیے نکلیں گے، اتفاق سے اس روز حضرت عمرو بن عاص کو شدید مجبوری پیش آ گئی جس کی وجہ سے آپ نماز کے لیے نکل نہ سکے آپ کا نائب خارجہ بن ابی حبیبہ جس کا تعلق عامر بن لوی سے تھا اور جو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا پولیس کے سپاہیوں کا امیر تھا نماز کے لیے آیا تو عمرو بن بکر نے اس کو حضرت عمرو خیال کر کے اس پر حملہ کر دیا، جس سے وہ قتل ہو گیا۔ جب قاتل پکڑا گیا تو اس نے کہا میں نے عمرو کا ارادہ کیا اور اللہ نے خارجہ کا ارادہ کیا اس نے اس قول کو ضرب المثل بنا دیا، پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ بعض کا قول ہے یہ بات کہنے والے عمرو بن عاص تھے جس وقت قاتل کو لایا گیا تو عمرو نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا اس نے آپ کے نائب کو قتل کیا ہے، پھر حضرت عمرو کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

حاصل یہ کہ حضرت علی کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت حسن نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ پر نو تکبیریں کہیں کوفہ دارالامارۃ میں اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں خوارج آپ کی لاش کو نکال کر مثلہ نہ کر دیں کوفہ کے دارالامارۃ میں آپ کو دفن کیا گیا یہی مشہور ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ لاش آپ کو اونٹ پر لادا گیا اور وہ آپ کو نامعلوم مقام پر لے گیا اس نے غلطی سے کام لیا ہے اور ایسی چیز کے بارے میں تکلف کیا ہے جس کا علم نہیں اور جس کی عقل و شریعت اجازت نہیں دیتی۔ اکثر جاہل روافض کا یہ خیال ہے کہ آپ کی قبر نجف میں ہے یہ بات بلا اصل و دلیل ہے بعض کا قول ہے کہ یہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے۔ خطیب نے ابو نعیم الحافظ عن ابی بکر الطلحی عن محمد بن عبد اللہ الحضرمی الحافظ مطین روایت کیا ہے کہ نجف میں جس قبر کی اہل شیعہ تعظیم کرتے ہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ قبر کس کی ہے تو وہ اس پر پتھر ماریں یہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے۔

واقدی نے متعدد طرق سے ابی فروہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی باقر سے سوال کیا کہ قتل کے روز حضرت علی کی عمر کتنی تھی انہوں نے کہا ۶۳ سال پھر میں نے پوچھا اور کہاں مدفون ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت علی کو رات کے وقت کوفہ میں دفن کیا گیا اس لیے آپ کی قبر غیر معلوم ہے۔ ایک روایت میں جعفر صادق کا قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت علی کی عمر ۵۸ سال تھی، بعض کا قول ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد کے سامنے آپ کو دفن کیا گیا یہی قول مشہور ہے کہ آپ کی قبر دارالامارۃ میں ہے۔

خطیب بغدادی نے ابن ابی نعیم الفضل بن دکین سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن و حسین نے آپ کی لاش کو اٹھا کر مدینہ منتقل کیا اور وہاں پر جنت البقیع میں دفن کیا گیا، بعض کا قول ہے کہ حضرت حسن و حسین نے جب آپ کی لاش کو اونٹنی پر لادا تو وہ اونٹنی ان سے گم ہو گئی قبیلہ طے کے بدوؤں نے اس کو پکڑ کر کھا لیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں میت ہے حالانکہ انہوں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اس لئے انہوں نے میت سمیت صندوق کو دفن کر دیا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ آپ کی قبر کہاں ہے، ابن عساکر نے حضرت حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کو آل جعدہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں دفن کیا گیا ہے۔

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں: جب خالد بن عبداللہ نے اپنے لڑکے یزید کے گھر کی بنیاد کھودی تو انہوں نے اس میں سے ایک سفید سر اور سفید داڑھی والے بزرگ کو نکالا گویا کہ کل ہی ان کو دفن کیا گیا ہے تو انہوں نے اس کے جلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے ان کو اس سے باز رکھا تو انہوں نے ایک چادر منگوا کر اس میں شیخ کو لپیٹ دیا اور اس کو خوشبو لگائی اور اس کو اسی جگہ چھوڑ دیا، بعض کا قول ہے کہ یہ جگہ باب الوراقین کے پاس قبلہ کے سامنے ایک مسجد کے گھر میں ہے اور اسی جگہ ہے واللہ اعلم۔

جعفر بن محمد صادق کہتے ہیں کہ حضرت علی کی رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا اور آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا لیکن دارالامارۃ کے پاس ہے۔ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ رات کے وقت حضرت علی کے دفن میں حضرت حسن و حسین، ابن الحنفیہ اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ شریک ہوئے تو آپ کو کوفہ کے باہر دفن کیا گیا خوارج کے خوف کی وجہ سے آپ کی قبر کا نشان پوشیدہ رکھا گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علی کو سترہ رمضان ۴۰ھ بروز جمعہ قتل کیا گیا بعض کا قول ہے کہ آپ کو ربیع الاول میں قتل کیا گیا لیکن اول قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے واللہ اعلم۔

۶۳ سال کی عمر میں آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا علامہ واقدی اور ابن جریر وغیرہ نے اسی کی تصحیح کی ہے بعض نے آپ کی عمر ۶۵ سال اور بعض نے ۵۸ سال بھی بیان کی ہے آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے۔

حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت حسن نے ابن ملجم کو بلایا ابن ملجم نے حضرت حسن سے ایک بات کہنے کی اجازت طلب کی، حضرت حسن نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ میں حضرت علی اور معاویہ کو قتل کروں گا یا خود مر جاؤں گا، اگر آپ مجھے جانے دیں تو میں حضرت معاویہ کو قتل کر دوں، اگر میں نے ان کو قتل نہیں کیا یا قتل کیا لیکن میں زندہ رہا تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ حضرت حسن نے فرمایا ہرگز نہیں اب تو تو جہنم کو پہنچے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کو قتل کر دیا اور لوگوں نے اس کو لے کر بوریوں میں بند کر کے جلا دیا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اس کی آنکھیں پھوڑ دیں، اس کے باوجود اس کی زبان پر سورۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق کی آیات جاری تھیں پھر لوگوں نے اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا اس نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا میں نہیں چاہتا کہ میری زبان ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے ذکر سے غافل ہو اس کے بعد لوگوں نے اس کی زبان کاٹ کر اسے قتل کر دیا پھر اس کو جلا دیا۔ واقدی نے بیان کیا ہے مجھ سے حارث نے ابی سعد بن عمر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی پر جمعہ کے روز حملہ کیا گیا اور اتوار کی شب ۱۹ رمضان ۴۰ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی، واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہی ہمارے نزدیک ثابت شدہ بات ہے۔

آپ کی بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں کا ذکر...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حجاج نے اسرائیل کے واسطہ سے ابی اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی بیان کیا ہے۔ حضرت حسن کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا میرا بچہ مجھے دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا میں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کا نام حرب رکھا ہے آپ نے فرمایا اس کا نام حسن رکھو، اسی طرح حضرت حسین کی ولادت پر آپ تشریف لائے آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا ہم نے حرب بتایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا نام حسین رکھو اسی طرح تیسرے لڑکے کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا میں نے حرب بتایا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کا نام محسن رکھو پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں نے حضرت ہارون کی اولاد شبر، شبیر اور مشبر کے نام پر ان کا نام حسن، حسین اور محسن رکھا ہے محمد بن سعد نے بھی یہی روایت کی

انکی عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں جنگ کو پسند کرتا ہوں یہی وجہ ہے حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھنا چاہا اور انہوں نے حدیث کو پہلے کی طرح بیان کیا لیکن انہوں نے تیسرے بچے کا ذکر نہیں کیا یہ بعض احادیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے اولاً حسنؓ کا نام حمزہ اور حسینؓ کا نام جعفر رکھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو تبدیل فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلی شادی بنت رسول حضرت فاطمہؓ سے کی اور واقعہ بدر کے بعد آپ ان کے پاس گئے حضرت فاطمہؓ سے حسنؓ، حسینؓ پیدا ہوئے اور بعض نے کہا ہے کہ محسن بھی حضرت فاطمہؓ سے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا اسی طرح حضرت فاطمہؓ سے زینب کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں یہی ام کلثوم ہے جن سے حضرت فاروق اعظمؓ نے شادی کی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک حضرت علیؓ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی تو ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے متعدد شادیاں کیں اور ان میں سے بعض کی آپ کی زندگی میں ہی وفات ہو گئی اور بعض کو آپ نے طلاق دے دی اور حضرت علیؓ نے وفات کے وقت چار بیویاں چھوڑی ہیں جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا ان بیویوں میں سے ایک ام البنین بنت حزام ہیں اور وہ کلبی بن خالد بن ربیعہ بن کعب بن عامر بن کلاب ہیں اور ان سے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے اور یہ سب کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت عباسؓ کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا اور ان بیویوں میں سے ایک بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی التمیمی ہے جو ان سے عبیداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے اور ہشام بن کلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے اور واقدی کا خیال ہے کہ عبیداللہ کو مختار نے یوم المذار میں قتل کیا تھا۔

ان بیویوں میں سے ایک اسماء بنت عمیس خثعمیہ بھی ہیں، ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے یہ کلبی کا قول ہے واقدی نے بیان کیا ہے کہ ان سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے اور محمد اصغر ام ولد سے پیدا ہوئے تھے اور ان بیویوں میں سے ایک ام حبیب بنت ربیعہ بن بجیر بن العبد بن علقمہ ہیں یہ ام ولد ہیں اور ان عورتوں میں سے ہیں جن کو حضرت خالدؓ نے عین التمر پر غارت گری کے وقت گرفتار کیا تھا ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے عمر نے ۸۵ سال عمر پائی اور ان بیویوں میں سے ایک ام سعید بنت عروہ بن مسعود بنت معتب بن مالک ثقفی ہیں اور ان سے ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئے اور ان بیویوں میں سے ایک امرء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن کلب الکلبیہ ہیں ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو حضرت علیؓ کے ساتھ مسجد جایا کرتی تھی اس سے سوال کیا جاتا تھا کہ تیرے ماموں کون ہیں؟ تو وہ جواب دیتی تھی وو وو - یعنی بنی کلب اور ان بیویوں میں سے ایک امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ہیں جن کی والدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہیں اور نبی کریم ﷺ نماز میں قیام کی حالت میں اٹھا لیتے تھے اور جب سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے تھے ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔ آپ کے ایک بیٹے محمد اکبر ہیں جو ابن الحنفیہ ہیں جو خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن عبید بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنیفہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہیں ان کو حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں اہل یمامہ میں بنی حنیفہ سے قید کیا گیا تھا حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی اور ان سے محمد پیدا ہوئے۔

بعض شیعہ حضرات ان کے بارے میں عصمت اور خلافت کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ سادات میں سے تھے لیکن سادات ان کے والد معصوم نہیں تھے، بلکہ ان سے پہلے خلفاء راشدین بھی معصوم نہیں تھے، جیسا کہ اپنی جگہ میں بیان ہو چکا، اس کے علاوہ مختلف امہات سے حضرت علیؓ کی اولاد بہت تھی اسی لیے کہا گیا آپ چار بیویاں اور ۱۹ ام ولد چھوڑ کر مرے ہیں، آپ کی اولاد میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کی ماؤں کے نام معلوم نہیں، جیسے زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام جعفر، ام سلمہ، جمانہ ہیں، ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے ۳۲ بچے اور بچیاں تھیں، واقدی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی نسل صرف پانچ سے چلی ہے: (۱) حسنؓ (۲) حسینؓ (۳) محمد بن حنفیہ (۴) عباس بن کلابیہ (۵) عمر بن تغلبیہ۔

ابن جریر نے متعدد طرق سے عمرو بن حبشی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے قتل کے بعد ہمیں نے حسنؓ کو خطبہ دیتے سنا آپ نے فرمایا اے لوگو! گزشتہ رات ایک شخص کو قتل کیا ہے اسی شب قرآن نازل ہوا، اسی شب حضرت عیسیٰؑ کا رفع ہوا، اسی شب حضرت یوشعؑ نے حضرت موسیٰؑ کے نوجوان کو قتل کیا، خدا کی قسم کوئی شخص بھی ان سے پہلے ایسا نہیں ہے جس نے ان سے سبقت کی ہو اور نہ ان کے بعد کوئی ان کو پاسکے گا، خدا کی قسم رسول کریم ﷺ جس دستے کے ساتھ ان کو بھیجتے تھے ان کی دائیں طرف جبرائیل اور بائیں طرف میکائیل ہوتے تھے، رب کریم کی قسم انہوں نے آٹھ

پانسو درہم کے علاوہ جو انہوں نے کسی واقعہ کے لئے مہیا کئے ہوئے تھے کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے علاوہ ازیں اس میں نکارت پائی جاتی ہے واللہ اعلم۔

اسی طرح ابویعلیٰ نے عن ابی ابراہیم بن حجاج عن مسکین روایت کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے عن شریک عن ابی اسحاق عن ہبیرہ بیان کیا ہے کہ حسن بن علی نے ہم کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ گزشتہ شب تم سے ایسا شخص جدا ہوا ہے کہ اولین اور آخرین میں سے کسی نے علم میں ان سے سبقت نہیں کی۔ رسول اکرم ﷺ ان کو جھنڈا دے کر بھیجتے تھے حضرت جبرئیل اور میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے تھے اور وہ فتح یاب ہو کر ہی واپس ہوتے تھے زید آگے اور شعیب بن خالد عن ابی اسحاق نے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت علی نے کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا صرف سات سو درہم جو آپ نے خادم خریدنے کے لئے رکھے ہوئے تھے چھوڑے۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے حجاج نے بیان کیا کہ ہم سے شریک نے عن عاصم بن کلیب عن محمد بن کعب القرظی بیان کیا ہے حضرت علی نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا اس حال میں کہ میں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا اور آج میرا صدقہ چالیس ہزار دینار تک پہنچتا تو اسامہ نے اس کو عن اسود عن شریک بھی روایت کیا ہے۔ اس میں چالیس ہزار دینار بیان کیا ہے۔

حضرت علی کے چند فضائل ...... حضرت علی عترت میں سے نسب کے اعتبار سے آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے آپ کا نام شیبہ بن ہاشم ہے اور ہاشم کا نام عمرو بن عبد مناف ہے۔ عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی ہے قصی کا نام زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ آپ ابوالحسن قرشی ہاشمی رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں۔

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں جو زبیر بن بکار کا قول ہے آپ کی والدہ سب سے پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی بچے کو جنم دیا اسلام لائیں اور ہجرت کی آپ کے والد شفیق مہربان چچا ابوطالب ہیں جن کا نام عبد مناف ہے علامہ ابن عساکر نے یہی تصریح کی ہے البتہ رافضی کا خیال ہے کہ ابوطالب کا نام عمران ہے جیسا کہ قرآن کی آیت (ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابراہیم وآل عمران علی العالمین) میں عمران سے ابوطالب ہی مراد ہیں۔

حالانکہ انہوں نے اس میں غلطی کی ہے کیونکہ وہ حقیقت سے نا آشنا ہیں اس لئے کہ ان کے بعد آیت ہے (اذ قالت امرأت عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا) اس آیت میں حضرت مریم بنت عمران کی ولادت کا ذکر ہے لہذا آپ کے بارے میں یہ بالکل ظاہر و واضح ہے۔

ابوطالب طبعی طور پر رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت فرماتے تھے لیکن وہ وفات تک ایمان نہیں لائے جیسا کہ یہ بات صحیح بخاری میں سعید بن مسیب کی روایت سے ثابت ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ابوطالب کو تلقین کی مگر ابوجہل وغیرہ نے ان سے کہا کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑتے ہو پس ابوطالب نے آخر تک کلمہ نہیں پڑھا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا اس وقت تک آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا اس پر آیت (انک لا تهدی من احببت الخ) نازل ہوئی اس کے بعد یہ آیت ما کان للنبی الخ نازل ہوئی ہم اس بحث کو پہلے بیان کر چکے ہیں نیز اسی طرح ہم رافضی کے دعویٰ کے غلط ہونے کو بھی بیان کر چکے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے یہ سب بالکل افتراء ہے اور نصوص صریحہ کی مخالفت ہے۔

البتہ حضرت علی مشہور قول کے مطابق بلوغت سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے بعض کا قول ہے کہ حضرت علی بچوں میں، حضرت خدیجہ عورتوں میں حضرت صدیق اکبر آزادوں میں اور حضرت زید بن حارثہ غلاموں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے ترمذی اور ابو یعلیٰ نے عن اسماعیل عن موسیٰ بن علی بن عیاش عن مسلم ملائی عن حبہ بن جوین عن علی عن انس بن مالک روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ پیر کے روز مبعوث ہوئے اور منگل کے روز حضرت علی نے نماز پڑھی۔ بعض نے اس کو عن مسلم ملائی عن حبہ بن جوین عن علی بھی روایت کیا ہے کہ میں نے سب سے پہلے اللہ کے رسول کے ساتھ سات سال تک

مروت کی ہے یہ جھوٹ ہے اسی طرح سفیان ثوری اور شعبہ نے ابن سلمہ عن حبہ عن علی روایت کیا ہے کہ سب سے قبل مسلمان ہوا یہ بھی غلط ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہوئی ہے اور نوح بن سعد نے معاذۃ عدویہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کو منبر پر کہتے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں اور میں صدیق اکبر سے قبل مسلمان ہوا یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے کوفہ کے منبر پر فرمایا اے لوگو! اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہترین ابوبکر و عمر ہیں، اگر میں چاہوں تو تیسرے کا بھی نام بتلا دوں اور یہ بات شیخین کے تقدم کی متقاضی ہے امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سلیمان نے بیان کیا کہ ہم سے ابو عوانہ نے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد رسول اللہ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے شخص حضرت علی ہیں اسی کو ترمذی نے شعبہ کی حدیث سے بحوالہ ابو بلج بیان کیا ہے اور زید بن ارقم اور ابو ایوب انصاری سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت علی نے سب لوگوں سے پہلے سات سال تک نماز پڑھی ہے حالانکہ یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں ہے اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ اس امت کے سب سے پہلے اسلام لانے والے فرد حضرت علی ہیں اس کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور اس بارے میں سب سے عمدہ حدیث وہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں علاوہ ازیں اس میں اختلاف بھی ہے۔

حافظ کبیر ابو القاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں اہتمام سے ان روایات کو ذکر کیا ہے، جو شخص ان کی تحقیق کرنا چاہے اس پر ان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا لازم ہے ترمذی اور نسائی نے عن عمرو بن مرہ عن ابی حمزہ طلحہ بن یزید عن زید بن ارقم روایت کیا ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، حضرت علی کمسنی میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اور آپ کے گھر میں رہے چند سال کثرت عیال کی وجہ سے جب آپ کے والد کو تنگدستی نے آلیا تو حضرت علی آپ ﷺ کی کفالت میں رہے اس کے بعد حضرت علی مسلسل ہجرت تک رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں رہے، پھر بوقت ہجرت اللہ کے رسول نے آپ کو لوگوں کی امانتیں ادا کرنے کے لئے اپنا خلیفہ بنایا اس لئے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ امین کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ لوگ آپ کے پاس اموال اور اشیاء بطور امانت کے رکھواتے تھے، پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت علی نے مدینہ ہجرت کی اور وفات تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور وفات کے وقت رسول اللہ ان سے راضی تھے اور حضرت علی آپ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپ نے تمام جنگوں میں شاندار کارنامے انجام دیئے جیسا کہ ہم یہ بات آپ کی سیرت میں بیان کر چکے ہیں جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، جب آپ ﷺ نے تبوک کے سال حضرت علی کو اپنے گھر والوں پر خلیفہ بنایا تو اللہ کے رسول نے حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تمہاری نسبت وہی ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے شادی کی اور جنگ بدر کے بعد آپ ان کے پاس گئے، جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم مقام پر اترے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے اللہ! علی سے محبت کرنے والے سے تو محبت کر، ان سے دشمنی کرنے والے سے تو دشمنی کر، ان کی مدد کرنے والے کی تو مدد کر اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والے کو بے یار و مددگار چھوڑ۔ اس تقریر اور حضرت علی کی فضیلت سے آگاہ کرنے کو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علی کو یمن کی طرف امیر بنا کر بھیجا تو حضرت خالد بھی آپ کے ساتھ تھے اور لوگوں کے درمیان آپ کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور بعض نے مختلف لباس کے واپس لینے کی وجہ سے آپ پر اعتراضات کئے جو آپ کے نائب نے آپ کے جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے موقع پر انہیں دی تھیں، پھر جب رسول اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے فارغ ہو گئے تو آپ نے حضرت علی کے دامن کو ان اعتراضات سے پاک کرنا چاہا جو آپ کی طرف منسوب کی گئی تھیں۔

اور رافضی نے اس روز کو عید بنا لیا اور ۴۰۰ھ کے قریب بنی بویہ کے زمانے میں بغداد میں اس دن ڈھول بجائے جاتے جیسا کہ جب ہم اس دور کے واقعات پر پہنچیں گے تو اس سے آگاہ کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کے بیس روز بعد دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جاتے اور راکھ اڑائی جاتی اور غم منایا جاتا شیعہ اپنی گلی کوچوں میں حضرت حسین بن علی کا نوحہ کرتے اور آپ کے قتل کے بارے میں جھوٹے اشعار پڑھتے اور قریب ہو آپ کے قتل کی جھوٹی کیفیت بیان کرتے حقیقت میں یہ واقعہ کیسے ہوا واللہ اعلم اور بعض عوام ”ابوتراب“ کی وجہ سے حضرت علی پر عیب

لگاتے ہیں سوال کیا گیا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے کہ صحیحین میں حضرت سہل بن سعد سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو ناراض کر دیا، حضرت علی مسجد چلے گئے، آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت علی سو رہے تھے اور مٹی آپ کے جسم سے چمٹی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ حضرت علی سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے۔ اٹھو ابوتراب بیٹھ جاؤ۔

حدیث (مواخات) بہت سے مصنفین نے متعدد طرق سے ایک ضعیف قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے اور حضرت علی کے درمیان مواخات قائم فرمائی، علامہ کہتے ہیں کہ ہم نے طویل کی حدیث سے ہی طریق سے لکھے ہیں اور شاید اہل شام کی روایت ہو، اسی وجہ سے اس حدیث پر جرح کیا کرتے تھے، مگر کچھ یوں کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے، حضرت انس اور حضرت عمر کے طریق سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا تو میرا بھائی ہے، جنت میں میرے بھائی ہیں، اسی طرح زید بن ابی اوفی، ابن عباس، محدوج بن زید ذہلی، جابر بن عبداللہ، عامر بن ربیعہ، ابوذر اور خود حضرت علی سے اس قسم کی بات مروی ہے، جو کچھ ان تمام کی اسانید ضعیف ہیں جن سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی، اسی طرح متعدد طرق سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، میرے بعد کوئی کذاب ہی یہ بات کہہ سکے گا، امام ترمذی نے متعدد طرق سے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ کے رسول نے لوگوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو حضرت علی اشکبار آنکھوں کے ساتھ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے صحابہ کے درمیان مواخات قائم فرما دی لیکن میرے اور کسی کے درمیان مواخات قائم نہیں فرمائی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس میں زید بن ابی اوفی سے بھی روایت ہے اور وہ بدر میں شامل تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا اور آپ کو کیا معلوم، شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جان لیا ہو اور اس نے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اس روز بارز کو قتل کر کے مقابلہ کیا اور اس معرکہ میں آپ کو بڑی شہرت ملی اور رسول اللہ نے آپ کو بیس سال کی عمر میں جھنڈا دیا تھا۔ حکم نے مقسم کے حوالے سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ تمام معرکوں میں جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا، سعید بن مسیب اور قتادہ نے بھی یہی بات بیان کی ہے اور خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے متعدد طرق سے حضرت جابر کا قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس روز بھی اس کے اٹھانے کی طاقت ہوگی، اگرچہ دنیا میں میرا جھنڈا حضرت علی نے اٹھایا ہے، یہ حدیث ضعیف ہیں۔ ابن عساکر نے اسے خوال الہی سے روایت کیا ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ حسن بن عرفہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عمار بن محمد نے سعید بن محمد حنظلی عن ابی جعفر محمد بن علی بیان کیا ہے کہ بدر کے روز آسمان میں منادی ندا دے رہا تھا کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور حضرت علی کے علاوہ کوئی جوان نہیں۔

حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، بدر کے روز رسول کریم ﷺ نے اپنی تلوار ذوالفقار سے تلوار لی تھی، آپ ﷺ نے اسے حضرت علی کو بخش دیا۔

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے علی بن مغیرہ نے ابن عبیدہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ بدر کے روز مشرکین کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس تھا، علی بن ابی طالب نے اسے قتل کر دیا، اس بارے میں حجاج بن علاط سلمی نے چند اشعار کہے۔

(۱) تعجب کی بات ہے کہ وہ جنگ میں بھی سبقت کرنے والا ہے جو ہر کی سرداری کا طالب ہے جو شہزادوں کا دوست ہے
(۲) تیرے دونوں ہاتھ بڑے کے تیز حملے سے اس پر غالب آ گئے جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا۔
(۳) اور تو نے شیر کی طرح ان پر حملہ کر کے انہیں نرغے میں لے لیا جب کہ وہ مہراس کے پاس تاب آ رہے تھے
(۴) اور تو نے اپنی تلوار کو بغیر خون آلود کیے واپس نہیں لوٹایا یہاں تک کہ اس سے سیراب ہو گیا

اور آپ بیعت رضوان میں بھی شامل ہوئے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا (تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا بیعت رضوان میں شامل ہونے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول نے خیبر کے روز فرمایا کل آئندہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں وہ میدان کارزار سے بھاگنے والا نہیں ہے لوگوں نے اضطراب کی حالت میں رات بسر کی صبح معلوم جھنڈا کس کے ہاتھ میں دیا جائے گا؟ حضرت عمر نے فرمایا۔ میں نے آج کے علاوہ کبھی بھی امارت کو پسند نہیں کیا صبح ہونے کے بعد رسول اللہ نے جھنڈا حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا اور اللہ نے آپ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں مالک، حسن، یعقوب بن عبدالرحمٰن، محمد بن عبدالحمید، محمد بن مصعب، عبدالعزیز بن مختار، محمد بن عبداللہ بن سہل عن ابیہ عن ابی ہریرہ شامل ہیں۔ امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ ابن ابی حازم نے اس کو سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ اس نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی کو بلایا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے رسول اللہ نے ان کی آنکھ پر لعاب لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔ اس حدیث کو ایاس بن سلمہ بن اکوع نے اپنے والد سے اور یزید بن ابی عبید نے اپنے غلام سلمہ سے روایت کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر کے بعض قلعوں کی طرف حضرت صدیق کو جھنڈا دے کر بھیجا انہوں نے جنگ کی اور فتح کے بغیر واپس آ گئے اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عمر کو بھیجا وہ بھی بلا فتح واپس آ گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا کل آئندہ میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا وہ فرار ہونے والا نہیں۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو بلایا تو وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے تو اللہ کے رسول نے ان پر لعاب لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا یہ جھنڈا لے جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر فتح عطا فرمادے گا۔

حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی وہاں سے چلے ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھے حتیٰ کہ آپ نے پتھروں کے ایک ڈھیر میں جھنڈا گاڑ دیا ایک یہودی نے قلعہ کی چوٹی سے آپ کو دیکھ کر آپ سے پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی ہوں۔ یہودی نے کہا خدا کی قسم تم غالب آ گئے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علی فتح یاب ہو کر ہی واپس ہوئے۔ اس حدیث کو عکرمہ بن عمار نے ایاس بن سلمہ عن ابیہ لمبی روایت کیا ہے۔ اس میں وہ آپ کے آگے آگے چلے اور آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے حتیٰ کہ رسول اکرم نے آپ کی آنکھ پر لعاب لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔

حضرت بریدہ بن حصیب کی روایت ..... امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت بریدہ بن حصیب کا قول نقل کیا ہے کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، حضرت صدیق نے جھنڈا لیا اور جنگ لڑی لیکن فتح نہیں ہوئی، پھر عمر نے جھنڈا لیا اور جنگ لڑی لیکن بلا فتح واپس ہو گئے تو اس روز لوگوں کو بڑی تکلیف پہنچی تو آپ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اس کے ہاتھوں فتح نصیب ہو گی۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم خوش تھے کہ کل صبح فتح ہو گی، صبح کی نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جھنڈا منگوایا لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے آپ نے حضرت علی کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ نے اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئی پھر اللہ کے رسول نے ان کو جھنڈا دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔ بریدہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو جھنڈا دیکھ رہے تھے۔

عبداللہ بن عمر کی روایت ...... نے ہشیم سے عن عوام بن حوشب عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر روایت کیا ہے اور انہوں نے بریدہ کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی ہے اور کثیر النواء نے اسے عن جمیع بن عمیر عن ابن عمر اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا اس کے بعد میری آنکھوں میں درد نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں احمد نے عن وکیع عن ہشام بن سعد عن عمر بن اسید عن ابن عمر روایت کیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

ابن عباس کی روایت ...... ابو یعلیٰ نے متعدد طرق سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا پھر آپ نے پوچھا علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا وہ پیس رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے پیسنا کسی کو بھی پسند نہیں تھا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا اور وہ صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ آئے۔ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے اور یہ طویل حدیث سے مختصر ہے۔ امام احمد نے اس کو عن یحییٰ بن حماد عن ابی عوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس مکمل بیان کیا ہے۔

امام احمد نے ایک اور واسطہ سے عمرو بن میمون کا قول نقل کیا ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس نو افراد آئے انہوں نے کہا اے ابن عباس یا آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں گے یا ان لوگوں سے ہمارے ساتھ خلوت کریں گے۔ ابن عباس نے فرمایا میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا، یہ واقعہ ابن عباس کے نابینا ہونے سے قبل کا ہے راوی کہتا ہے کہ ان کی آپس میں گفتگو ہوئی لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کیا گفتگو ہوئی، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس کپڑے جھاڑتے ہوئے اور اف تف کرتے ہوئے واپس آئے اور انہوں نے اس شخص پر عیب لگایا جس کے بارے میں دس فضیلتیں آئی ہیں اور اس شخص پر بھی عیب لگایا جس کے لئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ رسوا نہیں کرے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا، راوی کہتا ہے کہ اسے دیکھنے والوں نے دیکھا آپ ﷺ نے حضرت علی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ چکی پیس رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان کے علاوہ کوئی پیسنے والا نہیں ہے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی آئے اور وہ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے اور آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے تھے اللہ کے نبی نے ان کی آنکھوں پر لعاب لگایا تو وہ تندرست ہو گئیں پھر اس کے بعد اللہ کے رسول نے تین بار جھنڈے کو حرکت دی پھر آپ ﷺ نے وہ جھنڈا حضرت علی کو دیا تو وہ صفیہ بنت حیی بن اخطب کے ساتھ آئے۔

راوی کا قول ہے پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ توبہ دے کر بھیجا اور حضرت علی کو اس کے پیچھے بھیجا، حضرت علی نے اس سے سورۃ توبہ لے لی پھر آپ نے فرمایا اس کو وہی شخص لے جائے گا جس سے میرا تعلق ہوگا اور اس کا مجھ سے تعلق ہوگا، راوی کہتا ہے کہ اللہ کے نبی نے اپنے عم زادوں سے فرمایا تم میں سے کون دنیا و آخرت میں مجھ سے محبت کرتا ہے تو انہوں نے انکار کر دیا، راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں دنیا و آخرت میں آپ سے محبت کرتا ہوں، راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ کے نبی نے کچھ لوگوں سے سوال کیا کہ تم میں سے کون دنیا و آخرت میں مجھ سے محبت کرتا ہے تو انہوں نے انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دنیا و آخرت میں آپ سے محبت کرتا ہوں، پھر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا اے علی تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد لوگوں میں سب سے پہلے حضرت علی اسلام لائے، راوی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کپڑا لے کر علی، فاطمہ، حسن اور حسین پر ڈال دیا پھر آپ نے یہ آیت (انما یرید اللہ لیذھب الخ) تلاوت فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اپنی جان پر کھیل کر نبی کا لباس پہنا پھر آپ رسول اللہ کی جگہ پر سو گئے راوی کہتے ہیں کہ مشرکین آپ ﷺ کو مارنے کے در پے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر آئے اور حضرت علی سوئے ہوئے تھے انہوں نے سمجھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، اس لئے انہوں نے یا نبی اللہ کہا، حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ تو بیر میمون کی طرف چلے گئے ہیں، ان سے جا کر ملیے۔ راوی کہتا ہے کہ صدیق اکبر رسول اللہ کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ کی طرح پتھر مارے جانے لگے اور وہ نقصان محسوس کرتے تھے اور انہوں نے اپنا سر کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

پھر حضرت علی نے اپنا چہرہ کھولا تو وہ کہنے لگے ہم آپ کے ساتھی کو مارتے ہیں تو ان کو نقصان نہیں ہوتا اور آپ کو نقصان ہو رہا ہے اور ہم تم کو عجیب خیال کرتے ہیں، راوی کہتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جاؤں گا۔ اللہ کے نبی نے انکار کر دیا تو حضرت علی رونے لگے اور رسول اللہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی صرف آپ نبی نہیں ہیں اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ میرے پیچھے خلیفہ ہوں۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا تم میرے بعد ہر مومن کے دوست ہو، راوی کہتے ہیں کہ علی کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے گئے۔ حضرت علی جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو جاتے تھے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے، راوی کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں ہمیں خبر دی کہ وہ اصحاب شجرہ سے راضی ہو گیا ہے لہٰذا اللہ کو ان کے دلوں کی بات معلوم ہوگی، کیا اس کے بعد اس نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ ان سے ناراض ہو گیا، راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت عمر سے جس وقت انہوں نے آپ ﷺ سے حاطب بن ابی بلتعہ کے قتل کی اجازت طلب کی فرمایا تمہیں کیا

معلوم ہے شاید اللہ نے اہل بدر کی جانب جھانکا ہو اور اس نے کہا ہو تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی۔

امام ترمذی نے یہ حدیث بعض حصہ شعبہ کے طریق سے عن ابی بلج عن یحییٰ بن ابی سلیم روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے، امام نسائی نے بھی اس حدیث کا بعض حصہ عن محمد بن المثنیٰ عن یحییٰ بن حماد روایت کیا ہے اور امام بخاری نے تاریخ میں متعدد طرق سے رسول اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلایا تو وہ آشوب چشم کے باعث تکلیف میں تھے، رسول اللہ نے اس پر تھوک لگایا تو وہ تندرست ہو گئی پھر اللہ کے نبی نے ان کو جھنڈا دے دیا اس کے بعد شاید ہی کبھی ان کی آنکھیں دکھی ہوں۔

حضرت ابو سعید کی روایت...... امام احمد نے متعدد طرق سے حضرت ابو سعید خدری کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے جھنڈا لے کر اسے حرکت دی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا تو ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا پھر دوسرا شخص آیا آپ ﷺ نے اسے بھی واپس کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں اسے ایسے شخص کو دوں گا جو بھاگتا نہیں ہے، حضرت علی آئے اور جھنڈا لے کر چلے گئے حتیٰ کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں خیبر اور فدک کی فتح نصیب فرمائی، حضرت علی خیبر کی کھجوریں اور خشک گوشت کے ٹکڑے آپ ﷺ کے پاس لائے، ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو عن حسین بن محمد بن اسرائیل بیان کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب کی روایت...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے وکیع نے عن ابن ابی لیلیٰ عن المنہال عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ روایت کیا ہے کہ میرے والد حضرت علی کے ساتھ چلا کرتے تھے اور حضرت علی گرمیوں کا لباس سردیوں میں اور سردیوں کا لباس گرمیوں میں استعمال کرتے تھے، حضرت علی نے میرے والد سے کہا کاش تم ان سے سوال کرتے، چنانچہ میرے والد کے سوال کرنے پر حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آشوب چشم کے باعث تکلیف میں ہوں تو اللہ کے رسول نے میری آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا اور آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اس سے گرمی اور سردی کو دور فرما، چنانچہ اس روز سے آج تک مجھے گرمی اور سردی محسوس نہیں ہوئی، نیز رسول اللہ نے فرمایا میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ راہ فرار اختیار کرنے والا نہیں ہو گا، چنانچہ صحابہ کرام نے بلند ہو کر جھنڈے کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عطا کر دیا، اس روایت میں امام احمد متفرد ہیں۔

اسے متعدد حضرات نے عن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ عن علی مطولاً بیان کیا ہے، ابو یعلیٰ نے زبیر اور جریر کے واسطے سے عن مغیرہ عن ام موسیٰ روایت کیا ہے کہ میں نے علی کو کہتے سنا جب سے رسول اللہ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور خیبر کے روز میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور مجھے جھنڈا عطا کیا تو اس وقت سے آج تک مجھے درد سر نہیں ہوا اور نہ میری آنکھیں دکھی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت...... صحیحین میں شعبہ کی حدیث سے عن سعد بن ابراہیم عن ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص روایت کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے وہی نسبت رکھو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی علاوہ اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، امام احمد، مسلم اور ترمذی نے کہا کہ ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے عن بکیر بن مسمار عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ روایت کیا ہے کہ جب امیر معاویہ نے سعد کو امیر بنایا تو انہوں نے سعد سے دریافت کیا کہ تمہارے لئے ابو تراب کو گالی دینے سے کونسی چیز مانع ہے، انہوں نے جواب دیا کہ اے معاویہ کیا تم کو وہ تین باتیں یاد نہیں ہیں جو اللہ کے رسول نے ان کے بارے میں فرمائی تھیں ان میں سے اگر ایک بھی میرے لئے ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

(۱)...... بعض مواقع پر اللہ کے نبی نے حضرت علی کو اپنا نائب بنایا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بناتے ہیں، اللہ کے رسول نے فرمایا اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے وہی نسبت رکھو جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

(۲)...... میں نے خیبر کے روز آپ ﷺ کو کہتے سنا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہو گا، راوی بیان

کہتا ہے کہ میں نے کبھی درد دل کو محسوس نہیں کیا آپ ﷺ نے فرمایا علی کو میرے پاس لاؤ پتہ چلا کہ انہیں آشوب چشم ہے تو آپ نے لعاب لگایا اور جھنڈا حضرت علی کو دے دیا اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائی۔

(۳) جب قرآن کی یہ آیت (فقل تعالوا ندع الخ) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ اسے ترمذی، مسلم اور نسائی نے بکیر از سعید بن مسیب عن سعد روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے علی سے فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی۔ امام ترمذی نے فرمایا حسن ہے صحیح ہے اور سعید کی روایت زیادہ غریب ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابواحمد زبیری نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت نے حمزہ بن عبداللہ کے واسطہ سے سعد سے بیان کیا ہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی کو نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں اس پر اللہ کے رسول نے فرمایا اے علی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی سند جید ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ حسن بن عرفہ عبدی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن حازم ابومعاویہ ضریر نے موسیٰ بن مسلم الشیبانی کے واسطہ سے عبدالرحمن بن سابط سے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ ایک دفعہ حج پر تشریف لائے تو ان کے پاس سعد بن ابی وقاص آئے انہوں نے حضرت علی کا ذکر کیا تو حضرت سعد نے فرمایا حضرت علی کو ایسی تین خصوصیات حاصل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے اللہ کے رسول کو کہتے سنا کہ جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا کہ اے علی آپ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی انہوں نے تخریج نہیں کی اور اس کی سند جید ہے۔ ابوزرعہ دمشقی نے طلحہ کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حج کے موقع پر حضرت سعد کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابواسحاق ہم ایسی قوم ہیں کہ غزوہ نے ہم کو حج بھلا دیا حتیٰ کہ اس کی بعض سنتیں ہم سے بھول گئیں۔ آپ طواف کیجئے ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ حج سے فارغ ہو کر حضرت معاویہ انہیں اپنے گھر لے گئے اور اپنے تخت پر بٹھایا، پھر حضرت علی کا ذکر کرتے ہوئے ان پر سب و شتم کرنے لگے تو انہوں نے کہا مجھے یہ پسند نہیں اس لئے کہ حضرت علی کے بارے میں جو تین چیزیں میں نے سنی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو یہ ان چیزوں سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے ان سب سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔ اللہ کی قسم آج کے بعد آپ کے پاس نہیں آؤں گا اس کے بعد آپ چادر جھاڑتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ ابواسامہ نے منصور عرفی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی کو اللہ کے رسول ﷺ نے نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کا خلیفہ بنا رہے ہیں؟ اللہ کے نبی نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لئے مگر میرے بعد نبی نہیں آئے گا۔ اس حدیث کی سند ان کی شرط کے مطابق ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اسی طرح اس روایت کو یحییٰ نے عن الاعمش عن الحکم عن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے اور ابوداؤد الطیالسی نے اسے عن شعبہ عن عاصم عن مصعب عن ابیہ روایت کیا ہے واللہ اعلم۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے بنی ہاشم کے غلام ابوسعید نے بیان کیا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے الجعید بن عبدالرحمن کے واسطہ سے عائشہ بنت سعد کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ حضرت علی اللہ کے رسول کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ آپ ثنیۃ الوداع پہنچ گئے اور حضرت علی رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ مجھے پیچھے رہنے والی عورتوں کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں اللہ کے رسول نے فرمایا کیا آپ اس پر راضی نہیں ہو کہ آپ کی میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں؟ اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی متعدد حضرات نے اس روایت کو عن عائشہ بنت سعد عن ابیہا بیان کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو آپ ﷺ سے روایت کیا ہے جن میں عمر، علی، ابن عباس، عبداللہ بن جعفر اور معاویہ وغیرہ شامل ہیں۔ حافظ ابن عساکر حضرت علی کے حالات میں ان احادیث کی انتہا تک پہنچے ہیں اور عمدگی کی ہے اور خوب کیا ہے اور اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے ہیں اللہ قیامت کے دن ان پر رحم فرمائے۔

حضرت عمرؓ کی روایت …… ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے سہیل بن ابی صالح نے عن ابیہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت علیؓ کو تین باتیں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنین! وہ کون سی باتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت علیؓ کا رسول اللہ کی صاحبزادی سے نکاح کرنا اور ان کا اللہ کے نبی کے ساتھ مسجد میں رہائش رکھنا کہ جو اللہ کے رسول کے لئے حلال تھا وہ ان کے لئے بھی حلال تھی اور خیبر کے روز آپ کو جھنڈا عطا کیا جانا۔ یہ حدیث حضرت عمر سے متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت …… امام احمد نے عن وکیع عن ہشام بن سعد عن عمر بن اسید عن ابن عمر بیان کیا ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علیؓ کو تین باتیں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر وہ مجھے حاصل ہوتیں تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتیں، پھر انہوں نے مذکورہ تین باتیں بیان کیں۔ امام احمد اور ترمذی نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے حضرت جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے نبی نے حضرت علیؓ سے فرمایا کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ کی مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

امام احمد نے عطیہ کی حدیث سے عن ابی سعید حضرت علیؓ کے لئے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ طبرانی نے اسے عبداللہ بن بکیر کے طریق سے عن ابن عمر مرفوعاً روایت کیا ہے اور سلمہ بن کہیل نے اسے عن عامر بن سعد عن ابیہ عن ام سلمہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے بنی مصعب کے غلام کو کہتے سنا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

حضرت فاطمہ سے حضرت علی کے نکاح کا بیان …… سفیان ثوری نے ابن ابی نجیح سے اس کے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کو کوفہ کے منبر پر بیان کرتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اللہ کے رسول کی بیٹی کو منگنی کا پیغام بھیجوں، پھر مجھے یاد آیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، پھر میں نے آپ ﷺ کی حسن سلوکی کو یاد کیا تو میں رسول اللہ کو آپ کی بیٹی کے نکاح کا پیغام دینے آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تمہاری وہ حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تم کو فلاں دن دی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لے آؤ تو چنانچہ میں لے آیا تو آپ ﷺ نے اس پر حضرت فاطمہ سے میرا نکاح کر دیا۔ پھر جس رات میں نے فاطمہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے آنے تک تم کوئی بات نہ کرنا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم پر کمبل کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے اس کو حرکت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ پر رہو، پھر اللہ کے رسول نے پانی کا پیالہ منگوایا، آپ ﷺ نے اس پر دعا کی، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی مجھ پر اور فاطمہ پر چھڑک دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو وہ زیادہ محبوب ہے یا میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ امام نسائی نے اسے عبدالکریم بن سلیط کے طریق سے عن ابن بریدہ عن ابیہ روایت کیا ہے۔ ان کی عبارت اس عبارت سے زیادہ مفصل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد کے مینڈھے اور انصار سے مکئی کے کچھ صاع لے کر ان سے ولیمہ کیا اور آپ ﷺ نے ان پر پانی چھڑکنے کے بعد دونوں کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ ان کے اجتماع میں برکت فرما۔

محمد بن کثیر نے عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؓ نے فاطمہ کو منگنی کا پیغام دیا تو رسول اللہ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے میری بیٹی! تمہارے چچا زاد حضرت علیؓ نے تمہارے بارے میں منگنی کا پیغام دیا ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت فاطمہ رو کر کہنے لگیں اے میرے ابا جان! گویا کہ آپ ﷺ نے مجھے قریش کے ایک فقیر کے حوالے کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے اس بارے میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کی کہ جب تک اللہ نے مجھے اس بارے میں اجازت نہیں

دیا حضرت فاطمہ نے عرض کی کہ پھر بھی میں راضی ہوں اس کے بعد اللہ کے رسول ان کے پاس سے نکل گئے تو آپ ﷺ کے پاس مسلمان جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! اپنی بات بیان کرو۔ حضرت علی نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں علاوہ بریں محمد ﷺ ہیں انہوں نے چار سو درہم مہر کے عوض اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ جو کچھ بات ہے تم اس پر گواہ ہو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو گواہ بناتا ہوں اس پر کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح علی سے کر دیا ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا ہے لیکن یہ منکر ہے اور اس بارے میں بہت سے منکر اور موضوع احادیث بیان کی گئی ہیں جن سے کتاب میں پہلو تہی کی گئی ہے تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

البتہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان میں سے بکثرت احادیث بیان کی ہیں وکیع نے عن ابی خالد عن الشعبی روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس بچھونے کا صرف ایک خام چمڑا تھا جس کے ایک طرف پر ہم سوتے تھے اور ایک طرف پر حضرت فاطمہ آٹا گوندھتی تھی اور مجاہد کی روایت میں بواسطہ علی مروی ہے کہ ہم دن کے وقت اس پر پانی لانے والے اونٹ کا چارہ ڈالتے تھے اور میرے گھر اس کے علاوہ کوئی خادم نہیں تھا۔

اس بارے میں ایک اور حدیث: ...... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ ان سے عوف نے عن میمون ابی عبداللہ عن زید بن ارقم بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کے کچھ اصحاب کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا علی کے دروازہ کے علاوہ تمام دروازے بند کر دو۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا میں نے علی کے علاوہ تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا ہے جس کی وجہ سے تم میں سے بعض نے اعتراض کیا ہے۔

خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے ایک چیز کا حکم دیا گیا تو میں نے اس کی اتباع کی ہے ابو الاشہب نے اسے عن عوف عن میمون عن براء بن عازب روایت کیا ہے اور اس چیز کو ذکر کیا ہے لیکن امام نسائی نے ابو عوانہ کی حدیث سے عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازے بند کر دیئے گئے اور اسی طرح شعبہ نے اسے عن ابی بلج روایت کیا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے موسیٰ بن محمد بن حسان نے بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن جعفر الطحان نے بیان کیا ہے کہ غسان بن بسر کاہلی نے عن مسلم عن خیثمہ عن سعد ہم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے تمام دروازے بند کر دیئے اور حضرت علی کا دروازہ کھول دیا تو لوگوں نے اس پر اعتراضات کئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں کھولا بلکہ اللہ نے کھولا ہے۔ یہ تمام سنن میں بیان کردہ اس حکم کے منافی نہیں جو آپ نے ابو بکر کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ حضرت علی کے حق میں یہ بات رسول اکرم کی زندگی میں فاطمہ کے اپنے گھر سے نکل کر اپنے والد کے گھر جانے کی ضرورت کی وجہ سے تھی اور ایسا آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی سہولت کے لئے کیا تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ علت جاتی رہی اور حضرت ابو بکر کے دروازے کے کھولنے کی ضرورت محسوس کی گئی تا کہ آپ باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ کیونکہ رسول اللہ کے بعد آپ ہی خلیفہ تھے اور اس روایت میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے علی بن منذر نے بیان کیا کہ ہم سے ابن فضیل نے عن سالم بن ابی حفصہ عن عطیہ عن ابی سعید بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کے لئے فرمایا میرے اور تمہارے علاوہ کسی شخص کے لئے مسجد میں جنبی ہونا جائز نہیں علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کی تشریح کے بارے میں سوال کیا۔

انہوں نے اس کی تشریح میں فرمایا میرے اور تمہارے علاوہ کسی شخص کے لئے جنابت کی حالت میں مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں ہے پھر اس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو اسی طریق سے جانتے ہیں اور محمد بن اسماعیل نے اس حدیث کو سنا ہے ابن عساکر نے اسے کثیر النواء کے طریق سے عن عطیہ عن ابی سعید بیان کیا ہے پھر اس کو ابو نعیم کے طریق سے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالملک بن ابی غنیہ نے عن ابی غنیہ عن ابی الخطاب عمر الہجری عن محدوج عن جسرۃ بنت دجاجہ عن ام سلمہ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ مرض الوفاۃ میں باہر تشریف لائے حتیٰ کہ آپ

مسجد تک پہنچ گئے پھر آپ نے پکار کر کہا اے لوگو! محمد ﷺ اور ان کی ازواج نبی ہاشم بنت محمد کے علاوہ کسی جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد حلال نہیں ہے اے لوگو! میں نے تمہارے سامنے ہر ایک کا نام واضح کر دیا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں ضعف پایا جاتا ہے پھر انہوں نے اس کو ابو رافع کی حدیث سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

اس بارے میں ایک اور حدیث: ...... اور دیگر بہت سے طرق سے عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن بریدہ بن حصیب روایت کی ہے کہ میں حضرت علی کے ساتھ ایک غزوہ میں یمن گیا، وہاں میں نے ان سے بدسلوکی محسوس کی۔ میں نے رسول کے پاس آ کر حضرت علی کی عیب جوئی کی تنقیص کی، میں نے رسول اللہ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دیکھے آپ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے۔ امام احمد نے بیان کیا کہ ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا کہ اجلح کندی نے عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ بریدہ ہم سے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول نے دو دستے یمن کی طرف بھیجے ان میں سے ایک کا امیر حضرت علی کو اور دوسرے کا امیر حضرت خالد بن ولید کو بنایا اور آپ ﷺ نے فرمایا جب تم اکٹھے ہو جاؤ تو تم سب کے امیر علی ہوں گے اور جب جدا جدا ہو جاؤ تو ہر ایک دستے کا امیر ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اہل یمن کے بنی زید سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی چنانچہ ہم نے جنگ کی تو مسلمان مشرکین پر غالب آ گئے ہم نے جانبازوں کو قتل کیا اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ حضرت علی نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو اپنے لئے خاص کر لیا۔ بریدہ کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے یہ بات لکھ کر میرے ذریعہ رسول اللہ تک پہنچائی جب میں پہنچا تو میں نے وہ خط رسول اللہ کے حوالے کیا۔ جب آپ نے اسے پڑھا تو آپ ﷺ غضبناک ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو پناہ لینے والے کی جگہ ہے آپ ﷺ نے مجھے ایک شخص کے ہمراہ بھیجا اور مجھے اس کی اطاعت کا حکم دیا، پس مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ میں نے پہنچا دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا علی کے بارے میں کچھ مت کہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس کے الفاظ منکر ہیں اور اجلح کے شیعہ ہونے کی وجہ سے یہ قابل قبول نہیں ہے اس سے کمزور لوگوں نے اس کی متابعت کی ہے واللہ اعلم۔

اور اس کے بارے میں محفوظ روایت احمد کی ہے جو کہ وکیع عن الاعمش عن سعد بن عبیدہ عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی دوست ہے۔ نیز امام احمد اور حسن بن عرفہ نے اسے عن الاعمش روایت کیا ہے اور نسائی نے اسے عن ابی کریب عن ابی معاویہ روایت کیا ہے۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ روح بن علی عن سوید بن منجوف نے عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو حضرت خالد کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا۔

مذکور ہے کہ حضرت علی نے صبح کی تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، خالد نے بریدہ سے کہا تم دیکھتے ہو کہ اس نے کیا کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کے پاس پہنچ کر حضرت علی کی بات کر دی تو میں نے آپ کو ان کا بتایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا آپ نے فرمایا اے بریدہ کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا تم ان سے بغض کے بجائے محبت رکھو کیونکہ ان کے لئے خمس سے زیادہ حصہ ہے۔ بخاری نے اسے عن بندار عن روح مطولاً بیان کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے عبد الجلیل کا قول نقل کیا ہے کہ میں ایک حلقہ میں پہنچا اس میں ابو مجلز اور بریدہ کے دو لڑکے تھے۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ بریدہ نے بیان کیا کہ میرے نزدیک حضرت علی سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک قریشی سے میں صرف اس وجہ سے محبت کرتا تھا کہ وہ علی سے بغض رکھتا تھا اس قریشی کو چند گھڑ سواروں پر امیر بنا کر بھیج دیا گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ صرف اس وجہ سے کہ وہ علی سے بغض رکھتا تھا میں اس کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ پس ہمیں قیدی ملے راوی کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ ہمارے پاس کسی کو خمس لینے کے لئے بھیج دیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو بھیج دیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ قیدیوں میں ایک خدمت گزار باندی بھی تھی جو قیدیوں میں سب سے اچھی تھی حضرت علی نے حساب کر کے خمس نکالا اور تقسیم کیا۔ آپ باہر آئے تو آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم نے کہا اے ابو الحسن یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے قیدیوں میں اس خدمت گزار باندی کو نہیں دیکھا میں نے خمس نکال کر تقسیم کیا وہ خمس میں

آ گئی پھر وہ اہل بیت میں آ گئی اور وہ آل علی سے ہوئی پھر میں نے اس سے جماع کر لیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ کے نبی کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس سے پہلے اس کی تصدیق نہیں کی۔ جیسے ہی انہوں نے مجھے دیا میں نے خط پڑھ دیا تو اس کی تصدیق کرتا تھا تو جب میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ سے خط لے کر فرمایا کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو میں نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان سے بغض نہ رکھ بلکہ محبت رکھ قسم اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آل علی کا حصہ اس باندی سے بڑھ کر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کے بعد سے میرے نزدیک کوئی شخص ان سے زیادہ محبوب نہ رہا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس حدیث میں میرے اور نبی کے درمیان کوئی نہیں۔ متعدد حضرات نے یہ حدیث ابی الجواب سے یحییٰ بن یعلیٰ سے بیان کی ہے اور یہی الجواب عبداللہ سے بریدہ تک عیسیٰ بن ... روایت کی طرح روایت کی ہے یہ غریب ہے امام ترمذی نے اسے علی بن عبداللہ بن ابی زیاد عن ابی الجواب الاحوص بن جواب سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے اسی طریق سے جانتے ہیں۔ ... امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ہم سے جعفر بن سلیمان نے بیان کیا کہ یزید الرشک نے مطرف بن عبداللہ عن عمران بن حصین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کی امارت میں ایک دستہ روانہ فرمایا۔

حضرت علی نے دوران سفر کوئی ایسی چیز کی جسے اصحاب محمد ﷺ میں سے چار شخصوں نے نا پسند کیا اور باہم معاہدہ کیا کہ وہ رسول اللہ کے پاس پہنچ کر ان باتوں کا ضرور تذکرہ کریں گے۔ حضرت عمران کہتے ہیں کہ جب ہم سفر سے واپس پہنچے تو ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ چار افراد آئے ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ حضرت علی نے ایسے ایسے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے چہرہ پھیر لیا دوسرے اور تیسرے کی بات پر بھی آپ ﷺ نے توجہ نہیں دی۔ چوتھے کی بات پر ناراض ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا علی کو چھوڑ دو علی کو چھوڑ دو علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے دوست ہیں۔

ترمذی اور نسائی نے اسے قتیبہ عن جعفر بن سلیمان روایت کیا ہے اور ترمذی کی عبارت زیادہ طویل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے قیدیوں میں سے ایک لونڈی حاصل کی پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے جعفر بن سلیمان کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور ابو یعلیٰ موصلی نے عبداللہ بن عمر القواریری اور حسن بن عمر بن شقیق جرمی اور معلی بن مہدی سے روایت کیا ہے ان سب نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے اور خیثمہ نے متعدد طرق سے وہب بن حمزہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک بار مدینہ سے مکہ تک حضرت علی کے ساتھ سفر کیا تھا۔ تو آپ سے مجھے کچھ بات پسند نہ آئی میں نے کہا اگر اللہ کے نبی سے میری ملاقات ہوئی تو میں ضرور ان کا ذکر کروں گا پھر جب میری رسول اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے علی کی عیب جوئی کی تو آپ نے فرمایا علی کے متعلق ایسی بات مت کرو کیونکہ وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔

ابو داؤد طیالسی نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا آپ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ امام احمد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ بہت لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ لوگو علی کی شکایت نہ کرو اللہ کی قسم وہ اللہ کی ذات یا اس کے راستہ میں بہت سخت ہیں۔ حافظ بیہقی نے کئی واسطوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علی کو یمن کی طرف بھیجا۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا جب صدقہ کے اونٹ جمع کر لیے گئے تو ہم نے حضرت علی سے ان پر سواری کرنے اور اپنے اونٹوں کو آرام دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا عام مسلمان کا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی جب فارغ ہو گئے اور یمن سے لوٹے تو وہ ایک شخص کو ہم پر امیر بنا کر خود جلدی سے حج پر چلے گئے۔ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ نے ان سے فرمایا اپنے ساتھیوں سے جا ملو اور ان کے ساتھ ہو جاؤ۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اس آدمی سے اس چیز کا مطالبہ کیا جس کا حضرت علی سے کیا تھا تو اس نے وہ کام کر دیا۔ جب حضرت علی واپس آئے تو انہوں نے اسے ملامت کی اور اس کی مذمت کی میں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو میں ضرور آپ کو یہ بات بتاؤں گا وہاں سے آگے روانہ ہو کر جب ہم مدینہ پہنچے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تاکہ اس بات پر میں نے قسم اٹھائی تھی اسے میں آپ ﷺ سے ذکر کروں۔

راستہ میں ابو بکرؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس سے واپس آ رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میری طرف آ گئے اور ٹھہر گئے اور انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور ہم نے آپس میں حال احوال کے متعلق پوچھا انہوں نے مجھ سے پوچھا کب آئے ہو میں نے کہا گزشتہ رات، پھر وہ مجھے رسول اللہ کے پاس لے گئے اور انہوں نے کہا یہ سعد بن مالک ابن شہید ہیں آپ ﷺ نے مجھے اندر بلایا، میں نے اندر جا کر رسول اللہ سے ملاقات کی آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سفر میں حضرت علیؓ نے ہم سے بدسلوکی کی ہے۔ اور ہمیں ان سے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ آپ نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد تھم جا علیؓ خدا کے راستہ کا شیر ہے میں نے دل میں کہا اے سعد تجھے تیری ماں گم پائے کیا میں صبح سے ناپسندیدہ بات میں لگا ہوا ہوں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہے، اللہ کی قسم آج کے بعد اس کی اعلانیہ طور پر یا پوشیدہ طور پر برائی نہ بیان کروں گا۔ عمرو بن شاس اسلمیؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ اس راستہ میں تھا جب آپ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تھا راستہ میں حضرت علیؓ نے مجھ سے بدسلوکی کی میں نے مدینہ آنے کے بعد لوگوں سے اس کی شکایت کی ایک روز میں مسجد میں رسول اللہ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا اے عمرو خدا کی قسم آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ معاذ اللہ کیا میں اللہ کے رسول کو تکلیف دوں، آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علیؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائی۔

بعض روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں اور جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔

سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں دو شخصوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ہم نے حضرت علیؓ پر عیب لگائے، رسول اللہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں تھے میں نے آپ کے غصہ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہارا اور میرا کیا واسطہ جس نے علیؓ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

حدیث غدیر خم: ابو الطفیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رحبہ میں اکٹھا کیا پھر آپ نے فرمایا میں ہر اس شخص سے اللہ کے نام پر پوچھتا ہوں کہ جس نے غدیر خم کے روز رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو بہت سے لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے انہوں نے گواہی دی جس وقت آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں انہوں نے کہا یا رسول اللہ بالکل ایسا ہی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں علیؓ بھی اس کا محبوب ہے، اے اللہ! جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔ ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پاس سے نکلا تو میرے دل میں کچھ خلجان تھا، زید بن ارقمؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اپنے خلجان کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا اس بات سے تجھے انکار ہے کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول سے سنی ہے۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اللہ کے نام پر سوال کیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں محبوب ہوں علیؓ بھی اس کا محبوب ہے، اے اللہ! علی سے محبت کرنے والے سے محبت کر اور ان سے دشمنی کرنے والے سے دشمنی کر تو بارہ افراد نے کھڑے ہو کر اس کی گواہی دی، زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں بھی ان میں سے ایک تھا عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں حضرت علیؓ کو لوگوں سے اپیل کرتے دیکھا، میں ان لوگوں سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے روز یہ کہتے سنا تھا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے۔

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ بارہ بدری صحابی کھڑے ہو گئے گویا ان میں سے ایک اب بھی میرے سامنے ہے جو شلوار پہنے ہوئے تھا انہوں نے فرمایا ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ ہم نے رسول اللہ سے غدیر خم کے روز فرماتے سنا کیا میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں اور میری ازواج ان کی مائیں نہیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک ایسا ہی ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے،

اسے خدا علی کے دشمن سے محبت اور ان کے حامیوں سے عداوت رکھ۔

طبرانی نے متعدد طرق سے عمیرہ بن سعد کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے نام پر اپیل کرتے تھے کہ تم میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے روز کچھ بات کہتے سنا؟ چنانچہ بارہ صحابی جن میں ابوہریرہ، ابو سعید اور انس بن مالک کھڑے ہوئے جنہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے۔ اے خدا! علی سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور اس سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی رکھ۔

حذیفہ بن اسید نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام کو کشادہ وادی کے درمیان درختوں کے ارد گرد جو ایک دوسرے کے متصل تھے اترنے سے منع کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ان درختوں کے نیچے نماز پڑھی، بعد ازاں آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پائی ہے اور میرا خیال ہے کہ عنقریب مجھے بلا لیا جائے گا اور میں جواب دوں گا اور مجھ سے اور تم سب سے پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے ہم تک دین پہنچانے میں کمال کر دیا، خیر خواہی کی اور آپ نے پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

پھر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی وحدانیت، میری رسالت، جنت و دوزخ، موت، قیامت اور بعث بعد الموت کے برحق ہونے کی گواہی نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اس کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنوں کا مولیٰ ہوں اور میں لوگوں کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر ہوں، جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے۔ اے خدا! اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہارا فرط ہوں اور تم میرے سامنے حوض پر پیش کئے جاؤ گے، وہ حوض جس کی چوڑائی بصریٰ اور صنعاء کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ ہے، اس میں ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ چاندی کے پیالے ہیں اور جس وقت تم میرے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا، تم خیال رکھنا کہ تم میری جانشینی کیسی کرو گے۔ ان میں سے ثقل اکبر کتاب اللہ ہے جس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے، تم اس کو مضبوطی سے پکڑو اور تم گمراہ نہ ہو گے اور میری اولاد میرے اہل بیت ہیں، اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے سامنے حوض کوثر پر پیش ہونے تک الگ نہیں ہوں گے۔

حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے متعدد طرق کے ذریعہ ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے اور وہ غدیر خم کا روزہ ہے جب آپ ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہی ہے، اس کے بعد اللہ کے رسول نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے، اس پر حضرت عمر نے فرمایا اے علی! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے محبوب بن گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ...... آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اور جو شخص ۲۷ رجب کا روزہ رکھے گا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے اور یہ پہلا دن ہے جس دن حضرت جبرائیل رسالت لے کر آئے۔ خطیب کہتے ہیں کہ یہ حدیث روایت میں منفرد ہے اور بعد ازاں محمد بن علی بن سعید شامی نے اس سے موافقت کی ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نکارت پائی جاتی ہے جس میں سے ایک بیان کا یہ قول ہے کہ آیت الیوم اکملت لکم آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس قسم کی روایت ابن مردویہ میں الحموی کے طریق سے بحوالہ حضرت ابو سعید خدری بھی بیان ہوئی ہے جو درست نہیں ہے۔ یہ آیت تو عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین میں بحوالہ حضرت عمر بن خطاب بیان ہوا ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی بیان کردہ صحابہ کے علاوہ یہی حضور ﷺ کے قول جس کا میں محبوب ہوں کے بارے میں روایت کی گئی ہے اور ان کے طرق ضعیف ہیں۔

حدیث الطیر ...... اس حدیث کے بارے میں متعدد تصانیف ہیں۔ اس کے متعدد طرق ہیں، جن میں سے ہر ایک پر اعتراض پایا

جاتا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے السدی کی حدیث سے صرف سفیان بن وکیع عن عبید اللہ بن موسیٰ عن عیسیٰ بن عمر السدی عن انس کے طریق سے جانتے ہیں۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں اعتراض پایا جاتا ہے۔ ابو یعلیٰ، ابو القاسم طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ حاکم بیان کرتے ہیں کہ اسے تیس سے زیادہ آدمیوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ حافظ ابو عبد اللہ الذہبی نے بھی حاکم کے ذریعے اس کی اسنادات کی ہے جس کی طرف اشارہ کرنا درست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور حاکم نے اسے اپنایا ہے ان طرق الضعاف سے روایت کیا ہے جو ایک مجموعہ میں ہے۔ نیز ہمارے شیخ حافظ ابو عبد اللہ الذہبی نے بھی جس کتاب میں اس حدیث کے طرق بیان کیے ہیں ان کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث ﷺ سے اور تاریک ہے۔ مگر محمد بن یحییٰ بن کثیر قاضی ابو بکر باقلانی کی ایک کتاب میں بھی اس حدیث کو متعدد متن کے لحاظ سے ترو تازہ کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں مگر کوئی بھی اعتراض سے خالی نہیں ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک پرندہ تھا آپ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے وہ پرندہ آپ کے ساتھ کھایا۔ ابو یعلیٰ نے متعدد طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک بھنا ہوا پرندہ روٹی کے ساتھ ہدیہ کیا گیا تو اللہ کے رسول نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس لے آ تا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھانا کھائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی کہ اے اللہ! وہ محبوب تر آدمی میرے والد کو بنا دے۔ حضرت حفصہ نے دعا کی کہ اے اللہ! وہ محبوب تر آدمی میرے والد کو بنا دے۔ انس کہتے ہیں میں نے کہا کہ اے اللہ وہ آدمی سعد بن عبادہ کو بنا دے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ پر کسی کی آواز سنی تو دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان سے کہا حضور اس وقت مصروف ہیں لہٰذا آپ واپس چلے جائیں پھر دروازہ پر میں نے آواز سنی اور رسول اللہ نے بھی ان کی آواز سن لی آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ میں نے دیکھا تو وہی تھے میں نے اللہ کے رسول کو ان کی اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر بلا لو تو وہ آ گئے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! علی کے دوست کو اپنا دوست بنا۔

عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے انس بن مالک کو بصرہ سے بلایا اس نے ان سے حضرت علی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ کو ایک پرندہ ہدیہ کیا گیا۔ آپ ﷺ کے حکم سے اسے تیار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔ اسماعیل سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس ایک پرندہ تھا آپ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے۔ پھر حضرت ابو بکر آئے تو آپ نے انہیں واپس کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی واپس کر دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آپ ﷺ کے غلام سفینہ کا قول ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ کو دو پرندے ہدیہ دیئے آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اپنا محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دروازہ پر دستک دی میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی علی آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک پرندہ مرغاب کا ہدیہ کیا گیا اسے تیار کر کے آپ ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو آپ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب تر شخص کو میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ یہ کھائے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے اجازت طلب کی حضرت انس نے جواب دیا اللہ کے رسول اس وقت مصروف ہیں لہٰذا آپ چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ پھر یہی دعا فرمائی۔ حضرت علی دوسری بار آئے تو وہی جواب ملا پھر تیسری بار آئے تو رسول اللہ نے ان کی آواز سن لی اور ان کو اندر بلایا اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل مختلف احادیث (۱) جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے

ساتھ ایک نصرانی کے کھجور کے باغ میں گیا جسے اسرائیل کہا جاتا تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ۔ یہ ایک بڑا باغیچہ جہاں کھجور کے پھل درختوں سے نیچے گرا ہوا دیکھا تو ان کے بعد آپ چلے ۔ آپ نے فرمایا اب تمہارے سامنے ایک جنتی شخص آ رہا ہے تو ابوبکرؓ آ گئے پھر آپ نے یہی الفاظ فرمائے تو عمرؓ آ گئے پھر آپ نے یہی الفاظ دہرائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پھر آپ نے فرمایا اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ آ گئے پھر انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بکری ذبح کر کے اسے پکایا آپ ﷺ اور ہم سب نے کھانا کھایا جب ظہر کا وقت ہوا تو ہم سب نے بغیر وضو کئے نماز پڑھی۔

(۲) جمیع بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی مرد کو ان سے زیادہ اللہ کے رسول کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا

(۳) ...... احمد، یحییٰ بن بکیر، اسرائیل، ابو اسحاق اور ابو عبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا انہوں نے پوچھا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا معاذ اللہ، سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی جملہ کہا انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

(۴) عبدالرزاق، ثوری، اعمش، عدی بن ثابت اور زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے علی کو کہتے سنا اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا بلاشبہ آپ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا کہ مومن تم سے محبت کرے گا اور منافق تم سے بغض رکھے گا۔

(۵) عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ میں نے علی کے حق میں رسول اللہ کو فرماتے سنا ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہو جو آپ سے محبت کرنے والے اور آپ کے بارے میں سچ بولنے والے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو آپ ﷺ سے بغض رکھنے والے اور آپ ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ دنیا و آخرت میں سردار ہیں جس نے آپ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، آپ کا حبیب اللہ کا حبیب ہے جس نے آپ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، آپ سے بغض رکھنے والا حقیقت میں اللہ سے بغض رکھنے والا ہے میرے بعد آپ سے بغض رکھنے والے کے لئے ہلاکت ہے۔

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر فرمایا اے علی! تم میں عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ہے، یہود نے ان سے اتنا بغض رکھا کہ ان کی والدہ پر تہمت لگا دی اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ ان کو اس مقام پر پہنچا دیا جو ان کا نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے (۱) مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرنے والا (۲) مجھ سے حد سے زیادہ بغض و عداوت رکھنے والا۔ خبردار میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول کے مطابق عمل کرتا ہوں اگر میں تم کو اللہ کی اطاعت کا حکم دوں تو تم پر اطاعت کرنا واجب ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شیعوں نے آپ کی فضیلت کے بارے میں من گھڑت احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تکلیف تھی اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں تکلیف کی شدت کی وجہ سے یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے تو مجھے راحت دے اور اگر نہیں تو مجھے شفا دے اور اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے تکلیف برداشت کرنے کے لئے صبر عطا کر، آپ نے فرمایا اے علی تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے یہی الفاظ دہرائے تو آپ ﷺ نے اپنا پاؤں مجھے مار کر کہا تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے پھر وہی الفاظ دہرائے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اسے عافیت یا شفا عطا کر دے۔

(۹) ابوحمراء کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا جو شخص علم کی صورت میں حضرت آدم اور فہم کی صورت میں حضرت نوح اور حلم کی صورت میں حضرت ابراہیم اور زہد کی صورت میں یحییٰ بن زکریا اور رعب کی صورت میں حضرت موسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ علی کو دیکھ لے۔ یہ روایت منکر ہے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

(۱۰) حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ طائف کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے طویل سرگوشی کی تو آپ

ﷺ نے فرمایا میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے صرف اجلح کی حدیث سے جانتے ہیں اور "اللہ نے سرگوشی کی" کا مطلب ہے کہ اللہ نے مجھے اس سے سرگوشی کا حکم دیا ہے۔

(۱۱) ام عطیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ نے ایک دستہ روانہ فرمایا جس میں علی بھی تھے۔ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! علی کی واپسی سے قبل مجھے موت نہ دینا۔

(۱۲) عبداللہ بن ظالم مازنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کوفہ سے نکلتے وقت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا، راوی کہتے ہیں کہ مغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے خطباء کو مقرر فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے پہلو میں تھا، راوی کا بیان ہے کہ وہ غصہ میں کھڑے ہوئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں ان کے پیچھے پیچھے تھا، انہوں نے فرمایا کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے، جو ایک جنتی شخص کے بارے میں لعنت کا حکم دیتا ہے اور میں نو اشخاص کے بارے میں جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں، اگر میں دسویں شخص کے بارے میں گواہی دوں تو بھی میں گناہگار نہیں ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اے حراء پہاڑ ٹھہر جا اس لئے کہ اس وقت تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین، میں نے پوچھا دسواں کون ہے انہوں نے کہا میں ہوں۔

(۱۳) حبشی بن جنادہ سلولی کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے علی یا میں ادا کرے گا۔

(۱۴) حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سورہ براءت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور خانہ کعبہ کا طواف کوئی برہنہ شخص نہیں کرے گا اور جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا، جس شخص کا اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو اس کی مدت اس مدت کے ختم ہونے تک ہے، اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے، حضرت ابوبکر تین روز تک اسے لے کر چلے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم جاؤ، حضرت ابوبکر سے مل کر ان سے وہ پیغام لے لو اور ان کو مجھ تک واپس لوٹا دو، راوی کا بیان ہے کہ جب ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس پہنچے تو رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے متعلق کوئی بات نازل ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے بارے میں خیر ہی اتری ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسے میں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی پہنچائے۔

(۱۵) متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ حضرت علی کا ذکر کرنا عبادت ہے، ان میں سے کوئی بھی روایت صحیح نہیں ہے اور ان میں سے کوئی بھی سند کذاب یا مجہول راوی سے خالی نہیں ہے اور اس میں راوی شیعہ ہیں۔

(۱۶) **رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کرنے کی:** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ قرآنی آیت (انما ولیکم اللہ الخ) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد کی طرف گئے، لوگ رکوع اور سجدہ کی حالت میں تھے، آپ صلی اللہ ﷺ نے ایک سائل کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کیا تم کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کی حالت میں مجھے یہ انگوٹھی دی ہے لیکن اس حدیث کی اسانید کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ بات صحیح نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بھی آیت قرآن میں نازل نہیں ہوئی جیسا کہ قول باری ہے انما انت منذر ولکل قوم ھاد، ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا، اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام، وغیرہ آیات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان باتوں میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن کی آیت (ھذان خصمان اختصموا فی ربھم) حضرت علی، حمزہ اور عبیدہ کے بارے میں اور

قائل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں نازل ہونے والی یہ بات ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگوں کے بارے میں جو قرآن نازل ہوا ہے ان میں سے بہت ہی زیادہ حضرت علی کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں یہ سب جھوٹ ہے۔

(۱۷) حضرت [illegible] نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے کہ حضرت علی تشریف لائے اور [illegible] بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی آپ نے [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے کی جگہ [illegible] حضرت ابوبکر [illegible] حضرت علی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے [illegible] ہم نے اللہ کے رسول کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اہل فضل ہی اہل فضل کے مرتبہ کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے [illegible] اس کی سند میں [illegible] اور یہ موضوع ہے اس کے [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو رسوا کرے۔

(۱۸) حضرت علی سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا میں دار حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے [illegible] فرمایا یہ حدیث غریب ہے بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ شہر کے دروازے سے آئے۔

(۱۹) عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا [illegible] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان سے [illegible] پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان سے بھی [illegible] کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے [illegible] نے فرمایا [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر [illegible] رسول اللہ ﷺ نے [illegible] پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ کے رسول نے کیا راز کی بات فرمائی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اللہ کے نبی نے مجھے ایک ہزار باب سکھائے ان میں سے ہر باب ایک ہزار باب کی طرف کھلتا ہے۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔

(۲۰) حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے [illegible] فرمایا [illegible] تو علی ہی ہے جو قیامت کے دن حوض کوثر سے [illegible] یہ حدیث موضوع ہے۔

(۲۱) ابو یعلیٰ عبیداللہ بن عمر قواریری [illegible] ابو الحسن [illegible] بیان کرتے ہیں [illegible] کے بارے میں [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں اس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جس کے حل کے لئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

(۲۲) حضرت [illegible] بیان کرتے ہیں کہ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] آپ [illegible] کے پاس [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] کو [illegible] سمجھا کرتے تھے۔

(۲۳) [illegible]

(۲۴) [illegible]

(۲۵) [illegible]

(۲۶) [illegible]

بحمد اللہ تعالیٰ: البدایہ والنہایہ کا نواں جز مکمل ہوا۔

البدایہ والنہایہ

(معروف بہ)

تاریخ ابن کثیر

(حصہ ہشتم)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۷۷۴ھ

تاریخ ابن کثیر...... حصہ ہشتم

فصل

۴۰ھ کے واقعات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عالی سیرت، مواعظ، فیصلہ جات، خطبات، اقوال اور چند حکمتوں کا بیان

عبدالوارث ابی عمرو بن العلاء سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا اے لوگو! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے تمہارے مال میں سے نہ قلیل لیا اور نہ کثیر سوائے اس کے، اس کے بعد اپنی آستین سے ایک بوتل نکالی جس میں خوشبو تھی اور کہا کہ یہ مجھے ایک کسان نے ہدیہ دی ہے اور ایک روایت میں یہ مال کی قسم کے ساتھ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ بیت المال آئے اور فرمایا کہ میری اس بات کو مضبوطی سے پکڑو اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

افلح من کانت له قوصرة ۔۔۔ یأکل منها کل یوم تمرة

ترجمہ: ... کامیاب ہوا وہ شخص کہ جس کے پاس ایک ٹوکری ہو جس میں سے وہ ہر روز ایک کھجور کھاتا ہو۔

ایک نسخہ میں "تمرۃ" کی جگہ "مرۃ" کا لفظ ہے جب کہ ایک اور نسخہ میں پہلا مصرعہ یوں ہے۔

طوبیٰ لمن کانت له قوصرة

حرملہ ابن وھب سے اور وہ ابن لہیعہ سے وہ ابن ھبیرہ سے اور عبداللہ بن ابی رزین الغافقی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم عید الاضحیٰ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمارے سامنے حریرہ پیش کیا ہم نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے اگر آپ گندم کی روٹی لے آتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی کی ہے آپ نے فرمایا اے رزین کے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے اللہ کے مال میں سے دو پیالوں کے سوا جائز نہیں ایک پیالہ اپنے لئے اور گھر والوں کے لئے اور ایک پیالہ لوگوں کو کھلانے کے لئے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث سنائی حسن اور بنی ہاشم کے غلام ابو سعید نے اور وہ دونوں روایت کرتے ہیں ابن لہیعہ سے اور وہ عبداللہ بن ھبیرہ سے اور وہ عبداللہ بن رزین سے کہ انہوں نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب کے پاس گیا جب کہ حسن نے عید الاضحیٰ کے دن کی صراحت بھی کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے حریرہ پیش کیا تو ہم نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے اگر آپ گندم کی روٹی لاتے تو کیا حرج تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی بھی کی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا اے رزین کے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ کے

حالانکہ تمہارے مال میں سے دنیا سے کچھ نہیں لیا [illegible] اپنے لئے [illegible] سوائے ایک بوتل کے [illegible]

ابو عبید کہتے ہیں کہ ہمیں عباد بن العوام نے ہارون بن عنترہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس خورنق میں گیا اور آپ ایک پرانی چادر میں کانپ رہے تھے [illegible] میں نے کہا اے امیر المومنین اللہ نے آپ کے لئے اور آپ کے اہل بیت کے لئے اس مال میں حصہ رکھا ہے اور آپ اپنے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں انہوں نے فرمایا بخدا میں آپ کے مال میں سے کوئی چیز کم نہیں کرتا اور یہ وہی چادر ہے جسے لے کر میں اپنے گھر یا مدینہ سے نکلا تھا [illegible] سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حضرت علی نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی [illegible] اور آپ کا غلہ مدینہ سے تھیلے میں آتا تھا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں [illegible] نے حدیث بیان کی ہے [illegible] مجمع بن سمعان التیمی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ علی بن ابی طالب اپنی تلوار لے کر بازار نکلے اور فرمایا کون میری یہ تلوار مجھ سے خریدے گا اگر میرے پاس چار درہم ہوتے جن سے میں تہبند خرید لیتا تو میں اسے فروخت نہ کرتا۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھے [illegible] نے [illegible] سفیان سے [illegible] روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قمیص پہنی جس کی آستینیں انگلیوں سے بڑھی ہوئی تھیں تو انہوں نے انگلیوں کی حد تک کٹوا دیا اور فرمانے لگے آستین انگلیوں سے بڑھی ہوئی نہیں ہونی چاہئے۔

ابو عبید روایت کرتے ہیں [illegible] سے اور وہ [illegible] سے اور وہ [illegible] سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے [illegible] حضرت علی نے تین درہم کی قمیص خریدی جب کہ وہ خلیفہ تھے اور اس کی آستینوں کو کلائیوں کی جگہ سے کاٹ دیا اور فرمانے لگے اس خدا کا شکر ہے جس کی طرف سے یہ لباس ملا ہے۔

امام احمد بن حنبل [illegible] سے روایت کرتے ہیں [illegible] سے اور وہ [illegible] سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے [illegible] حضرت علی [illegible] کو دیکھا [illegible] جب [illegible] سے [illegible] انہوں نے [illegible] حضرت علی [illegible] کے سامنے پیش کی [illegible] انہوں نے [illegible] کے بعد انہوں نے [illegible] فرمانے لگے [illegible] اس کا بدلہ [illegible] راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے [illegible] ہاتھ [illegible] سے [illegible] رہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت بیان کی فضل بن دکین نے [illegible] سے اور وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی کو گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا آپ کے جسم پر دو قطری چادریں تھیں ایک آدھی پنڈلی تک تہبند اور دوسری اس کے قریب [illegible] اور آپ کے پاس ایک کوڑا تھا جسے لے کر آپ بازار میں چلتے ہوئے لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور اچھی طرح خرید و فروخت کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے ناپ تول پورا کرو اور فرماتے گوشت میں پھونک نہ مارو۔

حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل مسند میں فرماتے ہیں کہ مجھے [illegible] نے روایت کی اور انہوں نے صالح بن [illegible] سے اور وہ [illegible] وہب [illegible] سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت علی بن ابی طالب ہمارے پاس آئے [illegible] ان کے [illegible] ایک [illegible] پہنچے [illegible] دوسری [illegible] انہوں [illegible] آپ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] نماز کے [illegible] ہے۔

علی بن [illegible] کہتے ہیں کہ ہمیں روایت بیان کی ہے محمد بن عبید نے مختار بن نافع سے اور وہ ابو مطر سے بیان کرتے ہیں کہ [illegible]

مسجد میں سے نکلا تو ایک آدمی کو اپنے پیچھے آواز دیتے ہوئے سنا اپنی تہبند اونچی رکھو اس میں تمہارے کپڑے کے لئے طہارت ہے اور تمہارے رب کے لئے تقویٰ ہے اور اگر تم مسلمان ہو تو اپنے سر کے بال کم کرو، میں ان کے پیچھے چل دیا وہ ایک چادر باندھے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور کوڑا ان کے ساتھ تھا گویا وہ اعرابی ہوں تو میں نے کہا یہ کون ہے؟ میرے ساتھ ایک شخص نے مجھ سے کہا لگتا ہے کہ آپ اس شہر میں اجنبی ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک میں تو بصرہ کا باشندہ ہوں تو اس شخص نے کہا یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں یہاں تک کہ وہ چلتے ہوئے بنی ابی معیط تک پہنچے اور کہنے لگے خرید و فروخت کرو مگر قسم نہ کھاؤ اس لئے کہ قسم سامان کو تو بکوا دیتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے۔ پھر وہ کھجوروں والوں کے پاس آئے تو دیکھا ایک خادمہ رو رہی تھی ان کے پاس آئی تو انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا روتی کیوں ہے؟ تو وہ کہنے لگی اس شخص نے ایک درہم کی کھجور مجھے فروخت کی ہیں لیکن میرے آقا نے کھجوریں واپس کرنے کا حکم دیا ہے یہ شخص کھجوریں قبول نہیں کر رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور والے سے فرمایا اپنی کھجوریں واپس لو اور اس کو اس کا درہم واپس کرو کیونکہ یہ بااختیار نہیں کھجوریں واپس لے لیں تو اس شخص نے درہم دے دیے۔ میں نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں میں نے کہا علی بن ابی طالب ہیں امیر المومنین اس پر اس نے کھجوریں پھینک دیں اور اس شخص نے اس کو درہم واپس کر دیے پھر اس شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ مجھ سے راضی رہیں میں یہی چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آپ لوگوں کے حقوق ادا کریں گے تو اس وقت میں آپ سے بہت راضی ہوں گا۔

پھر کھجوروں والوں کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمانے لگے مسکینوں کو کھلاؤ تمہاری کمائی میں اضافہ ہوگا۔ پھر وہاں سے گزرتے چلے گئے جب کہ ان کے ساتھ ایک جماعت مسلمانوں کی تھی یہاں تک کہ مچھلی فروخت کرنے والوں کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے ہمارے بازار میں مردار مچھلی فروخت نہ ہو پھر دار فرات آئے وہ سوتی کپڑا بیچنے والوں کا بازار ہے ایک آدمی کے پاس آ کر فرمانے لگے تین درہم میں میرے ساتھ قمیص بیچنے کا معاملہ درست طریقے سے کرو۔

جب اس نے دیکھا تو ان سے کوئی چیز نہ خریدی پھر دوسرے کے پاس آئے اس نے ان کو بھی جب پہچانا تو اس سے کوئی چیز نہ خریدی پھر ایک نوجوان لڑکے کے پاس آئے اور اس سے تین درہم کی قمیص خریدی جس کی آستین پہنچوں سے لے کر ٹخنوں تک تھی اس کو پہنتے ہوئے فرمایا سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ عمدہ لباس عطا فرمایا کہ جس کے ذریعے میں لوگوں کے درمیان پر وقار ہوں اور اپنا ستر ڈھانپتا ہوں۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین یہ جو کچھ آپ نے پڑھا اپنی طرف سے ہے یا آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ پہنتے ہوئے فرماتے تھے۔ پھر دوسرے دن کپڑے والے لڑکے کا باپ آیا تو اس سے کہا گیا اے فلاں تیرے بیٹے نے آج امیر المومنین کو قمیص تین درہم میں فروخت کی ہے اس نے کہا تو نے دو درہم کیوں نہ لئے؟ اس کے باپ نے اس سے ایک درہم لیا اور لے کر امیر المومنین کے پاس چلا گیا اس وقت امیر المومنین باب رحبہ کے پاس مسلمانوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور کہا یہ درہم رکھ لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا معاملہ ہے یہ درہم؟ اس نے کہا قمیص کی قیمت صرف دو درہم تھی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے میری مرضی سے بیچی تھی اور اپنی مرضی سے مجھ سے لی۔

عمرو بن شمر نے جابر جعفی کی سند سے اور وہ شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب نے اپنی زرہ ایک اعرابی کے پاس پائی تو اس کو لے کر شریح کے پاس فیصلے کے لئے حاضر ہوئے۔ راوی کہتے ہیں علی آئے اور شریح کے ایک طرف بیٹھ گئے اور کہنے لگے اے شریح اگر میرا فریق مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن وہ اعرابی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جب تم اور وہ ایک راستے پر ہو تو ان کو تنگ راہ پر چلنے پر مجبور کرو اور حقارت سے پیش آؤ جس طرح اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے لیکن اپنے کو بڑھ کر سرکشی میں مبتلا کرو۔

اس کے بعد اس اعرابی نے کہا یہ زرہ تو میری ہی ہے اور امیر المومنین جھوٹ کہتے ہیں۔ تو قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے امیر المومنین آپ کے پاس کوئی گواہ ہے اس پر حضرت علی ہنس پڑے اور کہنے لگے شریح نے ٹھیک کہا ہے میرے پاس گواہ نہیں۔ لہذا شریح نے زرہ کا اعرابی کے حق میں فیصلہ کر دیا

راوی کہتے ہیں کہ وہ اعرابی اسے لے کر چند قدم چلے اور پھر واپس لوٹ کر کہنے لگے رہا میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ فیصلہ انبیاء کے

فیصلوں میں سے ہے جو امیر المومنین مجھے تو شک ہے۔ کہ پاس سے جاتے ہیں اور پھر آپ کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں نے ربّ خدا کی قسم اے امیر المومنین آپ تو کی ہے جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت میں لشکر کے پیچھے پیچھے تھا تو میں نے آپ کے خاکستری اونٹ سے پیدل ہو کر اب جب کہ میں سلطان ہو چکا ہوں تو بیٹھا آپ کی جان کے بعد اس نے آپ کو گھوڑے پر سوار کیا۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہروان کے دن جس شخص نے خوارج سے قتال کرتے ہوئے ان کو دیکھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا اور سعید بن عبد العزیز بن ربیعہ سے بیان کرتے ہیں کہ جعدہ بن ہبیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین آپ کے پاس دو آدمی آتے ہیں آپ ایک کو اس کے اہل و عیال سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور دوسرا شخص ایسا ہے کہ اگر آپ کو ذبح کرسکے تو کر ڈالے تو آپ دوسرے کے حق میں پہلے کے خلاف فیصلہ کر دیتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے اس کے سینے پر مکا مارا اور فرمانے لگے کہ یہ معاملہ میرا ہوتا تو کر گزرتا مگر یہ تو اللہ کا معاملہ ہے (میری اس میں کیسے مجال ہو سکتی ہے)۔

ابو القاسم بغوی کہتے ہیں کہ میرے دادا نے مجھے روایت کیا ابن کونی عن ابن قتم نے ابو مطر صالح کپڑا فروش سے اور وہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی نے کہا کہ میں نے علی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اپنی چادر میں لپیٹ کر اٹھا لیں اس پر ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ کے بجائے ہم اٹھا لیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بچوں والا اس کو زیادہ اٹھانے کا حق دار ہے۔ ابو ہاشم زاذان سے نقل کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بازاروں میں تنہا چلتے تھے جب کہ وہ خلیفہ تھے بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کرتے کمزور کی مدد کرتے اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے اور ان کے سامنے قرآن کھولتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔

تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا

ترجمہ: ...... یہ دار آخرت کا ٹھکانہ ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھر فرماتے یہ آیت حکمرانوں میں سے اہل عدل و تواضع اور عام لوگوں کے حق میں نازل ہوئی۔

عبادہ بن زیاد روایت کرتے ہیں صالح بن ابی الاسود سے اور وہ ایک شخص سے جس نے ان کو روایت کیا کہ میں نے حضرت علی کو گدھے پر سوار دیکھا اور ان کے دونوں پاؤں ایک جانب لٹک رہے تھے پھر فرمایا میں وہ شخص ہوں جس نے دنیا کو ٹھکرا دیا۔

یحییٰ بن معین روایت کرتے ہیں علی بن الجعد سے اور وہ حسن بن صالح سے کہ وہ کہتے ہیں: ایک دفعہ عمر بن عبد العزیز کے پاس زاہدوں کا تذکرہ ہوا کہنے والوں میں سے کسی نے کہا فلاں، کسی اور نے کہا فلاں۔ اس کے بعد عمر بن عبد العزیز فرمانے لگے لوگوں میں سب سے بڑا زاہد علی بن ابی طالب ہے۔

ہشام بن حسان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ازارقہ کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے ابو سعید علی بن ابی طالب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے بے شک علی اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا تیر تھے جو دشمن کے دشمنوں پر ٹھیک نشانہ پر لگتا تھا اور اس امت کی عزت و شرف اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی اور انتہائی شرافت کے مالک فرد تھے اور اس امت کے ربانی علماء میں سے ایک تھے بلکہ کمال میں سے تھے چوری کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے حکم کی غفلت کرنے والے تھے ان کی عزت و شرافت علم اور قرآن سے لئے ہوئے تھے جن کی وجہ سے وہ بہترین زعامت اور واضح نشانات پر تھے ایسے تھے علی بن ابی طالب تھے۔

قاسم یزید سے نقل کرتے ہیں وہ عمار سے وہ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی کو جھوٹی حدیث سنائی تو وہ شخص اندھا ہو گیا اور اس کا معاملہ کیا ابو عمر بن ابی العلاء عاصم کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے شریک بن یونس نے اس کو قاسم نے اسماعیل نے مجلس میں عاصم نے اور اس کو زاذان ابو عمر الکندی نے روایت کی زاذان ابی عمرو سے کہ ایک شخص نے حضرت علی کو ایک حدیث سنائی اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میرا تو گمان ہے کہ تو نے مجھ سے جھوٹ بولا

[illegible] نے ایک شخص کو حضرت علی نے فرمایا [illegible] کہ اگر آپ نے [illegible] اس شخص نے کہا [illegible] حضرت علی [illegible] اس شخص کی [illegible] تھا۔

[illegible] کہتے ہیں [illegible] روایت کیا ہے [illegible] سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے [illegible] ایک [illegible] کے ایک دفعہ [illegible] جب [illegible] ہو گئے تو انہوں نے [illegible] کی عمر [illegible] کہ ان کے بعد [illegible] زندگی ہو گی۔

ابن [illegible] کہتے ہیں [illegible] کے پاس [illegible] ہے۔ ابن ابی الدنیا لکھتے ہیں مجھ سے روایت کیا عبد اللہ بن [illegible] شیبانی نے [illegible] اپنے باپ سے [illegible] انصاری سے اور وہ [illegible] شیبانی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا [illegible] حضرت علی [illegible] کے [illegible] دیکھا۔

[illegible] کہتے ہیں کہ مجھے [illegible] حضرت علی نے [illegible] دونوں [illegible] کے ہاتھوں اور پاؤں کو پکڑ لیے۔

آپ کے بہترین کاموں کا شمار: ابن ابی الدنیا کہتے ہیں علی بن جعد نے [illegible] روایت کیا اور ان کو عمرو بن مرہ نے [illegible] اسدی نے [illegible] کہتے ہیں [illegible] علی [illegible] کے ساتھ [illegible] آپ [illegible] تھوڑی [illegible] گئے۔

[illegible] فرمایا [illegible] تو آپ نے [illegible] پھر [illegible] بیٹھ گئے۔ [illegible] کی [illegible] ان کے [illegible] کرتے تھے۔ [illegible] اور [illegible] رہا۔

[illegible] کے لئے [illegible] تلاوت کرتے [illegible] کرتے [illegible] کی طرح [illegible] اور آنکھیں [illegible] تک کہ ان کے [illegible] رات کے بعد [illegible] نظر [illegible] اللہ کے [illegible] نے [illegible] سے نقل کرتے ہیں [illegible] سے بچانے [illegible] کے [illegible] سے [illegible] اور خوب [illegible] کرنے والا [illegible] علم کے [illegible] ہوتے تھے۔

[illegible] آخرت تیزی سے قریب آ رہی ہے اور ہر ایک کے [illegible] آخرت کے بیٹے [illegible] کے بیٹے [illegible] زمین [illegible] بنا لیا ہے [illegible] آخرت کا [illegible] سے دور [illegible] اور جنت [illegible] کی طرف [illegible] آسان ہو جائے گا۔

اللہ کے [illegible] نے [illegible] جنت میں [illegible] گیا [illegible] ان کے [illegible] کے [illegible] ان کے [illegible] ہیں۔ انہوں نے آخرت [illegible] کے لئے [illegible] رات [illegible] ان کے آنسو [illegible] ہیں۔ اپنے [illegible] کے لئے [illegible] ہیں [illegible] کی طرف [illegible]

جب دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ وقت موت کا نہیں ہے حالانکہ یہ دنیا دھوکہ ہے اس میں کوئی عرض نہیں اور یہ تجھ کو دھوکہ دے رہی ہے جس کی کوئی ایک چیز نے تجھ کو گمراہ بنا دیا ہے۔

اسحٰق بن جابر کہتے ہیں کہ ایک دن منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور موت کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اللہ کے بندو موت سے فرار ممکن نہیں اگر تم اس کے لئے ٹھہرے ہوئے ہو تو وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر موت سے بھاگو گے تو وہ تمہیں آ لے گی جلدی کرو نجات حاصل کرو اور جلدی کرو۔ بے شک تمہارے پیچھے ایک تیز طالب ہے یعنی قبر اس کی تنگی ظلمت اور وحشت سے ڈرو۔ خوب سمجھ لو کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ آگاہ رہو کہ قبر ہر روز تین مرتبہ کہتی ہے میں ظلمت کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں میں وحشت کا گھر ہوں۔ آگاہ رہو کہ اس قبر کے بعد ایک ایسا دن ہے جس دن بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور بڑا مدہوش ہو جائے گا:

﴿وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس سكارى وما هم بسكارى ولكن عذاب الله شديد﴾

ترجمہ: ''جس دن ہر حمل والی اپنا حمل ساقط کر دے گی اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش ہیں حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔''

سن لو کہ قبر کے بعد کی منزل اس سے بھی سخت ہے یعنی آگ کہ جس کی گرمی شدید ہے جس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اس کا زیور لوہے کے ہتھوڑے ہیں اور اس کا پانی پیپ ہے اس کا داروغہ مالک ہے جس کے دل میں اللہ کی طرف سے ذرہ برابر بھی شفقت نہیں راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ پھر رو پڑے اور ان کے ساتھ مسلمان بھی رو پڑے۔ خوب سمجھ لو کہ اس کے پار جنت ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں کے برابر ہے جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں کا دلی ساتھی بنا دے اور ہمیں اور آپ کو دردناک عذاب سے بچائے۔

لیث بن ابی سلیم مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے خود سنا کہ اے لوگو! خبردار دنیا پیٹھ پھیر کر چلی ہے اور رخصت ہونے کے لئے اعلان کر چکی ہے اور بیشک آخرت آ چکی ہے اور جھانک رہی ہے آج میدان ہے اور کل دوڑ ہے۔

آگاہ رہو کہ تم آرزوؤں کی دنیا میں ہو جس کے بعد موت ہے پس جس شخص نے اپنی اس امید کے دنوں میں موت کی آمد سے پہلے کوتاہی کی اس نے خسارے کا سودا کیا۔ خوب سمجھ لو کہ تمہیں خوشی میں بھی اللہ کے لئے ایسا ہی عمل کرنا چاہیے جیسا کہ ڈر اور خوف میں کرتے ہو اور سن لو کہ میں نے جنت کے مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس کا طالب سو رہا ہو اور دوزخ کے مثل کوئی چیز نہیں پائی کہ اس سے بھاگنے والا سو رہا ہو جس کو حق نفع نہیں دیتا اس کو باطل نقصان دیتا ہے۔ جو شخص ہدایت سے سیدھا نہیں ہوتا تو گمراہی اس کے ساتھ چلتی ہے خوب سن لو تمہیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے اور تم زاد راہ کی طرف رہنمائی کئے گئے ہو۔ آگاہ رہو اے لوگو! دنیا ایک حاضر سامان ہے جس میں سے نیک اور بد سب کھاتے ہیں۔ اور آخرت سچا وعدہ ہے جس میں قادر بادشاہ فیصلہ کرے گا۔ خوب سمجھ لو کہ شیطان فقر سے ڈراتا ہے اور فحش کا حکم دیتا ہے اور اللہ اپنی بخشش اور فضل کا تم سے وعدہ کرتا ہے اللہ بہت بخشش والا اور علم رکھنے والا ہے۔

اے لوگو! اپنی عمر میں حسن پیدا کرو تاکہ تمہاری عاقبت محفوظ ہو جائے کیونکہ اللہ نے اپنی جنت کا وعدہ اپنی اطاعت کرنے والے کے ساتھ کیا ہے اور جہنم سے ڈرایا ہے اس شخص کو جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ ایک ایسی آگ ہے جس کی لپٹ ختم نہیں ہوتی اور جس کا قیدی آزاد نہیں ہوتا اور اس کا ٹوٹا ہوا جوڑا نہیں جاتا اس کی گرمی بہت شدید ہے اور اس کی گہرائی بہت دور ہے اور اس کا پانی پیپ ہے۔ اور یاد رکھو کہ تمہارے بارے میں جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہے خواہشات کی پیروی اور امیدوں کا لمبا ہونا۔ اور ایک روایت میں ہے: خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا لمبا ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے دنیا کی مذمت بیان کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا سچائی کا گھر ہے اس شخص کے لئے جس نے اس کو سچا جانا اور عافیت کا گھر ہے اس شخص کے لئے جو اس کو سمجھ گیا اور غنیٰ کا گھر ہے اس کے لئے جس نے اس میں سے زاد راہ حاصل کر لیا۔ یہ اللہ کی وحی کے اترنے کی جگہ ہے اور فرشتوں کا جائے نماز ہے اور انبیاء کی سجدہ گاہ ہے اور اولیاء اللہ کی تجارتی منڈی ہے انہوں نے اس میں سے رحمت کمائی جنت نفع میں پائی اور اس

میں سے جنت کو کون پانے والا ہے جو اس کی مذمت کرتا ہے جب کہ وہ اپنے فراق کی آواز دے چکی۔ بہادر اس کی نظر کے ساتھ خوشی کی ہوئی۔ بجا وہ اس کی مصیبت کے ساتھ ہے۔

تو صبح و شام اس میں رغبت اور دلچسپی لیتا ہے۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے جو اس کی آرزوؤں سے دھوکا کھا رہا ہے تجھے کب تک دھوکا دے گی؟ کیا مصیبتوں میں تمہارے آباء کے بچھڑنے کی جگہ پر یا زمین کے نیچے تمہاری ماؤں کے لیٹنے کی جگہ پر؟ کتنے لوگ تیرے سامنے بیمار ہوئے؟ اور تو نے اپنے ہاتھوں سے دوا کی خدمت کی تو ان کے لئے کس سے شفا طلب کرتا ہے طبیب ان کے لئے نسخے تجویز کرتے ہیں تمہاری دوا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتی اور تمہارا رونا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

سفیان ثوری اور اعمش عمرو بن مرہ سے نقل کرتے ہیں وہ ابو البختری سے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کی بہت تعریف کرنے لگا جب کہ وہ شخص ان سے بغض رکھتا تھا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ویسا نہیں جیسا تم کہتے ہو اور میں اس سے بہتر ہوں جتنا تمہارے دل میں ہوں۔ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اللہ تمہیں ثابت قدم رکھے حضرت علی نے جواب دیا تمہارے سینے پر۔ لیکن ابن ابی الدنیا کہتے ہیں حسن بن ... نے مجھے روایت کیا اور انہوں نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا اور انہوں نے ابو حمزہ سے اور انہوں نے ... سے اور انہوں نے یحییٰ بن یعمر سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس انسان کے لئے اس کے نفس، اہل اور مال میں جس قدر کمی اور زیادتی کا فیصلہ کیا ہے وہ آسمان سے زمین کی طرف بارش کے قطرے کی طرح اترتا ہے۔ پس جس کسی نے اپنے نفس یا اہل و مال میں کمی پائی اور دوسرے کے لئے فراخی تو یہ بات اس کو ہرگز ہرگز فتنے میں نہ ڈالے بے شک جب تک مسلمان پر اس کی دنیا تنگ نہ ہو جائے وہ اس کے سامنے فروتنی کا اظہار کرتا ہے جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے کمینے لوگ اس کی وجہ سے ... ہیں۔ جیسے کہ کامیاب جوا کھیلنے والا اپنے پہلے ہی تیر میں اس بات کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کے لئے غنیمت کو واجب کرے گا اور اس سے قرض کو دور کرے گا اسی طرح جو مسلمان خیانت سے بری ہو دو نیکیوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے۔

جب وہ اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے یا اللہ اسے رزق دیتا ہے تو وہ اہل اور مال والا ہو جاتا ہے اور جب کہ اس کے پاس حسب نسب اور دین کی نعمت بھی موجود ہے اور دنیا اور آخرت میں ... ہے اور آخرت تو بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے کھیتیاں تو دو ہی ہیں ایک دنیا کی کھیتی اور وہ مال اور اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی اور وہ باقی رہنے والے اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کسی کے لئے دونوں جمع کر دیتا ہے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں اس قدر عمدہ کلام کوئی کس طرح پیش کر سکتا ہے؟ سفیان ثوری نقل کرتے ہیں زبید یامی سے اور وہ مہاجر عامری سے کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب نے اپنے ایک ساتھی کو خط لکھا جو کسی شہر کے حاکم تھے اس میں تھا امابعد تم لوگوں سے اوجھل نہ رہا کرو ہرگز لمبے عرصے تک رعایا کی نظروں سے اوجھل رہنا تنگی کا ایک شعبہ ہے اور معاملات سے کم علمی کا سبب ہے اور یہ اوجھل ہونا ان سے اس چیز کا علم ختم کر دیتا ہے جس سے وہ اوجھل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے نزدیک بڑا چھوٹا بن جاتا ہے اچھا برا اور برا اچھا بن جاتا ہے اور حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے اور بلاشبہ حکمران انسان ہی ہوتا ہے جو معاملات لوگ اس سے چھپاتے ہیں وہ ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور لوگوں کے اوپر نشانات لگے ہوئے نہیں ہیں جن کی بدولت صدق اور کذب میں پہچان ہو سکے تم پردے کی نرمی سے حقوق میں داخل ہونے سے بچ جاؤ شاید تم دو انسانوں میں سے ایک انسان ہو یا تو تم ایسے شخص ہو جس کا نفس حق میں خرچ کرنے سے سخی ہوتا ہے تو پھر واجب حق کو ادا کرنے سے چھپنے کی کیا وجہ ہے اور اچھے اخلاق سے جن کو ادا کرنا چاہتا ہے اور یا تم بخل اور تنگی میں مبتلا ہو گئے ہو تو لوگ تمہارا بہت جلد سوال چھوڑ دیں گے اور بہت جلد جب لوگ تم سے مایوس ہو گئے تو سوال کرنے سے رک جائیں گے۔ حالانکہ لوگوں کی اکثر ضروریات ایسی ہیں کہ جن کے پورا کرنے میں آپ پر کوئی بوجھ نہیں جیسا کہ ظلم کی شکایت یا انصاف طلبی یا کسی معاملے میں انصاف ... پس جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ والسلام۔

مدائنی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی عامل کو لکھا تو ... سختی سے ... تم اپنی انتہا کو پہنچ گئے ہو اور میں نے تمہارے اعمال تم پر اس دن کے ... سے پیش کئے ہیں کہ جس دن دھوکہ میں پڑا ہوا حسرت کے ساتھ پکارے گا ... اور ... رجوع کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا۔ ہیثم کہتے ہیں ہمیں عمر بن ابی زائدہ نے شعبی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ابو بکر شعر کہتے تھے عمر شعر کہتے تھے اور علی بھی

شعر کہتے ہیں جن میں آپ سب سے بڑھ کر شاعر تھے۔ ہشام بن محمد نے ابراہیم بن یاسین سے اور انہوں نے عمر بن ابی زائدہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن ابی السفر سے اور انہوں نے شعبی سے اسی مضمون کو نقل کیا ہے۔ ابو عمر بن درید کہتے ہیں کہ مجھے ابو حاتم نے ابی عبیدہ سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے معاویہ نے علی کو لکھا اے ابوالحسن میرے متعدد فضائل ہیں میرا باپ زمانہ جاہلیت میں سردار تھا اور میں زمانہ اسلام میں بادشاہ بنا اور میں جناب رسول اللہ ﷺ کا سالا ہوں اور مومنین کا ماموں ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جگر کھانے والی کا بیٹا [illegible] مجھ پر فخر کرتا ہے؟ پھر فرمانے لگے اے غلام لکھو۔

> اللہ کے نبی محمد میرے بھائی اور میرے خسر ہیں اور حمزہ سید الشہداء میرے چچا ہیں اور جعفر جو صبح کرتا اور شام کرتا ہے اس حال میں کہ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہا ہوتا ہے وہ میری ماں کے بیٹے ہیں اور محمد ﷺ کی صاحبزادی میری مسکن اور بیوی ہیں اس کا گوشت میرے خون اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور احمد کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں تو پھر کون ہے تم میں سے کہ جس کا نصیب میرے نصیب جیسا ہے میں نے تم سے سبقت کی قبول اسلام میں جب کہ میں بچہ تھا اور جوانی کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھا تھا۔

راوی بیان کرتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس رسالہ کو چھپا کر رکھو کہیں اہل شام اس کو پڑھ لیں اور علی بن ابی طالب کی طرف ان کا میلان ہو جائے۔ اور یہ ابو عبیدہ اور علی اور معاویہ کے زمانہ کے درمیان منقطع ہے۔ زبیر بن بکار اور کئی صاحب کا قول ہے کہ ابن منذر نے مجھے زہری سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے علی کو شعر کہتے سنا جب کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے۔

> میں مصطفیٰ کا بھائی ہوں میرے نسب میں کوئی شک نہیں اس کے ساتھ میں پلا بڑھا اور آپ کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں میرے دادا اور رسول اللہ کے دادا ایک ہیں اور فاطمہ میری بیوی ہیں اور یہ قول کسی جھوٹا کہنے والے کا نہیں میں نے ان کی اس وقت تصدیق کی جب کہ تمام لوگ ان کے بارے میں گمراہی اور شرک اور بگاڑ میں تھے سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں شکر ادا کرتے ہوئے جس کا کوئی شریک نہیں جو بندوں سے حسن سلوک کرنے والا اور ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرائے اور فرمایا اے علی تو نے سچ کہا یہ اشعار اس سند کے ساتھ منکر ہیں۔

اور یہ کلام اس سند اور متن کے ساتھ قطعی غیر مقبول ہے۔ حافظ ابن عساکر نے ابو زید علی کے حالات سے نقل کیا ہے ہمیں روایت کیا ہے یحییٰ بن دینار نے اور انہوں نے فرج بن فضالہ سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابو سعید المکی سے اور وہ اصبغ ابن نباتہ سے اور وہ علی سے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین مجھے آپ سے ایک کام ہے جس میں اس کو اللہ کے سامنے رکھتا ہوں آپ کے سامنے بیان کرنے سے پہلے اور اگر آپ نے میرا وہ کام کر دیا تو میں اللہ کی حمد بیان کروں گا اور آپ سے معذرت کروں گا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی ضرورت کو زمین پر لکھو اس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھوں تو اس نے لکھ دیا میں محتاج ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر ایک جوڑا لازم ہے پس آپ وہ جوڑا لائے اس آدمی نے وہ لے لیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

> تو نے مجھے ایک جوڑا پہنایا جس کی خوبیاں پرانی ہو جائیں گی تو میں عنقریب آپ کو بہترین تعریف کے کئی جوڑے پہناؤں گا اگر آپ نے میری طرف سے بہترین تعریف پائی تو بلاشبہ آپ نے عزت پائی اور جو کچھ میں نے کہا اس کا بدلہ نہیں چاہتا بیشک تعریف صاحب تعریف کے نام کو زندہ رکھتی ہے جس طرح کہ بادلوں کی طراوت نرم زمین اور پہاڑوں کو زندگی بخشتی ہے زمانہ پر بھلائی میں کمی نہ کر اس بھلائی سے جو تو نے کی ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا ہے اس کا بدلہ ملے گا۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر دینار لازم ہیں پس آپ سو دینار لائے اور وہ سب اس شخص کو دے دیے۔ اصبغ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین ایک جوڑا اور سو دینار؟ تو حضرت علی فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبے پر رکھو اور میرے نزدیک اس شخص کا یہی مقام ہے۔ خطیب بغدادی نے ابی جعفر احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط کے طریق سے نقل کیا ہے کہ انہوں

نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا:۔

> جب لوگوں پر دس سال ہو گئے اور کھلا پن تنگ ہو گیا بہ نسبت اس کے جو کھلا پن تھا تکلیف دہ چیزوں نے جکڑ لیا اور مایوس ہو گئیں اور پریشانیوں نے ان کی جگہوں پر رسوخ پکڑ لیا اور تو مصیبت کے دور ہونے کا کوئی راستہ نہیں پاتا اور نہ ہی آدمی بھی اپنے حیلے کے ذریعے کافی نہ ہوا تمہاری مایوسی پر اچانک مدد آئے گی اس کرنے والا مہربان قریب ہی ہو گا جب تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی تو قریب ہی سے کشادگی آ پہنچے گی۔

ان اشعار میں سے جن کو ابو بکر محمد بن یحییٰ الصولی نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی طرف منسوب کیا ہے چند ایک درج ذیل ہیں۔

> عظیم مصیبت پر صبر کرو اور اپنے غم کا علاج صبر جمیل سے کرو اور پریشان مت ہو اگر تجھے ایک دن تنگی سے واسطہ پڑا ہے تو اس لئے کہ ایک لمبا عرصہ تو نے خوشحالی کے ساتھ گزارا ہے اور اپنے پروردگار کے ساتھ بدگمانی نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اچھے گمان کا لائق ہے یقیناً تنگی کے بعد خوشحالی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول تمام قولوں سے سچا ہے اگر عقل رزق کو کھینچ لاتی تو رزق عقل والوں کے پاس ہوتا کتنے ہی مومن ہیں کہ جنہوں نے دن بھوک سے گزارا عنقریب قائم اور شفاف چشمے سے ان کو سیراب کیا جائے گا۔

دنیا کی لذتوں میں مشغول ہونے والوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا اور اس کی فرحت کے لئے بھوکا رکھتے ہیں اور کتنے کافر باوجود اس کی حماقت کے پیٹ بھر کر رہتے ہیں اور کافر کھاتا ہے پیتا ہے پہنتا ہے اور عطا کیا جاتا ہے اور مومن بھوکا رہتا ہے اور ننگا پھرتا ہے اور یہ سب کچھ اس غفلت کے سبب ہے۔ جو کہ حسن ابو القاسم الحسینی کی خبر کہتا ہے کہ علی بن جعفر نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مدح میں کہے گئے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

تمہارا کپڑوں کو اتارنا جب آپ کھلی پیٹھ ہیں کیونکہ یہ مردوں کی زینت ہیں اور تجمل سے جان کی حرمت ہے عاجزی کی وجہ سے کپڑوں کی تواضع چھوڑ دے اس لئے کہ اللہ تمہاری پوشیدہ اور ظاہری حالت ہر چیز کو جانتا ہے۔

تمہارے کپڑوں کی بوسیدگی تمہارا کوئی عیب نہیں ڈھانپتی اللہ کے نزدیک جب آپ ایک مجرم انسان ہوں گے اور تمہارے کپڑوں کی خوبصورتی تمہیں نقصان نہیں دے گی جب کہ تم اللہ سے ڈرنے والے اور حرام چیزوں سے بچنے والے ہو گے۔

اور یہی بات ہے جو کہ حدیث رسول میں مذکور ہے بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور لباس کو نہیں دیکھتا بلکہ صرف اور صرف تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں زہد موٹا پہننا اور سخت کھانا کھانے کا نام نہیں بلکہ دنیا میں امیدوں کا کم ہو جانا ہے۔ ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الاکبر المبرد کہتے ہیں کہ علی کی تلوار پر لکھا ہوا تھا:۔

> لوگوں کو دنیا کی حرص اور زیادتی کا خود فکر ہے اور ان کی عقل اور بے وجہ خواہشات کی محبت میں کمی ہوئی ہے اور اگر وہ اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آتے تو ان کی عقل اطاعت سے روکی گئی ہے اس وجہ سے اور اس حرص کی وجہ سے ان کی زندگی کی بہار کے ساتھ ظلم کی گھڑی آ گئی ہے جان لو دنیا کی عقل کے سبب جب ان کو سمجھایا گیا لیکن وہ دنیاداری کی بے مقصد سے ہیں تھے۔

کتنے ہی اعلیٰ اخلاق [illegible] ہیں جن کو [illegible] غفلت کے ساتھ [illegible] عمل کر لیتا ہے

ابو عثمان کہتے ہیں [illegible] بن ہلال سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب نے ایک شخص سے فرمایا جس نے کہ آپ ایک نادان آدمی کی رفاقت پسند نہیں کرتے تھے جہالت والے کی صحبت اختیار نہ کرو اور اس سے بچو کتنے ہی جاہل ایسے ہیں کہ جب انہوں نے عقلمندی سے [illegible] دی تو اس کو ہلاک کر دیا۔

جب آدمی آدمی کے ساتھ چلے [illegible] آدمی سے [illegible] ہے چیز چیز کے [illegible] ہیں [illegible] کے

لئے دور رہنے میں بھی وہ ایسا ہے جیسے کہ وہ اس سے ملتا ہے۔

عمرو بن العلاء اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر کھڑے ہوئے روئے اور یہ اشعار پڑھتے تھے:

> میں نے جب بار بار دنیا کو دیکھا تو دیکھا ہے کہ زندگی کو بیماری ہے، ہر شخص کے غم کو دیکھنے پر معلوم ہوا دوستوں کے ملنے میں فرقت ہے اور موت سے پہلے بیماری بہت تھوڑی ہے اور میرا ایک کے بعد ایک دوست کو کھو دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا میرے عذر کے عنقریب مجھ کو پکڑ لیا جائے گا اور میری محبت کو بھلا دیا جائے گا اور میرے بعد دوست کا ایک دوست ہوگا جس دن میری زندگی کی مدت ختم ہو جائے گی تو رونے والوں کا تھوڑا سا رونا رہ جائے گا ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار ان کے مرنے کے بعد صبح کے مزار پر سنائے کہ ان کے لئے اس کی یاد ہے جو بہترین رزق دینے والی ہاتھ انسان کے۔ اے بھلا کیا ہے؟ حق اور باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور بے ایمان کو دیکھ لیا تھی باقی اور سے وہ کا معاملہ بڑا خوبصورت اور اچھا ہے اور اس کی عطائیں ہم سے کہیں بہت اچھی ہوتی تھیں اے میرے بھائی عنقریب تو ذات نے بندے کو اس کی طرف جس کا ذکر ہوتا ہے۔

اس فصل کا موضوع یہ ہے کہ ہم نے ان اقوال کا ذکر کر دیا ہے جو وضاحت کرنے والے کے لئے کافی ہو۔ واللہ اعلم

صدقہ بن مسلم ایوب سختیانی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جس نے ابوبکر سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے اپنا راستہ صاف و واضح کر لیا اور جس نے عثمان سے محبت کی وہ اللہ کے نور سے منور ہوا اور جس نے علی سے محبت کی اس نے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا اور جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اچھی بات کی تو وہ نفاق سے محفوظ ہو گیا۔

عجیب و غریب اور نادر اقوال ...... ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ احمد بن منصور نے ہمیں بتایا کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے سنا کہ عبدالرزاق نے بتایا کہ ایک دفعہ معمر نے کہا اور اس وقت میں ان کی طرف متوجہ ہوا کہ انہوں نے غور کیا اور اس وقت ہمارے ساتھ کوئی دوسرا شخص نہ تھا میں نے پوچھا آپ کو کیا ہوا تو وہ مجھ سے کہنے لگے میں اہل کوفہ سے حیران ہوں گویا کہ کوفہ کی بنیاد علی کی محبت پر رکھی گئی ہے میں نے کسی سے بات کی تو ان میں سے جو ملتا ہے اس کو ایسا ہی پاتا ہوں کہ جو علی کو عمر اور ابوبکر پر فضیلت دیتا تھا ان میں سفیان ثوری بھی تھے عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے معمر کی طرف دیکھا تو میں نے دیکھا جو وہ کہہ رہے تھے اس بات کو بہت بڑا سمجھا تو اس پر میں نے کہا جب ان کی یہی رائے ہے! اگر کوئی شخص کہے کہ علی میرے نزدیک ان دونوں سے افضل ہیں تو اس پر میں عیب نہیں لگاؤں گا۔

اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمر میرے نزدیک علی اور ابوبکر سے افضل ہیں تو میں اس کو بھی عیب نہیں لگاؤں گا عبدالرزاق کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات وکیع بن جراح سے ذکر کی تو انہوں نے سفیان کی نسبت سے اس بات کو بڑا سمجھا اور ہنس پڑے اور کہنے لگے سفیان کبھی اس حد تک نہیں گئے یہ معمر نے تم کو یہ بات پہنچائی ہے جو ہم تک نہیں پہنچی۔

میں سفیان سے نقل کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا اگر میں علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دوں تو آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اس پر وہ خاموش رہے پھر کہنے لگے میں ان دونوں کے ساتھ ہوں اور ان کی تعظیم کرتا ہوں لیکن ہم توقف کرتے ہیں عبدالرزاق کہتے ہیں ابوبکر اور عمر میں سے کسی کو علی پر فضیلت دینا جس طرح ان حضرات سے معروف ہے وہ قابل قبول ہے لیکن ان کے مناقب میں ترتیب کو قائم کرنے کی بات تعجب خیز ہے جس طرح سے ان تینوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو کہ ان میں بہت زیادہ بلند مرتبے والے کو اس پر فضیلت دی جائے بعض کو بعض پر یہ بات جو منقول ہے یہ قابل قبول نہیں یہ ان میں سے بہتر تھے ان کی فضیلت تمام لوگوں پر واضح ہے یہ بات کوئی شک والی نہیں کہ بھلا ان کے بارے میں کیا کوئی شک کر سکتا ہے؟ بلکہ یہ علماء سے منقول ہے جیسے ایوب اور ان جیسے دوسرے کہ جس نے علی کو عثمان پر فضیلت دی تو اس نے مہاجرین اور انصار کو بھی جاہل سمجھا یہ بات حق کے زیادہ قریب اور دل کو تسلی دینے والی ہے لیکن سفیان کہتے ہیں

عبدالعزیز بن یحییٰ عبداللہ مکی نے بھی روایت کیا اور انہوں نے ابراہیم بن سعید سے اور انہوں نے شعبہ سے اور انہوں نے ابی عون محمد بن عبداللہ ثقفی سے اور انہوں نے ابی صالح حنفی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں علی بن ابی طالب نے کلام اللہ لیا اور اسے سر پر رکھ لیا گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں اس کا اوراق متحرک ہے۔

پھر فرمانے لگے اے اللہ انہوں نے مجھے روک دیا کہ میں اس قرآن میں جو کچھ ہے اس کو لے کر امت میں کھڑا ہوں آپ مجھے اس کا ثواب دیجئے۔

پھر فرمانے لگے اے اللہ میں نے ان کو تنگ کر دیا اور انہوں نے مجھے تنگ کر دیا اور میں نے ان سے مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے مخالفت کی انہوں نے میرے مزاج سے ہٹ کر مجھے بھیجنے پر مجبور کیا اور ایسی سیرت اور اخلاق کا اظہار کرنے پر مجبور کیا جو مجھ سے پہچانے نہ گئے تھے اے اللہ آپ ان کے بعد مجھے ان سے بہتر دیجئے اور ان کو میرے بجائے مجھ سے برا دیجئے اے اللہ ان کے دلوں کو ایسے پگھلا دیجئے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں حضرت علی کی مراد اہل کوفہ تھے۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں عبدالرحمن بن صالح نے بھی روایت کیا اور انہوں نے عمرو بن ہشام جنبی سے اور وہ مجالد سے اور وہ ابی اسحاق سے اور وہ ابی عبدالرحمن سلمی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے حسن بن علی نے کہا کہ علی نے مجھ سے کہا ایک رات رسول اللہ ﷺ مجھے خواب میں نظر آئے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ کی امت سے کس قدر تکلیف سے واسطہ پڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو اس پر میں نے کہا اے اللہ مجھے ان کے بدلے وہ دے جو ان سے بہتر ہو اور انہیں میرے بدلے میں وہ دے جو مجھ سے زیادہ برا ہو اس کے بعد وہ نکلے اور ایک شخص نے ان کو زخمی کر دیا۔

اس سے پہلے ہم ان کی شہادت کا ذکر بیان کر چکے ہیں کہ ان کی داڑھی سر کی چوٹ سے رنگین ہو گئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ نے پیشگوئی کی تھی اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو اس کے رسول پر۔

ابو داؤد نے کتاب القدر میں روایت کیا ہے کہ خوارج سے جنگ کے زمانے میں اصحاب علی میں سے ہمدان کا کوئی آدمی پہرہ دیتا تھا اور صبح ہونے تک ساری رات گزارتے۔ ایک دفعہ حضرت علی نے ان کو دیکھا تو فرمایا کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا آسمان والوں سے یا زمین والوں سے؟ پھر فرمایا زمین پر جو کچھ ہوتا ہے پہلے آسمان پر اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور بے شک اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے اور یہ کہ ہر انسان پر ایک فرشتہ مقرر ہے جب بھی کوئی جانور یا کوئی اور چیز نقصان پہنچانے لگتی ہے تو وہ کہتا ہے بچو بچو لیکن جب وقت مقرر آتا ہے تو وہ ایک طرف ہو جاتا ہے۔ یہ اور ایک روایت میں ہے کہ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں جب قضا آتی ہے تو وہ ایک طرف ہو جاتے ہیں اور یہ کہا کوئی شخص اس وقت تک ایمان کا مزہ نہیں پا سکتا جب تک کہ یقین نہ کر لے کہ جو کچھ اس کو پہنچا وہ اس سے خطا نہیں ہو سکتا تھا اور جو کچھ اس سے خطا ہوا وہ اس کو پہنچ نہیں سکتا تھا۔ آپ ہر رات مسجد میں داخل ہوتے اور نماز پڑھتے رہتے جب وہ رات آئی جس کی صبح آپ قتل کئے گئے تو آپ بے چین ہو گئے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا جب مسجد کی طرف چلے تو راستے میں بطخیں چلائیں لوگوں نے انہیں خاموش کرایا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ نوحہ کرنے والی ہیں۔ پھر جب مسجد کی طرف نکلے ابن ملجم نے ان پر وار کر دیا پھر جو کچھ ہوا ہم وہ بیان کر چکے ہیں اس کے بعد لوگوں نے کہا اے امیر المومنین ہم مراد کو ختم نہ کر دیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کو قید میں رکھو اور حسن سلوک سے پیش آؤ اگر میں مر گیا تو اس کو قتل کر دو اور اگر زندہ رہا تو پھر زخموں کا قصاص لیا جائے گا۔ حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم فرمانے لگیں مجھے اور صبح کی نماز میں کیا ہے میرا شوہر امیر المومنین نماز میں شہید ہوا اور میرا باپ بھی امیر المومنین نماز فجر میں شہید ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت علی سے کہا گیا آپ خلیفہ مقرر کیوں نہیں کر دیتے تو آپ نے فرمایا میں تم کو ایسے ہی چھوڑتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں چھوڑا تھا اگر اللہ تم سے بھلائی کا ارادہ کرے گا تو تمہیں تم میں سے سب سے اچھے انسان پر جمع کر دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہیں جمع کیا اس شخص پر جو تم میں سب سے اچھا تھا۔

یہ ان کا آخری وقت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف ہے، یہ وہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں دار الخلافہ کوفہ میں ایک دفعہ خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو! اس امت کا بہترین انسان نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکر ہے اس کے بعد عمر اور اگر میں چاہوں کہ تیسرے نمبر پر کسی کا ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔ اور انہی سے منقول ہے جب کہ وہ منبر سے اتر رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا پھر عثمان پھر عثمان جب

حضرت علیؓ کا قتل ہوا تو ان کے گھر والوں نے غسل دیا اور کفن پہنایا اور جنازہ آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے پڑھائی اور نو تکبیریں کہیں [illegible] لوگوں کا خیال ہے کہ تکبیریں [illegible] تھیں۔ حضرت علی کو دارالامارہ کوفہ میں دفن کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ جامع مسجد کے پاس قبلہ کی جانب آپ [illegible] کے گھروں کے [illegible] کے مقابل میں دفن کیا گیا۔

جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوفہ کے [illegible] میں دفن کئے گئے اور بعض کے نزدیک [illegible] ایک شخص کے [illegible] ایک مقام میں دفن کئے گئے [illegible] قریب اور [illegible] ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد کوفہ سے [illegible] میں [illegible] فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا [illegible] کہتے ہیں [illegible] حضرت علی [illegible] کے [illegible] انہوں نے اونٹ پر [illegible] جب بادیہ پہنچے تو وہ اونٹ [illegible] قبیلہ طے [illegible] اونٹ [illegible] ایک میت کو پایا تو اس کو [illegible] دفن کر دیا اس لئے آج تک ان کی قبر معلوم نہ ہو سکی [illegible] مشہور بات یہی ہے کہ ان کی قبر کوفہ میں ہے جیسا کہ عبدالملک بن عمیر نے ذکر کیا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری جو کہ ہشام کے عہد میں [illegible] تھا [illegible] اس نے مکانات تعمیر کروانے [illegible] تعمیر کی جا رہی تھی اس دوران ایک قبر دریافت ہوئی جس میں ایک سفید ریش [illegible] مدفون تھے [illegible] نے پوچھا [illegible] حضرت علی [illegible] عبداللہ نے آپ کو جلانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے [illegible]۔

اب یہ [illegible] ہے [illegible] اس کے بعد اس کے لئے [illegible] ہیں [illegible] کہتے ہیں [illegible] حضرت علی کی [illegible] ہے [illegible] حکومت [illegible] کرسکتا [illegible] سے چلا جاتا ہے۔

ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو قید خانہ سے [illegible] تاکہ اس کو جلادیں حضرت علی کی اولاد نے اس [illegible] عبداللہ بن جعفر [illegible] اس کے دونوں ہاتھ [illegible] کاٹ دیئے گئے مگر اس نے [illegible] آنکھوں میں سلائی پھیری [illegible] کرتا رہا [illegible] جب اس کی [illegible] اس کی زبان کاٹنے لگے تو وہ [illegible] ہونے لگا اور [illegible] کرنے لگا جب اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا میں اللہ سے [illegible] اللہ کے ذکر کے بغیر [illegible] رہوں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین اپنا خلیفہ مقرر کر دیجئے اس پر انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمہیں ایسے ہی چھوڑتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔ یعنی خلیفہ بنائے بغیر اگر اللہ نے تم سے خیر کا ارادہ کیا ہے تو وہ تمہیں تم میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہیں تم میں سے سب سے بہتر پر جمع کر دیا تھا پھر جب ان کی وفات ہو گئی تو ان کے بیٹے حسن نے نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ وہ سب سے بڑے تھے اور دار الامارہ میں ایک قول کے مطابق دفن کر دیے گئے اور ان سب کاموں سے فراغت ہوئی تو جو شخص سب سے پہلے حضرت حسن بن علی کی طرف بڑھے وہ قیس بن سعد بن عبادہ تھے انہوں نے حضرت حسن سے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے میں اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں حضرت حسن خاموش رہے انہوں نے بیعت کی اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بیعت کی اور یہ علی والا دن تھا جس دن حضرت علی کی وفات ہوئی اور ان کی وفات ایک قول کے مطابق اسی دن ہوئی تھی جس دن وہ زخمی کیے گئے تھے اور جمعہ کا دن سترہ رمضان چالیس ہجری کا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات زخم لگنے کے دو دن بعد ہوئی جب کہ بعض کہتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں انتقال ہوا اور اسی دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ قیس بن سعد آذربائیجان کے حاکم تھے اور ان کے ماتحت چالیس ہزار جنگجو تھے جنہوں نے علی سے موت پر بیعت کی تھی جب حضرت علی کا انتقال ہوا تو قیس بن سعد نے اہل شام سے جنگ کے لئے لشکر کشی پر مجبور کیا اس پر حضرت حسن نے ان کو آذربائیجان کی امارت سے معزول کر دیا اور عبد اللہ بن عباس کو امارت سونپی۔ حضرت حسن کا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا لیکن لوگوں نے حضرت قیس بن سعد کی رائے سے حضرت حسن پر غلبہ پالیا اور ایک بہت بڑا مجمع جمع ہو گیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے اس پر حضرت حسن بن علی نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار سپاہیوں پر امیر مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے لشکر کے ساتھ ساتھ ملک شام کے ارادے سے چل پڑے تاکہ حضرت معاویہ سے لڑیں۔ مدائن سے ادھر آگے بڑھ کر انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور اپنے سامنے مقدمۃ الجیش کو رکھا (اہل شام) اس دوران جب کہ مدائن کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو ایک شخص بلند آواز سے چیخا اے لوگو سنو قیس بن سعد بن عبادہ قتل ہو گئے ہیں۔

اور ایک دوسرے کا سامان لوٹ لیا یہاں تک کہ حضرت حسن کا خیمہ بھی لوٹ لیا اور اس چٹائی پر بھی جھپٹا جھپٹی ہوئی جس پر وہ بیٹھے تھے بعض لوگوں نے حملہ کرتے ہوئے زخم بھی لگایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر یہ بات بہت شاق گزری اس کے بعد سوار ہو گئے اور مدائن کے قصر ابیض میں زخمی حالت میں اترے اس وقت مدائن کا عامل صاحب یوم جسر ابوعبید کا بھائی سعد بن مسعود ثقفی تھا جب لشکر گئی آکر ٹھہرا تو مختار بن ابی عبید ثقفی نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا اللہ اس کا برا کرے۔ کیا تجھے بڑائی اور مالداری میں رغبت ہے؟ اس نے پوچھا کیا مطلب؟ مختار ثقفی نے کہا حسن بن علی کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دو۔ اس پر اس کے چچا نے کہا اللہ تمہارا اور تمہارے مشورے کا برا کرے۔ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کے ساتھ غداری کروں؟ جب حسن بن علی نے لشکر کو بکھرتے ہوئے دیکھا تو ان پر بہت ناراض ہوئے اور معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا بھیجا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کی معیت میں سوار ہو چکے تھے اور مسکن مقام پر اترے ہوئے تھے اور صلح کے لئے راضی کر رہے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمن بن سمرۃ کو بھیجا وہ دونوں کوفہ آئے اور ان کے حسب منشا مال خرچ کیا اور شرط لگائی کہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ درہم لے لے اور دارابجرد کا خراج بھی اسی کا ہو اور یہ کہ حضرت علی کو ان کے سامنے سب وشتم نہ کیا جائے گا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو انہوں نے امارت حضرت معاویہ کے لئے چھوڑ دی اس کے بعد قتل ہونے اور

آگ میں جلا نے گئے اللہ اس کا برا کرے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ابن ملجم گندمی رنگ کا خوبصورت چہرے والا تھا اور اس کے دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ سر کے بال کان کی لو تک تھے پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے علامہ کہتا ہے کہ ابن ملجم کے قتل میں عباس بن علی کے بلوغ کا انتظار نہیں کیا گیا جس دن ان کے باپ کو شہید کیا گیا وہ نابالغ تھے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا قتل قصاصاً نہ تھا بلکہ محاربہ کے سبب تھا واللہ اعلم۔

حضرت علیؓ کو بالاتفاق جمعہ کے دن سترہ رمضان چالیس ہجری کو زخمی کیا گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسی دن شہید ہوئے اور بعض کے خیال کے مطابق اتوار انیس رمضان کو شہید ہوئے۔

فلاس کہتے ہیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ انیسویں شب کو زخمی ہوئے اور چوبیسویں شب کو اٹھاون سال کی عمر میں انتقال کیا جب کہ بعض کے نزدیک تریسٹھ ہجری کو انتقال ہوا یہی بات زیادہ مشہور ہے اس کے قائلین میں محمد بن حنفیہ ابو جعفر باقر ابو اسحاق سبیعی اور ابو بکر بن عیاش ہیں بعض حضرات کے نزدیک انتقال پینسٹھ یا چونسٹھ ہجری میں ہوا ابو جعفر باقر کے نزدیک انتقال پینسٹھ ہجری میں ہوا اور مدت خلافت تین ماہ کم پانچ سال تھی جب کہ بعض کے نزدیک چار سال آٹھ ماہ ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب علی بن ابی طالب کی موت کی اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو اس وقت اپنی بیوی فاختہ کے ساتھ گرمیوں کے ایک دن سوئے ہوئے تھے موت کی اطلاع سن کر اٹھ بیٹھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے یہ حضرت دیکھ کر فاختہ نے ان سے کہا کل تو آپ ان پر تنقید کرتے تھے اور آج ان پر رو رہے ہیں اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ لوگ ان کے علم فضل اقدمیت اور بھلائی سے محروم ہو گئے۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب مکائد الشیطان میں ذکر کیا ہے شام کا ایک آدمی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امراء میں سے تھا ایک رات اپنے بیٹے پر ناراض ہوا اور گھر سے نکال دیا لڑکا گھر سے نکلا حیران تھا کہ کہاں جائے وہ دروازے کے پاس بیٹھ گیا اسی دوران اس کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد جاگا تو دیکھا کہ ایک کالی جنگلی بلی دروازے کو نوچ رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد ان کی گھریلو بلی اس کی طرف آئی جنگلی بلی نے اس سے کہا تیرا ناس ہو دروازہ کھول۔ گھریلو بلی نے جواب دیا میرے بس سے باہر ہے اس نے کہا مجھے کوئی چیز لا دے جس پر میں اکتفا کر لوں اس لئے کہ میں بھوکی بھی ہوں اور تھکی ماندی بھی ابھی ابھی کوفہ سے آئی ہوں اس رات وہاں ایک عظیم سانحہ پیش آیا علی بن ابی طالب شہید کر دیئے گئے ہیں لڑکے نے کہا اس کے بعد گھریلو بلی نے کہا یہاں کی ہر چیز پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہے سوائے گوشت بھونے والی سیخ کے کہ جس پر یہ لوگ گوشت بھونتے رہتے ہیں یہاں پر بس جنگلی بلی نے کہا اسی کو لے آؤ گھریلو بلی وہ سیخ لے آئی جنگلی بلی وہ سیخ چاٹنے لگی یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کی اور واپس لوٹ گئی یہ سارا واقعہ لڑکے کی آنکھوں کے سامنے ہوا اس کے بعد دروازہ کی طرف اٹھا اور کھٹکھٹایا تو اس کا باپ دروازے کی طرف آیا اور پوچھا کون؟ لڑکے نے اس سے کہا دروازہ کھول دیجئے میں ہوں تو باپ نے کہا تیرا ناس ہو کیا ہوا ہے تجھے؟ لڑکے نے دوبارہ کہا دروازہ کھول دیجئے اس پر اس کے باپ نے دروازہ کھول دیا لڑکے نے سارا واقعہ اسے کہہ سنایا تو اس کے باپ نے اسے ڈانٹا تیرا ناس ہو یہ سب کچھ خواب تو نہیں تھا لڑکے نے کہا نہیں بخدا اس کے باپ نے کہا تیرا ناس ہو میرے بعد تو مجنون ہو گیا ہے لڑکے نے دوبارہ وہی بات کی کہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا میں نے آپ سے بیان کیا ہے فوراً حضرت معاویہ کے پاس جاؤ اور جو کچھ میں نے آپ سے بیان کیا ہے اس کو بتاؤ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا حضرت معاویہ سے اجازت طلب کی اور لڑکے کا بیان کردہ واقعہ ان سے بیان کر دیا انہوں نے ڈاک آنے سے پہلے پہلے اس کی تاریخ درج کر لی جب ڈاک پہنچی تو انہوں نے پیغام لانے والوں کی خبر کو اس لڑکے کے باپ کی بیان کردہ خبر کے مطابق پایا۔ ابن ابی الدنیا کے بیان کردہ واقعہ کا یہاں صرف خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔ ابو القاسم کہتے ہیں کہ ہمیں علی بن الجعد نے روایت کیا اور ان کو زہیر بن معاویہ نے اور انہوں نے ابو اسحاق سے نقل کیا اور انہوں نے عمرو بن الاصم سے کہا انہوں نے کہا میں نے حسن بن علی سے کہا یہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ علی قیامت سے پہلے مبعوث ہوں گے اس پر انہوں نے فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں اگر ہمیں علم ہوتا کہ وہ مبعوث ہوں گے تو ہم ان کی بیویوں کا نکاح

کھاتے اور دیں ہم ان کا مال تقسیم کرتے ایسا ہی مضمون اسماعیل بن محمد نے عطرف سے انہوں نے اسحاق سے اور انہوں نے عمرو بن قاسم سے اور انہوں نے حسن بن علی سے نقل کیا ہے۔

بقیہ خلافت حسن رضی اللہ عنہ ... تاکہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ رہیں اس لئے سب کے درمیان صلح ہوگئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب متحد ہو گئے جس کی تفصیل عنقریب آ جائے گی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ملامت کیا لیکن ان کی بات نہ مانی گئی اور حق بات پر حسن رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ عنقریب ہم دلائل کے ساتھ بیان کریں گے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مقدمۃ الجیش کے امیر قیس بن سعد کو لکھا بھیجا کہ وہ مکمل اطاعت کر لیں لیکن سعد بن قیس نے خدمت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان دونوں کی اطاعت سے نکل گیا اور اپنی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ الگ تھلگ ہو گیا پھر اس نے غور و فکر کیا اور حضرت معاویہ کے ہاتھ پر تھوڑی مدت کے بعد بیعت کی جس کی تفصیل ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ بات یہ ہے کہ حضرت حسن کا حضرت معاویہ کے لئے بیعت کرنا یہ واقعہ چالیس ہجری کا ہے اسی وجہ سے اس سال کو عام الجماعت کا سال کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس سال حضرت معاویہ کے ہاتھ پر سب متحد ہو گئے ابن جریر اور دیگر علماء سیر کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ اکتالیس ہجری کی ابتداء کا ہے جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے اسی سال یعنی چالیس ہجری میں لوگوں نے مغیرہ بن شعبہ کی اقتداء میں حج کیا۔ ابن جریر نے اسماعیل بن راشد سے منقول بات کے مطابق یہ لکھا کہ مغیرہ بن شعبہ نے حج کی دو راتوں میں ایک جعلی خط تیار کیا تاکہ امارت حج حاصل کر سکیں۔ عتبہ بن ابی سفیان بھی اسی کی طرف تھے اور ان کے پاس بھی ان کے بھائی کی طرف سے امارت حج کا خط تھا اس پر مغیرہ نے جلدی کی اور لوگوں کے ساتھ ترویہ کے دن حج کو وقوف کیا تاکہ عتبہ امارت میں سبقت نہ کر سکے۔ ابن جریر کی یہ نقل کردہ بات غیر مقبول ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا اور ہم نے اس لئے تنبیہ کی۔ جیسا کہ اس کا باطل ہونا معلوم ہو جائے اس لئے کہ صحابی کی قدر و منزلت اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور یہ ایک قسم کی تہمت ہے ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال حضرت معاویہ کے لئے "ایلیاء" کے مقام پر بیعت ہوئی یعنی حضرت علی کی وفات کے بعد اہل شام نے معاویہ کے ہاتھ پر امیر المؤمنین ہونے کی بیعت کی اس لئے کہ اب ان کا کوئی مد مقابل نہ تھا اس پر اہل عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا کہ اس کے ذریعہ اہل شام کو روکیں لیکن ان کی یہ کوشش درست نہ رہی اور ثابت نہ ہوئی اور ان کی ذلت و رسوائی ان کی بد قسمتی تقدیر اور آراء کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھی جس کا سبب ان کے امراء کے آپس کی ناچاقی اور مخالفت تھی اگر وہ حقیقت حال سے آگاہ ہوتے تو اللہ کی بڑی نعمت کو پا لیتے جو ان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے مسلمانوں کے سردار اور صحابہ کے ایک فقیہ حلیم اور صاحب طرائف علم سے بیعت کی شکل میں عطا ہوئی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے دلائل نبوت میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال تک ہوگی اس کے بعد ملوکیت ہوگی اور تیس سال حضرت حسن کی خلافت پر مکمل ہوتے ہیں اس لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کے لئے خلافت ربیع الاول اکتالیس ہجری میں چھوڑ دی اور یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں کیونکہ ان کی وفات ربیع الاول گیارہ ہجری میں ہوئی اور یہ آپ علیہ السلام کی نبوت کے دلائل میں سے ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ تسلیما۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اس فعل پر تعریف کی تھی اور وہ ان کا فانی دنیا کو چھوڑنا اور باقی رہنے والی آخرت کی رغبت رکھنا اور اس امت کو خونریزی سے بچانا تھا انہوں نے خلافت چھوڑ دی اور ملک حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تاکہ سب مسلمان ایک امیر پر متحد ہو جائیں۔ یہ تعریف ہم بیان کر چکے ہیں اور عنقریب ابی بکرۃ الثقفی کی حدیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن منبر پر تھے اور حضرت حسن آپ کی ایک طرف تھا اور پھر کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف پھر فرمانے لگے۔ بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ رواہ البخاری۔

اکتالیس ہجری

ابن جریر کہتے ہیں اس سال حضرت حسن بن علی نے حکومت حضرت معاویہ کے سپرد کردی محمد زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا جب اہل عراق نے حضرت حسن بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے شرطیں لگانی شروع کیں کہ تم یعنی اہل عراق توجہ سے بات سننے اطاعت کرنے والے بنو جس سے میں مصالحت کروں اس سے مصالحت کرنے والے بنو جس سے میں جنگ کروں اس سے لڑنے والے بنو اہل عراق یہ سن کر شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تمہارے کس کام کا آدمی ہو گیا ہے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے حضرت حسن کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ان سے بغض بڑھ گیا اور ان سے آپ کے خوف میں اضافہ ہو گیا اس طرح ان پر اہل عراق کا اختلاف اور فرقہ بندی واضح ہو گئی اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی پیشکش کی اور دونوں کی پسند پر امور صلح کے بارے میں خط و کتابت شروع ہو گئی امام بخاری نے کتاب الصلح میں لکھا ہے عبداللہ بن محمد نے ہمیں روایت کی اور ان کو سفیان اور انہوں نے موسیٰ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے بخدا حسن ابن علی پہاڑوں کے برابر فوجیں لے کر معاویہ بن ابی سفیان کی طرف بڑھے تو عمرو بن العاص نے کہا میں تو ایسا لشکر دیکھتا ہوں کہ پیٹھ نہیں دے گا جب تک کہ اپنے مد مقابل کو قتل نہ کر دے۔ تب معاویہ نے کہا بخدا وہ دونوں میں بہتر تھے اے عمرو اگر ان فلاں کو قتل کر دیں گے تو لوگوں کے مسائل کے حل میں میرا کون ساتھی ہوگا؟ ان کی عورتوں اور بچوں کا میری طرف سے کون نگہبان ہوگا اس کے بعد انہوں نے حضرت حسن کی طرف دو آدمی بھیجے ایک عبدالرحمن بن سمرة جو قریش کی شاخ بنو عبد شمس میں سے تھے اور دوسرے عبداللہ بن عامر اور کہا جاؤ اس شخص پر پیش کرو اور اس سے گفت و شنید کرو اور اس سے مطالبہ کرو پس وہ دونوں حضرت حسن کے پاس آئے ان سے بات چیت کی اور ان سے مطالبہ کیا تو حضرت حسن نے ان سے کہا ہم عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور ہم نے اس مال سے پایا ہے اور اس امت نے اپنا خون بے دریغ بہایا ہے۔

انہوں نے کہا آپ پر یہ یہ پیش کیا جائے گا اور آپ کی طرف رغبت کرتے ہیں اور آپ سے صلح کرتے ہیں۔

حضرت حسن نے پوچھا کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم آپ کے لئے اس کے ذمہ دار ہیں۔ حسن نے جس چیز کے بارے میں بھی حضرت حسن نے پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم آپ کے لئے اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت حسن نے صلح کر لی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا حسن بن علی آپ کی ایک جانب تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن بن علی کی طرف اور پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا امام بخاری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے علی بن المدینی نے بتایا کہ حسن بن ابی بکرہ کا اس حدیث کا سماع ہمارے نزدیک مسلم ہے امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الفتن میں علی بن عبداللہ یعنی ابن المدینی سے روایت کی ہے اور فضائل حسن میں صدقہ بن الفضل سے نقل کی ہے اور ان تینوں نے سفیان سے روایت کیا ہے امام احمد نے سفیان یعنی ابن عیینہ سے اور انہوں نے اسرائیل بن موسیٰ بصری سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ امام احمد نیز ابو داؤد نے سنن میں عبداللہ بن محمد یعنی ابن ابی شیبہ اور یحییٰ بن آدم سے یہ حدیث نقل کی ہے اور ان دونوں نے حسین بن علی جعفی سے انہوں نے اسرائیل سے اور انہوں نے حسن بصری سے یہ حدیث نقل کی ہے امام احمد ابو داؤد اور امام نسائی نے حماد بن زید سے یہ حدیث نقل کی ہے جو انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے حسن البصری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابو داؤد اور ترمذی نے اشعث کے طریق سے یہ حدیث ذکر کی ہے جب کہ اشعث نے یہ حدیث حسن البصری سے نقل کی ہے امام ترمذی نے حسن بصری کے واسطے سے مرسلاً ذکر کی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عبد الرزاق نے ہمیں روایت کی اور انہوں نے معمر سے نقل کیا جب کہ معمر کا کہنا ہے کہ مجھے یہ حدیث ایک شیخ نے سنائی ہے جس نے حضرت حسن ابوبکرہ سے حدیث نقل کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ ایک دن ہمیں خطاب کر رہے تھے اس وقت حسن بن علی ان کی گود میں تھے کبھی آپ لوگوں کو دیکھتے اور ان سے خطاب فرماتے اور کبھی حضرت حسن کو دیکھتے اور ان کو بوسہ دیتے پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اگر زندہ رہا تو مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ معمر سے ایک ہی روایت منقول ہے اور انہوں نے حضرت حسن

سے یہ حدیث ذکر کرنے والے کا نام ذکر نہیں کیا اور راویوں کی ایک جماعت نے حضرت حسن سے اس حدیث کو نقل کیا ہے جن میں ابو موسیٰ اسرائیل، یونس بن عبید، منصور بن زاذان، علی بن زید، ہشام بن حسان، اشعث بن سوار، مبارک بن فضالہ، عمرو بن عبید القدری ہیں۔ پھر ابن عساکر نے ان روایت کے طریق کو ذکر کیا ہے اور بہت اچھا اور عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے، میرے خیال میں بظاہر عمر نے عمرو بن عبید سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن ان کا نام ذکر نہیں کیا۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی ذکر کیا ہے، احمد بن ہاشم نے مبارک بن فضالہ سے اور انہوں نے حسن بن ابی بکرہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضرت حسن نے فرمایا خدا ان کے خلیفہ بننے کے بعد ان کی خلافت میں سینگی بھر خون بھی نہیں بہایا گیا۔ دوسرے شیخ ابو الحجاج المزی نے اپنی اطراف میں فرمایا بعض راویوں نے حسن کے واسطے سے ام سلمہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن سے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔

عبدالرحمن بن معمر نے اعمش سے یہی بات نقل کیا ہے، بعض کہتے ہیں ابو معمر نے ہمیں روایت کی ابراہیم و یزید بن وہاب سے اور ان کو محمد بن صالح التمار المدنی نے اور ان کو محمد بن مسلم بن ابی مریم نے اور انہوں نے سعید بن ابی سعید المدنی کو کہتے سنا ایک دفعہ ہم ابو ہریرہ کے ساتھ تھے کہ اسی دوران حسن بن علی آئے اور ہمیں سلام کیا اور کوئی بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے پیچھے سے آ کر کہا وعلیک السلام یا سیدی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے یہ سردار ہیں، ابو الحسن علی بن المدینی کہتے ہیں کہ حضرت حسن کا حضرت معاویہ کو خلافت سپرد کرنا پانچ ربیع الاول اکتالیس ہجری کا واقعہ ہے جب کہ دیگر حضرات کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الآخر کا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ جمادی الاول میں خلافت سپرد کی گئی۔ واللہ اعلم۔

راوی کہتے ہیں کہ جب معاویہ کوفہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بیعت کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔

ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت حسن کو حکم دیں کہ وہ خطبہ دے اور لوگوں کو بتائے کہ وہ معاویہ کے حق میں خلافت سے سبکدوش ہو گئے ہیں حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو ایسا ہی کہا حضرت حسن نے لوگوں کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثنا اور رسول کریم ﷺ پر درود و سلام کے بعد فرمایا: اما بعد، لوگو! اللہ نے ہمارے اول سے تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخر سے تمہاری خون ریزی بچائی ہے اور اس امر کی ایک مدت مقرر ہے اور دنیا گردش میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا۔ وان ادری لعله فتنة لكم ومتاع الی حين۔ ترجمہ: شاید یہ تمہارے لیے فتنہ اور ایک وقت تک فائدہ کا سامان ہو۔

جب حضرت حسن نے یہ بات کہی تو معاویہ غضبناک ہو گئے اور انہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص سے اس کے مشورہ کرنے پر ملال کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل میں ناراضگی رہی۔ واللہ اعلم۔

ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے، ہمیں حدیث بیان کی محمود بن غیلان نے اور ان کو ابو داؤد طیالسی نے اور ان کو قاسم بن فضل حدانی نے اور وہ نقل کرتے ہیں یوسف بن سعد سے کہ انہوں نے کہا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر حضرت حسن سے کہا، مومنین کے چہرے آپ نے سیاہ کر دیے یا یوں کہا اے مومنین کے چہرے سیاہ کرنے والے، حضرت حسن نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے مجھے ملامت نہ کر اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کو دکھایا گیا کہ بنو امیہ منبر پر چڑھائے گئے تو آپ کو یہ ناگوار ہوا اس پر انا اعطیناک الکوثر نازل ہوئی یعنی اے محمد ہم نے آپ کو جنت میں ایک نہر عطا فرمائی ہے اور انا انزلناه فی ليلة القدر وما ادراک ما ليلة القدر ليلة القدر خير من الف شهر۔ نازل ہوئی یعنی اے محمد آپ کے بعد بنو امیہ بادشاہت حاصل کریں گے، قاسم کہتے ہیں ہم نے شمار کیا تو ایک ہزار مہینے پورے تھے ایک دن کم تھا نہ زیادہ۔

امام ترمذی بعد ازاں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے قاسم بن فضل کے طریق کے سوا کوئی طریق ہمیں معلوم نہیں اور قاسم بن فضل ثقہ ہے یحییٰ قطان اور ابن مہدی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ان کے شیخ یوسف بن سعد ہیں جن کو یوسف بن مازن کہا جاتا ہے اور وہ ایک مجہول آدمی ہے۔ امام ترمذی نے مزید فرمایا کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث اسی طریق سے معروف ہے اس طرح یہ حدیث غریب ہے، بہت زیادہ منکر ہے ہم نے کتاب التفسیر میں بقدر ضرورت اس حدیث پر کلام کیا ہے اور اس کی نکارت کی وجہ بھی بیان کی ہے اور امام ترمذی کے قاسم بن فضل کو ثقہ قرار دینے پر ہم نے اس کی پہچان بھی کی ہے جو اس کا طالب ہو وہ تفسیر کا مطالعہ کرے۔ واللہ اعلم۔

ابو بکر خطیب بغدادی کہتے ہیں ابو ابراہیم بن محمد [illegible] ابو عبد اللہ احمد بن [illegible] نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] حضرت حسن بن علی [illegible] حضرت معاویہ [illegible] [illegible] حضرت حسن [illegible] [illegible] حضرت معاویہ [illegible] [illegible] حضرت معاویہ کی بیعت [illegible] حضرت حسن [illegible]

[illegible]

اس کے بعد وہ جب بھی [illegible] خلافت معاویہ [illegible] حضرت حسن [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے [illegible] حضرت حسن [illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

معاویہ بن ابی سفیان کے عہد اور سلطنت کا ذکر [illegible] حضرت معاویہ [illegible]

[illegible]

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [illegible] [illegible] خلافت [illegible]

[illegible]

ہم نے [illegible] [illegible] حضرت معاویہ [illegible] خلافت [illegible] معاویہ [illegible] [illegible]

سے اور انہوں نے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ سے اور انہوں نے اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد بیہقی کہتے ہیں: اس کے دیگر طرق سے بھی شواہد ہیں جن میں سے ایک عمرو بن یحییٰ بن سعید بن العاص کی حدیث ہے جو انہوں نے اپنے دادا سعید سے کی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ چھاگل لے کر آپ کے پیچھے پیچھے نکل پڑے تو آپ علیہ السلام نے جب حضرت معاویہ کو دیکھا تو فرمایا اے معاویہ اگر تجھے حکومت ملے تو خدا سے ڈرنا اور عدل و انصاف کرنا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے مجھے ہمیشہ خیال رہا کہ مجھے امارت سے آزمایا جائے گا اور ان طرق میں سے ایک راشد بن سعد کے واسطے سے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگوں کی کمزوریوں کی جستجو میں لگو گے تو لوگوں کو خراب کر دو گے۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات تھی جو معاویہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور اللہ نے انہیں اس بات سے نفع دیا۔ اس کے بعد بیہقی نے ہشام سے روایت کیا اور انہوں نے عوام بن حوشب سے اور انہوں نے سلیمان بن ابی سلیمان سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلافت مدینہ میں اور بادشاہت شام میں ہوگی۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

نیز بیہقی نے ابو ادریس کے واسطے سے ابو درداء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے جسے میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا میں نے سمجھا کہ اسے لے جایا جائے گا میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو اسے شام لے جایا گیا بیشک جب فتنے ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔ سعید بن عبدالعزیز نے عطیہ بن قیس سے اور انہوں نے یونس بن میسرہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ نیز ولید بن مسلم نے عفیر بن معدان سے اور انہوں نے سلیم بن عامر سے اور انہوں نے ابو امامہ سے بھی نقل کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے نصر بن محمد بن سلیمان حمصی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو کہتے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نور کا ایک ستون دیکھا جو میرے سر سے نکلا اور شام جا کر ٹھہرا۔ عبدالرزاق نے معمر سے اور وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن صفوان سے نقل کرتے ہیں کہ صفین کے دن ایک شخص نے کہا: اے اللہ اہل شام پر لعنت بھیج۔ حضرت علی نے جب سنا تو فرمایا اہل شام کو گالی مت دو اس لئے کہ وہاں ابدال ہیں وہاں ابدال ہیں وہاں ابدال ہیں۔ یہ واقعہ ایک اور طریق سے بھی بلاواسطہ منقول ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت: ان کا شجرہ نسب یہ ہے معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، ابو عبدالرحمن قرشی اموی، امیر المومنین کے ماموں، رب العالمین کی وحی کے کاتب۔

فتح مکہ کے دن وہ ان کے باپ اور ان کی والدہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس مسلمان ہوئے۔ معاویہ سے مروی ہے کہ میں عمرۃ القضاء کے دن مسلمان ہو گیا تھا لیکن اپنے باپ کی وجہ سے اپنا اسلام فتح مکہ کے دن تک چھپائے رکھا۔ ان کے باپ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ یوم بدر کے بعد قریش کی سرداری ان کے ہاتھ آئی۔ اس کے بعد وہی ان کی جانب سے جنگوں کے سالار رہے۔ وہ بہت بڑے مالدار، سردار تھے اور ان کی بات قریش میں مانی جاتی تھی۔ جب مسلمان ہوئے تو فرمانے لگے اے رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیجئے کہ میں کفار سے لڑوں جیسا کہ میں مسلمانوں سے لڑتا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔ تو کفار سے لڑو۔ حضرت ابوسفیان نے مزید کہا کہ معاویہ کو اپنا کاتب بنائیے آپ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے ان کو اپنا کاتب بنا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے چاہا کہ اپنی بیٹی عزہ بنت ابی سفیان کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر دیں اور اس مقصد کے لئے ان کی بہن ام حبیبہ سے بھی مدد لی۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا اور رسول اللہ ﷺ نے واضح فرما دیا کہ ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں۔ ایک اور جگہ پر ہم اس حدیث پر کلام کر چکے ہیں اور اس کے لئے ایک الگ کتاب تصنیف کی ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ اور اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی دوسرے کاتبین وحی کے ساتھ وحی لکھتے تھے۔ جب شام فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دمشق کی نیابت ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد سپرد کی۔ حضرت عثمان نے ان کو اسی پر قائم رکھا بلکہ ان کی حکومت میں کچھ مزید شہروں کا اضافہ بھی کیا انہوں نے ہی دمشق میں سبز گنبد تعمیر کروایا اور اس میں چالیس سال گزارے۔ یہ بات حافظ ابن عساکر نے بیان کی ہے۔ جب حضرت علی

رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حضرت علیؓ پر زور دیا تو انہوں نے بیعت سے گریز کیا کہ ان میں سے قاتلین حضرت عثمانؓ کی شہادت میں بھی شریک تھے خود ہوئے۔ حضرت معاویہؓ کو شام کی ولایت سے معزول کر دیا دونوں کی بحث میں یہ خلیفہ کو ولایت پر ... ہیں اب حضرت علیؓ نے ان کو معزول کر دیا لیکن ان کا معزول ہونا درست نہ ہوا اور اہل شام کی ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس آئی اور حضرت علیؓ کو حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے سے منع کیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں ان کی بیعت نہیں کروں گا جب تک کہ قاتلین میرے سپرد نہ کئے جائیں کیونکہ وہ مظلوم قتل کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا

ترجمہ: اور جو مظلوم مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قوت دے رکھی ہے۔

طبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس آیت کی وجہ سے مجھے ہمیشہ اس بات کا یقین رہا ہے کہ معاویہؓ حکمران بنیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں ہم نے ابن عباسؓ کا قول مستقل طور پر ذکر کیا ہے جب معاویہؓ شام نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کو قاتلین عثمانؓ سپرد کر دیئے جائیں تو جنگ صفین واقع ہوئی پھر معاملہ تحکیم پر ختم ہوا اور عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کا واقعہ جسے ہم اس کی جگہ بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد معاویہؓ کا پلہ بھاری ہو گیا اور حضرت علیؓ کو معاملات میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اختلاف کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ابن ملجم نے شہید کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے تب اہل عراق نے حسن بن علیؓ سے بیعت کی اور اہل شام نے معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

پھر اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ لشکر جرار لے کر عراق کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور معاویہ بن ابی سفیانؓ بھی اہل شام کے ساتھ چلے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو لوگوں نے ان کے درمیان صلح کی کوشش کی جس کا انجام یہ ہوا کہ حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری اختیار کی اور خلافت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے سپرد کر دی یہ واقعہ اس سال ربیع الاول میں پیش آیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ جب سے معاویہؓ نے اور لوگوں نے بیعت کرنے کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور اسی طرح قریب ہوا مشرق و مغرب کے سارے ممالک ان کے زیر نگیں تھے۔ ... اس سال کو عام الجماعۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مسلمان فرقت کے بعد ایک امام پر جمع ہو گئے۔ ... معاویہ نے شام کی ... اور وہاں کے ... جو ... سب سے ... انہوں نے اپنی سلطنت میں سب سے پہلے ... کو ... دی۔

خوارج کے ایک گروہ کی بغاوت

اس کا سبب یہ تھا کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور حضرت حسنؓ اور ان کے اہل خانہ کوفہ سے مدینہ چلے گئے تو خوارج کی ایک جماعت نے جو پانچ سو کے قریب تھی بغاوت کر دی۔ ... معاویہؓ کی طرف بڑھے ... کے بعد یہاں تک کہ کوفہ کے قریب پہنچ گئے ... حضرت معاویہؓ نے اہل شام کا لشکر ان کی طرف بھیجا لیکن خوارج نے شامیوں کو بھگا دیا اس پر معاویہؓ نے کہا کہ میری طرف سے تمہارے لئے کوئی امان نہیں جب تک تم ان مصائب کو دور نہ کرو چنانچہ اہل کوفہ خوارج کی طرف نکلے تو خوارج نے ان سے کہا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کیا معاویہ ہمارا اور تمہارا دشمن نہیں ہے؟ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم ان سے لڑیں اگر ہم ان پر غالب آ گئے تو تمہاری طرف سے ان کے لئے کافی ہو جائیں گے اور اگر ہم مغلوب ہو گئے تو تم ہم سے بچ جاؤ گے۔ ... زیادہ ماہر تھے ... معاویہ نے چاہا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو امیر مقرر کرے ... مغیرہ نے ان سے کہا کیا تم ... کوفہ کا امیر مقرر کرتے ہو جب کہ ... مصر کا امیر ہے ... تو تم شیر کے دو جبڑوں کے درمیان ہو جاؤ گے حضرت معاویہؓ نے ان کی رائے ... اور مغیرہ کو کوفہ کا امیر مقرر کر دیا اس کے بعد عمرو بن العاص معاویہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کیا آپ مغیرہ کو ...

مقرر کرتے ہیں آپ نے خراسان کی سرداری کسی اور کے سپرد کیوں نہ کر دی ہوتی؟ معاویہ نے ان کو [illegible] سے معزول کیا اور نماز کی ذمہ داری سونپ دی مغیرہ نے عمرو بن عاص سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمرو کے متعلق امیر المومنین کو مشورہ دینے والے نہ تھے انہوں نے کہا ہاں، پھر عمرو بن العاص نے جواب دیا یہ اس کا بدلہ ہے۔

اسی سال حمران بن ابان نے بصرہ پر حملہ کیا اور اس کو جبراً قبضہ کر لیا حضرت معاویہ نے ایک لشکر اس کے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا لیکن ابو بکرہ ثقفی نے حضرت معاویہ کے پاس آکر عفو و درگزر کی درخواست کی۔ حضرت معاویہ نے ان کو معاف کیا اور چھوڑ دیا اور بسر بن ابی ارطاۃ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اس نے زیادتی اور ان کو قتل کرنے کی نیت سے [illegible] کیونکہ معاویہ نے ان کے باپ کو لکھا تھا کہ ان کو حاضر کرو [illegible] اس کے بعد بسر نے لکھا: امیر المومنین کے پاس فوراً چلے جاؤ ورنہ میں تمہارے بیٹوں کو قتل کر دوں گا انہوں نے ابو بکرہ کو اس معاملہ میں حضرت معاویہ کی طرف روانہ کیا جب ابو بکرہ معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا تم کوئی نصیحت کرتے ہو؟ ابو بکرہ نے جواب دیا ہاں اے امیر المومنین ایک وصیت ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنا خیال رکھیں اور نیک عمل کریں بلاشبہ آپ ایک عظیم ذمہ داری پر ہیں اور وہ ہے اللہ کی خلافت اس کی مخلوق میں۔ پس اللہ سے ڈریے آپ کے لئے ایک حد ہے جس سے آپ تجاوز نہیں کر سکتے اور آپ کے پیچھے ایک تیز طالب ہے قریب ہے کہ آپ اپنی انتہا کو پہنچ جائیں اور وہ طالب آپ سے آ ملے اور آپ [illegible] جس میں آپ معروف تھے اور وہاں کے بارے میں آپ سے زیادہ [illegible] ایک حساب ہے اور وہ توقیف ہے تو آپ کسی چیز کو اللہ کی رضا پر ترجیح نہ دینا۔ پھر اس سال کے آخر میں حضرت معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ معاویہ عتبہ بن ابی سفیان کو گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن عبداللہ بن عامر نے کہا بصرہ میں میرے اموال اور امانتیں ہیں اگر تم مجھے امارت نہ دو گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اس پر حضرت معاویہ نے ان کو بصرہ کی امارت سونپ دی اور اس بارے میں اس کے سوال کا جواب دیا۔ ابو معشر کہتے ہیں اس سال لوگوں نے عتبہ بن ابی سفیان کے ساتھ حج کیا جب کہ واقدی کا کہنا ہے کہ عنبسہ بن ابی سفیان کی اقتدا میں لوگوں نے حج کیا۔ واللہ اعلم۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات

رفاعہ بن رافع ...... رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان بدری تھے، غزوہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔

رکانہ بن عبد یزید ...... رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب قرشی مطلبی ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے پچھاڑا تھا اور یہ بہت زیادہ قوت والے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آئے، آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے جیسا کہ دلائل نبوت میں ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے جب کہ بعض کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ واللہ اعلم۔

صفوان بن امیہ ...... صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن وہب قرشی مکہ کے سرداروں میں سے ایک تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے فتح مکہ والے سال رسول اللہ ﷺ سے بھاگ گئے تھے پھر لوٹ آئے اور بعد کو مؤلفۃ القلوب میں شمار ہونے لگے۔ [illegible] بن وہب نے ان کے لئے امان طلب کی تھی۔ صفوان ان کے ساتھی اور دوست تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ عمیر بن وہب ان کو نماز عصر کے وقت [illegible] لائے (زمانہ جاہلیت میں) [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] ان کو چار ماہ کی مہلت دی [illegible] حضرت صفوان غزوہ حنین میں حالت شرک میں شریک ہوئے اور پھر مسلمان ہو گئے۔ [illegible] وہ مکہ کے سرداروں میں سے تھے جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں سرداروں میں سے تھے۔ واقدی کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ مستقل طور پر مکہ میں رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں وفات پا گئے۔

عثمان بن طلحہ العبدری ... عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عبدالدار و حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص فتح مکہ سے پہلے ۸ ہجری کی ابتداء میں مسلمان ہوئے۔ واقدی نے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بڑی عمدگی سے طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ وہی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن کعبہ کی چابیاں لیں اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے انہیں لوٹا دیں:

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کو لوٹا دو۔

آپ علیہ السلام نے ان سے کہا اے عثمان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو اسے ظالم کے سوا کوئی تم سے نہ لے گا۔ واقدی کہتے ہیں حضرت عثمان رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں مدینہ میں رہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد مکہ چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل دور میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

عمرو بن الاسود السکونی ... عبادت گزار اور زاہد لوگوں میں سے تھے ان کے پاس ریشم کا ایک جوڑا تھا جو وہ اس وقت پہنتے تھے جب تہجد کی نماز میں کھڑے ہوتے جب مسجد جاتے تو تکبر کے ڈر سے اپنا بایاں ہاتھ بائیں پہلو پر رکھ لیتے۔ حضرت معاذ، عبادہ بن صامت، عرباض بن ساریہ اور دیگر حضرات سے مروی ہے امام احمد نے زہد کے بیان میں فرمایا ہمیں ابو الیمان نے حدیث سنائی ابو بکر نے ان سے اور ان کو حکیم بن عمیر اور ضمرہ بن حبیب نے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو دیکھنا خوش کرتا ہو وہ عمرو بن الاسود کے طریقہ کو دیکھ لے۔

عاتکہ بنت زید .... عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ یہ سعید بن زید کی بہن ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ اسلام لائیں اور ہجرت کی۔ بہت زیادہ خوبصورت اور عبادت گزار تھیں۔ عبداللہ بن ابی بکر نے ان سے نکاح کیا تو وہ بیوہ ہو گئیں۔ جب غزوہ طائف میں ان کے شوہر شہید ہوئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان کے بعد شادی نہ کریں گی۔ ان کے بعد عمر بن خطاب نے ان کو پیغام بھیجا اور ان کے چچازاد بھائی تھے اس طرح شادی ہوگئی جب وہ شہید ہوئے تو ان کے بعد حضرت زبیر بن العوام نے ان سے شادی کی وہ وادی سباع میں مقتول ہوئے تو حضرت علی بن ابی طالب نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں آپ قتل نہ کر دیئے جائیں اس لئے انہوں نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا اگر نکاح ہو جاتا تو حضرت علی بھی ان کی زوجیت میں قتل کر دیئے جاتے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی زندگی گزاری یہاں تک کہ اسی سال حضرت معاویہ کی خلافت کی ابتداء میں انتقال ہوا۔ رحمہا اللہ۔

آغاز بیالیس ہجری

اس سال مسلمانوں نے لان اور روم سے جہاد کیا اور بہت سے امراء اور فوجی سردار قتل ہوئے مال غنیمت حاصل ہوا اور خود محفوظ رہے اسی سال معاویہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ میں نائب مقرر کیا اور مکہ میں خالد بن العاص بن ہشام کو اور کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کیا اور کوفہ کا قاضی شریح کو مقرر کیا بصرہ میں عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا اور خراسان میں قیس بن الہیثم کو عبداللہ بن عامر سے پہلے مقرر کیا۔ اسی سال خوارج دوبارہ حرکت میں آگئے جن کو حضرت علی نے یوم النہروان کے موقع پر صاف کر دیا تھا ان کے زخم درست ہو چکے تھے اور قوی ٹھیک ٹھاک ہو گئے تھے جب ان کو حضرت علی کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے ان کے قاتل ابن ملجم پر رحمۃ اللہ علیہ پڑھا ان میں سے ایک نے کہا اللہ اس ہاتھ کو الگ نہ کرے جو تلوار کے ساتھ علی کی گردن پر چلا ہو۔

اور حضرت علی کے قتل پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے لگے پھر لوگوں کے خلاف بغاوت کرنے کا عزم کیا اور اپنے گمان کے مطابق امر بالمعروف اور نہی

عین التمر پر موافقت کی پھر اسی سال زیاد بن ابیہ معاویہ کے پاس آئے۔ تقریباً ایک سال سے وہ ایک قلعہ میں بند تھے جو فارس کے نام سے موسوم تھا یعنی قلعہ زیاد۔ معاویہ نے انہیں لکھا کوئی ایسی چیز تجھے ہلاکت پر مجبور کر رہی ہے میرے پاس آؤ اور مجھے بتاؤ کہ اموال فارس میں جو کچھ آپ کی طرف سے ہوا اور جو کچھ خرچ کیا اور جو کچھ باقی بچا وہ میرے پاس لے آؤ تجھے امن دیا جائے گا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ ہمارے پاس رہے تو میں ایسا کر دوں گا اگر تو زمین کے کسی حصہ پر جانا چاہتا ہے تو تو مامون ہے۔ یہ پڑھ کر زیاد نے معاویہ کے پاس جانے کا عزم کیا مغیرہ کے پاس اس کے جانے کی خبر پہنچی تو وہ خوفزدہ ہوا کہ کہیں وہ اس سے پہلے معاویہ سے جا ملے۔ پس وہ دمشق معاویہ کے ارادے سے روانہ ہوئے لیکن زیاد ایک ماہ پہلے معاویہ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ سے کہا یہ کیا ہے کہ وہ تم سے دور ہے لیکن پھر بھی تم ایک ماہ بعد آئے ہو؟ اس پر مغیرہ نے کہا اے امیر المومنین وہ نفع کا منتظر ہے اور میں نقصان کا۔ حضرت معاویہ نے زیاد کی قدر دانی کی اور جو اموال اس کے پاس تھے سب قبضہ میں لے لئے اور خرچ شدہ اموال اور بقیہ اموال میں اس کو سچا قرار دیا۔

آغاز تینتالیس ہجری

اس سال بسر بن ابی ارطاۃ نے بلاد روم میں جہاد کیا اور بہت آگے تک پہنچ گئے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے شہر کے قریب پہنچ گئے اور واقدی کے خیال کے مطابق موسم سرما وہاں گزارا۔ جب کہ دیگر حضرات نے ان کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں کسی نے موسم سرما نہیں گزارا واللہ اعلم۔

جریر کہتے ہیں اس سال عمرو بن العاص کا مصر میں انتقال ہوا اور محمد بن مسلمہ کا بھی اسی سال انتقال ہوا۔ عنقریب ہر ایک کے حالات زندگی بیان کریں گے۔ عمرو بن العاص کے بعد معاویہ نے مصر کی امارت ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو دی واقدی کہتے ہیں کہ وہ دو سال گورنر رہے۔ اسی سال یعنی تینتالیس ہجری میں خوارج اور کوفہ کے لشکر میں بڑا معرکہ واقع ہوا۔ اور وہ یوں کہ جیسا کہ گزر چکا ہے خوارج نے لوگوں کے خلاف بغاوت کا عزم کر لیا تھا حتیٰ کہ لوگ بھاگ کر دوبارہ جمع ہو گئے ان کا سالار مستورد بن علفہ تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے ان کے لئے تین ہزار کا ایک لشکر تیار کیا اور اس پر معقل بن قیس کو سالار مقرر کیا۔ معقل بن قیس روانہ ہوا اور اپنے آگے مقدمہ کے طور پر خوارج کی تعداد کے برابر تین سو چیدہ سوار دے کر ابو الرواغ کو بھیجا ابو الرواغ ان سے مذار کے مقام پر جا ملے دونوں فریقوں میں زبردست لڑائی ہوئی خوارج نے ان کو شکست دی انہوں نے دوبارہ حملہ کیا تو خوارج نے ان کو دوبارہ بھگایا۔ لیکن دونوں جانب سے کوئی بھی قتل نہ ہوا اس کے بعد انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے اور سالار لشکر معقل بن قیس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ معقل بن قیس دن کے آخری حصہ میں سورج غروب ہوتے وقت آئے اور اترے اور ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ پھر ابو الرواغ کی تعریف کی تو اس نے کہا اے امیر ان کے حملے بہت سخت ہیں اگر آپ لوگوں کی مدد کیجئے اور گھڑ سواروں کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے آگے لڑائی کریں۔ معقل بن قیس نے کہا آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ معقل بن قیس کو یہ بات کہے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خوارج نے معقل اور اس کے ساتھیوں پر بھرپور حملہ کیا۔ معقل کے بیشتر ساتھی بھاگ گئے۔

معقل بن قیس نے اس وقت پیادہ پا ہو کر کہا اے مسلمانو! قدم جماؤ قدم جماؤ پس ان پر گھڑ سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت جو تقریباً دو سو آدمی تھے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ جس میں ابو الرواغ شاکری بھی تھے ان پر مستورد بن علفہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا لیکن انہوں نے نیزوں اور تلواروں سے ان کا استقبال کیا باقی فوج نے بھی چند میلوں تک گریز کیا اور ابو الرواغ نے بیزار ہو کر ملامت کیا اس پر لوگ معقل کے پاس لوٹ آئے تو دیکھا کہ وہ اپنے چند مددگار ساتھیوں کے ساتھ جو کہ بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ لوگ رات ہونے پر لوٹ آئے۔ معقل نے یمین میسرہ سے ان کی صفیں قائم کیں اور ان کو حکم کیا اور کہا اپنی صفوں سے نہ ہٹو جب تک ہماری جمعیت پوری طرح جمع ہو جائے پھر ہم حملہ کریں گے۔ جونہی صبح ہوئی خوارج پسپا ہو گئے اور جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ معقل ان کی تلاش میں نکلا اور اپنے آگے ابو الرواغ کو چھ سو سپاہیوں کے ساتھ بھیجا۔ ابو الرواغ نے ان کو سورج طلوع ہوتے وقت جالیا خوارج نے ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک بہت سخت لڑائی رہی اس کے بعد پسپا ہو کر حملہ کیا اور

ہوا، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خوارج پر حملہ کرنے کا کہا اور غیرت دلانے لگا اور فرار پر تنبیہ کرنے لگا اور صبر پر ابھارنے لگا انہوں نے بھی صبر کیا اور شدید قتال کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ خوارج کو ان کی کمین گاہوں کی طرف پسپا کر دیا جب خوارج نے یہ منظر دیکھا تو ان کو خدشہ لاحق ہوا کہ اگر معقل بن قیس آ پہنچا تو ان کے قتل عام سے کوئی مانع نہ ہوگا یہ سوچ کر وہ لشکر کے سامنے سے بھاگ نکلے اور دجلہ پار کرنے کے بعد نہر شیر کے علاقہ میں جا نکلے۔ ابوالرواغ نے ان کا تعاقب کیا معقل بن قیس بھی اس سے جا ملا۔ خوارج نے مدینہ عتیقہ میں جا کر پڑاؤ کیا شریک بن عبید ثقفی ان کے امیر نے ان کی طرف کوچ کیا اور ابوالرواغ بھی مقدمۃ الجیش کے طور پر ساتھیوں کے ساتھ ان سے جا ملا۔ اس سال لوگوں نے مدینہ کے امیر مروان بن الحکم کی امارت میں حج کیا۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات ..... اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات میں سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت محمد بن مسلمہ بھی شامل ہیں ان کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔ عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی سہمی ابو عبداللہ ابو محمد بھی جب کہ بعض کے نزدیک ابو محمد تھی۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے۔ حضرت عمرو بن العاص ہی کو کفار قریش نے نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو واپس بھیج دے لیکن نجاشی نے اپنے عمل سے جب ان کی بات نہ سنی۔ عمرو اور نجاشی نے اس بارے میں تقریر بھی کی اس نے اسی دوران میں عمرو بن العاص کو نصیحت کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اسی لئے یہ بات ہے کہ آپ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ العبدری بھی تھے۔ غزوات کے دوران میں سے ایک غزوۂ ذات السلاسل کے معرکہ میں آپ ہی امیر تھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کمک کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جس کا سالار ابوعبیدہ تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر فاروق بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عمان کا والی بھی بنا کر بھیجا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک تک آپ اسی منصب پر رہے آپ کے بعد حضرت ابوبکر نے بھی ان کو برقرار رکھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث روایت کی قتیبہ نے ابن لہیعہ سے اور انہوں نے مشرح بن ہاعان سے اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ مسلمان ہوئے اور عمرو بن العاص ایمان لائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انہوں نے روایت کی اسحاق بن منصور نے ابواسامہ سے ابواسامہ نے نافع سے اور نافع بن عمر الجمحی نے ابن ابی ملیکہ سے کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک عمرو بن العاص قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ اہل بیت کیا اچھے گھر والے ہیں عبداللہ، ام عبداللہ اور ابوعبداللہ۔ محدثین نے اس حدیث کو عمرو بن العاص کے فضائل میں ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو بڑے لشکر کے ساتھ شام بھیجا اسی طرح انہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا۔ آپ اپنے عہدہ کے موافق جہاد میں اہل یرموک کے ساتھ تھے۔ پھر حضرت عمر نے ان کو مصر بھیجا انہوں نے مصر فتح کیا اور گورنر بنے حضرت عثمان نے ان کو چار سال تک اسی منصب پر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور مصر پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو والی مقرر کیا اس کے بعد حضرت عمرو فلسطین میں گوشہ نشین ہو گئے اور ان کو دل میں حضرت عثمان کی طرف سے کچھ رنجیدگی تھی۔ جب حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے تو حضرت عمرو بن العاص حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ ہو کر معرکوں میں شمول صفین وغیرہ میں شریک رہے جنگ صفین میں دو حکموں میں سے ایک حضرت عمرو تھے حضرت معاویہ نے جب مصر کو محمد بن ابی بکر سے چھین لیا تو حضرت عمرو بن العاص کو دوبارہ مصر کا گورنر مقرر کیا اس کے بعد وفات تک وہ اسی منصب پر رہے جو مشہور قول کے مطابق اسی سال یعنی تینتالیس ہجری میں ہوئی جب کہ واقدی کے مطابق بیالیس ہجری میں اور بعض کے نزدیک اڑتالیس ہجری میں اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اکیاون ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص عرب کے چند بہادر صاحب فراست لوگوں میں سے ایک تھے ان سے بہت سی ضرب الامثال اور اشعار منقول ہیں۔ جن میں سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار ضرب الامثال یاد کی ہیں ان میں کا ایک یہ ہے۔

جب انسان مرغوب کھانا نہیں چھوڑتا اور گناہ کو ترک نہیں کرتا ہے جبکہ وہ بے ضرورت ہو تو اپنی خواہش کو پورا کیا اور بھائی کا اس نے
لئے کر رخصت ہو جاتا ہے اس کی سلطنت میں کمی جائے گی تو وہ محروم رہے گی۔

امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کی علی بن اسحاق نے اور ان کو عبداللہ یعنی ابن المبارک نے اور ان کو ابن لہیعہ نے اور ان کو یزید بن ابی حبیب نے اور ان کو عبدالرحمن بن شماسہ نے کہ انہوں نے کہا جب حضرت عمرو بن العاص پر حالت نزع طاری ہوئی تو وہ رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا آپ کیوں روتے ہیں کیا موت کے خوف سے؟ تو حضرت عمرو نے فرمایا خدا کی قسم بلکہ موت کے بعد جو کچھ ہے اس کی وجہ سے۔ اس پر آپ کے بیٹے نے کہا بیشک آپ بھلائی پر تھے پھر وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور ان کی شام کی فتوحات یاد دلانے لگے۔ اس پر حضرت عمرو نے کہا کہ تم نے ان سب سے افضل چیز یعنی شہادت لا الہ الا اللہ کو چھوڑ دیا ہے میں تین حالتوں میں رہا ہوں اور ہر حالت میں اپنے نفس کو پہچانتا ہوں۔

میں قریش کے سرکش کافروں میں سے ایک تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سخت مخالف تھا اگر میں مر جاتا تو سیدھا جہنم میں پہنچتا پھر جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو تمام لوگوں سے بڑھ کر میں رسول اللہ ﷺ سے حیا کرنے والا تھا میں نے آنکھ بھر کر رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور حیا کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے جانے لگے اگر اس دن میں مر جاتا تو لوگ کہتے عمرو کو مبارک ہو اسلام لائے اور بھلائی پر ہے اس پر انتقال کر گئے ہم اس کے لئے جنت کی امید کرتے ہیں اس کے بعد ایک مدت تک امارت اور دیگر معاملات میں مصروف رہا میں نہیں جانتا کہ وہ میرے لئے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ۔ جب میں مر جاؤں تو کوئی رونے والی مجھ پر نہ روئے اور نہ ہی کوئی مدح سرائی کرنے والا نہ آگ میرے پیچھے آئے۔ میرا تہبند کس دینا کیونکہ میں جھگڑنے والا ہوں اور مجھ پر اچھی طرح مٹی ڈال دینا۔

اس لئے کہ میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں میری قبر میں لکڑی نہ رکھنا اور نہ پتھر اور جب مجھ پر مٹی ڈال چکو تو اونٹ ذبح کرنے کے بقدر میرے پاس بیٹھے رہنا تاکہ میں تم سے انسیت حاصل کروں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں یزید بن ابی حبیب کی سند سے ذکر کی ہے البتہ اس میں کچھ زیادتی بھی ہے جس میں ان کا یہ قول بھی ہے کہ میں تم سے انسیت حاصل کروں اور دیکھوں کہ میں اپنے رب عزوجل کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کہنے لگے اے اللہ تو نے حکم دیا مگر ہم نے نافرمانی کی تو نے روکا مگر ہم نہ رکے تیری معافی کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے گردن میں طوق کی جگہ پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا اے اللہ مجھ میں قوت نہیں کہ آپ میری مدد کیجئے میں بری نہیں کہ معذرت کروں اور نہ ہی انکار و تکبر کرتا ہوں بلکہ مغفرت طلب کرتا ہوں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ان کلمات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ وفات فرما گئے۔

محمد بن مسلمہ انصاری..... مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ بدر اور دیگر غزوات میں سوائے تبوک کے شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں ایک قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں آپ کو نائب مقرر کیا تھا جب کہ بعض نے کہا ہے کہ قرقرۃ الکدر میں نائب مقرر کیا تھا آپ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ مرحب یہودی کو خیبر کے دن قتل کرنے والے بھی یہی ہیں رسول اللہ ﷺ نے تقریباً چودہ سرایا میں ان کو امیر مقرر کیا نیز آپ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے جنگ جمل و صفین اور دیگر باہمی جنگوں میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ لکڑی کی ایک تلوار بنالی تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہی حکم دیا تھا ربذہ کی طرف چلے گئے تھے سردار صحابہ میں سے حضرت محمد بن مسلمہ تھے آپ حضرت عمر کے گورنروں کی طرف بھیجے جاتے تھے انہی کے حکم سے آپ صحابہ کے باہمی اختلاف سے علیحدہ رہے آپ نے بہت عمر گزاری اور امانتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حضرت عمر نے ان کو جہینہ کے صدقات پر عامل مقرر کیا تھا ان کی وفات کے بارے میں کئی اقوال ہیں جیسا کہ ۴۳ ہجری میں ہوئی جب کہ بعض کے نزدیک اس کے علاوہ کسی اور سال ان کی وفات ہوئی ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی دس بیٹے اور چھ بیٹیاں چھوڑیں۔ بہت زیادہ گندمی رنگ، طویل قامت تھے سر کا اگلا حصہ گنجا تھا۔

اسی سال عبداللہ بن سلام ابو یوسف اسرائیلی کا انتقال ہوا جو یہود کے جید علماء میں سے ایک تھے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ آنے کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں کے ساتھ میں بھی حضور اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے آیا جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا پہلی بات جو میں نے آپ علیہ السلام سے سنی وہ آپ کا یہ قول تھا اے لوگو سلام کو

تعجیل ذکر کیا؛ خلاصہ یہ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ہجرت کی ابتداء میں ہم ان کے اسلام لانے کا ذکر اور جو کچھ پہلے سلسلہ میں ان سے اچھے اور مفید اعمال کئے ان کا ذکر بیان کر چکے ہیں۔ یہ ان میں سے ہیں جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گواہی دی اور جن کا جنت میں داخل ہونا یقینی ہے۔

آغاز چوالیس ہجری

اس سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا اور موسم سرما وہیں گزارا۔ اسی سال سمندر میں بسر بن ابی ارطاۃ نے جہاد کیا۔

اسی سال عبداللہ بن عامر کو بصرہ سے حضرت معاویہ نے معزول کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بصرہ میں ان کا تسلط کمزور ہو گیا تھا اور آپ نرم طبیعت کے حامل تھے جب کسی شخص کا خیال ہے کہ وہ چور ہے اس کا ہاتھ نہیں کٹتا تھا اور لوگوں سے نرمی سے پیش آتا تھا عبداللہ بن ابی اوفیٰ جو ابن الکواء کے نام سے مشہور تھے بصرہ گئے اور حضرت معاویہ سے ان کی شکایت کی اس پر معاویہ نے ابن عامر کو بصرہ سے معزول کر دیا اور حارث بن عبداللہ ازدی کو گورنر مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بلا بھیجا کہ وہ ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوں۔ ابن عامر حضرت معاویہ کے پاس دمشق حاضر ہوئے حضرت معاویہ نے ان کا اکرام کیا اور ان کو ان کے منصب پر لوٹا دیا جب رخصت کرنے لگے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا تین چیزیں میں تم سے مانگتا ہوں تم جواب میں کہو گے کہ یہ تمہاری ہے اور میں ام حکیم کا بیٹا ہوں میرا منصب مجھے لوٹا دو اور غصہ نہ کرو۔ ابن عامر نے کہا میں نے ایسا ہی کیا معاویہ نے کہا عرفہ میں جو کچھ تمہارا ہے مجھے ہبہ کر دو۔ ابن عامر نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ معاویہ نے کہا کہ مکہ میں جو تمہارے مکانات ہیں مجھے ہبہ کر دو۔ ابن عامر نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت معاویہ نے کہا میں نے تم سے صلہ رحمی کی۔ اس کے بعد ابن عامر نے کہا اے امیر المومنین میں بھی تین چیزیں طلب کرتا ہوں کہیں آپ کہیں یہ تمہاری ہے اور میں ہند کا بیٹا ہوں ابن عامر نے کہا عرفہ کا مال مجھے لوٹا دو معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا ابن عامر نے کہا میرا مکان مجھے لوٹا دیجئے معاویہ نے کہا میں نے یہ بھی کیا ابن عامر نے کہا اپنی بیٹی ہند کا مجھ سے نکاح کر دیجئے حضرت معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ نے ابن عامر کو ان تین چیزوں اور بصرہ کی امارت کے درمیان اختیار دیا تھا تو انہوں نے ان تین چیزوں کو اختیار کیا اور بصرہ کی امارت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت معاویہ نے زیاد کا اپنے سے الحاق کیا اور ابو سفیان سے ملانے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے گواہی دی کہ ابو سفیان نے اقرار کیا تھا کہ اس نے زیاد کی والدہ سمیہ سے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا جس کی وجہ سے اس کا حمل ہو گیا اور زیاد اسی حمل سے ہے۔ جب حضرت معاویہ نے اس سے الحاق کر لیا تو انہیں زیاد بن ابی سفیان کہا جانے لگا۔ حضرت حسن بصری اس الحاق کو رد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کو سنگسار کیا جائے گا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہشیم نے روایت کی اور ان کو خالد نے ابو عثمان سے نقل کر کے کہا کہ انہوں نے کہا جب زیاد نے دعویٰ کیا تو میں ابوبکرہ سے ملا اور کہا یہ تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے سعد بن ابی وقاص کو کہتے سنا ہے میرے دونوں کانوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جس نے زمانہ اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ کسی کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت اس پر حرام ہے۔ یہ سن کر ابوبکرہ کہنے لگے میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے امام بخاری اور مسلم نے ابو عثمان کے طریق سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ کے نزدیک ابوبکرہ کا اصل نام نفیع ہے اور ان کی والدہ بھی سمیہ ہیں۔ اس سال لوگوں نے حضرت معاویہ کی سرکردگی میں حج کیا اور اسی سال حضرت معاویہ نے شام میں مقصورہ بنوایا اور ان کی نقل میں مروان نے مدینہ میں مقصورہ بنوایا۔

اسی سال ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان دار آخرت کو رخصت ہوئیں ان کا اصل نام رملہ تھا حضرت معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ مکہ ہی میں اسلام لائیں۔ اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ان کے شوہر نصرانی ہو گئے جب کہ حضرت ام حبیبہ اپنے دین پر قائم

رہیں۔ رضی اللہ عنہا حبیبہ ان سے عبیداللہ بن جحش کی سب سے بڑی اولاد ہیں جن کی ولادت حبشہ میں ہوئی جب کہ بعض کا قول ہے کہ مکہ میں ہجرت سے قبل ولادت ہوئی ان کے شوہر کا انتقال وہیں ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

جب عدت پوری ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے ام حبیبہ کی شادی آپ علیہ السلام سے کر دی۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص نے عقد کا انتظام کیا۔ نجاشی نے آپ علیہ السلام کی طرف سے حضرت ام حبیبہ کو چار سو دینار بطور مہر ادا کئے اور سات ہجری میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا گیا جب فتح مکہ سے قبل ابوسفیان ان کے پاس آئے تاکہ ان کی ازدواجی زندگی کو دیکھیں۔ تو حضرت ام حبیبہ نے رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ دیا۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تجھے مجھ سے زیادہ یہ بستر پیارا ہے یا میں بستر سے زیادہ تجھے محبوب ہوں؟ اس پر انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے جبکہ آپ ایک مشرک آدمی ہو۔ اس پر ان کے باپ نے ان سے کہا: بیٹی میری! تو میرے بعد شر میں مبتلا ہوگئی ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ازواج امہات المؤمنین میں سے تھیں اور بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار تھیں۔ محمد بن سعد واقدی کہتے ہیں ہمیں ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے روایت کیا، امام احمد کو عبدالمجید بن سہیل نے، عوف بن حارث نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا کہ مجھے ام حبیبہ نے اپنی موت کے وقت بلوایا اور کہا ہمارے درمیان بھی کچھ ہوتا رہا جو سوکنوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ میں نے کہا اللہ مجھے اور آپ کو معاف فرمائے پس حضرت ام حبیبہ نے کہا تو نے مجھے خوش کیا اللہ تجھے خوش کرے۔ انہوں نے حضرت ام سلمہ کو بھی بلا بھیجا انہوں نے بھی ان کو یہی جواب دیا۔

آغاز پینتالیس ہجری

اس سال حضرت معاویہ نے حارث بن عبداللہ ازدی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور پھر چار ماہ بعد معزول کر دیا اور زیاد کو وہاں مقرر کیا وہ کوفہ آئے کوفہ میں اس وقت مغیرہ بن شعبہ عامل تھے زیاد کو خطرہ ہوا کہ معاویہ کا قاصد بصرہ کی امارت کا پروانہ لے کر ان کے پاس آئے مغیرہ نے سمجھا کہ زیاد کوفہ کی امارت کے لئے آئے ہیں اس لئے انہوں نے وائل بن حجر کو بھیجا کہ وہ ان کی خبر لے آئے وائل بن حجر ان کے پاس آئے لیکن ان سے کچھ نہ پوچھ سکے کہ اسی اثناء میں قاصد زیاد کے بصرہ کی طرف جانے کا پروانہ لے کر آگیا امیر المؤمنین نے ان کو خراسان، سجستان پر عامل مقرر کیا بعد میں ہندوستان، بحرین اور عمان بھی ان کو دے دیے گئے۔ زیاد بصرہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ فسق عام تھا۔ چنانچہ لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا اے لوگو! کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل طاعت کے لئے کیا اور اہل معصیت کے لئے کیا عذاب رکھا ہے تم اس شخص کی طرح ہو جس کی آنکھوں کو دنیا نے اندھا کر دیا ہو اور شہوت نے اس کے کانوں کو بہرا کر دیا ہو اور وہ فانی چیز کو آخرت کے بدلے میں لے چکا ہو پھر اس کے بعد مسلسل سرکاری احکامات نافذ کرتے رہے۔ کاروائی کرتے رہے یہاں تک کہ لوگ بہت ڈر گئے اور ان کے سرکش لوگ جن تک پہنچ گئے تھے وہ چھوڑ دیئے زیاد نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بھی مدد لی۔ حضرت عمران بن حصین کو بصرہ کے قضاء کا عہدہ دیا۔ حکم بن عمرو غفاری کو خراسان پر گورنر مقرر کیا۔ سمرہ بن جندب، عبدالرحمن بن سمرہ اور انس بن مالک کو بھی عامل مقرر کیا۔ زیاد بہت زیادہ صاحب ہیبت اور بارعب شخص تھے بہت زیادہ فصیح و بلیغ اور کامل انتظام تھے۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کسی بھی خطیب کو نہیں سنا کہ جو زیادہ اور بہت اچھا بولتا ہو مگر میں نے چاہا کہ وہ خاموش ہو جائے اس ڈر سے کہ کہیں غلطی نہ کر جائے سوائے زیاد کے کہ وہ جب بھی بولا تو اچھا ہی بولا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب کے پاس ایک مقدمہ رکھتے تھے حاکم بن عمرو غائب رہے زیاد نے خراسان میں جبل الاسل پر زیاد کے حکم سے چڑھائی کیا۔ مال غنیمت بہت زیادہ ہوا زیاد نے ان کو لکھا امیر المؤمنین کا خط آیا ہے کہ سونا چاندی ان کے لئے منتخب کر لیا جائے مال غنیمت میں سے سونا چاندی بیت المال کے لئے بھیج دو۔ حکم بن عمرو نے لکھا کہ اللہ کی کتاب امیر المؤمنین کے خط سے مقدم ہے

نبی اکرم ﷺ کے حکم پر مبنی ہو گی اور وہ اللہ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھول دیں گے۔ پھر لوگوں کو پکار کر کہا اپنی غنیمت کی طرف آ جاؤ تو پانچواں حصہ نکال کر باقی مال غنیمت ان کے درمیان تقسیم کر دیا اور زیاد کی اس کے معاویہ کی طرف سے بھیجے ہوئے خط میں مخالفت کی اور خمس نکالا جیسا کہ اللہ اور رسول کا حکم ہے اس کے بعد حکم نے کہا اگر آپ کے پاس میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لیجئے۔ خراسان میں مرو کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا رضی اللہ عنہ ابن جریر کہتے ہیں لوگوں نے اس سال مروان بن الحکم کی سربراہی میں حج کیا جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔

اس سال انتقال فرمانے والی شخصیات...... اس سال زید بن ثابت الانصاری کا انتقال ہوا جو کاتبین وحی میں سے ایک تھے سیرت کے ترجمہ میں کاتبین وحی کے تذکرہ میں ہم نے ان کے حالات زندگی بیان کئے ہیں یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کے حکم سے تمام جمع شدہ مصحف صدیقی سے دیکھتے ہوئے مصاحف لکھے جن میں اس کا خط سب سے اچھا ہے۔ حضرت زید بن ثابت بہت زیادہ ذہین لوگوں میں سے ایک تھے یہودی زبان اور کتابت چند روز میں سیکھی۔ ابو الحسن بن براء کہتے ہیں کسریٰ کے قاصد سے بات کی، فارسی سیکھی اور حبشی رومی اور قبطی زبان رسول اللہ ﷺ کے خادموں سے سیکھی۔ واقدی کہتے ہیں سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ احمد اور نسائی کی حدیث میں روایت کردہ ہے کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فرائض کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں۔ عمر بن خطاب نے ان کو قضا پر بھی مقرر کیا تھا۔ مسروق کہتے ہیں زید بن ثابت راسخین فی العلم لوگوں میں سے تھے عمار بن ابی عمار سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عباس سے کیا ایک مرتبہ انہوں نے زید بن ثابت کے لئے رکاب پکڑی تو زید بن ثابت نے فرمایا ہٹ جاؤ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اس پر حضرت ابن عباس نے کہا نہیں ہم اپنے بڑوں اور علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ ثابت بن عبید سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن ثابت جب گھر میں ہوتے تو سب سے زیادہ مزاح کرنے والے ہوتے اور جب لوگوں میں سے نکلتے تو سب سے زیادہ سنجیدہ ہوتے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں زید بن ثابت نماز کے لئے نکلے لیکن جب لوگوں کو نماز سے لوٹتے دیکھا تو ان سے چھپ گئے اور فرمایا جو لوگوں سے نہیں شرماتا وہ اللہ سے بھی نہیں شرماتا۔ اسی سال ان کا انتقال ہوا جب کہ بعض کا خیال ہے کہ چھپن ہجری میں ان کا انتقال ہوا لیکن صحیح قول پہلا ہے۔ چھپن سال کی عمر کو پہنچ گئے۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابن عباس نے فرمایا آج بہت بڑے عالم دنیا سے رخصت ہو گئے اور حضرت ابوہریرہ نے فرمایا اس امت کا بڑا عالم رخصت ہو گیا۔

اسی سال سلمہ بن سلامہ بن وقش ستر سال کی عمر میں انتقال فرما گئے غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے نیز عاصم بن عدی کا بھی اسی سال انتقال ہوا۔ بدر کی طرف نکلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو قبا اور مدینہ کے عوالی حصہ پر نائب مقرر کیا تھا احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی ایک سو پچیس سال کی عمر میں انتقال ہوا ان کو اور مالک بن دخشم کو آنحضرت ﷺ نے مسجد ضرار کی طرف بھیجا اور انہوں نے اس کو جلا دیا۔ اسی سال حفصہ بنت عمر بن خطاب ام المؤمنین کا انتقال ہوا۔ حضور اکرم ﷺ سے پہلے خنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی پھر بدر کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ جب ان کی عدت گزر گئی تو ان کے والد نے حضرت عثمان کو نکاح کے لئے پیش کش کی اس سے پہلے حضرت عثمان کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئی تھیں لیکن انہوں نے انکار کیا اس کے بعد حضرت ابوبکر کو پیش کش کی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو عمر ان سے ناراض ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا اور حضرت حفصہ سے نکاح ہو گیا۔ حضرت عمر نے بعد میں حضرت ابوبکر پر عتاب کیا تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں جناب رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ نکاح نہ کرتے تو میں کر لیتا۔ ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دی پھر بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے آپ سے فرمایا حفصہ سے رجوع کر لیجئے وہ بہت روزہ دار اور عبادت گزار ہیں اور آپ کی جنت میں بیوی ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں ان کا انتقال اسی سال شعبان میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں انتقال ہوا۔ لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے۔

۴۶ھ کے واقعات

آغاز چھیالیس ہجری...... اسی سال مسلمانوں نے امیر عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی قیادت میں بلاد روم میں موسم سرما گزارا۔ بعض کا کہنا ہے کہ کوئی اور امیر تھے۔ نیز اس سال لوگوں نے حج معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں کیا۔ کئی شہروں پر وہی نائب امیر تھے جن کا ذکر بیان ہو چکا ہے۔ اس سال وفات پانے والوں میں سے ایک سالم بن عمیر بھی تھے جو ان رونے والوں میں سے تھے جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ سراقہ بن مالک جو بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے تھے اسی سال وفات پا گئے۔

عبدالرحمن بن خالد...... قریشی اور مخزومی تھے۔ اپنے باپ کی طرح مشہور جنگجو اور جانے پہچانے بہادر لوگوں میں سے تھے۔ اپنی بہادری اور شجاعت کے سبب بلاد شام میں بہت شہرت و رسوخ حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ حضرت معاویہ بھی ان سے ڈرنے لگے۔ زہر کی وجہ سے موت واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ واکرم مثواہ۔ ابن مندہ اور ابونعیم اصفہانی کا کہنا ہے رسول اللہ ﷺ کو پایا۔ ابن عساکر نے بکیر کے طریق سے نقل کیا ہے کہ [illegible] نے حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے [illegible] کی حدیث نقل کی ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے یعنی مرسل ہے۔ مصعب بن [illegible] ان کی اور ان کے دونوں بھائیوں مہاجر اور عبداللہ کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں اہل شام میں بہت اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں معاویہ کے عہد میں موسم گرما کی فوج کے امیر تھے۔ [illegible] بعد حضرت معاویہ [illegible] کیا۔ ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو ابن اثال کہا جاتا تھا [illegible] تھا اس نے حضرت عبدالرحمن کو ایک گھونٹ پلایا جس میں زہر تھا اسی سے ان کا انتقال ہوا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا معاویہ کے حکم سے ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں۔ کسی کا ان کی شان میں کہا گیا مرثیہ درج ذیل ہے۔

سمجھ لو باپ وہ شخص ہے جس نے لشکر کو جوش دلاتے ہوئے روم کی طرف قیادت کی جب اہل فارس نے [illegible] کئے تھے
تو جوان ایسے کہ جن کو لوٹنے بھی نیند کے بعد بیدار کیا گویا کہ جب کہ وہ [illegible] رہا تھا۔
وہ [illegible] ایک خالد کی صف اور [illegible] سے ان پر [illegible] کی صف۔

[illegible] نے ذکر کیا ہے خالد بن عبدالرحمن بن خالد مدینہ آئے تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا ابن اثال نے کیا کیا؟ وہ خاموش رہے پھر حمص لوٹے اور ابن اثال پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور واپس [illegible] کی طرف سے [illegible] ابن جریر نے کہا کہ [illegible] عروہ اور محمد بن مسلمہ ایک قول کے مطابق خاموش ہو گئے تفصیل گزر چکی ہے۔

ھرم بن حیان العبدی...... عمر بن خطاب کے دور میں سے ایک تھے۔ اویس قرنی سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ نہایت [illegible] لوگوں میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ جب ان کو دفن کیا گیا تو بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور ان کی قبر کو سیراب کیا اور اسی وقت وہاں گھاس اگ آئی۔ واللہ اعلم۔

۴۷ھ کے واقعات

آغاز سینتالیس ہجری...... اسی سال مسلمانوں نے بلاد روم میں موسم سرما گزارا۔ حضرت معاویہ نے اسی سال عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مصر کی امارت سے معزول کر دیا اور معاویہ بن خدیج کو گورنر مقرر کیا۔ اس سال لوگوں نے عتبہ کی سرکردگی میں ایک اور قول کے مطابق عنبسہ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں حج کیا۔ واللہ اعلم۔

اس سال وفات پانے والی شخصیات

قیس بن عاصم المنقری ...... زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں سردار تھے ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ سبب یہ تھا کہ ایک دن نشہ کی حالت میں بچی کا ایک عورت سے کھینچا پہاڑ کی طرف بھاگ گئی جب صبح ہوئی تو ان سے یہ بات ذکر کی گئی تو اس پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

میں نے شراب کو ترک کر دیا کیونکہ میں نے اس میں ایسی چیزیں پائی ہیں جو ایک شریف آدمی کو رسوا کر دیتی ہیں خدا کی قسم میں اس کو
زندگی بھر کبھی نہیں پیوں گا اور نہ ہی اس کے ذریعے کبھی اپنی بیماری کا علاج کروں گا۔

وفد بنی تمیم کے ساتھ اسلام لائے یہ شخص ہیں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بادیہ نشینوں کے سردار ہیں بڑی عمر پانے والے بردبار اور بہادر تھے ان کی تعریف میں شاعر نے یہ شعر کہا۔

قیس کی موت کسی ایک آدمی کی موت نہیں تھی بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے عمرو بن العلاء اور ابو سفیان بن العلاء کو کہتے سنا: احنف بن قیس سے کہا گیا کہ تو نے حلم کس سے سیکھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ قیس بن عاصم المنقری سے ہم بیٹھنے کے لئے ان کی طرف اس طرح رجوع کرتے تھے جیسا کہ فقہا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ایک دن ہم ان کے پاس تھے وہ گھر میں ایک چوڑا سا جبہ باندھ کر بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ آئے ان میں ایک مقتول تھا اور دوسرے کی مشکیں کسی ہوئی تھیں آ کر انہوں نے کہا یہ تمہارا بیٹا ہے جو کہ تمہارے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ قیس بن عاصم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس نے حبوہ نہیں کھولا تھا کہ معاملے سے نپٹ گیا پھر اپنے ایک بیٹے کے پاس گئے جو مسجد میں تھا اس سے کہا اپنے چچا زاد کو چھوڑ دے اور بھائی کو دفن کر اور اس کی ماں کو سو اونٹ دے اس لئے کہ وہ پرائی ہے کہا جاتا ہے کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے بیٹے اس کے گرد جمع ہو گئے جن کی تعداد بتیس تھی اس نے بیٹوں سے کہا اے بیٹو میں سب سے بڑے کو سردار بنانا تاکہ تم اپنے باپ سے اچھے نکل جاؤ اور چھوٹے کو سردار مت بنانا ورنہ تم ساتھیوں کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے اور تم پر لازم ہے مال اور اس کا کمانا کیونکہ یہ بہت اچھی چیز ہے جس کو ایک کریم آدمی پسند کرتا ہے اور اس کے ذریعے کمینے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے مانگنے سے ہر حال میں بچنا کیونکہ یہ آدمی کی گھٹیا ترین کمائی ہے۔ مجھ پر نوحہ نہ کرنا اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا اور مجھے وہاں دفن نہ کرنا جہاں بکر بن وائل ہوں اس لئے کہ میری ان سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی رہی ہے ان کی شان میں شاعر کے یہ اشعار منقول ہیں۔

تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو اے قیس بن عاصم اور اس کی رحمت جب تک وہ رحمت کرنا چاہے یہ اس شخص کا سلام ہے جس پر تو نے
احسان کیا اور جب اس کی شکل کا ذکر کیا جائے تو وہ مہربان ہے قیس کی موت کسی ایک آدمی کی موت نہیں تھی بلکہ وہ ایک قوم کی
بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی۔

۲۸ھ کے واقعات

آغاز اٹھائیس ہجری ...... اسی سال مسلمانوں نے ابو عبدالرحمٰن کی قیادت میں بلاد قبرص فتح کیا جس میں [illegible] اور عبداللہ بن سعد نے اہل مصر کے ساتھ سمندر میں جہاد کیا لوگوں نے اس سال حضرت عثمان بن عفان کی سرکردگی میں حج کیا۔

۴۹ھ کے واقعات

آغاز انچاس ہجری...... اس سال یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر جہاد کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے ان کے ساتھ سادات صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی جن میں ابن عمر اور ابن عباس اور ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری بھی تھے صحیح بخاری میں یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا لشکر کہ جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا سب کے سب بخشے ہوئے ہیں یہی وہ لشکر ہے جس نے سب سے پہلے اس شہر پر جہاد کیا لیکن وہ بھی اس شہر کے قریب پہنچے اور سے متفاوت کے لئے ان کا ایک زمانہ ہو چکا تھا اسی جہاد میں ابو ایوب خالد بن زید انصاری کا انتقال ہوا۔ البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس جہاد میں نہیں بلکہ اس کے بعد اکاون یا باون یا ترپن ہجری میں انتقال ہوا جیسا کہ عنقریب تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ اسی سال معاویہ نے مروان کو مدینہ کی امارت سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو گورنر مقرر کیا سعید نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کو مدینہ کا منصب قضاء سپرد کیا۔ اس سال مالک بن ہبیرہ فزاری نے ارض روم میں موسم سرما گزارا اور اسی سال فضالہ بن عبید نے جہاد کیا اور وہاں موسم سرما گزارا اور شہروں کو فتح کر لیا اور بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کیا اور اسی میں عبداللہ بن کرز کی گرمائی جنگ ہوئی۔ اسی سال کوفہ میں طاعون پھیلا اور مغیرہ وہاں سے بھاگ کر نکل آئے جب طاعون ختم ہو گیا تو واپس کوفہ لوٹے تو پھر ان پر طاعون کا حملہ ہوا جس میں ان کا انتقال ہو گیا لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے آئے گا۔ اس کے بعد معاویہ نے بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کو بھی زیاد کے سپرد کر دیا حضرت معاویہ ہی نے سب سے پہلے زیاد کے لئے بصرہ اور کوفہ جمع کئے زیاد کوفہ میں چھ ماہ اور بصرہ میں چھ ماہ گزارتے تھے بصرہ میں ان کا نائب سمرہ بن جندب تھا اسی سال لوگوں نے سعید بن العاص کی امارت میں حج کیا۔

اسی سال رحلت فرمانے والی شخصیات کا ذکر خیر

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب... ابو محمد قرشی ہاشمی رسول اللہ ﷺ کے نواسے آپ علیہ السلام کی بیٹی فاطمۃ الزہراء کے بیٹے اور گلدستے تھے۔ اور خلق اللہ میں سب سے زیادہ آپ علیہ السلام کے چہرے سے مشابہ تھے۔ نصف رمضان تین ہجری میں ولادت ہوئی رسول اللہ ﷺ نے اپنے لعاب سے ان کی تحنیک کی اور حسن نام رکھا۔ اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے رسول اللہ ﷺ آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے تھے جب کہ وہ چھوٹے تھے بسا اوقات ان کی زبان چوستے گلے لگاتے اور خوش طبعی سے پیش آتے اور بسا اوقات حضرت حسن آتے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو حضرت حسن ان کی کمر پر چڑھ جاتے تو آپ علیہ السلام اسی حالت میں رہتے اور ان کی وجہ سے سجدہ لمبا کر دیتے اور بسا اوقات ان کے ساتھ منبر پر بیٹھتے اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین کو گرتے پڑتے دیکھا تو آپ علیہ السلام ان کی طرف آئے گود میں اٹھا لیا پھر ساتھ منبر پر بٹھا لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: "انما اموالکم واولادکم فتنة" میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے دیکھا تو میں طاقت نہ رکھ سکا اور ان کی طرف اتر آیا پھر فرمایا بیشک تم اللہ کی رحمت ہو تمہاری تعظیم کی جاتی ہے اور تم سے محبت کی جاتی ہے صحیح بخاری میں ابی عاصم سے منقول ہے اور وہ عمر بن سعید بن ابی حسین سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے اور وہ عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے چند دن بعد حضرت ابو بکر نے ان کو عصر کی نماز پڑھائی پھر وہ نکلے حضرت علی بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے انہوں نے حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے کندھے پر اٹھا لیا اور کہنے لگے "ارے میرے باپ قربان ہوں آپ نبی کریم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں۔"

راوی کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے سفیان ثوری اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے کہ اسی روایت کو یحییٰ نے اور ان دونوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کیا کہ میں نے ابو جحیفہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے مشابہ تھے

بخاری اور مسلم نے یہ حدیث اسمٰعیل بن ابی خالد کے طریق سے نقل کی ہے جو کہ [illegible] ہیں۔ [illegible] ابو جحیفہ سے [illegible] حدیث کہا ہے اور کہتے ہیں کہ ابو داؤد طیالسی نے روایت کیا انہوں نے زمعہ سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا فاطمہ حسن بن علی کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور کہتی تھیں میرے باپ قربان ہوں اس پر جو نبی کریم کے مشابہ ہے علی کے مشابہ نہیں۔

ابو داؤد طیالسی [illegible] نے معمر سے نقل کیا ہے اور وہ زہری سے وہ انس سے نقل کرتے ہیں کہ حسن بن علی ان سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے مشابہ تھے۔ اور عبد الرزاق نے یہی مضمون نقل کیا ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ حجاج نے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ اسرائیل نے ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں وہ ہانی سے وہ علی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حسن سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہیں اور حسین سینہ سے نیچے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہیں۔ امام ترمذی نے اسرائیل کے طریقے سے یہ حدیث ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا [illegible] نے [illegible] ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں وہ ہانی بن ہانی سے اور وہ علی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا [illegible] میں سب سے زیادہ چہرے سے ناف تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں اور حسین [illegible] میں سب سے زیادہ ناف سے نیچے رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے ابن عباس [illegible] سے منقول ہے کہ حسن بن علی رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں عارم بن فضل روایت کرتے ہیں اور وہ معتمر سے اور وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے کہا میں نے ابا تمیمہ کو ابو عثمان کے واسطے سے اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ مجھے لیتے تھے اور اپنی ران پر بٹھا لیتے اور پھر حسن کو لیتے تھے اور دوسری ران پر بٹھاتے تھے اور پھر آپ [illegible] ملا لیتے اور فرماتے اے اللہ ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ بخاری نے بھی [illegible] سے یہی روایت بیان کی ہے اور اسمٰعیل نے محمد بن فضیل سے [illegible] روایت کی ہے [illegible] ثقفی سے [illegible] سلیمان [illegible] سے وہ ابو تمیمہ سے وہ ابو عثمان سے اور وہ اسامہ سے نقل کرتے ہیں [illegible] کے واسطے سے بھی بخاری نے ذکر کی ہے اور وہ دونوں معتمر سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ ابو عثمان سے اور وہ اسامہ سے نقل کرتے ہیں اس روایت میں ابو تمیمہ کا ذکر نہیں واللہ اعلم۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔ شعبہ نے عدی بن ثابت کے واسطے سے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر تھے اور آپ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ امام بخاری اور مسلم نے شعبہ کے واسطے سے نقل کیا ہے علی بن جعد نے فضیل بن مرزوق سے نقل کیا ہے وہ عدی سے روایت کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا سفیان بن عیینہ نے اور وہ عبید اللہ بن ابی یزید سے نقل کرتے ہیں وہ نافع بن جبیر بن مطعم سے اور وہ ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی کے بارے میں کہا۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

مسلم نے یہ حدیث احمد سے نقل کی ہے اور امام بخاری نے شعبہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ ہمیں روایت کیا ہے ہاشم نے اور انہوں نے ورقاء سے اور انہوں نے عبید اللہ بن یزید سے اور انہوں نے نافع بن جبیر سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں دن کے ایک حصہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے مجھ سے بات نہیں کی اور نہ میں نے آپ سے بات کی۔ آپ حضرت فاطمہ کے گھر آئے اور فرمایا [illegible] یہاں ہے؟ لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ [illegible] ہوئے [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] کی طرف [illegible] آپ [illegible]۔ راوی کہتے ہیں کہ [illegible] حسن بن علی [illegible] ہیں [illegible] کہ ان کی والدہ نے [illegible] لگے [illegible] جب آپ [illegible] رسول اللہ ﷺ نے ان کو [illegible] آپ سے چمٹ گئے [illegible] آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور [illegible] بخاری اور مسلم نے سفیان بن عیینہ کے واسطے سے [illegible] یہ حدیث ذکر کی ہے۔

محمد کہتے ہیں کہ [illegible] روایت کی [illegible] اور وہ [illegible] سعد سے نقل کرتے ہیں [illegible] ابراہیم بن [illegible] سے [illegible] نقل کرتے

ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ پہر دن ڈھلے بنی قینقاع کے بازار میں گئے وہاں چکر لگایا پھر جب لوٹے تو مسجد میں حبوہ باندھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ننھا منا کہاں ہے اسے میرے پاس لاؤ تو حضرت حسن آ گئے اور شدت اشتیاق سے آپ علیہ السلام کی گود میں کود پڑے آپ علیہ السلام نے اپنا منہ ان کے منہ کے ساتھ ملا لیا اور پھر فرمایا اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے اور اس شخص سے بھی جو ان سے محبت کرے یہ بات تین مرتبہ فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے جب بھی حسن کو دیکھا تو میری آنکھیں بہہ پڑیں یا یوں کہا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یا جیسا کہ میں نے کہا ہو۔ یہ حدیث شرط مسلم پر ہے لیکن اس کی تخریج کسی نے نہیں کی۔ ثوری نے نعیم سے اور انہوں نے مجمر سے بیان کیا ہے اور انہوں نے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے اسی مضمون کو نقل کیا ہے۔ معاویہ بن ابی مزرد نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے بیان کیا اسی مضمون کو کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ ابو اسحاق نے حارث کے واسطے سے علی سے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا ہے عثمان بن ابی اللباب نے ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے حضرت عائشہ سے بھی اس قسم کا مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابو اسحاق نے حارث کے واسطے سے علی سے اس قسم کی عبارت نقل کی ہے۔

سفیان ثوری اور دیگر حضرات نے سالم بن ابی حفصہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے ابی حازم سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ہمیں ابن نمیر نے روایت کیا اور انہوں نے حجاج یعنی ابن دینار سے اور انہوں نے جعفر بن ایاس سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن مسعود سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا انہوں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ حسن اور حسین تھے ایک اس کندھے پر اور دوسرا اس کندھے پر تھا کبھی آپ اس کو بوسہ دیتے اور کبھی دوسرے کو یہاں تک کہ ہمارے پاس آ گئے ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اس حدیث کو ذکر کرنے میں امام احمد منفرد ہیں۔ ابوبکر عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران حسن و حسین آ گئے اور آپ علیہ السلام کی کمر پر چڑھنے لگے یہ دیکھ کر لوگوں نے ڈانٹنا چاہا جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں سے کہا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ یہ حدیث نسائی نے عبیداللہ بن موسیٰ عن علی بن صالح عن عاصم کے طریق سے نقل کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حسن، حسین، ان کی والدہ اور ان کے والد کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست کو دور کیجئے اور ان کو خوب اچھی طرح پاک کیجئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں محمد بن عبداللہ اسدی نے روایت کیا اور ان کو شریک نے اور ان کو جابر نے اور ان کو عبدالرحمن بن سابط نے اور ان کو جابر بن عبداللہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اہل جنت کے جوانوں کے سردار کا دیکھنا خوش کرتا ہو وہ حسن بن علی کو دیکھ لے۔ وکیع نے ربیع بن سعد سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن سابط سے اور انہوں نے جابر سے اسی طرح روایت ذکر کی ہے اس کی اسناد میں کوئی نقص نہیں لیکن تخریج کسی نے نہیں کی۔ حضرت علی، ابوسعید اور بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے اچھا ہے۔ ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں ہمیں داؤد بن عمرو نے روایت کیا اور انہوں نے اسماعیل بن عیاش سے اور انہوں نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے اور انہوں نے سعید بن ابی راشد سے اور انہوں نے یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حسن و حسین رسول اللہ ﷺ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے ایک دوسرے سے پہلے آ گیا آپ نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے رکھا اور اپنی بغل میں دبا لیا پھر دوسرا آیا تو آپ نے اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھا اور اس کو بغل میں دبا لیا آپ نے ایک کو بوسہ دیا پھر دوسرے کو بوسہ دیا پھر فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجئے پھر فرمایا اے لوگو اولاد بخل، بزدلی اور جہالت کا سبب ہوتی ہے۔ اس حدیث کو عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے ابن ابی خثیم سے اور انہوں نے محمد بن اسود بن خلف سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے حسن کو لیا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا بے شک اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بنتی ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدہ بن عبداللہ الخزاعی نے

روایت کی اور انہوں نے زید بن حباب سے نقل کیا ہے ابو یعلیٰ بواسطہ ابو خیثمہ کہتے ہیں کہ زید بن حباب روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حسین بن واقد سے اور انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حسن اور حسین آ گئے دونوں پر سرخ قمیصیں تھیں اور لڑکھڑا رہے تھے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف اتر آئے اور منبر پر اپنی گود میں اٹھا لیا پھر فرمایا اللہ نے سچ فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا پھر خطبہ دینے لگا۔ امام ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے حسین بن واقد کے طریق سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن اور غریب ہے حسین بن واقد کے طریق کے علاوہ یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ محمد عمری نے زید بن ارقم سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں صرف حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ عبداللہ بن شداد نے اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو عشاء کی نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور سجدہ کیا تو بہت دیر تک سجدہ میں رہے جب سلام پھیرا تو صحابہ نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تو میں نے ناپسند سمجھا کہ جلدی کروں یہاں تک کہ ان کا دل بھر جائے۔

امام ترمذی نے ابو زبیر کے واسطے سے جابر سے نقل کیا ہے میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ علیہ السلام حسن اور حسین کو کمر پر اٹھا کر ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا تم دونوں کی سواری کتنی اچھی ہے آپ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے لیکن تخریج نہیں کی۔ ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ ابو ہشام نے روایت کیا اور ان کو ابو عامر نے اور ان کو زمعہ بن صالح نے اور ان کو سلمہ بن وہرام نے اور ان کو عکرمہ نے اور ان کو ابن عباس نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو آپ کے کاندھے پر حضرت حسن تھے ایک شخص نے آپ سے کہا اے لڑکے کیا اچھی ہی اچھی سواری پر تو سوار ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔

احمد کہتے ہیں کہ ہمیں تلید بن سلیمان نے روایت کیا اور ان کو ابو حجاف نے اور ان کو ابو حازم نے اور ان کو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو دیکھا اور فرمایا میری لڑائی ہے جس سے تمہاری لڑائی ہے اور صلح ہے جس سے تمہاری صلح ہے۔ امام نسائی نے ابو نعیم کے طریق سے اور ابن ماجہ نے وکیع کے طریق سے نقل کیا اور دونوں نے سفیان ثوری سے اور وہ ابو جحاف داؤد بن ابی عوف سے نقل کیا وکیع کہتے ہیں کہ ابو جحاف مرضی تھے۔ ابو جحاف ابو حازم سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین کے بارے میں فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اسباط نے سدی سے اور انہوں نے صبیح مولی ام سلمہ سے اور انہوں نے زید بن ارقم سے بھی ایسی روایت نقل کی ہے بقیہ بحیر بن سعید سے وہ خالد بن معدان سے اور وہ مقدام بن معدی کرب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ اس کی لفظی اور معنوی نکارت ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی عدی ابن عوف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عمیر بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں۔ میں حسن بن علی کے ساتھ تھا کہ ہماری ملاقات ابو ہریرہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا میرے قریب آؤ کہ میں تمہیں بوسہ دوں کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا پھر فرمایا قمیص پر ناف کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف پر بوسہ دیا امام احمد اس کے روایت کرنے میں متفرد ہیں نیز اسمٰعیل بن علیہ کے واسطے سے ابن عوف سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے روایت کیا اور ان کو جریر نے اور ان کو عبدالرحمن بن ابی عوف جرشی نے ان کو معاویہ نے ان کو روایت کیا اور انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی زبان چوستے ہوئے دیکھا یا ان کے ہونٹ چوستے ہوئے دیکھا یعنی حسن بن علی اور یہ کہ جس زبان یا ہونٹوں کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو اس کو عذاب ہرگز نہ ہوگا۔ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ بخاری میں ابو بکرہ کے حوالے سے بھی مذکور ہے۔ احمد نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا دلائل نبوت میں یہ حدیث گزر چکی ہے اور اس سے پہلے حضرت حسن کے معاویہ کے لئے خلافت چھوڑنے کے بیان میں بھی گزر چکی ہے۔

آپ کا خلافت سے سبکدوش ہونا آپ علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے دلائل نبوت میں ہم نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔ حضرت ابو بکر صدیق ان کی بزرگی اور ان کی عظمت کے معترف تھے اکرام اور محبت سے پیش آتے تھے اور جان چھڑکا کرتے تھے حضرت عمر بن خطاب کا سلوک بھی ایسا ہی رہا۔

واقدی نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم حارث تیمی کے واسطے سے ان کے باپ سے نقل کیا ہے جب عمر نے جب دیوان قائم کیا تو حسن اور حسین کے لئے اہل بدر کے ساتھ پانچ پانچ ہزار مقرر کئے اسی طرح حضرت عثمان بھی حسن اور حسین کا بہت اکرام کرتے تھے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب گھر میں بند کئے گئے تو اس دن انہی کے پاس حسن تو تھے جن کے پاس تلوار تھی اور تلوار بھی جس کے ذریعے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں خوفزدہ ہو گئے تو پس قسم دے کر ان کے گھر واپس کر دیا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوشی کے لئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جان بچانے کے لئے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ اکرام کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک دن فرمایا: اے میرے بیٹے تم میرے سامنے تقریر کرو تا کہ میں سنوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی میں مجھے تقریر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے لیکن اس طرح چھپ کر بیٹھ گئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ رہے اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان تقریر کی جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ چھپ کر سن رہے تھے۔ انہوں نے بہت ہی فصیح و بلیغ تقریر کی جب وہ چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے (ترجمہ آیت کریمہ) یہ اولاد تھی ایک دوسرے کی اللہ تعالیٰ جاننے والا سننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کہیں سفر کا ارادہ کرتے تو ان کے لئے سواری کا انتظام کیا کرتے جب کہ اس خدمت کو وہ اپنے لئے ایک نعمت بھی سمجھتے تھے جب وہ دونوں حضرات طواف کرتے تو لوگ رش میں ایک دوسرے کو دھکا دے کر ان کو سلام کرتے رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ارضاھما عنہ۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے اکرام میں جس طرح عورتیں کمزور ہو جایا کرتی تھیں اس طرح کسی کے اکرام میں نہیں ہوتی تھیں کسی راوی نے کہا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ذکر کرتے رہتے تھے۔ قوم کے سردار ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے اس کے بعد چاشت کی نماز پڑھتے پھر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے ان کو سلام کرتے تھے کبھی امہات المؤمنین ان کو تحفے بھی دیا کرتی تھیں۔

ان سب معاملات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے جایا کرتے جب وہ اپنے تقویٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ خلافت کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے واسطے ہر سال ایک انعام مقرر کیا جو ان کے پاس بھیجا کرتے تھے کبھی تو ان کو چار لاکھ درہم انعام میں دیا کرتے تھے جب کہ سالانہ ان کو ایک لاکھ درہم تنخواہ بھی دیا کرتے تھے ایک سال یہ سلسلہ منقطع ہو گیا جب کہ انعام کا وقت آ چکا تھا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی ضرورت بھی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ لوگوں میں تجارت کرنے والے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجیں۔ کہا جاتا ہے کہ میرا انعام مجھے دے دیں لیکن جب آپ رات کو سوئے تو آپ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے میرے بیٹے کیا تو مخلوق کو اپنی ضرورت کی اطلاع بھیجتا ہے؟ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک دعا سکھائی اس کے ذریعے دعا مانگی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خط نہیں لکھا جب کہ وہ اس کا پکا عزم کر چکے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے انہیں تلاش کیا اور کہا کہ ان کے پاس دو لاکھ بھیج دو تا کہ ان کی ضرورت منتقل ہونے کی صورت میں ان تک یہاں آنا پڑے تو وہ ان کو بغیر سوال کے عطا کر دیئے گئے۔

صالح بن احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حسن بن علی مدنی تو ثقہ اعتماد ہیں اس ہی سے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا مال تین مرتبہ تقسیم کیا جب کہ انہوں نے اپنا مال دو مرتبہ خرچ کیا یعنی انہوں نے پچیس مرتبہ پیدل حج کیا جب کہ گدی وغیرہ کے اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے یہ بیہقی نے عبید اللہ بن عمیر کی ابن عباس کے طریق سے بیان کیا ہے علی بن زید بن جدعان نے کہا کہ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اپنی تم متصل بیان کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پیدل حج کیا جب کہ اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے داؤد بن رشید نے حفص سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے پیدل حج کیا جب کہ اونٹ ان کے سامنے ہنکائے جاتے رہے اور ان کے محرم کے اونٹ ان کے پیچھے میں تھے عباس بن فضل نے قاسم سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی نے فرمایا میں اپنے رب سے شرم

محسوس کرتا ہوں کہ میں اس سے ملوں اور اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔

آپ پیدل بیس مرتبہ تشریف لے گئے کسی خطبہ میں سورۃ ابراہیم پوری پڑھا کرتے تھے ہر رات سونے سے پہلے سورۃ کہف بھی پڑھا کرتے تھے وہ ایک تختی سے دیکھ کر پڑھا کرتے تھے جو کہ ان کے ساتھ ساتھ گھومتی رہتی تھی جب وہ اپنی مختلف بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے وہ سورۃ کہف بستر پر لیٹنے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہ

وہ بہت ہی زیادہ کریم اور سخی تھے محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ایک لاکھ درہم دیا کرتے تھے سعید بن عبدالعزیز نے کہا کہ حضرت حسن نے ایک پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی کی آواز سنی وہ دعا کر رہا تھا کہ مجھے دس لاکھ درہم کا مالک بنا دے تو حضرت حسن اپنی جگہ سے اٹھ کر گھر گئے اور دس لاکھ درہم اس کو بھیج دیے۔ ایک دفعہ حضرت حسن نے ایک کالے غلام کو دیکھا کہ وہ روٹی کا ایک لقمہ خود کھا رہا ہے اور دوسرا لقمہ کتے کو کھلا رہا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تمہیں کس نے ایسا کرنے پر مجبور کیا اس نے جواب دیا کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں خود تو کھاؤں اور اس کو نہ کھلاؤں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم اپنی جگہ سے جانا نہیں جب تک میں تمہارے پاس نہ آؤں حضرت اس کے مالک کے پاس گئے اس سے غلام کو خرید لیا اور اس باغ کو بھی خرید لیا جس میں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ تو حضرت نے اسے آزاد کر دیا اور باغ کا مالک بھی بنا دیا اس نے کہا اے میرے آقا جس کے لیے آپ نے مجھے ہبہ کیا ہے میں نے بھی اسی کے لیے ہبہ کر دیا جس کی خاطر آپ نے مجھے یہ دیا ہے۔ راویوں نے کہا کہ انہوں نے بہت سے زیادہ شادیاں کر رکھی تھیں اور ہر وقت چار بیویوں کو اپنے پاس رکھتے تھے اور بہت زیادہ طلاق دینے والے مشہور کرنے والے تھے۔ بعض نے ستر عورتوں سے شادی کی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے ایک ہی دن اپنی دو بیویوں کو طلاق دی۔ ایک ان میں سے بنی اسد کی اور دوسری بنی فزارہ کی فزاری تھی۔ حضرت نے ان دونوں کے پاس دس دس ہزار درہم اور شہد کے مشکیزے بھیجے غلام کو یہ بھی کہا دیا کہ وہ ان دونوں سے پوچھے کہ انہوں نے کیا کہا۔ تو فزاریہ نے کہا اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے اور ان کے واسطے برکت کی دعا کی اسدیہ نے کہا جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے یہ تھوڑا سامان ہے غلام نے اس طرح جا کر بتایا تو انہوں نے اسدیہ سے رجوع کر لیا اور فزاریہ کو مستقل چھوڑ دیا۔

حضرت علی اس وقت یہ کہا کرتے تھے کہ اس کا نکاح مت کرایا کرو کیونکہ یہ بہت طلاق دینے والے ہیں۔ تو ہمدان کے ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین اگر وہ ہمارے پاس بیس دفعہ بھی پیغام نکاح بھیجیں تو ہم ان کی جس سے وہ چاہیں گے شادی کرا دیں گے یہ بات اس لیے کہی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے رشتہ سے نسبت حاصل ہو۔ لوگوں نے ذکر کیا کہ ایک رات اپنی بیوی خولہ بنت منظور فزاری کے ساتھ سوئے ہوئے تھے پاس بیوی کی جگہ خولہ بنت حسن تھی اس بیوی نے رات سوتے ہوئے ان کا پاؤں اپنے دوپٹے سے اپنی پازیب سے باندھ دیا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ آپ اچانک نیند میں اٹھ کر کہیں چلے جائیں تو میں عربوں کے نزدیک منحوس عورتوں کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کی بات سے بہت خوش ہوئے اور مسلسل سات دن تک اس کے پاس رہے۔

ابو جعفر باقر نے کہا ایک آدمی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے مدد چاہی لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معتکف ہونے کی وجہ سے اس سے معذرت کر لی تو وہ شخص حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی ضرورت پوری کر دی اور فرمایا کہ کسی بھی بھائی کی حاجت کو پورا کرنا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ ابو نعیم نے روایت نقل کی منصور سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی اپنے کھانے پر کسی کو دعوت نہیں دیتے تھے فرماتے تھے کہ کسی کو کھانے کی دعوت دینا اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ اس کو فدیہ دیا جائے۔ ابو جعفر نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے اہل کوفہ حسن کی شادی مت کرایا کرو کیونکہ یہ بہت طلاق دینے والا ہے۔ ہمدان کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ضرور ان کی شادی کرائیں گے جو پسند ہوگی رکھیں گے اور جو ناپسند ہوگی اسے طلاق دے دیں گے۔

ابو بکر خرائطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں لکھا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن المظفر نے (وہ ابراہیم تھے) انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بکار نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبد الاعلی نے ہشام سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے شادی کی تو اسے سو باندیاں دیں ہر باندی کے پاس ہزار درہم تھے۔ عبد الرزاق نے فرمایا ثوری سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبد الرحمن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے حسن بن سعد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے

فرمایا کہ حسن بن علی نے دو عورتوں سے بیس ہزار اور شہد کے مشک کے بدلے نکاح کیا ان میں سے ایک نے کہا تھا، یہ حنفیہ تھی۔ یہ جدا ہونے والے محبوب کی طرف سے تھوڑا سا سامان ہے۔

واقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی علی بن عمر نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت طلاق دیا کرتے تھے اور کسی عورت کو طلاق نہ دیتے تھے مگر وہ آپ سے محبت کرتی تھی اور جویریہ بن اسماء نے کہا جب حسن کا انتقال ہوا تو مروان ان کے جنازے پر رونے لگا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اب روتا ہے حالانکہ تو انہیں بہت تکلیف دیا کرتا تھا انہوں نے کہا میں ایسے شخص کو تکلیف دیتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار تھا اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور محمد بن سعد نے ہمیں بتایا ہے کہ علی بن ابراہیم بن السدی نے انہیں ابن عون نے انہیں محمد بن اسحاق نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بات کرتے ہوئے سب سے زیادہ حسن رضی اللہ عنہ محبوب تھے وہ جب بات کرتے تھے تو میرا دل چاہتا تھا کہ وہ چپ نہ ہوں میں نے ان سے زندگی بھر میں ایک ہی فحش بات سنی ہے کہ ان کے اور عمرو بن عثمان کے درمیان جھگڑا ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اس کی کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ اس کی ناک رگڑ دی جائے یہی ان کا سب سے زیادہ فحش کلام تھا جو میں نے سنا۔ محمد بن سعد نے کہا ہمیں فضل بن دکین نے بتایا انہیں مساور جصاص نے انہیں رزین بن سوار نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان جھگڑا ہوا تو مروان نے سخت باتیں کہنی شروع کر دیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر مروان اپنے سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنے لگا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تو برباد ہو گیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ سیدھا ہاتھ چہرے کے لئے ہے اور بایاں ہاتھ شرمگاہ کے لئے ہے، تجھ پر تعجب ہے یہ بات سن کر مروان خاموش ہو گیا۔

ابو العباس محمد بن یزید المبرد نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے مالداری سے زیادہ فقیری پسند ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پسند ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ میں تو یہ کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی اچھی تقدیر پر بھروسہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کردہ حالت کے سوا کسی اور حالت میں جانے کی تمنا نہیں کرتا۔

ابو بکر محمد بن کیسان نے کہا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے ساتھیوں میں فرمایا کہ میں تمہیں اپنے ایک بھائی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں جو میری نگاہوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور بہت عظیم ہے میری نگاہوں میں اسے اس چیز نے عظیم بنا دیا ہے کہ اس کی نظر میں دنیا چھوٹی تھی (یعنی وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا تھا)۔

وہ اپنے پیٹ کے مطالبے سے نکل چکا تھا اس لئے کہ جس چیز کو وہ نہیں پاتا تھا اس کی خواہش نہیں کرتا تھا اور جب وہ کوئی چیز پا لیتا تھا تو اس میں زیادتی نہیں چاہتا تھا اور اپنی شرمگاہ کے مطالبے (شہوتوں کے تقاضے) سے نکل چکا تھا اس لئے اس کی عقل اور رائے کو کوئی چیز ہلکا نہیں کرتی تھی اور اپنی جہالت کے غلبے سے بھی بری تھا اس لئے کہ وہ کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا مگر یقین کے ساتھ، وہ علم کے حصول میں رہتا اور جو کام منفعت والا ہو اس سے اعراض نہیں کرتا تھا اور نہ ہی وہ غصہ کرتا تھا اور نہ ہی ناراض ہوتا تھا اور جب وہ علماء کے مجمع میں ہوتا تو بولنے سے زیادہ ان کی باتیں سننے کا حریص ہوتا تھا اور اگر اسے بولنے کے معاملے میں شکست دی جاتی تو خاموشی کے معاملے میں شکست نہیں کھاتا تھا اور اکثر خاموش رہتا تھا اور جب وہ بات کرتا تو بولنے والوں پر غالب آ جاتا وہ اس کام کو کرنے والوں کو پیچھے چھوڑ دیتا تھا جس کا دعویٰ نہیں کرتا تھا اور کسی جھگڑے میں شریک نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ قاضی کو دیکھ لے اور اپنا عذر پیش کرتا اور بھائیوں کی شکایت نہیں کرتا تھا اور اپنے بھائی سے غافل نہیں رہتا تھا اور کسی اور کو مخصوص نہیں کرتا تھا اور کسی شخص کو اس کام پر ملامت نہیں کرتا تھا جس میں عذر کا احتمال ہو یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے۔

ابو الفرج المعافی بن زکریا الحریری نے کہا کہ ہمیں محمد بن حسن بن درید نے حدیث بیان کی ہمیں قاسم نے انہیں علی بن منذر الطریقی نے انہیں عثمان بن سعید الداری نے انہیں محمد بن عبداللہ نے انہیں ابو اسحاق الہمدانی نے انہیں حارث الاعور نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن سے مروت والی چیزوں کے بارے میں کچھ پوچھا فرمایا اے بیٹے! سداد کیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا سداد برائی کا اچھائی سے مقابلہ کرنے کو کہتے ہیں حضرت علی نے فرمایا شرف کیا ہے؟ انہوں نے

کہا اہل خاندان سے بھلائی کرنا اور ان کے جرم کو معاف کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا بردباری کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا غصہ پی جانا اور آدمی کا اپنی زبان کے مطابق اصلاح کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا "مروت" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا چھوٹی چھوٹی باتوں پر نگاہ رکھنا اور اچھی چیزوں کو استعمال کے لئے دینا۔ حضرت علی نے پوچھا نحوست کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آدمی کا اپنی ذات پر شفقت کرنا اور بیوی پر خرچ نہ کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا "سماحت" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہر چھوٹی بڑی چیز میں خرچ کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا بخل کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جو کچھ ملکیت میں ہو اسے اسراف سمجھا جائے اور جس کو ختم ہونے کے ڈر سے خرچ نہ کیا جائے۔ حضرت علی نے پوچھا "اخاء" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ تنگی و کشادگی ہر حال میں وفا کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا "بزدلی" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ دوستوں پر بہادری دکھانا جب کہ دشمن کے سامنے بزدلی کا مظاہرہ کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا غنیمت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ تقویٰ کی طرف راغب ہونا اور دنیا سے بے رغبت ہونا۔ حضرت علی نے پوچھا "حلم" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا غصہ کو پی جانا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ حضرت علی نے پوچھا مالداری کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جو کچھ اس پر راضی رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دے رکھا ہے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اصل مالداری تو دل کی مالداری ہوتی ہے۔ حضرت علی نے پوچھا "فقر" کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا نفس کا ہر چیز کے بارے میں حریص ہونا (ہر چیز کو طلب کرنا) حضرت علی نے پوچھا طاقت و قوت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جنگ کی شدت اور سخت لوگوں کو پچھاڑنا۔ حضرت علی نے پوچھا ذلت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جب [illegible] کرنے کا وقت آئے تو رونا دھونا۔ حضرت علی نے پوچھا جرأت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ایک ہم سر ساتھیوں کی موافقت کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا مصیبت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آدمی کا ایسی باتیں کرنا جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ حضرت علی نے پوچھا بزرگی کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا دوسرے کی ادائیگی میں اپنا مال دینا جب کہ جرم تو دوسرے کی طرف سے ایسا ہو یا جائے سوال کو روک دینا۔ حضرت علی نے پوچھا عقل کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جو کچھ تمہارے دل میں ہو اس کو محفوظ رکھنا۔ حضرت علی نے پوچھا خرق کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ انسان کا اپنے خلیفہ کے ساتھ دشمنی کرنا اور اس کے سامنے تیز آواز سے بات کرنا۔ حضرت علی نے پوچھا تعریف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اچھے کام کرنا اور برے کاموں کو چھوڑنا۔ حضرت علی نے پوچھا دور اندیشی کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہمیشہ با وقار رہنا، حکمرانوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا اور لوگوں کے بارے میں بدگمانی سے بچتے رہنا۔ حضرت علی نے پوچھا شرف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ بھائیوں کی موافقت کرنا اور پڑوسی کی حفاظت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا بیوقوفی کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کمینے لوگوں کی پیروی کرنا اور گمراہ لوگوں سے دوستی کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا غفلت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آدمی کا مسجد کو چھوڑ دینا اور فسادی لوگوں کی اطاعت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا محرومی کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آدمی کا اپنے حصہ کو چھوڑ دینا جب کہ وہ حصہ اس کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا سردار کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا مال کے بارے میں احمق اور اپنی عزت کو حقیر سمجھنے والا ہے گالی دی جائے تو وہ خاندان کے حکم سے باز نہ آنے والا اور جواب نہ دینے والا سردار ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جہالت سے زیادہ کوئی فقیری نہیں عقلمندی سے زیادہ کوئی مال نہیں اور خود پسندی سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں۔ آپس کے مشورے سے زیادہ کوئی مظاہرہ نہیں اور غور و فکر کرنے کی طرح کوئی عقلمندی نہیں حسن اخلاق سے زیادہ عمدہ کوئی قرابت نہیں اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانا۔ اس سے بڑھ کر کوئی پرہیزگاری نہیں، غور و فکر کی طرح کوئی عبادت نہیں "حیاء" (شرم) کی طرح کوئی ایمان نہیں ایمان کی بنیاد صبر ہے۔ بات کے لئے مصیبت جھوٹ ہوتا ہے علم کے واسطے مصیبت بھولنے کی بیماری ہے بردباری کے لئے مصیبت بیوقوفی ہے۔ عبادت کے لئے مصیبت ناغہ ہو جانا ہے ظرافت کے واسطے مصیبت بے ہودگی ہوتا ہے بہادری کے لئے مصیبت بغاوت ہے [illegible] کے لئے مصیبت احسان جتانا ہے خوبصورتی کے لئے مصیبت تکبر ہوتی ہے۔ حسب کے لئے مصیبت فخر ہے۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے تو کبھی کسی آدمی کو حقیر نہ سمجھ اگر وہ آدمی تم سے عمر میں بڑا ہو تو اس کو اپنے باپ کی طرح سمجھنا اگر تمہارے برابر ہو تو بھائی کی طرح سمجھنا اور اگر تم سے چھوٹا ہو تو اپنے بیٹے کی طرح سمجھنا۔

یہ وہ سوالات تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے مروت والی چیزوں کے بارے میں پوچھے تھے قاضی ابو الفرج نے کہا اس میں

ان کی حکمت و عظمت ہو، یہ جس کو یاد کر کے یاد کرنے والے ان کی رعایت کرنے والا اور ان پر عمل کرنے والا ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی عادت ڈال سکتا ہے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے کیلئے آپ کو مہذب بھی بنا سکتا ہے جس کو جانتے ہو بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جن کو امیر المومنین نے روایت کیا ہے اور ان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے تو کوئی عقلمند عالم اور سمجھدار ان کو حفظ کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

البتہ اس کو عمل کرنے کو ٹھیک حق کی بات ہے اور ان باتوں پر عمل کرنے اور قبول کرنے کو بڑی کامیابی سمجھتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اس کی سند اور جو اس میں حدیث مرفوع کی سند ہے وہ ضعیف ہے اس طرح کے قاعدوں کی عبارتوں میں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں کلام کی عبارت ہوتی ہے جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ محفوظ نہیں۔ واللہ اعلم۔ اصمعی وغیرہ اور مدائنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے انہی چیزوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیے جو کہ ذکر کئے گئے ہیں لیکن یہ سیاق گزشتہ سیاق سے زیادہ لمبا تھا واللہ اعلم۔ ابو العباس المبرد نے کہا حضرت علی نے حضرت حسن کے لئے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس پر لکھا تھا: اے نیک بخت جتنا تجھ سے ہو سکتا ہے اپنے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا اس لئے کہ اے نوجوان تجھے موت آنے والی ہے تو اتنا خوش و خرم ہے گویا کہ تجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ تیرے محبوب لوگ قبروں میں پہنچ کر بوسیدہ ہو چکے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی مطلب بن زیاد نے ہمیں محمد بن ابان نے نقل کرتے ہوئے فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنے بھائی کی اولاد سے فرمایا علم حاصل کرو اس لئے کہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو کل تم قوم کے بڑے ہو گے جو تم میں حفظ نہیں کر سکتا وہ لکھ لیا کرے۔ اس کو نقل کیا ہے عاصم نے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے۔ روایت کیا محمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں حسن بن موسیٰ اور احمد بن یونس نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی زہیر بن معاویہ نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو اسحاق نے عمرو الاصم سے انہوں نے فرمایا میں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا یہ شیعہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے دنیا میں بھیجے جائیں گے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ جھوٹ بولتے ہیں یہ لوگ شیعہ نہیں ہیں اگر ہم یہ جانتے کہ حضرت علی دنیا میں آئیں گے تو ان کی بیویوں کی شادیاں نہ کرتے اور نہ ہی ان کا مال تقسیم کرتے۔ عبداللہ بن احمد نے کہا مجھے حدیث بیان کی ابو علی سوید الطحان نے انہیں علی بن عاصم نے انہیں ابو ریحانہ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی۔ ایک آدمی نے کہا جو اس مجلس میں حاضر تھا کہ ان تیس سالوں میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ بھی داخل ہو گئے راوی نے کہا یہ بات واضح ہو گئی یہ چھ ماہ بھی حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تھے ان کے ہاتھ پر چالیس ہزار یا بیالیس ہزار لوگوں نے بیعت کی تھی۔

صالح بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چالیس ہزار لوگوں نے حضرت حسن سے خلافت کی بیعت کی تھی۔ لیکن انہوں نے خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ان کے زمانے میں ایک قطرہ خون بھی نہیں بہا۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا ہمیں حدیث بیان کی والد صاحب نے انہیں وہب بن جریر نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد صاحب نے فرمایا جب حضرت علی شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی اطاعت کی اور ان سے ان کے والد صاحب کی وجہ سے محبت بھی رکھتے تھے۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہارون بن معروف نے ضمرہ سے انہیں ابن شوذب سے انہوں نے فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ عراق کے لوگوں میں، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام والوں میں تشریف لے گئے پھر ان کی مڈبھیڑ ہوئی لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قتال کو ناپسند کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر بیعت کر لی کہ وہ ان کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ راوی نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھی یہ کہا کرتے تھے کہ امیر المومنین کے لئے یہ بات عار (قابل شرم) ہے تو حضرت حسن ان سے فرمایا کرتے تھے عار (شرم) نار (آگ) سے بہتر ہے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا نے کہا ہمیں عیسیٰ بن ابی ایوب بن وشم نے انہوں نے اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیعت کی چنانچہ وہ سات ماہ تک خلیفہ رہے جب حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور راوی نے کہا کہ یہی وہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت لی گئی جب کہ اہل شام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مقام ایلیا میں لی گئی۔ یہ بیعت ماہ ربیع ۴۰ ہجری کی ہے۔ کہا گیا ہے کہ بیعت لشکر میں لی گئی۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ و نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی جماعت کے ہمراہ مسکن میں ہوئی۔ یہ سن ۴۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ کہ میں دونوں بزرگوں نے صلح کر لی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ لی سے کہا کہ دلائل کی صلح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سن ۴۱ ہجری ماہ ربیع الاول کے مہینے میں کوفہ میں داخل ہونے کے وقت ہوئی۔ ہم نے اس پر پوری تفصیل کا ذکر کیا ہے اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مقصد ان سب باتوں کا یہ نکلا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب میں لوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات میں ان سے وفاداری کی اور اس کے بیت المال میں پانچ لاکھ تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ چالیس لاکھ تھا۔ دوسری شرط یہ تھی کہ دارابجرد (یہ جگہ کا نام ہے) کا خراج بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ لیں گے لیکن اس علاقہ والوں نے آپ کو خراج دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہر چھ ہزار کے بدلے ایک ہزار دینے کا اعلان کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وہ تحائف اپنے اس معاہدہ اور تحائف وغیرہ کو وصول کرتے رہے یہاں تک کہ اسی سال وفات پا گئے۔

محمد بن سعد نے عبداللہ سے نقل کرتے ہوئے کہا انہوں نے عوف سے انہوں نے محمد ابن سیرین سے انہوں نے فرمایا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ان سے کہا آپ حضرت حسن کو حکم دیجئے کہ وہ تقریر کریں کیونکہ وہ نوجوان ہیں شاید کہ وہ گھبرا جائیں لوگوں کے نزدیک ان کی قدر و منزلت ختم ہو جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تو وہ کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے جس میں انہوں نے کہا اے لوگو! تم جابلق و جابلس کے مابین ایسے شخص کو تلاش کرو جس کا نانا نبی ہو۔ تو تم لوگ میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں پاؤ گے۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے فتنہ ہو اور ایک مدت تک نفع اٹھانا ہے۔ پس انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس پر غصہ ہو کر نیچے تشریف لے آئے۔ کہ اس بات سے کیا ارادہ ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میری اس سے وہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر ان کے بعد تقریر کی اس کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا اس میں یہ بات بھی بتائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں پر غصہ ہوئے۔

محمد بن سعد نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو داؤد طیالسی نے وہ کہتے ہیں شعبہ نے یزید سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جبیر بن نفیر الحضرمی سے سنا جو کہ بیان کرتے ہیں باپ سے نقل کرتے ہیں مجھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ خلافت چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ عرب کے سردار میرے ساتھ ہیں جس سے میں صلح کروں وہ صلح کریں گے جس سے میں جنگ کروں وہ بھی جنگ کریں گے تو میں نے یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے خاطر چھوڑ دی

کیا اب میں اہل حجاز کا دوبارہ امیر بنوں گا۔ محمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد نے ابراہیم بن محمد سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی حسن بن علی کے پاس آیا اور ان کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا اس نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا حضرت معاویہ کا خط (ان خط کے ذریعے) مجھے ڈرا رہا ہے فرمایا میں اس کے نزدیک چھٹا آدمی ہوں۔ آدمی نے کہا یہ بات ٹھیک ہے لیکن مجھے اس کے بارے میں خوف ہے کہ قیامت کے دن ستر ہزار یا اس سے زیادہ یا کم اشخاص کے ساتھ لایا جائے جن کی رگوں سے خون نکل رہا ہوگا (قتل کرنے کی وجہ سے) سب وہ بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ اس نے ہمیں کس وجہ سے قتل کیا تھا۔

انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے (قل ھو اللہ احد) لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے خوش ہوئے اس بات کی خبر جب سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر انہوں نے یہی خواب دیکھا ہے تو ان کی موت اب قریب آ گئی ہے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حسن رضی اللہ عنہ تھوڑے ہی دن زندہ رہے یہاں تک کہ انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر بن ابی الدنیا نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن صالح العتکی اور محمد بن عثمان العجلی نے ان دونوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی ابواسامہ نے ابن عون سے انہوں نے عمیر بن اسحاق سے انہوں نے فرمایا کہ میں اور ایک دوسرا آدمی قریش کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ کھڑے ہوئے اور بیت الخلاء میں چلے گئے وہاں سے تشریف لانے کے بعد فرمایا میں نے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا پھینک دیا ہے جس کو میں اس لکڑی سے الٹ پلٹ کرتا تھا۔ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا لیکن اس بار جیسا زہر کبھی نہیں پلایا گیا یہ سب سے زیادہ شدید ہے۔ پھر آپ اس آدمی سے فرمانے لگے مجھ سے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پا سکو (مجھے موت آجائے) اس آدمی نے کہا میں آپ سے کچھ نہیں پوچھتا اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے۔ کہتے ہیں ہم وہاں سے چلے آئے پھر دوسرے دن ہم ان کے پاس آئے تو وہ جان کنی کی حالت میں تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے سرہانے آکر بیٹھ گئے اور کہا اے میرے بھائی آپ کس پر شک کرتے ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تاکہ تم اس کو قتل کرو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت حسن نے فرمایا اگر وہ آدمی میرا قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو مجھے پسند نہیں کہ تم میری وجہ سے کسی بے گناہ کو قتل کرو۔ ابن سعد نے ابن عون سے روایت کی ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے کہا مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ام بکر بنت مسور سے، فرماتی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر پلایا گیا لیکن وہ اس سے بچ جاتے تھے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جس میں ان کا انتقال ہوا اس نے جگر کو خراب کر دیا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو بنی ہاشم کی عورتوں نے ان کی موت پر ایک مہینہ تک سوگ کیا۔ الواقدی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی عبدہ بنت نائل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا بنی ہاشم کی عورتوں نے حضرت حسن پر ایک سال تک سوگ کیا۔ الواقدی نے کہا مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے فرمایا حضرت حسن کثرت سے نکاح کرنے والے تھے۔

بہت کم عورتیں ان کے ساتھ موافق رہ پاتی تھیں اور بہت کم ایسی تھیں جو ان سے محبت نہ کرتی ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں ایک مرتبہ زہر دیا گیا تو وہ بچ گئے اس کے بعد پھر دیا گیا پھر بچ گئے۔ پھر جب تیسری بار زہر دیا گیا تو اسی میں آپ انتقال کر گئے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو طبیب نے ان کے بارے میں کہا اس شخص کی آنتیں زہر نے کاٹ ڈالی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو محمد مجھے بتائیے کس نے آپ کو زہر دیا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں میرے بھائی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم آپ کی تدفین سے پہلے اسے قتل کر دوں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھائی یہ دنیا تو فنا ہونے والی چیز ہے اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ ہم اور وہ اللہ کے سامنے ملاقات کریں اور انہوں نے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے کسی خادم سے کہا تھا کہ ان کو زہر پلانے پر آمادہ کریں۔ محمد بن سعد نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن حماد نے انہوں نے کہا ابو عوانہ نے مغیرہ سے انہوں نے ام موسیٰ سے کہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلایا تھا جس سے انہیں تکلیف پہنچی۔ فرماتی ہیں ان کے نیچے ایک طشت رکھا جاتا پھر اس کو اٹھا کر دوسرا طشت رکھا جاتا یہ حالت چالیس دن تک رہی۔ ایک روایت ہے کہ یزید بن معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کو پیغام بھیجا کہ تم حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دو تو ان کی موت کے بعد میں تم سے شادی کر لوں گا تو اس نے ایسا کیا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اشعث نے ان کو پیغام بھیجا تو یزید نے کہا اللہ کی قسم ہم نے تمہیں حسن رضی اللہ عنہ کے لئے پسند نہیں کیا تو کیا ہم تمہیں اپنے لئے پسند کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے اور ان کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تو اس کی صحت کسی صورت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ کثیر بن عمرو نے اس بارے میں کیا کہا اشعار سے جدا ہونے سے بات یہی ہے [illegible] جو تے بیٹھنے والے لوگوں میں اس شخص کو گھر پر نہیں دیکھو گے جس کے گھر والے [illegible] اس کی [illegible] بوڑھی والی [illegible] عمدہ [illegible] ہے جو شادی شدہ ہیں گوشت کے شوقین [illegible] گوشت کو پکا لیتے [illegible] تھے۔

سفیان بن عیینہ نے رقبہ بن مصقلہ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا مجھے صحن میں نکالو میں آسمان کی طرف دیکھنا چاہتا ہوں لوگوں نے ان کا بستر باہر نکالا تو انہوں نے اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ میں آپ کے

ساتھ نہ آپ کا کاسہ لیتے؛ ولی ان سے لئے کہ وہ شخص مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا، روزی سے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہی کے ساتھ تو موذی اس بچہ سے انہوں نے اپنے سب کے منہ سے اپنے جگر کا کاسہ لیا، عبدالرحمن بن مہدی نے کہا جب صبح ہوئی تو ہم نے ان کا حال دریافت کیا تو ان کی حالت اچھی ہو گئی تو ہم دوسرے روز گئے تو ان کے پاس مرحوم ابن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا، ابو محمد! یہ کیا ہے، ہم اپنے سب کے پاس ہو آئے ہیں تم نے سات سات بار موت کی ہے اس کے واسطے دوسرے روز مجھے تیر زہر پلایا گیا ہے، پھر وہ بیٹھے ان کے پاس سے چلے گئے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے جب حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی موت کی تکلیف بڑھ گئی تو وہ رو پڑے، تو ان کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا اے ابو محمد! یہ گھبراہٹ کیسی ہے؟ آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو جائے گی تو آپ اپنے والدین کے پاس جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے والدین ہیں، آپ کے نانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی نانی ہیں، آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے ماموں قاسم، طیب، مطہر اور ابراہیم ہیں، آپ کی خالائیں رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے بعد حضرت حسن کے چہرے سے افسردگی جاتی رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کہنے والے شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میرے بھائی! میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسے معاملہ میں داخل ہو رہا ہوں جس میں اس وقت تک کبھی داخل نہیں ہوا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جو پہلے کبھی نہیں دیکھی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے، اس واقعہ کو عباس بن بکار نے روایت کیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

واقدی نے کہا ہے مجھ سے ابراہیم بن الفضل نے ابو عتیق سے نقل کر کے انہوں نے فرمایا میں نے جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے سنا، جس دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم وہاں موجود تھے، قریب تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم کے درمیان فتنہ کھڑا ہو جائے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے عہد لیا تھا کہ وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کریں گے البتہ اگر اس میں لڑائی یا شر کا خوف ہو تو پھر جنت البقیع میں ہی دفن کریں گے، پس مروان نے اس بارے میں سخت مخالفت کی، مروان ان دنوں معزول تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے معزول کیا ہوا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس بات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو راضی رکھے، اور مروان موت تک مسلسل بنی ہاشم کی دشمنی میں سرگرم رہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بات کی اور کہا اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ بپا نہ کرو اور نہ ہی خون بہاؤ، اپنے بھائی کو ان کی والدہ کے پہلو میں دفن کر دو، کیونکہ تمہارے بھائی نے اس کا تم سے عہد لیا تھا، تو انہوں نے ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ واقدی نے روایت کی کہ مجھ سے عبیداللہ بن مرداس نے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے حسن بن محمد سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت آئی تو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے میرے نانا کے پاس دفن کرنا، البتہ اگر تمہیں خون ریزی کا اندیشہ ہو تو مجھ پر خون نہ بہانا اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ تمہارے بھائی نے تم سے اس کا عہد لیا تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، واقدی نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسن نے کہا، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس بات کی اجازت لینے کے لئے بھیجا تو انہوں نے اجازت دے دی، جب حضرت حسن کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسین نے اسلحہ تیار کر لیا، مروان نے بھی ہتھیار اٹھا لیا اور کہنے لگے ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن نہیں ہونے دیں گے، کہنے لگے کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو جنت البقیع میں دفن ہوں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حجرے میں دفن ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا، جب لوگوں کو فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر درمیان میں پڑ کر صلح کروائی پس حضرت حسین نے ان کی بات قبول کر لی اور جنت البقیع میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔ سفیان ثوری نے سالم بن ابی حفصہ سے ... ابو حازم سے انہوں نے فرمایا میں نے حضرت حسین کو دیکھا انہوں نے اس دن حضرت سعید بن عاص کو جنازہ پڑھانے کے لئے آگے کیا اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو آگے نہ کرتا، ایک روایت میں ہے کہ ابو حازم نے بیان کیا کہ مدینہ کے امیر تھے انہوں نے فرمایا کہ جس دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مسجد نبوی کی چھت پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہہ رہے تھے، اے لوگو! آج رسول اللہ ﷺ کے محبوب کا انتقال ہو گیا ہے، پس خوب رو لو۔ ہر طرف سے لوگ آ گئے اتنے زیادہ لوگ تھے کہ جنت البقیع میں

رش کی وجہ سے کسی کے جانے کی گنجائش نہ تھی اور لوگ ان پر سات دن تک روتے رہے۔ بنی ہاشم کی عورتوں نے ان پر ایک ماہ تک نوحہ کیا اور بنی ہاشم کی عورتوں نے ان کا ایک سال تک سوگ منایا۔

یعقوب بن سفیان نے کہا ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ نے ہمیں سفیان نے بتایا کہ جعفر بن محمد نے انہیں ان کے والد صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت علی شہید ہوئے تو ان کی عمر اٹھاون سال تھی جب حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی عمر بھی شہادت کے وقت اتنی ہی تھی۔ زبیر نے حضرت ابو بکر بن حفص سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دس سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ ابن علیہ نے جعفر بن محمد سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت حسن بھی جب فوت ہوئے تو وہ سینتالیس سال کے تھے۔ یہی بات بہت سے لوگوں نے کہی اور یہی بات زیادہ صحیح ہے جب کہ مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات انچاس سال کی عمر میں ہوئی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا تھا۔ پھر لوگوں نے کہا ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اکیاون ہجری میں یا اٹھاون ہجری میں ہوئی۔

۵۰ھ کے واقعات

سن ۵۰ھ کی ابتداء...... اسی سال ایک قول کے مطابق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ جب کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال باون ہجری میں ہوا۔ اس سال لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت حج کیا۔ بعض نے کہا ان کے بیٹے یزید کی قیادت میں حج کیا تھا اس سال مدینے کے نائب سعید بن العاص تھے۔ جب کہ کوفہ، بصرہ، مشرق، سجستان، فارس اور سندھ میں زیاد تھے۔ اس سال بنو نہشل نے فرزدق کے بارے میں زیاد سے شکایت کی تو وہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے حضرت امیر معاویہ کو ایک قصیدہ بھیجا تو جس میں اس نے زیاد کے بارے میں سخت مطالبہ کیا تھا اس وجہ سے وہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گیا اور سعید بن العاص سے پناہ مانگی اس نے یہ بات منظور کر لی تھی اس کے بعد وہ مسلسل مکہ مدینے کے درمیان رہا یہاں تک کہ زیاد کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنے شہر لوٹ گیا۔ ابن جریر نے اس واقعہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ابن جریر نے اس سال کے حادثات واقدی کے طریق سے بیان کئے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید بن دینار نے انہیں ان کے والد صاحب نے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کو مدینے سے دمشق منتقل کرنے کا ارادہ کیا اور یہ بھی کہ ساتھ ہی وہ لاٹھی بھی منتقل کرنے کا ارادہ کیا جو آپ ﷺ خطبے کے وقت لیا کرتے تھے لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ نے کہا اے امیر آپ ایسا نہ کریں اللہ تعالیٰ سے ڈرائیے اس لئے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کو اس جگہ سے جہاں خود حضور ﷺ نے رکھا تھا منتقل کر کے دمشق لے جائیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن منبر میں چھ درجے کا اضافہ کر دیا اور لوگوں سے معذرت کی۔

واقدی نے روایت کیا کہ عبدالملک بن مروان نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر ملتوی کر دیا تھا۔ اس لئے کہ جب منبر کو حرکت دی تو سورج گرہن ہو گیا تو انہوں نے ارادہ ترک کر دیا پھر جب ولید بن عبدالملک نے حج کیا تو اس نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ کے والد صاحب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے ایسا ارادہ کیا تھا لیکن پھر ملتوی کر دیا تھا اس کے ارادہ ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرتے ہوئے کہا آپ اس کو اس بارے میں سمجھا دیں چنانچہ ان کے سمجھانے پر اس نے ارادہ ترک کر دیا۔ جب سلیمان حج کرنے آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ولید کے ارادے کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس بات سے باز رکھا اس نے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ عبدالملک کے بارے میں یا ولید کے بارے میں یہ تذکرہ کیا جائے کہ انہوں نے ایسا کیا تھا ہمارا اور ان کا کیا تعلق ہے ہم نے دنیا لے لی ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے کیا ہم چاہتے ہیں کہ اسلام کے شعائر میں سے کسی چیز کا ارادہ کریں اور اس کو اکھیڑ کر اپنے پاس لے آئیں یہ ایسی بات ہے جو ان کے لئے مناسب نہ تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اس سال حضرت معاویہ نے مصر سے معاویہ بن خدیج کو معزول کر دیا اور وہاں کا امیر مسلمہ بن مخلد افریقی کو مقرر کیا اس سال عقبہ بن نافع الفہری نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے بلاد افریقہ فتح کرتے یہاں تک کہ قیروان کے قریب پہنچ گئے۔ وہ بہت گھنی جھاڑی تھی وہاں بڑے بڑے درندے اور کیڑے مکوڑے اور سانپ رہا کرتے تھے لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا یہاں تک کہ درندے وہاں سے اپنے بچے اٹھا کر بھاگ گئے سانپ اپنے بلوں سے نکل کر بھاگ گئے اس کے بعد بربر (جنگلات کے لوگ) سلامتی سے رہنے لگے اس جگہ قیروان تعمیر کیا گیا۔ اس سال بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان بن عوف نے ملک روم میں جہاد کیا۔ اس سال فضالہ بن عبید انصاری نے بھی جہاد میں حصہ لیا اس سال مدلاج بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے یہ بڑے صحابی تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ البتہ میں نے ان کا صحابہ کرام میں کوئی تذکرہ نہیں دیکھا۔

صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حالات۔۔۔۔ ابن شعبہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر بن النحام بن تنحوم ام المومنین النضریہ جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ تھیں ان کے چچا زاد بھائی اخطب مدینہ میں تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے بنو نضیر کو ملک سے نکالا تو وہ خیبر چلے گئے تو ان کے خاوند کو قریظہ کے دوسرے افراد کے ساتھ قتل کیا گیا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو یہ قید ہو کر آ گئیں۔ یہ دحیہ بن خلیفہ الکلبی کے حصہ میں آ گئیں۔ آپ کے سامنے ان کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ وہاں کی بادشاہ زادی ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی یہ مسلمان ہو گئیں تو آپ ﷺ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب وہ مقام صہباء میں حلال ہو گئیں تو ان کی رخصتی کر دی گئی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو دلہن وغیرہ بنانے کا کام کیا تھا۔ پہلے یہ اپنے چچا زاد بھائی کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں وہ جنگ میں قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے گال پر تھپڑ کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند یثرب سے آ کر میری گود میں گر گیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے چچا زاد بھائی کو بتایا تو اس نے میرے منہ پر تھپڑ رسید کیا کہا کہ کیا تو یہ تمنا کرتی ہے کہ تیری شادی یثرب کے بادشاہ سے ہو جائے یہ اسی تھپڑ کا نشان ہے۔ یہ عبادت گزار، پرہیزگار، دیندار اور صدقہ کرنے والی امہات المومنین میں سے تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔ الواقدی نے کہا پچاس ہجری میں ان کا انتقال ہوا بعض نے کہا ۳۶ ہجری میں ان کا انتقال ہوا پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

ام شریک الانصاریہ۔۔۔۔ ان کو عامریہ بھی کہا جاتا ہے یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے واسطے ہبہ کیا تھا۔ انہی کو آسمان سے ڈول کے ذریعے سیرابی دی گئی تھی جب کہ مشرکین نے ان سے پانی روک دیا تھا اس وجہ سے یہ اسلام لے آئی تھیں۔ ان کا نام غزیہ تھا بعض لوگوں نے کہا غزیلہ تھا۔ یہ دوسرے آدمی کی بھی بیوی تھیں یہ بات زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ ۵۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ان کے علاوہ میں نے کسی اور کا قول نہیں دیکھا۔

عمرو بن امیہ الضمری۔۔۔۔ بڑے مشہور صحابی ہیں غزوہ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ پہلے آدمی تھے جنہوں نے بئر معونہ کا مشاہدہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے آپ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے سلسلہ میں ان کو نجاشی کے پاس بھیجا تھا اس کام کے لئے بھی بھیجا تھا کہ یہ حبشہ سے بقیہ مہاجر مسلمانوں کو بھی لے آئیں۔ ان کے بعد بہت سے اچھے کام اور یادگار نشانیاں اب بھی موجود ہیں رضی اللہ عنہ۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ ابن الجوزی ابو الفرج نے اپنی کتاب المنتظم میں ذکر کیا ہے کہ اس سال وفات پانے والے حضرات مندرجہ ذیل ہیں۔ جبیر بن مطعم، حسان بن ثابت، حکم بن عمرو الغفاری، دحیہ بن خلیفہ الکلبی، عقیل بن ابی طالب، عمرو بن امیہ الضمری، کعب بن مالک، مغیرہ بن شعبہ، جویریہ بنت حارث، صفیہ بنت حیی، ام شریک انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جبیر بن مطعم۔۔۔۔ ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی ابو محمد بعض نے کہا ابو عدی المدنی ہیں وہ بدر کے قیدیوں میں مشرکین کے ساتھ قید ہو کر آئے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی سورۃ طور کی قراءت سنی (ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخالقون) یہ آیت سنی تو ان کے دل میں

انتقال ہو گیا پھر خیبر کے سال ہی اسلام لے آئے۔ بعض لوگوں نے کہا فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے نیز ان کے سب سے زیادہ جنگ کرنے والے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ایک [illegible] سے [illegible] حاصل کیا تو مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۸ ہجری میں ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۵۱ ہجری میں ہوئی۔

حسان بن ثابت...... یہ اسلامی شاعر تھے صحیح بات یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے بھی ان کا ذکر آئے گا۔

الحکم بن عمرو بن مجدع الغفاری... یہ رافع بن عمرو کے بھائی تھے انہیں حکم بن اقرع بھی کہا جاتا تھا صحیح تر بات یہ ہے۔ ان کی ایک حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ نے بھی نقل کی ہے جو کہ شہری گدھوں کے گوشت کی حرمت کے بارے میں ہے۔ زیاد بن ابیہ نے انہیں خراسان کا نائب مقرر کیا تھا انہوں نے بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کیا زیاد کا خط ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا جس میں یہ پیغام دیا تھا کہ مال غنیمت میں سے سونا اور چاندی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اور ان کے بیت المال کے لئے منتخب کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب امیر المؤمنین کی کتاب سے پہلے ہے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ انہوں نے مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس جرم میں انہیں ان کی موت تک مرو میں (جیل کا نام) قید رکھا گیا۔ ان کی موت ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

دحیہ بن خلیفہ الکلبی...... یہ صحابی تھے خوبصورت تھے اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام زیادہ تر ان کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو قیصر کی طرف بھیجا تھا۔ شروع میں اسلام لا چکے تھے لیکن بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے اس کے بعد جنگ یرموک میں بھی حاضر تھے ایک دستہ کی قیادت کرتے تھے [illegible] امیر بنے گئے وہاں ہی خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انتقال ہوا۔

اسی سال عبد الرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس القرشی ابو سعید کا انتقال ہوا۔ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور غزوہ تبوک میں حاضر تھے، سجستان و کابل انہوں نے فتح کئے ان کا ایک گھر دمشق میں تھا جب کہ رہائش بصرہ میں تھی۔ بعض نے کہا کہ ان کی رہائش مرو میں تھی۔ محمد بن سعد اور دیگر لوگوں نے کہا ان کی وفات ۵۰ ہجری میں بصرہ میں ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ۵۱ ہجری میں ہوئی۔ زیاد نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جبکہ بعض لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان کے زمانہ جاہلیت میں تین نام مشہور تھے۔ عبد کلال، عبد کلوب، اور عبد الکعبہ۔ آپ ﷺ نے ان کا نام عبد الرحمن رکھ دیا۔ یہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان سفیر بھی تھے۔ اسی سال عثمان بن ابی العاص الثقفی ابو عبد اللہ الطائفی فوت ہوئے۔ ان کی وفد ان کے بھائی [illegible] آپ ﷺ سے محبت کی۔ یہ ثقیف کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو طائف کا گورنر مقرر کیا۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو امیر برقرار رکھا ان کی امارت و امامت ایک طویل مدت تک رہی یہاں تک کہ ۵۰ ہجری یا ۵۱ ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

عقیل بن ابی طالب...... یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ اسی طرح حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے جیسا کہ طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے۔ یہ سب سوائے طالب کے اسلام لے آئے تھے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ غزوہ موتہ میں بھی شریک تھے۔ قبیلہ قریش میں سب سے معزز نسب والے تھے یہ اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوئے جب کہ وہ ہجرت کر کے اپنا مال مکہ میں ہی چھوڑ گئے تھے۔ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کا انتقال ہوا۔

اسی سال عمرو بن الحمق بن کاہن الخزاعی کی وفات ہوئی۔ یہ فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام لے آئے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے واسطے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی جوانی سے نفع دے۔ اسی سال کی عمر میں بھی ان کی داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا اس کے باوجود یہ ان میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس کے بعد وہ حضرت علی کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ جمل و صفین میں شریک رہے یہ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حجر بن عدی کی مدد کی۔ زیاد نے ان کو طلب کیا تو یہ بھاگ کر [illegible] چلے گئے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے جاسوس موصل کے علاقہ میں بھیجے، جاسوسوں نے ان کو ایک غار میں مردہ پایا اور اسی جگہ انہوں نے اس غار میں پناہ لی تھی وہاں انہیں ایک سانپ نے ڈس لیا جس سے وہ انتقال کر گئے تو ان کا سر کاٹ کر حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا سر ان کی بیوی کی گود میں ڈال دیا۔ بیوی نے اپنی ہتھیلی ان کی پیشانی پر رکھی ہوئی تھی، پھر ان کے منہ کو چوما اور کہا تم نے ان کو طویل مدت تک مجھ سے دور رکھا پھر قتل کر کے ان کا تحفہ بھیجا تو تمہارا یہ تحفہ مجھے بھی کسی احترام کے قابل ہے۔

کعب بن مالک الانصاری السلمی: یہ اسلامی شاعر تھے، عقبہ میں شامل تھے لیکن بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ یہ بات بخاری و مسلم سے ثابت ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔ یہ ان تین میں سے ایک تھے جو کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی جیسا کہ ہم ان کا قصہ مفصل تفسیر میں بیان کر چکے ہیں اور یہی بات پیچھے غزوہ تبوک کے ذیل میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ ابن کلبی کی یہ بات غلط ہے کہ یہ بدر میں شریک تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۴۰ ہجری سے پہلے ہوئی لیکن واقدی نے کہا ہے کہ ان کے بعد میں زیادہ جانتے ہیں ان کی وفات ۵۰ ہجری میں ہوئی اور ہیثم بن عدی نے بیان کیا ان کی وفات ۵۱ ہجری میں ہوئی۔

المغیرہ بن شعبہ: ۔۔۔ ابن ابی عامر بن مسعود ابو عیسیٰ یا ابو عبداللہ الثقفی کہا جاتا ہے۔ عروہ بن مسعود الثقفی ان کے والد کے چچا تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور زیرک آدمی تھے اور کئی رائے رکھنے والے تھے۔ غزوہ خندق والے سال میں ثقیف کے تیرہ آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد اسلام لائے تھے۔ یہ مقوقس کے پاس سے آ رہے تھے ان کے مال و دولت چھین لئے تھے ان کی دیت کے ذمہ دار عروہ بن مسعود ہوئے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں حاضر تھے، صلح کے دن آپ ﷺ کے سر پر تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کو حضور ﷺ نے اہل طائف کے اسلام لانے کے بعد وہاں بھیجا۔ انہوں نے ابو سفیان بن حرب کے ساتھ وہاں لات (بت کا نام) کو گرایا تھا۔ اس کے گرانے کی کیفیت ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین بھیجا۔ یہ جنگ یمامہ اور یرموک میں شریک ہوئے۔ یہیں ان کی آنکھ ضائع ہوئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ انہوں نے سورج کو دیکھا تھا جب کہ اس کو گہن لگا ہوا تھا اس وجہ سے ان کی بینائی ضائع ہوگئی۔

جنگ قادسیہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ بہت سی فتوحات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو والی بنایا، فتوحات میں ہمدان اور میسان بھی شامل تھے۔ ابتدائی امارت بصرہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دی تھی جب ان کے خلاف گواہی دی گئی تو انہوں نے بہت سی باتیں اپنے انداز میں آپ سے بیان کیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ میں امیر بنایا تو جب ان پر الزام لگا ثابت نہ ہو سکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے معزول کر کے کوفہ کی امارت عطا فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ایک مدت تک برقرار رکھا لیکن پھر معزول کر دیا اس کے بعد وہ گوشہ نشین ہو گئے یہاں تک کہ صفین کا معاملہ پیش آیا تو یہ حضرت معاویہ سے مل گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی اس کے بعد یہ کوفہ چلے گئے پھر وہاں کے امیر مقرر ہو گئے۔ مشہور روایت کے مطابق وہ اپنی موت تک وہاں کے امیر رہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ خطیب نے کہا ہے کہ اس بات پر لوگ متفق ہیں یہ اسی سال ۵۰ ہجری کا واقعہ ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۴۹ ہجری میں ہوئی۔ ابن عبدالبر نے کہا ۵۱ ہجری میں ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ ۵۸ ہجری میں ہوئی ایک قول یہ ہے کہ ۴۰ ہجری میں ہوئی لیکن یہ قول غلط ہے۔ محمد بن سعد نے کہا کہ حضرت مغیرہ لمبے قد کے اور مضبوط جسم والے تھے۔ کڑے دانتوں والے تھے، سر کے بڑے تھے، کندھے چوڑے تھے اور موٹے بازوؤں والے تھے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان کافی جگہ تھی اور اپنے سر کے بال چار حصوں میں باندھتے تھے۔

شعبی نے کہا قاضی چار تھے، یعنی حضرت ابوبکر، عمر، ابن مسعود اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح عرب کے ذہین لوگ بھی چار تھے یعنی حضرت معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ اور زیاد رضی اللہ عنہم۔ امام زہری نے کہا ذہین لوگ فتنہ کے زمانہ میں پانچ تھے۔ معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ اور (یہ معتزل تھے) قیس بن سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔ قیس اور عبداللہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ مغیرہ بہت نکاح کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تقریباً ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا۔

کہا مجھ پر سوائے ایک نوجوان کے کبھی کوئی غالب نہیں آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے مشورہ کیا اس نے کہا اے امیر! میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ اس سے شادی کریں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اس لئے کہ میں نے ایک مرد کو اس عورت کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ اس نے اس لڑکی سے خود شادی کرلی میں نے اس سے کہا تو نے کہا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا اس نے کہا ہاں میں نے اس کے باپ کو جب وہ چھوٹی تھی بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا۔ واقدی نے بھی کہا کہ میں نے قبیصہ ابن جابر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں مغیرہ ابن شعبہ کے ساتھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوتے تب بھی ان سب دروازوں سے صرف مغیرہ مکر سے نکلا جا سکتا۔ لیکن ابن وہب نے کہا میں نے مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ایک بیوی والا جو ہوتا ہے اس کی بیوی اس کے ساتھ حیض کی مرض ہے۔ جب کہ دو بیویوں والا دو آگوں کے درمیان ہوتا ہے اور جب کہ چار بیویوں والا آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرلیتا ہے اسی لئے وہ چار شادیاں ایک ساتھ کرتے تھے اور انہیں طلاق بھی ایک ساتھ دیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن نافع نے کہا کہ مغیرہ نے تین سو عورتوں سے شادیاں کی تھیں اور ایک ہزار عورتوں کا ایک قول بھی مشہور ہے۔

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار الخزاعیہ المصطلقیہ:..... ان کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ المریسیع میں قیدی بنایا تھا اسی کو غزوہ مصطلق بھی کہتے ہیں ان کا باپ بادشاہ تھا وہ اسلام لے آئے تھے آپ نے انہیں آزاد کردیا پھر بعد میں شادی بھی انہیں سے کرلی۔ یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئی تھیں انہوں نے ان کو مکاتب بنایا تو مدد کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئیں آپ نے فرمایا کیا اس سے بہتر نہ سمجھیں؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا تمہیں خرید کر آزاد کر کے تم سے شادی کرلوں اس طرح یہ آزاد ہوگئیں لوگوں نے کہا اب یہ خاندان آپ ﷺ کا سسرال بن گیا اس لئے جن جن لوگوں نے بنی مصطلق کے لوگوں کو غلام بنایا تھا سب کو آزاد کردیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں ان سے زیادہ کسی عورت کو اپنے گھر والوں کے لئے زیادہ باعث برکت نہیں سمجھتی ان کا نام پہلے برہ تھا آپ ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھ دیا یہ شیریں کلام کرنے والی خاتون تھیں اسی سال ۵۰ ہجری میں جیسا کہ ابن جوزی نے بتایا کہ ان کا انتقال ہوا تو ۵۵ اور ۵۶ میں بھی ان کی وفات کے بارے میں اقوال ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔

۵۱ھ کے واقعات

اس سال حجر بن عدی بن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ الاکرمین بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندی الکوفی کا انتقال ہوا انہیں حجر الخیر اور حجر بن الادبر بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ ان کا باپ عدی پیٹھ پر نیزہ مارا گیا تھا اسی لئے ان کا نام ادبر پڑ گیا اور اہل کوفہ کے سرداروں میں عظیم حیثیت کے مالک تھا ابن عساکر نے کہا یہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور حضرت علی، عمار اور شرحبیل ابن مرہ سے سماع کیا بعض انہیں صحابی کہتے ہیں ان سے ابولیلیٰ نے جو ان کے غلام ہیں روایت کی ہے ان کے علاوہ عبدالرحمن بن عباس اور ابو البختری الطائی نے بھی روایت کی ہے اس جماعت کے ساتھ وفد کی شکل میں آئے تھے جس نے مرج عذراء فتح کیا تھا۔ صفین کی لڑائی میں حضرت علی کے ہمراہ امیر بن کر حاضر ہوئے تھے اپنی [illegible]۔ ابو مخنف کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے جو کہ جھوٹی باتوں پر مشتمل ہے۔

محمد بن سعد نے انہیں صحابہ کے طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے پیدائشی کسی بھی حیثیت کا منصب رکھتے تھے یہ اہل کوفہ کے پہلے تابعین میں سے ہیں۔ بلاذری نے فرمایا یہ تو اہل حجاز کے مشہور راوی ہیں۔ حضرت علی کے علاوہ انہوں نے کسی سے کوئی شے روایت نہیں کی۔ ابن عساکر نے کہا بلکہ انہوں نے عمار اور شرحبیل ابن مرہ سے بھی روایت کی ہے اسی طرح ابو احمد عسکری نے کہا کہ اکثر محدثین ان کی صحبت کو پسند نہیں فرماتے تھے یہ جنگ قادسیہ میں حاضر ہوئے مرج عذراء کی فتح میں اور جنگ جمل و صفین میں بھی شریک تھے حضرت علی کے ساتھ ایک حجر الخیر تھے وہ یہی حجر بن عدی تھے اور ایک حجر الشر تھے وہ حجر ابن یزید بن سلمہ بن مرہ تھے مرزبانی نے کہا کہ حجر بن عدی اپنے بھائی ہانی بن عدی کے ہمراہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے یہ لوگ

تھے وہ زاہد و عابد تھے اپنی والدہ کے فرمانبردار تھے۔ نماز اور روزوں میں کثرت کرنے والے تھے۔ ابو معشر نے کہا ہے کہ وضو ٹوٹنے کے بعد فوراً نیا وضو کرتے تھے اور وضو کرنے کے بعد نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے اور [illegible] رضی اللہ عنہ سے [illegible] کہ [illegible] حدیث بیان کی [illegible] ایک شخص نے اپنا حق [illegible] مسلمان نے تم سے کہا [illegible] اگر تم [illegible] کی ایمان [illegible] جب مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں حضرت علی کا ذکر خطبے کے دوران کیا کرتے تو حضرت عثمان کی تعریف کے بعد [illegible] بیان کرتے تو حجر یہ بات سن کر غصہ ہوتے [illegible] کرتا تھا لیکن حضرت مغیرہ بہت زیادہ حلیم اور بردبار تھے وہ اس سے درگزر کیا کرتے اور اس کو نصیحت کیا کرتے تھے اور اس کی اس بات کو معاف کیا کرتے تھے [illegible] اس کے بعد [illegible] جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو زیاد کوفہ [illegible] تو ایک دن حجر نے خطبہ [illegible] اس بات پر [illegible] لوگوں نے سب [illegible] عطیات دیتے ہیں۔ اس کے امراء [illegible] جماعت کی بغاوت کے [illegible] کی تصدیق جب کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی [illegible] کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ان [illegible] امراء [illegible] انہوں نے حجر [illegible] امیر کے خلاف بغاوت سے باز [illegible] حضرت مغیرہ نے [illegible] سے کام لیتے ہوئے [illegible] حضرت معاویہ [illegible] حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا [illegible] انہوں [illegible] ایک [illegible] حجر نے [illegible] اس کے [illegible] کا حق ادا ہو جائے گا۔

ابو مخنف نے ایک جماعت سے [illegible] کہا [illegible] کے [illegible] گئی۔ انہوں نے کہا [illegible] حجر کے ساتھ [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] انہوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ [illegible] کے [illegible] جب [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] جب حضرت مغیرہ [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] کے ساتھ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے [illegible] حجر نے [illegible] لوگوں نے [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] خطبہ [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ [illegible] مذمت کی [illegible] انہیں قتل کیا [illegible] سعادت [illegible] حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ [illegible] اس سے [illegible] اللہ [illegible] قتل کروں گا [illegible] کے بعد زیاد [illegible] کے ساتھیوں [illegible] (زیاد) [illegible] اس نے [illegible] منبر پر [illegible] نماز [illegible] حجر اور اس کے ساتھی [illegible] تھے [illegible] مسجد [illegible] حجر [illegible] کی [illegible] کے بعد [illegible] ایک [illegible] حضرت معاویہ [illegible]

کہا انہوں نے مجھے بے پر کر دیا ہے۔

زیاد نے اپنے خطبہ میں بہت دیر کر دی۔ اور امیر المؤمنین کا ذکر کیا تو حجر نے کنکریاں اٹھا کر اسے ماریں اور کہا تو جھوٹا ہے تجھ پر لعنت ہو۔ اس کے بعد زیاد نے پیچھے سے نماز جمعہ ادا کی اس کے بعد حجر کو بھی بلوایا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب زیاد خطبہ دیتا تھا اور اس کا خطبہ طویل ہو جاتا تھا اور نماز کا وقت نکلنے لگا تو حجر نے اس سے کہا آپ کے خطبہ میں نماز نکل جاتی ہے مگر زیاد نے خطبہ جاری رکھا۔ پھر جب نماز قضا ہونے کو قریب ہوئی تو انہوں نے کنکریوں سے کنکریاں ماریں اور نماز کا اعلان کر دیا اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ جب زیاد نے یہ منظر دیکھا تو اس نے خطبہ مختصر کر کے فوراً امامت کرائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے حجر کے معاملہ میں اور ان کی جانب سے ہونے والی زیادتیوں کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا حضرت معاویہ نے زیاد کو یہ لکھا کہ اسے لوہے میں جکڑ کر بھیجو۔ پس زیاد نے ان کے پاس ایک پولیس افسر (شداد بن الہیثم) اور اس کے ہمراہ ایک ٹیم کو حجر کے پاس بھیجا تو انہوں نے کہا امیر تمہیں طلب کر رہے ہیں حجر نے زیاد کے پاس جانے سے انکار کر دیا اس کے علاوہ اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے تو اس نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا کیا ارادہ ہے اس نے پھر اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کا لشکر تیار کر کے کندہ قبیلے کے محلہ میں حجر کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ ان کے درمیان قتال کنکریوں اور ڈنڈوں سے ہوا انہیں ساتھ لوگ ان سے عاجز آ گئے انہوں نے محمد بن اشعث کو بلایا اسے تین دن کی مہلت دی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے آئے وہ ایک لشکر تیار کر کے لے گیا وہ لشکر کے ہمراہ حجر کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا مسلسل کوشش کی بعد جمعہ کے بعد وہ انہیں پکڑ کر زیاد کے پاس لے آئے۔ زیاد نے ان کو قید کر دیا اس کے بعد ان لوگوں نے حجر کے بارے میں انہیں گمان تھا کہ وہ ایسے برے وقت میں اس کا ساتھ دیں گے۔ زیاد نے اس کو قید کر کے دس دن جیل میں رکھا اس کے بعد اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور زیاد نے اس کے ہمراہ ایک جماعت کی گواہی بھیجی جو اس کے خلاف اس بات کی گواہی دے کہ حجر خلیفۃ المسلمین کو گالیاں دیتا ہے اور امیر کے ساتھ جنگ کی ہے اور وہ یہ بھی کہتا تھا کہ امامت کے لئے اولاد علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا فرد مناسب نہیں۔ اس کے خلاف گواہی دینے والوں میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے جن میں حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ اور وائل بن حجر، عمر بن سعد بن ابی وقاص، اسحاق، اسماعیل، موسیٰ جو طلحہ بن عبیداللہ کے بیٹے ہیں، منذر بن زبیر، کثیر بن شہاب اور ثابت بن ربعی۔ ستر افراد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں قاضی شریح کی شہادت لکھی گئی تھی لیکن انہوں نے اس بات کا انکار کیا اور فرمایا میں نے زیاد سے کہا ہے یہ تو روزہ اور نماز میں کثرت کرنے والا ہے۔

اس کے بعد زیاد نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کے ہمراہ روانہ کیا۔ حجر بن عدی بن جبلہ کندی کے ہمراہ اس کے ساتھیوں کی ایک بڑی جماعت تھی جن کی تعداد بیس یا چودہ (اختلافی بات ہے) بیان میں یہ لوگ شامل تھے۔ ارقم بن عبداللہ الکندی، شریک بن شداد الحضرمی، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ العبسی، کریم بن عفیف الخثعمی، عاصم بن عوف البجلی، ورقاء بن سمی البجلی، کدام بن حیان، عبدالرحمن بن حسان ان کا تعلق بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور محرز بن شہاب المنقری، عبداللہ بن حویہ السعدی بھی تھے۔ یہ وہ حجر کے ساتھی تھے جو اس کے ساتھ زیاد کے پاس پہنچے تھے پھر ان کو شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ ان کے پیچھے زیاد نے دو اور آدمی بھیجے جو کہ عتبہ بن الاخنس جو بنی سعد سے اور سعد بن نمران الہمدانی ہیں۔ اس طرح چودہ آدمی مکمل ہو گئے۔ جب حجر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی بات پر سخت غصہ ہوئے۔ انہوں نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نہ ملاقات کی نہ سوار ہو کر ملاقات کی اجازت دی بلکہ ان کے پاس عذراء کی گھاٹی کے نیچے ان سے ملاقات کرنے والے بھیجے تھے تو وہاں قتل کئے گئے۔ البتہ چھ تھے تو کوئی ان کے پاس بھیجے گئے وہ بچ گئے۔ صحیح ابن قیس الکندی، عتبہ بن ... شفاعت کی اور ... دی۔ یہ لوگ ان کے پاس آ گئے۔ حجر اور اس کے ساتھیوں نے رات طویل قیام میں نماز ادا کی۔ جب انہوں نے صبح کی نماز پڑھ لی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہی بات زیادہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ لوگ حضرت معاویہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا پھر یہ عذراء میں قتل کئے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ عذراء کے پل کے پاس پہنچے بعض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کا مشورہ دیا اور بعض نے منتشر کرنے کا مشورہ دیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں دوبارہ ...

کو بھیجا جس میں اس نے ان کے ذمے میں قتل کا مشورہ دیا ہے اگر ان کی عراق میں کوئی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں ان کے قتل کا حکم دیا۔ مرہ نے کچھ بھیڑ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عہد طلب کیا یہاں تک کہ ان میں سے چھ نے عہد طلب کیا اور چھ قتل ہو گئے ان میں پہلا حجر بن عدی تھا دوسرے شخص نے توبہ کر لی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے معاف کر دیا اس کے بعد ان کے ایک اور آدمی کو بھیجا جس نے حضرت عثمان کو برا بھلا کہا تھا اور کہا تھا کہ عثمان پہلا شخص ہے جس نے ظلم کے ساتھ حکم دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے زیاد کے پاس بھیج کر کہا تو نے اس سے بدتر کوئی آدمی میرے پاس نہیں بھیجا۔ جب وہ آدمی زیاد کے پاس آیا تو اس نے اسے زندہ ہی مقبرہ میں گڑوا دیا۔ وہ شخص عبدالرحمن بن حسان العنزی تھا۔

جو لوگ مرج عذراء میں قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ حجر بن عدی، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ، محرز بن شہاب المنقری، کدام بن حیان۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ بنو صہیب کے علاقہ میں دفن کیے گئے ہیں اور مشہور ہے کہ عذراء میں دفن ہیں۔ جب لوگوں نے حجر کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں وضو کر لوں۔ لوگوں نے کہا کرو جب اس نے وضو کر لیا تو کہا مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دیں۔ تو اس نے بعد میں مختصر پڑھیں پھر کہا اگر تم لوگ یہ خیال نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں لمبی نماز پڑھتا۔ پھر ان کو قتل کے لیے پیش کر دیا گیا جب کہ ان کی قبریں کھودی جا چکی تھیں ان کے کفن بچھائے جا چکے تھے۔ جب جلاد ان کی طرف (حجر کو) بڑھا تو ان کے ساتھیوں نے کہا تو تو بھی گھبرا گیا کیا موت سے ڈر رہا ہے اس نے کہا میں کیسے نہ ڈروں جب کہ میں کھدی ہوئی قبر، بچھا ہوا کفن، ننگی تلوار کو اور جلاد کو سامنے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد جلاد اس کے پاس بڑھا جو کہ ابو شریف البدی تھا دوسری روایت میں ہے کہ ایک کانا آدمی اس کی طرف بڑھا اس نے کہا اپنی گردن سیدھی کر لے۔ حجر نے کہا میں اپنے قتل میں مدد نہیں کرنا چاہتا تو اس نے اس کو بٹھایا اور قتل کر دیا۔ اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کو بیڑیوں سمیت ہی دفن کر دیا جائے اس لئے ایسا ہی کیا گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور اسے غسل بھی دیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اسے بیڑیوں سمیت ہی دفن کیا گیا تھا لوگوں نے کہا جی ہاں: انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم وہ ان لوگوں پر غالب آ گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے اس لئے کہ حجر ۵۱ ہجری یا بقول بعض ۵۳ ہجری میں قتل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس کی غلطیاں معاف فرمائے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کرنے آئے تو انہیں پردے کے پیچھے سے سلام کیا۔ یہ ملاقات حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل کرنے کے بعد کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہاری بردباری کہاں گئی تھی کہ تم حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر بیٹھے ہو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میری اماں جان! اس وقت میرے پاس کوئی عقل مند نہ تھا کیونکہ میری قوم کے آپ جیسے لوگ مجھ سے دور ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا میں آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہوں انہوں نے فرمایا بہت اچھا تم اچھا برتاؤ کرتے ہو یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بس یہ بات میرے لئے کافی ہے البتہ میرا اور حجر کا اللہ عز و جل کے ہاں سامنا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو وہ فرما رہے تھے اے حجر میرا دن تجھ سے زیادہ لمبا ہے یہ بات انہوں نے تین دفعہ کہی۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد کتاب طبقات میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حجر اپنے بھائی ہانی بن عدی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حجر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے جب زیاد بن ابی سفیان کوفہ کا والی بن کر آیا تو اس نے حجر بن عدی کو بلا کر کہا تم یہ بات جانتے ہو کہ میں اور تم دونوں ایک بات پر متفق تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت تھی۔ لیکن اب کسی اور کی حکومت آ گئی ہے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے واسطے اپنے خون کا ایک قطرہ بھی بہاؤ گے تو میں سارا کا سارا بہا دوں گا۔ لیکن کام یہ کرو کہ اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنے گھر میں رہو یہ میرا تخت تمہاری نشست گاہ ہوگی تمہاری ضروریات کا ذمہ دار میں ہوں بس مجھے اپنے لئے کافی سمجھو اس لئے کہ میں تیری جلد بازی کو جانتا ہوں۔ میں تیرے معاملہ میں تجھے ایک بات کی اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ان کمینے اور بیوقوف لوگوں سے بچتے آپ کو بچانا

کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں تمہارے مقصد سے پھسلا دیں۔ حجر نے کہا میں تمہیں بتا چکا ہوں پھر وہ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ زیاد نے کیا کہا؟ کیسی کہی؟ حجر نے کہا نیکی اچھی باتیں کی ہیں۔ اس کے بعد زیاد بصرہ چلا گیا تو حجر کے پاس لوگ آ کر کہنے لگے کہ آپ تو ہمارے شیخ ہو گئے ہیں۔ جب وہ مسجد آتے تو لوگ ان کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

ان کا یہ معاملہ دیکھ کر عمرو بن حریث جو کوفہ میں زیاد کا نائب تھا اس نے حجر کو پیغام بھیجا کہ تمہارے ساتھ یہ کیسی جماعت تیار ہو رہی ہے، تمہارے امیر نے تم سے کیا کہا تھا کیا وہ تمہیں یاد نہیں؟ حجر نے قاصد سے کہا یہ لوگ تمہارے مسلک کے بارے میں منکر ہیں اس سے باز آ جاؤ۔ تمہیں یہی اچھی بات ہے تم پرے ہٹو تو وہ کہتا رہے۔ عمرو بن حریث نے زیاد کو پیغام بھیجا کہ اگر کوفہ کا کام تمہیں چاہئے تو جلد آ جاؤ اور زیاد جلد ہی آ گیا۔ یہ کوفہ پہنچ گیا۔ جب وہ کوفہ آ گیا تو عدی بن حاتم، جریر بن عبداللہ البجلی اور خالد بن عرفطہ جو کوفہ کے شرفاء تھے وہ لوگ حجر کے پاس گئے تاکہ ان کو شر وغیرہ سے روکیں، زیاد کا پیغام لا کر ان سے باتیں کرتے رہے لیکن حجر نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ کہتا کہ اے غلام کیا تو نے جانور کو چارہ ڈال دیا ہے جو گھر میں بندھا ہوا ہے عدی بن حاتم نے یہ دیکھ کر کہا کیا تو پاگل ہو گیا ہے۔ ہم تم سے اہم بات کر رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ جانور کو چارہ ڈال دیا۔ اس کے بعد عدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں نہیں سمجھتا کہ یہ غریب اس قدر جلد بوڑھا ہو جائے گا پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ واپس آ کر انہوں نے زیاد کو حجر کے بارے میں کچھ باتیں بتا دیں اور کچھ چھپا لیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا معاملہ کرنے کو کہا۔ زیاد نے ان کے تعاقب میں پولیس کو بھیج دیا۔ پھر حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لے آئے۔ زیاد نے ان سے کہا کہ مصیبت کے بارے میں تجھے کیا ہو گیا؟ حجر نے کہا میں تو اپنی بیعت پر ہوں جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی تھی اس پر قائم ہوں۔ چنانچہ زیاد نے کوفہ کے ستر آدمیوں کو جمع کر کے کہا تم لوگ حجر اور ان کے ساتھیوں کے خلاف اپنی گواہیاں لکھو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ درخواست دے کر بھیجا کہ وہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں۔ زیاد کے قاصد پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے زیاد کا پیغام پڑھ کر کہا حجر اور ان کے ساتھیوں کو عذراء لے جایا جائے وہاں لے جا کر ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو وہیں لے جایا گیا وہاں ان کے سات آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاصد انہیں چھڑانے کے لئے پیغام لے کر پہنچے تو ان سب کو چھوڑ دیا گیا جنہیں اس وقت تک قتل نہیں کیا گیا تھا ان کے علاوہ سات آدمی قتل ہو چکے تھے لیکن حجر جن سات میں شامل تھے قتل ہو چکے تھے۔ حجر نے قتل سے پہلے ان سے سوال کیا تھا کہ دو رکعتیں پڑھنے دیں چنانچہ انہوں نے دو رکعتیں لمبی پڑھیں پھر کہا کہ یہ میری سب سے ہلکی نماز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قاصد ان کے قتل کے بعد پہنچے تھے جب معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا تم کو قتل کرتے وقت تمہاری بردباری کہاں چلی گئی تھی۔ حضرت معاویہ نے فرمایا یہ کیوں کہ میری قوم کے آپ جیسے لوگ غائب تھے اس لئے میں نے چھوڑا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ عبدالرحمن بن حارث نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ نے حجر بن الادبر کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کا قتل مجھے ایک لاکھ آدمیوں کے قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت برا بھلا کہتے تھے، ان پر ظالم ہونے کا الزام بھی لگاتے تھے امراء پر تنقید کرتے تھے ان کی امارت کو ناپسند کرتے تھے اور ان کے بارے میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیتے تھے حضرت علی کے حامی تھے ان کو اپنا محور قرار دیتے تھے اور دین میں سختی سے کام لیا کرتے تھے یہ بات بھی منقول ہے کہ جب ان کو گرفتار کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر کوفہ سے شام لے جایا جا رہا تھا تو راستہ میں ان کی ایک بیٹی ملی تو وہ بیٹی متفکر دکھائی دینے لگیں۔ تو حجر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جو ذات (اللہ تعالیٰ) تمہیں کھانا، پانی اور کپڑے پہناتی ہے وہ اب بھی باقی ہے لیکن میں اپنے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر میں قتل کر دیا گیا تو یہ میری شہادت ہوگی اگر میں تمہاری طرف لوٹ آیا تو یہ میری عزت ہوگی میں اپنے بعد تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان بیڑیوں میں گئے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر میں ان بیڑیوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کی نماز جنازہ

پڑھی اور مجھے امید ہے کہ آپ کے قول میں اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی کرے گا اور اس کی خطاؤں سے صرف نظر فرمائے۔

ایک شیعہ عورت نے آپ کے بارے میں ایک مرثیہ پڑھا اس عورت کا نام ہند بنت زید بن مخرمہ الانصاریہ ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حجر کی بہن تھی۔ واللہ اعلم۔

مرثیہ: ... اے روشن چاند تو بلند ہو جا تاکہ دیکھ لے حجر جا رہا ہے۔ وہ معاویہ بن حرب کے پاس جا رہا ہے تاکہ وہ اسے قتل کر دیں جیسا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گمان کرتے تھے۔

وہ اچھے لوگوں کو قتل کرنا جائز سمجھتے تھے حالانکہ ان کی قوم کا وزیر سب سے عظیم اور شریف ہے۔ کاش حجر (اس سے پہلے) کسی دوسری موت مر گیا ہوتا بلکہ اس کا احسان کیا جاتا اور اسے اونٹ کی طرح ذبح نہ کیا گیا۔ حجر کی موت کے بعد ظالم لوگوں کے ظلم بڑھ گئے [illegible] ملک میں یہ ہمارے لیے نازل ہو گیا تھا اور ملک اس کے لیے اپنے گھر ہو گئے تھے (گویا وہاں کوئی [illegible] نہیں) [illegible] اے حجر بن عدی (قبیلہ) اسلام [illegible] سرور حاصل ہو تجھے تیرے واسطے اس چیز سے کہ [illegible] جس نے عدی کو اور اس کے شیخ کو دمشق میں ہلاک کر دیا۔ اے حجر! اگر تو ہلاک ہو گیا (تو وہ دیر تک نہیں) [illegible] ہر قوم کا سردار اسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے۔ تجھے اللہ کی رضا حاصل ہو اور تو جنت کی نعمتوں میں رہے۔

اور ابن عساکر نے اس کے بعد سے عراق کا تذکرہ کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ حرملہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہم کو بتایا کہ ابن لہیعہ نے ابوالاسود سے روایت کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کس بات نے تجھے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کے قتل پر آمادہ کیا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اے ام المومنین میں نے ان کے قتل میں امت کی بہتری اور ان کے رہنے میں امت کا فساد دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل ہوں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ اور آسمان والے غضبناک ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف اور منقطع ہے اور عبدالرزاق نے اس روایت کو ابن لہیعہ سے عن ابی الاسود اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل ہوں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ اور آسمان والے غضبناک ہو جائیں گے اور یعقوب نے بیان کیا ہے کہ ابن لہیعہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا کہ اے اہل عراق عنقریب تم میں سے سات آدمی عذراء میں قتل ہوں گے ان کی مثال اصحاب خدود (خندقوں والے) جیسی ہوگی آپ نے فرمایا حجر اور اس کے رفقاء قتل ہوں گے۔

ابن لہیعہ ضعیف ہے اور امام احمد نے سند (عن ابن علیہ عن ابن عون عن نافع) روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بازار میں تھے کہ آپ کو حجر کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے اپنی گوٹھ مارنے والا کپڑا کھول دیا اور کھڑے ہو گئے اور رونے نے آپ پر غلبہ پا لیا اور احمد نے عن عفان عن ابن علیہ عن ایوب عن عبداللہ بن ابی ملیکہ یا کسی اور سے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ نے پوچھا کیا تو نے حجر کو قتل کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے ام المومنین میں نے لوگوں کی بہتری اس میں دیکھی کہ ایک شخص کے قتل کیا جائے بجائے اس کے کہ [illegible] ہو جائے اور حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے عن سعید بن المسیب عن مروان سے روایت بیان کی کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تو نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا ہے اور جو کچھ کیا ہے کیا تو ڈرا نہیں کہ میں نے تیرے قتل کے لیے ایک شخص کو چھپا رکھا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میں تو دار الامان میں ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایمان فتک (غفلت میں پکڑ کر قتل کرنے) کی قید ہے اور مومن کو غفلت میں حملہ کر کے قتل نہیں کیا جاتا اے ام المومنین آپ کے نزدیک آپ کی ضروریات میں میں کیسا ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ٹھیک ہو۔ پھر کہنے لگے آپ مجھے اور حجر کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم اپنے رب کے پاس ملاقات کریں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عتاب اختیار کیا اور فرمایا کہ میرے پاس [illegible] مسلسل نرمی اختیار کرتے رہے [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر کے قتل کے بارے میں [illegible] آپ مسلسل معذرت اور عذر خواہی کرتے رہے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہا نے عذر قبول کر لیا۔

ایک روایت مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان اور [illegible] سے غافل [illegible] توقف [illegible] غالب [illegible]

[illegible] حضرت معاویہؓ [illegible] حضرت [illegible] آپ [illegible]

[illegible] وفات پائی۔

جریر بن عبداللہ البجلیؓ: جعفر بن ابی سفیان بن حارث [illegible]

[illegible]

حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ: آپ نے [illegible] رمضان [illegible] آپ [illegible] جب [illegible] خطبہ [illegible] آپ ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا [illegible] شخص آئے گا [illegible] چہرے [illegible] لوگوں نے آپ کی طرف [illegible] آپ ﷺ نے [illegible]

[illegible] حضرت عمرؓ [illegible] وفات [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت معاویہؓ [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] حضرت علیؓ [illegible] حضرت معاویہؓ [illegible] وفات [illegible]

[illegible]

حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب: [illegible] آپ اپنے والد کے ہمراہ [illegible] آپ نے [illegible]

آپ نے اس کی اجازت نہ دی تو میں جعفر کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ میں کہاں ہوں جب حضرت رسول کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس پر رحم آ گیا اور اسے اجازت مرحمت فرمادی چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نہایت اچھے مسلمان بن گئے اسلام لانے سے پہلے ابو سفیان آپ ﷺ کو بہت زیادہ ایذا دینے کی وجہ سے چھپا کرتے تھے اور آپ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے اور اس روز ثابت قدم رہنے والوں میں آپ بھی تھے۔

حضرت حارثہ بن نعمان انصاری بخاری ..... بدر، احد، خندق اور دوسرے معرکوں میں شریک ہوئے اور آپ کبار صحابہ میں سے تھے مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین کے بعد مقاعد میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا نیز آپ نے بنی قریظہ کے دن جبرائیل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا اور صحیح میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی قرأت جنت میں سنی۔

محمد بن سعد کا بیان ہے کہ عبدالرحمن بن یونس نے ہم سے بیان کیا ہے کہ محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عثمان نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت حارثہ بن نعمان کی نظر ختم ہو گئی تھی اور آپ نے اپنے مصلیٰ اور حجرے کے درمیان ایک رسی باندھ رکھی تھی اور جب کوئی مسکین آپ کے پاس آتا تو آپ اس سے کھجوریں لیتے اور رسی کو پکڑ کر اس مسکین کے ہاتھ میں کھجوریں دے دیتے اور آپ کے گھر والے آپ سے کہتے کہ ہم اس کو سنبھال لیں گے تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ مسکین کو ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی ..... آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اور آپ کی ہمشیرہ عاتکہ بنت زید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا آپ کی اہلیہ مبارکہ تھیں آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور دونوں نے ہجرت کی سعادت حاصل کی آپ سادات قریش میں سے تھے۔

عروہ، زہری، موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، واقدی اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا کہ آپ غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے آگے بھیجا تھا اور یہ دونوں ابھی تک واپس نہیں آئے تھے کہ آپ ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں ان کا حصہ اور اجر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کمیٹی میں انہیں قرابت کی وجہ سے نامزد نہیں فرمایا کہ مبادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قرابت کی وجہ سے ان کی طرف رغبت نہ کی جائے اور انہیں خلیفہ بنا لیا جائے اس وجہ سے آپ کو ترک کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے اور ان کے علاوہ آپ نے حصول امارت کی کوشش نہیں کی اور اسی حال میں رہے یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا بعض کا قول ہے کہ آپ نے مدینہ میں وفات پائی اور یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔

فلاس وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا اور بعض دوسروں نے ۵۲ھ بیان کیا ہے واللہ اعلم۔ آپ عقیق کے پاس رہتے تھے آپ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور آپ کو عقیق سے لوگوں کی گردنوں پر مدینہ لایا گیا اس وقت آپ کی عمر ستر سال سے کچھ زائد تھی۔

حضرت عبداللہ بن انیس بن الجہنی ابو یحییٰ المدنی ..... آپ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں آپ نے عقبہ میں شمولیت کی لیکن بدر میں شامل نہیں ہوئے اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے آپ اور حضرت معاذ بن جبل بنی سلمہ کے بتوں کو توڑا کرتے تھے۔ آپ سے صحیح میں حدیث مروی ہے کہ لیلۃ القدر ۲۳ ویں شب کو ہوتی ہے آپ ہی کو رسول اللہ ﷺ نے خالد بن سفیان الہذلی کی طرف بھیجا تھا آپ نے عرفہ میں اسے قتل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنا عصا مبارک عطا فرمایا اور فرمایا میرے اور تمہارے درمیان یہ علامت ہے جب قیامت کے دن تکیوں کی کمی ہوگی۔ اور آپ نے عصا کے متعلق یہ حکم دیا کہ اسے آپ کے ساتھ ہی دفن کیا جائے چنانچہ آپ کے ساتھ اس عصا کو بھی دفن کیا گیا۔

ابن الجوزی کی تصریح کے مطابق آپ کا سن وفات ۵۱ھ ہے۔ دیگر مورخین کا قول ہے کہ آپ نے ۵۸ھ میں وفات پائی اور بعض نے ۶۰ھ کا ذکر بھی کیا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث: آپ کا نسب اس طرح ہے نفیع بن الحارث بن کلدہ بن عمرو بن علاج بن ابی سلمہ بعض نے عبدالعزی بیان کیا ہے ثقفی ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا نام مسروح تھا اور آپ کو ابوبکرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ طائف کے محاصرہ کے دن چرخی کے ذریعے سے نیچے اترے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اور دیگر ان غلاموں کو جو اس روز بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس گئے آزاد کر دیا آپ کی والدہ سمیہ کا نام سمیہ تھا جو زیاد کی ماں ہے اور آپ کا بھائی ہے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنہوں نے زنا کی شہادت دی تھی ان کے ساتھ شبل بن معبد اور نافع بن الحارث بھی تھے جب زیاد نے شہادت میں کمی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقی تینوں کو حد قذف لگائی پھر ان سے توبہ کا مطالبہ کیا تو ابوبکرہ کے سوا سب نے توبہ کی اور انہوں نے شہادت دینے کی ٹھان لی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس غلام سے نجات دیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹ کر کہا خاموش رہو اگر شہادت مکمل ہو جاتی تو میں تجھے تیرے پتھروں سے سنگسار کرتا۔ حضرت ابوبکرہ نیک لوگوں میں سے بہتر تھے آپ کے بچوں میں سے اکثر بڑے مرتبے پر تھے اور آپ نے اسی سال وفات پائی اور بعض کے قول کے مطابق آپ کی وفات ایک سال قبل ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوبرزہ اسلمی نے پڑھائی اور یہ دونوں صاحب بھائی کہلاتے تھے اور حضرت ابوبرزہ میں آنحضرت ﷺ نے مواخات قائم کی تھی۔

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور آنحضرت ﷺ نے ان سے سن ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر نکاح کیا آپ کے بھانجے اور ام الفضل لبابہ بنت الحارث کے صاحبزادے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور صحیح مسلم کی روایت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم دونوں حلال تھے اور اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت میمونہ کا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر مقدم ہے۔ ترمذی نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ وہ آپ دونوں کے درمیان سفیر تھے آپ دونوں حلال تھے کہتے ہیں کہ آپ کا نام برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام میمونہ رکھ دیا آپ نے اسی سال مقام سرف میں وفات پائی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور اسی مقام پر رسول اللہ ﷺ نے آپ سے خلوت کی تھی۔ بعض نے آپ کی وفات ۶۳ھ اور بعض نے ۶۶ھ بیان کی ہے اور پہلا قول مشہور ہے اور آپ کے بھانجے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۵۲ھ کے واقعات

سن ہجری ۵۲ھ: اس سال سفیان بن عوف نے بلاد روم سے جنگ کی اور وہیں موسم سرما گزارا اور وہیں انتقال ہوا اور اپنے بعد عبداللہ بن مسعدہ الفزاری کو فوج کا امیر مقرر کیا اور بعض کے قول کے مطابق اس سال بلاد روم میں امیر جنگ بسر بن ارطاۃ تھے اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف بھی تھے۔

ابو معشر اور واقدی کے قول کے مطابق اس سال مدینہ کے نائب امیر حضرت سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کرایا اور موسم گرما میں محمد بن عبداللہ ثقفی نے جنگ کی اور باقی شہروں کے عمال وہی تھے جو پچھلے سال تھے۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

حضرت خالد بن زید بن کلیب ابو ایوب انصاری الخزرجی: آپ نے بدر، عقبہ اور تمام معرکوں میں شرکت کی سعادت

جا ملتا ہے اور حروریہ کے ساتھ جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ہی کے گھر میں ایک ماہ تک یا اس کے قریب ٹھہرے رہے حتیٰ کہ مسجد اور اس کے اردگرد آپ ﷺ کی بیویوں کے مکانات تعمیر ہو گئے تو آپ ﷺ ان مکانوں میں منتقل ہو گئے اور حضرت ابو ایوب نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے گھر کے نچلے حصے میں ٹھہرایا پھر اوپر سے چلتے تھے تو آپ نے حضور ﷺ سے اوپر منتقل ہونے کی درخواست کی کہ آپ ﷺ اوپر چلے جائیں اور آپ اور آپ کی اہلیہ نیچے آ جائیں تو حضور اکرم ﷺ نے آپ کی درخواست قبول فرمالی اور حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بصرہ میں آپ کے پاس آئے اور ان دنوں آپ بصرہ کے نائب گورنر تھے آپ ان کے لئے اپنے گھر سے نکل گئے اور آپ کو اس میں ٹھہرایا اور جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو جو چیزیں بھی اس میں موجود تھیں آپ نے ان کے نام کر دیں اور مزید تحفے اور بہت سے غلام بھی دیئے جن کی قیمت چالیس ہزار کی تھی اور مزید اکرام کے خاطر چالیس غلام دیئے۔ یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر میں ٹھہرایا تھا اور آپ کا بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے جب آپ کی اہلیہ محترمہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے آپ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق لوگوں کی باتیں بیان کیں تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم ام ایوب یہ کام کر سکتی ہو جو لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں ایسی نہیں کروں گی جیسا دوسرے کرتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہتر اور افضل ہیں اور ان کے بارے میں خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا الآية

آپ کا انتقال اسی سال قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب بلاد روم میں ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے ہوا تھا۔ اور ایک سال بعد کا بھی ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

اس فوج میں یزید بن معاویہ بھی تھے اس لئے آپ نے وصیت جاری کرنے والا مقرر کیا اور انہوں نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ عثمان نے ہمیں ہشام کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہاشم کے حوالے سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی کے حوالے سے بیان ہے کہ یزید بن معاویہ اس فوج کا امیر تھا جس میں شامل ہو کر ابو ایوب نے جنگ کی تھی پس موت کے وقت آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مر جائے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ بھی نصیحت کرنا کہ وہ مجھے حتی الامکان سرزمین روم میں دور تک لے جائیں جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ان کی وصیت لوگوں کو بتائی اور لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کے جنازہ کو لے گئے اور امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ اسود بن عامر نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے بحوالہ اعمش اور انہوں نے ابو ظبیان کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ جنگ کی۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کی سرزمین میں لے جانا اور جہاں تم دشمن سے مقابلہ کرو وہاں مجھے اپنے پاؤں کے نیچے دفن کر دینا۔ راوی مزید بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مر جائے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اور احمد نے ابن نمیر اور یعلیٰ بن عبید سے بحوالہ اعمش روایت کیا ہے کہ میں نے ابو ظبیان کو سنا اور انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں فرمایا میں ابھی تم سے ایک حدیث بیان کروں گا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اگر میری یہ حالت نہ ہوتی تو میں تم سے یہ بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مر جائے اور وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن عیسیٰ نے بیان کیا اور لیث نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے قاضی محمد بن قیس نے ابو صرمہ سے بحوالہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے ایک بات چھپائی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور وہ انہیں بخش دیا کرتا۔

یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث کو دیکھتے ہوئے یزید بن معاویہ بہت سے قابل اعتراض افعال کا مرتکب ہوا ہے جیسا کہ عنقریب اس کا تذکرہ

کرنے والے ہیں۔ مشہور مورخین علامہ واقدی نے بیان کیا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ۵۲ھ میں [illegible] میں وفات پائی اور قسطنطنیہ کے قریب دفن ہیں جب لوگ قحط زدہ ہوتے تو وہ آپ کی قبر کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں اور بعض کا بیان ہے کہ آپ کو شہر کی دیوار میں دفن کیا گیا۔ یہاں آپ کی قبر پر مزار اور مسجد ہے اور رومی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ابو زرعہ دمشقی نے صراحت کی ہے کہ آپ کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوبکر بن خلاد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے الحارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا کہ داؤد بن المحبر نے ہم سے بیان کیا کہ [illegible] نے ہم سے بیان کیا [illegible] کے حوالے سے اور انہوں نے عمران [illegible] سے عطاء بن یزید سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص مسجد کی طرف جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں یہاں ان دونوں میں سے ایک [illegible] پہلی نماز دوسرے کی نماز سے زیادہ وزنی ہے اور دوسرا بھی واپس آجاتا ہے اس کی نماز [illegible] بھی نہیں ہوتی جب کہ اختتام کی کے بعد بھی دونوں سے زیادہ [illegible] کھاتے ہیں اور بجلی کی طرح جلدی سے جانے کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت [illegible] سے جس [illegible] آپ سے مختصر نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا جب تو نماز پڑھے تو آخری نماز سمجھ کر پڑھ اور ایسی بات نہ کر جس سے تجھے معذرت کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے ناامیدی کو جمع کر۔

اسی سال حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس بن سلیم اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ہوئی آپ نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور خیبر کے سال حضرت جعفر اور ان کے اصحاب کے ساتھ آئے اور ابو اسحاق کا بیان ہے کہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی [illegible] مشہور ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے ساتھ آپ کو یمن کا امیر مقرر کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا اور آپ نے تستر کو فتح کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا امیر بنایا اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کے درمیان ثالث تھے اور جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو عمرو بن العاص نے آپ کو دھوکہ دیا اور آپ قرآن کے بہترین قاریوں میں سے تھے اور اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر خوش الحان تھے۔

ابو عثمان نہدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے کسی بانسری، بربط اور چنگ کی آواز کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے اچھا نہیں پایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو آل داؤد کے مزامیر میں سے کچھ حصہ عطا کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت ابو موسیٰ کو دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے ابو موسیٰ ہمیں ہمارا رب یاد دلاؤ تو آپ پڑھتے اور وہ سنتے۔ شعبی کے بیان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں لکھا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی عامل کو ایک سال سے زیادہ برقرار نہ رکھا جائے پس آپ چار سال برقرار رہے۔ ابن الجوزی نے المنتظم میں لکھا ہے۔ آپ نے ۵۲ھ میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی وفات اس سے ایک سال پہلے ہے اور بعض نے ۴۲ھ بیان کیا ہے۔ اور بعض نے ۴۴ھ بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جب آپ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں سے [illegible] کی وصیت کی [illegible] مکہ میں وفات پائی اور بعض نے کوفہ [illegible] دونوں نے [illegible] شام [illegible] آپ بہت [illegible] تھے۔ (ابن الجوزی)

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی: آپ بیعت رضوان میں شریک ہونے والے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فقہ سکھانے کے لیے جن دس آدمیوں کو بصرہ بھیجا تھا ان میں سے ایک آپ بھی تھے اور تستر کی فتح کے وقت مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ ہی شہر میں داخل ہوئے تھے آپ [illegible] تھے [illegible] حسن بصری [illegible] بیان کیا ہے [illegible] آپ کی وفات ۶۰ھ میں بیان کی ہے اور بعض نے ۵۷ھ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا [illegible]

اس عمل کو پیچھے کی طرف کوشش کرنے لگے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس طرف متوجہ کیوں ہیں حالانکہ آپ نے پوری دنیا کی ساز و سامان بہت سے آپ پیدا ہوئے تو آپ خزانے کی طرف گئے جس میں بہت سا سونا پڑا ہوا تھا اور تنگی سے پہلے کی؟ آپ نے اسے مستحقوں فقیروں اور قرابت داروں میں تقسیم کر دیا۔

اسی سال ابو نجید عمران بن حصین بن عبید بن خلف الخزاعی نے بھی وفات پائی آپ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا غزوات میں شریک ہوئے اور روایات کتب میں سے تھے عبداللہ بن عامر نے آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا آپ نے وہاں فیصلے کئے پھر آپ نے اس عہدے سے استعفیٰ دیا جسے امیر نے قبول کر لیا اور وفات تک اسی حالت میں رہے حسن اور ابن سیرین بصری نے کہا کہ بصرہ میں ان سے بہتر کوئی نہیں آیا اور آپ اس مصیبت میں تھے ملائکہ سلام کیا کرتے تھے لیکن جب آپ نے داغ لگوایا تو فرشتوں کا سلام کرنا منقطع ہو گیا پھر آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے وہ دوبارہ آنے اور سلام کرنے لگے۔ رضی اللہ عنہ

ابو محمد کعب بن عجرہ انصاری السلمی المدنی: ..... آپ مشہور انصاری صحابی ہیں اور آپ ہی کے بارے میں حج میں فدیہ کی آیت نازل ہوئی آپ نے اسی سال وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی وفات اس سے گزشتہ سال ہوئی آپ نے ۷۵ یا ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت معاویہ بن خدیج: آپ کا نام مبارک معاویہ بن خدیج بن جفنہ بن قتیرہ الکندی الخولانی المصری ہے اکثر مورخین کے قول کے مطابق آپ صحابی ہیں اور علماء اسماء الرجال نے ثقات تابعین میں آپ کا ذکر کیا ہے لیکن پہلا قول درست ہے آپ فتح مصر میں شریک ہوئے اور آپ ہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اسکندریہ کی فتح کی بشارت لے کر آئے تھے اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ بربریوں سے جنگ کرنے میں شریک ہوئے اسی جنگ میں آپ کی آنکھ شہید ہوئی۔ بلاد مغرب کی بہت سی فتوحات آپ ہی کے سپرد کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ مصر میں عثمانی تھے اور آپ نے پوری طرح حضرت علی کی بیعت نہیں کی اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کیا تو آپ نے ان کا اکرام کیا پھر حضرت ابو عبداللہ عمرو بن العاص کے بعد آپ مصر کے نائب مقرر ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے والد کے بعد دو سال تک مصر کی نیابت کی پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے معاویہ بن خدیج کو نائب مقرر کیا اور اس کے بعد مصر ہی میں رہے حتیٰ کہ اسی سال آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی: آپ حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں آپ کو بکری کے بچوں کو ذبح کرنے میں قربانی کے گوشت کو الگ اکٹھا کرنے کے لئے خاص کیا گیا تھا آپ بیعت عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے اور فتح مکہ کے روز بنو حارثہ کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۵۳ھ کے واقعات

آغاز سن ۵۳ھ ...... اسی سال عبدالرحمن بن ام الحکم نے بلاد روم سے جنگ کی اور وہیں موسم سرما گزارا اور اسی سال مسلمانوں نے جنادہ بن ابی امیہ کی سرکردگی میں جزیرہ رودس فتح کیا اور مسلمانوں کے ایک دستے نے پڑاؤ ڈالا جو کفار پر بہت سخت تھے وہ سمندر میں ان سے ملتے اور ان کے راستوں کو روکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں بہت سے عطیات دیتے تھے جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء کے علاوہ چوپائے اور مزارع بھی تھے اور وہ مستعد رہتے۔ کفار ان سے خوفزدہ رہتے تھے جب انہیں دشمن کی آمد اور ان کی چالوں کا پتا چلتا وہ ان کو خبر دیتے تھے اور وہ مسلسل اسی طرح رہے حتیٰ کہ یزید بن معاویہ اپنے والد کے بعد امیر مقرر ہوا تو اس نے انہیں اس جزیرے سے ہٹا دیا اس جزیرے میں مسلمانوں کے بہت سے اموال اور کھیت تھے۔

ابو معشر اور واقدی کے قول کے مطابق اس سال گورنر مدینہ منورہ حضرت سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کرایا اور اسی سال جبلہ بن الایہم الغسانی نے وفات پائی جن کا تذکرہ ان کے سوانح کے ترجمہ میں ہم انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

اسی سال حضرت ربیع بن زیاد الحارثی نے وفات پائی جن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے آپ خراسان پر زیاد کے نائب تھے آپ کے سامنے حجر بن عدی کا تذکرہ ہوا تو آپ [illegible] نے اس پر [illegible] اور فرمایا خدا کی قسم اگر عرب ان کے لیے جوش میں آ جاتے تو [illegible] بے دردی سے قتل نہ کیا جاتا لیکن عرب اس کے قتل پر مطمئن ہو گئے اور رسوا ہو گئے پھر جمعہ کے دن آپ نے اللہ سے موت کی دعا کی تو دوسرے جمعہ سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ نے اپنی جگہ اپنے بیٹے عبداللہ بن ربیع کو نائب مقرر کیا اور زیاد نے انہیں اس پر برقرار رکھا اور اس کے دو مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور اس نے خراسان پر [illegible] کے لیے خلید بن عبداللہ الحنفی کو مقرر کیا اور زیاد نے اسے بھی برقرار رکھا۔

حضرت رویفع بن ثابت ...... جلیل القدر صحابی ہیں اور فتح مکہ میں شریک ہوئے اور بلاد مغرب میں آپ نے شاندار کارنامے سرانجام دیے اور نائب مصر مسلمہ بن مخلد کی جانب سے والی ہونے کی حالت میں برقہ میں وفات پائی۔

اسی سال رمضان میں زیاد بن ابوسفیان جسے اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے زیاد بن سمیہ بھی کہا جاتا ہے نے طاعون کی وجہ سے وفات پائی اور اس کا باعث یہ ہوا کہ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے [illegible] اور میرا دایاں ہاتھ فارغ ہے آپ اس کے بارے میں مجھے اختیار دیجئے [illegible] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] مقدس کا والی بنا دیا جب اہل حجاز کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی [illegible] زیاد کی گورنری سے خوف زدہ ہو گئے [illegible] عراق کی طرف [illegible] ظلم [illegible] تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ [illegible] قبلہ کی طرف رخ کر کے زیاد کے لیے بددعا کی اور لوگوں نے آمین کہا جس کے نتیجے میں عراق میں زیاد کے ہاتھ میں طاعون ہو گیا جس سے وہ اتنا تنگ دل ہوا کہ اس نے قاضی شریح سے [illegible] اپنے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے منع فرمایا [illegible] ہوئے فرمایا کہ اگر تیری موت میں وسعت نہیں تو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھ کٹے ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا [illegible] کے خوف سے کاٹا تھا اور اگر تیری زندگی باقی ہے تو تو پھر لوگوں میں ہاتھ کٹے ہونے کی حالت میں رہے گا اور تیرے اہل و عیال کو اس کی وجہ سے عار دلائی جائے گی تو زیاد نے ہاتھ کٹوانے کا ارادہ ملتوی کر دیا بعض لوگوں نے قاضی شریح کو سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ تو نے اسے ہاتھ کاٹنے سے کیوں روکا تو اس پر قاضی شریح نے [illegible] رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے [illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ زیاد [illegible] کہ میں اور طاعون ایک بستر پر کیسے سو سکتے ہیں [illegible] اس نے اپنے ہاتھ کو کاٹنے کا [illegible] ارادہ کر لیا اور [illegible] آیا تو وہ [illegible] کے مارے اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

کہتے ہیں کہ اس نے [illegible] کے قریب [illegible] اپنے علاج کے لیے جمع کیا [illegible] وغیرہ [illegible] ان میں سے تین کسریٰ بن ہرمز کے معالج خصوصی تھے مگر وہ تقدیر کے [illegible] اور اسی سال رمضان میں موت ہو گئی۔ اس نے پانچ سال تک عراق میں امارت سنبھالی اور کوفہ کے باہر [illegible] مقام پر دفن ہوئے اور جب اس کی موت کی خبر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا [illegible] تجھے نہ دنیا باقی رہی اور نہ آخرت تو نے حاصل کی۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ [illegible] نے بحوالہ ہشام بن محمد مجھ سے بیان کیا [illegible] نے اپنے والد سے بحوالہ [illegible] عبدالرحمن بن السائب الانصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا [illegible] مسجد [illegible] بھر گئی [illegible] کہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کرے عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں [illegible] انصاری [illegible]

جو [illegible] اور تنگی میں تھے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے جھپکی آ گئی اور میں نے اونٹ کی گردن کی طرح ایک لمبی گردن والی چیز کو آتے دیکھا جس کی [illegible] ہوئے تھے تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں لمبی گردن والا نقاد ہوں مجھے اس محل کے مالک کی طرف بھیجا گیا ہے، میں گھبرا گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ جو چیز میں نے دیکھی ہے کیا انہوں نے بھی دیکھی ہے تو انہوں نے کہا نہیں ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو میں نے انہیں بتایا کہ یہ معاملہ پیش آیا ہے، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ محل سے ایک آدمی آیا اور ہم سے کہا کہ امیر کہتا ہے میرے پاس سے واپس چلے جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہی اسے طاعون ہو گیا، ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب زیاد کوفہ کا امیر بنا تو اس نے کوفہ کے سب سے بڑے عبادت گزار کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ابوالمغیرہ حمیری کے بارے میں بتایا گیا، زیاد نے اس کے پاس آ کر کہا تم اپنے گھر ہی میں رہو اور تم اس سے باہر مت نکلو اور تم جس قدر مال چاہو میں تمہیں دوں گا، اس (ابوالمغیرہ) نے کہا اگر تم مجھے زمین کی بادشاہت بھی دے دو تو میں نماز باجماعت کے لئے مسجد جانا نہیں چھوڑوں گا، زیاد نے کہا نماز کی پابندی کرو لیکن کوئی بات نہ کرو تو اس نے کہا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نہیں چھوڑ سکتا تو زیاد نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا، جب زیاد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا اے ابا جان میں نے آپ کے لئے ساٹھ کپڑے تیار کیے ہیں جن میں آپ کو کفن دوں گا اس نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے تیرے باپ کے پاس اس سے بہتر لباس آ گیا ہے یا تو اسے اس لباس سے بہتر لباس ملے گا یا اس کا لباس جلدی سے چھین لیا جائے گا اور یہ انتہائی قریب ہے۔

حضرت صعصعہ بن ناجیہ آپ کا نسب نامہ صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام میں سردار تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں تین سو ساٹھ زندہ درگور لڑکیوں کو زندہ کیا، بعض نے چار سو اور بعض نے چھیانوے کی تعداد بیان کی ہے، جب آپ مشرف با اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا "اس کا اجر تجھے ملا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اسلام کا احسان فرمایا" فرزدق نے آپ کے متعلق انہی سے روایت کی ہے کہ آپ لڑکیوں کو بچانے والے پہلے شخص ہیں، ایک مرتبہ آپ اپنی دو گم شدہ اونٹنیوں کی تلاش میں نکلے، آپ بیان کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں رات کو میں جا رہا تھا کہ میں نے ایک آگ دیکھی جو کبھی روشن ہوتی اور کبھی مدھم ہو جاتی اور مجھے اس کی طرف جانے کا راستہ نہیں ملتا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ مجھے اپنا احسان عطا کر اور مجھے اس تک پہنچا دے اگر میں نے آگ والوں پر کچھ مصیبت دیکھی تو ان سے ظلم کو دور کروں گا۔

میں آگ تک پہنچا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا شیخ آگ جلا رہا ہے اور اس کے پاس عورتیں اکٹھی ہیں، میں نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس عورت نے ہمیں تین دن سے روک رکھا ہے [illegible] شیخ نے مجھ سے [illegible] میں نے کہا میں اپنی دو گم شدہ اونٹنیوں کی تلاش کر رہا ہوں تو اس نے کہا کہ ہم نے انہیں پا لیا ہے [illegible] آپ کے بیان کے مطابق آپ نے ابھی تھوڑی ہی دیر گزاری تھی کہ عورتوں نے کہا کہ اس عورت نے بچہ جنا ہے، شیخ نے کہا کہ اگر بچہ ہے تو [illegible] اگر لڑکی ہے تو مجھے اس کی آواز نہ سنانا، میں نے کہا اپنی بیٹی کو قتل نہ کرو اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں نے کہا [illegible] شیخ نے کہا تم کیا دو گے؟ میں نے کہا اپنی ایک اونٹنی، شیخ نے کہا نہیں تو میں نے کہا دونوں [illegible] اس کے ساتھ [illegible] اور جوان اونٹ [illegible] تو اس نے قبول کر لیا [illegible] مجھے [illegible] اس نے مجھ سے بھلائی کی اور اس کی طرف میری رہنمائی کی، میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ شرط کر لی کہ جو بھی [illegible] اسی طرح فدیہ دے کر چھڑاؤں گا جس طرح میں نے اسے چھڑایا ہے، آپ بیان کرتے ہیں کہ اسلام کے آنے سے پہلے میں نے چھیانوے [illegible] سے بچایا اور اسلام کے بعد قرآن میں مسلمانوں پر اس کی حرمت نازل ہوئی۔

اس سال وفات پانے والے مشاہیر

جبلہ بن الایہم الغسانی: ...... عرب عیسائیوں کا بادشاہ جبلہ بن الایہم بن جبلہ بن الحارث بن ابی شمر اس کا نام المنذر بن الحارث تھا اور بالیوں والی ماریہ کا بیٹا تھا اور ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ اس کا باپ تھا اس کا نام کعب بن زید بن عمرو بن حارثہ بن امرئ القیس تھا اور ماریہ ارقم بن ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی اور اس کے نسب کے بارے میں اس کے علاوہ اور بھی کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کی کنیت ابو المنذر الغسانی الجفنی تھی اور یہ غسان کا بادشاہ تھا اور یہ ہرقل کے زمانہ میں عرب کے نصرانی تھے اور یہ انصار کے چچازاد اوس و خزرج کی اولاد ہیں جبلہ غسان کا آخری بادشاہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے شجاع بن وہب کے ہاتھ اسے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خط لکھا تو یہ مسلمان ہو گیا اور اپنے اسلام کے متعلق آنحضرت ﷺ کو مطلع فرمایا اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اس نے کبھی اسلام قبول نہیں کیا اور اسی طرح واقدی اور سعید بن عبدالعزیز سے بھی بیان کی گئی ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں رومیوں کے ساتھ شریک تھا پھر اس کے بعد زمانہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اسلام قبول کر لیا پھر اتفاق یہ ہوا کہ اس نے قبیلہ مزینہ کے آدمی کی چادر روند دی تو اس نے اسے طمانچہ مارا تو جبلہ کے ساتھی اسے ابو عبیدہ کے پاس پکڑ کر لائے اور کہا کہ اس آدمی نے جبلہ کو تھپڑ مارا ہے تو ابو عبیدہ نے کہا کہ جبلہ بھی اسے تھپڑ مارے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کیا اسے قتل نہیں کیا جائے گا؟ ابو عبیدہ نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ کیا اس کے ہاتھ نہ کاٹ ڈالیں تو اس پر ابو عبیدہ نے کہا کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے قصاص کا حکم دیا ہے تو جبلہ نے کہا کہ تم میرے چہرے کو اس مزنی کے جو مدینہ کے مضافات سے آیا ہے چہرے سے بدلہ سمجھتے ہو؟ یہ تو بہت برا دین ہے پھر یہ مرتد نصرانی ہو گیا اور اپنے اہل سمیت روم چلا گیا۔

جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ پر بڑا شاق گزرا اور حسان سے فرمایا کہ تیرا دوست جبلہ اسلام سے مرتد ہو گیا ہے تو حسان نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر پوچھا کہ کیوں اور کیسے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو ایک مزنی نے تھپڑ مارا تھا۔ یہ سن کر حضرت حسان نے کہا اسے اس کا حق ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان کو کوڑا مارا اور واقدی نے بحوالہ معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس بیان کیا ہے کہ اس کی اسلام کی خبر صحابہ کی جماعت تک پہنچی اور پہلا قول اظہر و قوی ہے اور زیادہ مشہور ہے لیکن ابن الکلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے اسلام کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے پھر اسے مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی تاکہ اسے دیکھ سکیں اور کہا جاتا ہے کہ جبلہ نے خود عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مدینہ آنے کی اجازت مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اجازت دے دی اور یہ اپنی قوم کے بہت سے بڑے سواروں کے ساتھ آیا اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تحفے کئی منزلیں پہلے ملے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے کئی مرحلے اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اس کے داخل ہونے کا دن عظیم دن تھا اس نے اپنے گھوڑوں کو سونے اور چاندی کے ہار پہنائے تھے اور خود موتیوں اور جواہر سے مرصع تاج پہنے رکھا تھا جس میں اس کی دادی ماریہ کی بالی بھی تھی اور مدینے کے باشندے مرد اور عورت اسے دیکھنے کے لئے نکلے تھے جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور اسے قریب بٹھایا۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج میں شریک ہوا دوران طواف بنی فزارہ کے آدمی کا پاؤں اس کی ازار پر پڑا جس سے وہ ازار کھل گیا تو جبلہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا اور اس آدمی کی ناک توڑ دی اور بعض نے کہا کہ اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس نے جبلہ کے خلاف امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بنی فزارہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ شکایت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا تو جبلہ نے اعتراف کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا تو اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے تمہیں اور اسے برابر کر دیا ہے اور تقویٰ کے سوا تمہیں اس پر کوئی فضیلت نہیں تو جبلہ نے کہا میں خیال کرتا تھا کہ میں اسلام میں جاہلیت کے زمانہ سے زیادہ معزز ہوں گا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ باتیں چھوڑ دو اور اسے

دے گا اگر تو اسے راضی نہ کر سکا تو اس نے کہا اب میں دوبارہ نصرانی ہو جاؤں گا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو نصرانی ہوگا تو تیری گردن اڑا دوں گا جب جبلہ نے سوا اس کے کچھ نہ دیکھا تو کہا مجھے آج رات اپنے معاملے میں سوچنے دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا جب رات ہو گئی تو یہ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا بعد ازاں بلاد روم میں داخل ہوا اور قسطنطنیہ میں ہرقل کے پاس گیا ہرقل نے اسے مرحبا کہا اور بڑی عزت سے ٹھہرایا گیا اور اس کے لئے بہت سا عطیہ جاری کیا اور بہت سے خوبصورت تحائف بھی دیئے اور اپنے خاص مصاحبوں میں اسے بٹھایا اور یہ اس کے پاس بڑی مدت ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جثامہ بن مساحق الکنانی کے ہاتھ ہرقل کو ایک خط روانہ کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ہرقل کے پاس پہنچا تو ہرقل نے اس ایلچی سے کہا کیا تم اپنے چچا زاد بھائی جبلہ سے ملے ہو اس نے کہا نہیں تو اس نے کہا جا کر اس سے مل لو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جبلہ کے پاس رقص و سرود حسین لونڈیوں اور خوبصورت لونڈیوں کا انتظام تھا اور اس کی پوشاک بھی ریشم کی تھی اور پلنگ کے پائے سونے کے تھے اس نے رسول اللہ علیہ السلام کے متعلق پوچھا اور ان کا ذکر سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ کیا اسلام کی طرف بلایا گیا اور شام کی طرف آنے کو کہا تو اس نے کہا کہ مرتد ہونے کے بعد میرا اسلام قبول ہوگا تو اس نے کہا کہ ہاں کیونکہ اشعث بن قیس مرتد ہو گیا تھا اور مسلمانوں سے اس نے قتال بھی کیا لیکن جب حق کی طرف واپس آیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کیا اور اپنی بہن ام فروہ سے اس کی شادی کی۔

راوی کہتا ہے کہ اس نے کھانے اور پینے کی کوئی چیز منگوائی اور اسے شراب دی گئی لیکن اس نے انکار کیا اور جبلہ نے خوب شراب پی اور مست ہو گیا پھر گانے والی لونڈیوں سے گانے کو کہا تو انہوں نے دف بجا کر گایا جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار تھے جن میں انہوں نے غسانی امراء کی مدح سرائی کی تھی اور جبلہ کے اسلام کی زندگی کے دور کے بھی اشعار ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) اس گروہ کا کیا کہنا جس کے ساتھ میں نے پہلے زمانہ میں مقام جلق میں شراب نوشی کی۔
(۲) ... جفنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے اردگرد گھومتی ہے جو ماریہ کے صاحب فضل و کرم بیٹے کی قبر ہے۔
(۳) اور جو مصیبت زدہ ان کے پاس آتا ہے بچ جاتا ہے شام کو خوشگوار شراب پلاتے ہیں۔
(۴) ... سفید چہرے والے ہیں ان کا حسب نسب شریف ہے اور پہلے طرز کے ستواں و بلند ہمت ہے۔
(۵) ... وہ آتے ہیں تو ان کے کتے نہیں بھونکتے اور آنے والوں کے متعلق پوچھتے نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ان گانے والیوں کے گانے نے مجھے حیران کر دیا پھر اس نے کہا کہ یہ ہمارے اور ہماری حکومت کے متعلق حسان بن ثابت کے اشعار ہیں پھر اس نے مجھے کہا کہ اس کا کیا حال ہے؟ میں نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں اور بڑھاپے کی حالت میں پہنچ گئے ہیں پھر اس نے لونڈیوں سے کہا کہ مجھے خوش کرو تو انہوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار سنائے۔

(۱) - مقام معان پر یرموک کے بالائی علاقے اور خمان کے درمیان کن کے گھر ویران ہو گئے ہیں۔
(۲) دوالی کے محلات کے لئے جابیہ، داریا اور سکا کی بستیاں خالی ہو گئی ہیں۔
(۳) جاسم اور صفر کی وادیاں تابل اور جمر کی ہاتھوں کے بچے نکلے ہیں۔
(۴) .. اور یہ شمس اور عوف کے بعد بڑے عظیم حقوق والا گھر ہے۔
(۵) .. ان گھروں میں صبح کو حیوانوں اور ریوڑوں کی دعا کی گئی ہیں۔
(۶) یہ زمانے میں ایک محفوظ رہائش گاہ ہے جسے زمانے کے حوادثات نے مٹا دیا۔
(۷) مجھے وہاں صاحب مرتبہ کے حق نے تاج والے کے پاس میری نشست اور جگہ دکھائی ہے۔
(۸) .. میری ماں مجھے گم کرے جاؤں اس نے مجھے اس دن دکھایا تھا جب وہ حارث جولانی کے پاس اترے تھے۔
(۹) جب فصح نے آ لیا تو لڑکیاں جلدی سے مرجان کے ہار پروتی ہیں۔

پھر اس نے کہا کہ یہ ابن الفریعہ حسان بن ثابت نے ہمارے اور ہماری حکومت اور ہمارے گھروں کے متعلق شعر کہے ہیں جو دمشق کے

[illegible]

راوی بیان کرتا ہے کہ [illegible]

[illegible]

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible] حضرت عمر [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible] شریعت کے بیان کے باعث [illegible]

راوی بیان کرتا ہے کہ [illegible] حضرت عمر [illegible]

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵۴ھ کے واقعات

آغاز ۵۴ھ: اس سال محمد بن عبدالمالک نے ارض روم میں موسم سرما گزارا اور معن بن یزید السلمی نے صائفہ سے جنگ کی اور اسی سال حضرت معاویہ نے سعید بن العاص کو مدینہ کی امارت سے سبکدوش کر دیا اور مروان بن الحکم کو دوبارہ وہاں کا والی مقرر کیا اور مروان کو خط لکھا کہ وہ حضرت سعید بن العاص کے گھر کو منہدم کر دے اور اس کا مال ضبط کر لے۔ جب وہ تمام مال لے لئے تو مروان حضرت سعید کے گھر کو گرانے کے لئے آئے تو حضرت سعید نے کہا کہ مجھے یہ کام نہ کرو، انہوں نے کہا امیر المومنین کا حکم ہے اور اگر وہ آپ کو میرے گھر کے بارے میں اس طرح کا حکم دیتے تو آپ کر گزرتے۔ حضرت سعید کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط نکالا جو انہیں حضرت معاویہ نے مدینہ کا والی بناتے وقت لکھا تھا مروان کے بارے میں جب خط لایا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ مروان کے گھر کو منہدم کر دے اور اس کے مال پر قبضہ کر لے اور یہاں کہا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ اس کے ارادے سے رک گئے، جب مروان نے حضرت سعید کی طرف آنے کا قصد کیا تو تب ساتھ گئے حضرت سعید نے بتایا اور آپ کا ارادہ ختم ہو گیا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے گھر میں چھوڑ دیا اور انہیں اپنی جائیداد پر برقرار رکھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ بن جندب کو بصرہ کی امارت سے معزول کر دیا جس کے بعد انہیں بصرہ کا نائب مقرر کیا تھا لیکن حضرت معاویہ نے انہیں چھ ماہ تک برقرار رکھا اور عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو بصرہ کا امیر مقرر کیا اور روایت ہے کہ حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ پر لعنت کرے اگر میں اسی طرح اللہ کی اطاعت کرتا جس طرح میں نے معاویہ کی اطاعت کی تو مجھے کبھی عذاب نہ دیتا لیکن یہ روایت اس سے صحیح نہیں ہے۔

عبداللہ بن خالد بن اسید کوفہ کی نیابت پر برقرار رہا یا شاید یہ تھا کہ جب زیاد فوت ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ... اس سال عبیداللہ بن زیاد آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس کا اکرام کیا اور پوچھا اس کے باپ نے اپنے بعد کس کو نائب بنایا تھا اس نے بتایا تو آپ نے اس کے متعلق بتایا پھر آپ نے اسے خراسان کا امیر مقرر کیا، اس وقت اس کی عمر پچیس برس تھی وہ اپنے علاقے کی طرف گیا اور جلدی سے خراسان جانے کی تیاری کی وہاں سے دریائے جیحون کو عبور کر کے بخارا کی طرف جانے کے لئے وہ بخارا کے پہاڑوں پر پہنچا اور رامثنہ اور بیکند کو فتح کیا اور یہ دونوں شہر بخارا کی عملداری میں ہیں اور وہاں اس کا سامنا ترکوں سے ہوا اور اس نے ان سے جنگ کی اور ان کے لشکر کو شدید شکست دی، مسلمانوں نے بادشاہ کی بیوی سے پہلے ہی جس نے ایک موزہ پہنا ہوا تھا اور دوسرا پہننے سے پہلے مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے جوتے کی قیمت دو لاکھ درہم لگائی اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ عبیداللہ نے خراسان میں دو سال قیام کیا، ابن جریر کہتے ہیں: اس سال مروان بن الحکم نے لوگوں کو حج کرایا اور کوفہ کا امیر عبداللہ بن خالد بن اسید تھا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ضحاک بن قیس تھا اور عبداللہ بن غیلان بصرہ کا امیر تھا۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

ابو محمد اسامہ بن زید بن حارثہ الکلبی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کے بیٹے ہیں، آپ حب رسول تھے اور آپ حب رسول کے بیٹے تھے، آپ کی والدہ ام ایمن ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اور انہوں نے آپ کی پرورش کی تھی آپ کو آپ نے ان لوگوں پر امیر بنایا جن میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے اور لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، آپ نے فرمایا اگر تم اس پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم وہ امارت کے اہل تھے اور ان کے بعد یہ بھی، سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور صحیح بخاری میں آپ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی ایک ران پر بٹھاتے تھے اور حضرت اسامہ کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ میں ان دونوں سے محبت

کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔ منجملہ آپ کے بہت سے فضائل ہیں آپ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آپ سے ملتے تو فرماتے اے امیر السلام علیکم۔ ابو عمر بن عبدالبر نے اسی سال میں آپ کی وفات کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر لوگوں نے آپ کا سن وفات ۵۳ھ اور ۵۸ ہجری بیان کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے شہادت عثمان کے بعد وفات پائی۔ واللہ اعلم۔

ثوبان بن مجدد ...... رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا تذکرہ آپ ﷺ کے غلاموں میں آ چکا ہے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے آپ اصلاً عرب ہیں آپ کو کسی وجہ سے قیدی بنا لیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا تو انہوں نے آپ کا سفر و حضر میں لازم پکڑا آپ ﷺ کی وفات کے بعد رملہ میں اقامت اختیار کی پھر وہاں سے حمص منتقل ہو گئے اور وہاں ایک گھر بنا کر وہیں رہے یہاں تک کہ صحیح قول کے مطابق اسی سال وفات پائی۔ بعض نے سن وفات ۴۴ھ ذکر کیا ہے جو غلط ہے اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے مصر میں وفات پائی لیکن صحیح یہ ہے کہ انہوں نے حمص میں وفات پائی۔ واللہ اعلم۔

جبیر بن مطعم ...... پیچھے گزرا ہے کہ ان کی وفات سن ۵۹ھ ہجری میں ہوئی۔

ابو قتادہ حارث بن ربعی الانصاری ...... واقدی نے ان کا نام نعمان بن ربعی ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے عمرو بن ربعی ذکر کیا ہے یہ ابو قتادہ انصاری قبیلہ سلمی سے تعلق رکھتے ہیں اور بدری تھے اسلام کے بہترین شہسوار تھے اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک رہے ہیں آپ نے ذی قرد کی جنگ میں قابل تعریف کارنامہ انجام دیا جسے ہم بیان کر چکے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا آج کا بہترین شہسوار ابو قتادہ ہے اور ہمارا بہترین پیادہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں ابو احمد حاکم کے خیال کے مطابق آپ جنگ بدر میں شریک ہوئے لیکن یہ بات معروف نہیں۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مجھ سے بہتر شخص ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ واقدی اور دوسرے کئی مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اسی سال مدینہ میں وفات پائی اور ابو الہیثم بن عدی وغیرہ کا خیال ہے کہ آپ نے سن ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی لیکن یہ غریب ہے۔

حکیم بن حزام ...... آپ کا مکمل نسب حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی ہے آپ کی کنیت ابو خالد کی ہے آپ کی والدہ فاختہ بنت زہیر ہیں اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی ہیں جو آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور ابراہیم کے سوا آپ کی اولاد کی ماں تھیں آپ کی والدہ نے آپ کو واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل کعبہ کے اندر جنم دیا۔

اس کا واقعہ یوں ہوا کہ آپ کی والدہ زیارت کعبہ کے لئے اندر گئیں تو آپ کی والدہ کو درد زہ ہو گیا تو انہوں نے چمڑے کے بستر پر آپ کو جنم دیا آپ سرور کائنات ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے جب بنو ہاشم اور بنو مطلب پر شعب ابی طالب میں خرید و فروخت اور مناکحت پر پابندی لگی تو آپ شام سے آنے والے قافلے سے ملتے اور اس سے پورا کا پورا غلہ خرید لیتے پھر اسے اونٹوں کی پشت پر لاد کر شعب میں ہانک دیتے اور آپ ﷺ کے اعزاز میں بھیجتے یہ کام آپ ﷺ اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تکریم کی خاطر کرتے آپ ہی نے زید بن حارثہ کو خریدا اور آپ سے آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہ نے خرید لیا اور آپ ﷺ کو بخش دیا اور آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔

آپ ہی نے ذی یزن کا جوڑا خرید کر رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ میں دیا اور آپ نے اسے زیب تن فرمایا آپ کا بیان ہے کہ میں نے اس جوڑے میں رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا اس کے باوجود آپ نے اور آپ کی اولاد نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا امام بخاری نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں ساٹھ سال اور زمانہ اسلام میں بھی ساٹھ سال رہے آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے آپ نہایت متقی اور فاضل تھے نسب کے عالم تھے بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والے اور نیکی کرنے والے تھے۔

آپ جب مسلمان ہو گئے تو آپ نے ان نیکیوں کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا جو نیکیاں تو نے کی ہیں اس کی بدولت اسلام میں تو نے داخلہ لیا آپ مشرکین کی طرف سے بدر میں شریک تھے اور حوض کے قریب تھے اور قریب تھا کہ حضرت حمزہ آپ کو قتل کر دیتے

آپ ان کے سامنے گھسیٹے گئے اس وجہ سے جب آپ قسم کھاتے تو فرماتے کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے بدر کے روز مجھے بچایا اور جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے ارادہ سے نکلے اور مرالظہران میں فروکش ہوئے آپ کے ہمراہ تھے تو حضرت حکیم اور حضرت ابوسفیان مخبری کرنے نکلے تو حضرت عباس انہیں ملے ابوسفیان کو پکڑ کر پناہ دی اور آنحضرت ﷺ سے ان کے لئے امان حاصل کی اور ابوسفیان اسی سبب مسلمان ہو گئے اور دوسری رات حضرت حکیم مشرف باسلام ہوئے آپ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی اور آپ نے انہیں ایک سو اونٹ دیئے انہوں نے مزید مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے مزید عطا فرمایا پھر مطالبہ کیا تو عطا فرمایا پھر آپ نے فرمایا اے حکیم یہ مال بظاہر شیریں ہے جس نے اسے فیاضی سے لیا اس کے لئے اس میں برکت ہوگی اور جس نے اسے اسراف نفس سے لیا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور وہ شخص اس طرح ہوگا کہ کھاتا ہو لیکن سیر نہیں ہوتا۔

حضرت حکیم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا میں آپ کے بعد کسی کا احسان قبول نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کا احسان قبول نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو پیشکش کرتے تو آپ انکار فرما دیتے اور مسلمانوں کو اس پر گواہ بناتے اس کے باوجود آپ بے شمار مال کے مالک تھے جس روز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت حکیم کے ایک لاکھ درہم ان کے ذمے تھے اور جب آپ مسلمان ہوئے تو دارالندوہ آپ کے قبضہ میں تھا آپ نے بعد ازاں حضرت معاویہ کو اسے ایک لاکھ میں فروخت کر دیا اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے آپ سے کہا کہ آپ نے قریش کی عزت فروخت کر دی ہے تو آپ نے کہا بھتیجے تمام عزتوں کا خاتمہ ہو گیا سوائے تقویٰ کے جو باقی ہے تقویٰ کے بغیر کوئی کام اچھا نہیں اے بھتیجے میں نے اسے زمانہ جاہلیت میں ایک شراب کے مشکیزے کے عوض خریدا تھا اور میں اس کے بدلے جنت میں گھر خریدوں گا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اللہ کی راہ میں دے دیا اور قریش کے لئے یہ فخر عطا ہے کہ تم حق سمجھا حضرت حکیم بن حزام کے سوا اس میں وہی شخص داخل ہو سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال ہو آپ اس میں پندرہ سال کی عمر میں داخل ہوئے یہ بات زبیر بن بکار نے بیان کی ہے۔

زبیر نے بیان کیا کہ ایک سال حضرت حکیم نے حج کیا اور سو عمدہ اونٹ اور سو بکریاں ہدیہ میں دیں اور عرفات میں ان کے ساتھ ایک سو خدمتگار تھے جن کی گردنوں میں چاندی کے ہار تھے اور ان میں لکھا تھا یہ حکیم بن حزام کی طرف سے اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور تمام جانوروں کو ہدیہ کر دیا صحیح قول کے مطابق حضرت حکیم نے اسی سال وفات پائی اور بعض نے اس کے علاوہ بھی قول بیان کئے آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ عامری...... آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا اور لمبی عمر پائی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان لوگوں میں شامل کیا جنہوں نے انصاب حرم کی تجدید کی آپ نے مشرکین کے ساتھ بدر میں شمولیت کی اور اس روز زمین اور آسمان کے درمیان فرشتوں کو دیکھا اور آپ صلح حدیبیہ میں بھی شامل ہوئے اور صلح کے بارے میں کوشش کی اور جب عمرۃ القضاء ہوا تو آپ اور سہیل کو رسول اکرم ﷺ نے مکہ سے خروج کا حکم دیا اور آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے مکہ میں کوئی صحابی موجود نہ ہو۔

آپ کا بیان ہے کہ میں نے ان تمام مواقع پر اسلام کا ارادہ کیا مگر دیر ہوتی رہی جو مقدر تھا ہوتا ہے جب فتح مکہ کا سال آیا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور بھاگ گیا پھر راستے میں میرے جاہلیت کے دوست حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور کہنے لگے اے حویطب کیا ہوا؟ میں نے کہا مجھے ڈر لگ رہا ہے انہوں نے کہا ڈرو مت آپ ﷺ لوگوں سے سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور میں تمہارا امان دار ہوں تم میرے ساتھ چلو تو میں ان کے ساتھ گیا انہوں نے مجھے آپ ﷺ کے پاس مقام بطحا میں جا کھڑا کیا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس تھے ابوذر نے مجھے کہا کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو میں نے جب یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا حویطب ہے میں نے کہا جی ہاں

اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں ہدایت دی آپ ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے مجھ سے مال قرض لیا اور میں نے چالیس ہزار درہم قرض آپ کو دیئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین و طائف میں شریک ہوا اور حنین کے غنائم میں سے آپ نے مجھے سو اونٹ دیئے۔

اس کے بعد حویطب مدینہ آئے اور وہیں اپنے گھر میں قیام کیا جب مروان بن حکم مدینہ کا والی مقرر ہوا تو حویطب حکیم بن حزام اور مخرمہ بن نوفل اس کے پاس آئے اور سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر کچھ دیر کے بعد الگ ہو گئے پھر حویطب دوسرے دن مروان سے ملے تو مروان نے ان سے ان کی عمر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اے شیخ کیا تم نے اسلام لانے میں دیری اور جوان تم سے آگے نکل گئے تو حویطب نے کہا اللہ ہی مددگار ہے واللہ میں نے کئی مرتبہ اسلام کا ارادہ کیا مگر تیرے والد نے مجھے روکا اور کہا کہ تو ایک نئے دین کے لئے اپنے شرف کو ضائع کر دے گا اور اپنے آبائی دین کو چھوڑ دے گا اور ایک کے تابع ہو جائے گا۔ کہتے ہیں کہ مروان کو خاموش کرا دیا اور جو بات اس نے کہی تھی اس پر پشیمان ہوا۔ پھر حضرت حویطب نے کہا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تجھے نہیں بتایا کہ انہیں اسلام قبول کرنے پر تیرے والد کی طرف سے کیا کیا تکالیف پہنچیں اس سے مروان کے غم میں اضافہ ہو گیا حضرت حویطب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن میں شریک تھے اور حضرت معاویہ نے آپ سے آپ کا مکہ والا گھر چالیس ہزار دینار میں خریدا اور دوسرے لوگوں نے زیادہ قیمت دینا چاہی کہ انہیں زیادہ قیمت دی ہے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ضرورت ہے اتنے مال کی جس کے پانچ عیال ہوں۔

امام شافعی نے بیان کیا ہے کہ آپ جاہلیت و اسلام میں اور ایام جاہلیت میں قریش میں بلند مرتبہ والے تھے واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حویطب جاہلیت میں ساٹھ سال اور اسلام میں بھی ساٹھ سال زندہ رہے اسی سال مدینہ میں حضرت حویطب کا انتقال ہوا اور ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور بعض مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت حویطب نے شام میں وفات پائی آپ سے ایک ہی حدیث مروی ہے جسے بخاری، مسلم اور نسائی نے سائب بن یزید کے حوالے سے اور انہوں نے عبد اللہ بن سعدی سے اور انہوں نے حضرت عمر سے عمالت کے بارے میں بیان کیا ہے اور یہ عزیز احادیث میں سے ہے کہ ان میں چار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو گئے ہیں۔

حضرت سعید بن یربوع بن عنکثہ ...... آپ کا شجرہ نسب یہ ہے سعید بن یربوع بن عنکثہ ابن عامر بن مخزوم آپ فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیے اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے حضرت ﷺ نے آپ کو پچاس اونٹ دیئے آپ کا نام صرم یا اصرم تھا حضرت ﷺ نے آپ کا نام سعید رکھا اور آپ بھی اس گروہ میں شامل تھے جسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انصاب حرم کی تجدید کا حکم دیا تھا بعد میں آپ کی بینائی زائل ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں آپ کو تسلی دینے آئے جسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

واقدی خلیفہ اور دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اسی سال مدینہ میں وفات پائی اور بعض نے کہا ہے کہ مکہ میں ایک سو چوبیس کی عمر میں وفات پائی۔ اور بعض نے اس سے زیادہ بیان کیا ہے۔

حضرت مرۃ بن شراحیل الہمدانی ...... آپ کو مرۃ الطیب اور مرۃ الخیر بھی کہا جاتا ہے حضرت ابو بکر، عمر، علی، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ روزانہ دن اور رات ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے اور جب عمر رسیدہ ہو گئے تو چار سو رکعت پڑھنے لگے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے اتنا سجدہ کیا کہ مٹی پیشانی کو کھا گئی آپ کے انتقال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ ایک مکان نور سے بھرا ہوا ہے اور کوئی آپ سے پوچھ رہا ہے کہ تیری منزل کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایسے گھر میں جس کے باشندے سفر کرتے ہیں اور نہ مرتے ہیں۔

حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن الحارث ...... آپ بدر میں اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل رہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ وہ شخص ہیں جس پر شراب کی سزا نافذ ہوئی تو ایک شخص نے کہا کہ اس پر اللہ کی پھٹکار ہو اس پر شراب کی سزا کتنی بار نافذ ہوئی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ: ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ القرشیہ العامریہ رضی اللہ عنہا سے سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح فرمایا آپ ﷺ سے پہلے یہ سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں اور جب عمر رسیدہ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے انہیں طلاق دے دی تو آپ نے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ مجھے اپنی ازواج میں رہنے دیں میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ تو حضرت ﷺ نے یہ بات قبول کر لی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزا او اعراضا (النساء: ۱۲۸)

آپ بڑی عابدہ زاہدہ اور متقی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی عورت مجھے پسند نہیں تھی کہ میں اس کے قالب میں ہوں سوائے سودہ کے کہ آپ میں جلد بازی تھی جس سے آپ جلد ہی رجوع کر لیتی تھیں ابن الجوزی نے آپ کی وفات اس سال بیان کی ہے اور ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئی تھیں واللہ اعلم۔

آغاز ۵۵ھ

اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن غیلان کو بصرہ سے معزول کیا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا اس کی برطرفی کا سبب یہ ہوا کہ وہ منبر پر تقریر کر رہے تھے کہ خطبہ کے دوران ایک شخص نے انہیں کنکر مارے۔ تو انہوں نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کی قوم نے ان کے پاس آ کر کہا جب امیر المومنین کو اطلاع ہوگی کہ اس وجہ سے فلاں کا ہاتھ کاٹا ہے تو وہ اس کے ساتھ اور اس کی قوم کے ساتھ حجر بن عدی کا سا معاملہ کرے گا تو آپ ہمیں ایک تحریر لکھ دیں کہ آپ نے شبہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹا ہے آپ نے انہیں تحریر لکھ دی تو انہوں نے کچھ عرصے بعد حضرت معاویہ کے پاس جا کر کہا آپ کے نائب نے شبہ میں ہمارے ساتھی کا ہاتھ کاٹا ہے آپ ہمیں اس سے قصاص لے کر دیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نائبین سے قصاص کے بجائے دیت لے لو اس نے ان کی دیت بیت المال سے ادا کی اور ابن غیلان کو معزول کر دیا اور ان سے کہا کہ جس کو چاہو تم اختیار کر لو تو انہوں نے چند آدمیوں کا تذکرہ کیا تو امیر معاویہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرا بھتیجا عبیداللہ بن زیاد تم پر امیر بننے کا زیادہ حق دار ہے چنانچہ اسے امیر بنا دیا گیا اور ابن زیاد نے اسلم بن زرعہ کو خراسان پر نائب مقرر کیا جس نے کوئی جنگ کی ہو نہ کچھ فتح کیا اور زرارہ بن اوفیٰ کو بصرہ کا قاضی بنا دیا پھر اسے معزول کر کے ابن اذینہ کو مقرر کیا اور عبداللہ بن حصین کو بصرہ کی پولیس کا افسر مقرر کیا اور اس سال مدینہ کے نائب امیر مروان بن حکم نے لوگوں کو حج کروایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال عبداللہ بن خالد بن اسید کو کوفہ سے معزول کر کے حضرت ضحاک بن قیس کو وہاں کا امیر مقرر کیا۔

اس سال وفات پانے والے سردار

حضرت ارقم بن ابی ارقم: ... ابن عبد مناف بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے بہت پہلے اسلام قبول کیا بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سات میں سے ساتویں آدمی تھے اور آپ کا گھر مسلمانوں کی پناہ گاہ تھا آپ ﷺ اور قریش میں سے مسلمان ہونے والے لوگ پناہ لیا کرتے تھے آپ کا گھر صفا کے قریب واقع تھا جو بعد میں مہدی کی ملکیت میں آ گیا اور اس نے اسے اپنی زوجہ خیزران کو بخش دیا جو ہارون الرشید کی ماں تھی اس نے اسے از سر نو تعمیر کیا اور یہ گھر اسی کے نام سے مشہور ہو گیا پھر یہ کسی اور کے ہاتھ چلا گیا حضرت ارقم بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل رہے اس سال مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ کی نماز جنازہ حسب وصیت پڑھائی آپ کی عمر ۸۰ برس کی تھی۔

حضرت سحبان بن زفر بن ایاس بن عبد شمس بن الاجب الباہلی الوائلی . . . آپ فصاحت میں ضرب المثل تھے اور کہا جاتا ہے کہ سحبان بن وائل سے بھی زیادہ فصیح تھے۔ سحبان بن وائل بنی سعد بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس عیلان کی شاخ باہلہ سے ہیں، باہلہ مالک بن اعصر کی اہلیہ تھیں جس کے بچے اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہ صاحب [illegible] والی صاحب زادی ہیں ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سحبان وائل کے نام سے مشہور تھے ان کے بارے میں مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس [illegible] حضرت معاویہ کے پاس [illegible] تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو شیخ ہے انہوں نے کہا ہاں بخدا مگر اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہوں ابن عساکر نے اتنا ہی بیان کیا ہے ابن الجوزی نے المنتظم میں ان کا نسب بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں پھر ذکر کیا کہ سحبان بن زفر فصیح و بلیغ آدمی تھے فصاحت میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ایک روز وہ حضرت معاویہ کے پاس آئے اور ان کے اردگرد قبائل کے خطباء تھے جب انہوں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے دربار سے نکل گئے تو سحبان نے شعر کہا:

یعنی قبیلے نے جان لیا ہے کہ جب میں اما بعد کہتا ہوں تو ان کا خطیب کہاں؟ حضرت معاویہ نے ان سے خطبہ کی درخواست کی سحبان نے کہا میرے لیے کوئی عصا لاؤ جو [illegible] تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تو امیر المومنین کے سامنے اس سے کیا کرے گا تو اس نے کہا جو حضرت موسیٰ اس کے ساتھ اپنے رب سے گفتگو کرتے وقت کیا کرتے تھے چنانچہ اس نے لاٹھی لی اور ظہر سے عصر تک گفتگو کرتا رہا اس نے کلام صاف کیا نہ کھانسا نہ رکا اور نہ ہی ادھر ادھر دیکھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز؟ اس نے کہا کہ نماز آپ کے سامنے ہے کیا ہم تحمید و تمجید، نصیحت و تذکیر، وعید و وعدہ میں مشغول نہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو خطیب العرب ہے۔ اس نے کہا کہ صرف عرب کا؟ بلکہ میں خطیب الجن والانس ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ایسا ہی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص . . . آپ کا نام ابو اسحاق مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری ہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے۔ بہت پہلے مشرف با اسلام ہوئے بعض مورخین کے قول کے مطابق سترہ سال کی عمر میں آپ نے اسلام قبول کیا اور صحیح میں آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن میں مشرف با سلام ہوا اس دن کوئی مسلمان نہیں ہوا اور میں سات دن ٹھہرا اور اسلام کا تہائی [illegible] سات دن میں سے ساتواں [illegible] آپ نے کوفہ [illegible] علماء عجم کو [illegible] آپ مستجاب الدعوات تھے آنحضرت کی دعا نصیب ہوئی [illegible] آپ کے بعد کے معرکوں میں [illegible] اور اللہ کی راہ میں تیر چلانے والے پہلے شخص آپ ہی ہیں آپ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ میں سے بہادر شہسوار تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑے معزز تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی [illegible] والی تھے اور آپ نے ان کو [illegible] جب مقرر کیا اور مدائن کو فتح کیا جلولاء کا معرکہ آپ نے ہی سر کیا اور آپ [illegible] تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلا کر بغیر خیانت کے کوفہ سے معزول کر دیا اور بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی معصیت اور خیانت اور کمزوری نہیں [illegible] اور آپ کا ذکر چھ اصحاب شوریٰ میں کیا اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیر مقرر کیا پھر آپ سے معزول کر دیا۔

الحمیدی نے سفیان بن عیینہ سے بحوالہ عمرو بن دینار بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما [illegible] کے روز [illegible] میں شامل ہوئے [illegible] کہ آپ کا بیٹا عمر آپ کے پاس آیا آپ اپنے اونٹوں میں گوشہ نشین تھے اور کہنے لگا کہ لوگ امارت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ پوشیدہ رہنے والے غنی متقی بندے کو پسند کرتا ہے۔

ابن عساکر نے [illegible] سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے چچا جان یہاں ایک لاکھ تلواریں ہیں جو آپ کو امارت کا زیادہ حق دار سمجھتی ہیں آپ نے ان سے فرمایا میں ایک لاکھ تلواروں میں سے ایک تلوار چاہتا ہوں کہ جب مومن پر چلے تو کچھ نہ کاٹے اور جب کافر پر چلے تو اس کا سر کاٹ ڈالے

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ابن جریج کے حوالہ سے ذکر کیا ہے [illegible] روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

ہو گیا تھا اور رمضان میں آپ کے ہاں قبولیت ہوتی تھی اور افطار سے پہلے۔

دیگر مورخین کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کی بیعت نہیں کی اور جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی عمر سترہ برس تھی اور بعض نے انیس سال ہونا بیان کیا ہے۔ اسماعیل بن عیاش نے اسماعیل بن ابی خالد سے بحوالہ قیس بن ابی حازم بیان کیا کہ حضرت سعد نے فرمایا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے مشرکین کو تیر مارا اور مجھ سے پہلے آپ نے کسی کے واسطے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا اور میں نے آپ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تیر اندازی کرو۔ محمد کا بیان ہے کہ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا ہے کہ اسماعیل نے بحوالہ قیس ہم سے بیان کیا کہ میں نے سعد سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں اللہ کی راہ میں عرب کا وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس ببول کے پتوں اور اس درخت کے سوا کوئی کھانا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی طرح مینگنیاں کیا کرتا تھا اور بنی اسد نے میری شکایت کی۔

پھر بنو سعد مجھے دین کے بارے میں عار دلانے لگے اگر میں ان کی بات مان لیتا تو میں گھاٹے میں رہتا اور میرا عمل ضائع ہو جاتا۔ شعبہ وکیع وغیرہ نے اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید الانصاری نے ابن المسیب کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ احد کے روز آنحضرت ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا۔ یہ حدیث یحییٰ انصاری کی ہے اور کئی لوگوں نے اسے سعید بن المسیب سے بحوالہ حضرت سعد روایت کیا ہے اور کئی حضرات نے بھی اسی طرح روایت کی ہے کہ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیر اندازی کر۔ تو بہادر ایک طاقتور جوان ہے۔

سعید کا بیان ہے کہ حضرت سعد بہترین تیر انداز تھے۔ اعمش نے ابو خالد سے بحوالہ جابر بن سمرہ بیان کیا کہ سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکنے والے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سفیان نے سعد بن ابراہیم سے بحوالہ عبداللہ بن شداد بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے سوا کسی پر اپنے ماں باپ قربان کرتے نہیں سنا اور میں نے احد کے روز آپ ﷺ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ اے سعد میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تیر اندازی کر۔ متعدد لوگوں نے بطریق سفیان بن ابی نجیح از سعد بن ابراہیم اسے روایت کیا اور شعبہ نے سعد بن ابراہیم کے طریق سے بھی بیان کیا ہے اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے بطریق یحییٰ بن سعید الانصاری از سعید بن المسیب از علی بن ابی طالب روایت کیا۔

اور ابو مروان نے بیان کیا ہے کہ ہمیں ہاشم نے بیان کیا کہ ہمارے [illegible] نے بیان کیا کہ انہوں نے عائشہ بنت سعد کو فرماتے سنا کہ انہوں نے فرمایا کیا اس بات کو کوئی بیٹی بھول سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ کو فرمایا ہے۔ الواقدی نے بیان کیا ہے کہ عمیر بن ابی ہشام نے محمد بن حبیب سے بحوالہ سعد ان کے باپ سے بیان کیا کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ سعد کہتے تھے کہ احد کے دن میں نے دیکھا کہ جب آپ کا تیر انداز تیر اندازی کرتے ہیں تو ایک خوبصورت آدمی جسے میں نہیں جانتا تھا مجھے تیر اٹھا کر دیتا تھا اس کے بعد مجھے خیال آیا کہ وہ فرشتہ تھا۔ اور امام احمد نے بیان کیا ہے کہ علی بن اسحاق نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں نے احد کے روز آپ ﷺ کے دائیں بائیں دو سفید لباس آدمی دیکھے جو آپ کی طرف سے سخت جنگ کر رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اسحاق بن یحییٰ نے عبداللہ بن عبدالعزیز (یعنی ابن ابی عون کا دادا) کے حوالے سے بیان کیا کہ سعد نے بیان کیا کہ میں نے جنگ خندق میں دیکھا کہ [illegible] رسول اللہ ﷺ جواب دے رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کے سامنے کی جانب حملہ آور ہوا اور جب میں نے تیر چلایا تو آپ ﷺ مسکرا دیے کہ شاید اسے دیکھ رہے تھے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کا میرے سبب اللہ نے مقدر کر دی۔

حمیدی نے بطریق سفیان از ابی اسحاق از ابی عبیدہ از عبداللہ بن مسعود بیان کیا ہے کہ بدر کے روز جس غنیمت کو میں حاصل کروں اس میں حضرت سعد اور عمار شریک تھے حضرت سعد دو قیدی لے آئے اور میں اور عمار خالی ہاتھ آئے اور اعمش نے بطریق ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود اسی طرح سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعد کو بدر کے دن قتال کرتے دیکھا وہ شہسوار کے لیے حملہ کرتے فرمایا اور مالک نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا

انہوں نے عبداللہ بن عامر کو کہتے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک رات آنحضرت ﷺ نے بے اطمینانی کی حالت میں گزاری پھر فرمایا کاش کوئی نیک آدمی آج رات میری حفاظت کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ اس نے کہا میں سعد بن ابی وقاص ہوں یا رسول اللہ میں آپ کی حفاظت کروں گا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ دونوں نے اسے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لئے دعا کی پھر سو گئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ہم سے قتیبہ نے رشدین بن سعد کے طریق سے عن الحجاج بن شداد عن ابی صالح عن عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دروازے سے سب سے پہلے جنتی شخص داخل ہوگا تو سعد بن ابی وقاص داخل ہوئے اور ابویعلیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن ہاشمی نے بیان کیا کہ عبداللہ بن قیس الرقاشی الخزاز البصری نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے باپ نے عن ابن عمر ہم سے بیان کیا کہ ابن عمر نے فرمایا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس دروازے سے جنتی شخص داخل ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ اس کے گھر کا آدمی ہو تو سعد بن ابی وقاص نمودار ہوئے۔ محمد نے ابن وہب کے حوالے سے بیان کیا کہ مجھے حیوہ نے خبر دی کہ عقیل نے انہیں ابن شہاب کے حوالے سے بیان کیا کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس پر میں تہمت کذب نہیں لگاتا (کہ اس نے انس بن مالک سے سنی ہے) حضرت انس نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا پس اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص آ گئے دوسرے دن بھی آنحضرت ﷺ نے اسی قسم کی بات فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ حسب ترتیب حضرت سعد بن ابی وقاص نمودار ہوئے تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ نے وہی بات دہرائی اور حضرت سعد بن ابی وقاص نمودار ہو گئے۔ جب آپ مجلس میں اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے انہیں کہا کہ میں نے اپنے باپ کو ناراض کر دیا ہے اور ان کے پاس تین راتوں تک نہ جانے کی قسم کھائی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے ٹھکانہ دے دیں تاکہ میری قسم پوری ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزاری ان کا خیال ہے کہ جب فجر ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس رات بالکل نہیں اٹھے البتہ جب اپنے بستر پر کروٹ بدلتے تو اللہ کا نام لیتے اور تکبیر کہتے یہاں تک کہ فجر کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکمل وضو کر کے فرض ادا کیے پھر صبح مفطر ہونے کی حالت میں کرتے۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن اور تین رات دیکھا آپ اسی طرح کرتے تھے اور میں نے آپ کو بھلی باتیں کرتے سنا۔ جب تیسری رات گزر گئی اور میں ان کے عمل کو حقیر ہی سمجھ رہا تھا کہ میں نے ان سے استفسار کیا اور کہا کہ میرے اور میرے باپ کے درمیان کوئی ناراضگی نہیں تھی اور نہ کوئی جدائی تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین مجالس میں تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس ایک جنتی شخص آنے والا ہے تو تینوں دفعہ آپ ہی آئے تو میں نے چاہا کہ آپ کے پاس قیام کروں تاکہ آپ کے عمل کو دیکھوں کہ اقتدا کروں تاکہ جو فضیلت آپ نے حاصل کی وہ مجھے بھی حاصل ہو لیکن میں نے آپ کو زیادہ عمل کرتے نہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے آپ کو کس چیز نے پہنچایا؟ انہوں نے کہا بات تو وہی ہے جو تم نے دیکھی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات دیکھی تو واپس آ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے۔ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کی بدخواہی نہیں پاتا اور نہ کسی کے لئے بھلائی کا حاسد ہوں اور نہ میں نے کوئی بری بات کہی ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا یہی بات مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوئی ہے اور اسی کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح اس روایت کو صالح المری نے حضرت زبیر کے غلام عمرو بن دینار سے بطریق سالم روایت کیا ہے۔ اور حضرت انس بن مالک کی روایت کے مانند بیان کیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں سفیان ثوری کے طریق سے عن المقدام بن شریح عن ابیہ عن سعد آیت: ﴿ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ﴾" کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں

میں (سعد) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت "وان جاهداک لتشرک بی ما لیس لک به علم" میرے (سعد کے) بارے میں اتاری ہے اور واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت سعد مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے کئی روز تک کھانا پینا چھوڑ دیا تو انہوں نے والدہ سے کہا کہ اماں! اگر تم اس بات کو خوب جان لے کہ اگر تیری ایک سو جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں کسی چیز کے لئے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا البتہ تو چاہے تو کھا لے اور چاہے تو نہ کھا، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عشرہ مبشرہ کے متعلق جو حدیث ہے اس کے متعلق یہ بات ہے کہ ان میں بحوالہ حضرت سعید بن زید لکھا ہے اور سہیل کی حدیث ان کے باپ سے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ واقعہ حراء کے بارے میں بیان ہوئی ہے اور ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر بھی کیا ہے جو ترمذی اور ایک جماعت کا کہنا ہے۔ انہوں نے بطریق مجالد عن الشعبی عن جابر بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ حضرت سعد آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں کوئی شخص مجھے اپنا ماموں دکھائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

محمد بن یزید کا بیان ہے کہ حسین بن علی الجعفی نے ہم سے بیان کیا کہ عبد الوہاب بن مجاہد نے ہم سے بحوالہ اسماعیل بن عیاش عن صفوان بن عمرو السکسکی بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک حضرت سعد رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں اور شیخین نے مالک وغیرہ کی حدیث بحوالہ زہری عن عامر بن سعد ان کے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال بیماری کی سخت تکلیف کی وجہ سے آپ عیادت کرنے میرے پاس آئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار آدمی ہوں اور صرف ایک بیٹی میری وارث ہے کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! نصف؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا تہائی؟ آپ نے فرمایا تہائی بہت ہے یقیناً اگر آپ اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ دیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ انہیں محتاج چھوڑ دیں اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور آپ جو خرچ بھی اللہ کی خوشنودی کے خاطر کریں گے اس کا آپ کو اجر ملے گا حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی جو آپ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنے اصحاب کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ ہرگز پیچھے نہیں رہیں گے اور جو عمل بھی اللہ کی خوشنودی کی خاطر کریں گے آپ کے درجہ میں بھی اضافہ ہوگا۔ شاید آپ پیچھے رہیں اور لوگ آپ سے فائدہ اٹھائیں اور دوسرے آپ سے نقصان پہنچیں پھر فرمایا اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کر اور انہیں الٹے پاؤں نہ لوٹا لیکن بیچارہ سعد بن خولہ اگر مکہ میں فوت ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ ان پر شفقت کریں گے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے بحوالہ مکی بن ابراہیم عن الجعید بن عبد الرحمن عن عائشہ بنت سعد ان کے باپ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھا اور ان کے چہرے، سینے اور پیٹ پر پھیرا اور فرمایا اے اللہ سعد کو شفا دے اور ان کی ہجرت کو مکمل کر دے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس کی ٹھنڈک کو اپنے جگر میں محسوس کرتا رہا۔

ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی عیادت کی اور فرمایا اے اللہ لوگوں کے معبود اس سے تکلیف دور کر دے تو ہی شفا دینے والا ہے اس کو ایسی شفا دے جو کوئی بیماری نہ چھوڑے اور اس کے جسم میں بیماری کی جگہ پر صحت پیدا کر دے اور اس کا غم اور دل کا دکھ دور کر دے اور اس کی بیماری دور کر دے اور اس کی دعا کو قبول فرما۔ ابن وہب کا بیان ہے کہ ابو عمرو نے بحوالہ بکیر بن الاشج نے مجھے بتایا کہ انہوں نے عامر بن سعد سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا جو آپ نے حضرت سعد سے فرمایا تھا کہ شاید تم زندہ رہو اور لوگ تم سے مستفید ہوں اور دوسرے تمہاری وجہ سے نقصان اٹھائیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد عراق کے گورنر بنائے گئے تو آپ نے ارتداد کرنے والوں میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا تو آپ نے انہیں نقصان پہنچایا اور کچھ لوگوں سے آپ نے توبہ کروائی جنہوں نے مسیلمہ کذاب کی طرح ... کی تھی انہوں نے توبہ کر لی اور انہوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ نے بحوالہ ابو المغیرہ بیان کیا کہ معاذ بن رفاعہ نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن یزید نے القاسم ابو عبد الرحمن سے بحوالہ ابو امامہ مجھ سے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے ہمیں نصیحت کی اور ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص

رو پڑے اور بہت بہت گریہ کرنے لگے اور کہنے لگے کاش میں مر جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا ہوئے ہو تو تمہاری عمر دراز نہیں ہوگی اور تمہارا جتنا عمل تمہارے لئے اچھائی کا باعث ہوگا۔ اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے اسماعیل بن ابی خالد عن قیس عن سعد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس کی تیر اندازی کو درست فرما اور اس کی دعا قبول فرما۔

سیف بن عمر نے اپنے شیوخ سے بحوالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعد سے فرماتے سنا: اے اللہ اس کے تیر کو درست کر اور اس کی دعا قبول فرما اور اسے اپنے بندوں کا محبوب بنا دے۔ اور حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی نقل کیا ہے اور محمد بن عائذ دمشقی نے ہیثم بن حمید سے مطعم سے بحوالہ ابو خیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری دعا قبول کرے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی دعا اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ اپنے کھانے کو پاک نہ کر لے۔ اس پر حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے کھانے کو پاک کر دے تو آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد اس خوشے سے بھی اجتناب و پرہیز کرتے تھے جو اپنے کھیت میں پاتے اور جس کھیت کا ہوتا وہاں واپس پہنچاتے نیز آپ مستجاب الدعوات تھے اور جب بھی آپ دعا کرتے قبول ہو جاتی۔

ان سے [illegible] صحیحین نے عبدالملک بن عمیر کے طریق سے جابر بن سمرہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سعد کی ہر طرح سے شکایت کی یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے تو اس کے جواب میں حضرت سعد نے کہا: جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں پہلی دو رکعت کو لمبا کرتا ہوں اور آخری دو مختصر۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے ابو اسحاق تمہارے بارے میں یہی گمان ہے۔ پھر آپ نے کوفہ میں ان کی گلیوں میں حال دریافت کرنے کے لئے آدمی روانہ کیا تو وہ نمازیوں میں سے جس سے بھی پوچھتا تو وہ آپ کی تعریف ہی کرتے یہاں تک کہ وہ مسجد بنی عبس کے پاس سے گزرا تو ان میں سے ابو سعدہ اسامہ بن قتادہ نامی آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: حضرت سعد سریہ میں خود نہیں جاتے اور نہ برابر تقسیم کرتے ہیں اور نہ ہی فیصلے میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سعد کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ ریاکاری اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا تھا تو اس کی عمر دراز کر اسے ہمیشہ فقر میں مبتلا رکھ اور اس کی بینائی لے لے اور اسے فتنوں کا ہدف بنا دے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بعد اس بوڑھے شخص کو دیکھا کہ اس کی آبروئیں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور وہ راستے میں کھڑے ہو کر لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور جب اس سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا: ایک فتنہ زدہ بوڑھا ہوں مجھے حضرت سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

اور ایک غریب روایت میں ہے کہ اس نے مختار کے فتنے کا زمانہ پایا اور اسی میں قتل ہوا اور طبرانی نے بیان کیا کہ قاضی ابو یوسف نے ہمیں بتایا کہ ابن مرزوق نے ہمیں خبر دی کہ شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے بحوالہ سعید بن المسیب نقل کیا ہے کہ حضرت سعد کی ایک لڑکی تھی جو نئی قمیص پہنے جا رہی تھی وہ باہر نکلی تو ہوا سے اس کی قمیص جسم سے ہٹ گئی اس پر حضرت عمر نے اسے درہ مارا اور حضرت سعد انہیں روکنے کے لئے آگے گئے تو حضرت عمر نے انہیں بھی درہ مارا، حضرت سعد حضرت عمر کو بددعا دینے لگے تو حضرت عمر نے انہیں درہ تھمایا اور فرمایا مجھ سے قصاص لے لو تو آپ نے حضرت عمر کو معاف کر دیا۔

اسی طرح یہ روایت ہے کہ حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی حضرت سعد نے ان کے خلاف بددعا کرنے کا ارادہ کیا حضرت ابن مسعود ڈر گئے اور تیزی سے دوڑنے لگے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر حضرت سعد لوگوں کے امیر تھے آپ زخمی حالت میں تھے اس لئے جنگ میں شریک نہ ہو سکے تو بجیلہ کے ایک شخص نے کہا: کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور سعد قادسیہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ہم واپس آ گئے بہت سی عورتیں بیوہ تھیں اور حضرت سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی۔

تو جواب میں حضرت سعد نے دعا کی: یا اللہ! ہمیں اس کی زبان اور ہاتھ کے متعلق کفایت فرما تو کہیں سے کوئی تیر آیا اور اسے لگا جس سے وہ گونگا ہو گیا اور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

زیاد بکائی اور سیف بن عمر نے عبدالملک بن عمیر سے بحوالہ قبیصہ بن جابر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا

اس طرح بیان کیا ہے کہ اس میں ہے کہ پھر حضرت سعد باہر تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو اپنے ذکر پر لگا رکھا ہے تو آپ ان کے سامنے عذر پیش کیا اور ہشیم نے ابو بلج سے انہوں نے مصعب بن سعد سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی کو گالی دیتا تھا حضرت سعد نے اسے روکا مگر وہ باز نہ آیا تو حضرت سعد نے کہا میں تیرے خلاف بددعا کروں گا۔ وہ پھر بھی باز نہ آیا تو آپ نے اس کے متعلق اللہ سے بددعا کی یہاں تک کہ ایک بدکا ہوا اونٹ آیا اور اس نے اس شخص کو کچل دیا۔

ایک اور طریق سے بروایت عامر بن سعد روایت ہے کہ حضرت سعد نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے گرد جمع ہیں آپ نے دو آدمیوں کے درمیان سے سر داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی، طلحہ اور حضرت زبیر کو گالیاں دے رہا تھا آپ نے اس سے گفتگو کی تو وہ بولتا گیا آپ نے فرمایا میں تجھے بددعا دوں گا وہ شخص کہنے لگا تم مجھے ڈراتے ہو جیسا کہ تم نبی ہو؟ حضرت سعد واپس چلے گئے اور آل فلاں کے گھر میں پہنچ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس شخص نے ان لوگوں کو گالیاں دی ہیں جنہیں تیرے ہاں سے نیکی میں سبقت ملی ہے اور اس نے انہیں گالیاں دے کر تجھے ناراض کیا ہے تو آج اسے نشان عبرت بنا دے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہاں کسی کے گھر سے بدکا ہوا بختی اونٹ نکلا جسے کوئی چیز روک نہ سکتی تھی یہاں تک کہ وہ بھیڑ سے لوگوں میں داخل ہوا اور لوگ تتر بتر ہو گئے اس نے اس شخص کو اپنی ٹانگوں میں دبوچ لیا اور مسلسل اسے مسلتا رہا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو حضرت سعد کے پیچھے دوڑتے ہوئے یہ کہتے دیکھا اے ابو اسحاق! خوشی ہو تمہاری دعا قبول کر لی۔ عمار بن طلحہ نے یہ روایت علی بن زید سے بحوالہ حضرت سعید بن المسیب بیان کی ہے۔ ابو بکر بن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ حسن بن داؤد محمد بن منکدر قرشی نے مجھے بتایا کہ عبدالرزاق نے اپنے والد سے عبدالرحمن کے غلام مینا کے واسطے سے مجھے بتایا کہ ایک عورت حضرت سعد کے پاس آیا کرتی تھی آپ نے اسے منع کیا تو وہ باز نہ آئی ایک دن وہ آئی تو آپ وضو میں مصروف تھے آپ نے فرمایا تیرا چہرہ بگڑ جائے تو اس کا چہرہ اس کی گدی کی طرف پلٹ گیا۔ کثیر النواء نے عبداللہ بن بدیل سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد حضرت معاویہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے کہا اے سعد تمہیں کیا ہوا کہ تم نے ہمارے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی؟ آپ نے کہا ایک تاریک بادل میرے پاس سے گزرا تو میں نے اخ اخ کہہ کر اپنی اونٹنی بٹھا دی ٹھہرا ہوا ہوں یہاں تک کہ وہ چھٹ جائے پھر میں راستے کو اسی طرح پہچان کر سفر کروں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں اخ اخ نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دو اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو بغاوت کرنے والی پارٹی کو قتل کرو یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئے اور آپ کی یہ حالت ہے کہ نہ آپ نے عادل جماعت کے ساتھ مل کر باغی کا مقابلہ کیا اور نہ باغیوں سے قتال کیا۔ اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ میں اس شخص سے لڑنے سے رہا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے ساتھ تمہاری وہی حیثیت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاصل تھی ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا یہ بات آپ کے علاوہ کس اور نے بھی سنی ہے؟ تو حضرت سعد نے جواب دیا کہ فلاں فلاں نے اور حضرت ام سلمہ نے۔ حضرت معاویہ نے کہا اگر یہ بات میں نے آپ سے سنی ہوتی تو میں حضرت علی سے جنگ نہ کرتا۔

ایک روایت میں دوسرے طریق سے ہے کہ یہ گفتگو ان حضرات میں مدینہ میں اس حج کے موقع پر ہوئی جو حج امیر معاویہ نے کیا پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے دریافت کیا تو حضرت ام سلمہ نے حضرت سعد کی بات کی تصدیق کی تو حضرت معاویہ کہنے لگے اگر یہ بات میں نے پہلے سنی ہوتی تو آج میں حضرت علی کا خادم ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو جاتے یا میں فوت ہو جاتا لیکن اس کی سند میں ضعف ہے واللہ اعلم۔

حضرت سعد سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ پر اعتراض کر رہا تھا آپ نے فرمایا ہمارے درمیان ایک بات ہے جو ابھی ہمارے دین تک نہیں پہنچی ہے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ایک شب میں نو لونڈیوں کے پاس آئے جب دسویں کے پاس پہنچے تو آپ کو نیند آ گئی اور اس نے آپ کو جگانے میں شرم محسوس کی۔

آپ کے عمدہ اقوال میں سے ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے مصعب سے فرمایا اے میرے بیٹے جب تو کسی چیز کو طلب کرے تو قناعت سے طلب کر۔ کیونکہ جسے قناعت نہیں ملی اسے مال کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ حماد بن سلمہ نے عاصم بن بہدلہ سے مصعب بن سعد سے بیان کیا کہ میرے والد

میری گود میں تھا اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے میں رو پڑا تو آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے تجھے کون سی بات رلا رہی ہے۔ بخدا اللہ مجھے عذاب نہیں دے گا اور میں جنتی ہوں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کی نیکیوں کا بدلہ دیتا ہے جو انہوں نے اس کے لئے عمل کیا اور وہ کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان سے تخفیف کرے گا اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ہر عمل کرنے والا اپنے عمل کا ثواب اس سے مانگے جس کے لئے اس نے عمل کیا۔ امام زہری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سعد کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک پرانا جبہ منگوایا اور فرمایا مجھے اسی میں کفن دینا بدر کے روز میں نے یہی پہن کر مشرکوں سے جنگ کی تھی اور پہنا ہوا تھا اور اسے آج کے دن کے لئے چھپا کے رکھا تھا۔

حضرت سعد کی وفات مدینہ سے باہر مقام عقیق میں ہوئی پھر لوگوں کے کندھوں پر جنازہ اٹھا کر مدینہ لایا گیا مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور امہات المومنین یعنی ازواج مطہرات نے بھی نماز پڑھی اور حضرت بقیع میں دفن ہوئے زیادہ مشہور قول جس پر اکثر لوگوں کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اس سال ۵۵ھ میں رونما ہوا صحیح قول کے مطابق آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔ شیخ علی بن مدینی نے فرمایا کہ عشرہ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ اور لوگوں کا بیان ہے کہ مہاجرین میں سے آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

الہیثم بن عدی نے آپ کی وفات کا سن ۵۰ھ بیان کیا ہے جب کہ ابو معشر، ابو نعیم اور مغیرہ بن فضل نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے ۵۸ھ میں سفر آخرت کیا۔ مصنف نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس سال حضرت حسن بن علی، عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ نے وفات پائی پہلا قول ۵۵ھ ہی صحیح ہے۔ عمرو بن حسن نے کہا ہے کہ حضرت سعد کا قد چھوٹا تھا جسم موٹا تھا ہتھیلیاں کشادہ، ناک چپٹی اور جسم بہت بالوں والا تھا آپ بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے تھے آپ کی میراث دو لاکھ پچاس ہزار تھی۔

فضالہ بن عبید انصاری اوسی رضی اللہ عنہ...... سب سے پہلے جنگ احد میں شرکت کی بیعت رضوان میں بھی شریک تھے پھر شام چلے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے بعد دمشق کے قاضی بنے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ۶۷ھ میں فوت ہوئے تھے علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں لکھا کہ اسی سال یعنی ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔

قثم بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے خاص مشابہت رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ میں گورنر رہے سمرقند کی فتح میں شریک تھے اور وہیں پر شہید ہوئے۔

کعب بن عمرو ابوالیسر رضی اللہ عنہ...... انصاری سلمی بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک تھے بدر کے دن انہوں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو گرفتار کیا تھا اس کے بعد کی تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ انہوں نے ۵۵ھ میں وفات پائی بعض کا کہنا ہے کہ بدریوں میں سب سے آخر میں انہوں نے وفات پائی تھی۔

آغاز ۵۶ھ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس سال جنادہ بن ابی امیہ نے بلاد روم میں موسم سرما گزارا یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبدالرحمن بن مسعود نے اس سال یزید بن شجرہ نے سمندری غزوہ کی قیادت کی اس سال جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا۔ اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد کو خراسان سے معزول کر کے سعید بن عثمان بن عفان کو امیر مقرر کیا چنانچہ وہ خراسان روانہ ہو گئے سفر میں سمرقند کے پاس لڑائی ہوئی۔ ان کی آنکھ تیر کی وجہ سے ضائع ہو گئی اور حضرت سعید نے فتح حاصل کی۔ ان میں سے کئی لوگ شہید ہوئے کہا جاتا ہے کہ حضرت قثم بن عباس بن عبد المطلب بھی ان میں شامل تھے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خراسان کی امارت کا مطالبہ کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہاں تو عبید اللہ بن زیاد موجود ہیں۔ سعید نے کہا: میرے والد نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کو ترقی دی یہاں تک کہ آپ اس مقام تک پہنچ گئے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن آپ نے ان احسانات کا کچھ بدلہ نہیں دیا اور آپ نے ان کی جگہ یزید بن معاویہ کی بیعت لی حالانکہ میں ذات، ماں باپ اور دلی طور پر بھی اس سے بہتر ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیشک آپ کے والد کے احسانات کی وجہ سے بدلے گئے جب ان کا بدلہ چکانے کے لئے میں نے ان کے خون کا مطالبہ کیا تھا کہ تمام معاملات میرے ہو گئے اور اب رہے آپ تو میں اپنی ذات پر کوئی ملامت نہیں کرتا آپ نے جو یزید کے باپ پر فضیلت رکھنے کا دعویٰ کیا ہے تو خدا کی قسم وہ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے اور آپ کی ماں کی فضیلت کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قریش کی عورت کلب کی عورتوں سے بہتر ہے جب رہی آپ کی یزید پر فضیلت تو خدا کی قسم اگر غوطہ شام کو آپ جیسے آدمیوں سے بھر دیا جائے تو یزید مجھے ان سب سے زیادہ محبوب ہے یہ مکالمہ سن کر یزید کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ کے چچا زاد بھائی کے معاملے میں غور کرنے کے حقدار ہیں انہوں نے آپ سے تیز زبان میں گفتگو کی ہے لیکن آپ انہیں راضی کر دیں چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خراسان کی جنگ کا سپہ سالار بنا دیا اور سمرقند کے علاقے "صغد" کے ترکوں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو انہیں شکست دی اور ان کا محاصرہ کر لیا مجبوراً انہوں نے صلح کر لی اور ان کے رؤساء کے بچوں کو اپنے پاس گروی رکھ لئے سعید "ترمذ" میں رہے لیکن پھر عہد کر کے گروی کے غلاموں کو مدینہ لے آیا۔

اسی سال معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی کہ وہ ان کے بعد ان کا جانشین ہوگا وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں اس کا ارادہ کر چکے تھے۔ ابن جریر نے شعبی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کوفہ کی گورنری سے علیحدگی کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت معاویہ نے ان کے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے انہیں بری کر دیا اور سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہیں ندامت ہوئی تو انہوں نے یزید بن معاویہ کو مشورہ دیا کہ اپنے والد سے ان کی جانشینی کا مطالبہ کریں چنانچہ یزید نے ان سے اس کا مطالبہ کیا تو حضرت معاویہ نے پوچھا کہ تمہیں اس بات کا مشورہ کس نے دیا؟ اس نے کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے۔ حضرت معاویہ کو ان کا یہ مشورہ پسند آیا پھر انہوں نے دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور حکم دیا کہ آپ اس کے لئے راہ ہموار کریں چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اسی کام میں لگ گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے مشورہ کے لئے خط لکھا لیکن زیاد نے یزید کی بے راہ روی اور کھیل کود وغیرہ کی طرف میلان کی وجہ سے اسے ناپسند کیا تھا۔ اس نے عبید بن کعب نمیری کو بھیجا کہ وہ حضرت معاویہ کو اس کام سے باز رکھیں وہ زیاد کا ایک معتمد ساتھی تھا وہ دمشق پہنچا اور سب سے پہلے یزید سے ملا اور یزید کے بارے میں گفتگو کی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ جانشینی طلب نہ کرے کیونکہ اسے حاصل کرنے کے مقابلے میں اسے چھوڑنا بہتر ہے چنانچہ یزید اس مطالبے سے باز رہنے کا ارادہ کر لیا اور دونوں اسی رائے پر متفق ہو گئے پھر جب اس سال زیاد وفات پا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کا معاملہ اٹھایا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی اور اپنے بیٹے کے لئے تمام علاقوں میں پیغام بھیجے اور دیگر صوبوں میں بھی لوگوں نے بیعت کر لی لیکن حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسین بن علی حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے تھے واپسی پر مدینہ سے گزرے تو ان پانچوں سے الگ الگ گفتگو کر کے انہیں ڈرایا دھمکایا سب سے زیادہ سختی سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ گفتگو کی سب سے زیادہ نرمی سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو یہ حضرات منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے یزید کی بیعت کی اور یہ بھی بیٹھے رہے نہ موافقت کی اور نہ مخالفت کی کیونکہ انہیں دھمکی دی گئی تھی چنانچہ تمام علاقوں میں یزید کی بیعت پر اتفاق ہو گیا اور ہر طرف سے وفود یزید سے ملنے لگے ان آنے والوں میں احنف بن قیس بھی تھا انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے گفتگو کرنے کا کہا پھر پوچھا کہ اپنے بھتیجے کو آپ نے کیسا پایا تو انہوں نے کہا اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اگر سچ کہیں تو آپ سے ڈرتے ہیں آپ اس کے دن رات

ظاہر و باطن اور آنے جانے کی جگہوں سے بخوبی واقف ہیں اور جس چیز کا آپ نے ارادہ کیا ہے [illegible] ہیں اور ہم تو سب اس کی سمع و اطاعت کرنے والے ہیں اور آپ کی ذمہ داری امت کی خیر خواہی ہے۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو ان سے اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کرنے کا عہد کیا تھا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو یزید کے واسطے حضرت معاویہ بیعت لینے لگے ان کا گمان تھا کہ یزید اس کا اہل ہے اس کی وجہ سے باپ کی بیٹے سے شدید محبت اور [illegible] اور شہزادوں کی عادات جنگوں کے متعلق واقفیت اور حکومت کا سلیقہ تھا۔ اس ذمہ داری کا انہیں نے [illegible] نظر رکھی اور ان کا گمان تھا کہ کوئی دوسرا بیٹا اس معاملے میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے اپنے بعد امت کے متعلق ڈر ہے کہ وہ ان بکریوں کی طرح منتشر ہو جائیں گے جن کا کوئی چرواہا نہ ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔ سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا [illegible] آپ ہر طرح [illegible] یہاں تک کہ آپ اس بلندی تک پہنچ گئے پھر آپ نے اپنے بیٹے کو مجھ پر ترجیح دی حالانکہ میرا باپ اس کے باپ اور میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے اور میں بھی اس سے بہتر ہوں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کے والد کے احسانات کا تو میں انکار نہیں کر سکتا اور یقیناً تمہارا باپ اس سے بہتر ہے اور آپ کی والدہ قریشیہ تھیں اور اس کی والدہ کلبیہ ہے جو اس سے کم تر ہے رہا تمہارا اس سے بہتر ہونا تو [illegible] سے بھرا ہوا ہو تو پھر بھی یزید [illegible] مجھے زیادہ محبوب ہوگا۔

حضرت معاویہ کے بارے میں یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو ولی عہد اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس کا اہل ہے تو یہ خلافت اس کے لیے پوری فرما اور اگر میں نے اس سے محبت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو یہ کام اس کے لیے پورا نہ فرما۔ عتبی نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے ہم نشینوں سے ایک عورت کے متعلق دریافت کیا کہ کس کی اولاد نجیب ہوتی ہے تو انہوں نے ایک عورت کی تمام صفات بیان کیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ ایسی صفات کی حامل کوئی عورت ہو۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اے امیر المومنین [illegible] ہے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین وہ [illegible] ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کی اور اس سے یزید پیدا ہوا جو نجیب [illegible] تھا پھر انہوں نے ایک اور خاتون کو چاہا نکاح کرے اس سے نکاح کر لیا اس سے جو بچہ [illegible] ہوا [illegible] کرنے والا تھا [illegible] یزید [illegible] بیٹے کو [illegible] اس عورت کا [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا اس کا بیٹا تیرے بیٹے سے [illegible] اگر تم چاہو تو ان کا امتحان بھی کر لو [illegible] بیٹے کو بلا کر کہا امیر المومنین کا ارادہ ہے [illegible] تمہیں کیا چاہیے [illegible] میری درخواست ہے کہ امیر المومنین مجھے [illegible] دیں پھر یزید کو بلا کر اس سے بھی وہی بات کہی تو اس نے [illegible] امیر المومنین مجھے [illegible] حق امیر المومنین کی عمر دراز کرے [illegible] ان کے بعد ان کا ولی عہد [illegible] یہ بات پہنچی ہے [illegible] انصاف کرنے [illegible] عبادت کے [illegible] آپ کی درخواست قبول [illegible] یزید کی فضیلت [illegible] ہوئی۔

علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ [illegible] وفات ہوئی [illegible] انہوں نے حضرت [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے [illegible] وقت [illegible] ان کے [illegible] وفات [illegible]

بادشاہوں کی مانند سفر کئے جا رہے ہیں اور ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے آپ نے ان کی دعا کی پھر سو گئے تو دوبارہ ویسا ہی منظر دیکھا انہوں نے پھر درخواست کی کہ دعا کیجئے کہ میں ان میں سے ہوں آپ نے فرمایا تم تو پہلی جماعت میں شامل ہو چنانچہ پہلی جماعت کی جس نے قبرص کی جنگ کی یہ ان کے ساتھ تھیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں اور دوسری جماعت وہ تھی جس نے ۵۱ھ میں یزید بن معاویہ کی قیادت میں بلاد روم پر یلغار کی تھی اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ اسی جماعت میں سے تھے قسطنطنیہ کے دروازے کے قریب ان کی قبر ہے جیسا کہ ہم ان کی وفات کے بیان میں لکھ چکے ہیں واللہ اعلم اور فتح قبرص کے متعلق تذکرہ کر چکے ہیں۔

آغاز ۵۷ھ

اس سال موسم سرما کے دوران عبداللہ بن قیس سرزمین روم میں رہے۔ واقدی کہتے ہیں اس سال شوال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو امیر بنایا اسی نے اس سال لوگوں کو حج کروایا کہتے ہیں کہ مکہ پر بھی انہی کی حکومت تھی۔ کوفہ کا عامل ضحاک بن قیس تھا بصرہ کا عبیداللہ بن زیاد اور خراسان کا سعید بن عثمان کو مقرر کیا۔ علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں اس سال حضرت عثمان بن حنیف انصاری اوسی جو عباد اور سہل بن حنیف کے بھائی تھے وفات پا گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سواد عراق کے خراج کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ میں نائب بنایا جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آئے تو انہوں نے دارالامارۃ انہیں دینے سے انکار کر دیا تو ان کی داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بال نوچ لئے گئے اور ان کی شکل ہی بگڑ گئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو یہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین میں آپ سے جدا ہوتے وقت بوڑھا تھا اور اب بے ریش ہو کر آپ سے ملاقات ہو رہی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا اس کا مجھے اللہ کے نزدیک اجر ملے گا۔ المسند اور السنن کی کتابوں میں ان سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ایک نابینا آدمی نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ دعا کریں کہ میری بینائی لوٹ آئے چنانچہ دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی امام نسائی نے بھی ان کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ علامہ ابن الجوزی کے علاوہ کسی نے ان کی وفات کی یہ تاریخ بیان نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

آغاز ۵۸ھ

اس سال مالک بن عبداللہ الخثعمی نے ارض روم میں جہاد کیا واقدی کا بیان ہے کہ اس سال یزید بن شجرہ نے سمندر میں جنگ کی اور بعض کا کہنا ہے کہ سمندر میں جہاد عمرو بن یزید الجہنی نے کیا ہے۔ بعض دیگر کا قول ہے کہ عمرو بن یزید نے سرزمین روم میں موسم سرما گزارا ابو معشر اور واقدی کہتے ہیں کہ اس سال ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کروایا اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے "ام الحکم" کے بیٹے عبدالرحمن بن عبداللہ بن عثمان بن ربیعہ ثقفی کو کوفہ کا امیر مقرر کیا۔ ام الحکم حضرت معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔ اور اس سے قبل ضحاک بن قیس کو معزول کر دیا۔ پھر ام الحکم کے بیٹے نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو پولیس کا افسر مقرر کیا انہی کے دور میں خوارج نے بغاوت کی اس وقت ان کا سردار حیان بن ظبیان السلمی تھا۔ چنانچہ ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر بھیجا گیا جس نے ان کا قلع قمع کیا۔ ابن الحکم کی روش اہل کوفہ کے ساتھ اچھی نہیں تھی اس لئے انہوں نے اسے دھتکار کر کوفہ سے نکال دیا۔ اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی صورتحال سے باخبر کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں مصر کا والی بنا دیتا ہوں جو کوفہ سے بہتر ہے چنانچہ یہ مصر چلے تو مصر دو منزل رہ گیا تھا کہ اہل مصر کے قافلے پر معاویہ بن خدیج سے ملاقات ہوئی معاویہ بن خدیج نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہا میری زندگی کی قسم تمہیں یہ بھی پتہ

تھے اور ہمارے ساتھ بھی تمہاری وہی روش ہوئی جو ہمارے بھائی اہل کوفہ کے ساتھ رہی ہے چنانچہ ابن ام الحکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پیچھے سے یا دوم میں معاویہ بن خدیج بھی بصورت وفد دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ام الحکم کی بیٹی ہوئی ہے جو عبدالرحمن کی ماں تھی جسے اہل کوفہ اور اہل مصر نے دھتکار دیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج کو دیکھ کر کہا آ گئے یہ معاویہ بن خدیج ہیں۔ ام الحکم کہنے لگی ان کا آنا مبارک ہو معیدی کے متعلق سنا اس کو دیکھنے سے بہتر ہے معاویہ بن خدیج نے کہا اے ام الحکم ذرا توقف کیجئے تم نے شادی کی تو با عزت نہیں کی تو نے جو لڑکا جنا تو وہ لائق نہیں نکلا اب تو چاہتی ہے کہ تیرا فاسق بیٹا ہمارا والی بنے اور ہمارے ساتھ بھی وہی معاملات کرے جو اس نے ہمارے بھائیوں اہل کوفہ کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ اسے یہ دن نہ دکھائے اگر اس نے یہ کرنا چاہا تو ہم اسے ایسی مار ماریں گے کہ اس کا سر نیچے ہو جائے گا یا اس نے کہا جس سے وہ مطیع ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ بھی معاویہ رضی اللہ عنہ ناراض ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بس بہت ہو گیا۔

ایک حیرت انگیز واقعہ:...... ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں سند کے ساتھ لکھا ہے کہ بنی عذرہ کے ایک نوجوان کا ابن ام الحکم کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ بنی عذرہ کا ایک نوجوان آ کر سامنے کھڑا ہوا اور اشعار سنانے لگا جن میں وہ اپنی بیوی سعاد کی محبت کا اظہار کر رہا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے قریب بلا کر اس کا قصہ پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی میں اونٹ اور بکریوں کا مالک تھا میں نے وہ سارا مال اس پر لٹا دیا جب میرا مال نہ رہا تو یہ سب لگا تو اس کے باپ نے مجھ سے کنارہ کشی کر کے کوفہ کے والی سے میری شکایت کر دی اور کوفہ کے گورنر کو میری بیوی کی خوبصورتی کی اطلاع مل چکی تھی میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور میرے اوپر جبر کرنے لگا کہ میں اسے طلاق دے دوں چنانچہ مجبوراً میں نے اسے طلاق دے دی عدت ختم ہوتے ہی آپ کے گورنر نے دس ہزار درہم دے کر اس سے شادی کر لی اے امیر المومنین میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ فریاد رس ہیں میں مظلوم ہوں مددگار ہیں مجھے اس غم سے نجات دلا سکتے ہیں پھر وہ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگا (ترجمہ) میرے دل میں آگ لگی ہے اور اس میں چنگاریاں ہیں میرا انگ انگ درد سے چکنا چور ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں میری آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں۔ تدبیریں رک گئی ہیں عاشق کی حالت حیرت ناک ہے جس سے طبیب بھی حیران ہے میں نے جو کچھ برداشت کیا۔ کیا اب مزید میری کوئی گنجائش نہیں رہی۔ یہ رات میرے لئے رات نہیں ہوتی اور دن میرے لئے دن نہیں ہوتا۔

یہ سن کر حضرت معاویہ کو اس پر رحم آیا چنانچہ انہوں نے ابن ام الحکم کو خط لکھا جس میں اسے سخت سست کہا تھا اور ایک شعر بھی لکھا تھا کہ اس بیچاری کو اسے طلاق دو جب خط پہنچا تو اس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ امیر المومنین مجھے اس عورت کو ایک سال تک رہنے دیں پھر مجھے تلوار کے حوالے کر دیں پھر وہ اس کی طلاق کے متعلق غور کرنے لگا لیکن اس کا دل نہیں مان رہا تھا اور جب خط لے کر آنے والے نے طلاق کی ترغیب دی تو بالآخر اس نے اسے طلاق دے دی اور وفد کے ہمراہ اسے حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا جب وہ ان کے سامنے کھڑی ہوئی تو دیکھا کہ وہ عورت تھی فصیح اللسان اور شیریں کلام تھی خوبصورتی اور حسن میں بھی اس کا مثل نہ تھا معاویہ نے اس کے چچا کے بیٹے سے کہا اے اعرابی کیا اس کو ایک سو اونٹوں کے بدلے چھوڑ سکتے ہو اس نے کہا ہاں جب تک میرا سر اور جسم علیحدہ نہ ہو پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا۔

ترجمہ:...... مجھے ضرب المثل اور اس شخص کی طرح نہ کر دیجئے جو گرمی سے بچنے کے لئے آگ کی پناہ چاہتا ہے غم زدہ اور پریشان شخص کو اس کی سعاد واپس دلا دیجئے اس کی یاد میں صبح و شام کرتا ہے ایسا شخص جس کا اضطراب جاری ہے جس کی کوئی مثال نہیں اور اس کا دل غضب ناک ہوا ہے خدا کی قسم میں اس کی محبت کو بھلا نہیں سکتا جب تک میں اپنی قبر میں پتھروں کے نیچے چلا جاؤں میں کیسے مطمئن ہو سکتا ہے جب کہ دل اس کا دیوانہ ہے اور اب سعاد کے بغیر مجھے صبر نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس عورت کو اختیار دیتے ہیں وہ جسے چاہے پسند کر لے اس نے جب انتخاب کرنا چاہا تو اس عورت نے یہ شعر کہے۔

ترجمہ: [illegible] پس اس شخص کا حق کم ہو رہا ہے اور [illegible] کے پاس [illegible] کی ہے لیکن مجھے اپنے والد پر [illegible] اور [illegible] یہ عجیب ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے لئے ایک ہزار دینار اور [illegible] اور پھلوں کا [illegible] جیسا کہ اس کی عادت تھی [illegible] کا [illegible] اور [illegible] اس شخص کے حوالے کر دیں۔

ہم نے یہاں بہت سے طویل اشعار حذف کر دیے ہیں۔ اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور خوارج کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں جن میں بہت سے خوارج قتل ہوئے [illegible] اور [illegible] خوارج کے معاملے میں [illegible] ہوتا تھا۔

اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ: حضرت سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی ان کے والد معرکہ بدر میں حالت کفر میں قتل ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پائی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر نو سال کی تھی اور حضرت سعید [illegible] میں سے تھے ان کے علاوہ [illegible] قریش کے سردار تھے [illegible] کہا جاتا تھا کیونکہ جب وہ عمامہ باندھتے تو کوئی دوسرا اس کی تعظیم کی خاطر عمامہ نہیں باندھتا تھا۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ [illegible] ان کی زبان رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے [illegible] تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان نے مصحف لکھنے والوں میں شامل کیا [illegible] حضرات میں شامل تھے جو قرآن لکھتے [illegible] تھے [illegible] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ [illegible] تھے۔ کوفہ سے ولید بن عقبہ کو معزول کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں والی کوفہ مقرر کیا انہوں نے طبرستان و جرجان کو فتح کیا جب آذربائیجان کے لوگوں نے بغاوت کی تو انہوں نے اس بغاوت کو فرو کر کے [illegible] فتح [illegible] پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ [illegible] جھگڑوں سے کنارہ کش ہو گئے اور جنگ جمل و صفین میں شریک نہیں ہوئے پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہو گئی تو [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں [illegible] حضرت سعید بن العاص [illegible]

انہوں نے [illegible] قبول کر لیا [illegible] دیا [illegible] انہیں [illegible] مروان [illegible] جب [illegible] کیا سعید بن العاص حضرت علی [illegible] شان میں [illegible] گوئی نہیں کرتے تھے جبکہ مروان انہیں گالیاں دیا کرتے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے [illegible] روایت کی ہے جبکہ ان سے ان کے دونوں بیٹے عمرو [illegible] سعید [illegible] اور حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [illegible] روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم [illegible] کتب ستہ [illegible] میں ان کی کوئی روایت [illegible] بہت [illegible] سخی [illegible] کپڑے [illegible] اور ان کے [illegible] ضرورت مند [illegible] سامنے رکھ دیتے تھے۔

[illegible] ان کا ایک گھر تھا جو بعد میں [illegible] کے مقامات میں [illegible] کے نام سے مشہور [illegible] سے [illegible] ہوئے [illegible] ان کی [illegible] بیان کی [illegible] کے [illegible] روایت [illegible] سے عبد اللہ [illegible] بیان کی [illegible] ہوئے [illegible] فرمایا [illegible] روایت میں [illegible] ایک آدمی نے [illegible] عمرو بن [illegible] روایت [illegible] سعید بن العاص [illegible] کے واسطے سے [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے [illegible] رسول اللہ ﷺ نے

پایا۔ کہ کہتے ہیں کہ قریش سے نہ زمانی ہے کہ جو پلاد ریحرب۔ کہ سب سے معزز آدمی ہوں گے اور اسی کی آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نوجوان یعنی سعید بن عاص کو دیکھا اس وقت تک کرے تمہارے لئے کچھ دن کو سعید پہنچ جائے گا۔

فرزدق کا یہ شعر ان کے بارے میں ہے۔

ترجمہ: جب زمانہ کی فضیلیں گھستیں ہوتی ہیں تو قریش کے غیاظ اور نیکی لوگوں کو تو سعید کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھے گا گویا وہ چاند کو دیکھ رہے ہیں۔

علامہ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا پھر انہوں نے معزول کر کے سعید بن العاص کو گورنر بنایا پھر انہیں بھی معزول کر کے ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کیا پھر ولید کو بھی معزول کر کے دوبارہ سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر بنایا ایک مدت تک آپ کوفہ میں رہے لیکن ان کی امارت کی وہاں تعریفیں نہیں ہوئیں اور اہل کوفہ ان سے خوش نہیں تھے چنانچہ مالک بن حارث یعنی اشتر نخعی ایک وفد لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں آیا اور سعید کی معزولی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول نہیں کیا سعید مدینہ ہی میں تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دوبارہ روانہ کیا مگر اشتر نخعی ان سے پہلے پہنچا اور لوگوں کو خطاب کر کے ان کو ان کے خلاف کر دیا۔ سعید کو واپس نہ ہونے دیا۔ سعید اس کام کے لئے اشتر ایک فوج لے کر نکلا کہا جاتا ہے کہ العذیب کے مقام پر ملاقات ہوئی اور سعید واپس مدینہ آ گئے تھے۔ عراق والوں نے مدینہ پیغام بھیجا اور اشتر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کی طرح امیر بنایا اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مال گزاری کا نگران بنایا اہل کوفہ نے اس کی موافقت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے برقرار رکھا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا لیکن یہ پہلی کمزوری تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئی اس کے بعد سعید مدینہ میں مقیم رہے حتیٰ کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کے وقت ان کے گھر میں تھے پھر جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے لیکن حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات سے جدا ہو گئے اور طائف میں مقیم رہے حتیٰ کہ یہ تمام جنگیں ختم ہو گئیں۔

پھر ۴۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مروان بن حکم کو معزول کر کے انہیں گورنر بنایا۔ سات سال تک گورنر رہے۔ پھر مروان کو مقرر کر کے بھیج دیا۔ عبدالملک بن عمیر قبیصہ بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے زیاد نے ایک کام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کے بعد یہ معاملہ کس کے ہاتھ میں ہوگا؟ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ ایک جماعت کے ہاتھ میں ہوگا یا تو قریش کے سخی سعید بن العاص یا قریش کے ایک نوجوان عبداللہ بن عامر یا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سردار اور نرمی والے ہیں یا کتاب اللہ کے قاری فقیہ مروان بن حکم کے ہاتھ میں امارت ہوگی یا ایک فقیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن زبیر ہوں گے جو دشمنوں کی شدت کے ساتھ شریعت کے پابند ہیں اور لومڑی کی طرح دشمنوں کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعید بن العاص نے ایک شخص سے پانی مانگا اس نے انہیں پانی پلایا پھر کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے گھر کو بیچ رہا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ وہ اپنا گھر کیوں بیچ رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس پر چار ہزار قرض ہے تو انہوں نے قرض خواہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور گھر والے کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنا گھر فروخت مت کرو اور آرام سے اسی میں رہو۔

ان کے مصاحبین قریش میں سے ایک مفلس ہو گیا اور لوگوں نے ان کے پاس آ کر کہا اس کی بیوی نے اس سے کہا امیر سخاوت میں مشہور ہے کہ تم اپنا حال ان سے بتاؤ تو ہو سکتا ہے وہ تمہیں کچھ دے اس نے کہا تیرا برا ہو مجھ پر اس کا داغ لگ جائے گا جب بیوی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ آ کر مجلس میں بیٹھ گیا سب لوگ چلے گئے لیکن وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا سعید نے کہا میرا خیال ہے تم کسی ضرورت سے بیٹھے ہوئے ہو اس نے کوئی جواب نہیں دیا سعید نے اپنے غلاموں کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا جب وہ چلے گئے تو اس سے کہا اب کہو تمہارے اور میرے علاوہ کوئی شخص

مر جاؤ گی سب بتا دو، پھر بھی تم سوتی رہو، پھر سعید نے چراغ بجھا دیا اور کہا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، اب تو مجھے بھی نیند نہیں، دیکھو یہ جواب نہیں، بس اب بتاؤ اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے میں لا آدمی ہوں احتیاج نے تنگ کر دیا ہے میں نے کہنا چاہا تو مجھے شرم دامن گیر ہوئی، سعید نے کہا تم میرے وکیل سے مل لینا صبح وہ شخص وکیل سے ملا تو وکیل نے کہا امیر نے تمہارے لئے کچھ سامان کا حکم دیا ہے اٹھانے کے لئے کوئی آدمی لاؤ، آپ نے کہا اٹھانے والا تو میرے پاس کوئی نہیں، پھر وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا تو نے مجھے ایسے کام کرنے پر مجبور کیا ہے جس میں مجھے امیر کے سامنے رسوا ہونا پڑا اس نے کوئی اور چیز دینے کا حکم دیا ہے جس کا اٹھانے والا کوئی نہیں میرا خیال ہے کہ اس لئے آٹا، غلہ، بیج وغیرہ ہوگا اور ہماری تو صرف یہی ضرورت تھی۔ چنانچہ عورت نے کہا جو کچھ بھی ہو امیر ملے وہ تمہارا ہے لہٰذا اسے لے لو چنانچہ وہ شخص وکیل کے پاس واپس آیا تو وکیل نے کہا میں نے امیر کو اطلاع دی کہ ان کے پاس کوئی مزدور نہیں تو اس نے تین سو سیاہ فام غلاموں کو تمہارے سامان اٹھانے کے لئے بھیجا ہے وہ شخص چلا گیا جب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہر غلام کے سر پر دس ہزار درہم ہیں، اس نے غلاموں سے کہا تم سامان رکھو اور چلے جاؤ تو وہ کہنے لگے امیر نے ہمیں بھی تجھے دیا ہے کیونکہ وہ جب کسی کے پاس ہدیہ بھیجتا ہے تو سامان کو اٹھانے والا بھی اس ہدیہ کا ایک حصہ ہوتا ہے چنانچہ اس شخص کی حالت کافی بہتر ہو گئی۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ یزید بن ابی سفیان نے سعید بن العاص کے پاس بعد ایک سوال لکھ بھیجا کہ وہ اپنی صاحبزادی ام عثمان کے بارے میں جو آمنہ بنت جریر بن عبداللہ بجلی کے بطن سے تھی زیاد کا پیغام نکاح قبول کرے، جب یہ سوال یہ خط پہنچا تو اس نے اس سوال کو اپنے معنوں میں تشبیہ کر دیا اور خط کا لطیف انداز میں جواب دیا لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ کہ ہرگز نہیں بیشک جب انسان اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے تو وہ خود سری کرنے لگتا ہے والسلام۔

ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پیغام نکاح بھیجا جس میں خود طلب کر سکتا ہے بعد میں ان سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے ذلت پسند نہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو قبول کر لیا تو لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا، بہرحال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنا گھر تیار کیا اور بلایا بھائی اور وقت بھی مقرر کر دیا اور اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کو نکاح کرانے کا حکم دیا، اور سعید نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دیئے دوسری روایت میں ہے کہ دو لاکھ بھیج دیئے تھے سعید کے ساتھی ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن اس نے کہا کہ میں اپنی والدہ حضرت فاطمہ کے گھر سے ناپسندیدہ بات کو پسند نہیں کرتا چنانچہ اس نے شادی چھوڑ دی تمام مال ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس رہ گیا، اور سعید اس کی بن حماد نے بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی نے سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے اسے پانچ سو درہم دینے کا حکم دیا۔ غلام نے کہا پانچ سو درہم یا دینار؟ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو پانچ سو درہم کہے تھے لیکن تیرا خیال دینار کی طرف گیا تو اب دینار ہی دے دو وہ دیہاتی ان دیناروں کو لے کر رونے لگا سعید نے کہا کیا تمہیں تمہارا حق نہیں ملا؟ اس نے کہا ہاں، تم نے کیا سوچا ہے لیکن زمین مجھے کیسے کھا جائے گی آپ جیسے انسان کو کیسے کھا لے گی۔ عبدالحمید بن جعفر کہتے ہیں کہ ایک شخص دیہات کی طرف سے دیت کے سلسلے میں اہل مدینہ سے مدد مانگنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ یا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ شخص مسجد کی طرف گیا سامنے سے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آ رہے تھے لوگوں سے اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا یہ سعید بن العاص ہیں وہ جا کر ان سے ملا اور اپنی سرگزشت سنائی وہ ان سے سمجھ گئے بغیر گھر واپس آ گئے اور اس شخص سے کہا کوئی مزدور لے آؤ اس نے کہا میں نے آپ سے مال مانگا ہے کھجور نہیں، کہا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کوئی اٹھانے والا لے آؤ چنانچہ اسے چالیس ہزار درہم دے دیئے وہ شخص یہ مال اٹھا کر چلا گیا کسی اور سے کچھ نہیں مانگا۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! اگر بھلائی نیکی کی ابتداء تم سے ہو پھر بھی اللہ کی رضا کے خاطر بھلائی کرتا رہ کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس کا خون اس کے چہرے پر نظر آ رہا ہو اس کے دل میں یہ خوف ہو کہ رد کر دیا جائے گا تو اگر اپنا سارا مال دے دو پھر بھی تو نے اس کا حق ادا نہیں کیا سعید کا قول ہے کہ میرے ہمنشین کے میرے اوپر تین حق ہیں کہ آئے تو میرے قریب ہو اس میں جگہ بنا دوں بیٹھے تو اس کے لئے مجلس میں کشادگی پیدا کر دوں اگر بات کرے تو اس کی بات غور سے سنوں یا ہے

بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے شریف انسان کا مذاق مت اڑانا کیونکہ وہ تجھ سے بغض رکھے گا اور کمینے سے مذاق مت کرنا کیونکہ اس کے نزدیک تیرا رعب ختم ہو جائے گا دوسری روایت ہے۔ چونکہ وہ تیرے خلاف جری ہوگا۔

ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی رزق عطا فرمایا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ سعادت مند ہو اسے دو میں سے ایک آدمی کے لئے چھوڑ کر جائے گا یا تو وہ شخص نیک ہوگا تو وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرے گا وہ تو محروم ہوگا یعنی کہ نیک آدمی کے پاس کسی چیز کی قلت نہیں ہوتی یا وہ شخص بدکار ہوگا تو اس کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

اصمعی کہتا ہے کہ ابو عثمان نے جو حکمت کی باتیں جمع کی ہیں اصمعی رضی اللہ عنہ حکیم بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو جگہوں میں اپنی نرمی اور دلیری پر شرم محسوس نہیں کرتا ایک بیوقوف اور جاہل کو خطاب کرتے وقت دوسرے اپنی ضرورت کا سوال کرتے وقت۔

ایک روز وفد کی عیادت کے موقع پر ایک عابدہ عورت ان کے پاس آئی انہوں نے اس کی عزت افزائی کی تو اس عورت نے کہا تم جان چکے ہو کہ کسی ضرورت کے لئے کسی کمینے کے پاس نہ لے جائے آپ کے احسانات کو بیحد شکریہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کسی شریف سے کوئی نعمت کو زائل کر دیتا ہے تو مجھے اس کی حالت کے لوٹانے کا سبب بنا دیتا ہے ان کے بیٹے بیٹیاں تھیں ان کی ایک بیوی عثمان بن ابی العاص کی بیٹی اور مروان بن الحکم کی بہن بھی۔ سعید رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا میرے بعد میرے اصحاب کو میری کمی محسوس نہ ہونے دینا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو میں ان کے ساتھ کیا کرتا تھا وہی چیزیں جو میں انہیں دیا کرتا تھا اور صلہ کی تکلیف سے بچ جاتے ہیں۔ جب انسان اپنی ضرورت طلب کرتا ہے تو اس کی رگیں کانپتی ہیں اور لوٹ جانے کے خوف سے اس کی رگیں پھڑک رہی ہوتی ہیں خدا کی قسم اگر کوئی بستر پر کروٹیں بدلتا تمہیں اپنی ضرورت کا حاجت روا سمجھتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو اس کا احسان ہے اس چیز کے عوض سے جو تم دیتے ہو انہوں نے اپنی بیٹیاں ان میں سے ایک بیٹی کی شادی کی اور وصیتیں کیں تمہیں پورا کیا تھا اپنے بعد اپنی بیٹیوں کی شادی ہمسروں سے کرنا اور بچے سب سے بڑے کو اپنا سردار بنانا ان سب باتوں کی ذمہ داری ان کے بڑے بیٹے سعید نے نبھانا شروع کر دی۔

وفات کے بعد انہیں مقبرہ بقیع میں دفن کیا گیا اس کے بعد حضرت عمرو بن سعید حضرت معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ان سے تعزیت کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بہت غمگین ہوئے پھر پوچھا ان پر قرض ہے عمرو نے کہا ہاں۔ پوچھا کتنا قرض ہے؟ عمرو نے کہا تین لاکھ درہم ہے ایک روایت میں تین کروڑ درہم کا بیان ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کا قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اے امیر المومنین انہوں نے مجھے قرض ادا کرنے کی وصیت کی ہے وہ اپنی زمینوں کی قیمت سے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دین کی مقدار کے بقدر ان سے زمین خریدی عمرو نے ان سے اس کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ گئے عمرو نے اپنے باپ کے تمام قرضے چکا دیئے جن قرضوں میں ایک وہ تھا جو ایک نوجوان کا تھا وہ چمڑے کا ایک ٹکڑا لے کر آیا جس پر بیس ہزار درہم کی رقم درج تھی عمرو نے اسے کہا تیری رقم کا میرے والد پر تجھ سے استحقاق کیسے ہو گیا اس نے جواب دیا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ایک روز کہیں جا رہے تھے میں راستے میں ان کے ساتھ ہو گیا جب وہ گھر پہنچے تو فرمایا کیا ایک چمڑے کا ٹکڑا لے آؤ گے چنانچہ میں ٹکڑا لے آیا اور انہوں نے اس پر یہ رقم لکھ دی اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ آج میرے پاس کچھ نہیں ہے چنانچہ عمرو نے وہ رقم بلکہ کچھ زیادہ اسے دیدی۔ روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے کہا جو شخص تجھ جیسا بیٹا چھوڑ جائے تو گویا وہ مرا ہی نہیں اللہ تعالیٰ حضرت ابو عثمان پر رحم کرے۔ پھر فرمایا کہ اب اس شخص کا انتقال ہو گیا جو مجھ سے بڑا بھی تھا اور چھوٹا بھی پھر یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ: ... جب آدمی کے ہم عمر ساتھی اسے تنہا چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ بھی جانے ہی والا ہے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سال یعنی ۵۷ھ میں ہوئی ایک قول ۵۸ھ ہے اور دوسرا قول ۵۹ھ کا بھی ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ عبداللہ بن عامر سے ایک ہفتہ قبل وفات پا گئے تھے۔

حضرت شداد بن اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ: ابن المنذر بن حرام انصاری خزرجی ابو یعلیٰ ہیں جو مشہور صحابی ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔ ابن مندہ نے محمد بن سعد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ابن عبدہ نے کہا ہے کہ علم سے نوازے جانے میں اور عبادت میں بڑے مقام پر فائز تھے جب بستر پر جاتے تو کروٹیں بدلتے رہتے نیند نہ آتی تب بیٹھ جاتے اور فرماتے اے اللہ جہنم کی آگ کے خوف نے مجھے مضطرب کر دیا ہے پھر کھڑے ہو کر صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں علم اور حلم عطا کیا گیا وہ فلسطین اور بیت المقدس میں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۵۸ھ میں شام میں وفات پائی بعض حضرات کا قول ہے انہوں نے ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض دیگر نے کہا ہے کہ ۶۴ سال کی عمر پائی۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ: ابن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ کے پاس انہیں لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے مشابہ ہے اور آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا وہ جہاں بھی زمین کھودتے پانی نکل آتا وہ بڑے سخی اور بہادر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں بصرہ کا گورنر بنایا پھر حضرت عثمان بن ابی العاص کے بعد فارس کا گورنر بنایا اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی انہوں نے مرو تک خراسان فتح کیا اور وہاں سے شکرانے کے طور پر احرام باندھ کر حج کیا اہل مدینہ میں اموال تقسیم کئے بصرہ میں سب سے پہلے انہوں نے حوض بنائے اور پانی سے سیراب کیا۔ عرفات میں سب سے پہلے انہوں نے ایک حوض بنوایا جس میں پانی بہتا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہ بصرہ کی گورنری پر رہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو بیت المال لے کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں بھی شامل ہوئے۔ جنگ صفین میں ان کی شرکت ثابت نہیں ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے بعد انہیں بصرہ کا دوبارہ گورنر بنایا تھا اس سال مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور عرفات میں دفن ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے اور کتابوں میں ان کی کوئی وضاحت نہیں مصعب بن زبیر نے اپنے والد سے انہوں نے عبداللہ بن عامر سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ہند کا نکاح ان سے کر دیا وہ بڑی خوبصورت تھیں وہ ان سے محبت کرتی تھیں اور خود ان کی خدمت کیا کرتی تھیں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک دن آئینہ میں دیکھا تو اپنی داڑھی میں سفید بال نظر آئے اور بیوی کے چہرے کی خوبصورتی دیکھی تو انہیں طلاق دے دی۔ اور ان کے والد کو پیغام بھیجا کہ ان کی ایسے نوجوان سے شادی کر دو جس کا چہرہ ان کے چہرے کی طرح چمکدار ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ: زبیر بن بکار کہتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور خوش طبع تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے دونوں کی والدہ ام رومان تھیں جنگ بدر کے دن مشرکین کی طرف سے شریک تھے اور مبارز طلب کیا تو اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے قتل کے ارادے سے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی ذات سے ہمیں نفع پہنچاؤ پھر مشرکین کے ساتھ گرفتار ہوئے اور صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے اور فتح مکہ سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آئے رسول اللہ ﷺ سے آٹھ احادیث روایت فرمائیں جن میں سے تین صحیحین میں ہیں۔

جس دن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے سینے پر سہارا دیے ہوئے بٹھایا ہوا تھا حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ایک تر مسواک تھی آپ ﷺ اس کی طرف دیکھنے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر چبا کر نرم کیا اور صاف کر کے رسول اللہ ﷺ کو دیا آپ نے اس سے اچھی طرح مسواک کیا اور فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ اور پھر روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے لعاب دہن کو

کو منع کیا اور آپ ﷺ نے میرے بیٹے کا مہار لکھے بغیر سے مجھے منع کیا پس میری بیوی کی سنت نے انتقال فرما گئے جن بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ آیت نازل کی گئی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شریک تھے انہوں نے سات آدمیوں کو قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کے دوست محکم بن طفیل جس نے ہاتھ سے قتل ہوا محکم دیوار کی ایک شگاف میں کھڑا تھا حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا جس سے وہ گر گیا اور مسلمان اس شگاف سے قلعہ میں داخل ہو کر مسیلمہ کذاب تک پہنچ گئے اور اسے قتل کر دیا اور فتح شام میں بھی شریک تھے مسلمانوں میں ایک باعزت و صاحب عظمت شخص تھے شامی عربوں نے بادشاہ جودی کی بیٹی لیلیٰ انہیں بطور انعام دی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دی انہیں بیوی کی حیثیت سے جیسا کہ آگے بیان ہوگا عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری سے اور وہ زہری سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر جو نہایت ہی سچے انسان تھے فرمایا کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت کا حکم دیا تو انہوں نے مروان سے کہا کہ تم لوگوں نے اس کی خلافت ہرقلی اور کسریٰ کی بادشاہت کی طرح بنا دیا مروان کہنے لگا یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

والذی قال لوالدیه اف لکما اتعداننی ان اخرج الخ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے بارے میں قرآن میں کوئی چیز نازل نہیں کی گئی البتہ میری براءت میں آیت نازل ہوئی ہم نے یہ روایت میں بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کے جملہ پر اعتراض کیا اور مروان پر مشتمل ایک پیغام بھیجا ان کو ایک قصہ میں ان کی والد اور دادا کی مذمت کی گئی تھی لیکن یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صحیح نہیں ہے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز زہری نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا کے حوالے سے بیان کیا۔ کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے ایک لاکھ درہم روانہ کئے تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے درہم واپس کر دیے اور لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا وہ خیال ہے کہ میں اپنا دین دنیا کے بدلے فروخت کر دوں پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہیں انتقال فرمایا۔

ابو مصعب نے مالک سے اور انہوں نے یحییٰ بن سعید سے یہ قصہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی جانب سے کئی غلام آزاد کر دیے اور امام ثوری نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے قاسم سے روایت کی ہے کہ ان کی وفات "حبشی" مقام پر ہوئی جو مکہ سے چھ میل اور دوسری روایت کے مطابق دس میل کے فاصلے پر ہے پھر وہاں سے لا کر انہیں بالائی مکہ میں دفن کیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مکہ گئیں تو ان کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا خدا کی قسم اگر میں تمہاری وفات پر موجود ہوتی تو ضرور تم پر روتی اور وفات پانے والی جگہ سے آپ کو منتقل نہ کرتی پھر انہوں نے متمم بن نویرہ کے اشعار جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے بارے میں کہے تھے پڑھے۔

ترجمہ: ...... ہم ایک عرصہ تک "جذیمہ" کے دو ندیموں کے مانند ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ کبھی الگ نہیں ہوں گے لیکن جب ہم جدا ہوئے تو ایسا لگا کہ گویا ایک رات بھی ساتھ نہیں گزاری امام ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کی ہے

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک مرتبہ ایک خیمہ نصب دیکھا جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت لگوایا تھا تو اسے گرا دینے کا حکم دیا کہ اسے صرف ان کا عمل سایہ کرے گا۔ بہت سے مورخین کے نزدیک ان کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔ یہ قول واقدی اور ان کے کاتب محمد بن سعد ابو عبید اور دیگر اصحاب سیر و مغازی کا ہے بعض دیگر کا کہنا ہے کہ انہوں نے ۵۵ھ میں وفات پائی واللہ اعلم۔

لیلیٰ بنت الجودی کا واقعہ ...... زبیر بن بکار کا کہنا ہے کہ مجھے محمد بن ضحاک حزامی نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بغرض تجارت ملک شام آئے تو انہوں نے لیلیٰ بنت الجودی نامی ایک عورت کو ایک فرش پر جلوہ افروز دیکھا اس کے اردگرد اس کی لونڈیاں تھیں تو یہ عورت انہیں پسند آئی ساتھ عشق کرنے لگا جب ملک شام میں دیکھا تھا تو اس کے بارے میں یہ

اشعار ہیں۔

مجھے لیلیٰ کی یاد آئی حالانکہ مقام سماوہ اس سے دور ہے مجھے اور جودی کی بیٹی لیلیٰ کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے دل میں الجھن رہتی ہے۔ وہ ایک عورت ہے جو بصریٰ میں مقیم ہے یا جابیہ میں اتری ہوئی ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں شاید جب آئندہ سال لوگ حج کے لئے آئیں تو اس سے ملاقات ہو سکے۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج شام بھیجی اور یہ سال ہوا تو جودی کی لڑکی لیلیٰ بنت جودی لونڈیوں میں گرفتار ہو کر آئی تو امیر لشکر نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو دے دی چنانچہ وہ گرفتار ہو کر آئی تو وہ اس سے بے پناہ محبت کرنے لگے اور اسے اپنی دوسری بیویوں پر ترجیح دینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اس پر تنبیہ کی تو انہوں نے جواب دیا قسم بخدا اس کے ہونٹوں سے انار کے دانے چوستا ہوں۔ پھر اسے درد لاحق ہوا جس سے اس کا منہ خراب ہو گیا تو اب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس سے اعراض کرنے لگے حتیٰ کہ اس عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عبدالرحمن! تو نے لیلیٰ کی محبت میں بھی افراط سے کام لیا اور اب نفرت میں بھی زیادتی کر رہے ہو یا تو اس کے ساتھ انصاف کرو یا اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیج دو۔

الزبیری کا کہنا ہے کہ مجھے عبدالرحمن بن مغیرہ نے عبدالرحمن بن ابی الزناد کے حوالے سے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دمشق کی فتح کے وقت لیلیٰ بنت جودی کو عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بطور انعام دے دیا۔ جودی دمشق کے بادشاہ کی بیٹی تھی یعنی دمشق کے مضافات کے عربوں کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: قرشی ہاشمی۔ یہ بھائی عبداللہ بن عباس سے ایک سال چھوٹے تھے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد تھے ان کی والدہ کا نام ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ ہے۔ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سخی اور خوبصورت تھے خوبصورتی میں اپنے والد کے مشابہ تھے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ، عبیداللہ اور کثیر بن عباس اور دیگر بچوں کو ایک صف میں کھڑا کر کے فرماتے کہ جو جلدی مجھ تک پہنچے گا اسے یہ انعام ملے گا چنانچہ یہ سب دوڑتے اور آپ کے سینہ مبارک پر گرتے اور آپ انہیں پکڑ کر بوسہ دیتے اور چمٹا لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا۔ ۳۶ھ اور ۳۷ھ میں انہوں نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۳۸ھ میں ان کا اور یزید بن شجرہ رہاوی کے درمیان اختلاف ہوا جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر حج مقرر کیا تھا تو شیبہ بن عثمان حجبی کی امارت پر صلح ہوئی اور اسی سال انہی نے حج کروایا۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مستقل خلیفہ بنے تو بسر بن ابی ارطاۃ نے حضرت عبیداللہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا اور یمن میں بہت سے واقعات پیش آئے جن میں سے بعض بیان ہو چکے ہیں۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آتے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ پر علم کی سخاوت کرتے اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کھانے کی سخاوت کرتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ ایک بار وہ ایک سفر میں اپنے غلام کے ساتھ تھے ایک بدو کے مکان میں اترے بدو نے ان کا اعزاز و اکرام کیا جب اس نے ان کی شکل و صورت اور حسن سے متاثر ہو کر اپنی بیوی سے کہا تیرا ناس ہو تمہارے پاس اس مہمان کے لئے کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں صرف ایک بکری ہے جس سے تمہاری بیٹی کی زندگی ہے بدو نے کہا ضروری ہے کہ اسے ذبح کروں۔ چنانچہ اس نے چھری اٹھا کر بکری کو ذبح کرنے لگا اور اپنی حالت پر افسوس کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگا۔

ترجمہ:۔ اے میری بیٹی بکری کا گوشت جلدی کھا لو کیونکہ اسے ذبح کرنے کی جلدی میں چھری میرے ہاتھ سے نکل سکتی۔

اس کے بعد اس نے کھانا تیار کر کے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام کے سامنے رکھا پھر دونوں نے کھانا کھایا حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے بکری کے متعلق شعر اور بدو کی گفتگو سن لی تھی چنانچہ جب جانے لگے تو اپنے غلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے اس نے کہا پانچ سو دینار بچ گئے ہیں انہوں نے کہا وہ سب اس اعرابی کو دے دو غلام نے کہا سبحان اللہ آپ اس کو پانچ سو دینار دے رہے ہیں حالانکہ اس کی بکری

دوسری بکری ذبح کی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا اس کا دودھ تم سے زیادہ تھی۔ یہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ دودھ سے آپ نے دیا اور اس نے بکرا ہی بھونا اور بچے پر فوقیت دی جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو انہوں نے فرمایا عجیب شغل سے ان کا جلد آئی تھ کے لئے ہے کہ قریب ہے خدا ان میں پیدا ہوا ہے اور قرآن کے بعد ان کے طے کئے ہیں۔

خلیفہ بن خیاط کا کہنا ہے کہ انہوں نے ۵۸ھ میں وفات پائی اور بعض دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے ہیں۔ وہیب اور ابن سلام کا بیان ہے کہ ۶۸ھ میں انتقال فرمایا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶۲ھ میں فوت ہوئے تھے ایک قول یہ ہے کہ وہ [illegible] میں شہادت ہوئے ان سے ایک حدیث مروی ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا ہے ان سے یحییٰ بن اسحاق نے ان سے سلیمان بن یسار نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "غمیصاء" یا فرمایا "رمیصاء" اپنے شوہر کی شکایت کرنے آئی کہ وہ عورت کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں اس کا شوہر بھی آ گیا اس نے کہا یا رسول اللہ یہ جھوٹ بول رہی ہے اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے اس نے [illegible] تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کوئی دوسرا شخص تمہارے شہد کو چکھ نہ لے (جیسا کہ تم سے پہلے شوہر نے) اس حدیث کو امام نسائی نے بھی [illegible] ہشیم کی سند سے روایت کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں اور سب سے محبوب بیوی تھیں سات آسمانوں سے ان کی برأت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے والد سے بھی۔ ان کی والدہ ام رومان بنت عامر بن عویمر کنانیہ تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ کہی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر ان کی کنیت عبداللہ رکھی تھی۔

بعض دیگر کا کہنا ہے کہ ان کے بطن سے رسول اللہ ﷺ کا ایک ناتمام بچے کا اسقاط ہوا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں کیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کے بستر لحاف میں آپ ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی یہی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکہ میں ان سے نکاح ہوا تھا خواب میں دو دفعہ فرشتہ ریشمی کپڑے پر ان کی تصویر لے کر آیا اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں جب اسے کھولا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ منجانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ضرور پورا ہو کر رہے گا چنانچہ آپ نے ان کے والد کو پیغام نکاح دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا؟ آپ کے لئے جائز ہے کیا میں آپ کا بھائی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں میرے دینی بھائی ہو لیکن آپ میرے اسلامی بھائی ہیں مجھے جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ حضور کے ہاں رخصت ہو گئیں یہ بحث ہم سیرت کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں یہ ہجرت سے دو سال پہلے کی بات ہے ایک قول کے مطابق تین سال پہلے کا واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی ہجرت کے دو سال بعد حضور ﷺ انہیں اپنے گھر لائے جنگ بدر کے وقت ان کی عمر نو برس کی تھی رسول اللہ ﷺ ان سے بہت محبت کرتے تھے جب اہل افک نے آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو غیرت خداوندی کو جوش آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت میں قرآن نازل فرمایا جو رہتی دنیا تک کے ساتھ ان آیات کی تلاوت ہوتی رہے گی ہم اس سے قبل یہ بحث مفصل بیان کر چکے ہیں اور غزوہ مریسیع کے بیان میں ان آیات اور احادیث کی شرح گزر چکی ہے اور تفسیر کی کتاب میں بھی کافی حد تک تفصیل سے گفتگو کی ہے فلیطلب المعرفہ۔

ان کی برأت کے بعد ان پر تہمت لگانے والے کی تکفیر پر علماء کا اتفاق ہو چکا ہے "ایذاء امہات المومنین" پر تہمت لگانے والے کی تکفیر اور تکفیر میں اختلافات ہے کہ اس وقت میں [illegible] کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے غضب کا اظہار اس لئے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں اور اس بات میں سب ائمہ کا اجماع ہے۔

ان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی باری دو دن ہوتی تھی ایک دن ان کا اپنی باری کا دن اور دوسرے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا

کا دن تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے تقرب کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ مجھے ان کے بغیر ہی ان سے جنت سے تعلق لگائے رکھنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دنیا کی زندگی اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں دونوں کا لقب ہمیشہ کے لیے رکھ دیا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے متصل دفن کر دیا گیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع سے انہوں نے اسماعیل سے انہوں نے مصعب بن اسحاق بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری خوشی کا باعث ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی ہے۔ اس روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں اور یہ انتہائی محبت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ ان کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں ان پر نمودار ہو جائے۔

ان کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، بلکہ علی الاطلاق تمام عورتوں سے زیادہ عالمہ تھیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اگر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور تمام عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہوگا۔ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ فقیہ، عالم اور عام امور کے متعلق درست رائے رکھنے والی تھیں۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ انہوں نے روایات نقل کی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی حدیث کے بارے میں اشکال پیدا ہوا تو اس کا حل ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے مل جاتا۔ اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

ابو الضحیٰ نے مسروق سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ فرائض (علم میراث) کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے ہیں۔

بہت سے عالم اور محدثین بڑی قطعیت کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اپنے دین کا نصف علم اس حمیرا سے حاصل کرو۔ اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی اصول اسلام سے کوئی مطابقت رکھتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں میں نے اپنے شیخ ابو الحجاج المزی سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ پھر خواتین میں سے ان کی شاگرد عمرہ بنت عبدالرحمٰن بنت سعد بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہا اور عائشہ بنت طلحہ رحمۃ اللہ علیہا سب سے زیادہ عالمہ تھیں۔ بعض مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد موقف اختیار کیا، ان کی روایات صرف ان کے پاس ہی تھیں، چند انفرادیت میں وہ منفرد ہیں، جو خلاف روایت نقل ہیں، لیکن ان میں کمال کی کوئی بڑائی نہیں پائی جاتی ہے جس کو کئی ائمہ نے جمع کیا چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے، یہ حدیث مجھے صدیقہ بنت الصدیق نے، رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ زوجہ، ساتوں آسمانوں کے اوپر سے براءت پانے والی نے سنائی۔

صحیح بخاری میں ابو عثمان النہدی کی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو فرمایا عائشہ، میں نے کہا اور مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا اس کا والد (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور صحیح بخاری ہی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں میں تو بہت سوں نے کمال حاصل کیا لیکن عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون کو کمال حاصل ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسی کہ ثرید کو کھانوں پر فضیلت ہے۔

بہت سے علماء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے ان کا کہنا ہے کہ اس میں یہ قول تو عمومی ہے اور دیگر تمام عورتیں داخل ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، علی بن مسہر نے ان سے ہشام بن عروہ نے ان سے عروہ نے بیان کیا کہ

انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت مانگی ان کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آواز یاد آ گئی تو آپ چونک اٹھے اور فرمایا: ہالہ! یہ حالت دیکھ کر مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا آپ قریش کی ایک سرخ باچھوں والی بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جو پچھلے زمانے میں فوت ہو چکی ہے اور اب اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں آپ کو دے دی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح اسے روایت کیا ہے۔ البتہ اس میں مذکورہ بالا روایت جیسی بات نہیں ہے کہ میں اس سے بہتر آپ کو مل گئی ہوں" تو اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بیان کے وقت اس پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ اور جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے قائل ہیں ان کے دلائل بھی وہیں بیان ہو چکے ہیں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر کہا آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں منقول ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدیہ بھیجتے تھے پھر ازواج مطہرات نے مل کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ آپ لوگوں کو حکم فرما دیں کہ جہاں بھی آپ ہوں آپ کے پاس ہدایا بھیجیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے آپ سے یہ بات کہی۔ آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ جب ازواج مطہرات ان کے پاس دوبارہ اکٹھی ہو گئیں، انہوں نے یہی بات کہی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہی بات دوہرائی مگر آپ نے توجہ نہ دی، آپ نے اس بار بھی اعراض کیا، پھر جب تیسری بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہی درخواست پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف مت پہنچاؤ۔ اللہ کی قسم اس کے علاوہ کسی زوجہ کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی ازواج ابو بکر بن ابی قحافہ کی بیٹی کے بارے میں آپ سے عدل و انصاف کی درخواست کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹی! کیا جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس سے محبت نہیں کرتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر ان سب نے مل کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا وہ آئیں تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی پایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بات شروع کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور ایسے جوابات دیے کہ وہ خاموش ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے، بیشک یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لاڈلی بیٹی ہیں۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ جنگ جمل کے ایام میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ لوگوں کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کے لیے آمادہ کر رہے تھے اور تکبیر کہہ رہے تھے اسی دوران جب وہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ منبر کوفہ پر تھے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بد زبانی استعمال کر رہا ہے تو فرمایا: خاموش رہ اور دور ہو جا، او ذلیل! اللہ کی قسم وہ دنیا و آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمانا چاہا ہے تا کہ ان کی اطاعت کرتے ہو یا اس کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معاویہ بن عمرو نے ان سے زائدہ نے ان سے عبداللہ بن خثیم نے ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض وفات میں ان کا دربان ذکوان ان کے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، اس وقت آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے عبداللہ بن عباس کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا اے امی جان! آپ کا سب سے نیک بیٹا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہنے اور الوداع کہنے آیا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہیں اجازت دے دو۔ چنانچہ انہیں بلایا گیا جب آپ کے قریب بیٹھ گئے تو کہنے لگے آپ کو بشارت ہو۔ فرمایا کس بات کی؟ تو کہنے لگے کہ آپ کے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے احباب کی ملاقات کے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ ہے کہ روح جسم سے نکل جائے اور آپ تو رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور رسول اللہ ﷺ

اچھی اور پاک چیزوں کو پسند کیا کرتے تھے۔ "غزوۂ ابواء" کی رات آپ کا ہار گم ہو گیا رسول اللہ ﷺ رک گئے اور پانی نہ ملا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی، آپ کی وجہ سے امت کو یہ رخصت ملی، ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آپ کی براءت نازل کی گئی جسے روح الامین لے کر آئے تھے اور اب ان آیات کی مسجدوں میں صبح و شام تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اے ابن عباس! مجھے چھوڑئیے اللہ کی قسم میں یہ چاہتی ہوں کہ میں گمنام اور نسیاً منسیاً ہو جاتی"۔

ان کے فضائل میں بہت سی احادیث و روایات نہایت کثرت سے ہیں، اسی سال ۵۸ھ میں فوت ہوئیں، ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے بھی اقوال منقول ہیں، مشہور یہ ہے کہ اسی سال کے رمضان میں، نیز یہ بھی ہے کہ شوال میں انتقال فرمایا، یہ بات مشہور ہے کہ رمضان کی ۱۷ تاریخ کو بروز منگل فوت ہوئیں، بقیع میں رات کے وقت دفن کرنے کی وصیت کی تھی، نماز وتر کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی قبر میں پانچ حضرات اترے: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ و حضرت عروہ پسران زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جو دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کے دو بیٹے قاسم و عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۷ برس کی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس کی تھی اور ہجرت کے وقت ۸ یا ۹ برس عمر تھی، واللہ اعلم۔

آغاز ۵۹ھ

واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس سال عمرو بن مرہ جہنی نے سرزمین روم کے بری علاقے میں سردیاں گزاریں اور کوئی بحری جنگ نہیں ہوئی جبکہ دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ اس موسم میں جنادہ بن ابی امیہ نے سمندری جنگ لڑی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن ام الحکم کو کوفہ کے منصب [illegible] معزول کیا۔ یہ معزول ہوا اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اس کا گورنر مقرر کیا، اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اور حضرت سعید بن العاص کو معزول کر دیا، پھر جب عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے، عبداللہ بن زیاد خراسان کے، عباد بن زیاد سجستان کے گورنر مقرر ہو گئے [illegible] خراسان کے گورنر رہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک۔ پھر عبدالرحمٰن یزید کے پاس آئے تو یزید نے ان سے پوچھا کہ [illegible] کتنا مال ہے؟ انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہم تمہارا محاسبہ کریں [illegible] عبداللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ [illegible] آپ سے تحصیل کر لیں اور میں عبداللہ بن جعفر [illegible] آپ کی [illegible] پتا چلا تو [illegible] کی جگہ مقرر کیا اور عبدالرحمٰن بن زیاد نے عبداللہ بن جعفر کے لئے دس لاکھ درہم بھیج دیے اور کہا کہ پانچ لاکھ امیر المؤمنین کی طرف سے، جبکہ پانچ لاکھ ہماری طرف سے ہیں۔

اسی سال عبیداللہ بن زیاد بصرہ اور عراق کے سرداروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، عبیداللہ نے ان کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے لئے اجازت طلب کی اور آخر میں حضرت احنف بن قیس کو حضرت معاویہ کے پاس لایا، عبیداللہ ان کی زیادہ تعظیم نہیں کرتا تھا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف کو دیکھا تو انہیں مرحبا کہا، ان کی تعظیم و تکریم کی اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، دونوں نے گفتگو کی، پھر لوگوں نے گفتگو کی۔ انہوں نے ابن زیاد کی تعریف کی لیکن حضرت احنف خاموش بیٹھے رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابو بحر! آپ کیوں نہیں بولتے؟ انہوں نے کہا اگر میں بولوں گا تو آپ کی مخالفت کروں گا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا، تم چلے جاؤ، میں نے عبیداللہ کو معزول کر دیا ہے، اب تم اپنے لیے کوئی گورنر تلاش کرو، تین روز تک قیام کر کے بنی امیہ کے شرفاء کے پاس گئے، اور ہر ایک کو والی بننے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن کسی نے ان کی بات پر کان نہیں دھرا، پھر ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجلس منعقد کی اور پوچھا کہ تم نے کس کو منتخب کیا ہے؟ انہوں نے [illegible] لیکن حضرت احنف خاموش رہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ بولتے کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

المومنین! اگر آپ اپنے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کا اختیار دیتا ہوں تم کو ترجیح دیتا ہوں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت احنف نے فرمایا اے امیر المومنین! اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو کسی پر امیر مقرر کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ عبیداللہ بن زیاد پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے اور اگر ان کے علاوہ کسی اور کو مقرر کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس میں کچھ مہلت دیجئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں ایک بار پھر اختیار دیتا ہوں، پھر حضرت معاویہ نے عبیداللہ کو حضرت احنف کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنے کی تلقین کی اور ان کی رائے سے دوری سے منع کیا، چنانچہ فتنے کے بعد حضرت احنف عبیداللہ کے خاص احباب میں سے ہو گئے اور جب فتنے کھڑے ہو گئے تو حضرت احنف کے سوا کسی نے عبیداللہ سے وفاداری نہ کی۔ واللہ اعلم۔

عبیداللہ و عباد پسران زیاد کے ساتھ یزید بن ربیعہ بن مفرغ الحمیری کا قصہ:۔۔۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابی عبیدہ معمر بن مثنیٰ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص شاعر تھا اور عباد بن زیاد کے ساتھ سجستان میں تھا اور عباد ترکوں کے ساتھ لڑائی کی وجہ سے اس سے غافل ہو گیا اور جانوروں کا چارہ ختم ہو گیا اور لوگ تنگ ہو گئے تو ابن مفرغ نے عباد بن زیاد کے کردار پر حرف گیری کرتے ہوئے اس کے خلاف ہجویہ اشعار کہے

ترجمہ:۔۔۔۔ آہ کاش داڑھیاں گھاس ہوتیں اور ہم انہیں مسلمانوں کے گھوڑوں کو بطور چارہ کھلاتے۔

چونکہ عباد بن زیاد کی داڑھی بہت لمبی چوڑی تھی چنانچہ جب اسے یہ بات پہنچی تو وہ غضبناک ہوا اور اسے طلب کیا لیکن وہ بھاگ گیا اور اس کے خلاف بہت سے ہجویہ قصائد کہے اس نے کہا:

ترجمہ:۔۔۔ جب معاویہ بن حرب فوت ہو جائے تو اپنے منہ پیالے کے ٹوٹنے کی بشارت دینا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان نے تیری ماں سے ہمبستری/مباشرت نہیں کی، لیکن اس معاملے میں خوف شدید ڈر کے باوجود کچھ شبہ تھا۔

اور اس نے کہا:

سنو! معاویہ بن حرب کو یمنی شخص کا مشہور پیغام پہنچا دو کہ کیا تو اپنے باپ کو پاکدامن کہنے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اسے زانی کہنے سے خوش ہوتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ زیاد سے تیری رشتہ داری ایسی ہی ہے جیسے گدھی کے بچے کی رشتہ داری ہاتھی سے ہوتی ہے۔

عباد بن زیاد نے یہ اشعار لکھ کر اپنے بھائی عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجے اور وہ انہیں لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا عبیداللہ نے یہ اشعار انہیں سنائے اور اس کے قتل کی اجازت طلب کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے قتل مت کرنا بلکہ اسے ادب (تعزیر) کرنا، پھر جب عبیداللہ واپس بصرہ آیا تو اسے بلایا، اس نے عبیداللہ بن زیاد کی بیوی کے والد منذر بن جارود کے ہاں پناہ لی تھی اور اس کی بیٹی بحریہ عبیداللہ کے نکاح میں تھی لیکن جارود نے اسے اپنے ہاں چھپا دیا اور عبیداللہ کو سلام کرنے آیا تو عبیداللہ نے پولیس کو منذر کے گھر بھیج کر ابن مفرغ کو پکڑوا کر اپنے سامنے کھڑا کر دیا، منذر نے کہا میں نے اسے پناہ دی ہے، اس نے کہا اے منذر! یہ تیری اور تیرے باپ کی مدح بیان کرتا ہے تو تم اس سے راضی ہو اور جب وہ میری اور میرے باپ کی ہجو بیان کرتا ہے تو تم اسے پناہ دیتے ہو پھر عبیداللہ کے حکم سے ابن مفرغ کو اسہال آور دوا پلائی گئی اور اسے پالان والے گدھے پر سوار کر دیا گیا اور اس کے ساتھ اسے بازاروں میں گھمایا اور اس کی حالت آنے جانے والے لوگ اس کی طرف دیکھتے تھے۔

پھر عبیداللہ کے حکم سے اسے عبیداللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے پاس سجستان بھیج دیا گیا، ابن مفرغ نے عبیداللہ بن زیاد کے متعلق کہا:

ترجمہ: جو کچھ میں نے کیا اسے پانی سے دھویا جا سکتا ہے لیکن میرا قول تیری ہڈیوں کے گودے تک پہنچ چکا ہے۔

جب عبیداللہ نے ابن مفرغ کو سجستان کی طرف ملک بدر کرنے کا حکم صادر کیا تو یمنیوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ عبیداللہ نے اس کو اپنے بھائی کے پاس قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر ابن مفرغ کو بلوایا اور جب وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو وہ رونے لگا اور عبید بن زیاد نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا تھا اس کی شکایت کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے اس کی ہجو نہیں کی؟ کیا تو نے اس کے بارے میں یہ اشعار نہیں کہے؟ کیا یہ اشعار تو نے اس کے بارے میں نہیں کہے؟ اس نے انکار کیا اور کہا کہ ان اشعار کا

کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن الحکم نے ان سے اپنی نسبت کی طرف منسوب کیا ہے یعنی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن الحکم پر ناراض ہو گئے اور ان کے وظیفے بند کر دیے یہاں تک کہ مروان نے ان کی سفارش کی ‒ بعض کا خیال ہے کہ یہ شعر یزید بن مفرغ نے اپنی اسی قصیدے میں کہے کہ حضرت معاویہ نے اس سے کہا جو اشعار کہے گئے ہیں وہ سنا ۔

ترجمہ: اے معاویہ بن حرب! کیا تمہیں یہ بات حاصل نہیں کہ ثقفی نے اپنے والد کو ناپسند کیا ہے اور تیری زندگی کی قسم یہ بات ایسی ہے جیسے ہاتھی کی گدھی سے نسبت۔ تو نے زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا ہے اور زیاد کا باپ ابوسفیان کا غلام ہوا کرتا تھا اور تیری بات کو تیرے قریبی لوگ نہیں مانتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اگر تو یہ حرکت کرتا تو میری طرف سے تجھے کوئی امان نہ ملتی۔ اور پھر کہا اب وہ تو ایسا نہ کرنا ۔ امیرالمومنین اس نے جو ہے سو ہو چکا اور کوئی مسلمان ایسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا تو تمہیں اس کی معافی دیتا ہوں۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے ان اشعار میں عبدالرحمٰن پر جو تعریضات کی ہیں وہ تو کسی سے چھپی ہوئی نہیں اور مجھے معلوم ہے کہ یہ شعر تمہارے منہ سے نکلے ہیں اور تجھ پر غصہ ہونا واجب ہے لیکن میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ پس اس نے کہا اے امیرالمومنین! جو تو چاہے کر لے، عبدالرحمٰن نے کہا تو اس نے تیرے اوپر تعریض کی۔ اور یہ شعر اس نے کہے حالانکہ وہ ابن مفرغ کے ہیں اور عبدالرحمٰن بن الحکم نے اسے اجازت دی کہ عبدالرحمٰن بن الحکم اپنے باپ کا وارث ہوا اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے رضامندی کا اظہار کیا اور عبدالرحمٰن نے یہ شعر کہے:

ترجمہ: تو قریش کا سب سے بڑا اصحاب ہے اور مجھے پتا ہے کہ تو سب سے زیادہ محبوب ہے لیکن تو مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ پھر اس کی جگہ پر تمہیں کسی اور کی بجائے میرے لیے پسند فرمایا ہے۔

عبیداللہ نے اس سے کہا کہ اب تو بہت ہو گیا اب تجھے پہلے کی طرح ہی رہنا چاہیے ۔ یہ کہا اور اسے معاف کر دیا۔

ابو معشر اور واقدی کا بیان ہے کہ اس سال عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ کا امیر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھا اور کوفہ پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ امیر تھے اور قاضی شریح تھے ۔ بصرہ کا امیر عبیداللہ بن زیاد تھا اور خراسان کا امیر عبیداللہ بن زیاد اور ان کا امیر ۔ اس وقت عبیداللہ بن زیاد بصرہ کا حاکم تھا اور اسے اس پر بحال کر دیا گیا تھا۔

اس سال فوت شدہ مشہور حضرات

علامہ ابن جوزی کا کہنا ہے اس سال حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ایک سال قبل ہو چکی ہے۔

حطیئہ جرول بن اوس بن مالک بن جویۃ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطیعۃ بن عبس بن بغیض مشہور شاعر تھے حطیئہ لقب تھا ان کے پست قد ہونے کی وجہ سے یہ لقب پڑا، انہوں نے زمانہ جاہلیت پایا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہو گئے، بڑے ہجو گو شاعر تھے، انہوں نے اپنی ماں، باپ اور اپنی بیوی کی بھی ہجو کی ہے، ان کا ایک شعر ہے جس میں انہوں نے خود اپنی ہجو کی ہے:

ترجمہ: آج میرے ہونٹ بات کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر کسی کو برا کہنا نہیں چاہتے، میں نہیں جانتا کہ کس کو کہوں، میں نے اپنا چہرہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بدصورت بنایا ہے پس میں اس چہرے والے کو بھی برا کہتا ہوں اور اس کے حامل کو بھی برا کہتا ہوں۔

یہ شاعر بڑا بخیل اور حریص تھا

ترجمہ: بخیل کی صفت کا پتا یوں چلتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا مال روکے رکھتا ہے اور لوگوں کی مذمت سے نہیں ڈرتا ۔

اور بلندیوں کے پاس پہنچا بعد والی سے بہتر ہے۔

اپنی مذمت میں کہتا ہے:

ترجمہ: ...... آج میرے ہونٹوں نے کسی سے بات کرنے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے پس میں نہیں جانتا کس سے بات کروں، میں اپنا چہرہ پایا دیکھو اللہ تعالیٰ نے بد شکل بنایا ہے چنانچہ اس چہرے کا اور اس کے حامل کا برا ہو۔

لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی، آپ نے اس کو بلا کر قید کر دیا اس کی وجہ یہ تھی زبرقان بن بدر نے شکایت کی ہے کہ اس نے ایک شعر میں اس کی ہجو کی ہے شعر یہ ہے

ترجمہ: ...... مکارم کو ترک کر دے ان کے حصول کے لئے سفر مت کر تو بیٹھ جا کیونکہ تو کھانے والا اور پہننے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے اس نے تیری ہجو نہیں کی کیا تو نہیں چاہتا کہ کھانے اور پہننے والا ہو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! اس سے زیادہ شدید اور کیا ہو گی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے ہجو نہیں کی البتہ اس پر بیٹ کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا اور فرمایا اے خبیث! میں تجھے مسلمانوں کی آبرو سے بہت دور کر دوں گا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص کی سفارش پر اسے قید سے نکال کر اس سے عہد لیا کہ آئندہ کسی کی ہجو نہیں کرے گا۔ پھر ہجو سے توبہ بھی کروائی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ دینے کا ارادہ کیا لیکن پھر لوگوں کی سفارش کی وجہ سے اسے رہا کر دیا۔

زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ضحاک بن عثمان حزامی نے عبداللہ بن مصعب سے انہوں نے ربیعہ بن عثمان سے نقل کیا ہے کہ زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو قید سے نکال دیا تھا کیونکہ حضرت عمرو بن العاص اور دیگر لوگوں نے اس کی سفارش کی تھی۔ جب اسے قید سے نکالا گیا تو میں وہاں موجود تھا، وہ کہنے لگا کہ تم اس شخص کے بچوں کے متعلق کیا کہتے ہو جو "ذومرخ" کے مقام پر بے سر و سامان پڑے ہیں جہاں نہ پانی ہے نہ درخت، آپ نے اس کے کمانے والوں کو تاریکیوں میں مجبور کر رکھا ہے اے عمر! رحم کرو، انسانوں کا امام آپ کی رہنمائی کرے آپ اپنے صاحب کے بعد ایسے امام ہیں لوگوں نے اپنی عقلوں کی چابیاں ان کے ہاتھ میں دی ہیں، انہوں نے آپ کو ترجیح اس وجہ سے دی ہے ان کے دلوں میں تمہارا اثر تھا آپ ان بچوں پر رحم کریں جن کا ٹھکانہ کشادہ وادیوں کے بلند ٹیلے مقام پر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی اعلیٰ ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں میرے اور ان کے درمیان لمبی طویل راتیں حائل ہیں جہاں خبریں گم ہو جاتی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب حطیئہ نے کہا کہ آپ ان بچوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ذومرخ میں پڑے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، حضرت عمرو بن العاص نے کہا زمین و آسمان کے نیچے اس شخص سے زیادہ عادل کوئی نہیں جو حطیئہ کو چھوڑنے پر رو رہا ہے۔

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا تاکہ وہ آئندہ لوگوں کی ہجو نہ کر سکے، پھر جب اسے ٹکٹکی پر بٹھا دیا گیا اور استرا لایا گیا تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا، اسے اشارہ کیا کہ تم بھی کہو کہ میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رہا کر دیا جب وہ پیچھے مڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حطیئہ! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک قریشی نوجوان کے پاس ہو اس نے ایک تکیہ تمہارے لئے رکھا ہے دوسرا تکیہ بچھا دیا ہے پھر فرمایا اے حطیئہ! ہمیں اشعار سناؤ تو وہ سنانے لگا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حطیئہ آخر عمر میں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ ایک روز میں نے حطیئہ سے کہا کہ اس دن تمہیں یاد ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں یہ کہا تھا؟ وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم بھی ایسا نہ کرتے۔ میں نے عبید اللہ سے کہا میں نے تیرے والد کو یہ کہتے سنا ہے اب معلوم ہوا کہ وہ قریشی نوجوان تو ہی تھا۔

زبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ضحاک نے بیان کیا وہ اپنے والد ضحاک سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ سے کہا، تم نے

چھوڑ دو اس سے تمہارا کیا نقصان ہے، حضرت نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا میرے عیال کے کھانے پینے کا ذریعہ ہے اور میری زبان کا زاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم [illegible] تو چھوڑ دو اس نے کہا اے امیر المومنین! ایسی چیز ہوتی ہے؟ فرمایا کہ یہ لوگ فلاں فلاں سے افضل ہیں، یہ غلط ہے کسی کی مدح تو کر لو کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔ کہنے لگا اے امیر المومنین! آپ مجھ سے زیادہ شاعر ہیں۔ اس کے اچھے مشہور اشعار میں سے حسب ذیل اشعار ہیں:

ترجمہ: تیرا باپ ہے اس کی مذمت تم کر رہے ہو اس مکان کو بند کر دو جسے افلاس نے بند کر دیا ہے۔ یہ میری قوم کے لوگ ہیں اگر وہ تجھ کرتے ہیں تو قریب کرتے ہیں اور جب عہد کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور جب عقد کرتے ہیں تو اسے مضبوط کر دیتے ہیں اور ان کو خوشحالی حاصل ہو جائے تو اس سے اپنے پڑوسی کا حصہ نہیں کرتے اور کھٹکتے بھی نہیں۔

جب حطیئہ کی موت قریب آ گئی تو اسے کہا گیا کہ وصیت کیجئے تو کہنے لگا میں تمہیں شعر کی وصیت کرتا ہوں پھر کہنے لگا:

ترجمہ: شعر بہت سخت ہے اور اس کی سیڑھی طویل ہے اور کوئی اس میں اس پر چڑھے گا تو اس کا قدم پھسل کر گہرائی میں گر جائے گا شعر پر ظلم کرنے والا شعر کی طاقت نہیں رکھتا وہ اسے بیان کرنا چاہتا ہے لیکن پیاسے گونگا کر دیتا ہے۔

علامہ ابو الفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے المنتظم میں فرمایا ہے کہ حطیئہ نے اسی سال وفات پائی اور اسی سال میں ابن کے عبداللہ بن عامر بن کریز نے وفات کا تذکرہ کیا ہے جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مالک بن القشب رضی اللہ عنہ: ان کا نام جندب بن نضلہ بن عبداللہ بن رافع الازدی ہے ان کی کنیت ابو محمد تھی یہ بنو عبد المطلب کے حلیف تھے "ابن بحینہ" کے نام سے مشہور تھے یہ ان کی والدہ "بحینہ بنت الارت" کا لقب ہے بنت حارث بن المطلب بن عبد مناف تھا شروع زمانہ میں مسلمان ہوئے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی عبادت گزار شب بیدار دائم الصوم تھے۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ وہ مدینہ منورہ سے تیس میل کے فاصلے پر ذی مقام بطن ریم میں رہتے تھے مروان کے دور حکومت میں فوت ہوئے۔ ۵۴ھ اور ۵۸ھ کے درمیان ان کی وفات ہوئی اور تعجب ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سعد کا کلام نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کی وفات اسی سال یعنی ۵۹ھ میں ہوئی واللہ اعلم۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی: ... اپنے والد کی طرح جلیل القدر صحابی تھے اور صحیحین میں جنازہ کے لئے کھڑا ہونے کی حدیث ان سے مروی ہے اور سنن میں عاشوراء کے روزے کے متعلق ان سے ایک حدیث مروی ہے اسی طرح ان کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے غسل کرنے کے بارے میں ایک حدیث ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی دس برس تک خدمت کی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے ہاں وہی مقام حاصل تھا جو امیر کے ہاں ایک پولیس کے افسر کو حاصل ہوتا ہے بعض غزوات میں وہ علم بردار رہے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقات کا عامل مقرر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو تین سو مہاجرین و انصار کا امیر مقرر کر کے بھیجا ایک موقع پر بھوک نے انہیں تنگ کیا تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے نو اونٹ ذبح کروائے پھر انہیں ساحل سمندر پر ایک بڑی مچھلی ملی [illegible] ہو کر واپس ہوئے حضرت قیس رضی اللہ عنہ بڑے سخی اور قد آور اور رئیس تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا گورنر بنایا وہ اپنی عقل مندی، حیلہ گری اور سیاست سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے خلاف مسلسل کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر سے معزول کر کے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے آسان سمجھا تو کوشش شروع کر دی اور مصر ان سے چھین لیا جیسا کہ قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت قیس بن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم رہے صفین اور نہروان کی جنگوں میں آپ کے ساتھ رہے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تو سب کی طرح انہوں نے بھی ان کی

بیعت کرنے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے قیس! تجھے بھی لگام دیے جانے والوں کے ساتھ لگام دی جا رہی ہے؟ خدا کی قسم میں چاہتا تھا کہ آج تم میرے پاس آتے تو میرے ناخنوں میں سے ایک ناخن کی گرفت میں ہوتے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا میں خدا کی قسم مجھے بھی یہ بات ناپسند تھی کہ اس جگہ کھڑے ہو کر آپ کو سلام کروں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ تم تو صرف یہود کے علماء میں سے ایک عالم تھے" حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا اور تم اے معاویہ جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت تھے، تم ناخواستہ اسلام میں داخل ہوئے اور بخوشی اس سے نکل گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اپنا ہاتھ بڑھائیے، حضرت قیس نے کہا اگر آپ مزید بڑھانا چاہیں تو میں بھی گفتگو کرنے کو تیار ہوں۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ایک بڑھیا نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے کہا میرے گھر میں چوہوں کی بہت قلت ہے میں آپ سے اس کی شکایت کرتی ہوں، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا اس نے کیا خوب کنایہ کیا ہے، اس کے گھر کو روٹی، گوشت، گھی اور کھجور سے بھر دو۔ موسیٰ کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا وہ جہاں جاتے وہ بھی آپ کے ساتھ جاتا، منادی اعلان کرتا کہ گوشت اور ثرید لینے آؤ، آپ سے قبل ان کے والد اور دادا بھی یہی عمل کرتے تھے۔

عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی آبادی سے جو زمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نوے ہزار میں فروخت کی اور منادی سے اعلان کروایا کہ جس کو قرض کی ضرورت ہو وہ آ جائے، چنانچہ انہوں نے اس رقم میں سے پچاس ہزار بطور قرض لوگوں کو دے دیا اور باقی [illegible] میں خرچ کر دیا، پھر جب وہ بیمار ہو گئے تو عیادت کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی، آپ نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی قحافہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن سے کہا کہ مجھے عیادت کرنے والوں میں کمی کیوں دکھائی دیتی ہے؟ اس نے کہا: یہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں پر آپ کا قرضہ ہے، چنانچہ جن لوگوں کے ذمہ ان کا قرضہ تھا ان کے پاس تحریری معاہدات بھیج کر ان کا قرض معاف کر دیا۔

بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے منادی کو حکم دیا جس نے منادی کی کہ جس شخص کے ذمہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا قرضہ ہو وہ اس سے بری الذمہ ہے، پھر شام ہونے سے پہلے پہلے عیادت کرنے والوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ ان کے مکان کی دہلیز ٹوٹ گئی، وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مال اور اچھے اعمال سے متمتع فرما، کیونکہ اچھے اعمال مال ہی سے درست ہو سکتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے تیس ہزار درہم بطور قرض لیے، پھر جب وہ قرض چکانے آیا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس سے وہ چیز واپس نہیں لیتے، ہیثم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین آدمی کعبہ کے پاس اس زمانے کے سب سے بڑے سخی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا، ایک نے کہا کہ سب سے بڑے سخی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں، دوسرے نے کہا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سب سے بڑے سخی ہیں، اور تیسرے نے عرابہ رضی اللہ عنہ اوسی کا نام لیا، حتیٰ کہ اس گفتگو میں وہ جھگڑنے لگے اور ان کی آوازیں کافی بلند ہونے لگیں تو ایک شخص نے انہیں کہا کہ تم میں سے ہر شخص اس آدمی کے پاس جا کر اس سے مانگے جسے وہ دوسروں سے زیادہ سخی سمجھتا ہے اور جو چیز تمہیں ملے اس کا مشاہدہ کر کے فیصلہ کر لو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا ساتھی ان کے پاس گیا اور وہ اس وقت اپنی جاگیر میں جانے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھ چکے تھے، اس شخص نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! میں مسافر آدمی ہوں میرا راستہ منقطع ہو گیا ہے، اور میرا زاد راہ ختم ہو چکا ہے، یہ سن کر انہوں نے رکاب سے پاؤں نکالا اور کہا اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور جو کچھ اس پر ہے وہ تمہارا ہے اور تلوار بھی لے لو اور اس تلوار سے بے پروا نہ ہونا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار ہے، چنانچہ وہ شخص اونٹنی لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، اس تھیلے میں چار ہزار دینار، ریشمی چادریں اور سب سے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا ساتھی ان کے دروازے پر پہنچا تو اس وقت وہ سو رہے تھے، خادمہ نے پوچھا آپ کو ان سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں مسافر ہوں میرا راستہ منقطع ہو گیا ہے اور میرا زاد راہ ختم ہو چکا ہے، لڑکی نے کہا تیری ضرورت اس سے کہ میں اسے جگاؤں، زیادہ آسان ہے، یہ تھیلی ہے اس میں سات سو دینار ہیں، خدا کی قسم آج حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے [illegible]

گھران کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے ایک اونٹنی اور ایک غلام کے علاوہ مزید دو ہزار دے دو۔ جب حضرت قیس رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے تو لونڈی نے تمام گفتگو کی ان کو اطلاع دی تو انہوں نے اس کو اس کام کے انعام دینے کے سلسلے میں آزاد کر دیا اور فرمایا کہ تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ تاکہ میں اسے دیتا۔ حالانکہ وہ اس کی شکایت کرتا شاید وہ اسے اتنا دیتا جو اس کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

"عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ" کا صاحب اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے گھر سے نکلا ہے جبکہ وہ اپنے دو غلاموں کا سہارا لئے ہوئے تھے کیونکہ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے اس شخص نے آواز دی کہ اے عرابہ میں ایک مسافر ہوں میری سواری ہلاک ہو گئی ہے۔ اور زاد راہ ختم ہو گیا ہے یہ سن کر وہ اپنے دونوں غلاموں سے علیحدہ ہو گئے پھر انہوں نے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ پر مارا اور کہنے لگا واللہ خدا کی قسم جب صبح اور شام ہوتی ہے حقوق عرابہ کے مال میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑتے لیکن تم ان دو غلاموں کو لے جاؤ اس نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ عرابہ نے کہا اگر تو نہیں لے گا تو یہ آزاد کئے جا چکے، اب تمہاری مرضی ان کو لے لو یا ان کو آزاد کر دو اور وہ خود اپنے ہاتھ دیوار کا سہارا لیتے ہوئے واپس گئے۔ یہ شخص دونوں غلاموں کو لیکر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ لوگوں نے فیصلہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے بہت عظیم کام کیا ہے اور یہ ان سے کوئی تعجب انگیز نہیں ہاں البتہ عرابہ کی سخاوت سب سے بڑی سخاوت ہے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی قوموں میں سے کسی ایک کی باندی نے بغیر اجازت۔ عمان کے مال میں تصرف کیا لیکن انہوں نے اسے مستحسن قرار دیا اور اس کے شوہر جیسا اسے آزاد کر دیا پھر سب لوگ کا اس پر اتفاق ہوا کہ عرابہ رضی اللہ عنہ تینوں میں سب سے زیادہ سخی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنا تمام کل مال دے دیا اور یہ ایک غریب شخص ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن الاصبہانی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے اپنا مال اپنے لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ملک شام کی طرف چلے گئے وہیں وفات بھی پائی وفات کے بعد ان کا ایک بچہ پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت قیس بن سعد کے پاس آئے اور فرمایا کہ تمہارے باپ نے اپنا مال تقسیم کر دیا اس وقت یہ بچہ حمل میں تھا جس کا علم انہیں معلوم نہیں تھا اسے بھی اپنے ساتھ حصہ دار بناؤ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا ہے میں اسے تبدیل نہیں کروں گا البتہ میرا جو حصہ ہے وہ اس کا ہو گا اس واقعہ کو عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ایوب سے انہوں نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح عبدالرزاق نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہیں عطاء نے یہ واقعہ بتایا۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو الیمان نے بیان کیا انہیں معمر نے ان سے سعید بن عبد نے کہ حضرت سعد بیٹھ کر دعا کیا کرتے تھے، جن کی شہادت کی لالچ اللہ کرو دعا کیا کرتے تھے۔ ہشام بن عمار نے کہا کہ ہمیں الجراح بن ملیح نے بتایا کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہ سنا ہوتا کہ مکر و دھوکہ دہی جہنم میں ہوں گے تو میں اس امت کا سب سے بڑا مکار ہوتا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب مصیبت میں فتنے پھوٹنے لگے تو اس وقت عرب میں پانچ بڑے ہوشیار تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ، ان میں سے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ طائف میں گوشہ نشین تھے، جب دونوں شخصوں نے فیصلہ کیا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مل گئے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ابن ابی حذیفہ نے مصر پر قبضہ کر کے حضرت عبداللہ بن ابی سرح کو نکال دیا جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں چند دن چھوڑ کر پھر معزول کر دیا اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا، مصر میں داخل ہو کر انہوں نے بہتر طریقے سے وہاں کا اور مصر کا انتظام کیا یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ وہ ان سے مل جائیں اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں مگر انہوں نے انکار کیا، لیکن لوگوں کے سامنے ان دونوں کے بارے میں خیر خواہی ظاہر کرنے لگے اور حالانکہ پوشیدہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہیں معزول کر دیا اور اشتر نخعی کو مصر بھیج دیا لیکن اشتر مصر پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں فوت ہو گئے تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو

مصر بھیج دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کی امارت کو معمولی خیال کر کے ان سے الجھتے رہے حتیٰ کہ مصر ان سے چھین لیا اور محمد بن ابی بکر قتل کر دیئے گئے اور ان کی لاش کو ایک گدھے کی مردہ لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا، اس کے بعد حضرت قیس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے آئے، پھر وہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عراق چلے آئے اور تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ان کے ساتھ تھے اور ہراول دستے کے سپہ سالار تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو یہ بات حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو بہت بری لگی اور سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کنارہ کش ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے، پھر وہاں سے انصار کے ایک وفد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور شدید عتاب و خفت کلامی کے بعد ان کی بیعت کر لی، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا اکرام کیا اور انہیں آگے بٹھا کر بڑا انعام عطا فرمایا اب تک وہ ان وفود کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ شاہ روم کا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام آیا کہ وہ عرب کے طویل ترین شخص کا ازار (پاجامہ) میرے پاس بھیج دیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب ہمیں آپ کے تہ بند کی ضرورت پڑ گئی ہے، کیونکہ وہ نہایت طویل القامت تھے سب سے لمبا شخص بھی ان کے سینے تک نہیں پہنچ سکتا تھا، چنانچہ وہ اٹھے اور ایک طرف ہو کر ازار اتار کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پھینک دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اپنے گھر جا کر اور وہاں سے بھیج دیتے، یہ سن کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

> ترجمہ: ..... میں یہ چاہتا تھا کہ لوگ وفود کی موجودگی میں اسے دیکھ لیں کہ یہ قیس ہی کا ازار ہے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ قیس غائب ہو گیا اور یہ ثمود کے خاندان سے ہونے والے یا قوم عاد کے آدمی کا ازار بھیج دیا گیا ہے میں یمانی قبیلے کا سردار ہوں اور لوگ یا تو سردار ہیں یا رعیت، میرے اس ازار سے انہیں تعجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ مجھ جیسا انسان ان پر سخت، بہادر، بڑی قامت سب لوگوں میں طویل ہے، لوگوں کے درمیان مجھے یہ فضیلت اصل، والد اور ایک طویل ہاتھ نے دی ہے جس کے ذریعے میں لوگوں سے بلند ہوا کرتا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفد کے سب سے لمبے شخص کو حکم دیا اس نے اسے اپنی ناک پر رکھا تو وہ زمین پر گر گیا، ایک روایت میں ہے کہ شاہ روم نے اپنی فوج کے دو آدمیوں کو جن میں سے ایک کو وہ دونوں کا طاقت ور ترین اور دوسرے کو طویل ترین آدمی سمجھتا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اور لکھا کہ آپ اپنی قوم میں سے ایسے بھی رکھتے ہیں کہ ان سے طاقت ور تر اور طویل تر شخص ہو؟ اگر ہے تو میں آپ کے پاس اتنے قیدی روانہ کر دوں گا اور اگر نہیں ہے تو آپ مجھ سے تین سال تک کے لئے صلح کر لیں، چنانچہ جب وہ دونوں شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اس طاقتور شخص کا مقابلہ کون کرے گا؟ لوگوں نے کہا اس کے مقابلے کے لئے صرف دو شخص ہیں، ایک حضرت محمد بن حنفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور دوسرے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن حنفیہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلایا اور پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے ہم نے آپ کو کیوں بلایا ہے؟ کہا مجھے معلوم نہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی کے معاملہ اور اس کی شدت جنگ کا ذکر کیا، حضرت محمد بن حنفیہ نے رومی سے کہا کہ تو کیا اختیار کرتا ہے کہ میں بیٹھوں اور اپنا ہاتھ تمہیں پکڑا دوں اور تم زور لگا کر مجھے میری جگہ سے کھڑا کر دو، یا تم بیٹھو اور اپنا ہاتھ مجھے دے دو اور میں تمہیں کھڑا کر دوں، جو دوسرے کو کھڑا کر دے گا وہ غالب ہوگا ورنہ مغلوب تصور کیا جائے گا۔ پھر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ تم بیٹھتے ہو یا میں بیٹھوں؟ رومی نے کہا آپ بیٹھیں، چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے اور رومی کو ہاتھ پکڑا دیا، رومی نے اپنی پوری قوت لگا دی اور آپ کو ہلانے اور اٹھانے کی کوشش کی تاکہ آپ کو کھڑا کر سکے لیکن وہ ان کو ہلا بھی نہ سکا اور اس سے کوئی حرکت بھی نہ ہو سکی، پھر رومی مغلوب ہو گیا اور روم سے آنے والے وفد پر بھی واضح ہو گیا کہ وہ ہار گیا، پھر حضرت محمد بن حنفیہ نے کھڑے ہو کر رومی سے کہا کہ تم بیٹھو، چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور اس نے اپنا ہاتھ انہیں پکڑا دیا، حضرت محمد بن حنفیہ نے بغیر کسی مہلت کے اسے فوراً کھڑا کر دیا اور اسے فضا میں بلند کر کے زمین پر پٹخ دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اٹھ کر ایک طرف گئے اور اپنا ازار اتار کر اس طویل ترین رومی کو دے دیا، اس نے اسے پہنا تو وہ اس کے

جنگ تک نوبت آئی اور اس کے کنارے تک شکست دے بیٹھے چنانچہ رومی نے پاجامہ لے لیا اور ان کے بادشاہ نے ان چیزوں کا وعدہ کیا تھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں۔ ایک انصاری نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے سامنے پاجامہ اتارنے پر ملامت کی تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے یہ اشعار کہے اور کہا کہ "میں نے چاہا کہ لوگ جان لیں کہ یہ قیس کا پاجامہ ہے جب وفد کے مقابلے میں جیت ہو تو انہوں نے مجھے نیچا دکھانا چاہا تو انہوں نے سے ملا بیعت کر دی"۔

اس واقعہ کو حمیدی نے سفیان بن عیینہ سے اور انہوں نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بہت جسیم تھے اور بڑے تھے ان کی ڈاڑھی صرف تھوڑی سی تھی، اتنے طویل القامت تھے کہ اگر کسی بلند قامت گدھے پر سوار ہوتے تو ان کے پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے۔

واقدی، خلیفہ بن خیاط اور دیگر حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۰ھ میں ان کی وفات کا تذکرہ کیا ہے اور ہم نے ان کے قول کا اتباع کیا ہے۔

حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ: جلیل القدر صحابی تھے اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے اور وہی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور سے درخت کی شاخ ہٹا رہے تھے جبکہ آپ ﷺ اس درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور یہ وہی درخت تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے:

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر مقرر کیا وہاں انہوں نے ایک نہر کھدوائی جو نہر "معقل" کے نام سے معروف ہے ان کا وہاں ایک مکان بھی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اگر میں اس حالت میں نہ ہوتا تو یہ حدیث تمہیں نہ سناتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ رعیت عطا کرے پھر وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو سالوں کی مسافت تک سونگھی جا سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ: جاہلیت اور اسلام میں ان کے اور ان کے والد کے نام کے بارے میں بہت اختلاف ہوا ہے ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "التکمیل" میں بیان کیا ہے اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ میں تیس اقوال ذکر کر دیا ہے مشہور یہی قول ہے کہ ان کا نام عبد الرحمن بن صخر تھا قبیلہ ازد کی شاخ دوس سے ان کا تعلق تھا ایک قول یہ ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا بعض نے عبد نہم بعض نے عبد غنم کہا ہے ابو ہریرہ کنیت تھی رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ نام رکھا بعض کہتے ہیں عبد الرحمن رکھا اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ خود ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے ایک جنگلی بلی کا بچہ پکڑا اور اس کو آستین میں رکھ لیا میرے والد نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یہ بلی کا بچہ ہے۔ جب وہ نکلی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یا اباہریرہ کہہ کر پکارا اور یہی کنیت مشہور ہو گئی۔

محمد بن سعد واقدی اور دیگر حضرات کا بیان ہے کہ وہ فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور مسلمان ہونے کی حالت ہی میں ہجرت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی احادیث روایت کی ہیں وہ حفاظ میں سے تھے انہوں نے حضرت ابوبکر، عمر، ابی بن کعب، اسامہ بن زید، حضرت ابی بصرہ، فضل بن عباس، کعب احبار اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے اہل علم کی بڑی تعداد نے روایت کی ہے جن کا تذکرہ ہم نے "التکمیل" میں کیا ہے ہمارے شیخ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان سے تقریباً آٹھ سو اشخاص نے جو اہل علم تھے اور تابعین وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

عمرو بن علی الفلاس کا کہنا ہے کہ وہ جس سال آئے تھے خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے، واقدی کا کہنا ہے کہ وہ [illegible] ایک

مؤرخ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گندم گوں رنگت، بلند قامت، چوڑے کندھوں اور متفرق دانتوں والے تھے۔ ابو داؤد طیالسی اور محمد نے بن مقدم سے انھوں نے خالد بن دینار سے، انھوں نے ابوالعالیہ سے، انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس قبیلے سے ہو؟ میں نے کہا دوس سے، آپ ﷺ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ قبیلہ دوس میں بھی کوئی نیک آدمی ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں معرکہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھا۔ عبدالرزاق نے سفیان بن عیینہ سے، انھوں نے اسماعیل سے اور انھوں نے قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خیبر اس وقت پہنچا جب لوگ جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ہمیں عبدالعزیز دراوردی نے ان سے خثیم نے عراک بن مالک سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ جہاد پر تھے، میں ہجرت کر کے مدینہ آیا اور دیکھا کہ حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا گیا، میں مدینہ صبح کے وقت پہنچا اور صبح کی نماز سباع رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی، انھوں نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں ویل للمطففین پڑھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا فلاں کا باپ ہلاک ہو، وہ ایک شخص تھا جو ازد کے علاقے میں رہتے تھے، اس کے پاس ناپ کے دو آلے تھے، ایک سے ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی اور راستے میں ان کا غلام گم ہو گیا تھا وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

گزشتہ رات کی درازی اور تکلیف کا کیا کہنا مگر اس نے دار الکفر سے نجات دے دی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ سے ملے تو آپ نے فرمایا یہ تیرا غلام ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ سفر و حضر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ سے حدیثیں سننے کے حریص تھے، گزارہ بھی صرف کھانے پر آپ کے ساتھ رہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کتان کی ایک قمیص پہنی ہوئی تھی اس میں ناک صاف کی تو فرمایا واہ واہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے، مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب میں منبر اور حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو کر پڑا ہوتا تو گزرنے والے کہتے کہ اسے جنون ہو گیا ہے حالانکہ مجھے بھوک کے سوا کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں بھوک کی وجہ سے زمین پر لیٹا رہتا تھا اور بھوک ہی کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا، اور صحابہ میں سے کسی سے کسی آیت کا مطلب پوچھ لیتا تھا حالانکہ میں اس کا مطلب اس سے بہتر جانتا تھا، میرا مقصد یہ ہوتا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلا دے۔ انھوں نے اہل صفہ کے ساتھ دودھ والی مشہور روایت کی ہے جسے ہم اس سے پہلے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کر چکے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم سے عبدالرحمٰن نے، ان سے عکرمہ بن عمار نے، ان سے ابوکثیر یزید بن عبدالرحمٰن ابن اذینہ السحیمی الاعمی نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قسم خدا کی اللہ تعالیٰ نے جس مومن کو پیدا کیا ہے جو میرا ذکر سنتا ہے اور مجھے دیکھتا ہے مگر اس نے مجھ سے محبت کی ہے، میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا کہ میری والدہ مشرک تھی اور میں اسے اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا اور وہ انکار کر دیتی تھی، ایک روز معمول کے مطابق میں نے اسے دعوت دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہے، مجھے بہت دکھ ہوا، میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا لیکن وہ میری بات نہیں مانتی تھی، آج میں نے اسے دعوت دی تو اس نے آپ کی شان میں نازیبا کلمات کہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری ماں کو ہدایت دے دے، میں دوڑتا ہوا آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے متعلق بشارت دوں جو آپ نے اس کے حق میں مانگی تھی۔ میں جب دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے، لیکن میں نے قدموں کی آہٹ اور پانی کی آواز سنی اور اندر سے آواز آئی اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذرا باہر ہی رہو! پھر اس نے دروازہ کھولا اور جلدی جلدی اپنا دوپٹہ اوڑھ کر کہنے لگی اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ میں جس طرح غم سے روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا تھا اسی طرح خوشی سے روتا ہوا آیا اور کہنے لگا: خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور میری ماں کو ہدایت دے دی ہے یا رسول اللہ

آپ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو مومن بندوں کا محبوب بنا دے، تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس لڑکے اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو بھی مومن میرے متعلق سنتا ہے، حالانکہ اس نے مجھے دیکھا نہیں ہوتا اور نہ میری والدہ کو دیکھا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ سے بروایت ابوکثیر رضی اللہ عنہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو شہرت دی ہے اور یہ مقدر کیا ہے کہ تمام ملک کی متعدد جامع مساجد۔ کہ امام دونوں خطبوں کے درمیان خاموش رہنے کے وقت کی حدیث انہی سے مروی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقدر کردہ ہے اور لوگوں کی محبت ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ہشام بن عمار کا بیان ہے کہ ہم سے سعید نے ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، انہوں نے المقبری سے، انہوں نے نصریوں کے آزاد کردہ غلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (ﷺ) صرف بشر ہے میں بھی دوسرے انسانوں کی طرح غضبناک ہوتا ہوں اور تو نے مجھ سے عہد کیا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا کہ مسلمانوں میں سے جس شخص کو میں دوست رکھوں یا برا بھلا کہوں یا درے ماروں تو اسے قیامت کے روز اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے مارنے کے لیے درہ اٹھایا اس سے آپ ﷺ کا مجھے مارنا سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں اس کو پا لوں اور رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول ہو جائے۔

ابن ابی ذئب نے سعید المقبری سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں لیکن انہیں بھول جاتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، وہ کہتے ہیں میں نے اسے پھیلایا پھر فرمایا اسے لپیٹ لو، میں نے لپیٹ لیا پھر اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں سفیان سے وہ امام زہری سے وہ عبدالرحمن اعرج سے اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ میں بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں ایک مسکین آدمی تھا، پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا، مہاجرین بازاروں میں سودے میں مشغول رہتے اور انصار اپنے اموال و جائیدادوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے، ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری بات ختم کرنے تک اپنی چادر پھیلا رکھے گا اور پھر اسے لپیٹ لے گا تو وہ مجھ سے سنی ہوئی کسی بات کو ہرگز نہیں بھولے گا چنانچہ میں نے اپنی چادر پھیلا دی، جب آپ نے بات ختم کر لی تو میں نے اسے سمیٹ لیا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کے بعد میں نے آپ سے جو کچھ سنا اسے کبھی نہیں بھولا ہوں۔ اسے ابن وہب نے یونس سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے سعید بن المسیب سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کے اور بھی طرق ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ بھولنا صرف اسی بات کے ساتھ خاص تھا، وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیگر حدیثیں بھلا دی تھیں مثلاً حدیث "لا عدوی ولا طیرۃ" کہ اسلام میں تعدی مرض و بدفالی صحیح نہیں۔ اور اسی طرح حدیث "لا یورد ممرض علی مصح" تک مگر اس کی تصریح ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معاملہ اسی قرب اور ان اقوال کے بارے میں ہے۔ واللہ اعلم۔

دراوردی نے عمرو بن ابی عمرو سے، انہوں نے سعید مقبری سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے دن سب سے زیادہ کون آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں نے تمہیں لوگوں سے زیادہ حدیث کا شوقین دیکھا تو میرا یہی گمان ہوا کہ تم سے پہلے کوئی یہ سوال نہیں کرے گا، یاد رکھو! قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا جو خلوص دل سے "لا الہ الا اللہ" کہے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عمرو بن ابی عمرو کے طریق سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی ذئب نے سعید المقبری سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن حفظ کر لیے ہیں، ایک کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرے کو اگر میں پھیلا دوں تو یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن ابی ذئب کے طریق سے روایت کیا ہے، بعض لوگوں نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ علم کے جس برتن کا

آپ نے انھیں نہیں پھیلایا جو فتنوں، جنگوں، معرکوں، قتل و قتال اور آگے ہونے والے واقعات سے متعلق تھے اگر وہ ایسی باتیں بتاتے تو لوگ ان کی تکذیب میں جلد بازی کرتے اور ان کی سچی باتوں کو بھی رد کر دیتے (ان سے چونکہ احکام شریعت بھی متعلق نہیں تھے۔ مترجم) جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا کہ اگر میں تم کو بتاؤں کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور آپس میں تلواروں پر لڑو گے تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اس حدیث سے ہوا پرست، باطل عقائد و نظریات رکھنے والے لوگ استدلال کرتے ہیں کہ جس بات کو انھوں نے ظاہر نہیں کیا اس میں ہمارے عقائد اور ہماری تائید تھی تمھیں یا ایسی باتوں کے تضاد و تناقض کے باوجود ہر باطل پرست اس کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی اٹکل پچو ہے اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں نہیں بتایا تو بھلا ان صاحب کو کہاں سے معلوم ہوا؟ اس میں صرف فتنوں اور جنگوں کے متعلق حوالے تھے جیسا کہ اس کے متعلق خود انھوں نے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خبر دی ہے جو ان میں سے کچھ تو ہم بیان کر چکے ہیں اور کچھ کتاب الفتن والملاحم میں عنقریب بیان کریں گے۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم سے عمرو بن عبید نے بیان کیا ان سے مروان بن الحکم کے کاتب ابوالزعیزعہ نے بیان کیا کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر تخت کے پیچھے بٹھایا اور مروان نے ان سے حدیثیں دریافت کرنا شروع کر دیں اور میں دوسری طرف بیٹھا انھیں لکھتا گیا۔ پھر سال کے آخر میں مروان نے انھیں دوبارہ بلایا اور پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے اسی تحریر کے مطابق سوالات کرنے لگا انھوں نے ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی علاوہ کسی بات کو آگے پیچھے بیان کیا۔

ابوبکر بن عیاش نے اعمش سے انھوں نے ابو صالح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سب سے زیادہ حفظ کرنے والے تھے لیکن سب سے افضل نہیں تھے۔ ربیع نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں احادیث روایت کیں ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حافظ تھے۔ ابوالقاسم بغوی نے ابوخیثمہ سے نقل کیا ہے انھوں نے ولید بن مسلم سے انھوں نے سعید بن عبدالعزیز سے انھوں نے مکحول سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیموں میں سے ایک خیمہ میں جمع ہوئے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صبح تک انھیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنائیں۔ سفیان بن عیینہ نے عمرو سے انھوں نے وہب بن منبہ سے انھوں نے اپنے بھائی ہمام بن منبہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ احادیث صرف حضرت عبداللہ بن عمرو کو یاد ہیں کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ ابوزرعہ دمشقی نے ابوزرعہ رازی سے نقل کیا ہے انھوں نے مروان بن محمد سے انھوں نے سعید بن عبدالعزیز سے انھوں نے اسماعیل بن عبیداللہ سے کہ مجھے السائب بن یزید نے بتایا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم حدیث بیان کرنا چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں قبیلہ دوس کی سرزمین سے جلاوطن کر دوں گا، نیز انھوں نے کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کہا کہ تم بھی پہلے زمانے کی باتیں کرنا چھوڑ دو ورنہ تمہیں بھی بندروں کی زمین سے جلاوطن کر دوں گا۔

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومسہر کو سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے ایسی باتیں کرتے سنا ہے لیکن اس نے سند بیان نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ پابندی اس پر محمول کی جا سکتی ہے کہ کہیں ان احادیث سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا لوگ انھیں ان کے مقام پر نہیں رکھیں گے اور رخصت کی احادیث میں گفتگو کرنے لگیں گے اور جب کوئی آدمی کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے غلطی اور خطا سرزد ہو جاتی ہے اور لوگ اسے بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں حدیث بیان کرنے کی اجازت دی تھی۔

مسدد کہتے ہیں کہ ہم سے خالد طحان نے بیان کیا کہ مجھے یحییٰ بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری بات پہنچی تو انھوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمھیں یاد ہے جس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فلاں کے گھر میں تھے؟ میں نے کہا ہاں یاد ہے مجھے پتہ ہے کہ آپ نے کیوں مجھ سے پوچھا ہے؟ فرمایا تو کیوں پوچھا ہے؟ میں نے کہا کیونکہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ فرمایا تب جاؤ اب حدیث بیان کرو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں نے بتایا کہ انھیں عبدالواحد یعنی ابن زیاد نے انھیں عاصم بن کلیب نے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ صادق

صدوق نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے گا۔ اسی قسم کی حدیث ان سے ایک اور طریق سے بھی مروی ہے ابن وہب نے یحییٰ بن ایوب سے انھوں نے محمد بن عجلان سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ حدیثیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کے سامنے بیان کرتا تو عمر میرا سر پھوڑ دیتا۔ صالح بن ابی الاخضر نے زہری سے انھوں نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ہم "قال رسول اللہ ﷺ" نہیں کہہ سکتے تھے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی نے عبدالرزاق سے انھوں نے معمر سے انھوں نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کم سے کم بیان کیا کرو سوائے ان احادیث کے جن پر عمل کیا جاتا ہے راوی کا کہنا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور میں یہ احادیث بیان کرتا تو مجھے یقین ہے کہ مجھے ضرور کوڑے کھانے پڑتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ زیادہ تر قرآن کے ساتھ مشغول رہا کرو اسی لئے جب انھوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا تو انھیں فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جن کی مساجد میں قرآن کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح گونجتی ہے لہٰذا انھیں اسی حالت پر رہنے دینا انھیں احادیث کے ساتھ الجھنے مت دینا اور میں اس بات میں تمہارا شریک ہوں یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول مشہور ہے۔

امام احمد نے بتایا کہ مجھے ہیثم نے خبر دی انھیں یعلیٰ بن عطاء نے ولید بن عبدالرحمٰن سے انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت بیان کی ایک بار وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کر رہے تھے اسی دوران یہ حدیث سنائی کہ جو شخص جنازے کے پیچھے چلے اور نماز جنازہ بھی پڑھے تو اسے ایک قیراط ملے گا اور اگر وہ دفن میں بھی شریک ہو تو اسے دو قیراط ملیں گے اور قیراط احد پہاڑ سے بڑا ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا اے ابوہریرہ! ذرا سوچ لیا کرو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہو؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ام المومنین میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص جنازے کے پیچھے چلے اور اس پر نماز پڑھے تو اسے ایک قیراط ملے گا اور جو دفن تک موجود رہے اسے دو قیراط ملیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں! بے شک فرمایا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وادی میں پودے لگانا اور بازار میں خرید و فروخت کرنا مجھے رسول اللہ ﷺ سے دور نہیں کرتے تھے۔ میں آپ ﷺ سے علم کی بات چاہتا تھا جو آپ مجھے سکھاتے تھے اور کھانے کا ایک لقمہ چاہتا تھا جو آپ مجھے کھلاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوہریرہ! آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور تم ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی حدیثیں جانتے ہو۔

واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن نافع نے اپنے والد کے حوالے سے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے اور جنازہ کے آگے آگے چلتے ہوئے ان کے لئے رحم کی دعا کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو لوگوں کے لئے محفوظ کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بہت سی احادیث کی تفسیر کی ہے اور بعض میں انھیں وہم ہوا ہے اور صحیح میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں ایک ہی وقت میں بہت سی احادیث بیان کرنے سے منع کیا۔ ابوالقاسم بغوی نے کہا کہ مجھ سے بشر بن ولید الکندی نے انھوں نے اسحاق بن سعد سے انھوں نے سعید سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کثرت سے احادیث بیان کی ہیں انھوں نے کہا اللہ کی قسم آئینہ، سرمہ دانی اور تیل ان میں سے مجھے مشغول نہیں کر سکتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہی چیزوں نے آپ کو کثرت سے احادیث بیان کرنے سے روکے رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا شاید ایسا ہی ہو۔ ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم جوزی نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن محمد نے انھوں نے ثابت سے اور انھوں نے ابورافع سے نقل کیا کہ ایک قریشی آدمی حضرت ابوہریرہ کے پاس ایک جوڑا پہن کر اکڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے ابوہریرہ تم رسول اللہ ﷺ سے کثرت سے احادیث بیان کرتے ہو کیا میرے اس جوڑے کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ انھوں نے فرمایا خدا کی قسم تم لوگ ہمیں بہت تکلیف دیتے ہو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا جو اس نے اہل کتاب پر واجب کیا کہ (لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ) تو میں تمہیں کچھ نہ بتاتا۔ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پہلے زمانے میں ایک آدمی ایک جوڑا پہن کر اکڑ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

قسم بخدا! مجھے نبی معصوم کی قسم! اس بات پر مطلع فرمایا کہ تمہارے لیے تو ابو بکر کافی ہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عمر نے بیان کیا، ان سے کثیر بن زید نے اور انہوں نے ولید بن رباح سے نقل کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان سے فرمایا کہ خدا کی قسم تو والی نہیں ہے بلکہ والی تو کوئی اور ہے، تو نے اسے چھوڑ دیا ہے یعنی جب لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کرنے کا ارادہ کیا تو مروان نے انہیں روکا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایسی چیز میں دخل دے رہے ہو جو تمہارے متعلق نہیں ہے، تم اس سے صرف ایک شخص کو خوش کرنا چاہتے ہو جو تم سے دور ہے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو، یہ سن کر مروان غصہ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے ابو ہریرہ! لوگ کہتے ہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بکثرت بیان کرتے ہو، حالانکہ تم رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کچھ مدت پہلے مسلمان ہوئے ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر آیا، اس وقت میری عمر تیس برس سے کچھ اوپر تھی، اور میں آپ ﷺ کی وفات تک ان کے ساتھ رہا، میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں گھومتا تھا، آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتا تھا، اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، اللہ کی قسم! قریش اور انصار کے کچھ لوگ بلاشبہ آپ کی صحبت میں مجھ سے سبقت کر گئے تھے، اور ہجرت میں بھی سبقت کی ہے، اور وہ میرے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کو جانتے ہیں اور وہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں دریافت کرتے رہے ہیں، ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے، خدا کی قسم مدینہ کی کوئی حدیث، رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی شخص اور جسے رسول اللہ کے ہاں کچھ مقام حاصل تھا وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے غار کے ساتھی تھے وغیرہ۔ اور ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے نکال دیا تھا اور مدینہ میں رہنے سے منع کیا تھا، اس بات سے وہ مروان کے باپ حکم بن ابی العاص پر تعریض کرنا چاہتے تھے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابو عبد الملک مجھ سے معاف کرو۔ اگر تو مجھ سے دوسری باتوں کے متعلق پوچھتا تو وہ میرے پاس اس کا علم کثیر پاتا۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! اس کے بعد مروان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دور ہٹنے لگے، اور ان سے اور ان کے جواب سے ڈرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے مروان سے کہا کہ میں نے اپنے اختیار اور خوشی سے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی اور تم لوگ اہل دار اور اہل وطن کے بچے والے تھے، داعی ﷺ کو اس کی سرزمین سے نکال دیا اور اس کے صحابہ کو تکلیف دی اور تمہارا اسلام میرے اسلام سے تمہارے ناپسند وقت تک مؤخر ہوا۔ چنانچہ مروان ان کی اس بات سے شرمندہ ہوئے اور ان سے ڈرتے رہے۔

ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ ہم سے ہارون بن معروف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سلمہ نے، ان سے محمد بن اسحاق نے، ان سے عمر یا عثمان بن عروہ نے اور انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ مجھ سے کہا: مجھے اس یمانی یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب کرو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں قریب کر دیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرنے لگے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ صدق (صدق) کذب (کذب) اور صدق (صدق) کہنے لگے۔ میں نے پوچھا کہ ابا جان اس کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے بیٹے! انہوں نے یہ حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں لیکن ان میں سے بعض کو صحیح موقع پر رکھتے ہیں اور بعض کو اصل موقع سے ہٹا دیتے ہیں۔

علی بن المدینی روایت کرتے ہیں وہب بن جریر سے، وہ اپنے والد سے، وہ محمد بن اسحاق سے، وہ محمد بن ابراہیم سے، وہ ابو انس مالک بن ابی عامر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا: اے ابو محمد! اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ یہ یمانی تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو جاننے والا ہے یا وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں کہیں۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور وہ کچھ جانا جو ہم نہیں جانتے، ہم مالدار لوگ تھے، ہمارے گھر اور خاندان تھے، ہم دن کے کچھ حصے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے، اور وہ مسکین آدمی تھا، اس کے پاس کوئی مال تھا نہ اہل و عیال، اس کا ہاتھ رسول اللہ کے ہاتھ میں تھا، جہاں آپ جاتے وہ آپ کے ساتھ ہوتا، چنانچہ ہمیں بالکل شک نہیں کہ اس نے وہ کچھ جانا جو ہم نے نہیں جانا اور اس نے وہ کچھ سنا جو ہم نے نہیں سنا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی

طرح روایت کیا ہے۔

شعبہ اشعث بن سلیم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہوئے سنا۔ تو ان سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے (قدیم) صحابی ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی حدیثیں سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کروں بجائے اس کے کہ بغیر سنے رسول اللہ ﷺ سے روایت کروں۔

مسلم بن الحجاج کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے بیان کیا کہ ان سے مروان دمشقی نے وہ لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ مجھے بکیر بن الاشج نے بتایا کہ ہم سے بسر بن سعید نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور حدیث کی حفاظت کرو خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں سناتے اور اسی مجلس میں کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی سناتے پھر وہ اٹھ جاتے تو میں اپنے بعض ساتھیوں کو دیکھتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو کعب کی طرف منسوب کرتے اور کعب کے اقوال کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قول کو کعب کا قول بناتے تھے اور کعب کے قول کو رسول اللہ ﷺ کا قول بناتے تھے لہٰذا اللہ سے ڈرو اور حدیث کے متعلق محتاط رہو۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کیا کرتے تھے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ اور کعب احبار سے روایت کرتے تھے لیکن ان میں امتیاز نہیں کرتے تھے شعبہ اس سے حدیث "من اصبح جنبا فلا صوم له" کہ جس نے حالت جنابت میں صبح کی اس کا روزہ نہیں کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جب ان سے اس کی تحقیق کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی۔ شریک مغیرہ سے اور وہ ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو چھوڑ دیتے تھے۔ اعمش نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہر حدیث کو نہیں لیتے تھے۔ سفیان ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث میں سے کچھ قبول کرتے تھے مگر ان احادیث کو لیتے تھے جو جنت و دوزخ کے متعلق تھیں یا کسی عمل کی ترغیب اور کسی برائی سے بچنے کے بارے میں ہوتی تھیں اور موافق قرآن بھی ہوں۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی کے اس قول کی تردید کی ہے کیونکہ کوفیوں کی ایک جماعت نے بھی یہی ابراہیم والا قول کہا ہے لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدق، حفظ، دیانت، عبادت، زہادت اور عمل صالح میں سے عظیم حصہ پایا تھا۔ حماد بن زید، عباس الجریری سے اور وہ ابی عثمان النہدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تہائی رات تک جاگتے تھے اور ایک تہائی ان کی بیوی اور ایک تہائی ان کی بیٹی جاگتی تھی۔ پہلا اٹھ کر نماز پڑھتا پھر دوسرے کو جگاتا اور دوسرا تیسرے کو جگاتا۔ صحیحین میں ان سے روایت ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے چاشت کی دو رکعتوں اور ہر مہینے میں تین روزوں کی وصیت کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ ابن جریج ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رات کو تین اجزاء میں تقسیم کرتا ہوں، ایک جزو قرأت قرآن کے لئے دوسرا سونے کے لئے تیسرا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مذاکرہ کرنے کے لئے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا ابوہلال سے اسحاق بن عثمان القرشی نے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک نماز کی جگہ اپنے خانہ میں بنا رکھی تھی ایک کمرے میں اور ایک گھر کے دروازے پر بنائی تھی جب نکلتے تو سب جگہ نماز پڑھ کر نکلتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو بھی سب جگہوں پر نماز پڑھتے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روزانہ بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنی دیت کے بقدر تسبیح پڑھتا ہوں۔ ہم روایت کرتے ہیں یحییٰ بن عطاء سے اور میمون بن ابی میسرہ سے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر روز دو آوازیں لگاتے تھے ایک صبح کے وقت کہ رات گئی دن آگیا اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا اور جب شام ہوتی تو آواز لگاتے کہ دن گیا رات آگئی اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا جو شخص بھی ان کی آواز سنتا وہ آگ سے پناہ مانگتا۔

عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عبیدہ نے بتایا انھوں نے زیاد بن ثوبان سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: کسی فاجر کی نعمت پر بھی رشک نہ کرنا کیونکہ اس کے پیچھے ایک زبردست متلاشی طالب ہے جو اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جہنم اسے طلب کر رہی ہے اور جب بھی اس کی آگ ٹھنڈی پڑنے لگی اسے مزید بھڑکا دیں گے۔ ابن لہیعہ، ابن یونس سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی سلام پھیرا تو انہوں نے اپنی آواز بلند کی اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دین کو قوام بنایا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا۔ کہ وہ اپنے پیٹ بھرنے اور چلنے کی قوت پانے کے لئے غزوان کی بیٹی کا اجیر تھا اس کا ہو گیا۔

ابراہیم بن اسحاق الحربی کہتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے بتایا انہیں سلیم بن حیان نے بتایا کہ میں نے اپنے والد کو سنا وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کر رہے تھے کہ میں نے یتیمی میں پرورش پائی اور حالت مسکینی میں ہجرت کی، میں غزوان کی بیٹی کا اجیر تھا صرف پیٹ بھرنے اور چلنے کی قوت حاصل کرنے پر جب وہ سوار ہوتے تو میں جانور ہانکتا تھا اور جب اترتے تو میں ان کے لئے لکڑیاں جمع کرتا تھا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے دین کو مضبوط بنایا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا۔ پھر فرمانے لگے اے اہل اسلام اللہ کی قسم میری اجرت میں صرف پیٹ بھر کھانا اور باری کے وقت سواری میں شریک ہونا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے میرا عقد کرا دیا تو جب وہ سوار ہوتے تو میں بھی سوار ہوتا۔ جب ان کی خدمت کی جاتی تو میری بھی خدمت کی جاتی اور جب اترتے تو میں بھی اترتا۔

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی کہتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن نصر نے بتایا، انہیں ہلال بن عبدالرحمن حنفی نے، وہ عطاء ابن ابی میمونہ سے اور وہ ابوسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں علم کا ایک باب سیکھنا ایک ہزار نفل رکعت پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح ایک ایسا باب جسے ہم سکھائیں چاہے اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے وہ ہمیں سو رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دونوں حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب طالب علم کو موت آ جائے اور طالب علمی میں انتقال کر جائے تو وہ شہید ہے۔ یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔

کئی لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنے بچھونے میں شمار کرنے کے لئے گٹھلی کرنے، گرہ لگانے اور گٹھلی وغیرہ کے ذریعہ سے تسبیح کیا کرتے تھے۔ آپ سے سوال کیا گیا: کیا آپ کو ان باتوں کا خدشہ ہے؟ آپ نے جواب دیا مجھے کون ان باتوں سے اطمینان دلا سکتا ہے جب کہ انسان زندہ ہے اور دلوں کا پھیرنے والا انہیں جیسے چاہے پھیر سکتا ہے؟

آپ کی بیٹی نے آپ سے کہا ابا جان لڑکیاں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تیرے والد تجھے سونے کے زیورات سے آراستہ کیوں نہیں کرتے؟

آپ نے فرمایا: اے بیٹی ان سے کہنا میرے والد مجھ پر آگ کی گرمی سے خوف کھاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ آپ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے تھے جب تسبیح وغیرہ کے بعد آپ واپس مڑے تو میں نے آپ سے قریب ہو کر کہا کہ مجھے کتاب اللہ کی کچھ آیات پڑھا دیں اور میرا مقصد صرف کھانا تھا (یعنی بھوک لگی تھی) آپ نے سورہ آل عمران کی کچھ آیات مجھے پڑھا دیں۔ اور جب آپ اپنے گھر کے پاس آئے تو اندر داخل ہو گئے اور مجھے دروازے پر چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ کپڑے بدل کر میرے لئے کھانے کا حکم دیں گے لیکن مجھے کچھ نہ ملا۔ جب دیر ہو گئی تو میں اٹھ کر چل پڑا تو رسول اللہ ﷺ مجھے مل گئے۔ آپ نے مجھ سے گفتگو کی اور فرمایا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! آج رات تمہارے منہ کی بو سخت ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک ایسا ہی ہے۔ دن بھر روزہ رکھا ہے اور ابھی تک افطار نہیں کر سکا۔ اور میرے پاس افطار کے لئے کچھ موجود بھی نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چل دیئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے گھر پہنچ گئے... وہاں پہنچ کر ایک لونڈی کو بلایا۔ اور فرمایا: پیالہ ہمیں دو۔ وہ پیالہ لائی اس میں کچھ نہ بچا تھا۔ میرا گمان ہے کہ "جو" کے جو کھانے سے بچ گئے تھے البتہ پیالے کے اطراف میں تھوڑا سا حصہ لگا ہوا تھا۔ پس میں نے بسم اللہ پڑھی اور اس کی تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ کھا کر سیر ہو گیا۔

ابو الطبرانی نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن ابراہیم نے محمد بن عبدالرزاق بن ... کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے فرمایا "سونا نہ پہننا مجھے تمہارے بارے میں آگ کی گرمی کا خوف ہے" یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے

مروی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ابان نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے قتادہ نے ابو رافع عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یقیناً آگ کو تمہاری دنیا اور آخرت کو جمع کرنے والا ہے مثل شہوات اور جو کچھ فانی ہیں۔

اور طبرانی نے محمد بن سیرین سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو عامل بنانے کے لئے بلایا تو آپ نے عامل بننے سے صاف انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے! کیا آپ عہدے کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس نے بھی عہدہ کی خواہش کی ہے جو آپ سے بہتر تھا۔ کیا یوں فرمایا: اس نے بھی عہدے کا مطالبہ کیا ہے جو آپ سے بہتر تھا؟ حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا: کس نے؟ آپ نے فرمایا: یوسف علیہ السلام نے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یوسف تو نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں اور میں ابو ہریرہ بن امیمہ ہوں، اور میں تین باتوں سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے پانچ باتیں کیوں نہیں کہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں علم کے بغیر بات کرنے اور علم کے بغیر فیصلہ کرنے سے ڈرتا ہوں اور یہ کہ میری پشت پر مار پڑے، میرا مال چھین جائے اور میری عزت کو گالی گلوچ کا نشانہ بنایا جائے۔

اور سعید بن ابی ہند نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: کیا آپ مجھ سے ان غنائم کے متعلق نہیں پوچھیں گے جن کے متعلق آپ کے اصحاب نے سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو جو سکھایا ہے اس میں سے کچھ مجھے سکھا دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میری پشت سے چادر کھینچ کر اسے میرے اور اپنے درمیان بچھا دیا گویا کہ میں اس پر جوئیں رینگتے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے بیان کیا حتیٰ کہ آپ نے اپنی بات مکمل کر لی تب فرمایا: اس کو اکٹھا کر کے اپنے ساتھ لگا لو۔ پس میری یہ حالت ہو گئی کہ آپ نے جو بات مجھ سے بیان کی اس کا ایک حرف بھی میں نہیں بھولا۔

ابو عثمان النہدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں مہینے کے آغاز میں تین روزے رکھتا ہوں اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے تو مجھے ایک ماہ کا اجر مل جائے گا۔

اور حماد بن سلمہ نے ثابت سے ابو عثمان النہدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ جب راستے میں قیام ہوا تو انہوں نے دستر خوان لگا کر آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں روزے سے ہوں۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہونے کے قریب تھے تو آپ نے آ کر ساتھ کھانا شروع کر دیا، اور لوگ اپنے اس قاصد کی طرف دیکھنے لگے جسے انہوں نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے ان سے کہا: تم مجھے کیا دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے درست کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ماہ صبر کے روزے اور ہر ماہ تین دن کا روزہ ہمیشہ کا روزہ رکھنا ہے۔ میں نے مہینے کے آغاز میں تین دن روزہ رکھا تھا۔ پس میں اللہ کی تخفیف کی خاطر افطار کرنے والا ہوں اور اللہ کی تضعیف کی خاطر روزہ رکھنے والا ہوں۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عبد الملک بن عمرو نے اسماعیل بن ابی المتوکل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ جب آپ اور آپ کے اصحاب روزہ رکھتے تو مسجد میں بیٹھ جاتے اور کہتے ہم اپنے روزوں کو پاک کر رہے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ عبد الرحمٰن بن عثمان التیمی نے ابو عاصم بن قدامہ التیمی کی سند سے مروی ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے میری ہلاکت میرے پیٹ کی وجہ سے ہے، اگر میں اسے سیر کروں تو وہ مجھے بے چین کرتا ہے اور اگر بھوکا رکھوں تو مجھے کمزور کر دیتا ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہر روز اللہ تعالیٰ کے حضور بارہ ہزار دفعہ توبہ و استغفار کرتا ہوں اور یہ میری دیت کے بقدر ہے۔ عبداللہ بن احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ایک دھاگا تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں، آپ سونے سے قبل اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار گرہیں تھیں اور آپ اس کے

ساتھ تسبیح کے بغیر ہوتے تو مجھے یہ حدیث بھی روایت سے زیادہ ہوگئی ہے۔

اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے، پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری اس دنیا پر نہیں روتا بلکہ اپنے سفر کی دوری اور زاد راہ کی کمی پر روتا ہوں اور میں جنت و دوزخ کی اترائی کی چڑھائی میں ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کی طرف لے جایا جاؤں گا؟

اور قتیبہ بن سعید نے الفرج عن سعید بن ابی سعید عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آپ اپنی مسجد میں نماز پڑھ کر گھر جاتے اور اپنے مصحف کو آراستہ کرتے تو تم پر برکت آ گئی اور طبرانی نے معمر سے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ جب آپ کے پاس سے جنازہ گزرتا تو آپ فرماتے: صبح کو چلے گئے اور ہم شام کو جانے والے ہیں یا فرماتے کہ شام کو چلے گئے اور ہم صبح کو جانے والے ہیں۔ یہ ایک موثر نصیحت اور فوری غفلت ہے کہ پہلا چلا جائے گا اور دوسرا باقی رہ جائے گا، اس سے کوئی عقل مند نہیں ہے۔

اور ابو بکر بن مالک نے بیان کیا ہے کہ عبدالمومن بن عبداللہ السدوسی نے ابو یزید المدنی کے حوالے سے بتایا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر نبی علیہ السلام کے مقام سے نیچے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا: عربوں کے لئے اس شر میں ہلاکت ہے جو قریب آ گیا ہے، بچوں کی امارت میں ان کے لئے ہلاکت ہے جو ان کے درمیان خواہش سے فیصلہ کرتے ہیں اور غصہ سے قتل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ثابت نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ابن دینار کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس چار ہزار تھے پانچ سے میں نے خط دیا اور پانچ سے کھانا کھائی اور پانچ ہزار میں نے اپنے ناشتہ کے لئے وقف رکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن عمرو نے ہم سے ابو عقیل (الصوفی) عن ابی المتوکل کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حبشی عورت تھی جس نے اپنے کام سے انہیں پریشان کر دیا تھا، ایک دن آپ نے اس پر کوڑا اٹھایا پھر فرمایا: اگر قیامت کے دن قصاص نہ ہوتا تو تجھے اس سے بے ہوش کر دیتا لیکن میں عنقریب تجھے ایسے کے پاس فروخت کروں گا جو مجھے تیری پوری قیمت دے گا۔ جا تو خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد ہے۔

اور حماد بن سلمہ نے ایوب عن یحییٰ ابن ابی کثیر عن ابی سلمہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو میں آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا، میں نے کہا: اے اللہ! ابو ہریرہ کو شفا دے، تو آپ نے فرمایا: اسے نہ لوٹا، یہ بات تین بار کہی، پھر فرمایا: اے ابو سلمہ! قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے کہ آدمی کو موت سرخ سونے سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

عطاء نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم چھ باتوں کو دیکھو تو تم میں سے جس کی جان اس کے ہاتھ میں ہو وہ اسے چھوڑ دے اور میں اسی خوف سے موت کی تمنا کرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے آ نہ لیں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں:

(۱) جب بے وقوفوں کو امیر بنایا جائے گا۔
(۲) فیصلے کو فروخت کیا جائے گا۔
(۳) خون کو معمولی سمجھا جائے گا۔
(۴) رشتوں کو قطع کیا جائے گا۔
(۵) پولیس کے سپاہی زیادہ ہو جائیں گے۔
(۶) کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو گیت بنا لیں گے۔

ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن الحارث نے بکیر بن الاشج سے ... کی سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ... ہوتے ہوئے ... مروان بن الحکم کی طرف سے امیر تھے۔

اور فرمایا ... ایک امیر کے لئے ... راستہ ... آپ ... سے

واقع ہوئی، بات یہ ہے کہ اس کے سر پر لگے تو۔

آپ کے فضائل و مناقب اور صالح اور خوبصورت گفتگو بہت ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے سوائے ایک موقع پر (جب آپ ﷺ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کے ساتھ آپ کو بحرین کی طرف بھیجا تھا)۔ آپ ﷺ نے انہیں وصیت کی۔ حضرت العلاء نے آپ کو مؤذن مقرر کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے امیر! آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ کرنا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں آپ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا اور معزولی کے ساتھ آپ کو حصہ دیا۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ معمر نے ایوب سے ابن سیرین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنایا تو آپ دس ہزار درہم لے آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا: اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن! تو نے ان اموال کو ذخیرہ کر لیا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کا دشمن نہیں بلکہ ان دونوں کے دشمن کا دشمن ہوں، یہ مال گھوڑوں سے آیا ہے میرے گھوڑوں نے بچے دیئے اور غلام اور غلام میرے پاس تھے۔ اور عطیات مجھے مسلسل ملتے رہے (بیان کیا جاتا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کی تو آپ کو اپنے قول کے مطابق پایا۔

جب اس کے بعد دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گورنر بنانے کے لئے فرمایا تو آپ نے گورنر بننے سے صاف انکار کر دیا۔ تو حضرت عمر نے آپ سے پوچھا: آپ گورنری کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس شخص نے اس کا مطالبہ کیا تھا جو آپ سے بہتر تھا؟ یوسف علیہ السلام نے اسے طلب کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت یوسف نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی تھے اور میں ابوہریرہ ابن امیمہ ہوں اور میں تین یا دو باتوں سے ڈرتا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے پانچ کیوں نہیں کہیں؟ آپ نے فرمایا: میں بغیر علم کے بات کرنے اور بغیر حلم کے فیصلہ کرنے سے ڈرتا ہوں اور یہ کہ میری پشت پر مارا جائے اور میرا مال چھین لیا جائے اور میری عزت کو گالی گلوچ کا نشانہ بنایا جائے۔

دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی گورنری میں آپ کو بارہ ہزار تاوان ڈالا تھا اس لئے آپ نے دوسری دفعہ انکار کر دیا تھا۔

اور عبدالرزاق نے معمر سے محمد بن زیاد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیجتے اور جب آپ سے ناراض ہو جاتے تو آپ کو معزول کر کے مروان بن الحکم کو گورنر بنا دیتے اور جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کے پاس آتے تو وہ آپ سے چھپ جاتا تب مروان کو معزول کر کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیتے تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جو شخص بھی تیرے پاس آئے اسے واپس نہ کرنا اور مروان سے چھپ جانا تو جب مروان آیا تو غلام نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور وہ بڑی کوشش کے بعد داخل ہوا اور جب اندر آ گیا تو کہنے لگا: غلام نے ہمیں آپ سے روکا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سب لوگوں سے بڑھ کر اس بات کا حقدار ہے کہ اسے واپس نہ کیا جائے۔

مشہور یہ ہے کہ مروان وہ شخص ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نائب امیر مقرر کرتا تھا لیکن وہ یہ کام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے کرتا تھا۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سعد نے ثابت بن ابی رافع کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ بسا اوقات مروان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نائب مقرر کرتا تو آپ گدھے پر سوار ہوتے اور کسی شخص سے ملتے تو فرماتے: راستہ دو امیر آ گیا ہے اور آپ امیر ہونے کی حالت میں بچوں کے پاس سے گزرتے جو کہ رات کو دیہاتی عربوں والے کھیل میں مصروف ہوتے تو ان کو پتہ نہ چلتا اور آپ خود کو ان کے درمیان گرا دیتے اور اپنے پاؤں سے زمین پر مارنے لگتے گویا آپ مجنون ہیں۔ اور اس سے مقصود بچوں کو خوش کرنا ہوتا تھا پس بچے آپ سے ڈر جاتے اور آپ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے بکھر جاتے۔

ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ کبھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجھے کھانے پر بلاتے تو اپنے ساتھ بٹھاتے اور فرماتے: عراق کو امیر کے لئے چھوڑ دے یعنی گوشت کے قطعے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تو وہ تیل کا ثرید ہوتا۔

ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن الحارث نے یزید بن زیاد القرظی کے حوالے سے مجھے بیان کیا کہ ثعلبہ بن ابی مالک نے ان سے بیان کیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے بازار میں آئے اور ان دنوں آپ مروان کے جانشین تھے اور فرمایا: اے ابن ابی مالک! امیر کے لئے وسیع راستہ بنا دو۔ میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ کافی ہے۔ آپ نے جواب دیا: امیر کے لئے وسیع راستہ بناؤ جبکہ آپ کی پشت پر گٹھا تھا اور یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اور ایک اور طریق سے معروف ہے۔

مروان کے کاتب ابو الزعیزعہ نے بیان کیا ہے کہ مروان نے ایک سو دینار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے میرا مقصد آپ کے سوا کوئی اور تھا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں انہیں خرچ کر چکا ہوں اور جب میری عطا نکل جائے تو انہیں اس سے لے لینا۔ آپ نے انہیں صدقہ کر دیا تھا اور مروان نے آپ کو آزمانا چاہا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ بن عبد الجبار نے ہم سے حماد بن سلمہ کی حدیث سے محمد بن زیاد کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب آپ کو والی بنا دیتے تو آپ خوش رہتے اور جب معزول کر دیتے تو آپ بھی غم نہ کرتے۔ کئی لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک نوجوان آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے ابو ہریرہ! میں نے صبح روزہ رکھا ہوا تھا پھر میں اپنے والد کے پاس گیا تو وہ میرے پاس روٹی اور گوشت لائے۔ پس میں نے بھول کر کھا لیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے تجھے کھلایا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اس نے کہا: پھر میں اپنے گھر آیا تو میرے پاس اونٹنی کا دودھ لایا گیا وہ بھی میں نے بھول کر پی لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: پھر میں سو گیا جب بیدار ہوا تو میں نے پانی پیا اور ایک روایت میں ہے کہ بھول کر جماع کر لیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تو نے روزے سے تعارف ہی نہیں کیا۔

کئی مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے: دوپہر کو چلے گئے ہیں اور ہم شام کو چلنے والے ہیں یا دو شام کو چلے گئے اور ہم صبح کو چلنے والے ہیں۔ نیز مورخین نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ رو پڑے۔ دریافت کیا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: زاد راہ کی قلت اور سفر کی شدت پر، اور میں اترائی کی گھاٹی پر ہوں، میں جنت کی طرف جاؤں گا یا دوزخ کی طرف، مجھے معلوم نہیں ہے۔

امام مالک نے سعید بن ابی سعید المقبری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی مرض الموت میں تھے پس مروان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اللہ آپ کو شفا دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں پس تو بھی میری ملاقات کو پسند فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی مروان ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

یعقوب نے ابو عثمان کے حوالے سے ولید بن جابر کی عمیر بن ہانی کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی کہ مجھے ساٹھ ہجری تک نہ پہنچانا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ساٹھویں سال میں یزید کی ولی عہدی سے ایک سال قبل وفات پا گئے اور اسی طرح واقدی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے ۵۹ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ آپ ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شوال ۵۸ھ میں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال میں وفات پائی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئی ہیں اور کئی مورخین کا قول ہے کہ آپ نے ۵۸ھ میں انتقال فرمایا اور بعض نے ۵۷ھ کہا ہے۔ ابو معشر کا قول نقل کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپ نے ۵۹ھ میں رحلت فرمائی۔

مورخین کا بیان ہے کہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے جو مدینہ کا امیر تھا آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور لوگوں میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما اور بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے اور یہ واقعہ عصر کے قریب کا ہے۔ آپ کی وفات آپ کے عقیق والے گھر میں ہوئی تو آپ کو مدینہ لایا گیا اور آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ۔ ولید بن عتبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ان کے وارثوں کو دیکھو اور انہیں دس ہزار درہم دے دو اور ان سے حسن سلوک کرو اور ان کی طرف نیکی کرو، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگاروں میں شامل تھے اور آپ یوم الدار میں حضرت عثمان کے ساتھ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۰ھ کے واقعات

اس سال مالک بن عبداللہ نے سوریہ شہر سے جنگ کی۔ الواقدی کا بیان ہے کہ اس میں جنادہ بن ابی امیہ جزیرہ روڈس میں داخل ہوا اور اسی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے وفد میں سے جو عبیداللہ بن زیاد کے ہمراہ دمشق آئے تھے یزید کی بیعت لی اور اسی میں رجب کے مہینے میں حضرت اس بیماری میں واقع ہوئے جس میں انہوں نے انتقال کیا جیسا کہ ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ ابن جریر نے ابی مخنف کے طریق سے روایت کیا ہے کہ عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور فرمایا اے میرے بیٹے! میں نے تجھے سفر اور کوچ سے بے نیاز کر دیا ہے اور چیزوں کو تیرے لئے درست اور مطیع کر دیا۔ دشمنوں کو ذلیل کر دیا۔ عربوں کی گردنوں کو تیرے آگے جھکا دیا۔ عطا کیے جو کسی نے جمع نہیں کیے وہ میں نے تیرے لئے جمع کیے ہیں۔ اس کے بعد میں تجھے چار آدمیوں کے متعلق تیرے ساتھ جھگڑا کرنے کا خوف ہے۔ حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے ۱۱ھ پہلے وفات پا چکے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے آدمی ہیں جنہیں عبادت نے جلا دیا ہے اور جب ان کے سوا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا تو وہ تیری بیعت کر لیں گے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پس پشت اہل عراق ہیں وہ انہیں تمہارے خلاف بغاوت پر ضرور آمادہ کریں گے۔ پس اگر وہ تمہارے خلاف ہو جائیں اور تم ان پر فتح پا لو تو ان سے درگزر کرنا کیونکہ ان کا رشتہ قریبی اور حق عظیم ہے۔ اور حضرت ابن ابی بکر ایسے شخص ہیں کہ اگر انہوں نے دیکھا کہ ان کے اصحاب نے کچھ کیا ہے تو وہ بھی اسی طرح کریں گے وہ صرف عورتوں اور کھیل کے شائق ہیں۔ اور وہ آدمی جو تم سے شیر کی طرح چمٹے گا اور تجھے لومڑی کی طرح فریب دے گا اور جب کبھی اسے موقع ملے گا تو حملہ کر دے گا وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر وہ تیرے ساتھ ایسا کرے اور تو اس پر غالب آ جائے تو اس کا ایک ایک ٹکڑا الگ کر دینا۔

کئی مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو یزید کہیں گیا ہوا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن قیس الفہری کو جو آپ کی دمشق کی پولیس کا سپرنٹنڈنٹ تھا اور مسلم بن عقبہ کو بلایا اور انہیں وصیت فرمائی کہ وہ یزید کو سلام پہنچائیں اور اسے حجاز کے متعلق یہ کہیں کہ اگر اہل عراق اس سے روزانہ عامل کو بدلنے کا مطالبہ کریں اور نئے کے مقرر کرنے کا کہیں تو وہ ایسا کریں اور تمہارے خلاف ایک لاکھ تلواروں کے سونتے جانے کی نسبت مجھے ایک آدمی کا معزول کرنا زیادہ اچھا ہے اور یہ کہ وہ اہل شام کے ساتھ رہے۔ اور انہیں اپنا مشیر اور مددگار بنائے اور ان کے حق کو پہچانے اور مجھے آپ کے متعلق قریش کے تین آدمیوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر کے سوا کسی سے خائف نہیں ہوں اور آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو تو عبادت نے جلا دیا ہے اور حضرت حسین ایک کمزور آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان سب لوگوں سے بے نیاز کر دے گا جنہوں نے ان کے والد کو قتل کیا ہے اور ان کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اور ان کا رشتہ قریبی اور حق عظیم ہے اور محمد ﷺ سے قرابت بھی ہے اور میرا خیال ہے کہ عراقی لوگ ان سے بغاوت کرائے بغیر نہیں رہیں گے۔ پس اگر تو ان پر قابو پا لے تو ان سے درگزر کرنا اور اگر میں ان پر قابو پا لیتا تو انہیں معاف کر دیتا۔

اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ چالاک اور کینہ رکھنے والے شخص ہیں اگر وہ تمہارے سامنے آئیں تو ان کا مقابلہ کرنا الا یہ کہ وہ صلح کا مطالبہ کریں تو ان کی بات مان لینا اور حتی الامکان اپنی قوم کے مردوں کی اور ان کے خون کی حفاظت کرنا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت اسی سال کے رجب کی ابتدا میں ہوئی۔ یہ قول ہشام بن کلبی کا ہے اور بعض نے نصف رجب کا قول کیا ہے جیسا کہ واقدی نے کہا ہے۔ اور بعض نے ۲۲ رجب بروز جمعرات کا قول بیان کیا ہے یہ قول المدائنی کا ہے۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ آپ نے رجب کے مہینے میں رحلت کی ہے اور آپ کی خود مختار حکومت کی مدت ۴۰ھ سے شروع ہوئی ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے "اذرح" مقام پر آپ کی بیعت کر لی اور یہ مدت انیس سال تین مہینے کی ہے اور آپ شام میں تقریباً بیس سال نائب رہے اور اس کے علاوہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ۷۳ برس کی عمر پائی ہے اور بعض نے ۷۵ سال بعض نے ۷۸ سال اور بعض نے ۸۵ سال کا قول کیا ہے۔ آپ کے بقیہ حالات آخر میں بیان ہوں گے۔

ابوالحسن زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ ابو عمر بن حسین کے چچا نے اپنے دادا احمد بن ثعلب کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ ہند بنت عتبہ الفاکہ بن مغیرہ مخزومی کے پاس تھی اور الفاکہ قریش کے جوانوں میں سے تھا اور اس کا ایک مہمان خانہ تھا جس میں لوگ بغیر اجازت کے اس کے پاس آتے تھے ایک دن یہ گھر خالی ہوا تو الفاکہ لیٹ گیا اور دوپہر کے وقت ہند بھی اس میں موجود تھی پھر الفاکہ کسی کام کے لئے باہر نکل گیا اور ایک شخص نے گھر میں داخل ہو کر دیکھا کہ اس میں ایک عورت ہے تو وہ پیچھے بھاگ گیا اور الفاکہ نے اسے دیکھ لیا جب وہ نکل رہا تھا پھر اس نے آ کر دیکھا کہ وہ نیند میں ہے تو اسے پاؤں مار کر کہنے لگا کون تھا یہ شخص جو تمہارے پاس آیا تھا؟ اس نے کہا میں سو رہی تھی مجھے معلوم نہیں کون آیا تھا آپ نے مجھے بیدار کیا۔ پھر اس نے اسے کہا اپنے والد کے پاس چلی جاؤ اور لوگوں نے بھی اس کے متعلق باتیں کیں تو ہند کے والد نے بیٹی سے کہا تمہارے متعلق لوگوں نے بہت باتیں کی ہیں مجھے سچ سچ بتا دے اگر اس شخص نے تیرے بارے میں سچ کہا ہے تو میں کسی آدمی کو بھیج کر اسے خفیہ طور پر قتل کروا دیتا ہوں تاکہ لوگوں کی باتیں ختم ہو جائیں اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اسے یمن کے کاہن کی طرف لے جاتا ہوں اس نے قسم کھائی۔ ہند نے اپنے والد کے سامنے ایسی قسم اٹھائی جو زمانہ جاہلیت میں کھائی جاتی تھی کہ فلاں شخص نے اس کے متعلق بہتان لگایا ہے۔ عتبہ نے الفاکہ سے کہا تو نے میری بیٹی پر بہت بڑی تہمت لگائی ہے اور بڑا عار الزام لگایا ہے پس یمنی کاہن کے پاس چل کر فیصلہ کروا لے تو نے ہمیں عرب میں ذلیل اور رسوا کر دیا ہے اگر تو امیر ہے۔ الفاکہ نے کہا ٹھیک ہے اگر تو چاہے تو میں تجھے قبول کرتا ہوں اور میں تجھے یمن کے کاہن کے پاس لے جاؤں گا اس کے بعد وہ مخزومی کے بیٹے والے ایک کاہن کے پاس لے گیا اور الفاکہ بنو مخزوم کی جماعت کے ساتھ اور عتبہ بنی عبد مناف کی جماعت کے ساتھ نکلا اور ہند کو بھی ساتھ لیا اور اس کے ساتھ ان کے اقارب کی عورتیں بھی تھیں پھر وہ یمن کی طرف روانہ ہوئے اور جب وہ اس ملک کے قریب پہنچے جس میں کاہن تھا تو کہنے لگے کل کاہن کے پاس جائیں گے اور جب ہند نے یہ گفتگو سنی تو اس کی حالت تبدیل ہو گئی اور اس کا چہرہ اتر گیا اور وہ رونے لگی اس کے والد نے اسے دیکھ کر کہا اے بیٹی! میں نے تیری یہ حالت دیکھی ہے اور تیرے رنگ کی تبدیلی کو دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ایسے فعل کی وجہ سے ہے جس کا تو نے ارتکاب کیا۔ یہ بات لوگوں میں ہمارے سفر کے مشہور ہونے اور چلنے سے پہلے کیوں نہ ہوئی؟ اس نے جواب دیا اے میرے والد! جس حالت میں آپ مجھے دیکھ رہے ہیں یہ حالت مجھے کسی قتل کروانے کی وجہ سے نہیں پہنچی میں پاک دامن ہوں لیکن جو حالت آپ مجھ پر دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ ایک انسان ہے جو غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح بات بھی کرتا ہے تو مجھے اس بارے میں ڈر محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے متعلق کوئی غلطی کر بیٹھے جس کی وجہ سے مجھ پر ہمیشہ کے لئے عار ہو گی میں اس وجہ سے مطمئن نہیں ہوں کہ وہ مجھ پر ایسا داغ لگا دے جو عربوں میں میری بے عزتی کا باعث ہو۔ اس کے والد نے اسے کہا کہ تو مت ڈر میں تیرے معاملے میں گفتگو کرنے سے پہلے اس کو آزماؤں گا اگر اس نے اس بات میں غلطی کی تو میں اس کی نہیں سنوں گا۔ اور اگر اس نے درست بتایا تو تیرا معاملہ اس کے سپرد بھی کر دوں گا۔

پھر وہ لوگوں سے جدا ہو گیا (اور وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا) یہاں تک کہ وہ ان سے ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ گیا تو وہ اپنے گھوڑے سے اترا پھر اس نے اس کے لئے سیٹی بجائی یہاں تک کہ اس کو لٹا دیا پھر اس نے گندم کا ایک دانہ لیا اور گھوڑے کے پیشاب کے سوراخ میں داخل کر کے اوپر سے تسمہ باندھ دیا اور اس کے بند کو مضبوط کر دیا پھر اس نے اس کے لئے سیٹی بجائی یہاں تک کہ اس کا پیشاب ختم ہو گیا پھر وہ لوگوں کے پاس آ گیا گویا وہ کسی کام سے گیا تھا جو ضرورت کے لئے گیا تھا پھر وہ کاہن کے یہاں حاضر ہوئے اور جب وہ اس کے پاس آئے تو اس نے ان کا اکرام کیا اور ان کے لئے جانور ذبح کیا۔ عتبہ نے اسے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک بات کے لئے آئے ہیں اور میں نے اس کے متعلق آپ کو آزمانے کے لئے دانہ چھپایا ہے جب تک آپ ہمیں بتا نہ دیں کہ میں نے آپ کے لئے کیا چیز چھپائی ہے۔ میں نے آپ کے واسطے ایک چیز چھپائی ہے آپ ہمیں اس کے متعلق ہمیں بتا دیں کاہن نے کہا گھوڑے کے پیشاب کی جگہ میں گندم کا دانہ ہے۔ اس نے کہا میں اس سے زیادہ وضاحت کا طالب ہوں اس نے کہا تو نے گھوڑے

کے بیٹا ب کے سوانح میں تذکرہ حالات چھپا ہے اس نے کہا کہ آپ نے درست کہا ہے۔

اب اس بات کو مخفی رکھیں جب کہ آپ کے پاس آنے والی ان عورتوں کے واقعہ میں غور و فکر کریں کہ جب اس نے عورتوں کو دیکھا ہے پیچھے ہٹو ہند بھی ان کے ساتھ تھی جب وہ ان کے پاس آئیں تو کاہن ان میں سے ہر ایک کے قریب جاتا اور اس کے کندھے پر مارتا اور کہتا اٹھ کھڑی ہو یہاں تک کہ وہ ہند تک پہنچا تو اس کے کندھے پر مار کر کہا اٹھ کھڑی ہو جا تو بدکار نہیں ہے تو ضرور ایک بادشاہ کو جنم دے گی جس کا نام معاویہ ہوگا رضی اللہ عنہ اور فاکہ اس کے قریب گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑا لیا اور کہا مجھ سے دور ہو جا خدا کی قسم میرے ساتھ تیرا ساتھ نہیں رہے گا اور مجھے خدا کی قسم! میری خواہش ہے کہ وہ بادشاہ تیرے علاوہ کسی اور شخص سے ہو، پس ابو سفیان بن حرب نے اس سے شادی کر لی اور پھر ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ الفاکہ سے یہ بات کہی گئی واللہ اعلم۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات، دورِ حکومت
اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی ابو عبدالرحمٰن ہیں مومنین کے ماموں اور رب العالمین کے نبی کے کاتب وحی ہیں آپ کی والدہ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہیں حضرت معاویہؓ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور آپ کی روایت ہے کہ میں عمرۃ القضیہ کے روز مسلمان ہوا تھا لیکن میں نے اپنا اسلام اپنے والد سے پوشیدہ رکھا پھر جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا یہ تیرا بھائی یزید تم سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہے میں نے ان سے کہا میں نے اپنی ذات سے کوشش میں کوتاہی نہیں کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمرۃ القضاء میں رسول اللہ ﷺ سے ملا کہ میں آپ کی تشریف لانے اور میں آپ کی تصدیق کرنے والا تھا پھر جب آپ فتح مکہ کے سال آئے تو میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا اور جب میں آپ کے ہاں آیا تو آپ نے مجھے خوش آمدید فرمایا اور میں نے آپ کی کتابت کی اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ حنین میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ شریک تھے اور آپ نے ان کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیے چاندی دیئے جن کا وزن حضرت بلالؓ نے کیا اور آپ نے یمامہ کی جنگ میں بھی شمولیت کی۔

اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ نے ہی مسیلمہ کو قتل کیا ہے اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے ہو سکتا ہے آپ اس کے قتل میں شریک ہوں۔ وحشی نے اسے نیزہ مارا تھا اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ نے اسے تلوار ماری تھی اور آپ کے والد قریش کے سرداروں میں سے تھے اور معرکہ بدر کے بعد آپ اکیلے سردار تھے پھر جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بھی حسن اسلام سے آراستہ ہو گئے اور انہوں نے معرکہ یرموک میں قابل تعریف کارنامے انجام دیئے اور اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور حضرت معاویہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ کے کاتبوں کے ساتھ مل کر وحی کو لکھا اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں جو کہ صحیحین اور دیگر سنن اور مسانید میں موجود ہیں اور آپ سے صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

ابو بکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت تھے آپ جب بھی مسکراتے تو آپ کا اوپر والا ہونٹ الٹ جاتا آپ بالوں کو رنگ دیا کرتے تھے اور محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو اسامہ نے سعید بن عبدالعزیز سے بحوالہ ابو عبد رب مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی کو زرد رنگ دیتے تھے گویا وہ سونا ہے اور دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ سفید رنگ، دراز قد تھے اور آپ کے سر کے بال دونوں طرف سے کھلے ہوئے تھے آپ کا سر اور داڑھی سفید تھی اور آپ سر اور داڑھی کو مہندی لگا کر وسمہ سے رنگین کرتے تھے اور آخری عمر میں آپ کو لقوہ کی بیماری لاحق ہو گئی تھی اور آپ اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے اور فرماتے تھے اللہ اس بندے پر رحم کرے جو میرے لئے صحت کی دعا کرتا ہو میں نے اپنے اچھے دنوں میں اور برے دنوں میں جمال میں زیادتی کی ہے اور اگر یزید کے متعلق میری خواہش نہ ہوتی تو میں اپنی راہ ہدایت کو دیکھ لیتا۔

آپ لوگوں میں بردبار، باوقار، رئیس، سردار، کریم، عادل اور مرجع الخلائق تھے اصمعی نے صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کو بچپن میں ایک قیافہ شناس عرب نے دیکھا تو کہنے لگا میں گمان کرتا ہوں کہ یہ بچہ عنقریب اپنی قوم کی سرداری کرے گا اور ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم ہی کی سرداری نہ کرے تو اس کی ماں اسے گم کرے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مکہ میں ہند کا چہرہ دیکھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور اس کے سرین بیٹھے ہوئے شخص کی طرح ہیں اور اس کے ساتھ ایک بچہ کھیل رہا ہے پس ایک شخص گزرنے والے نے اس بچے کو دیکھ کر کہا اگر یہ بچہ زندہ رہا تو عرب کا سردار بنے گا ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم ہی کا سردار نہ بنے تو خدا اسے ہلاک کرے اور وہ بچہ معاویہ بن ابی سفیان تھا۔

محمد بن سعد نے علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خبر دی کہ جب حضرت معاویہ بچے تھے تو حضرت ابوسفیان نے ان کی طرف دیکھا اور ہند سے کہنے لگے میرا بیٹا تو بڑے سر والا ہے اور یہ اپنی قوم کی سرداری کے لائق ہے تو ہند نے کہا صرف اپنی قوم کا؟ اگر یہ تمام عرب کا سردار نہ بنے تو اس کی ماں اسے گم پائے اور آپ کی والدہ ہند آپ کو اٹھاتے ہوئے کہتی تھیں:

بلاشبہ میرا بیٹا خاندانی اور کریم ہے، اپنے اہل میں محبوب اور حلیم ہے، وہ فحش گو اور کمینہ نہیں اور نہ اکتا جانے والا اور تنگ دل ہے، وہ بنی فہر کا سردار ہے اور وہ گمان کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ناکام ہوتا ہے۔

زہری کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو شام کا امیر مقرر کیا تو حضرت معاویہ ان کے پاس گئے اور حضرت ابوسفیان نے حضرت ہند سے کہا کہ تم نے دیکھا تمہارا بیٹا کیسے میرے بیٹے کا فرمانبردار بن گیا ہے، کہنے لگیں کہ عنقریب تم دیکھو گے جب عرب کے سوار اور حالات بدلیں گے کہ تمہارے بیٹے کا میرے بیٹے سے کیا تناسب ہے، پھر جب یزید بن ابی سفیان ۱۸ ہجری میں فوت ہو گئے اور قاصد ان کی موت کی خبر دینے حضرت عمر کے پاس پہنچا تو حضرت عمر نے حضرت معاویہ کو ان کے بھائی کی جگہ والی بنایا اور قاصد کو دمشق واپس کر دیا اور پھر حضرت ابوسفیان سے ان کے بیٹے کی تعزیت کے لئے گئے، انہوں نے پوچھا امیر المومنین! آپ نے اس کی جگہ کس کو مقرر کیا؟ حضرت عمر نے فرمایا: کہ اس کے بھائی معاویہ کو، ابوسفیان نے کہا امیر المومنین! آپ نے صلہ رحمی کی ہے اور حضرت ہند نے حضرت معاویہ کو خط میں تحریر فرمایا: اے میرے بیٹے کوئی شریف عورت تیرے جیسا کم ہی جنتی ہے اور اس شخص نے تجھے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے، تو پسند اور ناپسند میں اس کی اطاعت کرنا اور آپ کے باپ نے آپ سے کہا: اے میرے بیٹے! ان مہاجرین نے اسلام کی طرف ہم سے سبقت کی ہے اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں، پس ان کی سبقت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے بلند مقام نے انہیں بلند کر دیا ہے اور ہماری تاخیر نے ہمیں پیچھے کر دیا ہے، پس وہ قائد اور سردار بن گئے ہیں اور ہم پیروکار بن گئے ہیں اور انہوں نے تجھے بڑے کام کا والی بنا دیا ہے، پس ان کی مخالفت نہ کرنا تو ایک انجام کی طرف دوڑ رہا ہے، اگر تو نے اسے حاصل کر لیا تو اسے اپنی اولاد کو دے گا۔

پس حضرت معاویہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی حکومت کے دور میں مسلسل شام کے نائب رہے اور آپ نے ۲۷ھ میں جزیرہ قبرص کو فتح کیا اور مسلمانوں نے آپ کے دور حکومت میں تقریباً ۲۰ سال وہاں سکونت اختیار کی اور آپ کے بعد بھی وہاں سکونت رہی اور آپ کے دور میں روم سے جنگ کے ساتھ مسلسل جہاد رہا اور فتوحات ہوتی رہیں اور جب آپ کا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہوا تو ان ایام میں کوئی فتح نہیں ہوئی، نہ آپ کے ہاتھوں پر اور نہ حضرت علی کے ہاتھوں پر اور جب شاہ روم کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے حضرت معاویہ کے بعد میں لالچ کیا اور جب شاہ روم نے حضرت معاویہ کو حضرت علی کے ساتھ مصروف پایا تو وہ بڑی عظیم فوجوں کے ساتھ ملک کے بعض حصوں کے قریب آ گیا اور ان میں دلچسپی لینے لگا تو حضرت معاویہ نے اسے لکھا خدا کی قسم! اگر تو باز نہ آیا اور اے لعین تو اپنے ملک کو واپس نہ گیا تو میں اور میرے عم زاد آپس میں مصالحت کر لیں گے اور میں تجھے تیرے تمام ملک سے باہر نکال دوں گا اور زمین کو باوجود فراخی کے تجھ پر تنگ کر دوں گا، اس موقع پر شاہ روم خوفزدہ ہو کر واپس چلا گیا اور مصالحت کا طلب گار ہو کر پیغام بھیجا، اس پر تحکیم کا معاملہ ہوا اور بعد میں یہ معاملہ آپ کے حضرت حسن بن علی کے ساتھ صلح کرنے کے وقت اس طرح رہا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پس حضرت معاویہ پر اتفاق ہو گیا اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ۴۱ھ میں آپ کی بیعت پر اتفاق کر لیا اور آپ اس مدت میں ۲۰ سال تک رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوئی، بااختیار امیر رہے اور دشمن کے ملک سے جہاد قائم رہا اور اللہ کا کلمہ بلند رہا اور ملک کی اطراف سے مال غنیمت آپ کے پاس آتا رہا اور مسلمان راحت اور عدل و عفو کے ساتھ آپ کے زیر سایہ رہے۔

امام مسلم نے عکرمہ بن عمار کے طریق سے ابو زمیل سماک بن ولید حنفی عن حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے تین باتیں عطا فرمائیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا، ابوسفیان نے کہا مجھے امیر بنا دیجئے تاکہ میں کفار سے اسی طرح جنگ کروں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا تھا، آپ نے فرمایا بہت اچھا، انہوں نے کہا معاویہ کو کاتب وحی بنا دیجئے، آپ نے فرمایا بہت اچھا اور تیسری بات اس نے یہ بیان کی کہ میری خواہش ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرب کی بہترین عورت بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں اور اسی بارے میں اس نے اس کی مکمل حدیث حضرت ام

حبیبہ سے بھی مدد طلب کی تو آپ نے فرمایا یہ بات میرے لیے جائز نہیں اور ہم نے اگلی جلد میں اس پر گفتگو کی ہے اور اس کے اقوال اور نیز ان لوگوں سے ابو سفیان کی طرف سے جو عذر بیان کیا جاتا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

• حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبان وحی میں سے تھے اور امام احمد، امام مسلم اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری کے طریق سے ابو حمزہ عمران بن ابی عطاء سے بحوالہ حضرت ابن عباس روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے میں نے کہا آپ میرے لیے ہی آئے ہیں پس میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا آپ نے میرے پاس آ کر مجھے ایک یا دو لگائے پھر فرمایا جا کر معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ آپ کاتب وحی تھے۔

آپ بیان کرتے ہیں میں نے جا کر آپ کو بلایا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں میں نے آ کر آپ کو بتایا وہ کھانا کھا رہے ہیں آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ دوسری بار گیا تو بتایا گیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں میں نے آ کر آپ کو اس کی اطلاع کر دی تو آپ نے تیسری بار فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ سیر نہیں ہوئے اور حضرت معاویہ نے اپنی دنیا اور آخرت میں اس سے فائدہ اٹھایا دنیا میں اس طرح کہ جب آپ شام کے امیر ہو گئے تو آپ دن میں سات بار کھانا کھاتے تھے ایک پیالے میں لایا جاتا تھا جس میں بہت سا گوشت ہوتا تھا اور پیاز ہوتے تھے اور آپ اس سے کھاتے تھے اور آپ دن میں سات بار گوشت کھانے کے علاوہ بہت سے پھل بھی کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں سیر نہیں ہوا بلکہ تھک گیا ہوں اور یہ ایک نعمت اور معدہ ہے جس کی سب بادشاہ رغبت رکھتے ہیں اور آخرت میں اس طرح فائدہ اٹھایا کہ مسلم نے اس حدیث کو ایک دوسری حدیث سے ملایا ہے جسے بخاری وغیرہ نے کئی طریق سے ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں ایک بشر ہوں پس جس بندے کو میں نے برا بھلا کہا ہے یا اس کو کوڑے مارے ہیں یا اس پر بددعا کی ہے اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اسے کفارہ اور قربت بنا دے جس سے وہ قیامت کے روز تیرا قرب حاصل کرے پس مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث سے حضرت معاویہ کی فضیلت بیان کی ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

اور مسیب نے اپنے شیخ سے ابن ابی اسحاق الفزاری عن عبدالملک بن ابی سلیمان عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں بھلائی کی وصیت کیجئے بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں پھر ابن عساکر نے ایک اور طریق سے بحوالہ عبدالملک بن ابی سلیمان بیان کیا ہے پھر اس نے حضرت علی اور حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت معاویہ کو کاتب وحی بنانے کے لیے حضرت جبرائیل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اسے کاتب وحی بنا لیجئے بلاشبہ وہ امین ہیں لیکن ان دونوں کی طرف اسناد میں غرابت پائی جاتی ہے پھر ابن عساکر نے حضرت علی اور دیگر لوگوں سے اس بارے میں غرائب بیان کئے ہیں۔

اور ابو عوانہ نے عن سلیمان عن عمرو بن مرہ عن عبداللہ بن حارث عن زہیر بن اقمر الزبیدی عن عبداللہ بن عمرو بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ حضرت نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے اور ابو القاسم طبرانی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن محمد صیدلانی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ [illegible] نے بحوالہ الحکم ہم سے بیان کیا ہے کہ [illegible] بن یحییٰ بن ابی کثیر نے اپنے باپ ہشام بن عروہ سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم سے بیان کیا کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت نبی کریم ﷺ کی باری تھی تو ایک کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت معاویہ ہیں آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو جب وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے کان پر قلم تھا جس سے آپ لکھتے تھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے معاویہ آپ کے کان پر قلم کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ قلم میں نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے تیار کیا ہے آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے خدا کی قسم میں نے وحی کے سوا آپ کو کاتب مقرر نہیں کیا اور میں ہر چھوٹا بڑا کام آسمان کی وحی سے کرتا ہوں اگر خدا تعالیٰ تمہیں خلافت پہنائے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ پس حضرت ام حبیبہ اٹھ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ انہیں قمیص پہنانے والا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس میں مصیبت پائی جاتی ہے حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ ان کے لیے اللہ سے دعا کریں آپ نے فرمایا اے اللہ ہدایت سے اس کی راہنمائی فرما اور اسے ہلاکت سے بچا اور اس کی دنیا اور آخرت میں مغفرت فرما طبرانی نے بیان کیا ہے کہ السری اس

حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم بن عبد اللہ عن یحیٰ بن ابی کثیر میں ہشام منفرد ہے اور ابن عساکر نے اس کے بعد بہت سی موضوع احادیث ذکر کی ہیں اور یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ وہ اپنے حفظ و اطلاع کے باوجود ان کے متعلق اور ان کی نکارت اور ان کے حال ضعف پر بیٹھے تنبیہ نہیں ہو سکے۔ واللہ الموفق للصواب۔

اور حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن الاسقع کے طریق سے مرفوعاً بیان ہوا ہے کہ امین تین ہیں: جبرائیل، میں اور معاویہ اور یہ صحیح اسناد سے صحیح نہیں اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ میں نے قلم جبرائیل کو دیا اور جبرائیل نے معاویہ کو، یہ پہلی احادیث سے بھی زیادہ منکر اور اسناد کے لحاظ سے زیادہ ضعیف ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عبد الرحمن بن مہدی نے معاویہ یعنی ابن صالح سے انہوں نے یونس بن سیف سے انہوں نے حارث بن زیاد سے انہوں نے ابو رہم سے انہوں نے عرباض بن ساریہ سلمی سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان میں سحری کی طرف بلاتے ہوئے سنا کہ صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں منفرد ہیں اور اس مضمون کو ابن جریر نے ابن مہدی کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

اور اسی طرح اس روایت کو اسد بن موسیٰ، بشر بن السری اور عبد اللہ بن صالح نے معاویہ بن صالح سے ابن مہدی کی متابعت سے روایت کیا ہے۔

اور بشر بن السری کی روایت میں ہے کہ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنت میں داخل کر۔ اور ابن عدی وغیرہ نے اس روایت کو عثمان بن عبد الرحمن الجمحی کی حدیث سے بواسطہ حضرت عطاء انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔ اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن حرب اور حسین بن موسیٰ الاشیب نے ہم سے بیان کیا کہ ابو ہلال محمد بن سلیم نے ہم سے بیان کیا کہ جبلہ بن عطیہ نے بحوالہ مسلمہ بن مخلد ہم سے بیان کیا اور الاشیب نے بیان کیا ہے کہ ابو ہلال نے بیان کیا کہ کسی شخص نے بحوالہ مسلمہ بن مخلد بیان کیا اور سلیمان بن حرب نے بیان کیا ہے کہ کسی شخص کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو اس شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا بلاشبہ تیرا چچا زاد بہت کھانے والا ہے اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تجھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے شہروں میں اقتدار عطا کر اور اسے عذاب سے بچا۔

اور کئی آئمہ نے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے اور مرسل قرار دینے والے چند ایک امام زہری، عطاء خراسانی، ابن شہاب زہری، اور عروہ بن رویم اور جریر بن عثمان الرحبی الحمصی اور یونس بن میسرہ بن حلبس وغیرہ شامل ہیں۔

اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ابو زرعہ دمشقی اور احمد بن محمد بن یحیٰ بن حمزہ دمشقی دونوں کہتے ہیں انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ابو مسہر نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبد العزیز نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے بحوالہ عبد الرحمن بن ابی عمیرہ مزنی جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے، انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے اللہ اسے حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا اور اس حدیث کو ابن عساکر نے غریب قرار دیا ہے اور اس سند میں العرباض کی حدیث محفوظ ہے۔

پھر ابن عساکر طبرانی کے طریق سے انہوں نے ابو زرعہ سے اور ... تمام نے ابو مسہر سے انہوں نے سعید سے انہوں نے ربیعہ سے انہوں نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ مزنی سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! اسے ہادی و مہدی بنا دے اور اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعہ ہدایت دے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ علی بن بحر نے ہم سے بیان کیا کہ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبد العزیز نے ربیعہ بن یزید سے انہوں نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اے اللہ! اسے ہادی و مہدی بنا دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

اور ایسے ہی امام ترمذی نے اسے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابو مسہر سے اور ابو مسہر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ حسن غریب ہے۔

اور عمر بن عبدالواحد اور محمد بن سلیمان حرانی نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس طرح ولید بن مسلم نے ابو مسہر نے سعید سے اور سعید نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ سے روایت کی ہے۔

اور محمد بن مصفّیٰ نے اسے مروان بن محمد الطاطری سے انہوں نے سعید بن عبدالعزیز سے انہوں نے ربیعہ بن یزید سے اور انہوں نے ابو ادریس سے اور ابو ادریس نے ابو عمیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ اسے علم سکھا اور اسے ہادی و مہدی بنا اور اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے اور عمر بن شبیب اور صفوان بن صالح اور عیسیٰ بن ہلال اور اسی طرح ابو الازہر نے اسے مروان الطاطری سے روایت کیا ہے کہ مروان الطاطری نے اپنی سند میں ابو ادریس کو ذکر نہیں کیا۔

اور طبرانی نے اس روایت کو سلیمان بن احمد سے روایت کیا ہے انہوں نے محمد بن مصفّیٰ سے انہوں نے ولید بن مسلم سے انہوں نے سعید بن عبدالعزیز سے اور انہوں نے یونس بن میسرہ بن حلبس سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا اور اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ اس جماعت کا قول ہی ٹھیک ہے اور ابن عساکر نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور بہت سی طرقات سے کلام کیا ہے اور روایت کو نہایت عمدہ طور پر اور انتہائی احسن انداز میں حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن عساکر تو گویا میدانوں میں اس امر سے حفاظ و نقاد پر بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا انہوں نے عبداللہ بن محمد النفیلی سے بیان کیا اور انہوں نے عمرو بن واقد سے اور انہوں نے یونس بن حلبس سے اور انہوں نے ابو ادریس خولانی سے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو شام سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر شام مقرر کیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اچھا نہیں کیا تو اس وقت حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں منفرد ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے اس لئے کہ عمرو بن واقد ضعیف راوی ہے۔

اسی طرح اصحاب الاطراف نے عمیر بن سعد انصاری کے مسند میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہی کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی سے کرو تا آنکہ ان کے امیر مقرر کرنے میں آپ کا قصد ہے۔

اور اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ہشام بن عمار نے بیان کیا کہ ابن ابی السائب یحییٰ عبدالعزیز بن ولید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے کہ آپ نے نوعمر کو امیر مقرر کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے اس کی امارت کے بارے میں ملامت کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے یہ منقطع سند ہے اور اس کو اس کی دلیل حدیث تقویت دیتی ہے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن عثمان بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ نعیم بن حماد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن شعیب بن سابور نے ہم سے بیان کیا مروان بن جناح سے انہوں نے یونس بن میسرہ بن حلبس سے کہ عبداللہ بن بسر نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ مجھے مشورہ دو ان دونوں حضرات نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلاؤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مردوں میں سے دو مردوں کے معاملہ پر قابو نہیں رکھ سکتے کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے نوجوانوں میں سے ایک کی طرف پیغام بھیج رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے بلا لاؤ اور آئیں آپ ﷺ نے ہم کو بلایا تھا اور جب وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے معاملے میں اس کو شامل کرو اور انہیں اپنے معاملے میں گواہ بناؤ بیشک یہ قوی اور امین ہیں۔

اور بعض لوگوں نے اس کو بکثرت روایت کیا ہے اس میں یہ عجیب بات بیان کی ہے کہ یا معاویہ اس کے بعد حافظ ابن عساکر نے بہت سی موضوع احادیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کی ہیں جن سے ہم نے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور ہم نے موضوعات اور منکرات کے مقابلے میں جو صحاح اور حسان اور مستجادات احادیث بیان کی ہیں ان ہی پر اکتفا کیا ہے پھر ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں ان میں سے صحیح ترین وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے نیز ان کو کاتب وحی کہا جاتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کے بعد ابو سفیان کی حدیث ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب تھا اور اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ (یعنی ابن عساکر) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المناقب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ حسن بن بشر نے ہم سے بیان کیا کہ المعافی نے عثمان بن الاسود سے بحوالہ ابن ابی ملیکہ ہم سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت عشاء کے بعد وتر پڑھا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا غلام بھی ان کے پاس تھا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔

ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے ٹھیک کیا ہے وہ فقیہ ہیں۔

عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے بحوالہ ابو التیاح ہمیں بتایا کہ میں نے حمران کو ابان سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے بیان کیا کہ تم ایک نماز پڑھتے ہو اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان دو رکعتوں کو پڑھتے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ عبدان نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ نے ہمیں بتایا کہ یونس نے بحوالہ علامہ ابن شہاب زہری نے ہم سے بیان کیا کہ عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہند بنت عتبہ بیوی ابو سفیان، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ﷺ روئے زمین پر جس قدر بھی اہل خیام ہیں ان کے متعلق مجھے سب سے زیادہ یہ بات محبوب ہے کہ وہ آپ کے خیمے والوں کے مقابلے میں ذلیل ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسے ہی ہوگا۔ کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ﷺ ابو سفیان ایک بخیل آدمی ہے کیا مجھے اس کے عیال کو اس کے مال سے کھلانے پر گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معروف طریقے سے ایسا کرنے پر گناہ نہیں ہوگا آپ ﷺ کا قول کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ایسے ہی ہوگا۔ کی تعریف بیان ہوئی ہے۔

اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ہند اور اس کے اہل اور تمام قریش عداوت کی وجہ سے ذلیل ہوں لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے تو آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ معزز ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معزز بنا دیا (یعنی ہند کے خیمہ والوں کو) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا کہ ہاشم نے ہم سے بیان کیا کہ ابو امیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے دادا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھاگل پکڑ لی اور اس کو لے کر حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور اسی دوران میں رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو بار آپ کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو امیر بنے تو اللہ سے ڈرنا اور

عدل کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے ہمیشہ ہی اس بات کا خیال رہا کہ عنقریب میری اس کام میں آزمائش ہوگی یہاں تک کہ میری آزمائش ہوئی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفرد ہیں اور ابوبکر بن ابی الدنیا نے اس روایت کو ابواسحاق ہمدانی سعید بن یحییٰ کی حدیث سے بحوالہ عمرو بن یحییٰ بن سعید روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے سوید بن سعید نے ہم سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن یحییٰ بن سعید نے اپنے دادا سے بحوالہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وضو کا برتن لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا اور جب آپ ﷺ نے وضو کیا تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر مجھے فرمایا اے معاویہ! اگر تو امیر بنے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس خیال میں ہمیشہ رہا کہ مجھے آزمایا جائے گا یہاں تک کہ مجھے امیر بنا دیا گیا۔

اور غالب القطان نے اس روایت کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ ایک روز میں حضور ﷺ پر وضو کا پانی ڈال رہا تھا تو یکایک آپ ﷺ نے میری طرف اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے معاویہ! عنقریب تو میری امت کا میرے بعد حاکم امیر بنے گا اور جب ایسا ہو جائے تو نیکی اختیار کرنا اس کے بعد اچھے لوگوں کی اچھی بات کو قبول کرنا اور ان کے برے کی برائی سے درگزر کرنا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ ہی اس بات کا خیال کرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے اس مقام پر کھڑا ہو گیا۔

بیہقی نے حاکم سے اس سند کے ساتھ اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی طرف منسوب کر کے بحوالہ عبدالملک بن عمیر روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے خلافت پر رسول اللہ ﷺ کے اس قول نے آمادہ کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ اے معاویہ! اگر تو بادشاہ حاکم بنے تو حسن سلوک عدل و انصاف سے کام لینا۔

اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس روایت میں اسماعیل بن ابراہیم ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث کے شواہد موجود ہیں۔

اور ابن عساکر نے اپنی سند سے نعیم بن حماد کے واسطے سے روایت کی ہے کہ محمد بن حرب نے ابوبکر بن ابی مریم سے ہم سے بیان کیا ہے کہ محمد بن یزید نے عوف بن مالک کے واسطے سے ہم کو بیان کیا کہ میں یوحنا کے کلیسا میں سویا ہوا تھا ان دنوں میں وہ کلیسا مسجد تھا جس میں نماز پڑھی جاتی تھی کہ اچانک میں اپنی نیند سے بیدار ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک شیر چل رہا ہے تو میں اپنے ہتھیار کی طرف لپکا تو اس شیر نے کہا کہ ٹھہرو کہ مجھے تمہاری طرف ایک پیغام دے کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں وہ پیغام آپ کی طرف پہنچا دوں تو میں نے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے؟

اس شیر نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے تاکہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک سلام پہنچا دے اور انہیں یہ بتا دے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں تو عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس شیر کو کہا کہ معاویہ کون ہیں؟ اس شیر نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان۔

طبرانی نے اس روایت کو ابو یزید القراطیسی سے جنہوں نے معلی بن ولید القتبانی سے اور انہوں نے محمد بن حبیب الخولانی سے اور انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی سے روایت کیا ہے اور اس سند میں ضعف پایا جاتا ہے یہ بہت ہی غریب حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب کی بات ہے اور عوف بن مالک کا یہ قول کہ اچانک میں نیند سے بیدار ہو گیا یہ جملہ اس میں داخل کیا گیا ہے، ابن ابی مریم نے اس کو ضبط نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

ابو محمد بن عائذ نے ولید سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابی المحیہ سے اور انہوں نے یونس سے یونس نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر جابیہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت شرحبیل کو معزول کر دیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی طرف جانے کا حکم دیا اور شام کو دو امیروں یعنی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور یزید میں تقسیم کر دیا اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ فوت ہو گئے تو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض بن غنم کو نائب مقرر کیا اس کے بعد یزید فوت ہو گئے تو ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو اس کی موت کی اطلاع دی اور حضرت ابو سفیان سے فرمایا کہ یزید بن ابو سفیان کے ثواب کی امید رکھو انہوں نے کہا کہ آپ

نے اس کی جگہ کس کو امیر مقرر کیا ہے تو آپ نے فرمایا معاویہ کو انہوں نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ نے صلہ رحمی کی ہے۔ حضرت معاویہ اور عمیر بن سعد شام کے امیر تھے اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

اور محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں وفات پائی ہوا تھا تب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اس کے بعد جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابو سفیان کو نائب مقرر کیا۔ اور جب یزید بن ابو سفیان نے وفات پائی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں انہیں امیر کے عہدے پر برقرار رکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین اور اردن کا امیر مقرر کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا امیر مقرر کیا اور اسی طرح بعلبک اور بلقاء کا امیر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن جذیم کو حمص کا امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ سارا ملک شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں دے دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے بھی ان کو ملک شام کا امیر مقرر کیا تھا۔

اور اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صرف شام کا امیر مقرر کیا تھا اور ہر ماہ ان کے لیے (۸۰) اسی دینار مقرر کیے ہوئے تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے ملک شام سارا حضرت معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحویل میں دے دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام کے بعض علاقوں کا امیر مقرر کیا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ جب حضرت یزید بن ابو سفیان کی تعزیت کی گئی اور وہ ابو سفیان تھا تو ان کو کہا گیا کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ انہوں نے معاویہ کی طرف کس کو نائب مقرر کیا ہے پھر کہا کہ اگر سارے عرب اکٹھے ہو جائے اور پھر وہ اس کو تیر ماریں اور وہ تیر انکی جس طرف سے چاہتا نکل جاتا۔

اور مسلمہ بن علقمہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے جوان اور ان کے سردار کے بیٹے کو چھوڑ دو اور وہ غصے میں بھی ہنسنے والا ہے اور صرف رضامندی ہی سے اس سے مطلب حاصل کیا جا سکتا ہے اور جو اس کے سر سے کچھ لیتا ہے وہ اس کے قدموں کے نیچے ہوتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قدامہ جوہری نے ہم کو بیان کیا کہ عبدالعزیز بن یحییٰ نے اپنے ایک شیخ کے حوالے سے ہم کو بیان کیا کہ اس نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب شام تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑے جلوس میں آپ کا استقبال کیا اور ملاقات کی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ جلوس والے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں یا امیر المومنین۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ جلوس تیرے ساتھ ہے اور اس کے باوجود مجھے اطلاع ملی ہے کہ ضرورت مند لوگ تمہارے دروازے پر بہت عرصہ کھڑے رہتے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو بات بھی آپ کو پہنچی ہے اس میں یہ بات بھی ہوگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہو؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو ننگے پاؤں پیدل حجاز تک چلنے کا حکم دوں۔ تو اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا امیر المومنین ہم ایسے علاقے میں ہیں کہ جہاں دشمن کی طرف سے جاسوس موجود ہیں لیکن ہم پر بادشاہ کی عزت کا اظہار کرنا واجب ہے جس میں اسلام کی عزت ہوگی اور ان کو اس سے خوف زدہ بھی کیا جائے گا۔ پس اگر مجھے حکم دیں گے تو میں ایسا ضرور کروں گا اور اگر مجھ کو منع کریں گے تو رک جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاویہ میں نے آپ سے جس بات کے متعلق بھی معذرت کی ہے آپ نے مجھے بیکار چیز کی مانند چھوڑ دیا ہے علاوہ آپ نے جو باتیں بیان کی ہیں درست ہیں تو وہ عقل مند آدمی کی آراء ہو سکتی ہیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو پھر یہ ادیب کا دھوکہ ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین جس طرح آپ کو منظور ہے مجھے حکم دیں۔ آپ نے فرمایا نہ میں تجھے حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں پس ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اسے جس بات میں ڈالا ہے اس بات سے یہ جوان کس خوبی سے کامیاب ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے داخل ہونے کی خوبی ہے کہ پھر اس سے خوبی کے ساتھ نکلنے کی وجہ سے ہم نے یہ مشقات اٹھائی

برداشت کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام آئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے گدھے پر سوار تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے متعلق خبر تھی۔ آپ سے کہا گیا آپ امیر المومنین سے آگے بڑھ گئے ہیں آپ فوراً پیچھے کی جانب واپس آ گئے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آپ پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ آپ نے ان سے وہ باتیں کیں جن کا ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے جس بات سے آدمی کو تھکا دیا ہے اس نے کس خوبی کے ساتھ اس کو نبھایا ہے۔ آپ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم نے مشقت برداشت کی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے کتاب الزہد میں فرمایا ہے کہ محمد بن ابی ذئب نے مسلم بن جندب سے بحوالہ اسلم نقل کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور آپ سفید رنگ اور چمک دار رنگت والے تھے سب لوگوں سے آپ زیادہ خوش حال اور خوبصورت تھے۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر تعجب کرتے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر انگلی رکھی اور ان کو دبایا پس اس طرح اٹھائی گویا آسانی سے اٹھا رہے ہے۔ اور فرمانے لگے شاباش ہم بہترین لوگ ہیں ہمارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کر دی گئی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین میں عنقریب آپ سے بیان کروں گا کہ ہم حماموں اور دیہاتوں اور شہوات کے علاقے میں رہتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی آپ سے بیان کروں گا کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ آپ کے جسم کو لذیذ کھانوں کی وجہ سے عمدہ ہیں اور آپ چاشت تک سوئے رہتے ہیں جبکہ آپ کے گھر کے دونوں پہلوؤں کو گرم رکھتی ہے اور ضرورت مند دروازوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے سکھائیں تاکہ میں عمل کروں۔

راوی بیان کرتا ہے جب ہم ذی طویٰ پہنچے تو ایک تھیلا لایا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کھولا تو اس میں دو کپڑے نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں ایک اچھی خوشبو محسوس کی اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی ارادہ کرتا ہے اور نیم عاجز فقیر کی طرح حج کو نکلتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ شہروں سے سب سے بڑے حرمت والے شہر میں داخل ہوتا ہے تو خوشبو سے بھرے ہوئے دو کپڑے نکال کر پہن لیتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ خوشبو والے کپڑے اس لئے پہنے ہیں تاکہ ان کے پہنے جانے کا تقاضا خدا کی قسم! اپنے بھائیوں اور شام میں مجھے آپ کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے اس میں حیا محسوس کی پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کپڑوں کو اتار دیا اور وہ دو کپڑے پہن لئے جن میں احرام باندھا تھا۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ میرے باپ ہشام بن عمار نے محمد بن عبدالرحمن سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے یہ عرب کا کسریٰ ہے اور اسی طرح اسلم نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ یہ بات ارشاد فرماتے تھے۔ اور ابو عمر محمد بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سبز حلہ پہن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی طرف دیکھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو ایک کوڑا لے کر آپ کی طرف گئے اور ان کو مارنے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے امیر المومنین! میرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر تشریف لے گئے جہاں بیٹھے تھے تو لوگوں نے آپ سے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کیوں اسے مارا ہے اور آپ کی قوم میں ان جیسا کوئی آدمی نہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے اس کام میں بھلائی ہی دیکھی ہے اور مجھے ان کی طرف سے خبر پہنچی ہے اور اگر آپ لوگ ان کے ساتھ کوئی چیز دیکھتے تو آپ ان کے ساتھ میرا یہ سلوک دیکھتے میں نے ان کو روکنا چاہا ہے اور آپ نے۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ میں جو کچھ ہو جائے کو بلندی سے نیچے اتار دوں۔

ابو داؤد روایت کرتے ہیں سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی سے وہ یحییٰ بن حمزہ سے وہ ابن ابی مریم سے وہ قاسم بن مخیمرہ سے وہ ابو مریم ازدی سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اے ابو فلاں! ہم نے آپ سے ملنے کا موقع پایا میں نے کہا ایک بات جو کرتے تھے۔ میں نے ان سے پہلے ایک حدیث کی ہے جو آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا

مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور وہ ان کی ضروریات و حاجات اور تنگی سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے یعنی ان کی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت و حاجت کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا تو پہلے پہل لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے لگے۔ اسے ترمذی اور دیگر کتب نے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مروان بن معاویہ رضی اللہ عنہ الفزاری نے حبیب بن الشہید سے انہوں نے ابو مجلز کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس باہر آئے تو وہ آپ کی خاطر کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہا کریں وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابن عامر اور ابن زبیر کے پاس آئے تو ابن عامر آپ کے لئے کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر آپ کے لئے کھڑے نہ ہوئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا آپ تشریف رکھیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی چاہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہا کریں وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے اسے حبیب بن الشہید سے روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اور امام ابو داؤد نے اس کو یوں روایت کیا ہے کہ ثور بن یزید عن راشد بن سعد المقرائی الحمصی عن معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے لوگوں کی کمزوریوں کو تلاش کرنا شروع کیا تو آپ ان کو خراب کر دیں گے یا فرمایا کہ قریب ہے کہ آپ ان کو خراب کر دیں گے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ وہ بات ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فائدہ پہنچایا۔ اور اس روایت سے تمسک کیے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اچھے چشم پوشی کرنے والے اچھے معاف کرنے والے اور بہت پردہ پوشی کرنے والے تھے۔

اور صحیحین میں زہری کی حدیث سے حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین میں سمجھ عطا کرتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرتا ہوں حقیقی دینے والا اللہ ہے۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو ان کی مدد کرنے والوں اور ان کی مخالفت کرنے والوں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا اور وہ غالب رہیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے۔ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مالک بن یخامر کہتا ہے حضرت معاذ خبر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اور وہ شام میں تھے اور وہ اس حدیث سے اہل شام کو اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کرتے تھے کہ اہل شام طائفہ منصورہ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے یعنی "اہل شام کے طائفہ منصورہ ہونے سے" اہل شام کے لئے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حجت پکڑا کرتے تھے۔

مالک ابن یخامر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شام میں تھے کیا اور وہ اس سے اہل شام کو اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اہل شام دینی ہوا ایک گروہ ہے جو ناصحین کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے اہل شام کے لئے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے حجت اور استدلال پکڑتے تھے۔

اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں قیساریہ کو ۱۹ھ میں فتح کیا اور دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ نے قبرص کو ۲۵ھ میں اور ۲۸ھ میں اور بعض کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۷ھ میں فتح کیا۔ ان کا بیان ہے کہ وہ المضیق یعنی مضیق القسطنطنیہ آپ کے زمانے میں ۳۲ھ میں فتح ہوا تھا اور آپ ان سب علاقوں کے امیر تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سارے شام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا لیکن بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بالاتفاق امارت کے بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو ہوا وہ اجتہادی غلطی تھی اس کے متعلق بیان ہو چکا ہے جیسے صفین کی جنگ ہوئی لیکن حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں معذور ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ اہل عراق اور اہل شام کے اسلام پر شہادت دیتی ہیں جس کی مثال حدیث میں یوں ہے کہ مسلمانوں کے بہترین فرقہ کے خلاف ایک خارجی گروہ نکلے گا اور وہ

میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اس کو قتل کرے گا، پس خوارج کو حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب نے قتل کیا اور پھر حضرت علیؓ شہید ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ میں اکٹھا امیر بن گئے اور آپ پیہم ہر سال رومی لوگوں سے جنگ کرتے تھے۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں اور ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں ان کی قوم میں کوئی نہ کوئی آدمی ان کی اجازت سے لوگوں کو حج کرواتا تھا اور آپ نے بھی ۵۰ھ میں حج کی سعادت حاصل کی اور آپ کے بیٹے یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۵۱ھ میں حج کی سعادت حاصل کی۔ اسی سال یا آئندہ سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو روم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ان کے ہمراہ تھے، قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور اس کے بارے میں صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ جو لشکر سب سے پہلے اس پر حملہ کرے گا اس کی بخشش ہوگی۔ مورخین نے اسی سے بیان کیا ہے کہ تعریف کرنے والے نے اپنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے

بلاشبہ آپ کے بعد حضرت علیؓ امیر ہوں گے اور حضرت شیخ کے زمانہ میں ایک پسندیدہ وقت پایا جاتا ہے۔

حضرت کعب کہتے ہیں کہ وہ سیاہی مائل سفید رنگ کے خچر والا ہے جس سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس نے کہا اے ابو اسحاق! تو یہ بات کہتا ہے حالانکہ یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب ہیں، انہوں نے کہا تو خچر والا ہے اور سیف نے اسے بدر بن خلیل عن عثمان ابن عطیہ اسدی عن رجل من بنی اسد روایت کی ہے کہ حضرت عثمان کے زمانے میں جب معاویہ رضی اللہ عنہ لے حدی خوانی و تعریف کرتے ہوئے کہا بلاشبہ آپ کے بعد حضرت علی امیر ہوں گے اور یزید رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک پسندیدہ مقصد پایا جاتا ہے آپ اپنی امارت کے خواہش مند ہیں۔

حضرت کعب نے کہا آپ نے مجھے بتانا ہے کہ ان کے بعد سیاہی مائل سفید رنگ کے خچر والا امیر ہوگا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ان کے بعد آپ امیر ہوں گے لیکن بخدا قسم جب تک اس بات کی تکذیب نہ کریں اس وقت تک آپ امیر نہیں بن پاؤ گے پس اس سے ان پر اثر ہوا۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے جو ان کے حوالے سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے بعد تم فرقہ بندی سے بچنا اور اگر تم نے ایسا کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ہوں گے اور جب آپ کو اپنی رائے کے سپرد کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسے آپ سے کس طرح چھین لیتے ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے قبل جب شام کا ارادہ کیا اور فوج کو بھی ساتھ جمع کیا تو جریر بن عبداللہ کو ایک خط کے ہمراہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اس میں تحریر تھا کہ آپ پر بیعت لازم ہے کیونکہ مہاجرین اور انصار نے بیعت کر لی ہے اگر ایسا نہ کیا تو ہم بھی آپ سے قتال کرنے کے لئے اللہ سے مدد طلب کریں گے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت باتیں کیں۔ پس لوگوں کو جو بات پسند ہوئی آپ بھی وہی بات اختیار کریں اور لوگوں کو میری طرف سے داخل کریں میں ان کو کتاب اللہ پر فیصلہ کرواں گا۔ اور بہت طویل کلام کیا جس کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور جریر نے خطاب بھی کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے ڈرایا اور فتنے کا مشورہ دینے اور فتنے کو مشتعل کرنے اور وہاں سے کوچ کرنے سے منع کیا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل شام کی رائے لینے تک ان کے لئے انتظار کریں پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا: الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا لوگو تم کے ساتھ ارکان ایمان وغیرہ اور کل عمال آپ کا نور کی زمین میں جانتے ہو۔ شفقت ہے جہاں میں سے انبیاء اور نیک لوگوں کے اترنے کی جگہ ہے اور اہل شام کو اس کو پسند کیا کہ تم ان کو حکم کی اطاعت اور ان کے امیروں کی خیر خواہی کرنے والے اور ان کی حرمت کا دفاع کرنے والے بنایا ہے وہ آپ اس امت کے لئے ایک فوج بنایا اور ہر اچھی بھلائی نے جس میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت تکلیف سے دوچار ہے اور اہل ایمان کے دلوں میں محبت ڈالتا ہے مسلمانوں کے امور متفرق ہو چکے ہیں بیعت کے بعد ہم اور کی معافی کے لئے اللہ سے مدد مانگتے ہیں اے اللہ ہماری مدد فرما جو لوگ ہم پر ظلم کرنے والوں کو بیدار کرتے ہیں اور امن طلب کرنے والوں کو ڈراتے ہیں اور اور خون کو مباح کر رہے ہیں اور ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔

نقصان کیا جاتا ہے لیکن آنحضرت کے جیسی روایات کی ظاہری تعریف کرتا ہو [illegible] ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت کا لباس عطا کیا ہے جب تک [illegible] سے [illegible] ہے اور [illegible] کوئی روایت [illegible] جاتی رہے [illegible] نہیں اتاریں گے۔

جو کلام [illegible] کے [illegible] کے خلاف [illegible] ہم [illegible] ہیں اسے [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا [illegible] خلیفہ ہونا [illegible] نے کسی [illegible] کیا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا [illegible] ہوں [illegible] قول کی [illegible] سے جو آدمی مظلومانہ طور پر قتل کیا جائے [illegible] عثمان رضی اللہ عنہ [illegible] اس قسم [illegible] بچانے [illegible] کوئی شک نہ بات تھی۔

تو اہل شام بدلہ لینے پر تیار ہو گئے اور بیعت کے لئے تیار ہو گئے [illegible] سے عہد کیا کہ جو قسم کی قربانیاں [illegible] اس کے [illegible] جان نثار کر دیں۔

اہل شام کے عہد بیعت [illegible] اور [illegible] پریشان ہو گیا۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا شام اور مصر [illegible] مجھے [illegible] ان سے [illegible] بیعت [illegible] تیار ہیں۔

[illegible] جب حضرت علی کے پاس [illegible] پہنچا تو انہوں نے [illegible] بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ کی امارت کا مطالبہ کیا تھا جب [illegible] تو میں نے اس مطالبے سے انکار کر دیا تھا اور [illegible] کی مدد کرنا صحیح نہیں۔

پھر [illegible] اپنے پاس [illegible] آنے سے [illegible] حضرت علی کے پاس [illegible] تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص کو خط لکھا [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] عثمان کے وقت فلسطین میں رہتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر سے معزول کر دیا تھا [illegible] فلسطین میں حکومت اختیار کی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے [illegible] آپ سے مشورہ لیتے اور [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس [illegible] حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے [illegible] اتفاق کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط پر انہوں نے [illegible] کا ذکر [illegible] گئی ہیں۔

[illegible] رضی اللہ عنہم نے [illegible] نیابت کا مطالبہ کیا [illegible] شام [illegible] ہاتھوں [illegible] سے [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] جواب [illegible] جنگ [illegible] کے [illegible] کر دیجیے۔ [illegible] کی بنیادی ہوئی۔

[illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی [illegible] جو خط لکھا [illegible] کی بیعت [illegible] پر ظلم [illegible] مطالبے [illegible] حضرت علی نے [illegible] مطالبہ [illegible] امارت [illegible] مطالبے [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] انکار کر کے [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] ہیں۔

[illegible] کے بعد [illegible] چھوڑ دیں گے۔

اور یہ بات [illegible] سے منقول ہے کہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] جماعت کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں [illegible] اور کہا [illegible] آپ حضرت علی سے جھگڑ رہے ہیں [illegible] انہوں نے کہا [illegible] میں جانتا ہوں کہ علی مجھ سے بہتر [illegible] اور مجھ سے زیادہ امارت کے حقدار ہیں [illegible] حضرت عثمان مظلوم شہید کر دیئے گئے اور میں ان کا چچا زاد بھائی ان

کے خون کا بدلہ۔ کیا علی، میرا حاکم معاویہ سے زیادہ مستحق ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے سپرد کر دیں تو میں ان کی امارت کو تسلیم کر لوں گا۔ حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے پاس جا کر اس سلسلہ میں بات چیت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قاتل کو بھی حوالے نہ کیا چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے اس بات کا مطالبہ کیا تو سب نے کہا ہم سب ہی قاتل ہیں، ہم سے قصاص لے سکتے ہو۔

اس موقع پر اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی ٹھان لی چنانچہ عمرو بن شمر نے جابر جعفی سے انہوں نے ابو جعفر اور زید سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ پیغام دے کر دمشق بھیجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق سے مع لشکر تمہاری طرف آنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں تاکہ تم سے معاویہ کی اطاعت کا جواب طلب کریں۔ جب قاصد دمشق پہنچا تو حضرت معاویہ کے حکم سے شہر میں الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا گیا اور مسجد عوام سے کھچا کھچ بھر گئی۔ حضرت معاویہ نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور فرمایا کہ حضرت علی عراقیوں کے ساتھ تمہاری طرف آنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟ تمام لوگوں نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا لیکن کسی نے کوئی بات نہ کی اور معاویہ کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ البتہ ذوالکلاع نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین مشورہ دینا آپ کی ذمہ داری ہے اور کام کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

پھر حضرت معاویہ نے اعلان کروا دیا کہ ”تین دن میں تم اپنی چھاؤنی میں پہنچ جاؤ اور جو شخص ان دنوں میں پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جان کو مباح کر دیا۔ سب اکٹھے ہو گئے“ پھر قاصد واپس آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر واقعہ تفصیل سے سنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو جمع کیا۔ الصلوۃ جامعۃ کی منادی کرا دی جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا ”ہاں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا ہے تمہارا کیا مشورہ ہے“

ہر فریق نے بولنا شروع کر دیا اور آوازیں مختلف ہو گئیں۔ حضرت علی کو کسی کی بات سمجھ نہ آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے منبر سے اتر گئے (اور کہا) خدا کی قسم جگر چبانے والی (ھند) کا بیٹا انہیں لے گیا ہے پھر صفین میں فریقین کا جو معاملہ ہوا سو ہوا۔ جیسا کہ ہم ۳۷ھ میں اس کی تفصیل بتا چکے ہیں۔

ابو بکر بن ابی الدنیا کا بیان ہے کہ ابو عمر نے الاصمعی کے حوالہ سے مجھے بتایا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے صفین کے روز پاؤں رکاب میں رکھ کر شکست کا ارادہ کر لیا تو عمرو بن الاطنابہ کے ان اشعار نے مجھے ثابت قدم رکھا وہ یہ تھے:

> ”میری پاکدامنی اور آزمائش نے اور بیش قیمت سے تعریف خریدنے اور ناپسندیدہ بات پر نفس کو مجبور کرنے اور بہادروں کی کھوپڑی پر تلوار مارنے اور خوف سے باہمت دلی نے۔ نیز کہ جب میرے دل نے کہا اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ تو تیری تعریف ہوگی یا پھر تو آرام پا سکے گا (انہی حالات) نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا“۔

ابن عساکر نے امام احمد بن حنبل کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم خلفاء ہیں۔ سوال کیا گیا اور حضرت معاویہ؟ تو جواب دیا حضرت علی کے زمانے میں ان سے زیادہ خلافت کا حقدار کوئی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

علی ابن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں کوئی خصلت نہ تھی جو خلافت سے مانع تھی اور نہ حضرت معاویہ میں کوئی ایسی فضیلت تھی جس کی بنا پر وہ حضرت علی سے جھگڑتے۔

قاضی شریک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ حلیم تھے؟ انہوں نے جواب دیا جو شخص حق کو نہ پہچانے اور حضرت علی سے جنگ کرے وہ حلیم نہیں ہے۔ یہ بات ابن عساکر نے روایت کی ہے۔

سفیان ثوری عن ابی حبیب عن سعید بن جبیر کی سند سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو فرمایا کہ انہوں نے عراق و شام طلب کیا تھا تو آپ نے ان کے متعلق ایک خط بھیجا کہ اب آپ کا علاقہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق و شام کو طلب کیا ہے تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

ابوبکر بن ابی الدنیا فرماتے ہیں کہ عباد بن موسیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ علی بن ثابت الجزری نے سعید بن ابی عروبہ کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تشریف فرما ہیں میں بھی سلام کر کے پاس بیٹھ گیا میرے سامنے ہی حضرت علی اور معاویہ کو لایا گیا اور دونوں کو ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی تیزی سے یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ "رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہو گیا" پھر حضرت معاویہ تیزی سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ "رب کعبہ کی قسم اس نے مجھے بخش دیا ہے"۔

ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میں حضرت معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے۔ ابوزرعہ نے اس شخص سے کہا تیرا ناس ہو! حضرت معاویہ کا رب رحیم ہے اور ان کا مخالف کریم ہے تو ان دونوں کے درمیان کیوں کر دخل انداز ہوتا ہے؟ رضی اللہ عنہم۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی تلک امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون۔ اسی بات بہت سے بزرگوں نے بیان کی ہے۔

اوزاعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کے مابین جو ماجرا ہوا اس کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: "اسے سابقیت حاصل تھی اور اسے بھی سابقیت حاصل تھی۔ اسے بھی قرابت حاصل تھی اور اسے بھی قرابت حاصل تھی۔ یہ آزمائش میں پڑ گئے اور وہ بچا لیا گیا" اور جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "اسے بھی قرابت حاصل تھی اور اسے بھی قرابت حاصل تھی۔ اسے سابقیت حاصل تھی لیکن اسے سابقیت حاصل نہ تھی بلکہ دونوں آزمائش میں پڑ گئے"

کلثوم بن جوشن کا بیان ہے کہ نضر ابو عمر نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا "حضرت ابوبکر افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟" آپ نے فرمایا "سبحان اللہ! کوئی برابری نہیں۔ حضرت علی کو جو سبقتیں حاصل تھیں ان میں حضرت ابوبکر ان کے شریک ہیں اور حضرت علی نے جو نیکیاں کی ہیں ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شریک نہیں۔ اور حضرت ابوبکر افضل ہیں" پھر اس نے پوچھا کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟" آپ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر کے بارے میں دیا تھا اور فرمایا کہ "حضرت عمر افضل ہیں" پھر اس نے سوال کیا "حضرت عثمان افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟" تب بھی آپ نے پہلے قول کی طرح جواب دیا۔ اور فرمایا: "حضرت عثمان افضل ہیں" اس نے پھر دریافت کیا "حضرت علی افضل ہیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؟" آپ نے فرمایا سبحان اللہ! کوئی برابری نہیں۔ حضرت علی کو جو سبقتیں حاصل ہیں جن میں حضرت معاویہ شریک نہیں اور حضرت علی نے جو نیکیاں کی ہیں ان میں معاویہ ان کے شریک ہیں اور حضرت علی حضرت معاویہ سے افضل ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چار چیزوں پر رنجیدگی ظاہر کرتے تھے (۱) حضرت علی سے جنگ کرنے پر (۲) حضرت حجر بن عدی کے قتل کرنے پر (۳) زیاد بن ابیہ کے الحاق پر (۴) اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے پر۔

جریر بن عبدالحمید نے مغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو آپ رونے لگے بیوی نے دریافت کیا آپ اس شخص پر رو رہے ہیں حالانکہ آپ نے ان سے جنگ کی ہے؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تیرا ناس ہو! تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں نے کس قدر فضل، فقہ اور علم کھو دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بیوی نے آپ سے کہا کہ کل آپ ان سے جنگ کرتے تھے آج رو رہے ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ کے رمضان میں شہید کئے گئے۔ اس لئے لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ایلیاء میں حضرت معاویہ کی امارت کی بیعت ہوئی اور ۴۰ھ میں آپ کوفہ آئے۔ صحیح بات وہی ہے جو ابن اسحاق نے بیان کی ہے جو جمہور کا قول ہے کہ ۴۰ھ کے رمضان میں ایلیاء میں اس وقت آپ کی بیعت کی گئی جب آپ کو حضرت علی کی شہادت کی اطلاع ملی۔ لیکن آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے بعد ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں کوفہ تشریف لائے اسے ہی عام الجماعت یعنی جماعت کا سال کہا جاتا ہے اور یہ مصالحت اذرح نامی جگہ پر ہوئی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عراق کے گرد و نواح میں مقام مسکن میں صلح ہوئی اور حضرت معاویہ مستقل امیر بن گئے یہاں تک کہ ۶۰ھ میں آپ کا

انتقال ہوا۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی "لکل عمل ثواب" جبکہ بعض کے قول کے مطابق "لا قوۃ الا باللہ" مرقوم تھا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے ہمیں بتایا کہ ابو معاویہ نے ہم سے یہ بیان کیا کہ اعمش نے عمرو بن مرہ کو سعید بن سوید کے حوالے سے یہ بات بیان کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے باہر نخیلہ کے مقام پر ہمیں (کھلے میدان میں) نماز جمعہ پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے ہم سے خطاب فرمایا اور کہا کہ میں نے تم سے روزے رکھوانے کے لئے جنگ نہیں کی اور نہ ہی اس لئے جنگ کی ہے کہ تم نماز پڑھو اور نہ اس لئے کہ تم حج ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (آپ نے کہا) مجھے معلوم ہے کہ یہ سب کام تو تم کرتے ہی ہو لیکن میں نے تم سے جنگ اس لئے کی ہے کہ تم میری امارت تسلیم کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ناپسندیدگی کے باوجود مجھے تم پر امیر بنا دیا ہے۔

اسی طرح محمد بن سعد نے یعلی بن عبید سے اعمش کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ عارم نے ہمیں بتایا کہ حماد بن زید نے معمر سے کہ مجالد نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھوڑے ہوئے منصوبوں پر دو سال تک عمل درآمد جاری رکھا پھر وہ ان کاموں سے دور ہو گئے۔

نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ ابن فضیل نے بیان کیا کہ ہم سے السری بن اسماعیل نے بیان کیا کہ شعبی نے یہ نقل کیا ہے کہ سفیان بن لیث نے مجھے بتایا کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو میں نے انہیں "یا مذل المومنین" (اے مومنین کو ذلیل کرنے والے) کہہ کر پکارا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بات مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "شب و روز اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر نہ بن جائیں" چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔ اس لئے مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میرے اور ان کے درمیان (خانہ جنگی کی وجہ سے) مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

مجالد نے شعبی سے حارث اعور کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ "لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو برا نہ سمجھو۔ اس لئے کہ اگر تم نے ان کی امارت کھو دی تو تم سروں کو جسموں سے اس طرح کٹا ہوا دیکھو گے جس طرح حنظل کٹا ہوا ہوتا ہے۔" ابن عساکر نے اپنی سند سے ابو داؤد طیالسی کا بیان کیا ہے جبکہ ابو وہب بن جابر نے ابو اسحاق سے اور انہوں نے اسود بن یزید سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ "کیا آپ کو اس شخص پر تعجب نہیں جو طلقاء (وہ لوگ جنہیں فتح مکہ کے وقت نبی اکرم ﷺ نے معاف کر دیا تھا) میں سے ہے اور اس کے باوجود خلافت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے جھگڑتا ہے" اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب فرمایا "اور تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ حکومت دراصل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے چاہے وہ نیک ہو یا بد چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اہل مصر پر چار سو سال تک بادشاہ بنائے رکھا اور اسی طرح دوسرے کفار کو بھی (بادشاہت دی)۔

زہری کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حج کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور دونوں کی آپس میں علیحدگی میں بات چیت ہوئی۔ اس گفتگو میں ذکوان ابو عمرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا آپ اس بات سے بے خوف ہیں کہ میں اپنے بھائی محمد کے قتل کے بدلے میں آپ کو قتل کرانے کے لئے کوئی آدمی چھپا رکھی ہوں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آپ نے درست فرمایا" چنانچہ حضرت معاویہ اور آپ کے درمیان گفتگو ختم ہوئی۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خطبہ پڑھا اور پھر اس کے بعد توحید اور طریقۂ ہدایت کو بیان کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دے کر مبعوث فرمایا تھا اور خلفاء راشدین کے طرز عمل کو بیان فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی اور نبی اکرم ﷺ اور ان کے خلفاء کی سنت کی پیروی کرنے کی ترغیب دی۔ علاوہ ازیں سامعین کہتے ہیں کہ آپ نے اس طرح بات کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔

چنانچہ جب آپ نے اپنی بات ختم فرمائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ ہمیشہ دانا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل پیرا

ہونے والی شفقت کے ساتھ وہ اپنے اندر بھی محبت کرنے والے ہیں۔ آپ نے بھائی کو ترغیب دی اس کا شکریہ ہے اور آپ نے مجھے جس کا حکم دیا ہے اس میں بھی میری نصیحت ہے۔ بےشک آپ [illegible] اچھی بات والے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی باتیں کیں۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] تو فرمایا [illegible] رضی اللہ عنہا [illegible] کی نصیحت [illegible]

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عمر واقدی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے [illegible] اپنی والدہ کے حوالے سے بیان کیا [illegible] کہ حضرت [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک اور آپ کے سر کے موئے (بال) مجھے بھیج دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں [illegible] ان کی طرف بھیجیں۔ جب حضرت معاویہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے چادر [illegible] اور [illegible] پانی [illegible] اپنے جسم پر بہا لیا۔

بعض کا قول ہے [illegible] حضرت معاویہ [illegible] قریش [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

اما بعد! اے میرے بیٹے [illegible] حکومت [illegible] امارت [illegible] حکومت کے بارے میں جو تمہارے [illegible] حضرت ابن [illegible] حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت حسین بن علی [illegible] اللہ [illegible]

الحمد للہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

اگر مجھے [illegible] تمہارے [illegible] اگر [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اپنے [illegible] مغفرت طلب کرتا ہوں [illegible] آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں"۔

آپ کا منبر سے [illegible] خطبہ [illegible] ۶۰ھ [illegible] کا خطبہ

[illegible] محمد بن سیرین نے مجھے بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر لوگوں کے اتفاق کے بعد جب وہ پہلے [illegible] مدینہ [illegible] قریش لوگ آپ سے [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ [illegible] جب [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی [illegible] آپ [illegible] اپنے والد صاحب کے [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] جب [illegible] چلے گئے تو آپ نے [illegible] عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا [illegible] کرنے سے منع کر دیا [illegible]

تھیں اور ان کی حکومت دراز ہوئی۔ بے شک امام [illegible] بیان [illegible] روایت [illegible] ہے کہ [illegible] کے لئے تعصب ہے اور انہوں نے [illegible] علامت کا اظہار کیا ہے لیکن [illegible] کا سوال کیا ہے۔ [illegible] انہوں نے [illegible] کا سوال کیا ہے۔ چنانچہ اگر ہم نے [illegible] انہوں نے [illegible] کی ان کو قتل دینے سے [illegible] [illegible] معلوم [illegible] غائب ہو جائے [illegible] مقصود ہے۔

اور ابن عدی نے [illegible] کے طریق سے ابی [illegible] سے بحوالہ ابو سعید روایت کی ہے اور ابن عدی نے مجالد کے طریق سے بحوالہ ابو الوداک بحوالہ ابو سعید روایت کی ہے (یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ ابن عدی نے اس روایت کو [illegible] روایت کے ذریعہ [illegible] ہے جو حکم بن ظہیر [illegible] بحوالہ ابن مسعود مرفوعاً روایت کی ہے اور خطیب [illegible] یہ حدیث موضوع [illegible] اور [illegible] اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ اس کے قتل کی طرف جلدی کرتے۔

اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور عمرو بن عبید نے اس حدیث کو حسن بصری کے حوالے سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ ایوب نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور جھوٹ ہے اور خطیب بغدادی نے اس روایت کو مجہول اسناد کے ساتھ بحوالہ [illegible] جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر خطبہ دیتے دیکھو تو اسے قبول کرو (اس روایت میں شاید فاقتلوہ کے بجائے فاقبلوہ کا لفظ ہے یعنی اسے قبول کرو [illegible] اس روایت کے آخر میں آپ ﷺ [illegible] امین [illegible] اور اس حدیث پر کوئی [illegible] نہیں کیا جا سکتا [illegible] ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

ابو زرعہ دمشقی نے دحیم بحوالہ ولید بن مسلم بحوالہ سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پایا ہے جن میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور جن لوگوں کا ہم نے نام لیا ہے ان سے کئی گنا زیادہ آدمی بھی ہیں جو ہدایت کے چراغ اور علم کے پہاڑ تھے۔ انہوں نے کتاب سے [illegible] اسلام [illegible] اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تاویل قرآن سیکھی اور ان کی اچھی طرح پیروی کرنے والوں میں حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عبداللہ بن محیریز کی مانند اور ان جیسے لوگ ہیں جو امت محمد ﷺ میں جماعت سے جدا نہیں ہوئے۔

اور ابو زرعہ نے محمد بن مبارک بحوالہ سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو لوگوں نے اختلاف کیا اور کوئی [illegible] یہاں تک کہ [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] امت [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] لئے [illegible] آپ رضی اللہ عنہ نے [illegible] بیٹے یزید کو [illegible] اصحاب رسول [illegible] قسطنطنیہ کے دروازے پر قسطنطنیہ والوں سے جنگ کی پھر وہ تمہیں ساتھ لے کر واپس شام آ گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری وصیت یہ کی کہ روم والوں کے گلے کو مضبوطی سے دبا دے۔

اور ابن وہب نے یونس بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو دو دفعہ حج کروایا اور آپ رضی اللہ عنہ [illegible] اور ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۴ھ اور ۵۰ھ میں لوگوں کو حج کروایا اور دیگر [illegible] ۵۱ھ [illegible] اور [illegible] بیان [illegible] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق

کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔

اور عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ معمر نے زہری کے واسطہ سے ہمیں بیان کیا حمید بن عبد الرحمن کے حوالے سے، انہوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے حاضر ہو کر سلام کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسور! ائمہ پر جو آپ نے اعتراض کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا اس بات کو چھوڑیئے اور ہم جو آگے بھیج چکے ہیں اس میں احسان کیجیے۔ وہ کہتے ہیں تم ضرور کہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ مجھ سے اپنے بارے میں بات کریں، حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ میں جو عیب بھی ان پر لگاتا تھا ان میں سے کوئی بات بھی نہ چھوڑی اور انہیں اس کے متعلق بتا دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں گناہ سے پاک صاف نہیں۔

کیا تمہارے بھی ایسے گناہ نہیں ہیں جن کے متعلق تمہیں خوف ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف نہ کیا تو آپ ہلاک ہو جائیں گے؟ تو میں نے کہا ہاں میرے بھی ایسے گناہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف نہ کیا تو ان کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے کس نے کہا ہے کہ تو مجھ سے بڑھ کر مغفرت کی امید کا حق دار ہے؟ خدا کی قسم میرے ذمے عوام کی اصلاح اور دیکھ بھال، مسلمانوں کے درمیان انصاف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا اور ایسے بڑے بڑے کام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا اور نہ تم انہیں ان سب کو جانتے ہو اور نہ شمار کر سکتے ہیں۔

جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اور میں ایک ایسے دین پر ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو قبول کرتا ہے اور برائیوں سے عفو و درگزر کرتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر گواہ ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر میں اختیار دیا جائے تو میں اللہ تعالیٰ کو اس کے غیر کے مقابلہ میں پسند کروں گا۔ اس کے بعد جب میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن لیں تو میں سوچ میں پڑ گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی مسور بن مخرمہ آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر کرتے۔

اس روایت کو شعیب نے عن الزہری عن عروۃ عن المسور اسی طرح روایت کیا ہے اور ابن درید نے ابو حاتم سے عتبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے بہتر نہیں اور یقیناً تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے افاضل اشخاص تم میں موجود ہیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ میں حکومت کے لحاظ سے تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوں اور تمہارے دشمن پر غالب، اسے زیر کرنے والا ہوں اور تمہیں دودھ سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہوں۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس روایت کو ابن سعد نے محمد بن مصعب عن ابی بکر بن ابی مریم عن ثابت مولی معاویہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسی قسم کی بات کرتے ہوئے سنا ہے اور خطیب، ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن واقد نے ہمیں یونس بن حلبس سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد کے منبر پر حضرت معاویہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! میری بات کو سمجھو تم امور دنیا و آخرت کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہرگز نہیں پاؤ گے نماز میں اپنے چہروں اور صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا، اپنے بیوقوفوں کے ہاتھوں پر گرفت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا اور وہ تمہیں برا عذاب پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ دو اور تم میں سے کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں کنگال غریب ہوں، بلاشبہ غریب کا صدقہ غنی کے صدقے سے افضل ہے، پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے پرہیز کرو اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں نے سنا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے اور اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کی عورت پر بھی تہمت لگائی تو قیامت کے دن اس سے اس کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔

اور ابو داؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ یزید بن طہمان رقاشی نے محمد بن سیرین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تو تہمت نہ لگاتے اور ابو القاسم بغوی نے اس روایت کو سوید بن سعید عن حفص بن میسرہ عن اسماعیل بن ابی قبیل کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہر روز ابوالجیش نامی شخص کو بھیجتے، وہ مجلسوں میں گھومتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا کوئی مہمان آیا ہے اور جب اسے اس کے متعلق بتایا جاتا تو وہ دفتر میں اس کا نام لکھتا تاکہ اس کا وظیفہ پہنچ جائے اور بعض دوسروں نے بیان کیا

ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عجز و انکساری کرنے والے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے کوڑے بھی ہیں۔ کپڑے دوسروں کی طرح ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ ان سے لوگوں کو مارتے تھے اور ابن الاثیر نے عمرو بن واقد کے حوالے سے یونس بن میسرہ بن حلبس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا سواری پر، پیچھے اپنے غلام کو بٹھائے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی قمیص کے گریبان میں پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بازاروں میں چل پھر رہے تھے اور دمشق نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے اور عتبہ نے محمد بن امام بن جبلہ ابن حکیم کی ابن عمر کے طریق سے بیان کیا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار نہیں دیکھا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابن عمر سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سردار تھے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہتر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بڑے سردار تھے اور امام سفیان الحمیری نے اسی روایت کو عوام بن حوشب کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑا سردار نہیں دیکھا، پس ان سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی بڑے سردار تھے؟ تو انہوں نے کہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب ان سے بہتر اور افضل تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے سردار تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے اسی قسم کی روایت مروی ہے اور عبدالرزاق نے معمر سے ہمام کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو بادشاہت کے لائق نہیں دیکھا اور حنبل بن اسحاق نے ابو نعیم عن ابن ابی عیینہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ سے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلا بادشاہ ہوں اور ابن ابی خیثمہ نے بھی یہی روایت ہارون بن معروف عن ضمرہ عن ابن شوذب کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا بادشاہ ہوں آخری خلیفہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ کہا جائے لیکن ان کو خلیفہ نہ کہا جائے کیونکہ حضرت سفینہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد کاٹنے والی حکومت اور بادشاہت ہوگی۔

اور عبدالملک بن مروان نے ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حوصلہ، برداشت اور سخاوت میں ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور قبیصہ بن جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص حلیم، بردبار، نرم مزاج، سردار اور عقل میں کشادہ دست نہیں دیکھا اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت بات کہی تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کیا آپ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کر کے اسے مغلوب کر دیتے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میری رعیت کے کسی شخص کے گناہ سے میرا حوصلہ تنگ پڑ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ کس قدر حلیم بن گئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کسی شخص کا جرم میرے حلم و حوصلے سے بڑھ جائے اور اصمعی نے الثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کوئی جرم میرے عفو سے بڑھ جائے یا جہالت میرے حوصلے سے بڑھ جائے یا کسی شرم کی کمزوری کو میں اپنے پردے سے نہ چھپا سکوں اور [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابو الجہم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ پایا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو اپنا سر جھکا لیا پھر اپنا سر اوپر اٹھا کر کہا اے ابو جہم بادشاہ سے ڈرو کیونکہ وہ بچوں کی طرح غضب ناک ہوتا ہے اور شیر کی طرح پکڑتا ہے اور اس کا تھوڑا سا غصہ بہت سے لوگوں پر غالب آ جاتا ہے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو الجہم کو مال دینے کا حکم دیا اور ابو الجہم نے اس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح کرتے ہوئے کہا ہم ان کے پہلوؤں کی طرف یوں جھکتے ہیں جیسے اپنے باپ کی طرف جھکتے ہیں اور ہم اسے ان کی دونوں ہاتھوں کی خیرات لینے کے لئے چلتے ہیں تو ان دونوں سے عادت اور

زائل کر دیتی ہے۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روبرو چھینکا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے آگے بیٹھے ہوئے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ بات حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی محبت میں ڈال دیا کرتی تھی۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھانجے عبدالرحمٰن بن ام الحکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فلاں شخص مجھے گالیاں دیتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] مجھے معاف کر دے گا اور ابن الاعرابی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر برداشت والا شخص نہیں دیکھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] ہوتے۔

اور ابو عمرو بن العلاء نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے [illegible] خوشی محسوس ہوتی ہے [illegible] کے وقت بلکہ میں علم اختیار کرے۔ [illegible] خوشی ہوتی ہے اور ایک شخص نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] قریش سے [illegible] جاہلیت میں کسی شخص سے [illegible] اور میں ان سے [illegible] ساتھ حملہ کرتے اور شریف آدمی سے [illegible] تعریف [illegible] فرمایا علم کی آفت ذلت ہے اور جب تک کسی شخص کا علم اس کی جہالت پر اور اس کا صبر اس کی شہوت پر غالب نہ آ جائے وہ سرداری کے مقام تک نہیں پہنچتا اور اس مقام تک وہ علم کی قوت سے ہی پہنچتا ہے

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابن ہند کے لیے [illegible] اور شیر اپنے جنگل میں [illegible] ہم سے [illegible] فریب دیتے تھے اور [illegible] زمین کی کوئی شے [illegible] اور آپ رضی اللہ عنہ نے [illegible] کی طرف [illegible] جب تک [illegible] ہم اس سے [illegible] ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کون سا شخص سب سے بڑا سردار ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] سوال کیا جائے تو [illegible] سب سے زیادہ [illegible] اخلاق ہو اور جب اسے جاہل [illegible] کیا جائے تو وہاں سے [illegible] نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے

علم کی [illegible] حماقت کو کسی چیز سے [illegible] نہیں کیا اور [illegible] انسان جہالت پر [illegible] کرتا ہے اور اگر آپ غصے سے [illegible] اخلاق [illegible]۔

یقیناً [illegible] اپنے بھائی سے گناہ کے ارتکاب پر قطع تعلق نہ کر، بلاشبہ شریف انسان گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔

اور [illegible] نے [illegible] میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چوروں کو لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دے دیا اور ان تمام چوروں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے یہاں تک کہ ان میں سے ایک چور باقی رہ گیا اس نے کہا:
اے امیر المومنین! [illegible] آپ کی معافی کی پناہ میں [illegible] میرا ہاتھ خوب صورت تھا۔
[illegible] اور [illegible] کوئی بھلائی نہیں ہے اور جب میرا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے جدا ہو جائے تو [illegible] دنیا [illegible]۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھ سے کیا سلوک کروں؟ ہم نے تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ دیے ہیں اس چور کی ماں نے کہا:
اے امیر المومنین! آپ اپنے جن گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ان میں اسے بھی رکھ لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا اور یہ پہلا [illegible]
آخری حد تھی جسے اسلام میں چھوڑا گیا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس بات کی وجہ سے لوگوں پر غالب آ گئے تھے وجہ یہ تھی کہ جب وہ اڑتے تو یہ بیٹھ جاتے اور جب یہ بیٹھ جاتے تو وہ اڑتے اور دوسرے بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نائب زیاد کی طرف لکھا

اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ صرف نرمی کی سیاست سے لوگوں سے لڑے۔ جیسا کہ وہ آزاد ہو جائیں اور نہ سخت سیاست اختیار کرے کہ وہ ہلاکتوں پر آمادہ کرے بلکہ تم شدت و درشتی کی سیاست اختیار کرو اور میں نرمی و الفت اور رحمت کی سیاست اختیار کرتا ہوں تاکہ جب کوئی ڈرنے والا خوف زدہ ہو جائے تو وہ داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ پالے

عمرو بن یحییٰ نے سعید بن عبد العزیز کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ کی طرف سے اٹھارہ ہزار دینار ادا کئے علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہا پر کوئی قرض نہیں تھا جو آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو ادا کرتے۔

اور ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے اور آپ رضی اللہ عنہا نے اسی دن انہیں تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ بچا آپ رضی اللہ عنہا کی خادمہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا، آپ نے ہمارے لئے کوئی درہم باقی کیوں نہیں رکھا جس سے ہم گوشت خرید لیں۔ تاکہ آپ رضی اللہ عنہا اس سے روزہ افطار کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تو مجھے یاد دلاتی تو میں ایسا کر لیتی اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک ہار بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی جب وہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول فرمایا اور ازواج النبی میں تقسیم کر دیا۔ زید بن حباب نے حسین بن واقد سے عبد اللہ بن بریدہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چار لاکھ عطیہ دیا اور ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فوراً انہیں دو ہزار دینار کا عطیہ دیا اور ان سے کہا میں نے اب سے پہلے یہ عطیہ کسی کو نہیں دیا تو حضرت حسین نے کہا اور آپ نے ہم سے افضل کسی کو نہیں دیا۔

ابن ابی الدنیا نے کہا ہم سے یوسف بن موسیٰ نے کہا انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بواسطہ مغیرہ نقل کیا فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ کی طرف مال کے مطالبے کا خط بھیجا تو حضرت معاویہ نے دونوں کی طرف یا ہر ایک کی طرف ایک ہزار ہزار بھیجے یہ بات حضرت علی کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم ایک شخص کی آنکھ میں صبح شام نیزہ مارتے ہیں اور تم اس سے مال مانگتے ہو، ان دونوں نے کہا آپ نے ہمیں محروم کر دیا ہے اور وہ ہم پر سخاوت کرتا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ حضرت حسن اور حضرت عبد اللہ بن زبیر امیر معاویہ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت حسن سے کہا رسول اللہ کے بیٹے کو خوش آمدید اور ان کے لئے تین ہزار دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن زبیر سے کہا رسول اللہ کی پھوپھی کے بیٹے کو خوش آمدید اور انہیں ایک ہزار دینے کا حکم دیا۔

ابو مروان المروانی نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے وہ اپنے ہم مجلسوں میں تقسیم کر دیئے وہ دس آدمی تھے ہر ایک کے حصے میں دس دس ہزار درہم آئے اور حضرت عبد اللہ بن جعفر کی طرف بھی ایک لاکھ درہم بھیجے تو ان کی بیوی فاطمہ نے ان کا مطالبہ کیا تو آپ نے وہ اسے دے دیئے اور مروان بن الحکم کی طرف بھی ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے پچاس ہزار تقسیم کئے اور پچاس ہزار رکھ لئے اور حضرت ابن عمر کی طرف ایک لاکھ بھیجے تو انہوں نے نوے ہزار تقسیم کر دیئے اور دس ہزار رکھ لئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میانہ رو ہیں اور میانہ روی کو پسند کرتے ہیں اور عبد اللہ بن زبیر کی طرف بھی ایک لاکھ بھیجے تو انہوں نے قاصد سے کہا کہ تم ان کو دن میں آ گئے رات کو کیوں نہیں آئے اس کے بعد وہ اپنے پاس رکھ لئے اور کسی کو کچھ نہ دیا تو حضرت معاویہ نے کہا کہ وہ باز کی طرح ہیں جس نے اپنا [illegible] اور سری کاٹ لی۔

ابن داب کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر کے حضرت معاویہ پر ہر سال ہزاروں فرض ہوتا اور اپنی سو ضروریات پوری کرتے ایک سال وہ ان کے

پاس آئے تو حضرت معاویہ نے انہیں بلوایا اور ان کی ضروریات پوری کیں ان میں سے ایک ضرورت رہ گئی [illegible] اور ان کے پاس تھے تو عثمان کا اصطبل بند حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے [illegible] کا بادشاہ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے وعدہ کیا کہ جو شخص تمہاری ضروریات پوری کرے گا تو میں اسے اپنے مال میں سے ایک کروڑ درہم دوں گا پھر وہ شخص اہل شام اور اہل عراق کے امراء کے پاس آیا جو احنف بن قیس سے [illegible] اٹھا دیئے تھے جو ایک نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس جاؤ تو وہ یہاں ان کے پاس پہنچ گیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو حضرت معاویہ نے اس کی ضرورت کو [illegible] پورا کرنے کے لئے پورا کر دیا اور کاتب کو حکم دیا تو اس نے اس کے لئے حکم نامہ لکھا حضرت عبداللہ بن جعفر وہ حکم نامہ لے کر اس کے پاس پہنچا اس نے [illegible] اور ایک کروڑ درہم عطا کرو تو ابن جعفر نے کہا کہ [illegible] اور تمہارا مال اپنے گھر لے جاؤ ہم اہل بیت ہیں نیکی کو پیسے کے بدلے نہیں بیچتے۔ یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کاش یہ بات یزید کہتا تو مجھے عراق کے خراج سے زیادہ محبوب ہوتا [illegible] اور آپ کے علاوہ نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت معاویہ پر ایک کروڑ قرض ہو گیا بعض اوقات ان پر [illegible] تو ان کے قرض خواہ ان سے اصرار کرتے رہے اور ان سے بہت [illegible] یہاں تک کہ حضرت معاویہ [illegible] کہتے ہیں کہ مجھے عطیات میں سے قرض [illegible] چاہتا ہوں ایک دن وہ ان کے پاس آئے تو حضرت معاویہ نے کہا کہ تم کو کیا چیز [illegible] ہے تو انہوں نے کہا کہ قرض میں کا قرض خواہ اصرار کر رہے ہیں حضرت معاویہ نے [illegible] کہا [illegible] حضرت معاویہ نے ان کی طرف [illegible] ایک کروڑ آپ کے پاس اپنے وقت میں آ گیا ہے۔

ابن سعید نے کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ان سے ابن ہلال نے بیان کیا حضرت قتادہ سے خبر دیتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ حسن بن علی پر تعجب ہے کہ انہوں نے یمن کا شہد دمہ کے پانی کے ساتھ ملا کر پیا تو ان کی وفات ہو گئی اس کے بعد حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت حسن بن علی کے متعلق آپ کو رنجیدہ نہ کرے اور [illegible] حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ سے کہا: جب تک اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو سلامت رکھے گا مجھے اللہ تعالیٰ غم اور دکھ نہیں دے گا راوی کا کہنا ہے کہ آپ نے انہیں ایک کروڑ درہم اور دیگر سامان اور چیزیں عطا فرمائیں اور فرمایا انہیں لے کر اپنے اہل میں تقسیم کر دیں۔

ابوالحسن المدائنی نے ابو اسماعیل بن عامر سے نقل کیا کہ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے اشرف کون ہے؟ [illegible] آپ نے فرمایا ہم بہت شرف والے ہیں اور دوسری بڑی فضیلت کے مالک ہیں ان میں [illegible] عبد مناف میں ان کی تعداد [illegible] اور جب وہ انتقال کر گئے تو [illegible] سید ہو گئے اور ان میں عبدالمطلب بھی تھے [illegible] اور جب وفات ہوئے تو ہم تعداد اور شرف میں بڑھ گئے اور ان میں ایک بھی نہ [illegible] ایک آدمی [illegible] انہوں نے کہا ہم میں بھی [illegible] اور آخر میں [illegible] یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اس فضیلت اور اس شرافت کو کون حاصل کر سکتا ہے؟

ابن عساکر نے علی بن محمد بن اسحاق عن حماد بن سلمہ عن علی بن زید عن یوسف بن مہران عن ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کے سامنے اپنا خواب ذکر کیا جس میں آپ نے حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو دیکھا کہ ان کے ایام خلافت کا حساب ہو رہا ہے اور حضرت معاویہ کو دیکھا کہ [illegible] ان کا حساب کر رہے ہیں حضرت معاویہ نے ان سے کہا کیا تم نے شہر مصر کے دینار بھی دیکھے؟ [illegible] نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو حضرت معاویہ کے پاس گئے اور آپ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس میں آپ کے بعض [illegible] کی تعریف کی گئی۔ حضرت معاویہ نے [illegible] پڑھا تو حضرت عمرو نے کہا کہ لوگ [illegible] ہیں اور تو ابھی تک [illegible] تھے۔ [illegible] حضرت معاویہ نے انہیں کہا کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں مر جاؤں [illegible] جب تک [illegible] نہیں مرے گا۔

ابن عون نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں [illegible] کے علاوہ ہر شخص کو خوش رکھ سکتا ہوں [illegible] نعمت کے زوال ہونے پر ہی راضی ہوتا ہے [illegible] زہری نے عبدالملک سے [illegible] نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ارشاد فرمایا [illegible] جو ان میں ہے

(۱) ... اسلام میں عقیدہ پاک رکھنا۔
(۲) ... زبان کو ٹھیک ٹھیک رکھنا۔
(۳) ... بھائی چارہ
(۴) ... پڑوسیوں کا تحفظ کرنا۔

ابو بکر ہذلی نے فرمایا کہ حضرت معاویہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے اور جب آپ خلیفہ بنے تو آپ کے گھر والوں نے آپ سے کہا کہ آپ انتہا و منزل تک پہنچ گئے اب شعر کا کیا ہوگا؟ ایک دن آپ نے خوش ہو کر کہا: میں نے اپنی حماقت کی جڑ کاٹ دی اور اپنی بردباری کو راحت پہنچائی۔ مجھے اپنے قول پر اعتراض ہے اس کے باوجود جب مجھے تنگ آنکھوں والے اپنی حاجات کے لئے بلاتے ہیں تو ان کی بات کا جواب دیتا ہوں"

مغیرہ نے امام شعبی سے نقل کیا کہ حضرت معاویہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے بیٹھ کر خطبہ دیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ فربہ ہو گئے تھے اور آپ کا پیٹ بڑھ گیا تھا اسی طرح مغیرہ سے بواسطہ ابراہیم منقول ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن بیٹھ کر خطبہ دینے والے پہلے شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں ابوالملیح نے بواسطہ میمون نقل کیا کہ سب سے پہلے منبر پر بیٹھنے والے شخص امیر معاویہ ہیں اور انہوں نے بیٹھنے کے لئے اجازت طلب کی، اور قتادہ نے بواسطہ سعید بن مسیب بیان کیا کہ حضرت معاویہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے عید پر اذان و اقامت کہی، حضرت ابو جعفر باقر نے کہا کہ عید کے لئے اذان نہیں تھی امیر معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مؤذن سے کہلوائی۔ ابوالیمان نے شعیب سے بحوالہ زہری نقل کیا ہے کہ وہ سنت طریقہ ختم ہو گیا کہ کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور آپ کے بعد بنو امیہ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آ گیا اور انہوں نے اس سنت کو واپس کیا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والے فیصلہ کو ہشام نے دوبارہ جاری کیا، یہی بات زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہے۔

اور وہ طریقہ بھی چلا گیا کہ معاہدہ کرنے والے کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہو گی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس دیت کو نصف تک کم کیا اور نصف خود لے لی اور اسی کو وہب نے مالک سے بحوالہ زہری بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے صحابہ کرام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محب ہونے کی حالت میں وفات پائے گا اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دے گا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رحمہ اللہ کہے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا حساب نرمی سے لے گا۔

اور سعید بن یعقوب طالقانی نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک کی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے، محمد بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن المبارک سے حضرت معاویہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو آپ ﷺ کے خلف نے ربنا ولک الحمد کہا۔

پھر عبداللہ بن المبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں مٹی گئی تھی وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے اور بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے نزدیک ایک فرد ہے جو ہم اس کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور صحابہ کرام پر جھوٹ بولنے کی تہمت اس پر لگاتے ہیں اور محمد بن عبداللہ بن عمار موصلی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی عمران سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل تھے یا حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں؟ تو انہوں نے غصہ ہو کر پوچھنے والے سے فرمایا کیا آپ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کو ایک تابعی کے برابر رکھتے ہیں، افضل تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں آپ ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے رشتہ دار، کاتب رسول اور وحی الٰہی کے امین تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرے صحابہ اور

میرے رشتہ داروں کو میرے لئے چھوڑ دو جو شخص ان کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور یہی بات ابن عیینہ نے بیان کی ہے۔

اور ابو توبہ الربیع بن نافع حلبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے لئے پردہ ہیں تو جب کوئی شخص پردے کو ہٹاتا ہے تو جو کچھ پردے کے اندر ہے اس پر اپنی جرأت کا اظہار کرتا ہے اور المیمونی نے بیان کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا اے ابو الحسن! جب آپ کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ کسی صحابی رسول کی برائی بیان کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے تو آپ اسے اسلام کے بارے میں متہم کر سکتے ہیں۔

اور فضل ابن زیاد نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ کو ایک شخص کے بارے میں دریافت کرتے سنا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا تھا کہ کیا اس شخص کو رافضی کہا جائے؟ تو آپ نے فرمایا یقیناً اس شخص نے ان دونوں حضرات کے خلاف اس لئے جرأت کی ہے کہ اس کی اندرونی حالت بری ہے اور جس شخص نے بھی کسی صحابی رسول اللہ کی عیب جوئی کی تو اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مسلم سے ابراہیم بن میسرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی انسان کو مارا ہو سوائے اس انسان کے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کوڑے مارے اور بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ میں ملک شام میں ایک پہاڑ پر تھا کہ اچانک میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا وہ زندیق ہے اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کا مد مقابل رحمٰن ہوگا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس کے مد مقابل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اسے جہنم کے سپاہی جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے اور سلف صالحین میں سے کسی نے بیان کیا ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہؓ موجود تھے کہ اچانک ایک شخص آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ان کی عیب جوئی نہیں کرتا بلکہ میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عیب گیری کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو گیا کیا وہ میرا صحابی نہیں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ حضرت معاویہ کو دیا اور کہا یہ نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دو تو انہوں نے وہ نیزہ اس کو مارا صبح میں بیدار ہو کر اپنے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رات اس شخص کو گلے کا درد اٹھا اور اسی وقت وہ مر گیا، وہ ”راشد کندی“ تھا۔

ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ صحابہ کرام میں سے تھے اور کبار علماء میں ان کا شمار تھا لیکن وہ دنیا کی محبت میں امتحان میں ڈالے گئے۔ عتبی نے کہا کہ کسی نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ بڑھاپا بڑی جلدی سے آپ میں سرایت کر گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو میں برابر دیکھ رہا ہوں کہ عربوں میں سے ایک آدمی میرے سر پر کھڑا ہے جو مجھے گفتگو پر ابھارتا رہتا ہے، جس کا جواب اگر میں صحیح دیتا ہوں تو میری تعریف نہیں ہوتی اور اگر غلطی کرتا ہوں تو اس سے گرفت ہوتی ہے۔ امام شعبی وغیرہ نے بیان کیا کہ آخری عمر میں حضرت معاویہ کو کھجلی ہو گئی تھی اور ابن عساکر نے آپ کے غلام خدیج الخصی کے احوال میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک سفید فام خوبرو لونڈی خریدی اور میں اسے برہنہ کر کے آپ کے پاس لے گیا، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، اور آپ اس کی اندام نہانی کی طرف جھکنے لگے اور کہنے لگے کاش اس کی یہ متاع میرے لئے مباح ہوتی۔ اسے یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ پھر فرمایا نہیں۔

ربیع بن عمرو الجرشی کو میرے پاس بلاؤ، وہ فقیہ آدمی تھے جب وہ آ گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لونڈی میرے پاس بحالت برہنگی لائی گئی میں نے اسے ادھر ادھر سے دیکھا میں نے ارادہ کیا کہ یزید کے پاس بھیج دوں، انہوں نے کہا امیر المومنین ایسا نہ کیجئے یہ اس کے مناسب حال نہیں آپ نے فرمایا

تمہاری رائے بہت اچھی ہے روای کا کہنا ہے کہ پھر آپ نے اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو بخش دیا جو سیاہ فام تھا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بچوں کو سفید بنائے یہ حضرت معاویہ کی عقلمندی اور سمجھداری کی بات ہے کیونکہ آپ نے اسے نظر شہوت سے دیکھا لیکن اپنے آپ کو کمزور پایا تو اپنے بیٹے یزید کو اللہ کے ارشاد "کہ اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو" کی وجہ سے ہبہ کرنے سے توقف رہ ہو گئے اور فقیہ ربیعہ بن عمرو جرشی نے اس بارے میں آپ سے اتفاق کیا۔

ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص مصریوں کے وفد کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کے پاس آئے تو آپ نے راہ میں انہیں کہا کہ جب تم حضرت معاویہ کے پاس پہنچو تو انہیں سلام خلافت نہ کہنا وہ اسے پسند نہیں کرتے اور پھر جب حضرت عمرو ان سے پہلے آپ کے پاس پہنچے تو حضرت معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا انہیں اندر بلاؤ اور ساتھ ہی اشارہ کر دیا کہ انہیں اندر آنے میں دراز دو اور فرمایا کہ میرے خیال میں عمرو جو ان سے پہلے آیا ہے ضرور کسی کام کے لئے آیا ہے تو جب ان میں سے کوئی شخص اندر آتا تو کہتا السلام علیکم یا رسول اللہ! جب حضرت عمرو باہر ہوئے تو ان سے کہنے لگے تمہارا ناس ہو میں نے تمہیں سلام خلافت کہنے سے منع کیا تھا اور تم نے غضب ہی ڈھایا کہ انہیں سلام نبوت کہنا شروع کر دیا۔

ابن جریر نے نقل کیا کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ سے سوال کیا کہ وہ اس کے گھر کی تعمیر و مرمت کے لئے بارہ ہزار شہتیروں کی امداد کریں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تمہارا گھر کہاں ہے کہنے لگا بصرہ میں۔ آپ نے کہا کتنا بڑا ہے۔ کہنے لگا دو فرسخ لمبا اور دو فرسخ چوڑا ہے۔ آپ نے کہا یوں نہ کہو کہ میرا گھر بصرہ میں ہے بلکہ یوں کہو کہ بصرہ میرے گھر میں ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کے پاس آیا وہ دونوں آپ کے پاس دستر خوان پر بیٹھ گئے اس کا بیٹا جلدی جلدی کھانے لگا آپ نے چاہا کہ اسے روکے لیکن بیٹا سمجھ نہ سکا۔ جب دونوں باہر آئے تو باپ نے بیٹے کو ڈانٹا اور آئندہ اسے ساتھ لانے سے رک گیا آپ نے پوچھا کہ تمہارا وہ کھانے والا چھوٹا بیٹا کہاں گیا کہنے لگا بیمار ہو گیا آپ نے کہا وہ میں جانتا تھا کہ اس کا کھانا اسے بیمار کرے گا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو عبا اوڑھے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا تھا آپ اس کی تحقیر کرنے لگے اس نے کہا اے امیر المومنین آپ عبا (اوڑھے) سے مخاطب نہیں ہیں بلکہ آپ سے وہ شخص مخاطب ہے جو عبا پہنے ہوئے ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل شخص وہ ہے جسے جب کچھ دیا جائے شکر کرے جب مصیبت میں مبتلا ہو صبر کرے جب غصہ آئے غصہ پی لے جو وعدہ کرے پورا کرے جب کوئی برائی کرے استغفار کرے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے آپ کی طرف لکھا جب لوگ اپنی اولادیں جنم لیں اور اپنے مددگاروں کی جدائی کی وجہ سے بے چین ہو جائیں اور ان کی بیماریاں ان کی عادی ہو جائیں تو وہ ایسی کھیتیاں ہیں جن کی کٹائی قریب آ چکی ہو آپ نے فرمایا اس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھے ہارون بن سفیان نے بتایا انہیں عبداللہ سہمی نے اور عبداللہ سہمی کو محمد بن کلثوم نے بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سب سے آخری خطبہ یہ تھا اے لوگو! جس نے بویا اس نے کاٹا میں نے تم پر حکمرانی کی اور میرے بعد مجھ سے اچھی حکمرانی تم پر کوئی شخص نہیں کرے گا جو مجھ سے بہتر ہو بلکہ مجھ سے برا شخص ہی تم پر حکمرانی کرے گا جیسا کہ مجھ سے پہلے مجھ سے بہتر لوگوں نے تم پر حکمرانی کی۔ اے یزید جب میں مر جاؤں تو کسی عقلمند شخص کو میرا غسل سونپنا اس لئے کہ عقلمند اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ رکھتا ہے پس وہ مجھے اچھی طرح غسل دے اور جہراً تکبیر کہے پھر الماری میں سے وہ رومال لینا جس میں رسول اللہ ﷺ کا کپڑا اور بال اور ناخن ہیں آپ کے بال اور ناخن میرے ناک منہ کانوں اور آنکھوں میں رکھ دینا اور آپ ﷺ کا کپڑا اس کپڑے میں رکھ دینا جو میرے جسم کے ساتھ متصل ہوا ہے لفافے میں نہ رکھنا اے یزید والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد رکھنا پھر جب تم مجھے میرے کپڑے میں رکھ دو تو میرا معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

کہتے ہیں جب آپ کی موت کا وقت قریب ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے لگے

میری عمر کی قسم میں دنیا میں کچھ دیر زندہ رہا اور تلواروں کی ضربوں سے دنیا میری مطیع و فرمانبردار ہوئی مجھے سرخ رو مال اور علم و عقل دی گئی اور تمام جابر بادشاہ میرے تابع فرمان ہوئے پس جو چیز مجھے خوش کرتی ہے وہ اس فیصلے کی طرح ہوئی جو گزشتہ زمانوں میں گزر گیا۔ کاش کہ میں بادشاہت میں ایک لمحے کے لئے بھی ظاہر نہ ہوتا اور زندگی کی خوشیوں [illegible] لذتوں میں وسعت نہ دیتا اور میں ذو طمرین "ملعس" کی طرح ہوتا جس نے گزارے کے بقدر مال پر زندگی گزاری [illegible]

کہ تیری تنگی دیکھی۔

محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں علی بن محمد نے انہیں محمد بن حکم نے کسی بتانے والے نے بتایا کہ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ آپ کا نصف مال بیت المال کو لوٹا دیا جائے گویا آپ نے اسے پاک کرنے کا ارادہ کیا تھا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تقسیم کر دی تھی آخری عمر میں آپ کو سخت سردی لگتی تھی جب اونی وزنی چیز پہنتے تو پریشان ہو جاتے جس پر آپ کے لیے پرندوں کے پوٹوں کے کپڑے بنائے گئے وہ بھی آپ پر گراں ہو گئے اس پر آپ نے فرمایا ہلاکت ہو تیرے لیے اے گھر میں چالیس سال تک تیرا مالک رہا، بیس سال بطور گورنر اور بیس سال خلیفہ رہا پھر تو نے مجھے اس حال اور دنیا تک پہنچا دیا ہے ہلاکت ہے جو تیری طرف جھکے اور اس کی طرف آئے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں ہمیں ابو عبیدہ نے اور انہیں ابو یعقوب ثقفی نے اور انہیں عبد الملک بن عمیر نے بتایا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بوجھل ہو گئے اور لوگ ان کی موت کے بارے میں باتیں کرنے لگے تو آپ نے اہل خانہ سے کہا میری آنکھوں میں سرمہ بھر دو اور میرے سر پر تیل لگاؤ تو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آپ کے لیے مجلس قائم کی گئی تو آپ نے کہا مجھے ٹیک (سہارا) لگاؤ اور پھر آپ نے کہا لوگوں کو آنے کی اجازت دے دو وہ سب کھڑے ہو کر سلام کریں کوئی بھی نہ بیٹھے چنانچہ آدمی آ کر کھڑے کھڑے سلام کرتا اور آپ کو دیکھتا کہ تیل اور سرمہ لگائے ہوئے ہیں تو کہتا لوگ کہتے ہیں یہ مر رہے ہیں حالانکہ یہ سب سے زیادہ صحت مند ہیں جب سب چلے گئے تو آپ نے یہ شعر پڑھے

میرا تجلد (دلیری) اور میری مصیبت پر خوش ہونے والوں کے لیے ہے میں انہیں دکھاتا ہوں
کہ میں حوادث زمانہ کے سامنے کمزور ہونے والا نہیں جب موت اپنے پنجے گاڑ دے۔
تو میں نے دیکھا کہ کوئی تعویذ فائدہ نہیں دیتا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو ہچکی لگ گئی اور اسی دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کاش میں قریش کا ایک آدمی ہوتا اور اس مملکت میں بالکل نہ پڑتا ابو عبد رب جزوی کہتے ہیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو یہ شعر پڑھا (شاعر کا قول)

اے پروردگار اگر آپ مجھ سے حساب لیں گے تو آپ کا حساب
میرے لیے عذاب ہوگا جس کی میں طاقت نہیں رکھتا
اور اگر آپ درگزر کریں تو آپ ایسے گنہگار
سے درگزر کریں گے جس کے گناہ مٹی کے برابر ہیں

کسی نے کہا جب آپ پر نزع کا عالم ہوا تو آپ کے اہل خانہ آپ کو پلٹنے لگے آپ نے فرمایا کس شیخ کو تم پلٹ رہے ہو کاش اللہ کل اسے جہنم کے عذاب سے نجات دے دے۔

محمد بن عبد اللہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقت قریب ہو گیا تو آپ کبھی اپنا ایک رخسار زمین پر رکھتے اور کبھی دوسرا اور روتے ہوئے کہتے۔ اے اللہ آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اے اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں کر دیجئے جن کے لیے آپ مغفرت چاہیں گے۔ عتبی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں آپ نے اپنی موت کے وقت شاعر کے یہ شعر پڑھے۔

یہ موت ہے جس سے کوئی نجات کا راستہ نہیں اور موت کے بعد
ہمیں جس چیز کا اندیشہ ہے وہ اس سے بھی سخت اور مصیبت والی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا اے اللہ لغزش معاف کر دیجئے غلطی سے درگزر کر دیجئے اور اپنی بردباری سے اس شخص کے گناہ معاف کر دیجئے جو آپ کے سوا کسی اور سے امید نہیں رکھتا اس لیے کہ آپ کی مغفرت وسیع ہے اور کسی غلطی کرنے والے کے لیے آپ کے عفو کے سوا غلطی سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہوا تو آپ نے اہل خانہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ڈرنے

والوں کو پہنچتا ہے اور جو کچھ وہ دیتا ہے اسے کوئی نہیں چھینتا ہے۔

آپ کا انتقال ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔ نے محمد بن یوسف بن ذہل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ضحاک بن قیس منبر پر چڑھ گئے اور آپ کے کفن ان کے ہاتھ میں تھے۔ پھر لوگوں سے خطاب کر کے حمد و ثنا کے بعد کہا یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے فصیل تھے اور ان کے مددگار اور عرب کی کاٹ تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فتنے ختم کر دیئے شہروں کی فتوحات عطا کیں اور انہیں اپنے بندوں پر بادشاہت عطا کی، اب وہ وفات پا گئے اور یہ ان کے کفن ہیں اور ہم انہیں کفن میں رکھ کر قبر میں رکھنے والے ہیں پھر ان کو اور ان کے عمل کو چھوڑ دیں گے۔ پھر برزخ کی وحشت ہے قیامت کے دن تک تم میں سے جو شخص ان کے پاس آنا چاہتا ہے تو وہ پہلے وقت میں آ جائے۔ پھر وہ منبر سے اترے اور یزید بن معاویہ کو خبر دینے اور ان سے ملنے کے لئے ایک قاصد بھیجا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ نے رجب ۶۰ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ بعض نے کہا آپ نے نصف رجب میں شب جمعرات میں وفات پائی۔ بعض نے کہا اور رجب کے شروع ہونے سے آٹھ دن پہلے یہ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں ۲۲ رجب کو وفات پائی۔

سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ یکم رجب کو وفات پائی، محمد بن اسحاق اور امام شافعی کہتے ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے یزید نے پڑھائی۔ آپ زخمی تھے آپ نے وصیت کی کہ آپ کو اس کپڑے میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو پہنایا تھا۔ آپ نے اسی دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا اور آپ ﷺ کے بال اور ناخن آپ کی ناک، منہ، آنکھوں اور کانوں میں رکھ دیئے جائیں۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یزید آپ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھا اور آپ کی نماز جنازہ ضحاک بن قیس نے ظہر کی نماز کے بعد دمشق کی جامع مسجد میں پڑھائی۔ پھر آپ کو دار الامارت میں دفن کیا گیا، جمہور کے قول کے مطابق باب صغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال کی تھی اور مشہور قول یہ ہے کہ ۸۰ برس سے زیادہ تھی۔ پھر ضحاک بن قیس لشکر لے کر یزید سے ملنے چلے یزید اس وقت حوارین میں تھا جب عقبہ کی گھاٹی میں پہنچے تو انہیں یزید کا سامان ملا۔ دیکھا تو یزید بختی اونٹ پر سوار تھا اور اس پر غم کے آثار تھے لوگوں نے امارت (خلافت) کے ساتھ سلام کہا اور تعزیت کی، اس نے پست آواز سے سلام کا جواب دیا۔

ضحاک بن قیس کے علاوہ سب خاموش تھے جب باب توما پہنچے تو لوگ کہنے لگے یہ یہاں سے شہر میں داخل ہو گا لیکن وہ فصیل کے ساتھ ساتھ آگے ہو گیا۔ جب شرقی دروازے پر پہنچے تو لوگوں نے کہا اس دروازے سے داخل ہو گا کیونکہ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دروازہ ہے لیکن وہ آگے بڑھ گیا یہاں تک کہ باب صغیر پر آیا تو لوگ سمجھ گئے کہ یہ والد کی قبر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے جب باب صغیر پہنچا تو قبر تک پیدل چلا اور وہاں جا کر نماز جنازہ پڑھی پھر لوٹ گیا جب قبرستان سے نکلا تو شاہی سواری لائی گئی اس پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہونے کے بعد حکم دیا کہ نماز کی منادی کر دی جائے۔ پھر دار الامارت گیا، غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے پھر نکل کر لوگوں کے سامنے خلافت کا سب سے پہلا خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد کہا اے لوگو! یقیناً معاویہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور پھر اپنی طرف کھینچ لیا وہ اپنے سے پہلے والوں سے کم تر اور اپنے پیچھے والوں سے بہتر تھے اور میں اللہ عزوجل کے سامنے ان کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا اس لئے کہ اللہ ان سے خوب واقف ہے اگر وہ انہیں معاف کر دے تو وہ اس کی رحمت ہے اور اگر ان کا مواخذہ کرے تو ان کا سبب ان کی خطائیں ہوں گی۔

ان کے بعد خلافت کا زمانہ مجھے سونپ دیا گیا ہے میں طلب پر پیچھے نہیں ہٹوں گا اور نہ ہی کسی کوتاہی پر معذرت کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہو جاتی ہے۔ پھر خطبے میں لوگوں سے یہ بھی کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تم سے سمندر میں جہاد کرواتے تھے میں کسی مسلمان کو سمندر پر نہیں بھیجوں گا اور تمہیں موسم سرما میں روم کی طرف بھیجتے تھے میں کسی کو بھی موسم سرما میں روم نہیں بھیجوں گا اور وہ تمہیں تین قسطوں میں وظیفہ دیتے تھے اور میں تمہارے لئے سارا جمع کر دوں گا۔ لوگ آپ سے الگ ہو گئے اور کسی کو آپ پر فضیلت نہ دیتے تھے

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرض کی حالت میں اپنے بیٹے یزید کی طرف پیغام بھیجا جب قاصد پہنچا تو وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے سوار ہوا۔

قاصد کاغذ لے کر دوڑتا آیا، اس کے کاغذ سے ہمارے دل گھبرا گئے، ہم نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو تیرے صحیفے میں کیا ہے تو اس نے کہا

> نحیف تھی تکلیف دی جاتی تھی۔ بہرحال [illegible] پہنچا [illegible] تو وہاں [illegible]
> گئے پھر ہم نے [illegible] کی طرف [illegible] ہم نے راستے [illegible] گئے اور [illegible] کرتے تھے [illegible]
> کہ جب ہم پہنچے تو [illegible] آواز [illegible] پھر [illegible]
> [illegible] ان کے پیچھے [illegible]
> [illegible] ساتھ [illegible] تھے۔

اور آپ چہرہ [illegible] والا تھا [illegible]۔ [illegible] لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق [illegible] بیٹھ جاتے

[illegible] کے پاس [illegible] تھے۔ اور [illegible] تھے۔

ابو [illegible] رحمۃ اللہ [illegible] فرماتے ہیں [illegible] یزید [illegible] سے [illegible] کہتے ہیں [illegible] انہوں نے [illegible] رحمۃ اللہ [illegible] سے پہلے دمشق پہنچے [illegible] انہوں نے آپ کو [illegible] ان اخلاق [illegible] کہ یزید اپنے والد کی وفات کے بعد [illegible] قبر پر [illegible] جنازہ [illegible] واللہ اعلم۔

ابن جریر نے [illegible] کہا۔

> [illegible] نے [illegible] کی [illegible] (یعنی) [illegible] ان کے [illegible]
> ان کے [illegible] سے [illegible] والد [illegible]
> [illegible] کی طرح [illegible] بیٹے [illegible]

آپ کی بیویوں اور اولاد کا ذکر: آپ کے بیٹوں میں ایک عبدالرحمن تھے [illegible] کے نام پر آپ کی کنیت [illegible] اور عبداللہ تھے جن کی عقل کمزور تھی [illegible] والدہ فاختہ بنت قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھیں۔ آپ نے ان کے بعد ان کی بہن [illegible] بنت قرظہ سے شادی کی [illegible] آپ کے ساتھ تھیں [illegible] آپ نے نائلہ بنت عمارہ کلبیہ سے شادی کی [illegible] آپ کو بہت پسند آئی [illegible] میسون بنت [illegible] رضی اللہ عنہا [illegible] اس کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا [illegible] بہت خوبصورت ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے [illegible] اس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا [illegible] آپ نے اسے طلاق دے دی۔ آپ کے بعد حبیب بن مسلمہ فہری نے اس سے نکاح کیا [illegible] ان کے بعد نعمان بن بشیر نے [illegible] قتل کیا [illegible] اس کا سر اس کی گود میں [illegible] میسون بنت بحدل بن انیف [illegible] خوبصورت اور [illegible] ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] آپ کے ساتھ [illegible] آپ نے [illegible] انہوں نے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ان کے بیٹے یزید [illegible] ان کے والد کے بعد خلافت ملی [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] عمرو بن عثمان بن عفان سے نکاح کیا [illegible] دمشق [illegible] تھا

ابن عساکر نے کہا ہے [illegible] عبداللہ بن عامر نے نکاح کیا [illegible] عبداللہ بن عامر [illegible] (بخاری) [illegible]

سنا یہ، والدہ وہ بیٹھی تھی جب رو رہی اس نے اس کے بیٹھنے کی آواز سنی تو وہ بھی بیٹھ گئیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب آواز سنی تو ان کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگیں ہم نے اپنے آقا کی آواز سنی تھی اس لئے ہم بیٹھ گئیں۔ آپ اندر گئے تو وہ رو رہی تھی۔ آپ نے اس خادم سے کہا تیرا اس سے کیا ہے؟ کیا اس جیسی لڑکی کو ایسی بات میں اداس کیا جاتا ہے۔ پھر آپ نے اسے نکلنے کے لئے کہا جب اس نے سر جھکایا تو آپ نے اس سے کہا میری بیٹی وہ تیرا شوہر ہے جسے اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے تو نے شاید کوئی قول نہیں سنا۔

وہ شریف کریم لڑکی کیسی بڑی ہے جبکہ اس کا اکرام مشکل ہے اور اس کا معاملہ آسان۔ پھر آپ ان کے پاس سے چلے آئے اور اس کے شوہر سے کہا اب اندر چلے جاؤ میں نے تمہارے لئے اس کے اخلاق آسان کر دیئے ہیں۔ جب وہ اندر گیا تو اسے اچھے اخلاق والی پایا تو اس نے اپنی ضرورت اس سے پوری کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فصل

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قضاۃ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے والی بنایا تھا جب ان کی موت قریب آ گئی تو انہوں نے فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو والی بنانے کے لئے کہا پھر جب فضالہ کا انتقال ہوا تو آپ نے ابو ادریس خولانی کو والی بنایا پھر آپ کے نگران اور سرداروں میں ایک شخص تھا جس کا نام مخارق تھا۔ بعضوں نے کہا وہ ملک تھا کنیت ابو الازرق تھی حمیر کا موالی تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے کاتب مقرر کئے آپ کے دربانوں کا افسر آپ کا آزاد کردہ غلام سعد تھا۔ پولیس کا افسر قیس بن حمزہ تھا اس کے بعد زمل بن عمرو عذری اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری رہا، سرجون بن منصور رومی تھا سب سے پہلے آپ ہی نے دیوان خاتم بنایا اور خطوط پر مہریں لگائیں۔

فصل

اسی سال یعنی ۶۰ ہجری میں انتقال کرنے والوں میں صفوان بن معطل بن رحضہ بن موحل خزاعی ابو عمرو ہیں یہ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ مریسیع ہے اس دن آپ فوج کے پچھلے حصے میں تھے یہ وہی ہیں جن پر اصحاب افک نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کے سبب تہمت لگائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ان کو بری قرار دیا۔ مسلمانوں کے سرداروں میں سے تھے نیند کے بہت پکے تھے بعض اوقات ان پر صبح آ جاتی اور وہ سوئے رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا جب تم جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو۔ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

ابو مسلم خولانی: ..... عبداللہ بن ثوب خولانی یمن کے شہر خولان سے تھے۔ اسود عنسی نے آپ سے کہا کیا میرے رسول ہونے کی گواہی دو؟ اس نے آپ سے کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے جواب دیا مجھے سنائی نہیں دیتا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا جی ہاں اور آپ کو آگ میں پھینک دیا لیکن آگ نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا چنانچہ آپ کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

پھر آپ نے ہجرت کی، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ انتقال پا چکے تھے آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو اپنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ میں نے امت محمدیہ میں اس شخص کو دیکھا جس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام جیسا معاملہ کیا گیا۔ آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ صاحب کشف و صاحب حال تھے واللہ اعلم۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سال وفات پائی لیکن درست یہ ہے کہ انہوں نے اس کے بعد وفات پائی۔

یزید بن معاویہ کی امارت اور اس کے زمانے کے حوادث و واقعات: ماہ رجب ۶۰ ہجری میں یزید کے ہاتھ پر اس کے والد کی وفات کے بعد خلافت کی بیعت کی گئی۔ اس نے اپنے والد کے نائبین کو ان کے علاقوں پر برقرار رکھا اور کسی کو معزول نہیں کیا یہ اس کی عقلمندی تھی۔ وہ ۲۶ ہجری میں پیدا ہوا اور ۶۰ ہجری میں خلافت سنبھالی۔ ہشام بن محمد کلبی ابو مخنف لوط بن یحییٰ کوفی اخباری سے نقل کرتے ہیں کہ یزید ماہ رجب ۶۰ ہجری میں خلیفہ بنا۔ اس وقت مدینے کا امیر ولید بن عتبہ بن ابو سفیان، کوفہ کا امیر نعمان بن بشیر، بصرہ کا امیر عبیداللہ بن زیاد اور مکے کا امیر عمرو بن سعید بن عاص تھے۔ خلافت کے بعد یزید کے لئے کوئی اہم بات نہ ہوئی کہ ان لوگوں سے بیعت لے۔ جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے مدینے کے گورنر ولید بن عتبہ کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، امیر المؤمنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کی طرف۔ اما بعد میں تجھے بتاتا ہوں کہ بیشک معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت کی انہیں خلیفہ بنایا اور بخشش کی اور طاقت و قدرت دی۔ پس انہوں نے زندگی گزاری پھر تقدیر کے مطابق وفات پا گئے۔ اللہ اپنے وقت پر ان پر رحم کرے۔ انہوں نے زندگی گزاری اور سخی اور متقی ہونے کی حالت میں مرے۔ ایک خط میں اس کی طرف لکھا۔ یہ خط چوہے کے کان کی مانند تھا۔

اور حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر پر بیعت کی سختی کے ساتھ گرفت کی ہدایت تھی یہاں تک کہ وہ بیعت کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ جب اس کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو اسے بہت پریشانی ہوئی اور اس نے مروان کی طرف پیغام بھیجا اور اس نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا اس نے کہا میری رائے ہے کہ تم انہیں معاویہ کی موت کی خبر سے پہلے بیعت کی دعوت دو اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردنیں اڑا دو۔ اس نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو حضرت حسین اور حضرت ابن زبیر کی طرف بھیجا اور وہ دونوں مسجد میں تھے اس نے ان دونوں سے کہا تم امیر کی بات مانو۔ انہوں نے کہا تم جاؤ ہم بھی آتے ہیں جب وہ چلا گیا تو حضرت حسین نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا میرا خیال ہے ان کا امیر مر چکا ہے ابن زبیر نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے پھر حضرت حسین اٹھے اور اپنے ساتھ اپنے نوجوانوں کو لے کر امیر کے گھر آئے اور اجازت طلب کی اس نے اجازت دی چنانچہ آپ اندر داخل ہوئے اور غلاموں کو دروازے پر بٹھا دیا اور ان سے کہا اگر تم میری آواز بلند ہوتے دیکھو تو تم بھی آ جانا۔ پھر جا کر آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے مروان آپ کے پاس تھا ولید بن عتبہ نے آپ کو خط دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور فرمایا اللہ معاویہ پر رحم کرے اور آپ کا اجر عظیم کرے امیر نے آپ کو بیعت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا مجھ جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کرتا آپ مجھ سے یہ کام لوگوں کے سامنے کریں۔ جب لوگ اکٹھے ہوں تو آپ ہمیں بھی ان کے ساتھ بلا لیں تاکہ معاملہ ایک ہی ہو جائے۔ ولید (چونکہ عافیت چاہتا تھا) نے کہا اللہ کے نام پر چلے جائیے پھر لوگوں کے ساتھ آ جائیے تو مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر یہ چلے گئے اور ابھی بیعت نہ کی تو تمہارے اور ان کے درمیان خونریزی ہوگی تم اسے روک لو اور جب تک بیعت نہ کریں نہ چھوڑو ورنہ ان کی گردن اڑا دو یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا اے زرقاء کے بیٹے کیا تو مجھے قتل کرے گا؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو کمینہ ہے۔ پھر آپ گھر لوٹ آئے تو مروان نے ولید سے کہا خدا کی قسم تو اس کے بعد اسے کبھی نہیں دیکھے گا۔ ولید نے اسے کہا خدا کی قسم اے مروان میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے ساری دنیا اور اس کا سارا مال و متاع مل جائے اور میں حسین کو قتل کر دوں۔ سبحان اللہ میں حسین کو اس بات پر قتل کروں کہ وہ بیعت نہیں کرتا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جو شخص حسین کو قتل کرے گا قیامت کے دن اس کا ترازو ہلکا ہوگا۔ ولید نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تو وہ بھی ایک دن تک نہ آئے پھر اپنے بھائی جعفر کے ساتھ اپنے غلاموں کو لے کر رات کے وقت مکہ کی طرف نکل گئے ولید نے ان کے پیچھے سوار بھیجے لیکن وہ آپ کو نہ پا سکے۔ [illegible] شعر کا تمثل کرتے ہوئے گئے۔

[illegible] صبح کے وقت [illegible] اللہ کی [illegible] کوئی بھی بات نہ ہوگی۔

آپ [illegible] کا ارادہ نہیں کیا۔ جعفر نے کہا [illegible] آپ کو تکلیف [illegible] آپ نے [illegible] مجھے [illegible] آپ نے اس سے [illegible] ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی [illegible] ولید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے غفلت برتی جب کبھی وہ آپ کی طرف پیغام بھیجتا آپ کوئی بہانہ کر لیتے پھر آپ نے اپنے اہل و عیال کو اکٹھا کیا اور رجب کے

وہاں پہنچے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خروج کے ایک دن بعد آپ نے خروج کیا تھا آپ کے اہل و عیال تھے، سوائے محمد بن حنفیہ کے وہ پیچھے رہ گئے، انہوں نے آپ سے کہا اے بھائی خدا کی قسم آپ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہیں، میں آپ سے بڑھ کر خیر خواہی کے لائق کسی کو نہیں سمجھتا، آپ یزید سے اور شہروں سے ہرگز نہ جائیں، بلکہ آپ کسی جگہ ٹھہر جائیں اور لوگوں کی طرف پیغام بھیجیں، اگر وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو آپ شہر میں داخل ہوں اور اگر آپ شہر میں نہ جانا چاہیں تو مکہ کی طرف چلے جائیں، اگر وہاں سکون ملے تو ٹھیک ورنہ پہاڑوں اور صحراؤں کی طرف چلے جائیں۔ آپ نے ان سے کہا اے بھائی آپ نے مجھے خوب نصیحت اور مہربانی کی ہے، پھر آپ مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب آپ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں مکہ میں ٹھہر گئے تو ولید نے عبداللہ بن عمر کی طرف پیغام بھیجا کہ یزید کی بیعت کر لو آپ نے فرمایا جب لوگ بیعت کر لیں گے میں بھی کر لوں گا، ایک شخص نے کہا [illegible] آپ چاہتے ہیں کہ لوگ باہم قتال کریں یہاں تک کہ فنا ہو جائیں جب آپ [illegible] دونوں کی بات ختم ہو تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ آپ نے فرمایا جو تم نے کہا ہے میں اس میں سے کسی چیز کا خواہاں نہیں ہوں، جب لوگ بیعت کر لیں اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہے تو میں بھی بیعت کر لوں گا، تو وہ آپ سے ڈرتے نہ رہے۔

واقدی کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو ابن عمر مدینہ میں نہ تھے بلکہ آپ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے۔ آپ دونوں واپس آ رہے تھے کہ ابواء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پیچھے کیا حالات ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پا چکے ہیں اور یزید کے لیے بیعت لی جا رہی ہے آپ نے ان سے کہا خدا سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو اور پھر آپ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مدینہ آ گئے۔

جب مختلف شہروں میں لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے بھی بیعت کر لی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے وہاں عمرو بن سعید حاکم تھا اسے خوف محسوس ہوا تو انہوں نے کہا ہم تو (حرم) کی پناہ میں آئے ہیں۔

اسی سال رمضان میں یزید بن معاویہ نے ولید بن عتبہ کو اس کی نااہلی کی وجہ سے مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص کو مکہ کی گورنری کے ساتھ مدینہ کی گورنری بھی دے دی، وہ رمضان میں مدینہ آیا اور بعض کا قول ہے کہ ذوالقعدہ میں آیا۔ متکبر تھا، اس نے عمرو بن زبیر کو جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کا دشمن تھا اس کے مقابلہ میں پولیس پر مقرر کیا اور اسے مکہ کی طرف ان کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر بھیجا۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ ابو شریح خزاعی نے عمرو بن سعید سے جب کہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہا اے امیر مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سناؤں جو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے ایک روز بعد ارشاد فرمائی تھی میرے کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے لوگوں نے اسے حرمت والا نہیں بنایا، پس کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے اور نہ اس کا کوئی درخت کاٹے اور میرے لئے بھی دن کے تھوڑے سے وقت کے لئے حلال کیا گیا پھر اس کی حرمت آج اسی طرح لوٹ آئی جیسے کل تھی، حاضر غائب کو یہ بات پہنچا دے۔ ایک روایت میں ہے اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال سے اس میں رخصت حاصل کرے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی تمہیں اجازت نہیں دی۔ ابو شریح سے پوچھا گیا عمرو بن سعید نے تمہیں کیا جواب دیا؟ تو انہوں نے کہا اس نے کہا اے ابو شریح ہم یہ بات تم سے زیادہ جانتے ہیں لیکن مکہ کسی مجرم کو، خون کر کے بھاگنے والے اور خرابی کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

واقدی کہتے ہیں عمرو بن سعید نے مدینہ کی پولیس پر عمرو بن زبیر کو افسر مقرر کیا اس نے اپنے بھائی کے معتقدین اور ان لوگوں کو جو ان کی طرف مائل تھے تلاش کیا [illegible] بھائی منذر بن زبیر کو [illegible] اپنے بھائی عبداللہ کو جو مکہ سے طلب کیا کہ خلیفہ کے سامنے پیش کرے، چنانچہ اس نے منذر بن زبیر، ان کے بیٹے محمد بن منذر، عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث، عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام، خبیب بن عبداللہ بن زبیر، محمد بن عمار بن یاسر وغیرہ [illegible] بن عثمان کی [illegible] عمرو بن سعید کی طرف [illegible] اگر [illegible] بیعت [illegible] ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے [illegible]

لئے لشکر تیار کرنے کا انتظام کر رہا تھا تو اس نے عمرو بن زبیر سے مشورہ کیا کہ کس کو ابن زبیر کے ساتھ قتال کے لئے روانہ کرے اس نے کہا تم کسی ایسے شخص کو نہیں بھیجو گے جو مجھ سے زیادہ ان کو شکست دینے والا ہو چنانچہ اس نے اسی کو امیر مقرر کر دیا۔ مقدمۃ الجیش پر انیس بن عمرو اسلمی کو سات سو سواروں پر امیر بنایا واقدی نے لکھا ہے کہ ان دونوں کو یزید بن معاویہ نے خود مقرر کیا تھا انیس نے مقام جرف میں فوج جمع کی مروان بن حکم نے عمرو بن سعید کو مشورہ دیا کہ مکہ میں جنگ نہ کریں اسے چھوڑ دو (اگر اسے قتل نہ کیا گیا) عنقریب مر جائے گا لیکن عمرو بن زبیر نے کہا اللہ کی قسم ہم ضرور جنگ کریں گے اگر پناہ لینے والے کا پیچھا کریں اور ہمیں کعبہ کے وسط میں ہی جنگ کرنی پڑے۔

اس پر مروان نے کہا اللہ کی قسم یہ بات مجھے خوش کرنے والی ہے چنانچہ انیس روانہ ہوا اور اس کے پیچھے عمرو بن زبیر بقیہ لشکر کے ساتھ تھا جس کی تعداد دو ہزار تھی۔ مقام ابطح میں یا اپنے گھر کے پاس ٹھہر کر قیام کیا انیس نے ذی طویٰ میں قیام کیا۔ عمرو بن زبیر لوگوں کو نماز پڑھاتا اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے۔ عمرو نے اپنے بھائی کی طرف پیغام بھیجا کہ خلیفہ کی قسم پوری کر دو اور اس کے پاس اس حالت میں چلے جاؤ کہ تمہاری گردن میں رسی ہو یا چاندی کا طوق ہو۔ لوگوں کو آپس میں جنگ نہ کرنے دو اور اللہ سے ڈرو اس لئے کہ تم حرمت والے شہر میں ہو۔ عبداللہ نے اپنے بھائی کو کہا ہماری ملاقات کی جگہ مسجد ہے پھر انہوں نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ کو لشکر دے کر بھیجا اس نے انیس سے جنگ کی اور اسے شکست دی پھر عمرو بن زبیر کے ساتھی منتشر ہو گئے۔ وہ خود ابن علقمہ کے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ اسے اس کے بھائی عبیدہ بن زبیر نے پناہ دی۔ عبداللہ بن زبیر نے اسے ملامت کی کہ تم ایسے شخص کو پناہ دیتے ہو جس کی گردن پر لوگوں کے حقوق ہیں پھر اسے ہر شخص کے بدلے میں جسے اس نے کوڑے لگائے تھے کوڑے مارے سوائے منذر بن زبیر اور اس کے بیٹے کے جنہوں نے قصاص لینے سے انکار کر دیا پھر اسے قید کر دیا اسی حال میں کہ اس کے ساتھ جو بدلے لئے اس کا نام سجن عارم مشہور ہو گیا بعض نے کہا کہ عمرو بن زبیر سیاط (کوڑوں) کے نیچے مر گیا واللہ اعلم۔

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے امارت کی طلب میں خروج کا سبب اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی کیفیت

شروع میں ہم ان کے کچھ حالات زندگی ذکر کریں گے۔ بعد ازاں سب کے بعد آپ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کریں گے

آپ کا نام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ قریشی ہاشمی تھے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور دنیا میں آپ کے ریحانہ تھے اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے بعد پیدا ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت تین ہجری میں ہوئی بعض حضرات نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان صرف ایک طہر اور مدت حمل کا فاصلہ تھا چار ہجری پانچ شعبان کو پیدا ہوئے قتادہ کہتے ہیں ہجرت کے پونے چھ سال بعد پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن یوم عاشوراء محرم کو کربلا میں شہید کئے گئے اس وقت آپ کی عمر چون ۵۴ سال چھ ماہ تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی چیز چبا کر آپ کے منہ میں ڈالی اور اپنا لعاب مبارک بھی آپ کے منہ میں ڈالا اور آپ کا نام حسین رکھا اس سے پہلے آپ کے والد نے آپ کا نام حرب یا جعفر رکھا تھا کہا جاتا ہے کہ ساتویں دن ختنہ ہوا۔ نیز آپ کا نام رکھا اور عقیقہ کیا۔

ایک جماعت نے اسرائیل سے انہوں نے ابی اسحاق سے انہوں نے ہانی بن ہانی سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حسن رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے سر مبارک تک کے حصے کے مشابہ تھے اور حسین رضی اللہ عنہ نیچے کے حصے کے مشابہ تھے۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے محمد بن ضحاک حزامی نے بتایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے مشابہ تھا اور حسین رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کے مشابہ تھا۔

محمد بن سیرین اور ان کی بہن حفصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا وہ ایک چھڑی آپ کی ناک پر مارتے ہوئے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے سفیان کہتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ بن ابی یزید سے کہا کیا تم نے حسین کو دیکھا ہے کہا ہاں ان کے سر کے بال سیاہ تھے داڑھی کے بھی سامنے کے چند بالوں کے علاوہ باقی بال سیاہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے صرف یہی بال سفید ہوئے تھے یا انہوں نے باقی بالوں پر خضاب لگایا تھا یہ بال حضور ﷺ کی مشابہت میں چھوڑ رکھے۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عمرو بن عطاء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو وسمہ (رنگنا) کرتے ہوئے دیکھا جب کہ ان کی عمر ساٹھ سال تھی آپ کے سر اور داڑھی کے بال خوب سیاہ تھے۔ اور متعدد ضعیف طریقوں سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے مرض الموت میں ان سے کہا کہ ان دونوں کو کچھ عطا کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن کے لئے تو میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرأت اور سخاوت ہے۔

معتبر کتابوں کے مصنفین میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کے پانچ سال پائے اور آپ سے احادیث بھی روایت کیں مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ کہتے ہیں آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ صالح بن احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ تابعی ثقہ تھے۔ یہ ان کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ قول ہے کہ حضرت حسین کے بارے میں بطریق اولیٰ یہی قول ہوگا لیکن یہ بات عجیب ہے آگے چل کر ہم ذکر کریں گے کہ حضور ﷺ ان دونوں سے کتنی محبت و شفقت فرماتے تھے مقصود اس سے یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے صحبت ثابت ہے اور آپ کی حضور سے کچھ صحبت ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ ﷺ ان سے خوش اور راضی تھے پھر اس کے بعد حضرت صدیق اکبر

عثمان رضی اللہ عنہ بھی آپ کی تعظیم و توقیر کرتے تھے آپ نے اپنے والد سے احادیث روایت کی ہیں اور تمام جنگوں میں ان کے ساتھ شریک رہے جنگ جمل صفین وغیرہ اور اپنے والد کی اطاعت ہی میں رہے یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ جب خلافت کا معاملہ ان کے بھائی کی طرف آیا اور انہوں نے صلح کرنی چاہی تو آپ پر یہ بات بہت شاق گزری اس لئے آپ نے اس معاملے میں اپنے بھائی کی موافقت نہیں کی بلکہ انہیں اہل شام کے ساتھ قتال پر ابھارتے رہے لیکن بڑے بھائی نے ان سے کہا خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کام سے فراغت تک میں تمہیں کسی گھر میں بند کر کے دروازہ بند کر دوں اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے پاس آتے جاتے رہتے آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے انہیں خوش آمدید کہتے اور بہت بخشش کرتے ایک دفعہ انہیں دو لاکھ درہم دیتے ہوئے کہا تم یہ لے لو خدا کی قسم مجھ سے پہلے تمہیں کسی نے اتنا نہیں دیا ہوگا اور نہ میرے بعد کوئی دے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم نہ تو نے اور نہ تجھ سے پہلے کسی شخص نے ہم سے افضل شخص کو مال دیا ہوگا اور نہ تیرے بعد کوئی شخص ہم سے افضل کو کبھی مال دے گا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت معاویہ کے پاس آتے وہ ان کا اکرام کرتے اور انہیں مال عطا کرتے۔ ان ایام میں بھی آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے ساتھ قسطنطنیہ کے غزوہ میں شریک تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لی گئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بیعت کرنے سے رک گئے پھر عبدالرحمن بن ابی بکر اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو بیعت کر لی لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر اسی حالت پر مصر رہے اور مدینہ سے نکل کر مکہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور یزید کی بیعت لی گئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں رہے۔ آپ کے پاس بڑی تعداد میں لوگ آتے آپ کے ارد گرد بیٹھتے آپ کی باتیں سنتے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کعبہ میں عبادت میں مشغول رہتے اور آپ بھی لوگوں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے رہتے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے وہ اپنے دل کی بات ظاہر نہ کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ لوگ ان کی (حسین) کی خوب تعظیم و اکرام کرتے۔ یزید نے ابن زبیر کی وجہ سے مکہ کی طرف لشکر بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی دی حضرت ابن زبیر سے عمرو بن زبیر شکست خوردہ ہو کر مکہ سے منتشر ہو گئے اور آپ نے فتح پائی اپنے بھائی عمرو کو قید کر کے اس کی اہانت کی اور قصاص لیا۔

اس کی وجہ سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو حجاز کے علاقوں میں خوب عروج حاصل ہوا آپ کی شہرت پھیل گئی لیکن اس سب کے باوجود آپ کو لوگوں میں وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا کیونکہ لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف تھا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے تھے۔ روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو آپ کا ہمسر ہوتا آپ کے مساوی ہو لیکن اموی یزید کی حکومت آپ سے دشمنی رکھتی تھی پھر اہل عراق کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت یزید کی خلافت اور آپ کے مکہ پہنچنے کی خبر ملی تو ان کی طرف سے بکثرت خطوط آنے لگے جن میں وہ آپ کو عراق آنے کی دعوت دیتے سب سے پہلے آپ کی طرف عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال آئے ان کے پاس ایک خط تھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت پر مبارکباد تھی۔ اس کے بعد اہل عراق نے لوگ بھیجے جن میں قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارحبی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی تھے ان کے پاس تقریباً ڈیڑھ سو خطوط تھے اس کے بعد انہوں نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو بھیجا ان کے پاس بھی خط تھا جس میں آپ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ آپ جتنی جلدی ہو سکے عراق کی طرف توجہ کریں۔ شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن عمیر بن عطارد تمیمی نے بھی آپ کی طرف خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ باغات سرسبز ہو گئے ہیں پھل پک چکے ہیں اور پانی چھلک رہے ہیں اگر آپ چاہیں تو اپنے تیار لشکر کے پاس آ جائیں والسلام۔ تمام قاصد اپنے خطوط کے ساتھ آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے جلد آنے کا مطالبہ کرنے لگے تاکہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اپنے خطوط میں انہوں نے اس بات کا بھی تذکرہ کیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت سے خوش ہیں آپ کی کمی محسوس کر رہے اور آپ کی خلافت پر فخر کرتے اور یہ کہ انہوں نے ابھی تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی نیز وہ آپ کے منتظر ہیں تاکہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو ان پر مقدم کریں۔

تب آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے عراق بھیجا کہ اگر اہل عراق اپنے ارادے میں پختہ ہوں اور عزم کئے ہوں تو وہ ان کی طرف پیغام بھیج دیں تاکہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ عراق کی طرف کوچ کریں اور وہاں آ کر اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کریں۔ جب مسلم بن عقیل مکہ سے نکلے تو مدینے سے گزرتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھ دو رہبر لے لئے وہ صحرائی راستوں سے جو کہ غیر معروف تھے کوفہ کی طرف چلے ابھی راستے ہی میں تھے کہ مقام بطن خبیت میں راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے ایک رہبر شدت پیاس سے مر گیا مسلم نے اسے بد شگونی سمجھا اور وہیں ٹھہر گئے دوسرا رہبر بھی اللہ کو پیارا ہو گیا چنانچہ مسلم نے آپ کی طرف خط لکھ کر مشورہ طلب کیا آپ نے لکھا کہ تم ضرور کوفہ جا کر وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کرو۔ مسلم بن عقیل کوفہ جا کر مسلم بن عوسجہ اسدی یا مختار بن ابی عبید ثقفی کے ہاں ٹھہرے لوگوں کو جب آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے آ کر آپ کے ہاتھ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی امارت کے لئے بیعت کی اور حلف اٹھایا کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں سے ان کی مدد کریں گے۔ بارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت پر متفق ہوئے پھر ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی مسلم نے آپ کی طرف خط لکھا کہ آپ کے لئے بیعت وغیرہ ہو چکی ہے آپ کوفہ آ جائیں چنانچہ آپ نے جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے مکہ سے کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کر لی۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہوتے کوفہ کے امیر نعمان بن بشیر تک بھی پہنچ گئی وہ اس سے اعراض کرتے اور لاپرواہی کا اظہار کرتے۔

لوگوں سے خطاب کر کے انہیں اختلاف و فتنوں سے روکتے اور اتفاق و وحدت کا حکم دیتے آپ کہتے "جو مجھ سے قتال نہیں کرتا میں اس سے قتال نہیں کروں گا اور جو مجھ پر حملہ نہیں کرتا میں اس پر حملہ نہیں کروں گا اور محض گمان کی وجہ سے تمہیں نہیں پکڑوں گا لیکن اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر تم اپنے امام کو چھوڑ دو گے اور اس کی بیعت توڑ دو گے تو میں تم سے اس وقت تک قتال کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں میری تلوار رہے گی۔

ایک شخص عبد اللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر یہ معاملہ سختی کے بغیر درست نہ ہوگا۔ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں وہ کمزوروں کا راستہ ہے آپ نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مجھے کمزور سمجھا جانا پسند ہے اس بات سے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے قوی ہوں پھر آپ منبر سے اتر آئے اس شخص نے یزید کو خط لکھ کر معاملے کی خبر دی اس کے علاوہ عمارہ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کو خطوط لکھے چنانچہ یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفے کی طرف گورنری بھی دے دی۔ یہ مشورہ یزید کے غلام سرجون نے دیا تھا جس سے یزید مشورہ لیتا تھا سرجون نے اس سے کہا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور تمہیں مشورہ دیتے تو کیا تم قبول کرتے اس نے کہا ہاں سرجون نے کہا تو تم میرا مشورہ قبول کرو اس لئے کہ کوفے کے لئے عبید اللہ بن زیاد سے زیادہ مناسب کوئی نہیں۔ یزید خود عبید اللہ بن زیاد سے بغض رکھتا تھا۔ اور اسے بصرہ کی گورنری سے بھی معزول کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے اسے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی امیر بنا دیا تاکہ اللہ نے اس سے جو ارادہ کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔

یزید نے ابن زیاد کی طرف لکھا جب تم کوفہ جاؤ تو مسلم بن عقیل کو تلاش کرو اگر اس پر قابو پاؤ تو اسے قتل کر دو یہ خط اس نے مسلم بن عمرو باہلی کے ہاتھ بھیجا چنانچہ ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کی طرف چلا جب کوفہ میں داخل ہوا تو نقاب پوش ہو کر سیاہ عمامے کے ساتھ داخل ہوا جس مجلس کے پاس سے گزرتا کہتا سلام علیکم لوگ چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے اس لئے اسے حضرت حسین سمجھ کر کہتے علیک السلام خوش آمدید رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے لئے ابن زیاد سترہ سواروں کے ساتھ داخل ہوا مسلم بن عمرو نے لوگوں سے کہا "پیچھے ہٹ جاؤ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہیں" جب لوگوں کو اس بات کا پتا چلا تو بہت غمگین ہو گئے عبید اللہ کو بھی تمام معاملے کی خبر ہو گئی وہ کوفہ کے قصر الامارہ میں ٹھہرا جب اس کا معاملہ پختہ ہو گیا تو اس نے ابو درہم کے غلام یا اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر حمص کے ایک قاصد کی صورت میں بھیجا کہ بیعت کے لئے آیا ہے چنانچہ وہ گیا اور اس گھر کو جہاں لوگ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہو گیا یہ ہانی بن عروہ کا گھر تھا جس میں وہ پہلے گھر چھوڑ کر منتقل ہوا تھا چنانچہ اسے مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور کئی دن تک ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان کے اصل معاملے پر مطلع ہو گیا پھر اس نے مسلم بن عقیل کے حکم سے مال ابو ثمامہ عامری کو دیا جو بیعت کرنے والوں کے اموال سے ہتھیار خریدتا تھا وہ عرب کے مشہور شہسواروں میں سے تھا پھر وہ غلام واپس آیا اور عبید اللہ بن زیاد کو ان کے گھر اور گھر کے مالک کے بارے میں بتایا۔ مسلم بن عقیل ہانی

انہیں ہانی بن عروہ مرادی کے گھر اور وہاں سے شریک بن اعور جو کہ امراء میں سے تھا کے گھر منتقل ہو گئے انہیں (شریک کو) یہ خبر ملی کہ عبید اللہ ان کی عیادت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے انہوں نے ہانی کی طرف پیغام بھیجا کہ مسلم بن عقیل کو بھیجنا کہ عبید اللہ میری عیادت کے لئے آئے تو وہ اسے قتل کر دے جب مسلم بن عقیل آئے تو شریک نے ان سے کہا پردے کے پیچھے ہو جاؤ جب عبید اللہ آئے گا تو میں پانی مانگوں گا یہ میرا اشارہ ہو گا اس لئے تم قتل کر دینا جب عبید اللہ آیا تو شریک کی چارپائی پر بیٹھ گیا اس کے پاس ہانی بن عروہ بھی تھا اس کے سامنے اس کا غلام مہران کھڑا ہو گیا کچھ دیر گفتگو کے بعد شریک نے کہا مجھے پانی پلاؤ لیکن مسلم نے اسے اس کے قتل کرنے کی جرأت نہ کی ایک لونڈی پانی کا برتن لے کر آئی مسلم کو دیکھ کر شرما کر واپس چلی گئی تین دفعہ ایسا ہی ہوا شریک نے پکار کر کہا مجھے پانی پلاؤ اگرچہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے لیکن کیا تم مجھے پانی سے بچاتے ہو مہران سمجھ گیا کہ دھوکہ ہے اس لئے اس نے اپنے آقا کو اشارہ کیا اور نکل گیا شریک نے کہا اے امیر میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ میں تو جب تمہیں اچھا پاؤں گا تب ہی آؤں گا پھر اسے لے کر سواری پر بٹھا کر چل دیا اور اسے کہنے لگا یہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے اس نے کہا کیا ہو سکتا ہو میں ان کا محسن ہوں وہ مجھے کیوں قتل کریں گے شریک نے مسلم سے کہا آپ نے اسے قتل کیوں نہ کیا آپ نے کہا اس حدیث کی وجہ سے جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے پہنچی ہے کہ ایمان دھوکہ کی ضد ہے مومن دھوکہ سے قتل نہیں کرتا مجھے یہ بات ناپسند معلوم ہوئی ہے کہ اسے آپ کے گھر میں قتل کروں شریک نے کہا اگر تم اسے قتل کرتے تو قصر امارت میں بیٹھ جاتے اور کوئی اس کی مخالفت نہ کرتا اور یہ بات تمہیں بصرہ کی طرف سے بھی کافی ہو جاتی اگر تم اسے قتل کرتے تو ایک ظالم فاسق شخص کو قتل کرتے تین دن بعد شریک کا انتقال ہو گیا۔

جب ابن زیاد نقاب لگائے ہوئے قصر امارت پہنچا تو نعمان سمجھے کہ حسین رضی اللہ عنہ آگئے ہیں اس لئے انہوں نے دروازہ بند کر کے کہا میں اپنی امانت تمہارے سپرد نہیں کر سکتا عبید اللہ نے کہا کھولو تم نے بہت دیر روکے رکھا انہوں نے دروازہ کھول دیا لوگ سمجھ رہے تھے جب انہیں پتہ چلا کہ یہ عبید اللہ ہی ہے تو وہ منتشر ہو گئے عبید اللہ نے قصر امارت میں داخل ہو کر منادی کو حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ کی آواز لگاؤ جب لوگ جمع ہو گئے تو وہ نکلا اور حمد و ثنا کے بعد کہا امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر اور تمہاری سرحدوں کا امیر اور مال فئی کا نگران بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں محروم کو عطا کروں اور مطیع فرمانبردار کے ساتھ احسان کروں اور نافرمان پر سختی کروں اور میں تمہارے معاملے میں ان کی اطاعت کروں گا اور ان کا حکم نافذ کروں گا پھر وہ اتر گیا اور چوہدریوں کو حکم دیا کہ جتنے بھی اختلاف پیدا کرنے والے اور بد دیانتی کرنے والے لوگ ہیں سب کا نام لکھ دیں اور اگر کسی چوہدری نے ایسا نہ کیا تو اس پر جرمانہ کیا جائے گا اسے معزول کر کے جلاوطن کر دیا جائے گا ہانی بن عروہ جو بڑے امیر کبیر لوگوں میں سے تھا جس نے جب سے عبید اللہ آیا تھا ابھی تک اسے سلام نہیں کیا تھا عبید اللہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہانی امراء کے ساتھ کیوں نہیں آیا انہوں نے کہا وہ بیمار ہے عبید اللہ نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے۔ کسی نے ذکر کیا کہ اس نے شریک بن اعور سے پہلے اس کی عیادت کی تھی جب کہ مسلم بن عقیل اس کے پاس تھے انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن ہانی نے انہیں روک دیا اس لئے کہ وہ اس کے گھر میں تھا امراء ہانی کے پاس آئے اور اس پر اصرار کر کے اسے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے عبید اللہ نے قاضی شریح کی طرف متوجہ ہو کر ان اشعار کی تمثیل کرتے ہوئے کہا میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

جب ہانی نے عبید اللہ کو سلام کیا تو عبید اللہ نے کہا اے ہانی مسلم بن عقیل کہاں ہے اس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو وہ تمیمی غلام آیا جو حمص سے آنے والے کی صورت میں اس کے گھر گیا تھا اور اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہانی کی موجودگی میں مسلم بن عقیل کو مال دیا تھا عبید اللہ نے کہا کیا اسے جانتے ہو اس نے کہا ہاں جب ہانی نے اسے دیکھا تو حیران و پریشان ہو گیا اور کہنے لگا اللہ امیر کا بھلا کرے خدا کی قسم میں نے انہیں اپنے گھر نہیں بلایا تھا لیکن وہ خود ہی آ کر میرے گھر ٹھہرے عبید اللہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ ہانی نے جواب دیا اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے ہو تو اپنے پاؤں کو اس سے نہ اٹھاؤں ابن زیاد نے کہا اسے میرے قریب کرو اسے قریب کیا گیا ابن زیاد نے چہرہ پر ایک چھڑی مار کر اس کے نتھنوں کو زخمی کر دیا اور اس کی ناک توڑ دی ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار لے کر سونتنا چاہا لیکن اسے پیچھے ہٹا دیا گیا عبید اللہ نے کہا اللہ نے میرے لئے تیرا خون حلال کر دیا ہے اس لئے کہ تو حروری ہے پھر حکم دیا تو اسے محل کے کسی گوشے میں قید کر دیا گیا اس کی قوم مذحج نے یہ سمجھا کہ وہ قتل کیا گیا ہے چنانچہ عمرو بن حجاج کے ساتھ آ کر انہوں نے قصر کے دروازے پر گھیرا ڈال لیا عبید اللہ نے جب ان کا شور و غل سنا تو قاضی شریح سے کہا

اکٹھے ہو کر آ گئے ہیں تو امیر نے صرف مسلم بن عقیل کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے کے لیے اسے روکا ہے چنانچہ قاضی شریح نے ان سے کہا کہ تمہارا آدمی زندہ ہے سلطان نے اسے مارا ہے لیکن قتل نہیں کیا اس لیے تم چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اور ہانی کو مصیبت میں نہ ڈالو چنانچہ وہ سب اپنے گھروں کو چلے گئے مسلم بن عقیل کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے سوار ہو کر اپنے اشعار کے ساتھ منادی کی "یا منصور امت" تو ان کے پاس چار ہزار کوفی جمع ہو گئے ان کے ساتھ مختار بن ابی عبید بھی تھا جو سبز جھنڈا لیے ہوئے تھا عبداللہ بن نوفل بن حارث کے پاس سرخ جھنڈا تھا آپ نے میمنہ و میسرہ کی تشکیل کی اور خود قلب میں ہو کر عبیداللہ کی طرف چلے عبیداللہ ہانی کے معاملے میں لوگوں سے خطاب کر رہا تھا اور انہیں اختلافات سے ڈرا رہا تھا امراء و اشراف منبر کے نیچے بیٹھے تھے اسی دوران جاسوس سامنے آئے اور خبر دی کہ مسلم بن عقیل آ رہے ہیں عبیداللہ اور اس کے ساتھیوں نے جلدی سے قصر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا جب مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے تو لشکر آ گئے اور قبائل کے امراء جو عبیداللہ کے ساتھ قصر میں تھے انہوں نے جھانک کر اپنے قبائل کو اشارہ کیا کہ وہ واپس چلے جائیں اور انہیں ڈرایا دھمکایا عبیداللہ نے بعض امراء کو بھیجا کہ وہ سوار ہو کر لوگوں کو مسلم بن عقیل کی مدد سے علیحدہ کریں انہوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ عورت اپنے بیٹے اور بھائی کے پاس آتی اور کہتی کہ واپس چلا جا اور آدمی اپنے بیٹے اور بھائی کے پاس آتا اور کہتا کہ کل شام کا لشکر آ جائے گا تو تم کیا کرو گے چنانچہ لوگوں نے مسلم بن عقیل کو چھوڑ دیا اور لوٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صرف پانچ سو آدمی رہ گئے اور وہ گھٹتے گئے یہاں تک کہ آپ کے ساتھ صرف تین سو اور پھر صرف تیس آدمی رہ گئے آپ نے نماز مغرب پڑھی اور ابواب کندہ سے نکلے تو ان کے ساتھ دس آدمی تھے پھر وہ بھی چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئے آپ کے ساتھ کوئی ایک آدمی بھی نہ تھا جو آپ کو راستہ دکھاتا یا آپ سے ہمدردی کرتا آپ اکیلے چلتے رہے رات اندھیری تھی راستے میں بھٹک رہے تھے پتہ نہ تھا کہاں جا رہے ہیں ایک گھر کے دروازے پر آئے تو وہاں ایک عورت تھی جس کا نام طوعہ تھا بلال بن اسید کی ماں تھی اس کا بیٹا لوگوں کے ساتھ گیا ہوا تھا اور وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مسلم بن عقیل نے اس سے پانی طلب کیا اس نے پانی پلایا اور اندر چلی گئی پھر باہر آئی تو آپ کو وہیں بیٹھے دیکھا اس نے کہا کیا آپ نے پانی نہیں پی لیا آپ نے کہا ہاں اس نے کہا تو اپنے گھر چلے جائیے آپ کا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں آپ نے اٹھ کر کہا اے اللہ کی بندی میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں اور نہ کوئی خاندان ہے کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو ہمارے ساتھ نیکی کرے میں اس کا بدلہ دوں گا اس نے کہا اے اللہ کے بندے وہ کیا ہے آپ کون ہیں آپ نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں ان لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا اور میری تکذیب کی۔ عورت نے کہا آپ مسلم ہیں آپ نے کہا ہاں میں مسلم ہوں وہ آپ کو اندر لے گئی اور اس کمرے میں لے گئی جو اس کے بیٹے کا کمرہ تھا آپ کے لیے بستر بچھایا اور کھانا پیش کیا آپ نے کھانا نہیں کھایا اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا اس نے دیکھا کہ وہ بار بار کمرے میں آ جا رہی ہے اس نے پوچھا تو اس نے شروع میں انکار کیا لیکن اصرار کرنے پر اس نے بتا دیا کہ وہ کسی کو نہ بتائے اور پھر مسلم کے بارے میں بتا دیا وہ صبح تک خاموشی سے لیٹا رہا۔

ادھر عبیداللہ عشاء کی نماز کے وقت قصر سے امراء اور اشراف کے ساتھ اترا اور جامع مسجد میں عشاء کی نماز پڑھائی پھر لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے مسلم بن عقیل کا مطالبہ کیا اور انہیں ان کی تلاش پر ابھارا صبح اس بڑھیا کا بیٹا عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ مسلم بن عقیل ان کے گھر میں ہے عبدالرحمن اپنے والد کے پاس آیا جو کہ ابن زیاد کے پاس تھا اور اس سے سرگوشی کر کے مسلم بن عقیل کے بارے میں بتایا ابن زیاد نے اس سے پوچھا اس نے کیا سرگوشی کی ہے اس نے ابن زیاد کو سب کچھ بتا دیا ابن زیاد نے اس کے پہلو میں چھڑی مارتے ہوئے کہا جاؤ اور اسے میرے پاس لاؤ ابن زیاد نے پولیس کے افسر عمرو بن حریث کو حکم دیا اور ستر سواروں کے ساتھ بھیجا اس کے ساتھ عبدالرحمن اور محمد بن اشعث بھی تھے مسلم کو اس وقت پتہ چلا جب گھر کو گھیر لیا گیا تو وہ اندر داخل ہو گئے آپ تلوار لے کر ان کی طرف نکلے اور انہیں تین مرتبہ گھر سے باہر نکال دیا آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے پھر وہ آپ کو پتھر مارنے لگے اور بانس کی لکڑیوں کو آگ لگانے لگے آپ تنگ ہو کر باہر نکلے اور اپنی تلوار سے ان کا مقابلہ کیا عبدالرحمن نے آپ کو امان دی تو آپ نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا انہوں نے ایک خچر لا کر آپ کو اس پر سوار کر دیا اور آپ سے تلوار لے لی آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا آپ رو پڑے اور سمجھ گئے کہ اب آپ کو قتل کر دیا جائے گا اور اپنی جان سے مایوس ہو گئے آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پاس سے کسی شخص نے کہا جو شخص وہ چیز طلب کرتا ہے جو تم طلب کر رہے تھے اس پر ایسی مصیبت آنے پر وہ روتا نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اپنی ذات پر نہیں روتا بلکہ حسین اور ان کے اہل و عیال پر روتا ہوں جو تمہاری طرف نکل آئے ہیں پھر آپ نے محمد بن اشعث کی

طرف متوجہ ہو کر کہا اگر تو حسین کو میری طرف سے واپسی کا پیغام بھیجے تو کر دو۔ محمد بن اشعث نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس کا انہوں نے قاصد کی تصدیق نہ کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔ کہتے ہیں جب مسلم بن عقیل قصر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بیٹوں اور امراء کی ایک جماعت کھڑی ہے جنہیں آپ جانتے ہیں اور وہ بھی آپ کو جانتے ہیں اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ انہیں ابن زیاد کے پاس جانے کی اجازت دی جائے۔ اور مسلم بن عقیل کے کپڑے اور چہرہ خون سے لت پت تھا اور آپ زخموں سے چور تھے پیاس کی شدت میں تھے اور وہاں ٹھنڈا پانی تھا آپ نے اسے لے کر پینا چاہا ان میں سے ایک شخص نے کہا خدا کی قسم تم اسے نہیں پی سکتے یہاں تک کہ آپ جہنم کا گرم پانی پئیں۔ آپ نے فرمایا اے باہلہ کے بیٹے تو زیادہ اس لائق ہے کہ گرم پانی پیئے اور ہمیشہ جہنم میں رہے۔ پھر آپ بیٹھ گئے تھکاوٹ اور پیاس کی وجہ سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ عمارہ بن عقبہ بن معیط نے اپنے غلام کو بھیجا وہ ایک مٹکا لایا جس پر رومال رکھا ہوا تھا اور ایک پیالہ تھا وہ پانی پیالے میں ڈال کر آپ کو دیتا لیکن آپ پانی پر خون کے آ جانے کی وجہ سے اسے نہ پی سکے۔ جب آپ نے پانی پیا تو پیالے کے ساتھ آپ کے سامنے کے دانت گر گئے آپ نے فرمایا الحمد للہ میرے رزق میں سے پانی کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا۔ پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو آپ نے سلام نہ کیا حرس نے کہا کیا تم امیر کو سلام نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا اگر یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر مجھے قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو عنقریب میں اسے بہت سلام کروں گا۔

ابن زیاد نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابن عقیل لوگ متحد تھے ان کا کلمہ ایک تھا تو ان کے پاس آیا تا کہ ان میں تفرقہ ڈال دے اور ان کے کلمہ کو منتشر کر دے اور ان میں ایک دوسرے کے قتل پر ابھارے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں میں اس لیے نہیں آیا بلکہ شہر والوں نے بیان کیا ہے کہ تیرے باپ نے ان کے بہترین لوگوں کو قتل کیا ان کا خون بہایا اور ان کے ساتھ کسریٰ و قیصر جیسا معاملہ کیا پس ہم ان کے پاس آئے تا کہ انہیں عدل و انصاف کا حکم دیں اور قرآن کے فیصلے کی طرف بلائیں۔ ابن زیاد نے کہا اے فاسق تیرا اس سے کیا تعلق ہے؟ یہ کام اس وقت کیوں نہ کیا تھا جب تو مدینے میں شراب پیتا تھا؟ آپ نے فرمایا میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور تو نے بغیر علم کے بات کی ہے اور مجھ سے زیادہ اس کے لائق ہے ایسا شخص کیوں نہ ہو جیسا کہ تو ہے؟ اور اس بات کا سب سے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے خونوں میں منہ مارتا ہے اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے بغیر کسی سبب کے قتل کرتا ہے اور محض غصہ اور ظن کی بنیاد پر قتل کرتا ہے اور وہ لہو و لعب میں ایسا مشغول ہوتا ہے کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے کہا اے فاسق تیرے نفس نے تجھے اس بات کی تمنا دلائی ہے جس کے سامنے اللہ نے رکاوٹ ڈال دی ہے۔ مجھے اس کا اہل نہیں بنایا۔ آپ نے فرمایا اے ابن زیاد اس کا اہل کون ہے؟ ابن زیاد نے کہا امیر المومنین یزید۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے ہم اپنے اور تمہارے درمیان اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا بھی حکومت میں کچھ حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ اس نے کہا اللہ مجھے قتل کرے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ ایسا قتل اسلام میں اس سے پہلے کسی کا نہ ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا تو زیادہ اس لائق ہے کہ اسلام میں ایسی چیز پیدا کرے جو اس میں پہلے نہ تھی یقیناً تم برے طریق قتل کرنے کو اور مثلہ کرنے کو اور بری سیرت کو نہ چھوڑو گے جو تم نے اپنے باپوں اور بدمعاشوں سے حاصل کی ہے۔ ابن زیاد آپ کو اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا اور آپ خاموش رہے ابن جریر نے ابو مخنف سے اور دوسرے شیعہ راویوں سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابن زیاد نے آپ سے کہا میں تمہیں قتل کرنے والا ہوں آپ نے فرمایا اسی طرح ہے اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مہلت دو کہ میں اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو وصیت کروں۔ اس نے کہا کرو وصیت۔ آپ نے جلسائے مجلس کی طرف دیکھا تو عمر بن سعد بن ابی وقاص نظر آیا آپ نے فرمایا: اے عمر میری اور تیری رشتہ داری ہے مجھے تجھ سے ایک کام ہے جو ایک راز ہے میرے ساتھ تنہائی کی ایک جانب آ جاؤ لیکن عمر نے اس نے ابن زیاد کی اجازت کے بغیر جانے سے انکار کر دیا ابن زیاد کی اجازت کے بعد ابن زیاد کے قریب ہی ایک طرف کو ہو گیا مسلم نے اس سے کہا کوفہ میں مجھ پر سات سو درہم قرض ہے تو میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا اور ابن زیاد سے میری لاش لے کر اسے چھپا دینا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجنا کہ لوگ ان کے ساتھ ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ عنقریب آ رہے ہوں گے تم انہیں یہ پیغام بھیج کر انہیں روک دو۔ عمر نے کھڑے ہو کر ابن زیاد کو آپ کی ساری باتیں پیش کیں۔ اس نے سب کی اجازت دے دی۔ اور کہا اگر حسین نے ہمارا ارادہ نہیں کیا تو ہم بھی ان کا ارادہ نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ارادہ کیا

تاوقتیکہ ہم اسے قتل ہوتے دیکھیں گے پھر اس نے مسلم بن عقیل کے بارے میں حکم دیا پھر انہیں قصر کے اوپر چڑھایا گیا اس حالت میں کہ وہ تکبیر و تسبیح پڑھ رہے تھے اور استغفار کر رہے تھے اور اللہ کے فرشتوں پر صلوٰۃ بھیج رہے تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے جس نے ہمیں دھوکہ دیا اور بے یار و مددگار چھوڑا پھر بکیر بن حمران نے آپ کی گردن اڑا دی اور آپ کا سر قصر کے نیچے پھینک دیا اس کے بعد آپ کا جسم بھی پھینک دیا پھر ہانی بن عروہ المذحجی کے بارے میں حکم دیا جو سوق الغنم میں ان کی گردن اڑا دی گئی اور کوفہ کے ایک مقام کناسہ میں انہیں سولی دی گئی۔ اور ایک شاعر نے ان کے بارے میں ایک قصیدہ کہا:

> اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا ہے تو سوق میں ہانی اور ابن عقیل کو دیکھ لے کہ جب امیر کا حکم پہنچا تو وہ راستے میں چلنے والے کی گفتگو کا
> موضوع بن گئے اس بہادر کی طرف دیکھ لے جس کا چہرہ تلوار نے توڑ دیا ہے اور اس شخص کی طرف جو مقتول ہو کر بلند مقام
> سے گرا ہے تو ایسا چہرہ دیکھے گا جس کا رنگ موت نے تبدیل کر دیا ہے اور ایسے خون کے چھینٹے دیکھے گا جو ہر راستے میں بہا ہے
> اگر تم نے بھائی کا انتقام نہ لیا تو ایسی بدکار عورت کی طرح ہو جاؤ جسے تھوڑے سے راضی کر لیا گیا ہو۔

ابن زیاد نے ان کے ساتھ اور لوگوں کو بھی قتل کیا اور ان دونوں کے سر شام میں یزید بن معاویہ کی طرف بھیجے اور تمام معاملہ اس کی طرف لکھ دیا۔ عبیداللہ نے بصرہ سے خروج سے ایک دن پہلے اہل بصرہ کو ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا تھا جس میں انہیں اختلاف و افتراق اور فتنہ انگیزی سے ڈرایا اس کا سبب یہ ہوا کہ جیسا کہ ہشام بن الکلبی اور ابو مخنف نے صقعب بن زہیر سے بیان کیا انہوں نے ابو عثمان النہدی سے روایت کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے اشراف کی طرف خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنی مخلوق کے لئے چنا اور نبوت کے ذریعے ان کا اکرام کیا اور اپنی رسالت کے لئے ان کا انتخاب کیا پھر انہیں اپنی طرف اٹھا لیا انہوں نے اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کی اور جو کچھ دے کر بھیجے گئے وہ پہنچا دیا ہم ان کے اہل و عیال ان کے دوست اور ان کے وارث ہیں اور لوگوں میں ان کے اور ان کے مقام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں ہماری قوم نے اس بارے میں آپ پر ترجیح دی تو ہم راضی ہو گئے اور تفرقہ کو ہم نے ناپسند کیا اور عافیت کو اچھا سمجھا اور ہم جانتے ہیں کہ ہم اس حق کے اس سے زیادہ مستحق ہیں جس نے یہ لے لیا ہے لیکن انہوں نے احسان کیا اور اصلاح کی اور حق کی جستجو کی ہے اللہ ان پر رحم کرے اور ہماری اور ان کی مغفرت کرے میں نے تمہاری طرف یہ خط بھیجا ہے میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی طرف بلاتا ہوں اس لئے کہ سنت مٹا دی گئی ہے اور بدعت کو اٹھایا گیا ہے اگر تم میری بات سنو اور میرا کہا مانو اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں ہدایت کے راستے کی راہنمائی کروں گا والسلام علیکم۔

میرے نزدیک اس خط کی صحت میں کلام ہے بظاہر یہ ہے کہ بعض شیعہ راویوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اشراف میں سے جس نے یہ خط پڑھا اس نے اسے مخفی رکھا لیکن منذر بن جارود نے یہ سمجھا کہ یہ ابن زیاد کی طرف سے کوئی چال ہے اس لئے اس نے خط ابن زیاد تک پہنچا دیا اس نے خط لانے والے قاصد کے پیچھے آدمی بھیجا اور اس کی گردن مار دی پھر عبیداللہ بن زیاد نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا اللہ کی قسم سرکش سواری مجھ پر قابو نہیں پا سکتی اور نہ ہی مجھ کو کھڑکھڑاہٹ سے ڈرایا جا سکتا ہے میں اس کے لئے عبرت ناک سزا ہوں جو مجھ سے دشمنی کرتے ہیں اور ان کے لئے زہر ہوں جو مجھ سے جنگ کرتے ہیں قارہ پر جو تیر چلاتا ہے وہ اس کے ساتھ انصاف کرتا ہے اے اہل بصرہ امیر المؤمنین نے مجھے کوفہ کا گورنر بنایا ہے اور میں کل اس کی طرف سفر کرنے والا ہوں میں نے تم پر عثمان بن زیاد بن ابی سفیان کو نائب بنایا ہے تم اختلاف اور فتنہ انگیزی سے پرہیز کرو اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مجھے کسی ایک آدمی کے بارے میں بھی اختلاف کی خبر ملی تو میں اسے اس کے واقف کار اور اس کے دوست کو قتل کر دوں گا اور میں دور کے آدمی کی وجہ سے قریب کے آدمی کو پکڑوں گا تاکہ میرے لئے معاملہ درست ہو جائے اور تم میں کوئی مخالف اور مفسد باقی نہ رہے میں زیاد کا بیٹا ہوں مجھے اس کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے کنکریوں کو روندنے والوں میں اور مجھ سے میرے ماموں اور چچا کی مشابہت کھینچی نہیں گئی اس کے بعد وہ بصرہ سے نکلا اس کے ساتھ مسلم بن عمرو باہلی بھی تھا اس کے بعد وہ ہوا جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

ابو مخنف صقعب بن زہیر سے اور وہ عون بن ابی جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلم بن عقیل کا کوفہ میں خروج منگل کے دن ۸ ذوالحجہ کو ہوا اور بدھ کے دن ۹ ذوالحجہ کو یوم عرفہ ۶۰ھ کو آپ قتل کئے گئے اور یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہونے سے ایک

دن پہلے پہنچ گیا۔ حضرت حسین کا مدینہ سے مکہ کی طرف خروج ساٹھ ہجری ماہ رجب سے دو دن پہلے اتوار کو ہوا تھا اور آپ شعبان کی تین تاریخ کو مکے دارالسلطنت میں پہنچے۔ شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ آپ مکہ ہی میں مقیم رہے پھر مکہ سے آپ آٹھ ذی الحجہ منگل والے دن یوم ترویہ میں نکلے۔

ابن جریر نے ایک روایت میں ذکر کیا ہے جب مسلم بن عقیل روانہ ہوئے تو عبیداللہ بن عباس سلمی نے ان سے کہا جو شخص اس چیز کو طلب کرتا ہے جو تم طلب کر رہے ہو تو مصیبت آنے پر وہ کیا کہتا ہے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اپنے لئے کسی بات کو اپنے قتل پر ترجیح نہیں دیتا ہوں میں نے ایک ایسے بیٹے کو پیچھے چھوڑا ہے جس کے لئے ہلاکت پسند نہیں کی لیکن میں کوفہ کی طرف آنے والا اہل و عیال کی وجہ سے رو رہا ہوں یعنی حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین پر رو رہا ہوں پھر آپ نے محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اللہ کے بندے میں دیکھتا ہوں کہ تم میری امان سے عاجز آ جاؤ گے کیا تم یہ بھلائی کر سکتے ہو کہ حسین کو میری طرف سے پیغام بھیج دو اس لئے کہ میرا خیال بھی یہی ہے کہ وہ اور ان کے اہل و عیال آج یا کل تمہاری طرف نکل آئیں گے میرا جو حال تم دیکھ رہے ہو اس کی وجہ سے ہے تم اس سے کہہ دو کہ ابن عقیل نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے وہ دشمن کے قبضہ میں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب قتل کر دیا جائے گا اور تمہیں کہتا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ واپس چلے جاؤ اہل کوفہ تمہیں دھوکا نہ دیں اس لئے کہ یہ اہل کوفہ آپ کے والد کے اصحاب ہیں جن سے موت یا قتل کے ذریعہ جدائی کی آپ کے والد تمنا کیا کرتے تھے اہل کوفہ نے آپ سے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹے کی کوئی رائے نہیں ہوتی ابن اشعث نے کہا خدا کی قسم میں ایسا ضرور کروں گا اور ابن زیاد کو بتا دوں گا کہ میں تمہیں امان دے چکا ہوں۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ محمد بن اشعث نے قبیلہ بنو طے کے ایک شخص ایاس بن عثل طائی کو جو کہ شاعر تھا بلا کر کہا تم جا کر حسین سے ملو اور اسے یہ خط پہنچا دو خط میں اس نے ابن عقیل کی تمام باتیں لکھ دیں اور اسے سواری اور اس کے اہل کے لئے زاد راہ دے کر بھیجا وہ نکل کھڑا ہوا اور کوفہ سے چار دن کے فاصلے پر مقام زبالہ میں حضرت حسین سے ملا اور انہیں خط دیا آپ نے فرمایا جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ ضرور نازل ہو گا اور ہم اللہ ہی کے پاس اپنے نفسوں کو شمار کرتے ہیں اور ہمارا احتساب ہو گا۔

جب مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے ٹھنڈے پانی کا مٹکا رکھا تھا تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ کس قدر ٹھنڈا ہے خدا کی قسم تم اسے ہرگز نہیں چکھ سکو گے یہاں تک کہ تم جہنم کی آگ کا گرم پانی پیو ابن عقیل نے اسے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا جب کہ تو نے اس کا انکار کیا اور اپنے امام کی خیر خواہی چاہی جب کہ تو نے اسے دھوکا دیا اور اطاعت اور فرمانبرداری کی جب کہ تو نے نافرمانی کی میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں مسلم نے ان سے کہا تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو اے ابن باہلہ تو کس قدر سخت دل اور بد اخلاق ہے خدا کی قسم تو جہنم کی آگ اور اس کے پانی کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت حسین کا عراق کی طرف خروج اور اس کے بعد کے واقعات

جب آپ کی طرف اہل عراق کی طرف سے مسلسل خطوط اور قاصدوں کا سلسلہ اور مسلم بن عقیل کی طرف سے بھی اہل کوفہ کے پہنچنے کے لئے خط آیا (اسی دوران مسلم بن عقیل کا قتل ہوا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا کیونکہ آپ یوم ترویہ میں مسلم بن عقیل کے قتل سے ایک دن پہلے مکہ سے نکلے جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور اصحاب الرائے اور آپ سے محبت کرنے والوں نے آپ کو عراق کی طرف خروج سے روکا اور مکہ ہی میں مقیم رہنے کا مشورہ دیا آپ کے والد کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ آپ کو یاد دلائے۔ سفیان بن عیینہ نے ابراہیم بن میسرہ کے واسطہ سے طاؤس سے طاؤس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا میں نے کہا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مجھ پر اور آپ پر عیب لگائیں گے تو میں مضبوطی سے آپ کا سر پکڑ لیتا اور آپ کو جانے کے لئے نہ چھوڑتا آپ نے جواب دیا کہ فلاں مقام پر میرا قتل کیا جانا مجھے اس سے محبوب ہے کہ مکہ میں قتل ہو جاؤں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی بات تھی جس نے مجھے ان کی طرف سے تسلی دی۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ کر

کہا اے میرے چچا کے بیٹے لوگوں نے یہ افواہ اڑائی ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ان شاء اللہ ان دو دنوں میں جانے والا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا، کیا انہوں نے اپنے امیر کو قتل کر کے اپنے دشمن کو جلاوطن کر کے اور ان کے شہروں پر قبضہ کر کے آپ کو بلایا ہے؟ جب تو آپ ان کی طرف جائیے اور اگر ان کا امیر زندہ ہے اور ان پر غالب ہے اور اس کے عمال ان سے ٹیکس وصول کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو صرف فتنے اور قتال کے لئے بلایا ہے اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں کہ وہ آپ کے لوگوں کو دھوکہ دیں گے اور آپ کے دشمن کو بھڑکا دیں گے اور جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے وہ آپ پر سب سے زیادہ سخت ہوں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں استخارہ کر رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ ابن عباس چلے گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ ہم نے اس قوم کے لئے کیوں چھوڑا ہے حالانکہ ہم مہاجرین کے بیٹے ہیں اور اس معاملے کے والی، دوسرے لوگ نہیں۔ مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا دل مجھے کوفہ جانے کا کہہ رہا ہے میری طرف وہاں کی میری جماعت نے اور وہاں کے اشراف نے آنے کے لئے لکھا ہے اور میں استخارہ کر رہا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہاں میری بھی ایسی جماعت ہوتی جیسی آپ کی ہے تو کس بات سے رکتا؟ پھر جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا ابن زبیر جانتے ہیں کہ میری موجودگی میں ان کا کوئی معاملہ نہ ہوگا اور لوگ میرے برابر کسی اور کو نہیں سمجھتے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ میں چلا جاؤں تاکہ ان کے لئے معاملہ صاف ہو جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں اگلے دن ابن عباس رضی اللہ عنہ پھر آئے اور فرمایا اے چچا زاد میں صبر کرتا ہوں لیکن صبر نہیں کر سکتا مجھے اس راستے میں آپ پر ہلاکت کا خدشہ ہے۔ عراق کے لوگ دھوکے باز ہیں آپ ان کی وجہ سے دھوکے میں نہ آئیں جب تک اہل عراق اپنے دشمن کو نکال نہیں دیتے آپ یہیں رہیں پس اس کے بعد جائیں اور اگر آپ یمن چلے جائیں کیونکہ وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور آپ کے والد کی جماعت بھی ہے پھر آپ لوگوں سے دور رہ کر ان کی طرف خط لکھیں اور ان کی طرف اپنے داعی بھیجیں اس لئے کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جیسا کریں گے ویسا ہی ہوگا جو آپ پسند کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے چچا زاد خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ خیر خواہ اور شفیق ہیں لیکن میں جانے کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ ضرور جانا چاہتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کو اسی طرح قتل نہ کر دیا جائے جیسے حضرت عثمان کو قتل کیا گیا تھا اور ان کی عورتیں اور بچے انہیں دیکھ رہے تھے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ابن زبیر کو یہاں سے باہر چھوڑ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دی ہیں خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں آپ کے بالوں اور پیشانی سے پکڑ لوں یہاں تک کہ ہم دونوں پر لوگ جمع ہو جائیں تو آپ میری بات مان لیں گے اور ٹھہر جائیں گے تو میں ایسا ہی کرتا۔ پھر آپ وہاں سے چلے گئے راستے میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ نے کہا اے ابن زبیر آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی پھر یہ اشعار پڑھے

اے معمر (آبی علاقے) کی چڑیا تیرے لئے فضا خالی ہو گئی ہے تو انڈے دے اور چہچہا
جتنی چاہے چونچیں مار تیرے لئے خوشخبری ہے کہ تیرا شکاری آج قتل ہو گیا ہے۔
پھر آپ نے کہا حسین عراق کی طرف نکل رہے ہیں اور حجاز تمہارے لئے خالی کر رہے ہیں۔

بہت سے راویوں نے شبابہ بن سوار سے انہوں نے یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی سے انہوں نے شعبی کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ مکہ میں تھے کہ انہیں پتہ چلا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ عراق کی طرف کوچ کر چکے ہیں تو تین دن کی مسافت پر وہ ان سے ملے اور کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا عراق۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس خطوط تھے انہوں نے کہا یہ ان کے خطوط اور ان کی بیعت ہے۔ آپ نے کہا تم ان کے پاس مت جاؤ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو دنیا و آخرت کے بارے میں اختیار دیا کہ جسے چاہیں اختیار کر لیں تو آپ نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا کو چھوڑ دیا آپ بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم کا ٹکڑا ہیں خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے اسے (دنیا کو) تم سے نہیں پھیرا مگر اس چیز کی وجہ سے جو تمہارے لئے بہتر ہے لیکن آپ نے لوٹنے سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگایا اور رو کر کہا کہ میں تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں اے قتیل! یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا انہیں سلیم بن حیان نے انہوں نے سعید بن مینا سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو کہتے سنا کہ حسین نے اپنی تقدیر میں جلدی کی اگر میں پہنچ جاتا تو انہیں باہر نہ نکلنے دیتا بنو ہاشم کے ساتھ یہ امر شروع ہوا اور انہیں پر یہ ختم ہوگا اگر تم کسی ہاشمی کو دیکھو

[illegible] آپ ہے تو وہ زمانہ آئے گا [illegible] میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اور ابن عمرؓ کی حدیث دونوں اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ [illegible] کے [illegible] تھے وہ علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہ تھے جیسا کہ [illegible] نے سمجھا ہے [illegible] بات [illegible] کی [illegible] آئے گا [illegible] کریں گے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں ابو بکر حمیدی نے ان سے سفیان نے انہیں عبد اللہ بن شریک نے انہیں بشر بن غالب نے بیان کیا ہے کہ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ایسی قوم کی طرف جو [illegible] جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو [illegible] کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے فلاں فلاں جگہ قتل کیا جانا اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میرے سبب سے بیت اللہ کی حرمت حلال کی جائے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھے میرے چچا مصعب بن عبد اللہ نے بتایا کہ انہیں [illegible] بن یوسف سے [illegible] کی [illegible] بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے سنا کہ انہوں نے ابن زبیر سے کہا کہ میرے پاس چالیس ہزار آدمیوں کی بیعت آئی ہے جو عراق و حجاز کے رہنے والے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا آپ ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نکالا۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے [illegible] سے راوی کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا وہ ثقہ ہے۔ زبیر کہتے ہیں کہ میرے چچا نے کہا [illegible] لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی۔ یہ روایت واقدی نے کاتب محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ [illegible] انہوں نے اسماعیل [illegible] سے [illegible] انہوں نے [illegible] والد سے [illegible] انہوں نے محمد بن بشیر [illegible] وغیرہ سے انہوں نے [illegible] سے انہوں نے [illegible] سے انہوں نے [illegible] سے روایت کی ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ [illegible] کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں ان کی حدیث کا مجموعہ یہ ہے۔

کہتے ہیں جب لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر یزید کے لئے بیعت کی تو حسین ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس کی بیعت نہیں کی تھی اور اہل کوفہ حضرت معاویہ کی خلافت ہی میں آپ کی طرف خطوط لکھتے اور اپنی طرف بلاتے تھے لیکن آپ انکار کرتے رہے یہاں تک کہ [illegible] محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ سے [illegible] نے بھی انکار کیا۔ محمد بن حنفیہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ [illegible] چاہتے ہیں کہ [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible] آپ [illegible] ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے [illegible] آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ کا مشفق ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ کوفہ میں آپ کی جماعت کے بعض لوگوں نے آپ کو خط و کتابت کر کے اپنی طرف بلایا ہے آپ ان کی طرف نہ جائیے کیونکہ میں نے آپ کے والد کو کوفہ میں یہ کہتے سنا ہے خدا کی قسم میں ان سے اکتا گیا ہوں اور ان سے بغض رکھتا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور مجھ سے بغض رکھتے ہیں اور ان سے کبھی وفا نہیں ہوئی [illegible] سے جو کوئی [illegible] ان کا عزم [illegible] کہتے ہیں [illegible] کے بعد آپ کے پاس آئے انہوں نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] آپ نے کہا مجھے [illegible] حضرت معاویہ کی [illegible] آپ کی [illegible]۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ [illegible] کے عہد و میثاق کا معاملہ [illegible] آپ کے والد [illegible] آپ [illegible] آپ کے [illegible] آپ [illegible] آپ کی خلافت [illegible] آپ نے [illegible]

بچے ملے گا اللہ کے ہاں کوئی عذر نہیں پاؤ گے [illegible] آپ کی نگرانی سے [illegible] تک پہنچا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا [illegible] سے شر ہی پہنچا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف یہ بھی لکھا میرا یہ خیال ہے کہ آپ [illegible] مجھے میری یہ خواہش ہے کہ پالیتا اور آپ کو گلے لگالیتا۔

کہتے ہیں جب حضرت معاویہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے یزید کو بلا کر اسے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حسین بن علی کا خیال رکھنا اس لئے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اس کے ساتھ صلہ رحمی اور نرمی کا معاملہ کرنا تمہارا معاملہ درست رہے گا اگر اس کی طرف سے کوئی بات ہوئی تو مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے اس کے والد کو قتل کیا اور اس کے بھائی کو بے یارومددگار چھوڑا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں بیمار ہوئے اور رجب کے نصف میں رات کے وقت انتقال ہوا لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یزید نے عبداللہ بن عمرو بن اویس عامری عامر بن لوی کے ہاتھ یزید نے گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کی طرف لکھا لوگوں کو بلا کر ان سے بیعت کرو اور قریش کے بڑے لوگوں سے ابتدا کرو اور سب سے پہلے حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرو کیونکہ امیرالمومنین نے مجھے ان کے ساتھ نرمی اور بھلائی کی وصیت کی ہے۔ ولید نے اسی وقت آدھی رات کو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کی طرف پیغام بھیج کر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دی اور یزید کی بیعت کی طرف بلایا دونوں نے کہا صبح ہونے دو ہم دیکھتے ہیں لوگ کیا کرتے ہیں پھر دونوں اس کے ہاں سے نکل گئے تو مروان نے کہا [illegible] ہم جانتے ہیں خدا کی قسم [illegible] کا کوئی عزم ہے اور [illegible] مروان ولید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سختی کی تو آپ نے اسے برا بھلا کہا [illegible] ولید نے کہا ہم نے ابوعبداللہ سے [illegible] دیکھا ہے۔

مروان نے ولید سے اس سے کہا انہیں قتل کر دو [illegible] وہ خون ہے جس کی حرمت باقی ہے اور [illegible] ہے۔ کہتے ہیں حضرت حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما اسی رات مکہ کی طرف نکل گئے لوگوں نے صبح یزید کے لئے بیعت کی حضرت حسین اور ابن زبیر کو طلب کیا گیا تو پتہ چلا [illegible] مسور بن مخرمہ نے کہا حسین نے جلدی کی اور ابن زبیر نے انہیں امید دلائی [illegible] مکہ میں تنہا ہو جائیں یہ دونوں حضرات مکہ آئے حضرت حسین تو حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجر میں [illegible] لوگوں کو یزید کے خلاف بھڑکانے لگے اور شام سے حضرت حسین کے پاس آ کر عراق جانے کا مشورہ دیتے اور کہتے وہ آپ کی اور آپ کے والد کی جماعت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کو روکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مطیع نے آپ سے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچائیے عراق نہ جائیے خدا کی قسم اگر یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے تو وہ ہمیں غلام بنا لیں گے۔

کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن ابی ربیعہ مکہ سے واپس [illegible] ابوا مقام پر دونوں سے ملاقات ہوئی میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم لوٹ جاؤ اور اس بھلائی میں داخل ہو جاؤ جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں پھر دیکھیں اگر لوگ جمع ہو جائیں تو تم علیحدہ نہ رہو اور اگر منتشر ہو جائیں تو وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نہ جائیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کیا اور آپ بھی ان کا ایک ٹکڑا ہیں آپ اسے دنیا کی خاطر نہ چھوڑیں پھر انہوں نے آپ کو گلے لگایا اور روتے ہوئے رخصت کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے حسین نے ہم کو [illegible] غالب آ گئے [illegible] اپنے والد اور بھائی میں [illegible] دیکھا اور [illegible] ان کو نہیں چاہیے تھا کہ [illegible] اور اس بھلائی میں داخل ہو جاتے جس میں لوگ داخل ہو گئے تھے [illegible] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا [illegible] کے بیٹے کہاں کا ارادہ ہے آپ نے کہا عراق کا [illegible] جماعت [illegible] آپ [illegible] ان لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو [illegible] اور [illegible] آپ کو [illegible] کہ آپ وہاں نہ جائیں [illegible] ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حسین غلبہ پا گئے [illegible] سے اللہ سے ڈرنے کا کہا

بچے گھروں کو لازم پکڑیں اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کریں۔ ابو واقد لیثی کہتے ہیں مجھے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خروج کی خبر ملی تو میں ان سے ملا اور انہیں اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ خروج نہ کریں کیونکہ ان کا یہ خروج کا وقت نہیں آیا وہ خروج کر رہے ہیں آپ اپنی جان کو قتل کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں نہیں لوٹوں گا۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے حسین سے بات کی اور کہا اللہ سے ڈریئے اور لوگوں کو آپس میں نہ لڑائیے۔ خدا کی قسم جو کام آپ کر رہے ہیں اس پر لوگ آپ کی تعریف نہیں کریں گے لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ کہتے ہیں اگر حسین خروج نہ کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں حسین کو چاہیے تھا کہ وہ اہل عراق کو پہچانتے اور ان کی طرف نہ جاتے لیکن ابن زبیر نے انہیں اس پر ابھارا۔ مسور بن مخرمہ نے ان کی طرف لکھا آپ اہل عراق کے خطوط سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں اور ابن زبیر آپ سے کہتے ہیں ان کے پاس چلے جائیے یقیناً وہ آپ کی مدد کریں گے۔

نیز ان کی طرف نہ جائیے اور آپ سے کہتے کہ آپ حرم کو نہ چھوڑیں۔ اگر انہیں آپ کی ضرورت ہوئی تو وہ خود آپ کی طرف آئیں گے یہاں تک کہ آپ پوری تیاری اور قوت کے ساتھ نکلیں گے۔ آپ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں اس معاملہ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ عمرہ بنت عبدالرحمن کو جب آپ نے یہ کام کرنے کا عزم کیا تو بہت گراں گزرا اور آپ کی طرف خط لکھا جس میں آپ کو اطاعت اور جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا اور بتایا کہ آپ اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے عائشہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حسین ارض بابل میں قتل کیا جائے گا۔ آپ نے ان کا خط پڑھ کر کہا پھر تو مجھے ضرور اپنی قتل گاہ کی طرف جانا ہے اور چل پڑے۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے آ کر کہا میرے چچا زاد میں دیکھ چکا ہوں کہ اہل عراق نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیا کیا اور آپ ان لوگوں کی طرف جانا چاہتے ہیں جو دنیا کے غلام ہیں۔ آپ سے وہی لڑائی کرے گا جس نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور وہ شخص آپ کی مدد چھوڑ دے گا جس کے نزدیک آپ اس سے زیادہ محبوب ہیں جس کی وہ مدد کرے گا۔ میں آپ کو آپ کی جان کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ نے کہا اے میرے چچا زاد اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کا فیصلہ فرمائے گا وہ ہو کر رہتی ہے۔ ابوبکر نے انا للہ پڑھا اور کہا ہم بھی ابو عبداللہ کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی طرف خط لکھ کر اہل عراق سے ڈرایا اور ان کی طرف جانے سے منع کیا۔ آپ نے جواب میں لکھا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور آپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے جسے میں ادا کرنے والا ہوں اور میں کسی کو بھی وہ خواب نہیں بتاؤں گا یہاں تک کہ اپنے کام کو پہنچ جاؤں۔ اور حرمین کے نائب عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی طرف خط لکھا کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ہدایت کی توفیق دے اور ایسے کام سے آپ کو پھیر دے جو ہلاک کرنے والا ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ عراق جانے کا عزم کر چکے ہیں میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اختلاف سے۔ اگر آپ کو خوف ہے تو آپ میرے پاس آ جائیں آپ کے لئے میرے پاس امان ہے اور نیکی اور صلہ ہے۔ آپ نے ان کی طرف لکھا اگر آپ نے میری نیکی اور میرے صلے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ آپ کو دنیا و آخرت میں اچھا بدلہ دے اور جو شخص اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں وہ اختلاف کرنے والا نہیں اور بہترین امان اللہ کی امان ہے۔ اور جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا وہ اس پر ایمان نہیں لاتا اور ہم بھی اللہ سے دنیا میں ایسے خوف کے طالب ہیں جو آخرت میں اس کے نزدیک ہمارے لئے امان کا سبب بن جائے۔

کہتے ہیں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ کی طرف خروج کے بارے میں بتایا اور انہیں بتایا کہ ان کے پاس اہل مشرق کے کچھ لوگ آئے ہیں جنہوں نے ان کو خلافت کی تمنا دلائی ہے اور آپ کو ان کا تجربہ ہے اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے قرابت کو قطع کر دیا ہے۔ آپ اپنے گھر والوں میں بڑے منظور نظر ہیں انہیں افتراق کے لئے کوشش کرنے سے روکیں۔ تو آپ کی طرف اور مکہ و مدینہ کے قریش کی طرف یہ شعر لکھ کر بھیجے۔

اے وہ سوار جو صبح کو اپنی ضرورت کے لئے جا رہا ہے جس کی رفتار میں تیزی ہے قریش کو ان کی ملاقات کی دوری کے باوجود
پیغام پہنچا دے کہ میرے اور حسین کے درمیان اللہ اور رشتہ داری ہے اور بیت اللہ کے صحن میں کھڑے ہونے کی جگہ میں اسے اللہ کا
عہد اور ذمہ داریاں پوری کرنے کا واسطہ دیتا ہوں تم نے اپنی قوم کو اپنی ماں پر فخر کر کے تھکا دیا ہے وہ ماں میری زندگی کی قسم! پاک دامن نیک

> ارحام ہیں۔ بیت اللہ کے صحن کے قریب آکر کھڑا ہے عہدِ خداوندی اور کون سی ذمہ داری پوری کی جاتی ہے جس بات کا وہ ذکر کرتا ہے اس کی فضیلت تمہاری تعریف ہے جو دوسروں سے علاوہ تمہاری قوم کے کوئی اس کی فضیلت میں سے حصہ پاتا ہے۔ مجھے علم ہے یا اس کے جیسا گمان ہے اور گمان کبھی سچا ہو جاتا ہے اور پورا ہو جاتا ہے کہ تم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہو وہ تمہیں مقتولوں کی طرح چھوڑ دے گی عقاب اور گدھ تمہیں ایک دوسرے کو ہدیہ دیں گے۔ اے ہماری قوم! جنگ جب ساکن ہو گئی ہے تو اسے بھڑکاؤ نہیں اور صلح کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو تم سے پہلے لوگوں کو جنگ نے دھوکا دیا ہے جن کی اس کی وجہ سے بہت سی قومیں ہلاک ہو گئی ہیں اپنی قوم کے ساتھ انصاف کرو اور فخر سے ہلاک نہ ہو جاؤ بہت سے فخر والے ایسے ہیں جن کے قدم پھسل جاتے ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف لکھا میں امید کرتا ہوں کہ حسین کا خروج کسی ایسے کام کے لئے نہ ہو گا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور میں انہیں ایسی بات میں نصیحت کرنا نہیں چھوڑوں گا جس سے اللہ تعالیٰ الفت کو جمع کرے اور فتنہ کی آگ بجھ جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے طویل گفتگو کی اور کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ کل بری حالت میں ہلاک ہوں عراق مت جائیں اور اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو حج کا موسم ختم ہونے تک ٹھہرے رہیں اور لوگوں سے مل لیں اور معلوم کر لیں کہ وہ کس بات پر لوٹتے ہیں پھر جو مناسب سمجھیں کریں [یہ واقعہ ذوالحجہ ۶۰ھ کے عشرہ کا ہے] پس آپ نے عراق جانے کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ آپ کل اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے جیسے عثمان اپنی عورتوں اور بیٹیوں کے سامنے قتل ہوئے تھے اور خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ آپ ہی وہ شخص ہوں گے جن سے عثمان کا قصاص لیا جائے گا۔ پس انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے فرمایا اے ابو العباس! آپ بوڑھے ہو گئے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بات مجھے یا آپ کو معیوب نہ کرتی تو میں آپ کے سر کے بالوں کو پکڑ لیتا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جب ہم ایک دوسرے سے اصرار کریں گے تو آپ ٹھہر جائیں گے تو میں ایسا کرتا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات مجھے فائدہ دے گی۔ آپ نے فرمایا فلاں فلاں مقام میں قتل ہو جانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میری وجہ سے اس کی یعنی مکہ کی بے حرمتی کی جائے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ابن عباس رو پڑے اور کہا آپ نے اس سے ابن زبیر کی آنکھ ٹھنڈی کر دی ہے۔ پھر ابن عباس غصے کی حالت میں نکلے اور ابن زبیر دروازے پر کھڑے تھے انہیں دیکھ کر کہا اے ابن زبیر! جس بات کو تو پسند کرتا تھا وہ آ گئی ہے تیری آنکھ ٹھنڈی ہو گئی ہے یہ ابو عبداللہ جا رہے ہیں اور تجھے اور حجاز کو چھوڑ رہے ہیں پھر یہ اشعار پڑھے:

> اے معمر کی چنڈول تیرے لئے فضا خالی ہو گئی ہے تو انڈے دے اور سیٹی بجا اور جتنا چاہے چونچیں مار آج تیرا شکاری
> مقتول ہو گیا ہے تو خوش ہو جا۔

حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف قاصد بھیجا تو بنو عبدالمطلب کے انیس آدمی جو ہلکے پھلکے تھے آپ کے پاس آ گئے اور آپ کی عورتیں، بیٹیاں اور بھائی بھی۔ محمد بن حنفیہ ان کے پیچھے آئے اور مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور آپ کو بتایا کہ آج کے دن خروج مناسب رائے نہیں ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن حنفیہ نے اپنی اولاد کو روک لیا اور ان میں سے کسی کو نہ بھیجا یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دل میں محسوس کیا اور فرمایا کیا تم اپنی اولاد کو اس جگہ سے روکتے ہو جہاں مجھے مصیبت پہنچے گی؟ محمد نے کہا مجھے کیا ضرورت ہے کہ آپ کو تکلیف پہنچے اور انہیں بھی آپ کے ساتھ تکلیف پہنچے اگرچہ آپ کی مصیبت ہمارے نزدیک ان سے بڑی ہے۔ اہل عراق نے آپ کی طرف قاصد اور خطوط بھیج کر آپ کو اپنی طرف بلایا تو آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ اور ساٹھ اہل کوفہ کے ساتھ عراق کی طرف نکلے اور یہ ذوالحجہ کے عشرہ میں سوموار کا دن تھا۔ پھر مروان نے ابن زیاد کی طرف لکھا حسین بن علی رضی اللہ عنہ تمہاری طرف آ رہے ہیں اور وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ خدا کی قسم کوئی شخص ہمیں حسین سے زیادہ محبوب نہیں جسے اللہ سلامت رکھے، تم اپنے خلاف ایسی چیز نہ بھڑکانا جسے کوئی چیز بند نہ کر سکے اور جسے عوام نہ بھولیں اور ہمیشہ اس کا ذکر کرتے رہیں گے۔

اور ابن سعید بن العاص نے [illegible] آپ کی طرف [illegible] خط لکھا [illegible] میں اللہ سے دعا کرتا ہوں [illegible]
سے [illegible] مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے عراق جانے کا ارادہ کیا ہے [illegible]

طرف لکھا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں ان کے ذریعے تمام زمانوں میں سے تمہارا زمانہ اور تمام شہروں میں تمہارا شہر آزمایا گیا ہے اور تم عاملوں میں آزمائے گئے ہو اور اب یا تو تم آزاد کئے جاؤ گے یا غلاموں کی طرح غلام بنائے جاؤ گے۔

ابن زیاد نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر اس کی طرف بھیجا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس نے نہیں کیا۔ نہ آپ کا سر یزید کی طرف بھیجا گیا ایک روایت میں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کی طرف لکھا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین نے عراق کی طرف کوچ کیا۔

ان کی نگرانی کرو اور تہمت پر قید کر دو لیکن صرف اسی کو قتل کرنا جو تجھ سے قتال کرے اور ہر خبر مجھ تک پہنچاؤ والسلام زبیر بن بکار کہتے ہیں محمد بن ضحاک نے بیان کیا ہے جب حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ کی طرف خروج کا ارادہ کیا تو مسجد حرام کے دروازے کے پاس سے گزرے اور یہ اشعار پڑھے۔

اے یزید تو نے پو پھٹتے وقت اونٹ کو غارت گری کر کے ہم سے نہیں ڈرایا اور نہ مجھے پکارا گیا
جس دن موت کے خوف سے ظلم کو دیا اور موت میرا انتظار کرتی ہے کہ کہیں علیحدہ ہو گیا۔

ابو مخنف کہتے ہیں ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ نے عدی بن حرملہ اسدی سے اور عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کوفہ سے حج کے ارادے سے نکلے اور مکہ آئے یوم الترویہ کو ہم نے حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ چاشت کے وقت حجر اسود اور باب کے درمیان کھڑے ہیں ہم نے ابن زبیر کو حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا اگر آپ ٹھہرنا چاہیں تو ٹھہر جائیں اور اس امر کے والی ہو جائیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ کی مدد و خیر خواہی کریں گے حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے والد نے مجھے بتایا تھا کہ مکہ کا ایک مینڈھا ہے جسے قتل کر کے اس کی حرمت کو پامال کیا جائے گا کاش میں وہ نہ ہوں۔ میں یہ ناپسند کرتا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہاں ٹھہر کر مجھے والی بنا دیں آپ کی اطاعت کی جائے گی۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ بھی نہیں چاہتا پھر انہوں نے اپنی گفتگو پست کر لی اور مسلسل سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کے داعیوں کو دیکھا کہ وہ ظہر کے وقت منیٰ کی طرف جا رہے تھے اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا طواف کیا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور اپنے بال چھوٹے کرائے اپنے عمرے سے حلال ہو گئے پھر وہ کوفہ کی طرف چلے گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف چل پڑے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان سے روایت بیان کی ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے تو عمرو بن سعید کے قاصد آپ کو راستے میں ملے جن کے امیر ان کے بھائی یحییٰ بن سعید تھے انہوں نے آپ سے کہا واپس چلے جاؤ کہاں جا رہے ہو مگر آپ نے انکار کیا اور چل پڑے دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو کوڑوں اور چھڑیوں سے مارا پھر آپ اور آپ کے ساتھی ان سے بچ نکلے اور آپ اپنے راستے پر چل پڑے۔ یحییٰ بن سعید نے آواز دے کر کہا اے حسین کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے تم اتحاد ختم کر رہے ہو جماعت سے نکل کر تفرقہ پیدا کر رہے ہو۔ آپ نے یہ آیت پڑھی:

”ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال تم ہمارے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں“ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تنعیم کے پاس سے گزرے تو ایک قافلے سے ملاقات ہوئی جو یمن کے نائب بحیر بن ریسان حمیری نے یمن سے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا تھا جس میں ورس (زعفران) اور بہت سے جوڑے تھے۔ آپ نے وہ لے لیے اور آگے چل دیئے اور ان کے ذریعے کرایہ کے اونٹ کرائے پر لئے راستے میں فرزدق سے ملاقات ہوئی اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی مانگی ہوئی چیز عطا کرے اور آپ کو محبوب چیز کا مالک بنائے آپ نے اس سے لوگوں کے احوال پوچھے اس نے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں فیصلہ آسمان سے اترتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے اللہ ہی کا حکم ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے اگر فیصلہ ہماری خواہش کے مطابق اترا تو ہم اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور وہ شکر ادا کرنے میں مددگار ہے اور اگر فیصلہ امید کے درمیان حائل ہوا تو وہ شخص جس کی نیت حق ہو اور جس کا باطن تقویٰ ہو وہ زیادتی نہیں کرتا پھر آپ نے اپنی سواری کو حرکت دیتے ہوئے سلام کیا اور دونوں جدا ہو گئے ہشام بن کلبی نے عوانہ بن حکم سے انہوں نے لبطہ بن فرزدق سے بیان کیا ہے انہوں نے اپنے والد

سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی ماں کو حج کروایا اور میں ان کی سواری ہانک رہا تھا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہونے کے بعد ان کا اونٹ ہانک رہا تھا کہ میری حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپ اپنی تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ مکہ سے نکل رہے تھے میں نے ان سے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے آپ حج چھوڑ کر جلدی کیوں کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر میں جلدی نہ کروں تو پکڑا جاؤں گا۔ پھر فرمایا۔ تم کون ہو؟ میں نے بتایا پھر پوچھا تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو میں نے کہا عراق کا آدمی ہوں آپ نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔

فرزدق کہتے ہیں کہ میں نے حسین سے مناسک کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے بتایا آپ کی زبان [illegible] کی طرح [illegible]۔ پھر میں وہاں سے [illegible] کی وجہ سے [illegible] میں چلا تو حرم میں ایک خیمہ لگا ہوا تھا جس کا منظر اچھا تھا۔ پوچھا تو عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے انہوں نے کہا تو نے آپ کی اتباع کیوں نہ کی ان کے متعلق مجھے وہ [illegible] معلوم ہے جس سے ان کا [illegible] ہتھیار اثر نہیں کرے گا۔ اس پر مجھے شرمندگی ہوئی اور [illegible] کہ آپ کے ساتھ چلا جاؤں۔ لیکن ابن عمرو نے اس کے خلاف بات کی اور نبیوں کا اور ان کے قتل کا ذکر کیا تو اس بات نے مجھے جانے سے روک دیا۔ جب مجھے آپ کے قتل کی خبر ملی تو میں نے ابن عمرو پر لعنت کی ابن عمرو کہا کرتے تھے خدا کی قسم کوئی درخت اور کھجور اور بچہ ابھی [illegible] نہ ہو گا یہاں تک کہ یہ معاملہ ظاہر ہو جائے گا۔ ابن عمرو کے قول کے مطابق [illegible] تھے بلکہ ان کی مراد وہ ہے جس ہتھیار سے آپ کا قتل مقدر نہیں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ فرزدق سے مذاق کرنا مقصود تھا پھر آپ کی [illegible]۔ [illegible] یہاں تک کہ [illegible] بات درست پہنچے۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے حارث بن کعب والبی نے علی بن حسین بن علی سے روایت بیان کی ہے کہ جب آپ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفر نے اپنے بیٹوں عون اور محمد کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی واپس آ جائیں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل و عیال کی تباہی کا خوف ہے اگر آپ آج ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا کیونکہ آپ ہدایت یافتہ لوگوں کا علم ہیں اور مومنوں کی امید ہیں آپ جانے میں جلدی نہ کریں میں خط کے پیچھے آ رہا ہوں والسلام۔ پھر عبداللہ بن جعفر اٹھے اور عمرو بن سعید کی طرف گئے اور کہا۔ حسین کی طرف ایک خط لکھیں جس میں انہیں امان دیں اور انہیں نیکی اور صلہ رحمی کی امید دلائیں اور ان سے واپس آنے کا مطالبہ کریں شاید کہ وہ مطمئن ہو کر واپس آ جائیں۔ عمرو نے کہا آپ جو چاہیں لکھ کر میرے پاس لے آئیں میں اس پر مہر لگا دوں گا عبداللہ بن جعفر نے خط لکھا پھر عمرو بن سعید کے پاس لے آئے۔ پھر عمرو بن سعید نے اس پر مہر لگا دی۔ عبداللہ نے عمرو بن سعید سے کہا میرے ساتھ اپنا امان بھیجئے تو انہوں نے ان کے ساتھ اپنا بھائی یحییٰ بھیج دیا۔ یہ دونوں چلے یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملے ان کے سامنے خط پڑھا انہوں نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہے اور میں وہ کام کروں گا انہوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے آپ نے کہا میں وہ خواب کسی کو نہیں بتاؤں گا یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملوں۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے محمد بن قیس نے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ جب بطن ذی الرمہ میں حاجر تک پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف بھیجا اور ان کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کی طرف سے اپنے مومن اور مسلمان بھائیوں کی طرف تم پر سلامتی ہو۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے پاس مسلم بن عقیل کا پیغام پہنچا ہے جس میں انہوں نے آپ لوگوں کی حسن رائے اور ہماری مدد کے لئے جمع ہونے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کے بارے میں لکھا ہے میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے اور آپ کو اس پر عظیم اجر عطا کرے میں منگل کے دن آٹھ ذی الحجہ یوم ترویہ کو آپ کی طرف نکلا ہوں۔ جب میرا قاصد آپ کی طرف پہنچے تو اپنے معاملے کو چھپائے رکھنا اور کوشش کرنا میں انہی دنوں میں آپ کی طرف آنے والا ہوں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسلم بن عقیل کا پیغام آپ کو ان کے قتل سے ستائیس راتیں پہلے ملا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ پیش رو اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا اہل کوفہ سب کے سب آپ کے ساتھ ہیں جب آپ میرا یہ خط پڑھیں تو جلدی آ جائیں۔

قیس بن مسہر صیداوی آپ کا خط لے کر کوفہ کی طرف چلے جب قادسیہ پہنچے حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا ابن زیاد نے ان سے کہا قصر کے اوپر چڑھ کر کذاب بن کذاب علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین کو گالیاں دو وہ اوپر چڑھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد کہا اے لوگو! حسین بن علی اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے ہیں میں تمہاری طرف سے ان کا قاصد ہوں میں انہیں بطن ذی الرمہ میں مقام حاجر پر چھوڑ کر آیا ہوں پس تم ان کی بات مانو ان کی اطاعت اور مددگاری کرو۔ پھر انہوں نے عبیداللہ بن زیاد اور ان کے باپ پر لعنت کی اور علی و حسین کے لئے مغفرت طلب کی ابن زیاد نے حکم دیا تو ان کو قصر سے نیچے گرا دیا گیا ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور زندگی کی کچھ رمق باقی تھی عبدالملک بن عمیر نے آکر ان کو ذبح کر دیا کہنے لگا میں نے اس لئے ذبح کیا ہے کہ وہ تکلیف سے آرام پالے کہتے ہیں ذبح کرنے والا عبدالملک بن عمیر نہ تھا بلکہ ان کے مشابہ کوئی اور شخص تھا ایک روایت میں ہے کہ خط لے جانے والا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر تھا۔ واللہ اعلم۔

حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف بڑھتے رہے آپ کو واقعات کی کچھ خبر نہ تھی ابو مخنف ابوجناب کلبی سے بکر بن مصعب مزنی کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ حسین کسی بھی پانی کے گھاٹ سے گزرتے تو وہ آپ کا پیچھا کرتے ابو مخنف ابوجناب سے وہ عدی بن حرملہ سے وہ عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حج کر چکے تو ہماری یہی غرض تھی کہ ہم حسین کے ساتھ مل جائیں ہم آپ کے پاس پہنچے اس دوران میں کہ آپ بنو اسد کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے آپ نے ارادہ کیا کہ اس سے بات کر کے پوچھیں لیکن پھر چھوڑ دیا ہم اس کے پاس آئے اور اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھا اس نے کہا خدا کی قسم میرے کوفہ سے نکلنے سے پہلے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے انہیں دیکھا کہ ٹانگوں سے پکڑ کر بازار میں گھسیٹے جا رہے تھے۔ ہم حسین سے ملے اور واقعہ کی خبر دی تو آپ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے ہم نے کہا اپنے نفس کے معاملہ میں اللہ سے ڈریئے۔ آپ نے کہا ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ ہم نے کہا خدا آپ کے لئے بہتری کرے آپ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں اگر آپ کوفہ جائیں گے تو لوگ آپ کی طرف لپکیں گے۔

بعض نے کہا ہے کہ جب حسین کے ساتھیوں نے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سنی تو بنو عقیل بن ابی طالب اچھل پڑے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم جب تک انتقام نہ لے لیں نہ لوٹیں گے آپ چلے جب مقام زرود پہنچے تو انہیں اپنے قاصد کے قتل کی بھی خبر ملی جسے آپ نے حاجر سے روانہ کیا تھا آپ نے فرمایا ہماری جماعت نے ہمیں چھوڑ دیا جو تم میں سے لوٹنا چاہے لوٹ جائے اس پر کوئی حرج نہیں اور نہ اس پر ہماری طرف سے کوئی ذمہ ہے لوگ دائیں بائیں بکھر گئے صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے آپ نے یہ اس لئے کیا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ بدوی لوگ آپ کے ساتھ محض اس لئے ہو لئے ہیں کہ آپ ایک ایسے شہر میں جا رہے تھے جہاں کے باشندوں کی اطاعت آپ کے لئے استوار ہو چکی ہے اس لئے آپ نے چاہا کہ انہیں معلوم ہو جائے وہ کس بات پر اقدام کر رہے ہیں آپ کو معلوم تھا کہ جب آپ حقیقت بتا دیں گے تو آپ کے ساتھ صرف وہ لوگ رہیں گے جو موت میں بھی آپ کی مواسات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صبح کے وقت آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ خوب پانی طلب کر لیں پھر آپ چلے اور بطن عقبہ میں آ ٹھہرے

محمد بن سعد کہتے ہیں مجھے موسیٰ بن اسماعیل نے انہیں جعفر بن سلیمان نے انہیں یزید بن رشک نے بتایا انہیں اس شخص نے جس نے خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کلام کیا تھا بتایا کہ میں نے ایک جنگل میں کچھ خیمے لگے ہوئے دیکھے میں نے پوچھا یہ خیمے کس کے ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ حسین کے خیمے ہیں میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک شیخ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ان کے رخساروں اور داڑھی پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کس چیز نے اس صحرا میں لا اتارا جہاں کوئی بھی نہیں آپ نے کہا یہ اہل کوفہ کے میری طرف خطوط ہیں یہ ایسی جماعت ہے جو مجھے قتل کرنے والے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اللہ کی کوئی حرمت نہیں چھوڑی جس کی بے حرمتی نہ کی ہو۔ اللہ ان پر ایسا شخص مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل کرے گا یہاں تک کہ وہ باندی کی اوڑھنی سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔

ہشیم بن علی بن محمد نے حسن بن دینار سے انہوں نے معاویہ بن قرہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم تم مجھ پر ایسے ہی زیادتی کرو گے جیسے بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن زیادتی کی تھی۔ اور علی بن محمد نے جعفر بن سلیمان ضبعی سے بیان کیا ہے

کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ یہ گوشت کا ٹکڑا میرے پیٹ سے نکال لیں جب یہ ایسا کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو انہیں ذلیل کر دے گا یہاں تک کہ یہ عورت کے دوپٹے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے چنانچہ آپ ۶۱ ہجری میں عاشورا کے دن نینوی میں قتل کیا گیا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں ہمیں ابوبکر حمیدی نے بتایا کہ ہمیں سفیان نے انہیں شہاب بن حراش نے بتایا کہ ان کی قوم کے ایک شخص نے جو جنگ میں اس لشکر میں شامل تھا جسے ابن زیاد نے حسین کی طرف بھیجا تھا اور وہ لشکر چار ہزار کا تھا انہیں حسین کے ساتھ قتال کے لئے بھیجا تھا حسین سے ملاقات ہوئی کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اس میں کچھ سفیدی تھی آپ کے تھے میں جوانوں نے رنگ کر لیا ہے شہاب کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات زید بن علی سے ذکر کی تو وہ حیران ہو گئے اس میں کچھ شک تھا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی۔

ابومخنف ابو خالد کاہلی سے روایت کرتے ہیں کہ جب گھڑ سواروں نے صبح کے وقت حملہ کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ آپ ہی ہر مصیبت میں میرا سہارا اور ہر تنگی میں میری امید ہیں جتنے بھی غم ہیں جن میں دل کمزور ہو جاتا ہے کوئی حیلہ باقی نہیں رہتا دوست چھوڑ جاتے ہیں دشمن خوش ہوتا ہے میں نے آپ کے سامنے آپ کے غیر سے ہٹ کر آپ کی طرف رغبت کرتے ہوئے شکایت کی تو آپ نے وہ غم مجھ سے دور کر دیئے اور میرے لئے آپ کافی ہو گئے آپ ہی ہر نعمت کے ولی ہیں اور ہر بھلائی کے مالک ہیں اور ہر خواہش کے منتہی ہیں۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں ہمیں حجاج نے ابو معشر سے الاصمعی سے انہوں نے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے کہ حسین جب کربلا پہنچے تو آپ نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے کہا گیا کربلا آپ نے فرمایا کرب اور مصیبت ہے تو عبیداللہ بن زیاد نے آپ سے قتال کے لئے عمر بن سعد کو بھیجا آپ نے اس سے کہا اے عمر میری طرف سے تین باتوں میں سے ایک قبول کر لو یا تم مجھے چھوڑ دو کہ جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں یا مجھے یزید کی طرف جانے دو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر وہ میرے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے اور اگر ایسا بھی نہیں کرتے تو مجھے ترکوں کی طرف چھوڑ دو تاکہ میں ان سے جہاد کروں یہاں تک کہ شہادت کی موت حاصل کروں عمر بن سعد نے یہ سب لکھ کر ابن زیاد کی طرف بھیج دیا۔

ابن زیاد نے آپ کو یزید کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا لیکن شمر بن ذی الجوشن نے کہا آپ ایسا نہ کیجئے جب تک آپ کے فیصلے پر راضی نہ ہو جائیں۔ اس نے آپ کی طرف یہ پیغام بھیجا آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور عمر نے آپ کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی تو ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا کہ اگر عمر نے قتال کیا تو ٹھیک ورنہ تم اسے قتل کر دینا اور اس کی جگہ امیر بن جانا عمر کے ساتھ کوفہ کے لوگوں میں سے تیس آدمی تھے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے تم پر تین باتیں پیش کرتے ہیں اور تم ان میں سے ایک بھی قبول نہیں کرتے وہ حسین کی طرف چلے گئے اور ان کی طرف سے قتال کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ابوزرعہ کہتے ہیں ہمیں سعید بن سلیمان نے عباد بن عوام سے انہوں نے حصین سے بیان کیا ہے کہ سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نے حسین کو دیکھا ان پر دھاری دار جبہ تھا ایک شخص عمرو بن خالد طہوی نے تیر مارا میں نے دیکھا کہ تیر ان کے جبے سے لٹکا ہوا تھا ابن ابی حاتم کہتے ہیں ہمیں محمد بن یحییٰ واسطی نے بیان کیا کہ ہمیں سعید بن سلیمان نے عباد بن عوام سے حصین سے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حسین کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہیں آپ نے ان کی طرف مسلم بن عقیل کو بھیجا پھر انہوں نے مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا۔ حصین کہتے ہیں ہمیں ہلال بن یساف نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ شام اور بصرہ کے راستوں کی حفاظت کریں اور کسی کو آنے جانے نہ دیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آئے آپ کو کسی بات کا علم نہ تھا یہاں تک کہ آپ اعراب کے پاس آئے آپ نے ان سے لوگوں کے بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں لیکن آپ نکل نہیں سکتے آپ یزید کی طرف چل پڑے حر بن یزید اور سواروں کا سامنا ہوا آپ نے انہیں خدا کا واسطہ دیا کہ مجھے امیر المومنین یزید بن معاویہ کے پاس لے جائیں تاکہ میں ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دوں انہوں نے آپ کو ابن زیاد کی طرف بھیجا تاکہ آپ ابن زیاد کے فیصلے پر راضی ہو جائیں عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، حصین بن نمیر آئے۔ یہ شخص بھی گھوڑے پر سوار تھا آپ کی بات نہیں مانی تو آپ نے فرمایا تم میرے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جب تم نے مجھے یہ کہنا ہے تو ہم ان کو نہیں کرتے خدا کی قسم اگر

تک امیر المومنین کی قسم میں تم سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ تم ہمارے بیٹے ان کو طلب نہ کرو۔ لیکن وہ ابن زیاد کے فیصلے پر مصر رہے۔ پس حر بن یزید نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور حسین کی طرف بڑھا لوگ سمجھے کہ آپ سے قتال کرنے کے لیے بڑھ رہے ہیں قریب ہو کر اپنی کمان پھیر دی آپ سے مل کر ابن زیاد کے لشکریوں پر حملہ کر کے دو آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے اور زہیر بن قین بجلی بھی نکل آئے۔ یہ شخص بھی آپ کے ساتھ مل گیا آپ کے ساتھ آئے پھر ابن ابی عزرہ کے ساتھ دو شخص عمرو بن حجاج اور حسین کی طرف نکلے آپ ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے گئے گفتگو کر کے واپس آ رہے تھے کہ ایک شخص عمرو ضبعی نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تیر مارا آپ کا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہا تھا جب انہوں نے مصالحت سے انکار کر دیا تو آپ میدان کی طرف لوٹے۔ آپ کے ساتھیوں کی تعداد ستر کے قریب تھی ان میں سب سے پہلے جو آگے بڑھا وہ قوم کا ایک شخص جوان کا ضعیف تھا ایک حنیف تھا اور ابن یزید کا چچا زاد بھائی تھے۔

حصین کہتے ہیں کہ مجھے سعد بن عبیدہ نے بتایا کہ ہم عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں نہا رہے تھے کہ ایک شخص نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ ابن زیاد نے تمہاری طرف جویریہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے کہ اگر تم جنگ نہ کرو گے تو تمہاری گردن اڑا دی جائے گی۔ یہ سنتے ہی وہ گھوڑے کی طرف لپکا اس پر سوار ہو گیا اور لشکر کو بلا کر ان کے ساتھ حملہ کیا۔ حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی آپ کی ناک پر مار کر کہنے لگا بلاشبہ ابو عبداللہ سفید بالوں والے تھے۔ آپ کی بیویاں، بیٹیاں اور اہل و عیال لائے گئے تو اس نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ انہیں ایک علیحدہ مکان میں ٹھہرایا اور ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا ان میں سے عبداللہ بن جعفر یا ابن ابی جعفر کے دو بیٹے بھاگ نکلے انہوں نے طے کے ایک شخص کے پاس پناہ لی تو اس نے انہیں قتل کر کے ان کے سر ابن زیاد کے پاس لے گیا ابن زیاد نے اس کی گردن اڑانے کا فیصلہ کیا اور اس کے گھر کے بارے میں حکم دیا کہ اسے گرا دیا جائے۔

حصین کہتے ہیں کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان کے ایک غلام نے بتایا کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو وہ رو کر کہنے لگا اگر ابن زیاد اور ان کے درمیان رشتہ داری ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتا۔ حصین کہتے ہیں آپ کے قتل کے بعد دو تین ماہ تک سورج کے طلوع ہونے سے لے کر بلند ہونے تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں خون سے رنگ دی گئی ہیں۔

ابو مخنف کہتے ہیں مجھے لوذان نے اپنے چچا سے بتایا کہ ان کے باپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے بتایا تو انہوں نے کہا خدا کا واسطہ ہے مت جائیے آپ واپس لوٹ جائیں کیونکہ خدا کی قسم وہاں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو آپ کا دفاع کرے گا یا دشمن کوئی آپ کے ساتھ قتال کرنے سے رکے گا آپ نیزوں اور تلواروں پر چل رہے ہیں۔ یہ لوگ جنہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے ہیں اگر وہ جنگ کر کے تمہارے لیے جگہ درست کر لیں پھر آپ ان کے پاس جائیں تو یہ مناسب ہے لیکن موجودہ حالات میں جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا تمہاری بات اور تمہاری رائے مجھ پر مخفی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کوئی غالب نہیں۔ پھر آپ کوفہ کی طرف چل پڑے خدا کی قسم بہت سے خیر خواہ دھوکہ دیتے ہیں اور ملامت کرنے والے حق والوں پر گمان کرنے والے خیر خواہ کو پاتے ہیں۔

اسی سال یزید کی طرف سے مکہ و مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کروایا۔ اسی سال رمضان کے مہینے میں یزید نے ولید بن عتبہ کو مدینے کی گورنری سے معزول کر کے عمرو بن سعید کو گورنر بنایا۔ واللہ اعلم

آغاز سن ۶۱ ہجری

اس سال کا آغاز اس طرح ہوا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما اپنے ساتھیوں اور اقرباء کے ساتھ مکہ اور عراق کے درمیان علاقے میں کوفہ کی طرف جا رہے تھے۔ صحیح قول کے مطابق جسے واقدی وغیرہ نے اختیار کیا ہے آپ اس سال دس محرم عاشوراء کو قتل کئے گئے۔ بعض کا قول ہے کہ آپ ماہ صفر میں شہید ہوئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے

اہلِ تشیع کی افتراء پردازی اور بہتان طرازی سے قطع نظر کرتے ہوئے ائمہ تاریخ کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

ابو مخنف روایت کرتے ہیں ابو جناب سے بواسطہ عدی بن حرملہ ہے وہ عبداللہ بن سُلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی سے یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب مقام اشراف میں ٹھہرے تو آپ نے نوجوانوں کو سحری کے وقت کہا خوب پانی طلب کرلو پھر آپ وہاں سے چلے حتیٰ کہ چلتے رہے اسی وقت آپ نے ایک آدمی کو تکبیر کہتے ہوئے سنا آپ نے اس سے پوچھا تو نے کیوں تکبیر کہی اس نے کہا میں نے کھجور کا درخت دیکھا ہے قبیلہ اسد کے ان دونوں آدمیوں نے کہا یہاں تو کبھی کسی نے کھجور کا درخت نہیں دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تم کیا سمجھتے ہو انہوں نے کہا ہم دیکھ رہے ہیں کہ گھوڑ سوار آرہے ہیں آپ نے پوچھا کیا کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں ہے جسے پشت کے پیچھے رکھ کر ہم ان لوگوں کا ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں انہوں نے کہا یہ مقام ذو حسم ہے آپ بائیں طرف سے نکل کر وہاں پہنچ گئے خیمے لگانے کا حکم دیا اور لگائے گئے ایک ہزار شہسوار حر بن یزید تمیمی کے ساتھ آئے جو ابن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر کا مقدمۃ الجیش تھے ظہر کے وقت وہ آپ کے مقابلے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی پگڑیاں لگائے ہوئے تھے آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان کو بھی سیراب کریں اور ان کے گھوڑوں کو بھی پانی پلا دیں سو انہوں نے گھوڑوں کو بھی پانی پلا دیا ظہر کے وقت آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا اس نے اذان دی آپ نکلے آپ ایک ازار اور چادر اور جوتے میں تھے آپ نے اپنے ساتھیوں اور دشمنوں سب کو خطاب کرکے اپنے آنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اہل کوفہ نے میری طرف لکھا تھا کہ ان کا کوئی امام نہیں اگر آپ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔ جماعت کا وقت ہوا تو آپ نے حر سے کہا تم بھی اپنے اصحاب کو نماز پڑھاؤ گے اس نے کہا آپ نماز پڑھائیں ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور نماز پڑھا کر آپ اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع ہو گئے اور حر اپنے لشکر کی طرف چلا گیا دونوں فریق تیار تھے عصر کا وقت ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا جس میں اہل بیت کی فرمانبرداری کی ترغیب دی اور اپنے دشمنوں سے قطع تعلق کے بارے میں کہا حر نے آپ سے کہا ہم نہیں جانتے کہ یہ خطوط کیسے ہیں اور ان کے لکھنے والے کون ہیں آپ نے خطوں سے بھری ہوئی دو تھیلیاں نکالیں اس کے سامنے بکھیر دیں اور ان میں سے کچھ خطوط پڑھے حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ ہر صورت میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کریں آپ نے کہا موت اس وقت زیادہ قریب ہے (موت کی ذلت اس سے کم ہے) آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہونے کا حکم دیا وہ سب سوار ہوئے اور عورتیں بھی سوار ہو گئیں جب واپس چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے راستہ روک لیا؟ آپ نے حر سے کہا تیری ماں تجھ پر روئے تو کیا چاہتا ہے حر نے کہا خدا کی قسم اگر تم کے علاوہ عرب میں سے کوئی یہ بات کہتا اور اس کی وہی حالت ہوتی جو تیری ہے تو میں بھی اس سے بدلہ لیتا اور اس کی ماں کا تذکرہ کرتا لیکن تیری ماں کا تذکرہ اچھائی کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے دونوں نے باہم گفتگو اور سوال وجواب کئے حر نے آپ سے کہا مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو ہر صورت میں ابن زیاد کے سامنے پیش کروں اگر تم پسند نہیں کرتے تو کوفہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کر لو اور تم یزید کی طرف لکھو میں ابن زیاد کی طرف لکھوں شاید اللہ کوئی ایسی بات نکال دے جس میں میرے لئے آپ کی آزمائش سے عافیت ہو اس کے بعد آپ عذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں طرف ہو کر چلنے لگے حر بن یزید آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا کہتا جاتا اے حسین میں تمہیں تمہاری جان کے معاملے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے جنگ کی تو میرے خیال میں تم ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو میرے خیال میں تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپ نے کہا کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ میں وہی بات کہتا ہوں جو اخو الاوس نے کہی تھی جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے جا رہا تھا راستے میں

پھر فرزدق سے ملاقات ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، پھر آپ نے اخو الاوس کے یہ شعر پڑھے۔

میں عنقریب چلا جاؤں گا اور موت نوجوان کے لیے عار نہیں ہے جب اس کی نیت حق کی ہو اور وہ مسلمان ہونے کی حالت میں جہاد
کرے اور نیک لوگوں کی اپنی جان سے ہمدردی کرے اور مذموم آدمی ہونے سے تفرق کو چھوڑ دے اور مجرم کی مخالفت
کرے۔ پس میں عنقریب چلا جاؤں گا اور موت نوجوان کے لیے عار نہیں ہے جب اس کی نیت حق کی ہو اور وہ مجرم سے جدا ہو، اگر میں مر گیا تو ملامت
نہیں، اگر زندہ رہا تو ندامت نہیں۔ تیرے ذلیل ہونے سے تجھے موت کافی ہے۔

حر نے جب یہ سنا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔

عذیب الہجانات پہنچے تو کوفہ سے چار سوار آئے وہ الکامل نامی گھوڑے کو جو نافع بن ہلال کے گھوڑے کا نام ہے، ساتھ لیے ہوئے آ رہے تھے، وہ آپ کا قصد کرتے ہوئے آئے اور ان کا رہبر طرماح بن عدی گھوڑے پر سوار تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اے میری اونٹنی میری ڈانٹ سے خوفزدہ نہ ہو اور طلوع فجر سے پہلے چل اور بہترین سواروں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ یہاں
تک کہ تو پہنچ جائے ایسے شخص کے پاس جو کریم الاصل، بزرگ، شرافت والا اور کشادہ سینے والا ہے اللہ بہترین کام کے لیے
لے کر آیا پھر اسے باقی رکھے تا زمانہ باقی رہے گا۔

حر نے ارادہ کیا کہ ان سواروں اور حسین کے درمیان روک ڈالے لیکن آپ نے اسے منع کر دیا جب وہ پہنچے تو آپ نے ان سے پیچھے لوگوں کی خبر دریافت کی تو مجمع بن عبداللہ عامری نے بتایا کہ لوگوں کے سردار آپ کے خلاف ہیں اس لیے کہ انہیں خوب رشوت دے کر ان کی جیبیں بھر دی گئی ہیں۔ ان کی محبت اور خیر خواہی حاصل کی گئی ہے۔ بقیہ لوگوں کے دل تو آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف کھنچی ہوئی ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تمہیں میرے قاصد کے متعلق کوئی علم ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کا قاصد کون ہے؟ آپ نے فرمایا قیس بن مسہر الصیداوی۔ انہوں نے کہا ہاں، حصین بن نمیر نے اسے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا، ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے باپ پر لعنت کرے تو اس نے آپ پر اور آپ کے باپ پر تو درود بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی اور انہیں آپ کی آمد کی اطلاع دی تو ابن زیاد نے اسے محل کے اوپر سے پھینک دیا اور وہ فوت ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کہ ان میں سے کچھ تو فوت ہو گئے ہیں اور کچھ منتظر ہیں، پھر آپ نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے اور قیامت کے دن ہم دونوں کو جنت الفردوس میں جمع فرما دے۔ پھر طرماح بن عدی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا بخدا میں تو دیکھتا ہوں آپ کے ساتھ کیا ہے؟ چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں۔ آپ کے ساتھ میں دیکھ رہا ہوں جن لوگوں کو میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں وہ آپ کے ساتھیوں کے مقابلہ میں ایسے ہوں گے جب کہ کوفہ کا پچھلا علاقہ گھوڑوں اور فوجوں سے بھرا ہوا ہے جو آپ پر حملہ آور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایک بالشت بھی ان کی طرف قدم نہ اٹھائیں اور اگر آپ نے کسی شہر میں اترنے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو بچا لے گا، آپ ہمارے اجا پہاڑ پر چلیے ہم اس کے ذریعے غسان و حمیر کے بادشاہوں اور نعمان بن منذر اور سرخ و سفید سے بچتے رہے ہیں۔ اللہ کی قسم اگر کبھی ہمیں ذلت اور زوال سے دوچار ہونا پڑا ہو تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں یہاں تک کہ آپ کو بستی میں اتار دوں گا پھر آپ قبیلہ طے کے اجا اور سلمیٰ کے قبائل کے جوانوں کی طرف پیغام بھیجیں پھر اس کے مطابق جتنا آپ چاہیں ہمارے ساتھ قیام کریں میں قبیلہ طے کے بیس ہزار آدمیوں کا ضامن ہوں جو آپ کے آگے تلواروں سے لڑائی کریں گے۔

خدا کی قسم! وہ کبھی آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور وہ سب منتظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو جزائے خیر دے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع نہیں فرمایا تو طرماح نے آپ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا اور آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے چل پڑے جب رات ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی لے لیں پھر رات کو چلتے رہے اور سفر کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی پھر آپ سر مبارک جھٹکنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون

اور "الحمد للہ رب العالمین" کہتے ہوئے بیدار ہوئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک شہسوار کو دیکھا ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف چل رہی ہیں پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری ہی جانیں ہیں جن کی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے جب صبح صادق ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور جلدی سے سوار ہو گئے پھر ان کو بائیں طرف لے چلے یہاں تک کہ نینویٰ پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک سوار کمان کندھے پر رکھے ہوئے کوفہ سے آ رہا ہے اور اس نے آ کر حر بن یزید کو سلام کیا ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کیا اور اس نے حر بن یزید کو ابن زیاد کا خط دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ حسین کو بغیر قلعے کے میدان میں اتارو پس حر نے انہیں بغیر قلعے کے عراق میں اتارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے تمام ساتھی اور ان کی فوجیں ان کے پاس پہنچ گئیں۔ اور ۲ محرم ۶۱ھ کو حضرت کا نزول ہوا جب اگلے دن کی صبح ہوئی تو عمر بن سعد بن ابی وقاص آیا۔ چار ہزار فوج کے ساتھ آیا اور ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو فوج کے ساتھ دیلم کی طرف بھیجا تھا اور وہ کوفہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا۔

جب انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آ گیا تو ابن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان سے فارغ ہونے کے بعد دیلم کی طرف چلے جانا، عمر بن سعد نے اس سے اس بات کی معافی چاہی تو ابن زیاد نے اس سے کہا اگر تم چاہتے ہو تو میں تجھے معاف کر دیتا ہوں اور ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دیتا ہوں جن شہروں پر میں نے تجھے عامل مقرر کیا ہے عمر بن سعد نے کہا مجھے اس بارے میں غور و فکر کرنے کا موقع فراہم کر دیجئے۔ اس بارے میں وہ جس شخص سے بھی مشورہ کرتا وہ اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے روکتا حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے اسے کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے بچو ورنہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کر بیٹھو گے اور اپنی قرابت داری کو ختم کر دو گے خدا کی قسم اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے تو یہ بات تجھے زیادہ محبوب ہونی چاہیے بنسبت اس بات کے کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ آپ کے ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین ہوں۔

اپنے بھانجے کے مشورہ کو پسند کرتے ہوئے کہا ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا پھر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو معزول کرنے کی دھمکی دی تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اسی مقام پر آپ سے جنگ کی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے پھر عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجے کہ آپ کوفہ کیوں آئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شہر والوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں اب جبکہ انہوں نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں مکہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو لکھی تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو جواب میں لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے پانی بند کر دو جیسا کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پیشکش کرو کہ وہ امیر المومنین یزید بن معاویہ کی بیعت کریں پھر ہم ان کے بارے میں اپنی رائے دیں گے۔ پس عمر بن سعد کے ساتھیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو پانی سے روک دیا اور ان ناکوں پر پانچ سو سوار مقرر کر دیئے جن کا سالار عمرو بن الحجاج تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے پانی طلب کیا تو کسی نے پیاس کی شدت کی وجہ سے مر گیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں فوجوں کے درمیان آپ سے ملاقات کرے۔

دونوں میں سے ہر ایک تقریباً بیس سواروں کے ساتھ آیا اور دونوں نے طویل گفتگو کی یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ دونوں نے کیا بات کی ہے تاہم بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ ہم دونوں اکٹھے یزید بن معاویہ کے پاس شام چلے جائیں اور ہم دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں عمر بن سعد نے کہا اس صورت میں ابن زیاد میرے گھر کو گرا دے گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیرا گھر تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت بنا دوں گا، عمر بن سعد نے کہا وہ میری جائیداد ضبط کر لے گا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھے حجاز کے مال میں سے اس سے بھی بہتر عطا کروں گا۔

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد نے اس بات کو اور اس پیشکش کو پسند نہیں کیا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے

تین باتوں میں سے ایک بات کا مطالبہ کیا ہے: تو وہ یزید کے پاس پہنچ جاتے ہیں یہ دو باتیں ہوئیں۔ پیچھے جاتے ہیں یا کسی سرحد پر جا کر ترکوں سے جنگ کرتے ہیں۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف خط میں یہ تمام کچھ لکھ بھیجا، جب ابن زیاد نے یہ باتیں پڑھیں تو کہا بہت اچھا میں ان باتوں کو قبول کرتا ہوں۔

لیکن شمر بن ذی الجوشن اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی آپ کے حکم کو قبول نہ کر لیں، پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عمر بن سعد دونوں فوجوں کے درمیان بیٹھ کر رات کا اکثر حصہ باہم گفتگو کرتے رہتے ہیں، ابن زیاد نے اسے کہا تم نے بہت اچھی بات کی ہے۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھے بتایا کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ میں مکہ سے شہید ہونے تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اللہ کی قسم آپ رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جو بات بھی کی ہے میں نے اسے سنا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کے پاس جاتے ہیں۔

اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کسی سرحد کی طرف جاتے ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے دو باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا ہے کہ یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جاتے ہیں اور یا آپ رضی اللہ عنہ کو وسیع زمین میں جانے کے لئے چھوڑ دیں تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگوں کی حکومت ان کے پاس آتی ہے؟ پھر ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی میرے حکم کو قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو، اور اگر عمر بن سعد میرے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے قتل کر دینا اور اس کی جگہ تم ہی لوگوں کا امیر بن جانا اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے میں سستی کرنے پر عمر بن سعد کو بھی ایک دھمکی آمیز خط لکھا ہوا تھا اور اسے حکم دیا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس لے آئے یا ان کے اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرے، پس شمر روانہ ہوا اور عبداللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی ام البنین بنت حزام کے بیٹوں کے لئے امان طلب کی جو حضرت علی کی پشت سے تھے اور وہ بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے، ابن زیاد نے ان کے لئے امان کی تحریر لکھ دی اور عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ وہ تحریر ان کو بھیج دی، جب کرمان نے انہیں یہ امان نامہ دکھایا تو انہوں نے کہا ہم ابن سمیہ کی امان نہیں چاہتے بلکہ ابن سمیہ کی امان سے بہتر امان چاہتے ہیں، اور جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو عمر بن سعد نے کہا اللہ تیرا برا کرے اور جو تو لایا ہے اس کا بھی برا کرے، خدا کی قسم! میں تجھے وہ شخص خیال کرتا ہوں جس نے ابن زیاد کو ان تین باتوں سے برگشتہ کر دیا ہے جن باتوں کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا تھا، میں نے وہ تین باتیں ابن زیاد کو لکھ بھیجی تھیں، شمر نے عمر بن سعد سے کہا مجھے بتاؤ تم کیا کرنے والے ہو؟ کیا آپ ان سے جنگ کریں گے یا پھر ان کے مقابلے کے لئے مجھے میدان میں آنے کا موقع دیں گے؟ عمر بن سعد نے شمر سے کہا اللہ تعالیٰ بھی آپ کو عزت نصیب نہ کرے میں خود ہی اس کام کو سرانجام دوں گا۔

چنانچہ عمر بن سعد نے شمر کو پیدل فوج کا سالار بنا دیا اور اس نے ۹ محرم بروز جمعرات شام کے وقت بڑی تیزی سے ان پر حملہ کیا اور شمر نے کھڑے ہو کر کہا ہمارے بھانجے کہاں ہیں؟ تو حضرت علی کے بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان اس کے پاس آ گئے، اس نے کہا تم امان میں ہو، انہوں نے کہا اگر تم ہمیں اور رسول ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امان دے دو تو بہت اچھا ہے ورنہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر عمر بن سعد نے فوج میں اعلان کیا، اے اللہ کے سوارو سوار ہو جاؤ تمہاری بہادری پر خوشخبری ہو، پس وہ سوار ہو گئے اور نماز عصر کے بعد ان کی طرف آہستہ آہستہ بڑھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے سامنے اپنی تلوار کو گود میں رکھے بیٹھے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی اور آپ کے سر مبارک جھک گیا، آپ کی ہمشیرہ نے شور سنا تو آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا، بیدار ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عنقریب شام کو ہمارے پاس آ جاؤ گے، یہ سن کر آپ کی ہمشیرہ نے اپنے منہ پر تھپڑ مارا اور کہنے لگیں ہائے میری ہلاکت، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میری بہن! آپ کے لئے ہلاکت نہیں، پرسکون ہو جائیے، رحمان آپ پر رحم فرمائے گا اور آپ رضی

اللہ عنہ کے بھائی عباس بن علی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اے میرے بھائی! یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے آئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے عباس بن علی سے فرمایا کہ ان کے پاس جا کر پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں پس آپ بیس سواروں کے ساتھ عباس بن علی ان کے پاس گئے اور پوچھا تمہیں کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم آیا ہے کہ تم اس کا حکم تسلیم کر لو یا ہم تم سے جنگ کریں گے۔ عباس نے کہا تھوڑی دیر تم اپنی جگہ پر ٹھہرو میں جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بتاتا ہوں۔ عباس نے واپس آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خبر دی آپ رضی اللہ عنہ نے ساری گفتگو سنی ہے آج کی شب کی مہلت مانگ لو اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا تم کیا ہی بری قوم ہو جو نبی کی آل اولاد اور اپنے زمانے کے بہترین لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر عباس بن علی حضرت حسین کے پاس سے ان کی طرف واپس گئے اور ان سے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ آج شام کو واپس چلے جاؤ تاکہ وہ آج رات اپنے معاملے میں غور و فکر کر لیں۔ عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ شمر نے کہا تم امیر ہو اور تمہارا قول ہی اصل ہے، عمرو بن الحجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا سبحان اللہ خدا کی قسم اگر دیلم کا کوئی شخص تم سے اس بات کا مطالبہ کرتا تو اس کا قبول کرنا ضروری ہوتا اور قیس بن اشعث نے کہا یہ بات انہوں نے کہی ہے آپ۔ عمر نے پوچھا عباس کا جواب دو اور میری زندگی کی قسم ہم کل صبح کو ان سے ضرور جنگ کریں گے یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور جب عباس بن علی واپس آئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا واپس جاؤ اگر ممکن ہو تو ان کو آج شام تک واپس کر دو تاکہ ہم آج رات اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اور اس سے دعا اور استغفار کر لیں اور اللہ تعالیٰ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اس کی نماز، دعا اور اس کی کتاب کی تلاوت اور استغفار کو پسند کرتا ہوں۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنے گھر والوں کو وصیت کی اور رات کے پہلے حصے میں اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فصیح و بلیغ الفاظ میں اس کے رسول پر درود پڑھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا جو شخص آج رات اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہے میری طرف سے اسے اجازت ہے یقیناً یہ لوگ میری طرف ہی متوجہ ہیں میں ہی مطلوب ہوں۔ مالک بن نضر نے کہا مجھ پر قرض ہے اور میرے اہل و عیال بھی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات کے اندھیرے نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس تم اسے سواری بنا لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑے پھر تم اس رات کی تاریکی میں زمین میں اپنے علاقوں اور شہروں میں چلے جاؤ بے شک یہ لوگ مجھ کو ہی طلب کرتے ہیں اگر وہ دوسروں کی تلاش سے قتل ہو کر مجھے تکلیف دیں گے تم لوگوں کو وہ نہیں چاہتے اس لیے چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کشادگی کر دے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بعد ہماری زندگی کس کام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن نہ دکھائے جسے ہم ناپسند کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی عقیل تمہارے بھائی مسلم کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہارے لئے کافی ہے جاؤ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے تو انہوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے شیخ اور سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے دنیاوی زندگی کی رغبت میں ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ چلایا، اور نہ ان کے ساتھ نیزہ مارا ہے اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی ہے۔

خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جانیں، اپنے اہل و عیال اور اموال آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے یہاں تک کہ آپ کے گھاٹ پر جا پہنچیں گے آپ کے بعد زندگی کا کوئی حسن نہیں ہے۔

مسلم بن عوسجہ اسدی اور سعید بن عبداللہ حنفی نے بھی ایسی ہی بات کہی خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں آپ کی حفاظت میں ایک ہزار مرتبہ قتل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ میرے قتل کے ذریعے آپ اور آپ کے اہل بیت کے نوجوانوں سے مصیبت کو دور کرے گا تو میں اس بات کو پسند کروں گا حالانکہ یہ صرف ایک ہی قتل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی اسی طرح کی گفتگو کی انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہوں گے اور ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں گی اور ہم آپ کو اپنے سینوں، پیشانیوں، اپنے ہاتھوں اور اپنے جسموں سے بچائیں گے اور جب ہم قتل ہو جائیں گے تو اپنے اوپر لازم ہونے والے حق کو پورا کر دیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی عباس نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی موت کا دن نہ دکھائے ہمیں آپ کے بعد زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور عباس کے ساتھیوں نے عباس کی اس بات پر موافقت کی۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب اور ابو الضحاک نے علی بن حسین زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جس رات کی صبح کو میرے والد ماجد شہید ہوئے، میں اس کی شام کو بیٹھا ہوا تھا اور میرے والد اور ان کے ساتھی جب خیمے میں چلے جاتے تو میری پھوپھی حضرت زینب میری تیمارداری کرتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام حوی بھی تھا جو آپ کی تلوار درست کر رہا تھا اور میرے والد نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے زمانے! تجھ پر دوست ہونے پر افسوس ہے تیرے کتنے ہی صبح و شام ہیں اور کتنے ہی ساتھی اور طالب مقتول ہوئے ہیں اور زمانہ بدلے ساتھی کو

قبول نہیں کرتا اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور ہر زندہ اسی راستے پر چلنے والا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو دو تین مرتبہ دہرایا یہاں تک کہ میں نے ان کو یاد کر لیا اور میں آپ کے مقصد کو سمجھ گیا اور آنسوؤں سے میرا گلا گھٹ گیا اور میں نے ان اشعار کو رد کر دیا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میری پھوپھی نے بھی یہ اشعار سنے اور وہ عورت تھیں اور عورتوں میں رقت اور بے قراری ہوتی ہے، وہ کہنے لگیں ہائے افسوس! حضرت حسین شہید ہونے والے ہیں کاش موت آج میری زندگی کو ختم کر دیتی، میری ماں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں، اے پیچھے جانے والوں کے جانشین اور باقی رہنے والوں کے مددگار، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا اے میری بہن! شیطان آپ کے حلم کو ختم نہ کر دے، انہوں نے کہا اے میرے پیارے بھائی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا ہے اور حضرت زینب نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور اپنا گریبان پھاڑ دیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر چہرے پر پانی ڈالا اور فرمایا اے میری بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تسلی حاصل کرو اور اس بات کو جان لو کہ اہل زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے علاوہ ہر چیز فنا اور ہلاک ہونے والی ہے جس ذات نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے وہی ذات ان کو اپنی قدرت اور غلبے سے دوبارہ لوٹائے گی اور دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لائے گی۔

اسی کی ذات عبادت و بندگی کے لائق ہے، وہ اکیلا اور لاشریک ہے اور یکتا ہے اور جان لو کہ میرا باپ مجھ سے بہتر تھا اور میری ماں مجھ سے بہتر تھی اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا اور میرے لیے اور ان کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دی اور فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب نہ کرنا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور میرے پاس واپس لے آئے، پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر لیں اور ایک دوسرے کی رسیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں اور ایک طرف کے علاوہ دشمن کے لیے اپنے پاس آنے کا کوئی راستہ نہ رہنے دیں اور خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار کرتے، دعا کرتے اور گڑگڑاتے ہوئے گزاری اور ان کے دشمن کے محافظوں کے گھوڑ سوار ان کے پیچھے چکر لگاتے رہے جن کا لیڈر عزرہ بن قیس احمسی تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھ رہے تھے ولا يحسبن الذين كفروا انما نملي لهم خير لانفسهم انما نملي لهم ليزدادوا اثما ولهم عذاب مهين، ما كان الله ليذر المؤمنين على ما انتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب آخر آیت تک پڑھ رہے تھے

ان کے سواروں میں سے ایک شخص نے جب اس آیت کریمہ کو سنا تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم! ہم پاک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ سے ممتاز کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس کو پہچان لیا اور میں نے بریر بن حضیر سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا معلوم نہیں، میں نے کہا یہ ابو حرب سبیعی عبداللہ بن شہر ہے اور یہ بہت مذاق کرنے والا، معزز اور بہادر شخص تھا اور سعید بن قیس نے اسے کسی جرم کی وجہ سے ایک بار قید کر دیا تھا، بریر بن حضیر نے اسے کہا اے فاسق! کیا تو پاک لوگوں میں سے ہے؟ اس نے کہا تو کون ہے؟ آپ نے جواب دیا میں بریر ہوں، اس نے کہا یہ بریر بن حضیر ہیں؟ اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ بڑی بات ہے اے بریر! خدا کی قسم تو ہلاک ہو گیا ہے اے بریر تجھے اس سے قتل کا خطرہ ہے۔

میں نے اسے کہا اے ابو حرب! کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کر لے؟ اللہ کی قسم ہم ہی پاکیزہ لوگ ہیں اور تم ہی خبیث ہو

نصیب ہو۔

اس نے کہا بات اسی طرح ہے اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ اس نے کہا تیرا بُرا ہو کیا تجھے معرفت نہ تھی۔ راوی بیان کرتا ہے جو حضرت کی حفاظت کر رہا تھا اس کے امیر عزرہ بن قیس نے اسے آواز دی تو وہ ان سے چلا گیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب عمر بن سعد نے جمعۃ المبارک کے دن اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور بعض کا قول ہے کہ ہفتہ کے دن صبح کی نماز پڑھائی جبکہ محرم الحرام کا دن تھا تو وہ جنگ کے لئے کھڑا ہو گیا اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی جن میں سے ۳۲ آدمی سوار اور ۴۰ آدمی پیدل تھے۔

لڑنے والے [illegible] آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی صف بندی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے میمنہ پر زہیر بن القین اور میسرہ پر حبیب بن المطہر کو امیر مقرر فرمایا اور اپنے بھائی عباس بن علی کو اپنا جھنڈا دے دیا اور خیموں کو گھروں سمیت اپنی پشت پر رکھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان لوگوں نے اپنے خیموں کے پیچھے خندق کھودی اور اس میں ایندھن لکڑیاں وغیرہ پھینک دیں پھر اس میں آگ لگا دی تاکہ پیچھے سے کوئی شخص ان کے خیموں میں نہ آ جائے اور عمر بن سعد نے اپنے میمنہ پر عمرو بن الحجاج الزبیدی اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو امیر مقرر کیا اور شمر ذی الجوشن کا نام شرحبیل بن الاعور بن عمرو بن معاویہ تھا جو بنی الضباب بن کلاب کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور سواروں پر عزرہ بن قیس کو اور پیادوں پر شبث بن ربعی کو امیر مقرر کیا اور اپنے غلام "دُرید" کو جھنڈا دے دیا اور دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نصب کئے ہوئے خیمے میں واپس آ گئے اور اس میں غسل کیا اور نورہ لگایا اور بہت سی کستوری کی خوشبو لگائی اور آپ کے بعد بعض امراء آئے اور انہوں نے بھی آپ کی طرح غسل کیا اور خوشبو لگائی اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس وقت تمہیں کیا ہوا ہے؟ بعض نے کہا اس معاملہ کو چھوڑ دیجئے، خدا کی قسم اس وقت میں [illegible] بے کار ہیں اور یزید بن حصین نے کہا خدا کی قسم میری قوم کے لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں کبھی بیہودگی کو پسند نہیں کیا لیکن خدا کی قسم میں اس بات سے خوش ہوں جس کو ہم ملنے والے ہیں خدا کی قسم ہمارے اور موٹی آنکھوں والی حوروں کے درمیان صرف اتنی ہی حد ہے کہ یہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں اور ہمیں قتل کر دیں۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن اپنے آگے رکھا پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر لوگوں کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اے اللہ تو میرے لئے ہر مصیبت میں قابل اعتماد ہے اور ہر سختی میں میری امید ہے الخ اور آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا علی جو کمزور اور بیمار تھا گھوڑے پر سوار ہوا اس گھوڑے کو لاحق کہا جاتا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے [illegible] تمہیں نصیحت کرنے لگا ہوں، تم میرے قریب ہو کر سنو تو سب لوگ خاموش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! اگر تم میری بات مانو اور مجھ سے انصاف کرو تو تم اس سے بڑے سعادت مند ہو جاؤ گے اور تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہ ہوگی اور اگر تم میری بات قبول نہ کرو تو پھر (فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون، ان ولی اللہ الذی نزل الکتب وھو یتولی الصلحین) الخ جب آپ رضی اللہ عنہ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ بات سنی تو رونے لگیں جب ان کی آوازیں بلند ہوئیں [illegible] آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ یہ بات انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہی تھی کہ آپ عورتوں کو ساتھ نہ لے جائیں اور حکومت کے منتظم ہونے تک انہیں مکہ میں چھوڑ جائیں۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس کو بھیجا تو انہوں نے ان عورتوں کو خاموش کرا دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ [illegible] عظمت نسب اور اپنی قدر و منزلت اور شرف کو بیان کرنے لگے اور فرمانے لگے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو [illegible] تمہارے لئے مناسب ہے؟ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور روئے زمین پر میرے علاوہ کسی نبی کی بیٹی کا کوئی بیٹا نہیں [illegible] اور حضرت جعفر ذوالجناحین میرے چچا ہیں اور حضرت حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا ہیں [illegible] ہے کہ یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ پس اگر تم میری بات کی تصدیق کرو [illegible] ہے خدا کی قسم [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible] جھوٹ بولنے والے کو [illegible]

بن عبداللہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو وہ تمہیں اس بارے میں بتائیں گے کیا یہ بات ہو جو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کیا میرا خون بہانے سے اس وقت تمہیں کوئی امر مانع ہے؟ شمر بن ذی الجوشن نے کہا یہ کنارے پر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں میں نہیں جانتا ہوں۔

حبیب بن مطاہر نے اسے کہا اے شمر! خدا کی قسم تو کناروں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور خدا کی قسم وہ جو بیان کرتے ہیں تجھے بھی معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! مجھے چھوڑ دو۔

میں اپنے محفوظ وطن کی طرف واپس چلا جاؤں۔ پس انہوں نے کہا آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کا فیصلہ قبول کرنے سے کیوں رکتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں ہر متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو بٹھایا اور عقبہ بن سمعان نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کی ٹانگ باندھ دی پھر فرمایا کہ مجھے بتاؤ۔ کیا تم مجھے اپنے کسی مقتول کی وجہ سے تلاش کرتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہے یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے یا کسی کو زخم پہنچانے کی وجہ سے مجھے تلاش کرتے ہو؟

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ آپ سے بات نہیں کرتے تھے اور آپ نے آواز دی اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور گھاس سرسبز ہو چکا ہے آپ ہمارے پاس آئیں بلاشبہ آپ ایک تیار شدہ فوج کے پاس آئیں گے؟

انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم نے خط نہیں لکھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ، خدا کی قسم تم نے خط لکھے ہیں، پھر فرمایا اے لوگو! اگر مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو میں امن کی جگہ چلا جاتا ہوں تو قیس بن اشعث نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے، وہ یقیناً آپ کو تکلیف نہیں دیں گے اور جس بات کو آپ رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں آپ ان سے وہی بات دیکھیں گے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے کیا تو چاہتا ہے کہ بنو ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے خون سے بھی زیادہ مطالبہ کریں؟ خدا کی قسم میں انہیں ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ نہیں دوں گا اور نہ ان کے سامنے غلاموں کی طرح اقرار کروں گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنے لگے اور ان میں سے تقریباً تیس سواروں کی ایک ٹولی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فوج کی طرف مڑ آئی جن میں ابن زیاد کی فوج کے ہراول دستہ کا امیر حر بن یزید بھی شامل تھا اس نے اپنے سلوک کے بارے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے معذرت کی جو سلوک وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر چکا تھا اور کہا اگر مجھے ان کی اس بات کا علم ہوتا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کے پاس جاتا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی معذرت کو قبول کیا پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے آگے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا تم ہلاک ہو جاؤ کیا تم رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کی پیش کردہ تین باتوں میں سے ایک بات بھی قبول نہیں کرتے؟ اور کہا اگر وہ مجھے یہ پیشکش کرتے تو میں قبول کر لیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زہیر بن القین اپنے گھوڑے پر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باہر نکلا اور اس نے کہا اے اہل کوفہ! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا فرض ہے اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں اور ایک دین پر ہیں اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہ چلے ہم ایک امت ہیں اور جب تلوار چلے گی تو عصمت ختم ہو جائے گی اور ہم ایک جماعت ہوں گے اور تم ایک جماعت ہو گے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی کی اولاد کے ذریعے آزمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری کیفیت کو دیکھے ہم تمہیں ان کی مدد کرنے اور ابن زیاد کو چھوڑنے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تم لوگوں نے ان دونوں کے عہد اقتدار میں برائی کے علاوہ کچھ نہیں پایا وہ تمہاری آنکھوں میں سلائی پھیرتے ہیں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہیں تمہیں مثلہ کرتے ہیں اور تمہارے بہترین آدمیوں اور قاریوں جیسے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں اور ہانی بن عروہ جیسے لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے اسے گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کی اور اس کے لیے دعا کی اور کہنے لگے ہم جب تک تمہارے سردار اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں یا انہیں گرفتار کر کے امیر کے پاس لے جائیں، اس نے کہا بلاشبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا سمیہ کے بیٹے سے محبت اور مدد کا زیادہ حقدار ہے۔

اگر تم نے ان کی مدد نہ کی تو میں تمہیں ان کے قتل سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے چچا زاد بھائی یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ وہ جہاں چاہے چلا جائے، میری زندگی کی قسم! یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر ہی تمہاری اطاعت کرنے سے راضی ہو جائے گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے اسے تیر مارا اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے خاموش کرائے خاموش ہو جاؤ تو نے اپنی گفتگو سے ہمیں تنگ کر دیا ہے۔ زہیر نے اسے کہا: اے اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کے بیٹے میں تجھ سے مخاطب ہوا ہوں؟ تو تو ایک جانور ہے۔ خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو کتاب اللہ کی دو آیتیں بھی نہیں پڑھ سکتا، تجھے قیامت کے دن ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب کی بشارت ہو۔ شمر نے اسے کہا: اللہ تجھے اور تیرے سردار کو عنقریب قتل کرنے والا ہے۔ زہیر نے اسے کہا: کیا آپ مجھے موت سے ڈراتے ہیں؟ خدا کی قسم تمہارے ساتھ جنت میں ہمیشگی کی نسبت مجھے موت کی خاطر ان کے ساتھ رہنا زیادہ پسند ہے۔ پھر زہیر لوگوں کے پاس آیا اور بلند آواز سے کہا اے اللہ کے بندو! یہ جاہل اجڈ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں دھوکہ نہ دے، خدا کی قسم ان لوگوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جنہوں نے آپ ﷺ کی اولاد کا خون بہایا اور ان کے مددگاروں اور ان کے حرم کا دفاع کرنے والوں کو قتل کیا ہے۔

اور حر بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے کیا آپ اس شخص سے جنگ کرنے والے ہیں؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ کہ جس کا معمولی حصہ یہ ہے کہ جسموں سے سر ساقط ہو جائیں گے اور ہاتھ گر جائیں گے اور حر بن یزید لوگوں سے الگ ہو گیا وہ ان میں سے تھا اور اس کے ایک ساتھی نے اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے پر ملامت کی تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں اور خدا کی قسم! میں جنت کے علاوہ کسی اور چیز کو اختیار نہیں کروں گا خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملا اور آپ رضی اللہ عنہ سے معذرت کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پھر اس نے کہا اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، کیا تم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پانی پینے سے روک دیا ہے اور جب وہ تمہارے پاس آئے ہیں تو تم انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو۔

تم نے گمان کیا تھا کہ تم ان کی حفاظت میں اپنی جانیں دے دو گے پھر تم نے انہیں قتل کرنے کے لیے ان پر حملہ کر دیا اور تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کے وسیع و عریض علاقوں میں جانے سے روک دیا جن میں کتے اور خنزیر بھی گھومتے ہیں اور تم نے انہیں دریائے فرات کے بہتے ہوئے پانی سے روک دیا جس سے کتے اور خنزیر بھی پانی پیتے ہیں حالانکہ پیاس نے انہیں نڈھال کر دیا ہے، تم نے رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے بارے میں برا سلوک کیا ہے۔

اگر تم توبہ نہ کرو اور باز نہ آؤ تو اللہ تعالیٰ پیاس کے دن تمہیں سیراب نہ کرے، پھر ان کے پیادوں نے اس پر تیروں سے حملہ کر دیا اور حر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عمر بن سعد نے انہیں کہا اگر میں امیر ہوتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کو پسند کرتا لیکن عبیداللہ بن زیاد نے میری بات تسلیم نہیں کی۔

اور اس نے کوفہ کے لوگوں کو مخاطب کیا اور انہیں خوب ڈانٹا اور ملامت کی اور کہا تم تباہ ہو جاؤ تم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی بیویوں اور بیٹیوں کو دریائے فرات کے اس پانی سے روک دیا ہے جس پانی کو یہود و نصاریٰ پیتے ہیں اور اس میں علاقے کے کتے اور خنزیر لوٹتے ہیں اور وہ آپ کے ساتھیوں میں پیاس سے مر رہے ہیں جو اپنی جان کے ظلم و نقصان کے بھی مالک نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن سعد نے آگے بڑھ کر اپنے غلام سے کہا اے درید! اپنے جھنڈے کو قریب کر، اس نے اسے قریب کیا پھر عمر بن سعد نے اپنا تیر کمان میں چڑھایا اور تیر مارا اور کہا گواہ رہو کہ تیر مارنے والا پہلا شخص میں ہوں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ دو آدمی نکلے ایک زیاد کا غلام یسار اور دوسرا عبیداللہ کا غلام سالم، انہوں نے مقابلہ کی دعوت دی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لینے کے بعد عبداللہ بن عمیر الکلبی ان دونوں کے مقابلے میں نکلا اور اس نے پہلے یسار کو قتل کیا پھر سالم کو قتل کر دیا اور سالم نے اس کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں اڑا دیں اور عبداللہ بن عمیر کی بیوی ام وہب لکڑی لے کر اس کے پیچھے نکلی ... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ سے کہنے لگا اے حسین رضی اللہ عنہ آپ کو جنت کی بشارت ہو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کیا ہم دین سے خارج ہو گئے ہیں اور تم اس پر ثابت قدم ہو؟ جب تمہاری روحیں قبض ہو جائیں گی اور تم اپنے اعمال پر مرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون دین سے نکل گیا ہے اور کون آگ میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق ہے اور اس نے ان پر حملہ کیا اور مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے پہلا مقتول تھا۔ پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ چل کر ان کے پاس گئے اور ان کے ساتھ حبیب بن مظہر بھی تھے اور وہ آخری سانس لے رہے تھے۔

حبیب بن مظہر نے اسے کہا: تجھے جنت کی بشارت ہو اور اس نے کمزور آواز میں کہا: اللہ تجھے بھی خیر کی بشارت دے۔ حبیب نے اسے کہا: اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تیرے پیچھے آنے والا ہوں تو میں تیری وصیت کو پسند کرتا۔

مسلم بن عوسجہ نے اسے کہا: میں تجھے اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کی حفاظت میں مرنا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ پر حملہ کر دیا اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں میں سے گھڑ سواروں نے آپ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا اور ان کی زبردست مدافعت کی اور انہوں نے عمر بن سعد سے پیدل تیر اندازوں کا مطالبہ کیا تو اس نے تقریباً پانچ سو تیر اندازوں کو ان کے پاس بھیج دیا اور وہ حضرت حسین کے ساتھیوں کے گھوڑوں پر تیر اندازی کرنے لگے اور انہوں نے سب گھوڑوں کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ وہ سب پیادہ ہو کر باقی رہ گئے اور جب حر بن یزید کے گھوڑے کو زخمی کر دیا گیا تو وہ اس سے نیچے اتر آیا اور شیر کی طرح ہو گیا اور کہنے لگا: اگر تم مجھے زخمی کر دو تو میں شریف زادہ ہوں اور شیر ببر سے بھی زیادہ بہادر ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے ان کے خیموں کو گرانے کا حکم دیا تاکہ وہ ایک ہی جانب سے آ کر ان سے جنگ کریں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کو قتل کرنے لگے پھر اس نے ان کے جلانے کا حکم دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں جلانے دو، جب یہ جل جائیں گے تو وہ ان سے گزرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے اور ایسا ہی ہوا اور شمر بن ذی الجوشن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

اور کہنے لگا: میرے پاس آگ لاؤ تاکہ میں اسے اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں تو عورتیں چیختی ہوئی اس سے باہر نکل گئیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تجھے آگ سے جلائے اور شبث بن ربعی شمر کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں نے تیری بات سے بری بات اور تیرے موقف سے برا موقف نہیں دیکھا، کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے؟

تو شمر نے شرمندہ ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا اور حمید بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ میں نے شمر سے کہا: سبحان اللہ! یہ بات تیرے لیے مناسب نہیں، کیا تو اپنی ذات پر دو باتوں کو جمع کرنا چاہتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی دے اور بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کرے؟ بخدا! تیرا مردوں کو قتل کرنے سے تیرا امیر تجھ سے راضی ہو جائے گا، وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے مجھ سے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں تجھے نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور مجھے خدشہ ہوا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو وہ بادشاہ کے پاس میری برائی کرے گا اور زہیر بن القین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن پر حملہ کیا اور انہوں نے اسے اس کے موقف سے ہٹا دیا اور ابو عزہ الضبابی کو جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا قتل کر دیا اور جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص قتل ہو جاتا تو ان میں خلل واضح ہو جاتا اور جب ابن زیاد کے ساتھیوں میں سے ایک دو آدمی قتل ہو جاتے تو ان کی کثرت کی وجہ سے یہ بات ظاہر نہ ہوتی۔

اور جب ظہر کا وقت ہو گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں حکم دو کہ وہ جنگ سے رک جائیں یہاں تک کہ ہم نماز پڑھ لیں اور اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے کہا: آپ کی یہ بات قبول نہیں ہو گی تو حبیب بن مظہر نے اسے کہا: ہلاکت ہو، کیا تمہاری بات قبول ہو جائے گی اور آل رسول کی بات قبول نہ ہو گی؟ اور حبیب بن مظہر نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ اس نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر وہ قتل ہو گئے تو ان کا سر ایک شخص نے لٹکا لیا اور حبیب قتل ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ جب حبیب بن مظہر قتل ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس سے بڑا صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا: میں اپنی جان اور اپنے حامی ساتھیوں کا ثواب اللہ سے چاہتا ہوں۔

پھر اس حبیب پر بنو تمیم کے ایک شخص نے حملہ کیا اور اسے نیزہ مارا اور وہ گر پڑا پھر وہ اٹھنے لگا تو حصین بن نمیر نے اس کے سر پر تلوار ماری تو وہ گر پڑا اور تمیمی نے اس کے پاس آ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا تو حبیب کے بیٹے نے اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا اور تمیمی سے کہا کہ مجھے میرے باپ کا سر دے دو تاکہ میں اسے دفن کر دوں پھر وہ رو پڑا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ بچہ جوان ہونے تک ٹھہرا رہا اور اس کی یہی خواہش تھی کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کرے جب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو وہ بچہ مصعب کی فوج میں شامل ہو گیا اس نے دیکھا کہ اس کے باپ کا قاتل اس کے خیمے میں ہے وہ اس کے پاس گیا تو وہ قیلولہ کر رہا تھا اس نے اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حبیب بن مطہر قتل ہو گیا تو اس بات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کمزور کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا میں نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے اس موقع پر حر بن یزید اشعار پڑھنے لگا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قتل نہ ہوں آپ رضی اللہ عنہ قتل نہ ہوں گے اور آج کے دن سامنے آ کر مصیبت ڈالوں گا اور میں تلوار کے ساتھ انہیں کاٹنے والی ضرب لگاؤں گا کیونکہ تم ان سے فرار کرنے والے نہیں ہو پیادہ اور ماندہ نہیں ہو پھر اس نے اور زہیر بن القین نے شدید جنگ کی اور جب ان دونوں میں سے کوئی حملہ کرتا تو دوسرا اس کے پیچھے پڑ جاتا یہاں تک کہ کچھ وقت میں ایسی ہی جنگ ہوتی تو ان دونوں نے بخوبی جنگ کی پھر پیادوں نے حر بن یزید پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور ابو ثمامہ الصائدی نے اپنے چچا زاد کو قتل کیا جو اس کا دشمن تھا اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو ظہر کے وقت نماز خوف پڑھائی پھر آپس میں وہ بعد انتہائی سخت جنگ کی آپ کے قریبی ساتھیوں نے آپ کا خوب دفاع کیا اور زہیر بن القین آپ کے سامنے بڑی جرات مندی سے لڑتا رہا۔ اس نے آپ کی قسم کھائی کہ بعض لوگوں کو تیر مارے جن سے وہ آپ کے سامنے گر پڑے یہ منظر دیکھ کر زہیر نے رجز پڑھتے ہوئے کہا:

میں زہیر ہوں ابن القین کا بیٹا ہوں میں تمہیں تلوار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے دور کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگا آگے بڑھیے اور ہادی و مہدی بن کر زندگی گزاریئے آج آپ اپنے نانا حضور اکرم ﷺ اور حسن رضی اللہ عنہ اور والد علی مرتضیٰ اور جوانمرد ذوالجناحین جعفر طیار اور اللہ تعالیٰ کے شیر زندہ شہید سے جا ملیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے نافع بن ہلال البجلی بھی تھا؟ جس نے اپنے تیروں پر اپنا نام کندہ کر رکھا تھا اور انہیں زہر آلود کر کے پھینکتا رہا

اور کہتا تھا میں جملی ہوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں اس نے زخمیوں کو چھوڑ کر عمر بن سعد کے ۱۲ ساتھیوں کو قتل کیا پھر اسے تلوار ماری گئی یہاں تک کہ اس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے انہوں نے اس کو قید کر لیا اور اسے عمر بن سعد کے پاس لے گئے تو اس نے اسے کہا تجھ پر افسوس اے نافع تجھے اپنے ساتھ یہ سب کچھ کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا میرا رب جانتا ہے کہ میری مراد کیا ہے حالانکہ اس کی داڑھی اور جسم پر خون بہہ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا خدا کی قسم میں نے تمہارے لوگوں کو زخمی کیا ہے اور میں نے تمہاری فوج کے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے اور میں اپنے آپ کو جدوجہد پر ملامت نہیں کرتا اور اگر میرا بازو باقی ہوتا تو تم مجھے قید نہ کر سکتے۔ شمر نے عمر سے کہا اسے قتل کر دے اس نے جواب میں کہا کہ اسے تو خود لے آیا ہے اگر چاہتا ہے تو اسے قتل کر دے شمر اٹھا اور اپنی تلوار نکالی تو نافع نے اسے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو ہمارا خون اپنی گردن پر لے کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا تجھے گراں گزرتا پس اللہ کا شکر ہے جس نے ہماری موت بدترین مخلوق کے ہاتھوں مقدر کی ہے اس کے بعد شمر نے نافع کو قتل کر دیا پھر شمر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کی اور ان کے ساتھ سخت جنگ کی قریب تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جاتے۔ پس جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ان پر حملہ کر دیا گیا ہے اور ان کے اندر اپنی جانوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی طاقت نہیں ہے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے قتل ہونے کو پسند کیا اور عزرہ غفاری کے بیٹے عبدالرحمن اور عبداللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ پر سلامتی ہو دشمن نے ہمیں گھیر لیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے پہلے قتل ہو جائیں آپ نے فرمایا دونوں کو خوش آمدید ہو میرے قریب آ جاؤ پس وہ دونوں قریب ہو گئے اور آپ کے قریب جنگ کرنے لگے

اور سفید ہو گئے۔

نماز کے بعد دوبارہ شدید خوفناک جنگ ہوئی، جب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم ہر طرح باقی نہ رہنے والے ہیں تو وہ حضرت حسین کو قتل کر دیں گے لہٰذا لوگوں نے خیال کیا اور شروع ہو گئی اور جنگ زور پکڑ گئی۔ جب ساتھیوں نے یہ دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے دو دو آدمی آپ کے پاس آ کر آپ کے سامنے جنگ کرنے لگے۔ آپ ان کے لیے دعا کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو متقیوں کی بہترین جزا دے۔ وہ دونوں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سلام کہتے اور جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے پھر عابس بن ابی شبیب نے آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا، اے ابو عبداللہ! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی قریب و دور کا شخص مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور پیارا نہیں اور اگر میں اپنی جان اور خون سے بڑھ کر کسی چیز کے ذریعے آپ سے ظلم اور قتل سے بچانے کی استطاعت رکھتا تو میں ایسا ضرور کرتا۔ اے ابو عبداللہ! آپ پر سلام ہو میرے لیے گواہ رہیے کہ میں آپ کے دین پر قائم ہوں۔ پھر انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور چل پڑا، اس کے ماتھے پر زخم کا نشان تھا اور وہ بڑا دلیر اور بہادر تھا۔ اس نے پکارا کیا کوئی اکیلا شخص اکیلے شخص کے مقابلے میں آئے اور میرے مقابلے کے لیے نکلے تو انہوں نے اسے پہچان لیا اور پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے کہا کہ اسے پتھر مارو۔ چنانچہ اسے ہر طرف سے پتھر مارے گئے۔ اس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنی زرہ اور خود اتار پھینکی اور لوگوں پر حملہ کر دیا۔ خدا کی قسم! میں نے اسے دیکھا کہ وہ دو سو سے زیادہ آدمیوں کو دھکیل رہا تھا۔ پھر انہوں نے اس پر ہر طرف سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا رحمہ اللہ تعالیٰ۔

میں نے اس کے سر کو کئی لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا۔ ہر ایک اس کے قتل کا مدعی تھا۔ پھر وہ اسے عمر بن سعد کے پاس لے کر آئے تو اس نے کہا، تم اس کے بارے میں مت جھگڑو یقیناً کسی ایک آدمی نے اسے قتل نہیں کیا۔ اس نے یہ بات کہہ کر ان کے درمیان فیصلہ کر دیا۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ کے دفاع میں جنگ لڑی یہاں تک کہ ختم ہو گئے۔ اور سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی کے علاوہ کوئی بھی شخص آپ کے ساتھ باقی نہ رہا اور بنو ابی طالب میں سے جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اہل تھے ان میں سب سے پہلے قتل ہونے والے شخص علی اکبر بن حسین رضی اللہ عنہ تھے، ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور انہیں مرہ بن منقذ بن النعمان العبدی نے نیزہ مار کر قتل کیا اس لیے کہ آپ پے در پے حملہ کر رہے تھے جبکہ وہ آپ کے والد کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ علی بن حسین نے کہا میں علی بن حسین بن علی ہوں، بیت اللہ کی قسم ہم حضور ﷺ سے زیادہ قرابت کا تعلق رکھتے ہیں، اللہ کی قسم نسب کا پتہ نہ رکھنے والے کا بیٹا ہمارے بارے میں حکومت نہیں کر سکتا۔ تو مرہ بن منقذ نے کہا کہ تم مجھے کیا خیال کرتے ہو؟ میں جو کچھ نہ کروں۔ انہوں نے ایک نیزہ مارا تو نوجوانوں نے ان کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں کے ذریعے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کی بے حرمتی میں کس قدر جری ہیں۔

تیرے بعد دنیا پر ہلاکت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آفتاب کی مانند ایک خوبصورت عورت نکلی جو چلا رہی تھی اے میرے بھائی اور بھتیجے، میں نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت زینب بنت علی ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں، پھر وہ ان پر جھک گئیں جبکہ وہ مقتول پڑے تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو ہاتھ سے پکڑ کے خیمے میں داخل کر دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو آپ کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا گیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر کے دونوں بیٹوں عون اور محمد کو قتل کیا گیا اور پھر قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب قتل ہو گئے۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ فضیل بن خدیج کندی نے مجھ سے بیان کیا کہ یزید بن زیاد جو کہ بنی بہدلہ میں سے ابو الشعثاء الکندی تھا اور جو تیر انداز تھا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ایک سو تیر چلائے جن میں سے پانچ بھی زمین پر نہ گرے۔ جب وہ تیر اندازی سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میرے ہاتھوں پانچ آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ میں یزید ہوں اور میرا باپ مہاجر ہے۔ میں بیشہ کے شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔ اے اللہ! میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مددگار ہوں اور ابن سعد سے نفرت اور قطع تعلق کرنے والا ہوں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دیر تک ٹھہرے رہے۔ جو بھی آپ کے پاس آتا چھوڑ کر چلا جاتا تھا اور وہ آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ناپسند کرتا یہاں تک کہ کندہ کا مالک بن نسیر نامی ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سر پر تلوار ماری اور آپ

رہے تھے تو کندہ کے ایک آدمی نے آپ پر حملہ کر کے آپ کے سر پر تلوار ماری جس نے آپ کی ٹوپی کاٹ دی اور آپ کا سر زخمی ہو گیا اور آپ کی ٹوپی خون آلود ہو گئی، آپ نے وہ ٹوپی پھینک دی اور دوسری ٹوپی طلب کر کے پہن لی۔

ابو مخنف کہتے ہیں کہ سلیمان بن ابی راشد نے حمید کے حوالے سے مجھے بتایا ہے کہ ہماری طرف ایک جوان آیا جس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا اور ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ قمیص اور تہبند پہنے ہوئے تھا اور جوتے پہنے ہوئے تھا جن میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا، مجھے یاد ہے وہ بایاں تسمہ تھا، عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم میں ضرور اس پر حملہ کروں گا، میں نے کہا سبحان اللہ! تجھے اس سے کیا سروکار ہے، تیرے لیے ان کا گھیرا کافی ہے جو تو دیکھ رہا ہے کہ انہوں نے حضرت کو گھیر رکھا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم میں ضرور اس پر حملہ کروں گا۔ چنانچہ عمرو بن سعد نے اس پر حملہ کیا اور اس کو تلوار ماری تو وہ منہ کے بل گر پڑا اور چچا جان کہہ کر پکارا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد پر کسی بپھرے شیر کی طرح حملہ کر دیا اور تلوار مار کر اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا، اس نے چیخ ماری، پھر آپ اس سے پیچھے ہٹ گئے، اور کوفہ کے سوار عمرو کو حضرت حسین سے چھڑانے کے لیے حملہ آور ہوئے، تو گھوڑوں نے اپنے سینوں سے عمرو کا استقبال کیا اور اسے گھوڑوں نے سموں تلے روند ڈالا اور وہ مر گیا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا، پھر جب غبار چھٹ گیا تو اچانک دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نوجوان کے سر پر کھڑے ہیں اور وہ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ آپ فرما رہے تھے: ان لوگوں کا ناس ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا اور قیامت کے دن تیرے نانا تیرے قتل کے بارے میں ان کے دشمن ہوں گے۔ پھر فرمایا: تیرے چچا پر یہ بات بڑی شاق ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا تجھے جواب تو دے لیکن تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے، خدا کی قسم اس کے دشمن زیادہ ہیں اور مددگار کم ہیں۔ پھر آپ نے اسے اٹھایا، گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کی ٹانگیں زمین پر گھسٹ رہی تھیں اور آپ نے اس کے سینے کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا، پھر اسے اپنے بیٹے علی اکبر اور اہل بیت کے مقتولین کے ساتھ رکھ دیا، میں نے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے۔

ہانی بن ثبیت حضرمی سے منقول ہے کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کھڑا تھا اور میں دس آدمیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا کہ آل حسین میں سے ایک نوجوان خیمے کا ستون ہاتھ میں لیے باہر نکلا، اس نے قمیص اور تہبند باندھا ہوا تھا، وہ خوف زدہ تھا اور ادھر ادھر مڑ کر دیکھ رہا تھا، گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ جب وہ مڑ کر ادھر ادھر دیکھتا تو میں اس کے دونوں کانوں کے درمیان موتیوں کو حرکت کرتے دیکھتا، پھر ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا، جب وہ اس نوجوان کے پاس پہنچا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نوجوان کو پکڑ کر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہشام کلبی نے کہا: ہانی ہی نے اس نوجوان کو قتل کیا تھا اور بات کو چھپانے کے لیے دوسرے آدمی کا ذکر کیا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھک کر چور ہو گئے اور آپ اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے، آپ کی اولاد میں سے آپ کے پاس ایک چھوٹا بچہ لایا گیا جسے عبداللہ کہا جاتا تھا، آپ نے اسے گود میں بٹھایا اور چوما اور سونگھا اور اپنے اہل خانہ کو وصیت کرنے لگے کہ بنی اسد کے ایک شخص نے جسے ابن موقد النار کہا جاتا ہے، اسے تیر مار کر ذبح کر دیا، آپ نے اس کے خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک کر کہا: اے اللہ! اگر تو نے آسمان سے ہماری مدد روک لی ہے تو اسے اس سے بہتر کے لیے کر دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ ہشام نے بیان کیا ہے کہ عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسین کو تیر مار کر شہید کر دیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے، حضرت حسین کے بھائی عبداللہ، عباس، عثمان، جعفر اور محمد قتل ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیاس شدت سے لگی اور آپ نے کوشش کی کہ دریائے فرات کے پانی تک پہنچ کر اسے پی لیں، لیکن آپ ایسا نہ کر سکے، اس وقت تک پانی پر انہوں نے آپ کو اس سے روک دیا، چنانچہ آپ فرات کے اس پانی کی طرف گئے جو پینے کے قابل تھا تو ایک شخص نے جسے حصین بن تمیم کہا جاتا تھا آپ کو تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے منہ سے کھینچا تو خون بہہ پڑا تو آپ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا، پھر خون سے بھرے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: اے اللہ! انہیں گن گن کر ختم کر دے اور انہیں منتشر کر کے قتل کر اور زمین پر ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ آپ نے ان کے خلاف بددعا کی، ایک شخص روایت بیان کرتا ہے جو اس وقت موجود تھا، پھر وہ تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیاس کو اس پر غالب کر دیا اور مسلط کر دیا اور اس کا پیٹ پانی سے بھرتا

کہتا تھا مجھے پانی پلاؤ، پیاس کو ختم کرنے والا پانی پلاؤ تو اسے پانی کا مٹکا دیا جاتا تو وہ اسے پی جاتا اور پھر کہتا کہ مجھے پانی پلاؤ، پیاس نے مجھے مار ڈالا ہے، یہاں تک کہ اس کا پیٹ اونٹ کی طرح پھٹ گیا اور پیاس نے اسے مار دیا۔

حالات بیان کرنے والا بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم! میں وہاں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ شاید وقت کے پیچھے کی طرف سے پھر شمر بن ذی الجوشن کوفہ کے دس پیادوں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ کی طرف آیا جس میں آپ کا مال و سامان اور اہل و عیال تھے وہ ان کی طرف چلا تو وہ آپ کے اور آپ کی قیام گاہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا تم پر افسوس اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تم آخرت کے دن سے نہیں ڈرتے تو اپنی دنیا میں ہی تم شریف اور خاندانی شرافت والے بنو اور میرے گھر والوں کو اپنے سرکش ضدی اور جاہل لوگوں سے بچاؤ۔ ابن ذی الجوشن نے کہا اے ابن فاطمہ! آپ کو یہ حق حاصل ہے راوی بیان کرتا ہے پھر انہوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور شمر انہیں آپ کے قتل کرنے پر ابھارنے لگا۔ ابو الجنوب نے اسے کہا تجھے ان کے قتل کرنے سے کون سی بات روکتی ہے؟ شمر نے اسے کہا تم مجھ سے یہ بات کہتے ہو۔

ابو الجنوب نے کہا تم مجھے یہ بات کہتے ہو اور دونوں نے ایک دوسرے کو گالی گلوچ کی تو ابو الجنوب نے جو بہادر دلیر شخص تھا اسے کہا خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس نیزے کو تیری آنکھ کے درمیان گھونپ دوں تو شمر اسے چھوڑ کر واپس چلا گیا پھر شمر پیادوں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا آپ کے خیمے کے پاس گھیراؤ کر لیا اور کوئی شخص باقی نہ رہا جو آپ کے درمیان حائل ہونے کے لئے باقی ہو، پس خیموں میں سے چاند کی طرح ایک نوجوان نکلا جس کے دونوں کانوں میں موتی تھے حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا اسے واپس لانے کے لئے باہر نکلیں تو اس نے ان کی بات نہ مانی اور وہ اپنے چچا کا دفاع کرنے گیا تو ان میں سے ایک نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے کہا ہائے اماں! تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اے میرے بھتیجے! اللہ کے پاس ثواب کی امید رکھ وہ تجھے تیرے نیک باپوں سے جا کر ملائے گا پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ ان پر دائیں بائیں حملے کرتے تھے اور وہ آپ سے یوں بھاگ رہے تھے جیسے بکریاں شیر سے بھاگتی ہیں اور آپ کی بہن حضرت زینب بنت فاطمہ آپ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کاش آسمان زمین پر گر پڑے اور عمر بن سعد کے پاس آ کر کہنے لگیں اے عمر! کیا تو پسند کرتا ہے کہ ابو عبداللہ تیرے سامنے قتل ہوں؟ پھر آنسو اس کی داڑھی پر بہہ پڑے اور اس نے اپنا چہرہ پھیر لیا اور کوئی شخص آپ کے قتل پر جرأت نہ کرتا تھا کہ شمر بن ذی الجوشن نے کہا تم پر افسوس اس شخص کے بارے میں تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو تمہاری مائیں تمہیں گم کر دیں اسے قتل کر دو۔ پھر ہر طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری اور آپ کے کندھے پر ضرب لگائی پھر وہ آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے اور آپ بڑی مشقت اور تکلیف کے ساتھ اٹھتے اور گر پڑتے تھے پھر سنان بن ابی انس نخعی نے آپ کے پاس آ کر آپ کو نیزہ مارا تو آپ گر پڑے اور اس نے گھوڑے سے اتر کر آپ کو قتل کر دیا اور آپ کا سر کاٹ لیا پھر اس نے خولی بن یزید کو آپ کا سر دے دیا اور ایک قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو قتل کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مذحج کے ایک شخص نے آپ کو قتل کیا ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص نے آپ کو قتل کیا ہے مگر یہ کوئی بات نہیں ہے بلکہ اس نے آپ کی طرف لشکر کا سردار تھا جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا جب انہوں نے آپ کے پاس جو اصحاب تھے (جمع ہو گئے) آپ اپنے دائیں بائیں کے لوگوں پر حملہ کر رہے تھے اور وہ آپ سے خوف زدہ ہو گئے خدا کی قسم! میں نے کسی مغلوب شخص کو جس کے بیٹے اور مددگار قتل ہو گئے ہوں آپ سے بڑھ کر مضبوط دل اور دلیر نہیں دیکھا خدا کی قسم! میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن سعد حضرت حسین کے قریب ہوا تو حضرت زینب نے اسے کہا اے عمر! کیا ابو عبداللہ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے تو وہ رو پڑا اور اس نے آپ سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ الصعقب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے مجھے بیان کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جبہ پہنے ہوئے تھے اور کہنے لگے کیا تم میرے قتل کو پسند کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میرے قتل کے بعد تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل نہیں کرو گے جس کے قتل سے اللہ تم پر زیادہ ناراض ہو خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذلت سے مجھے عزت دے

سے کہا بخدا تم سے میرا اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں احساس بھی نہ ہوگا اور خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جنگ اور خون بہا دے گا، پھر تم سے اس بات سے راضی نہ ہوگا حتیٰ کہ تم کو دوہرا عذاب دے گا راوی بیان کرتا ہے کہ آپ دن کا بڑا حصہ ٹھہرے رہے اور لوگ سب آپ کو قتل کر سکتے تھے کہ کبھی ہوتے آپ کے قتل سے انہیں کوئی روک رہا تھا حتیٰ کہ شمر بن ذی الجوشن نے آواز دی کہ تم ان کے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو پس زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی طرف بڑھ کر آپ کے کندھے پر تلوار ماری پھر سنان بن انس بن عمرو نخعی نے آپ کو نیزہ مارا پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا اور اسے خولی کے سپرد کر دیا اور ابن عساکر نے شمر بن ذی الجوشن کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ذی الجوشن ایک جلیل القدر صحابی ہے جس کا نام شرحبیل یوں بیان کیا گیا ہے اور بعض نے عثمان بن نوفل بیان کیا ہے اور اوس بن الاعور العامری الضبابی بھی بیان کیا جاتا ہے یہ بنو کلاب کا ایک شخص ہے۔

اور شمر کی کنیت ابو السابغہ ہے پھر عمرو بن شبہ کی سند سے روایت کی گئی ہے کہ ابو احمد نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا فضیل بن زبیر نے عبدالرحیم بن میمون سے محمد بن عمرو بن حسن کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ ہم کربلا کے دریا پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کی طرف دیکھ کر فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گویا میں ایک سفید چتکبرے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے اور شمر (خدا اس کا بھلا نہ کرے) برص کا مریض تھا اور سنان بن انس نخعی وغیرہ نے آپ کا سر تن سے جدا کیا اور لوگوں نے آپ کے اموال اور چیزیں لوٹ لیں حتیٰ کہ آپ کے خیمے میں جو کچھ تھا حتیٰ کہ عورتوں کے پہننے کے کپڑے بھی تقسیم کر لئے اور جعفر نے جعفر بن محمد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب قتل ہوئے تو انہوں نے آپ کے جسم پر نیزوں کے ۳۳ اور تلواروں کی ۳۴ ضربیں (نشانات) دیکھیں اور شمر بن ذی الجوشن نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اصغر زین العابدین کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا جو بچے تھے اور مریض تھے حتیٰ کہ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص حمید بن مسلم نے اس کو اس ارادے سے روک دیا اور عمر بن سعد نے آ کر کہا کہ ان عورتوں کے پاس کوئی شخص نہ جائے اور نہ کوئی اس بچے کو قتل کرے اور جس کسی نے ان کے سامان میں سے کوئی چیز لی ہو وہ اسے واپس کر دے۔

راوی بیان کرتا ہے خدا کی قسم! کسی نے بھی واپس نہ کیا تو علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تجھے اچھی جزا ملے تو بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ نے تیری بات کی وجہ سے مجھ سے شر کو دور کر دیا ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ سنان بن انس عمر بن سعد کے خیمے کے دروازے پر آیا اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

میری سواری کو چاندی اور سونے سے لاد دو میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین شخص تھا اور جب وہ نسب بیان کرتے تو ان سے بہتر تھا عمر بن سعد نے کہا اسے میرے پاس لاؤ اور جب وہ اندر آیا تو اس نے اسے کوڑا مارا اور کہا تو ہلاک ہو جائے تو پاگل ہے خدا کی قسم اگر ابن زیاد تجھے یہ کہتے ہوئے سنتا تو وہ تجھے قتل کر دیتا اور عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان پر اس وقت احسان کیا جب اس نے اسے بتایا کہ وہ غلام ہے اور اس کے سوا ان میں سے کوئی نہیں بچا اور مرقع بن ثمامہ کو قید کیا گیا تو ابن زیاد نے اس پر احسان کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ۷۲ آدمی قتل ہو گئے اور اہل غاضریہ کے ان لوگوں نے جو بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے انہیں قتل کے ایک دن بعد دفن کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے پھر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھوڑوں سے تار تار کیا جائے اور یہ بات درست نہیں ہے واللہ اعلم۔ اور عمر بن سعد کے ساتھیوں میں سے ۸۸ آدمی قتل ہوئے اور محمد بن حنفیہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۷ آدمی قتل ہوئے جو سب کے سب اولاد فاطمہ سے تھے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۶ آدمی قتل ہوئے جو سب کے سب اہل بیت میں سے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر ان کا کوئی مثیل نہ تھا اور دوسرے راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بیٹوں، بھائیوں اور اہل بیت میں سے ۲۳ آدمی قتل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر قتل ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر اور عبداللہ قتل ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون اور محمد قتل ہوئے اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن قتل ہوئے اور حضرت مسلم اس سے پہلے قتل ہو گئے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے

تب یہ چوروں آپ کی پشت تھے اور وہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل تھے پس حضرت عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے جو قتل ہو گئے اور انہی کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

اے عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلب کے نو افراد اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد کے چھ آدمیوں کا ماتم کر (جیسے کہ بیان ہوا) جو قتل ہو گئے اور آپ ﷺ کا ہم نام ان میں چھوڑ دیا گیا وہ صیقل شدہ تلوار کے ساتھ ان پر غالب آ گئے ہیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں قتل ہونے والے عبداللہ بن بقطر آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ وہ اس سے قبل قتل ہو گئے تھے جب آپ نے ان کے ہاتھ اہل کوفہ کی طرف خط بھیجا تو انہیں ابن زیاد کے پاس لایا گیا اس نے انہیں قتل کروا دیا اور عمر بن سعد کے ساتھیوں میں سے زخمیوں کو چھوڑ کر اٹھاسی آدمی قتل ہوئے اور عمر بن سعد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ عمر بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے اپنے گھوڑوں کے سموں سے (پاؤں سے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روند دیا حتیٰ کہ جنگ کے بعد انہیں زمین کے ساتھ چپکا دیا اور اس نے حکم دیا کہ آپ کا سر خولی بن یزید اصبحی کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس لے جایا جائے اور جب وہ محل تک پہنچا تو اس نے اسے بند پایا۔ پھر وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اسے کپڑے دھونے والے ٹب کے نیچے رکھ دیا اور اپنی بیوی نوار بنت مالک سے کہنے لگا میں تمہارے پاس زمانے کا معزز لایا ہوں اس نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر۔ وہ کہنے لگی کہ لوگ سونا اور چاندی لاتے ہیں اور تو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کا سر لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم میں اور تو بستر میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے پھر وہ بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اپنی دوسری بیوی کو جو بنی اسد سے تھی بلایا اور وہ اس کے پاس چلی گئی اور دوسری اسدی بیوی نے کہا خدا کی قسم میں شب بھر سے مسلسل آسمان کی طرف بلند ہوتے اور سفید پرندے کو اس کے اردگرد پھڑپھڑاتے دیکھ رہی ہوں اور جب صبح ہوئی تو وہ اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اسے اس کے سامنے رکھ دیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے پاس آپ کے بھتیجوں میں سے کسی کا بھی سر نہ تھا اور یہی مشہور قول ہے جو کچھ بھی ہو یہ سب سر تھے۔ اس نے کہا جو شخص بھی قتل ہوا انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے ابن زیاد کے پاس لے گئے پھر ابن زیاد نے انہیں یزید بن معاویہ کے پاس شام بھجوا دیا۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن محمد نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ اسے طشت (تھال) میں رکھ کر چھڑی سے ٹھکورنے لگا اور آپ کے حسن کے بارے میں بھی اس نے کوئی بات کی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔

اور بخاری نے اسے مناقب میں محمد بن حسین بن ابراہیم ابن اشکاب سے انہوں نے حسین بن محمد سے انہوں نے جریر بن حازم سے انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے اور ترمذی نے حضرت حفصہ بنت سیرین کی حدیث سے انس کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسے حسن صحیح بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ آپ کی ناک پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا میں نے ان کی طرح خوبصورت شخص نہیں دیکھا اور بزار نے بیان کیا ہے کہ مفرج بن شجاع بن عبیداللہ موصلی نے ہم سے بیان کیا کہ غسان بن الربیع نے ہم سے بیان کیا کہ یوسف بن عبدہ نے ثابت اور حمید سے حضرت انس کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ آپ کے دانتوں پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا میرا خیال ہے کہ اس نے انہیں خوبصورت کہا تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تجھے ضرور برا لگے گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ جگہ چومتے دیکھا ہے جہاں تیری چھڑی لگی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ دل سے گھبرا گیا اور اس طریق سے اس روایت میں اکیلے ہیں اور میں نے بیان کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے یونس بن عبیدہ کے علاوہ کسی نے حمید سے روایت کیا ہو اور وہ بصرہ میں ایک مشہور شخص ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں اور ابو یعلیٰ نے اسے ابراہیم بن حجاج سے انہوں نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے علی بن زید سے انہوں نے انس سے روایت کیا ہے اور اسے بیان کیا ہے اور قرہ بن خالد نے حسن کے حوالے سے حضرت انس سے روایت کیا ہے اسے بیان کیا ہے اور ابو مخنف نے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے گھر والوں کے پاس بھیجا تاکہ میں انہیں فتح اور ان کی خیریت و عافیت کی خوشخبری دوں اور میں نے ابن زیاد کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا تھا اور جو لوگ اس کے پاس آئے ان میں ایک وفد اس کے پاس گیا تو میں بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا

دیکھا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے پڑا ہے اور وہ چھڑی سے آپ کے دانتوں پر چھڑی مار رہا تو حضرت زید بن ارقم نے کہا کہ ان دانتوں سے اس چھڑی کو ہٹاؤ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہونٹوں کو ان دانتوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے پھر شیخ بہت روئے اور ابن زیاد نے ان سے کہا اللہ آپ کی آنکھوں کو رلائے اگر آپ خراب عقل والے بوڑھے شخص نہ ہوتے تو میں آپ کو قتل کر دیتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اٹھ کر باہر چلے گئے اور جب وہ باہر چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم! حضرت زید بن ارقم نے وہ بات کہی ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لیتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزرے کہ ایک غلام غلاموں کا بادشاہ بن گیا اور اس نے انہیں اپنا اہل بنا لیا ہے جس پر قبضہ کر لیا گیا ہے اے عرب کی جماعت! آج کے بعد تم غلام ہو گے تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنا لیا ہے وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کرے گا اور تمہارے شریروں اور شرپسندوں کو غلام بنائے گا ذلت سے راضی ہونے والے کے لئے ہلاکت ہو۔ اسے ابوداؤد کے طریق سے انس کی اسناد سے حضرت زید بن ارقم کے حوالے سے اس طرح روایت کیا گیا ہے اور طبرانی نے اسے ثابت کے طریق سے زید کے حوالے سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ واصل بن عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا کہا ابو معاویہ نے اعمش سے عمارہ بن عمیر کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو انہیں کوفہ کی مسجد میں رکھ دیا گیا میں ان کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا ہے وہ آ گیا ہے پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ سروں کے درمیان سے آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا اور کچھ دیر ٹھہرا پھر باہر نکل گیا اور غائب ہو گیا پھر انہوں نے کہا کہ وہ آ گیا ہے وہ آ گیا ہے اس نے دو یا تین بار اسی طرح کیا پھر ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔

ابن زیاد کے حکم سے الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا اور لوگ جمع ہو گئے تو اس نے منبر پر چڑھ کر اس فتح کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے اسے بخشی حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق دی تھی جس نے ان سے حکومت چھیننا چاہی۔ وہاں کے ازدی لوگوں نے کچھ کہنا چاہا تو عبداللہ بن عفیف ازدی نے اس کے پاس جا کر کہا کہ اس کو ابن زیاد کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور پھانسی دی گئی پھر اسی کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفہ میں گاڑ دیا گیا اور کوفہ کی گلیوں میں اس کو گھمایا پھرایا گیا پھر اس نے اس کو زحر بن قیس کے ہمراہ آپ کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس بھجوا دیا اور اس کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت بھی تھی جن میں ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان ازدی بھی شامل تھے اور وہ ان سروں کو لے کر یزید بن معاویہ کے پاس گئے۔

ہشام نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباع الجذامی نے اپنے باپ سے الغاز بن ربیعہ الجرشی حمیری کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ خدا کی قسم جب زحر بن قیس آیا تو میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا وہ یزید کے پاس آیا تو یزید نے اسے کہا تو ہلاک ہو جائے تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کو جو فتح دی ہے اس کی بشارت ہو اس نے حسین بن علی بن ابی طالب اور اس کے گھر والوں کے ۱۸ آدمیوں اور اس کے ساتھ ساٹھ شیعوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے ہم ان کے مقابل ہو گئے اور ہم نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اطاعت قبول کریں اور امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کر لیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جنگ کو پسند کیا اور ہم سورج نکلتے ہی ان کی طرف گئے اور ہم نے ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا یہاں تک کہ تلواروں نے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پکڑ لیا اور وہ بھاگنے لگے کہ کوئی جائے پناہ نہ تھی اور وہ ٹیلوں اور گڑھوں میں ہم سے پناہ لینے لگے جیسے کبوتر باز سے پناہ لیتا ہے پس خدا کی قسم اونٹ ذبح کرنے یا دوپہر کو سونے والے کی طرح تھی کہ ہم نے ان کو آخر تک ختم کر دیا اور ان کے ننگے جسم لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے کپڑے خون آلود اور مٹی سے بھرے ہوئے رخسار ہیں جنہیں سورج پگھلا رہا ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے اور عقاب اور گدھ ان کی زیارت کرنے والے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یزید بن معاویہ کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں اور اس نے کہا کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر بھی تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت سے راضی تھا اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے خدا کی قسم اگر میں اس کے ساتھ ہوتا تو آپ کو معاف کر دیتا اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اور ایک نقل میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تھا اس نے اس کو پکڑا تو [illegible]

حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا خدا کی قسم اے حسینؓ! اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا تو میں آپ کو قتل نہ کرتا، پھر اس نے حصین بن حمام المری الشاعر کا یہ شعر پڑھا: وہ تلواریں ہیں جو ان لوگوں کے سروں کو پھوڑ دیتی ہیں جو ہم پر مشکل ہو گئے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جعفر العبسی نے مجھ سے بیان کیا کہ مروان بن الحکم کے بھائی یحییٰ بن الحکم نے اٹھ کر کہا: طف کے پہلو میں ایک کھوپڑی پڑی ہے جو ابن زیاد سے بہت قریبی رشتہ داری رکھتی ہے جو ایک کم درجہ نسب والا غلام ہے سمیہ کی نسل تو کنکریوں کی تعداد کی طرح ہو گئی ہے اور آج بنت مصطفیٰ کی اولاد کی کوئی نسل نہیں ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یزید نے یحییٰ بن الحکم کے سینے میں ضرب لگائی اور اسے کہا خاموش ہو جا اور محمد بن حمید الرازی جو شیعہ ہے نے بیان کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ الاحمری نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے مجاہد کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لا کر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے بطور مثال کے یہ اشعار پڑھے

کاش میرے بدر کے بزرگ جنہوں نے نیزوں کی چوٹ پر خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھا تھا انہوں نے آواز بلند کی اور خوشی سے چیخ اٹھتے۔ پھر انہوں نے مجھے کہا اے یزید تو شل نہ ہو جب ان کے لوگوں کے صحن میں گھر آئے اور عبد الاشہل میں خوب قتل و قتال ہوا ہم نے تمہارے سرداروں کو قتل کیا اور ہم نے بدر کے کج پن کو سیدھا کر دیا پس وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس نے ان اشعار کی موافقت سے کام لیا ہے خدا کی قسم اس کی فوج میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے اسے ملامت نہ کی ہو۔ اور اس کے بعد علماء نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا ابن زیاد نے اسے یزید کے پاس شام بھجوایا تھا یا نہیں اس بارے میں دو قول ہیں اور ان دونوں میں سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ اس نے اسے یزید کے پاس بھجوا دیا تھا اس بارے میں بہت سے آثار بیان ہوئے ہیں واللہ اعلم۔

اور ابو مخنف نے ابو حمزہ الثمالی سے نقل کیا ہے انہوں نے عبداللہ الیمانی سے انہوں نے القاسم بن بخیت سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید بن معاویہ کے سامنے رکھا گیا تو وہ اپنے ہاتھ کی چھڑی کو آپ کے دانتوں پر مارنے لگا پھر کہنے لگا اس کی اور ہماری مثال حصین ابن الحمام المری کے قول کے مطابق ہے کہ وہ تلواریں ان جوانوں کی کھوپڑیوں کو توڑ دیتی ہیں جو ہم پر بہت مشکل ہو گئے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی نے اسے کہا خدا کی قسم تیری یہ چھڑی اس جگہ لگی ہے جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا ہے پھر انہوں نے کہا بلاشبہ یہ قیامت کے روز آئیں گے تو محمد ﷺ ان کے سفارشی ہوں گے اور تو آئے گا تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا پھر وہ کھڑے ہوئے اور پشت پھیر کر چلے گئے اور ابن ابی الدنیا نے اسے ابو الولید سے انہوں نے خالد بن یزید بن اسد سے انہوں نے عمار الدہنی سے انہوں نے جعفر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کے پاس حضرت ابو برزہ بھی موجود تھے وہ چھڑی مارنے لگا تو انہوں نے اسے کہا اپنی چھڑی اٹھا لو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ مسلم بن شبیب نے الحمیدی سے ابو سفیان کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے سالم بن ابی حفصہ سے سنا کہ حسن نے بیان کیا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو یزید چھڑی سے ٹھکورنے لگا۔ سفیان نے بیان کیا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حسن اس کے بعد یہ شعر پڑھتا تھا: سمیہ کی نسل تو کنکریوں کی تعداد کی طرح ہو گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی اولاد کی کوئی نسل نہیں ہے اور آپ کے اہل و عیال اور بیویوں کو عمر بن سعد نے پیچھے سے روانہ کیا اور محافظوں کے حوالے کیا جنہوں نے انہیں اونٹوں پر سوار کیا اور جب وہ میدان جنگ کے پاس سے گزرے اور انہوں نے وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو پڑے ہوئے دیکھا تو عورتیں رونے لگیں اور چلانے لگیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رونا شروع کر دیا اور آپ نے روتے ہوئے کہا: اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے درود بھیجیں۔ یہ حسین خون میں لت پت اور جسم کے اعضاء کٹے ہوئے میدان میں پڑا ہوا ہے اے محمد ﷺ آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد قتل ہوئی پڑی ہے جس پر صبا کی ہوا مٹی اڑاتی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم حضرت زینب نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا۔ قرہ بن قیس نے بیان کیا ہے کہ جب عورتیں ان لوگوں کے پاس

نے لڑیں تو قتل ہونے والے تھے تو وہ چاہیں معاذ اللہ اور اصحاب نے اپنے دشمنوں پر حملہ کیا اور ابو مخنف بیان کرتا ہے کہ میں نے عورتوں کا اس قدر خوبصورت منظر کبھی نہیں دیکھا تھا جتنا میں نے اس دن دیکھا خدا کی قسم! وہ چاند کی کلیوں سے بھی زیادہ خوبصورت تھیں اور میں نے وہ بات بیان کی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے پھر اس نے مزید بیان کیا کہ پھر وہ انہیں لے کر چلا یہاں تک کہ وہ کوفہ میں داخل ہو گئے اور ابن زیاد نے ان کی عزت کی اور ان کو ضروریات اور خرچ اور لباس دیا اور ان کی خدمت کی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت زینب بنت فاطمہ اپنے بہت ہی پرانے کپڑوں میں داخل ہوئیں اور آپ بدحالی میں معلوم ہوتی تھیں اور آپ کی لونڈیاں آپ کو گھیرے ہوئے تھیں آپ جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئیں تو اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو آپ نے اس سے بات نہ کی اور آپ کی ایک لونڈی نے کہا یہ زینب بنت فاطمہ ہیں اس نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو رسوا کیا ہے اور قتل کیا ہے اور تمہارے دعوے کی بات کو جھٹلا دیا ہے حضرت زینب نے کہا بلکہ اس خدا کا شکر ہے جس نے محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں معزز کیا ہے اور ہمیں اچھی طرح پاک کیا ہے نہ کہ جیسے تو نے بیان کیا ہے اور صرف فاسق کی ذلت و خواری ہوتی ہے اور فاجر ہی کو جھٹلایا جاتا ہے اس نے پوچھا تم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ اللہ کے معاملہ کو کیسا پایا ہے حضرت زینب نے فرمایا اس نے ان پر قتل ہونا فرض کیا تھا اور وہ اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف چلے گئے اور عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اور انہیں اکٹھا کرے گا اور وہ اللہ کے ہاں تجھ سے جھگڑا کریں گے پس ابن زیاد غضب ناک ہو کر غصہ میں آ گیا تو عمرو بن حریث نے اسے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے یہ صرف ایک عورت ہے اور کیا عورت کی گفتگو پر گرفت ہوتی ہے؟ اس کے قول پر گرفت نہیں ہوتی اور نہ اس کی بات کہنے پر ملامت کی جاتی ہے۔

ابو مخنف نے مجالد بن سعید کے حوالے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے زین العابدین علی بن حسین کی طرف دیکھا تو اس نے سپاہی سے کہا دیکھو کیا یہ بالغ ہو گیا ہے اور اگر یہ بالغ ہو چکا ہے تو اسے لے جاؤ اور قتل کر دو علی بن حسین نے اسے کہا اگر تیرے اور ان عورتوں کے درمیان رشتہ داری پائی جاتی ہے تو ان کے ساتھ ایک آدمی کو بھیج جو ان کی حفاظت کرے ابن زیاد نے آپ سے کہا تم ہی آؤ اور اس نے آپ کو ان کے ساتھ بھیج دیا ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت علی بن حسین کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو میں ابن زیاد کے پاس کھڑا تھا اس نے آپ سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں اس نے کہا اللہ نے علی بن حسین کو قتل نہیں کیا؟ آپ خاموش رہے تو ابن زیاد نے آپ سے پوچھا آپ بات کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میرا ایک بھائی تھا جسے علی کہا جاتا تھا لوگوں نے اسے قتل کر دیا ہے اس نے کہا بلاشبہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے آپ خاموش رہے تو اس نے پوچھا کہ آپ بات کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا (اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت مارتا ہے اور کوئی جان اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں مر سکتی) ابن زیاد نے کہا اللہ کی قسم تو بھی انہی میں سے ہے دیکھو کیا یہ بالغ ہو چکا ہے خدا کی قسم! میں اسے مرد خیال کرتا ہوں۔ پس مری بن معاذ الاحمری نے آپ کا کپڑا اٹھایا اور کہنے لگا ہاں یہ بالغ ہو چکا ہے اس نے کہا اسے قتل کر دو حضرت علی بن حسین نے کہا ان عورتوں کو کس کے حوالے کیا جائے گا اور ان کی پھوپھی حضرت زینب ان سے چمٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد! جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا وہی تجھے کافی ہے کیا تو ہمارے خون سے سیر نہیں ہوا اور کیا تو نے ہم میں سے کسی کو زندہ چھوڑا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت زینب نے حضرت علی کو گلے لگا لیا اور کہنے لگیں کہ اگر تو مومن ہے تو میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ جب تو نے اسے قتل کرنا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دینا تو حضرت علی بن حسین نے پکار کر کہا کہ اے ابن زیاد! اگر تیرے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی رشتہ داری پائی جاتی ہے تو ان کے ساتھ ایک پرہیزگار آدمی کو بھیج دے جو ان کے ساتھ اسلامی اخلاق کو مدنظر رکھے ہوئے رہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے ایک لحظہ تک ان عورتوں کی طرف دیکھا پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا رشتہ داری بھی عجیب چیز ہے خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ حضرت زینب نے چاہا کہ اگر میں نے حضرت علی بن حسین کو قتل کیا تو میں انہیں بھی ان کے ساتھ قتل کر دوں گا۔ بچے کو چھوڑ دو۔ اپنی عورتوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور ان بچوں اور عورتوں کے بارے میں حکم دیا تو انہیں یزید کے پاس لے جایا گیا اور اس کے حکم سے حضرت علی بن حسین کی گردن میں طوق ڈالا گیا اور اس نے انہیں محفر بن ثعلبہ العائذی جو قریش کے عائذ سے تعلق رکھتا تھا اور شمر بن ذی الجوشن کے ساتھ روانہ کر دیا اور جب وہ یزید کے دروازے پر پہنچے تو محفر بن ثعلبہ نے

چاہتا ہوں کہ جو قریبی رشتہ داری [illegible] سے ہے [illegible] لوگوں سے امیر المؤمنین [illegible] یزید [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] بھی ہو۔

جب اہل بیت یزید کے پاس آئے تو اس نے شام کے معززین کو جمع کیا اور انہیں اپنے اردگرد بٹھایا پھر آپ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بچوں اور عورتوں کو بھی ان کے پاس لایا گیا تو لوگ دیکھ رہے تھے پس اس نے حضرت علی بن حسین سے کہا اے علی! تیرے باپ نے میری قرابت داری کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ پہچانا اور میری حکومت میں مجھ سے جھگڑا کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس سے جو سلوک کیا ہے وہ تو نے دیکھ لیا ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا، اسے جواب دو، راوی بیان کرتا ہے کہ خالد کو سمجھ نہ آئی کہ وہ اسے کیا جواب دے تو یزید نے اسے کہا، کہو **(وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر)** پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اور ان کو بری حالت میں دیکھا تو کہا، اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے اگر ان کے اور اس کے درمیان رشتہ داری ہوتی تو وہ ان کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور نہ انہیں اس حالت میں بھیجتا۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب سے بحوالہ فاطمہ بنت علی کے حوالے سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہمیں یزید کے سامنے بٹھایا گیا تو اس نے ہم پر ترس کھایا اور ہمارے متعلق [illegible] اور شفقت سے معاملہ کیا اور ہمارے لیے کچھ حکم دیا پھر شام والوں میں سے ایک سرخ رنگ کا شخص یزید کے پاس گیا اور کہنے لگا اے امیر المؤمنین مجھے یہ لڑکی بخش دیجیے اور اس کی مراد مجھ سے تھی اور میں خوبصورت لڑکی تھی تو میں کانپ گئی اور میں نے خیال کیا کہ یہ بات ان کے لیے جائز ہے تو میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑ لیا اور وہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں اور وہ جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت زینب نے کہا تو نے جھوٹ بولا اور کمینگی کی ہے یہ بات نہ تیرے لیے جائز ہے اور نہ اس کے لیے۔ پس یزید غصے ہو گیا اور کہنے لگا تو نے جھوٹ بولا ہے یہ بات میرے لیے جائز ہے اور اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں، حضرت زینب نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم اللہ نے تیرے لیے یہ جائز نہیں کیا مگر یہ کہ تو ہماری ملت سے نکل جائے اور ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کو اختیار کر لے۔

حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ یزید غصے اور جوش میں آگیا پھر کہنے لگا تو مجھے یہ بات کہتی ہے دین سے تو تیرا باپ اور تیرا بھائی خارج ہو گئے ہیں، حضرت زینب نے کہا اللہ کے دین، میرے باپ کے دین اور میرے بھائی کے دین اور میرے نانا کے دین سے تو نے اور تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے اس نے کہا اے خدا کی دشمن تو نے جھوٹ بولا ہے حضرت زینب نے کہا تو امیر ہے (یعنی حاکم ہے) اور ظلم سے گالیاں دیتا ہے اور اپنی حکومت سے غالب آتا ہے۔ حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ گویا وہ شرمندہ ہو گیا اور خاموش ہو گیا پھر اس شخص نے اپنی بات دہرائی تو یزید نے اسے [illegible] کہا اللہ تجھے موت [illegible] پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا [illegible] ان کے ساتھ ایک امانتدار شخص کو بھیجے جس کے ساتھ سوار اور پیادے بھی ہوں اور حضرت علی بن حسین ان کے ساتھ ہوں پھر اس نے عورتوں کو اپنے گھر [illegible] اتارا اور حضرت معاویہ کی [illegible] عورتیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرتے ہوئے روئیں اور [illegible] تین دن [illegible] انہوں نے [illegible] کیا اور یزید علی بن حسین اور ان کے بھائی عمرو بن حسین کے بغیر صبح و شام کا کھانا نہ کھاتا تھا۔

ایک روز یزید نے عمرو بن حسین سے کہا اور وہ بہت چھوٹے بچے تھے کیا تو اس کے ساتھ جنگ کرے گا، یعنی اپنے بیٹے خالد بن یزید سے اور اس کا مقصد آپ سے مذاق اور دل لگی تھی تو عمرو بن حسین نے کہا مجھے اور اسے ایک ایک چھری دے دو پھر [illegible] آپ کی جنگ [illegible] پس یزید نے انہیں گلے لگا لیا اور کہنے لگا میں [illegible] آپ کی [illegible] جانتا ہوں [illegible] سانپ سے سانپ ہی پیدا ہوتا ہے [illegible] یزید نے حضرت علی بن حسین سے کہا کہ اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے، خدا کی قسم اگر میں آپ کے باپ کے ساتھ ہوتا تو وہ جس بات کا مجھ سے مطالبہ کرتے میں [illegible] اور ان کی موت سے [illegible] بچاتا [illegible] لیکن اللہ نے [illegible] فیصلہ [illegible] پھر آپ نے [illegible] اور ان کے متعلق [illegible]

نعمان اور جس قاصد کو اس نے ان عورتوں کے ساتھ بھیجا وہ راستے میں ان سے الگ ہو کر چلتا اور ان سے اتنا دور رہتا جہاں سے ان کی نظر آتیں، لیکن اور وہ ان کی خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت فاطمہ بنت علی نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بہن حضرت زینب سے کہا اے بہن! جس شخص کو ہمارے ساتھ بھیجا ہے اس نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا، کیا آپ کے پاس کوئی چیز ہے کہ ہم اسے انعام دیں؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس ہمارے زیورات کے علاوہ اسے انعام دینے کو کچھ نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ کہتی ہیں میں نے حضرت زینب سے کہا ہم اسے یہی زیورات دے دیں گی۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا کنگن اور بازو بند لیا اور میری بہن نے اپنا کنگن اور بازو بند لیا اور ہم نے انہیں اس کے پاس بھیج دیا اور ہم نے اس سے معذرت کی اور کہا آپ نے جو ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ اس نے کہا میں نے جو سلوک آپ سے کیا ہے اگر وہ صرف دنیا کے لئے ہوتا تو آپ نے جو مجھے دیا ہے وہ میری رضامندی کے لئے کافی ہے بلکہ زیادہ ہے لیکن خدا کی قسم میں نے یہ صرف اللہ کی رضامندی اور رسول خدا ﷺ سے تمہاری قریبی رشتہ داری کا شرف حاصل ہے اس کی وجہ سے کیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب یزید نے حضرت حسینؓ کے سر کو دیکھا تو کہا کیا تم جانتے ہو کہ ابن فاطمہ کہاں سے آئے ہیں اور کیا وجہ تھی انہوں نے کیا ہے اس کو کس نے یہ مصیبت پہنچائی ہے؟ وہ مجھ پر فخر کیا کرتا تھا اور اسی بات میں وہ الجھ کر رہ گئے۔ لیکن ان کو کس نے ہلاک کیا؟ انہوں نے کہا تھا کہ ان کا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اور ان کی ماں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے بہتر ہے اور ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے دادا سے بہتر ہیں اور وہ مجھ سے بہتر ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ اس امر حکومت کے حق دار ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے جھگڑا کیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ نے ان میں سے کس کے حق میں فیصلہ دیا ہے اور ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہے میری زندگی کی قسم حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ میری ماں سے بہتر ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہ ﷺ میرے نانا سے بہتر ہیں۔ میری زندگی کی قسم! جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ہمسر اور ہمتا نہیں ہے لیکن انہوں نے یہ بات اپنی کم فہمی کی وجہ سے کہی ہے کیا انہوں نے یہ نہیں پڑھا: قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ اور آیت وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ نہیں پڑھی اور جب عورتیں یزید کے پاس گئیں تو حضرت فاطمہ بنت حسین جو حضرت سکینہ سے بڑی تھیں کہنے لگیں کہ اے یزید رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں قیدی ہیں! یزید نے کہا اے میری بھتیجی! میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں اور وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا انہوں نے ہمارے لئے سونے کی انگوٹھی بھی نہیں چھوڑی اس نے کہا میری بھتیجی جو کچھ تمہارے پاس آیا ہے وہ اس سے بہت بڑا ہے جو تم سے چلا گیا ہے پھر وہ انہیں اپنے گھر لے گیا پھر اس نے ہر عورت کے پاس پیغام بھیجا کہ اس سے کیا چھین لیا گیا ہے؟ ان میں سے ہر عورت نے جس مقدار میں چیزوں کا دعویٰ کیا جتنا نقصان ہوا تھا اس نے اسے اس سے دوگنا دیا اور ہشام نے ابو مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابو حمزہ الثمالی نے عبد اللہ الثمالی سے انہوں نے قاسم بن بخیت کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ جب وفد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور آل کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو مروان بن الحکم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیسے کام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے اٹھارہ آدمی ہمارے پاس آئے اور خدا کی قسم ہم نے ان کے آخری آدمی تک کو ختم کر دیا اور یہ سر اور قیدی عورتیں ہیں تو مروان اچھل پڑا اور واپس چلا گیا اور اس کے بھائی یحییٰ بن الحکم نے ان کے پاس آ کر کہا تم نے کیا کیا؟ انہوں نے اسے وہی جواب دیا جو اس کے بھائی کو دیا تھا تو اس نے ان کو کہا کہ قیامت کے روز تم محمد ﷺ سے چھپے ہو گے میں تم سے کسی معاملے میں کبھی اکٹھا نہیں ہوں گا پھر وہ اٹھ کر واپس چلا گیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ جب مدینہ والوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی اطلاع ملی تو بنی ہاشم کی عورتیں آہ و بکا کرتی ہوئی نکلیں اور انہوں نے آپ کا ماتم کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ یزید نے ان سے کہا تھا ان لوگوں کو اللہ نے بھلائی سے دور کر دیا تھا انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم اگر ہمیں بھی حسین کا اختیار ہوتا تو ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان میں سے کوئی شخص باقی نہ رہنے دیتے۔ پھر یزید نے خاموشی اختیار کر لی اور نعمان بن بشیر نے کہا اے امیر المؤمنین! ان کے ساتھ وہ معاملہ کیجئے جو رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ کرتے تھے اور انہیں اس حالت میں دیکھتے تو یزید کو ان پر ترس آ گیا اور اس نے انہیں خاتون کی طرف بھیج دیا اور ان کو عزت سے

دیئے اور انہیں اپنے گھر میں اتارا یہ بات اس شخص کی بات کی تردید کرتی ہے کہ انہوں نے قیدی عورتوں کو ننگی اونٹنیوں پر بٹھا کر یزید کی طرف بھیجا۔ اور ان میں سے بعض نے یہاں تک جھوٹ بولا ہے کہ اس بد ذات کی عورتوں کی اگلی اور پچھلی شرمگاہوں کو چھپانے کے لیے بختی اونٹوں کی اسی وقت سات کوہانیں پیدا ہو گئیں پھر ابن زیاد نے امیر مدینہ عمرو بن سعید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشخبری کا خط لکھا اور اس نے اعلان کا حکم دیا اور اس نے اسکا اعلان کر دیا اور جب بنو ہاشم کی عورتوں نے اعلان کو سنا تو ان کی رونے اور آہ و زاری کی آوازیں بلند ہو گئیں اور عمرو بن سعید کہنے لگا کہ یہ حضرت عثمان بن عفان کی عورتوں کے رونے کا بدلہ ہے۔

اور عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر ایک ڈھال پر پڑا ہے اور اللہ کی قسم ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں مختار بن ابی عبید کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عبیداللہ بن زیاد کا سر ایک ڈھال پر پڑا ہے اور خدا کی قسم ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مصعب بن زبیر کا سر اس کے آگے ایک ڈھال پر پڑا ہے اور ابو جعفر بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ زکریا بن یحییٰ الضریر نے مجھ سے بیان کیا کہ احمد بن جناب المصیصی نے ہم سے بیان کیا، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے کہا کہ مجھے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں بتاؤ گویا میں وہاں موجود تھا اس نے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلم بن عقیل کا وہ خط لے کر آئے جو انہوں نے آپ کو لکھا تھا اور اس میں آپ کو اپنے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور جب آپ اور قادسیہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ رہ گیا تو حر بن یزید تمیمی آپ سے ملا اور اس نے آپ سے کہا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس شہر میں جانا چاہتا ہوں اس نے آپ سے کہا آپ واپس چلے جایئے میں نے اپنے پیچھے کوئی خیر نہیں چھوڑی کہ اس کی امید کروں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور آپ کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کے بھائی بھی تھے انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم جب تک اپنے بھائی کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے لیں واپس نہیں جائیں گے یا ہم بھی قتل ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ تمہارے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں، پس آپ چل پڑے اور ابن زیاد کے سواروں کا پہلا دستہ آپ سے ملا تو آپ کربلا کی طرف آئے اور آپ نے اپنی پیٹھ بانسوں کی طرف کر دیا تاکہ ایک طرف سے جنگ کریں پس آپ نے اتر کر اپنے خیمے لگائے اور آپ کے ساتھیوں میں ۴۵ سوار اور ایک سو پیدل تھے اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو ابن زیاد نے رے کا امیر بنایا ہوا تھا۔ عہد بیعت کی اور کہا کہ مجھے اس شخص کی طرف سے کافی ہو جا اس نے کہا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں اس نے اسے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ مجھے آج رات مہلت دیجئے اور اس نے اسے مہلت دے دی پھر اس نے اس معاملے میں غور و فکر کیا اور جب صبح ہوئی تو وہ اس حکم سے جو اس نے اس کو دیا تھا تیار ہو کر اس کے پاس گیا پھر عمر بن سعد حضرت حسین کی طرف گیا اور جب وہ آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تین باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کر لو۔ مجھے چھوڑ دو کہ جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو یا مجھے سرحدوں پر جانے دو عمر نے قبول کر لیا اور عبیداللہ بن زیاد نے اسے خط لکھا کہ یہ نہیں ہو گا اور جب تک وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہ دے دے کوئی عزت کی بات نہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو گا اس نے آپ سے جنگ کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سب ساتھی قتل ہو گئے جن میں آپ کے گھر والوں کے دس سے زیادہ نوجوان تھے اور ایک تیر آیا جو آپ کے بیٹے کو لگا جو آپ کی گود میں تھا اور آپ خون کو صاف کرنے لگے اور کہنے لگے اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما انہوں نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کریں گے اور انہوں نے ہمیں قتل کر دیا پھر آپ کے حکم سے ایک چادر لائی گئی جس کو آپ نے پھاڑا اور پہن لیا پھر تلوار لے کر باہر نکلے اور جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گئے آپ کو مذحج کے ایک شخص نے قتل کیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا اور اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اس نے اس بارے میں کہا میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے پردہ میں رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں باپ کی جانب سے لوگوں سے بہتر ہے اور جب وہ نسب بیان کرتے ہیں تو بھی ان سے بہتر ہے۔

راوی بیان کرتا ہے اس نے اسے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا اس نے آپ کے سر کو اپنے آگے رکھا اور اس کے پاس ابو برزہ اسلمی تھے اور یزید چھڑی سے آپ کے منہ پر مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا یہ ایسے مردوں کی کھوپڑیاں ہیں جو پھوڑ دی گئی ہیں۔

جو ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں حالانکہ وہ ہم سے زیادہ نافرمان اور ظالم ہوتے ہیں ابو برزہ نے اسے کہا اپنی چھڑی اٹھا لے خدا کی قسم میں نے بسا اوقات آپ کے منہ

اپنے محلوں کے سامنے پڑا ہوا کر چوستے دیکھا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے اور عمر بن سعد نے ان کی بیویوں اور بچوں کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور حسین کے آل میں سے کوئی باقی نہ رہا سوائے ایک بچے کے اور وہ عورتوں کے ساتھ مریض تھا ابن زیاد نے اس کے قتل کا حکم دیا تو حضرت زینب نے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا اور کہنے لگیں خدا کی قسم! جب تک تو مجھے قتل نہ کرے گا وہ قتل نہ ہوگا تو اسے آپ پر ترس آ گیا اور وہ اس کے قتل سے رک گیا۔

راوی بیان کرتا ہے ابن زیاد نے انہیں یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید نے شام والوں میں سے ان لوگوں کو جو اس کے پاس موجود تھے جمع کیا انہوں نے اس کے پاس آ کر اسے فتح کی مبارک باد دی اور ان میں سے ایک سرخ نیلگوں شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپ کی بیٹیوں میں سے ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر کہا اے امیر المومنین! مجھے یہ لڑکی بخش دیجئے۔ حضرت زینب نے کہا تجھے اور اسے یہ عزت حاصل نہ ہوگی ایسا نہیں ہو سکتا مگر اس وقت جب تم اللہ کے دین سے خارج ہو جاؤ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ نیلگوں شخص نے اس بات کو دہرایا تو یزید نے اسے کہا اس بات سے رک جا پھر وہ ان کو اپنے گھر والوں کے پاس لے گیا پھر انہیں سوار کر کے مدینہ بھیج دیا اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کی ایک عورت بال کھولے ہوئے اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے ہوئے ان سے ملی وہ رو رہی تھی کہ کیا کہو گے اگر آپ ﷺ تم سے پوچھیں کہ تم نے آخری امت ہوتے ہوئے تم نے میرے فوت ہونے کے بعد میرے گھر والوں اور میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا تو تم کیا جواب دو گے؟ ان میں سے کچھ تو قیدی ہیں اور کچھ خون سے رنگے اور بھرے ہوئے ہیں جب میں نے تمہاری خیر خواہی کی ہے تو یہ میرا بدلہ نہیں ہو سکتا کہ تم میرے بعد میرے رشتہ داروں کے بارے میں برائی سے میری جانشینی کرو۔ ابو مخنف، سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمٰن بن عبید ابی الکنود کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عقیل کی بیٹی نے یہ اشعار کہے اور زبیر بن بکار نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کی آل اولاد مدینہ میں داخل ہوئی تو زینب الصغریٰ بنت عقیل بن ابی طالب نے یہ اشعار کہے اور ابوبکر بن الانباری نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ زینب بنت علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں جو حضرت عبداللہ بن جعفر کی بیوی اور ان کے بیٹوں کی ماں تھیں نے کربلا کے دن یعنی جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے اپنے خیمے کا پردہ اٹھایا اور یہ اشعار کہے واللہ اعلم۔

اور ہشام بن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے عمرو بن المقدام کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عکرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے ہم نے جب اس کی صبح کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری ایک لونڈی ہم سے بیان کر رہی ہے کہ میں نے گزشتہ رات سے پہلی رات کو ایک پکارنے والے کو پکارتے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اے حسین کو ظلم کے طریق پر قتل کرنے والو تمہیں عذاب اور رسوائی کی بشارت ہو۔ تمام آسمان والے نبی اور ملائکہ اور رسول تمہارے خلاف بد دعا کر رہے ہیں تم پر حضرت داؤد حضرت موسیٰ اور انجیل والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے لعنت کی گئی ہے۔ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن حیزوم الکلبی نے اپنی ماں کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس آواز کو سنا ہے اور لیث اور ابونعیم نے بھی کلام بیان کیا ہے اور حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری وغیرہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں بعض متقدمین کے جو اشعار سنائے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں:

وہ لوگ محمد ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کے سر کو خون میں لتھڑا ہوا لائے گویا اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے انہوں نے تجھے واضح طور پر جان بوجھ کر قتل کیا ہے انہوں نے تجھے پیاسا کر کے قتل کیا ہے اور انہوں نے تیرے قتل کے دوران میں قرآن میں غور و تدبر نہیں کیا اور تیرے قتل پر وہ تکبیر کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے تیرے قتل کرنے سے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا ہے۔

باب

حضرت حسینؓ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو بروز جمعہ شہید ہوئے اور ہشام بن الکلبی نے ۶۲ھ بیان کیا ہے اور یہی قول علی بن المدینی کا ہے اور ابن لہیعہ نے ۶۲ یا ۶۳ھ بیان کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے ۶۰ھ بیان کیا ہے اور پہلا قول صحیح ہے آپ طف میں عراق کی سرزمین پر کربلا کے مقام پر قتل ہوئے اور آپ کی ۵۸ سال یا اس کے قریب عمر تھی اور ابونعیم نے اپنے قول میں غلطی کی ہے کہ آپ ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ عبدالصمد بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ عمارہ بن زاذان نے ثابت سے بحوالہ حضرت انسؓ ہم سے بیان کیا کہ بارش کے فرشتے نے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دے دی اور حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا کہ اس دروازے کی نگرانی کرنا کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور کود کر اندر داخل ہو گئے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے کندھے پر چڑھ گئے فرشتے نے کہا کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت اسے قتل کر دے گی، اور آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھا دوں جہاں پر یہ قتل ہوگا راوی بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ مٹی دکھائی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اور اسے اپنے کپڑے کے پلو میں باندھ لیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ آپ کربلا میں قتل ہوں گے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن سعید نے اپنے باپ سے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے یا حضرت ام سلمہؓ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے نہیں آیا تھا اور اس نے مجھے کہا بلاشبہ آپ کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ مقتول ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ زمین بھی دکھا دوں جس میں یہ قتل ہوگا حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوں گے راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی اور اس حدیث کو حضرت ام سلمہ کے حوالے سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور طبرانی نے اسے ابوامامہ کے حوالے سے روایت کیا ہے اور اس میں حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ ہے اور محمد بن سعد نے اسے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے حضرت ام سلمہؓ کی روایت کی مانند روایت کیا ہے واللہ اعلم)

حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت عباسؓ کی بیوی ام الفضل کی حدیث سے بھی یہ حدیث بیان کی گئی ہے اور ابن عساکر نے اسے متعدد طرق سے بیان کیا ہے اور امام بغوی نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ہارون ابوبکر نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن محمد الرقی اور علی بن حسن الرازی نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالملک ابو واقد الحرانی نے ہم سے بیان کیا کہ عطاء بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ اشعث بن سحیم نے اپنے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ میں نے انس بن حارث کو بیان کرتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میرا یہ بیٹا یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا کی زمین پر قتل ہوگا اور تم میں سے جو شخص اس موقع پر موجود ہو وہ اس کی مدد کرے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ انس بن حارث کربلا کی طرف گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل ہو گئے ابوالقاسم بغوی بیان کرتے ہیں یہ حدیث صرف اسی طریق سے مروی ہے اور مجھے علم نہیں کہ اس کے سوا کسی دوسرے شخص نے اسے روایت کیا ہو۔ امام احمد نے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبید نے ہم سے بیان کیا کہ شرحبیل بن مدرک نے عبداللہ بن نجی سے ان کے باپ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ آپ کا وضو کا برتن اٹھانے والا تھا جب وہ صفین کو جاتے ہوئے نینویٰ مقام سے گزرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ اے ابو عبداللہ! صبر کرو۔ اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے پر صبر کرو میں نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دن آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حسین فرات کے کنارے قتل ہوگا اور اطلاع دی ہے کہ کیا میں آپ کو اس کی مٹی سونگھاؤں؟ میں نے کہا ہاں آپ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی مٹی لی اور مجھے دے دی پس میں اپنے آنسوؤں کو تھام نہ سکا امام احمد ہی نے یہ روایت بیان کی ہے۔

اور محمد بن سعد نے علی بن محمد سے انہوں نے یحییٰ بن زکریا سے انہوں نے ایک آدمی سے انہوں نے عامر شعبی سے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے اور محمد بن سعد وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی ہے کہ جب آپ صفین جاتے ہوئے کربلا کے پاس سے گزرے اور وہاں ٹھہرے تو آپ نے اس کا نام پوچھا؟ آپ کو بتایا گیا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا کرب اور بلا ہے پھر آپ نے وہاں ٹھہر کر ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہاں شہداء قتل ہوں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء میں سے ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور آپ نے وہاں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جسے ان لوگوں نے نشان زدہ کر دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ قتل ہوئے حضرت کعب الاحبار سے کربلا کے بارے میں کئی روایات مروی ہیں اور جو کتاب الملاحم کے [illegible]

[illegible] بیٹھے تھے

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا ہے [illegible] آپ [illegible] ایک آدمی نے آپ کو جواب دیا

وہاں کے [illegible]
ان کے [illegible] روایت کی ہے [illegible] ایک جماعت ایک [illegible]
جب [illegible] تو انہوں نے کہا [illegible]

یہ روایت [illegible] ہے۔

انہوں نے ان سے [illegible] رسول اللہ [illegible] روایت [illegible] آپ [illegible] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے [illegible] میں نے [illegible] خواب میں [illegible] پریشان حالت میں دیکھا اور آپ کے پاس ایک خون کی شیشی تھی [illegible] یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے میں اس دن سے [illegible] آپ اسی دن قتل ہوئے ہیں۔ احمد اس کی روایت میں تنہا ہیں اور اس کی سند قوی ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے [illegible] نے ہمیں بتایا ہے کہ [illegible] بن سلیمان [illegible] ابن عباس [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] آپ نے [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں آپ کے ساتھیوں نے [illegible] اے ابن عباس [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ کے [illegible] خون [illegible] آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ میرے بعد میری امت نے [illegible] انہوں نے حسین [illegible] اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے [illegible] اللہ کے سامنے پیش کروں گا [illegible] یہ بات ارشاد فرمائی [illegible] اس دن اور اس وقت [illegible] آپ کے پاس خبر [illegible] آپ اسی دن اسی وقت قتل ہوئے ہیں اور ترمذی [illegible] ام سلمہ [illegible] سے روایت کی ہے [illegible] آپ [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] حسین کے قتل [illegible] ہے۔

اور محمد بن سعد نے [illegible] کہ [illegible] بن [illegible] حضرت ام سلمہ کے پاس [illegible] حسین [illegible] حضرت ام سلمہ نے [illegible] انہوں نے [illegible] ان [illegible] ہو گئے۔

اور [illegible] نے بیان کیا ہے [illegible] حضرت [illegible] حسین رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر [illegible] آپ [illegible] حسین [illegible] حضرت [illegible] ہیں [illegible] حضرت علی [illegible]

ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس شعر کو دوسری طرح روایت کیا گیا ہے اور خطیب نے بتایا ہے کہ احمد بن عثمان بن ساج السکری نے محمد بن عبداللہ بن ابراہیم الشافعی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو محمد بن شداد مسمعی نے خبر دی کہ ہمیں ابو نعیم نے بتایا کہ ہمیں عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت اور سعید بن جبیر سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ باری تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف وحی کی کہ میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل کے بدلہ میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور تیری بیٹی کے فرزند ارجمند کے بدلہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔

یہ حدیث بہت غریب ہے اور حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں درج کیا اور طبرانی نے اس جگہ بہت غریب آثار کو نقل کیا ہے اور شیعہ نے یوم عاشورہ کے بارے میں جس مبالغہ سے کام لیا اور بہت سی جھوٹی احادیث گھڑی ہیں مثلاً اس دن سورج گرہن ہو گیا حتیٰ کہ ستارے نظر آنے لگے اور جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون نکلتا اور آسمان کی اطراف سرخ ہو گئے اور سورج طلوع ہوتا تو اس کی شعاعیں خون کی مانند ہوتیں اور آسمان خون کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا اور ستارے آپس میں ٹکرا گئے اور آسمان نے سرخ خون برسایا اور اس سے قبل آسمان پر سرخی نہ تھی وغیرہ وغیرہ۔

اور ابن لہیعہ نے ابو قبیل المعافری کے حوالے سے روایت کی ہے کہ اس دن سورج گرہن ہوا یہاں تک کہ ستارے ظاہر ہو گئے اور وہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو شام لے گئے تو دیواروں سے خون بہنے لگا اور وہ شام میں تین دن تک موجود رہا۔ "جھوٹی" "زعفران" "ورس" سے بھی وہ اس کے چھونے سے جل جاتی اور بیت المقدس کے جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا اور حضرت حسین کے جن اونٹوں کو مال غنیمت کے طور پر لے کر پکایا تو ان کا گوشت اندرائن کی طرح کڑوا ہو گیا اس قسم کی بکثرت جھوٹی اور موضوع روایات ہیں جن میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے اور آپ کے قتل کی نسبت سے جن روایات اور فتنوں کا تذکرہ ہوا اکثر صحیح ہیں اور قاتلان حسین میں سے بہت کم ہی کوئی دنیا میں آفت و مصیبت سے بچا ہوگا اور وہ اس دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھایا گیا یہاں تک کہ بیماری نے اس کو لے لیا اور اکثر ان میں سے پاگل ہو گئے اور شیعہ اور روافض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت سی احادیث وضع کی ہیں۔

اور جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کا بعض حصہ محل نظر ہے اور اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ اور ائمہ نے اس کا تذکرہ نہ کیا ہوتا تو میں اسے ذکر نہ کرتا اور اس کا بیشتر حصہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے ہے جو شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک وہ حدیث کے بارے میں کمزور ہے لیکن وہ مؤرخ ہے اس کے پاس ایسی اشیاء ہیں جو دوسروں کے ہاں نہیں ہیں اسی وجہ سے بعد کے بہت سے مصنفین نے اس پر طعن و تشنیع کی ہے۔

اور شیعہ نے چار سو سالوں کی حدود میں اور اس کے قریب قریب حکومت بنی بویہ میں حد سے تجاوز کیا۔ یوم عاشورہ کو بغداد اور دیگر شہروں میں ڈھول بجایا جاتا اور راستوں میں اور بازاروں میں راکھ اور بھس بکھیرا جاتا اور دکانوں پر ٹاٹ لٹکا دیے جاتے اور لوگ غم و حزن کا اظہار کرتے اور لوگ اس رات کو پانی نہ پیتے کیونکہ حضرت حسین کو پیاسا قتل کیا گیا تھا پھر عورتیں بے پردہ نکلتیں اپنے منہ نوچتیں اور چہروں پر طمانچے مارتیں ننگے پاؤں بازاروں کا رخ کرتیں اس کے علاوہ اور بہت سی قبیح بدعات اور مکروہات اور خود ساختہ رسوائی کے امور انجام دیتے۔ مقصود اس سے بنی امیہ کی حکومت کو رسوا کرنا تھا کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل انہی کی حکومت میں ہوا تھا۔

اور شام کے نواصب نے یوم عاشورہ کو شیعہ کے برعکس یہ کیا کہ وہ اس دن کھانے پکاتے نہاتے، اچھا لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور اس دن کو عید مناتے۔ اور اس دن میں مختلف کھانے پکاتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔ مقصود اس سے شیعہ روافض کی مخالفت تھی۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں یہ تاویل کرتے کہ آپ مسلمانوں کو توڑنے اور جس کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی یعنی اتفاق ہو گیا تھا وہ امیر بن گیا تھا اسے معزول اور امامت سے الگ کرنے آئے تھے اور صحیح مسلم میں اس کے متعلق زجر اور تہدید کرنے اور ڈرانے کی روایت آئی ہے۔

اگرچہ جاہل عابد نے آپ کے خلاف غلط تاویل کرکے آپ کو قتل کر دیا ہے مگر ان پر تینوں باتوں کا قبول کرنا لازم اور ضروری تھا جن کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے۔

مگر حقیقت وہ نہیں جیسا کہ ان کا زعم تھا بلکہ قدیم اور جدید ائمہ کی ایک معتبر جماعت نے کوفہ کی ایک ٹولی کی جماعت کے ماسوا اللہ کا بندہ

کرے گا؟ آپ نے فرمایا آپ نے ساقیوں کو قتل کر دیا تو [illegible] آخر یہ تم نے [illegible] کا مسئلہ [illegible] کو حاصل ہو گیا ہے۔

اور جب ابن زیاد کو علم ہوا [illegible] حصول دنیا (امارت) کے خواہشمند تھے تو ان [illegible] خوف زدہ ہو گئے تھے آپ سے خلاف ہو گئے تب انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو [illegible] آپ کو قتل کر دیا [illegible] اور ان سے اس [illegible] قدرت [illegible] اور اپنے [illegible] رکھتے ہوئے معاف کر دیا [illegible] سب [illegible] کے قتل کی وجہ سے ہر مسلمان کو غم اور رنج ہونا چاہیے۔ بے شک آپ سیدات [illegible] اور رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کے فرزند تھے جو آپ کی تمام بنات میں افضل تھیں اور آپ عبادت گزار [illegible] اور [illegible] حضرت [illegible] ہیں۔

اور آپ کے والد جو آپ سے بہتر تھے انہیں بھی قتل کیا گیا [illegible] ان کے قتل کا ماتم نہیں کرتے جیسے آپ کے [illegible] جمعہ کے روز فجر کی نماز کو جاتے ہوئے قتل ہوئے تھے اسی طرح (حضرت عثمان) رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے تھے جو تمام اہل سنت کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے افضل اور بہتر تھے آپ ذوالحجہ ۳۶ھ ایام تشریق میں اپنے گھر میں محصور کر کے قتل کئے گئے [illegible] لوگوں نے ان کے قتل کا دن ماتم کا دن نہیں بنایا اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے جو حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے افضل اور بہتر تھے۔

آپ (مسجد) کے محراب میں نماز فجر پڑھاتے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے قتل ہوئے لوگوں نے ان کے دن کو بھی ماتم کا دن نہیں بنایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے افضل تھے لوگوں نے آپ کی وفات کے دن کو بھی ماتم کا دن نہیں بنایا اور رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت میں سادات بنی آدم کے سردار ہیں [illegible] اسی طرح وفات دی جیسے آپ سے پہلے انبیاء فوت ہوئے کسی نے آپ کی وفات کے دن کو ماتم کا دن نہیں بنایا [illegible] جاہل روافض [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن کرتے ہیں [illegible] قتل حسین کے دن [illegible] سورج کو گرہن لگا اور آسمان کا کنارہ سرخ ہو گیا [illegible] اس بات [illegible] سب سے اچھی بات وہ ہے جو علی بن حسین نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے اور وہ اسے یاد کرے اگرچہ وہ پرانی ہو جائے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ اسے اس دن کی طرح اجر دیتا ہے جس دن اسے وہ تکلیف پہنچی تھی۔

اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وفات حضرت حسین رضی اللہ عنہ: اکثر مورخین کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ [illegible] کربلا [illegible] آپ کے قتل کا واقعہ [illegible] حسین [illegible] کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اور [illegible] حسین [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] آپ [illegible] پانی [illegible] آپ [illegible] سے [illegible] ہو گئی۔

حضرت حسینؓ کا سر: مورخین اور اہل سیر کے نزدیک یہ معروف ہے کہ ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا مگر بعض لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا میرے نزدیک پہلا قول زیادہ معروف ہے۔ (واللہ اعلم)

پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی جائے دفن کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

محمد بن سعد نے فرمایا کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر عمرو بن سعید کو مدینہ بھیجا جو مدینہ کے والی تھے تو اس نے اسے آپ کی والدہ کے قریب بقیع میں دفن کر دیا، اور ابن ابی الدنیا نے عثمان بن عبد الرحمن کے طریق سے محمد بن عمر بن صالح کے حوالے سے بیان کیا ہے (مگر یہ دونوں ضعیف ہیں) کہ آپ کا سر یزید بن معاویہ کے خزانے میں رہا جب وہ مر گیا تو اسے اس کے خزانے سے لے کر کفن میں لپیٹ کر دمشق میں باب الفرادیس کے اندر دفن کر دیا گیا میں کہتا ہوں کہ موجودہ دور میں وہ مقام باب الفرادیس ثانی کے اندر مسجد الراس کے نام سے معروف ہے۔

اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت معاویہ کی لونڈی ریا کے حالات میں بیان کیا ہے کہ جب یزید کے آگے راس حسین رکھا گیا تو اس نے ابن الزبعری کا شعر بطور تمثیل پڑھا:

کاش میرے بدر والے بزرگ نیزوں کے لگنے سے خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے۔ راوی نے کہا کہ پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دمشق کے اندر تین دن تک لٹکائے رکھا پھر اسے خزانے میں رکھ دیا گیا یہاں تک کہ سلیمان بن عبد الملک کا دور آیا تو سر اس کے پاس لایا گیا وہ سفید ہڈیوں کی شکل میں تھا تو اس نے اسے کفن دیا، اور خوشبو لگائی اور اس پر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا، جب مسودہ آئے تو انہوں نے اس کو کھود کر نکالا اور لے گئے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وہ عورت حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت کے بعد بھی زندہ رہی اور اس کی عمر ایک سو سال ہو گئی۔

فاطمیوں نے ۴۰۰ھ سے پہلے سے لے کر ۶۶۰ھ کے بعد تک مصر کے شہروں پر قبضہ کیا اور دعویٰ کیا کہ حضرت حسینؓ کا سر ان کے شہروں میں مدفون ہے اور انہوں نے ۵۰۰ھ کے بعد ایک مزار بنایا جو مصر میں تاج الحسین کے نام سے معروف ہوا اور بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور ان کا مقصد اپنے نسب شریف کے بطلان کو چھپانا ہے اور وہ اس کے بارے میں کذاب اور خائن ہیں۔ قاضی باقلانی اور دیگر علماء نے ان باتوں کو فاطمیوں کے دور حکومت ۴۰۰ ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ ہم ان سب باتوں کو اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ یہ لوگ ایک سر لے کر آئے اور اسے مذکورہ مسجد میں رکھ دیا اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ پھر یہ بات مشہور ہو گئی اور لوگوں نے اس پر یقین کر لیا۔

آپ کے بعض فضائل: امام بخاری نے شعبہ اور مہدی بن میمون کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی یعقوب نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی نعم سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سنا کہ ایک عراقی نے آپ سے اس مچھر کے بارے میں پوچھا جسے کسی محرم نے مار دیا ہو تو آپ نے فرمایا: کہ اہل عراق مجھ سے مچھر کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: دونوں (حسن و حسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ امام ترمذی نے اسے عقبہ بن مکرم عن وہب بن جریر عن ابیہ عن محمد بن ابی یعقوب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ کپڑے کو مچھر کا خون لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو ابن عمر نے اسے کہا، دیکھو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کو ... پھر پوری حدیث بیان کی، اس کے بعد انہوں نے کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور امام احمد نے بیان کیا کہ ... نے ابی حازم سے ... ابو حازم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ان دونوں (حسن و حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ... نے اسے سلیمان بن بلال سے ... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کرنے والا ہوں ... امام احمد نے فرمایا ... ابن ماجہ نے ... سے روایت کیا ہے

عبدالرحمن بن مسعود سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور حضرات حسنین بھی آپ کے ساتھ تھے ایک آپ کے ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر آپ ایک مرتبہ حضرت حسن کو چومتے اور دوسری مرتبہ حضرت حسین کو یہاں تک کہ آپ ہمارے قریب پہنچ گئے ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں۔

ابو یعلیٰ موصلی نے کہا کہ ابو سعید اشج نے ہمیں بتایا کہ عقبہ بن خالد نے مجھے بیان کیا کہ یوسف بن ابراہیم تمیمی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون سا شخص آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا حسین اور حسن کا یہ بیان ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ اور دونوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹاتے۔ اسی طرح امام ترمذی نے اسے ابو سعید الاشج سے نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حضرت انس کی حدیث سے حسن غریب ہے اور امام احمد نے فرمایا کہ ابو النضر اور عفان نے ہمیں بتایا حماد بن سلمہ نے علی بن زید بن جدعان سے انہوں نے حضرت انس سے نقل کر کے ہمیں بتایا کہ حضور جب فجر کی نماز کے لیے جاتے تو چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرتے ہوئے فرماتے اے اہل بیت الصلوٰۃ پھر (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) امام ترمذی نے بروایت عبد بن حمید عن عفان اسی طرح نقل کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہمیں صرف حماد بن سلمہ کی حدیث سے معلوم ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ محمود بن غیلان نے ہمیں بتایا کہ ابو اسامہ نے فضیل بن مرزوق سے انہوں نے عدی بن ثابت سے انہوں نے حضرت براء سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرات حسنین کو دیکھا اور فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما۔ پھر امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام احمد نے زید بن حباب سے بواسطہ حسین بن واقد اور حضرات علی اور حسین بن واقد کی حدیث کو بیان کرتے ہوئے [illegible] بریدہ نے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حضرت حسن و حسین سرخ قمیص پہنے چلتے اور لڑکھڑاتے ہوئے آ گئے تو آپ منبر سے اتر کر دونوں کو اٹھا لیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا (تمہارے اموال اور اولاد صرف فتنہ ہیں) میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کاٹ کر انہیں اٹھا لیا اور اہل سنن نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حسین بن واقد کی حدیث سے جانتے ہیں پھر انہوں نے فرمایا کہ حسن بن عرفہ نے ہمیں بتایا کہ اسماعیل بن عیاش نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے انہوں نے سعید بن راشد سے انہوں نے یعلیٰ بن مرہ سے نقل کر کے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ بھی اس سے محبت کرے گا حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے پھر امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور امام احمد نے اسے عفان عن وہیب عن عبداللہ بن عثمان سے نقل کیا ہے اور طبرانی نے [illegible] عبداللہ بن عباس [illegible] روایت کیا ہے [illegible] یعلیٰ بن مرہ ثقفی کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین دو نواسے ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد نے فرمایا کہ ابو نعیم نے ہمیں بتایا کہ سفیان نے یزید بن ابی زیاد سے ابن ابی نعم سے ابو سعید سے نقل کر کے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

امام ترمذی نے یہ روایت بواسطہ یزید بن ابی زیاد عن سفیان ثوری کی حدیث سے نقل کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے اور ابو القاسم بغوی نے یہ روایت داؤد بن رشید عن مروان الفزاری عن الحکم بن عبدالرحمن بن ابی نعم عن ابیہ عن ابی سعید کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں خالہ کے بیٹوں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے علاوہ حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور امام نسائی نے اسے روایت کیا ہے [illegible] روایت کیا ہے [illegible] ابو معاویہ عن الاعمش عن عطیہ عن ابی سعید روایت کیا ہے [illegible] بیان کیا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت جابر بن عبداللہ [illegible] فرمایا کہ جو شخص نوجوانان جنت کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ اس کی طرف دیکھے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے [illegible]

حدیث بیان کی ہے عن میسرہ بن حبیب عن منہال بن عمرو عن زر بن حبیش عن حذیفہ نقل کیا ہے کہ ان کی والدہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دعا لینے کے لئے بھیجا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی پھر آپ نے عشاء کے وقت تک نماز پڑھائی، پھر آپ نکل پڑے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا آپ نے میری آواز سن کر پوچھا کون ہے؟ حذیفہ؟ تو میں نے کہا جی ہاں، حذیفہ ہی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے تو کس کام سے آیا؟ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات کو آیا ہے وہ اس سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا اس نے مجھے سلام کیا اور بشارت دیتا ہے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنین نوجوانان جنت کے سردار ہیں اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی ہے، پھر ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف اسرائیل کی حدیث سے معروف ہے اس قسم کی حدیث حضرت علی بن ابی طالب کی حدیث اور خود حضرت حسین کی حدیث سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمر اور آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمر حضرت عباس اور ابن مسعود وغیرہ کی حدیث سے بھی یہ روایت ہے البتہ ان سب سندوں میں ضعف پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابوداؤد طیالسی نے فرمایا کہ موسیٰ بن عطیہ نے اپنے والد سے بحوالہ حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت حسن و حسین کے بارے میں فرماتے سنا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے ان دونوں سے محبت رکھنی چاہئے۔ امام احمد نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد نے ہمیں بتایا کہ اسمٰعیل بن جعفر نے ہم سے بیان کیا محمد بن حرملہ نے بیان کیا عطا نے مجھے خبر دی کہ ایک شخص نے اسے بتایا کہ اس نے حضور ﷺ کو حضرت حسن و حسین کو اپنے ساتھ چمٹاتے دیکھا آپ فرما رہے تھے اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی انہیں محبوب بنا لیجئے! حضرت اسامہ بن زید حضرت سلمان فارسی سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی گئی مگر اس میں ضعف و کمزوری پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

امام احمد نے فرمایا کہ اسود بن عامر نے ہمیں خبر دی کہ کامل نے دونوں جگہوں کامل اور ابو منذر نے ہمیں بتایا کہ اسود نے بیان کیا کہ کامل نے ابو صالح سے بواسطہ حضرت ابوہریرہؓ ہمیں بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک تھے جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے نواسے حسن و حسین آپ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب آپ اپنا سر اٹھاتے تو آپ انہیں نرمی سے پکڑ کر زمین پر رکھ دیتے اور جب دوبارہ سجدے کے لئے جاتے تو وہ دوبارہ اسی طرح کرتے یہاں تک کہ آپ نے نماز پڑھ لی اور دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے جا کر آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں ان دونوں بچوں کو ان کی والدہ کے پاس واپس لے جاؤں؟ راوی کہتا ہے کہ بجلی کوندی اور آپ نے فرمایا جاؤ! اپنی امی کے پاس چلے جاؤ! راوی کا بیان ہے کہ اس کی روشنی قائم رہی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔

موسیٰ بن عثمان حضرمی نے عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کی روایت کی ہے۔ اور ابوسعید اور حضرت ابن عمر سے بھی اس کے قریب قریب روایت کی گئی ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ عفان نے ہمیں بتایا کہ معاذ بن معاذ نے ہمیں خبر دی کہ قیس بن ربیع نے ابو المقدام عبدالرحمن الازرق نے بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو حسن یا حسین نے پانی مانگا تو رسول اللہ ﷺ ہماری ایک بکری کے پاس گئے اور اسے دوہ لیا۔

پس آپ نے دودھ دیا اور دوسرے نے آ کر اسے پکڑنا چاہا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ گویا آپ کو یہ دونوں بہت محبوب ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا نہیں مگر اس نے اس سے پہلے پانی مانگا تھا، پھر ارشاد فرمایا کہ میں اور تو اور یہ دونوں اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک مقام میں ہوں گے احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو تنہا روایت کرتے ہیں۔ جبکہ ابوداؤد طیالسی نے اس واقعہ کو عن عمرو بن ثابت عن ابیہ عن ابی فاختہ عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے اور اسی طرح بیان فرمایا ہے مزید لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ان دونوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کو اٹھا لیتے تھے اور باپ کی طرح برتاؤ کرتے تھے۔

ایک دفعہ یمن سے حلے آئے تو آپ نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیٹوں میں تقسیم فرما دیا اور ان دونوں کو کچھ نہ دیا اور فرمایا ان دونوں کے شایان شان کوئی حلہ نہ تھا۔ پھر آپ نے یمن کے نائب کو پیغام بھیجا تو انہوں نے ان دونوں کے مناسب حلے تیار کر کے ارسال کئے۔

محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ قبیصہ بن عقبہ یونس بن ابی اسحاق سے بحوالہ العیزار بن حریث کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی کہ تشریف لا رہے ہیں تو فرمایا یہ اہل زمین کو آج اہل آسمان سے

زیادہ محبوب ہیں۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبداللہ نوفلی نے جعفر بن محمد سے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر سے بیعت لی حالانکہ وہ چھوٹے بچے تھے اور ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی چھوٹے بچے سے بیعت نہیں لی۔ یہ حدیث مرسل غریب ہے۔ محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن عبید نے عبداللہ بن الولید الوصافی سے عبیداللہ بن عبید بن عمیر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل کئے اور آپ کی اونٹنیاں آپ کے آگے ہانکی جاتی تھیں۔ اور ابو محمد الفضل بن ربیع نے ہم سے بیان کیا ہے کہ غیاث نے جعفر بن محمد سے ان کے والد کے حوالے سے بیان فرمایا کہ حضرت علی نے پیادہ حج کئے۔ اور آپ کی اونٹنیاں آپ کے پیچھے ہانکی جاتی تھیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ بخاری نے بیان کیا ہے۔

اور مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے درمیان کوئی گفتگو ہوئی اور دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سر پر جھک کر ان کے بوسے لینے لگے اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر انہیں بوسہ دیا اور فرمایا مجھے اس کام میں ابتداء سے اس بات نے روکا ہے کہ میرا خیال تھا کہ آپ مجھ سے زیادہ احسان کے حقدار ہیں اور میں نے اس بات میں آپ سے سبقت کرنا پسند نہ کیا جس کے آپ زیادہ حقدار ہوں۔

اصمعی نے ابن عون کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شعراء کو مال دینے پر ملامت کا خط لکھا تو حضرت حسین نے کہا، بہترین مال وہ ہے جو عزت و آبرو کو بچا لے۔

اور طبرانی نے روایت بیان کی ہے کہ ابو خلیفہ محمد بن حنیفہ الجمحی نے عبید بن ایاز العنزی نے سلیمان بن الہیثم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے حجر اسود کو چومنا چاہا تو لوگوں نے آپ کے لئے جگہ خالی کر دی تو ایک نے پوچھا اے ابو فراس یہ کون ہے؟ تو فرزدق نے کہا:

"یہ وہ شخص ہے جس کے قدموں کی جگہ کو بطحاء جانتی ہے بیت اللہ اور حل و حرم جانتے ہیں۔ یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر شخص کا بیٹا ہے یہ پرہیزگار، صاف، پاکیزہ سردار ہے قریب ہے کہ جب وہ بوسہ لینے آئے تو رکن حطیم اس کی ہتھیلی کو پہچان کر پکڑ لے۔" جب قریش نے اسے دیکھا تو ان کے کہنے والے نے کہا:

اس شخص کے مکارم پر فیاضی ختم ہو جاتی ہے حیا کے باعث نگاہیں پست رکھتا ہے اور اس کی ہیبت کے باعث نگاہیں نیچی کی جاتی ہیں جب وہ مسکراتا ہے تو اس سے گفتگو ہوتی ہے اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے جس کی خوشبو مہکتی ہے وہ چھڑی ایک ذی الحلم شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی ناک بلند ہے اس کی اصل رسول اللہ سے مشتق ہے اس کے تمام عناصر و عادات اچھی ہیں۔ اس کی تابندگی کی دوری کو کوئی پا نہیں سکتا۔

اور یہ لوگ اس کی سخاوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ یہ کہ وہ اس کا ارادہ بھی کریں جو آدمی اللہ کو پہچانتا ہے وہ اس کی اولیت کو بھی جانتا ہے۔ اور دین اس کے گھر سے لوگوں نے پایا ہے اور اس نے کبھی لا نہیں کہا سوائے تشہد کے اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا لفظ بھی ہاں ہوتا۔

اور طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حالات ایسے ہی بیان کئے ہیں۔ مگر یہ بات غیر معروف ہے بلکہ مشہور یہ ہے کہ فرزدق کے یہ اشعار حضرت علی بن حسین زین العابدین کے بارے میں ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ اور یہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ فرزدق نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس وقت دیکھا ہے جب وہ حج پر آ رہے تھے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق جا رہے تھے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرزدق نے وہ بات کہی جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے علیحدہ ہونے کے چند دن بعد شہید ہو گئے پس انہوں نے آپ کو بیت اللہ کا طواف کرتے کب دیکھا ہوگا۔

ہشام نے عوانہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے پوچھا کہ وہ خط کہاں ہے جو میں نے تجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں لکھا تھا؟ تو عمر بن سعد نے کہا کہ آپ کا جو حکم تھا وہ میں نے پورا کر دیا ہے اور خط کے بارے میں تمہیں کوئی ضرورت نہیں

[illegible] ہو گیا ہے۔

[illegible] عمر بن سعد [illegible] ہو گیا ہے [illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible] عمر بن سعد [illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں [illegible]
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ [illegible] ہے۔
[illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible] عمر بن سعد کو ملامت نہیں کی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے مروی چند اشعار [illegible]
[illegible] حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہے ہیں۔

(۱) [illegible]
[illegible]
[illegible]
حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible]
[illegible]

[illegible] حضرت حسین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] ہیں۔

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

اطاعت نہیں کروں گا۔

رباب کے باپ نے حضرت عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور آپ نے انہیں ان کی قوم کا امیر مقرر کر دیا جب وہ وہاں سے نکلے تو علی بن ابی طالب نے اس سے کہا کہ وہ ان کے فرزندوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دے تو انہوں نے اپنی بیٹی سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور رباب کا نکاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اور تیسری بیٹی کیا بنت امرء القیس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی بیوی رباب کے ساتھ زبردست محبت کرتے تھے اور وہ آپ کو بہت زیادہ پسند تھی اور ان کے بارے میں اشعار بھی پڑھتے تھے جب آپ کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو رباب بھی آپ کے ساتھ تھی رباب نے آپ کا شدید غم کیا یہاں تک کہ وہ آپ کی قبر پر ایک سال تک قیام کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے واپس آ گئی۔

جو شخص ایک سال تک قیام کرے وہ معذور ہے میرے فراق میں رونے والا معذور ہے۔ السلام علیکم۔

جب یہ حالات گزر گئے تو قریش کے اشراف نے رباب کے بارے میں پیغام نکاح بھیجنا شروع کیا، جس کا جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو اپنا خسر بنانا نہیں چاہتی ہوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خدا کی قسم مجھے کوئی چھت ڈھانپ نہ دے گی وہ ساری زندگی غمگین رہی یہاں تک کہ وفات پا گئی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ آپ کے بعد تھوڑے سے دن زندہ رہی پھر وفات پا گئی واللہ اعلم۔

اور ان کی بیٹی حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی یہاں تک کہ ان کے حسن کے برابر کوئی عورت نہیں تھی۔

ابو مخنف نے عبدالرحمن بن جندب کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت حسین کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے کوفیوں کے اشراف کا جائزہ لینا شروع کیا تو اس نے عبیداللہ بن الحر بن یزید کو نہ پایا یہاں تک کہ چند دن اس کے بارے میں صبر کرتا رہا حتیٰ کہ وہ کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس آیا تو اس سے پوچھا کہ اے ابن حر تم کہاں تھے ابن الحر نے کہا طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو پوچھا کہ دل کی بیماری تھی یا بدن کی تو ابن الحر نے کہا کہ میرا دل تو بیمار نہیں ہوا ہے واللہ کا شکر ہے میرا بدن بھی صحت مند ہے ابن زیاد نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تم ہمارے دشمن کے پاس تھے اس نے کہا اگر میں تمہارے دشمن کے پاس ہوتا تو مجھ جیسا آدمی چھپ نہیں سکتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ ابن زیاد کے بارے میں بھول گئے تھے اور وہ نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر کہنے لگا کہ اس کو بتا دو کہ میں اللہ کی قسم اس کے پاس خوشی سے نہیں آؤں گا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ ابن حر کہاں ہے تو لوگوں نے کہا کہ وہ باہر چلا گیا ہے جس پر ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔

پس سپاہی تلاش میں نکل گئے اور اس نے ان کے لئے ایسے سخت الفاظ استعمال کیے جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے۔ اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں مرثیہ کہا۔

پھر ابن زیاد کے بارے میں سخت الفاظ کہنے کے بعد کہ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں چند اشعار کہے جو یہ ہیں۔

خائن امیر مجھ سے کہتا ہے کہ آپ نے حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا شہید کے ساتھ جنگ کیوں نہیں کی؟

کاش ہائے مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی مدد نہ کر سکا اور مجھے حسرت ہے اس بات کی کہ میں اس کے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ نہیں تھا پس خدا ان پاک روحوں کو پانی دینے والی بارش سے سیراب فرما جنہوں نے آپ کی مدد کی اور ایک دوسرے سے جنگ کی میں ان کی قبر پر کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ دل پھٹ جاتا اور میری آنکھ اشکبار تھی میری زندگی کی قسم وہ میدان کارزار میں دلیر بہادر تھے جنگ کی طرف دوڑ کر جانے والے شیروں کی طرح سے تھے نہیں۔ انہوں نے اپنے نانا کے ساتھ اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کی مدد کی اور وہ تلواروں کے شیر تھے اگر چہ وہ مقتول ہو گئے تو ہر پاک نفس ان کے قتل میں شامل ہوا ہے پھر بھی اس قتل کی وجہ سے ہر ظالم اور شریر سے بھاگتے ہیں وہ بروز قیامت والی آنکھ نے دیکھا ہو گا کہ وہ موت کے وقت خوش ہو رہا

پھول اور سادات ہوتے ہیں۔

کیا آپ انہیں از راہ ظلم قتل کرتے ہیں اور ہم زمین کو ان کا قصاص رکھتا ہے؟ بہت ہمارے حالات سے مناسب نہیں۔ میری جان کی قسم تم نے ان کو۔ عبس بن جعدہ کو پہنچایا ہے اور ہمیں سے معلوم کتنے لوگ بچے ہوں گے جو تمہاری بنا سے ہیں پر ملامت کرتے رہیں گے۔

پس مجھے کئی بار یہ خیال آتا ہے کہ ایک شخص جو ہم میں بزرگی اور جماعت سے ہو کر اس جنس سے ظالم پر سے قتل سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

ابن زیاد ہمارے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے نماز و اعلان کرے اور تیرا نگ موقف کر (تو ذکر رکھو) سے لگا تو میں کہتے ہیں سلیمان بن قتہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مرثیہ بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں: آل ہاشم کی طرف کے قتل کردہ آدمی کی وجہ سے قریش کی گردنیں جھک گئی ہیں اور قریش ذلیل و خوار ہو گئے۔

اگر تم نے اسے بیت اللہ میں پناہ لینے کے بعد بھی تلاش کرنا شروع کیا تو تم قوم عاد کی طرح ہو جاؤ گے جو واسطے سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی تھی۔

اور میں جب آل محمد کے گھروں سے گزرا تو وہ ویسے ہی نہ تھے جیسے ان گھروں میں اترتے وقت تھے۔ اللہ دور نہ کرے لئے ان کا رہنے والوں تو بڑی مصیبت ہو گئے اور ان مصائب میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یا اللہ ان مکانوں کو جن میں سلامت رکھ۔ اگرچہ میرے خیال میں یہ مکان اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں۔

جب ضرورت پڑی تو ہم اس کے فقیر یمک کی بھی خبر لیتے رہے اور جب پاؤں پھسل جاتا ہے تو قیس اور اس کی شکست سے نجات کرتا ہے۔

اور یاد رکھو یزید کے ذمہ ہمارا ایک خون کا قطرہ ہے جسے ہم عنقریب وہ جہاں پائیں گے اس کا بدلہ لے کر رہیں گے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد زمین مقتولوں کے خون سے بھر گئی ہے اور ملک میں قتل و غارت ہو رہا ہے۔

۶۱ھ کے واقعات

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد ۶۱ھ میں پیش آنے والے حالات

اس سال جب سلم بن زیاد یزید بن معاویہ کے پاس آیا تو یزید نے اسے خراسان اور سجستان کا امیر مقرر کر دیا تھا اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال تھی سلم بن زیاد نے اپنے بھائیوں عباد اور عبدالرحمٰن کو معزول کر دیا اور سلم نے [illegible] سواروں اور سرداروں کو منتخب کرنے کے بعد لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی۔

پھر نکل کر ایک لشکر تیار کر کے ترکوں کی طرف جنگ کرنے کی غرض سے نکل گیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی ام محمد بنت عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص ثقفی بھی تھی اور یہ پہلی عرب خاتون ہے جس نے دریا عبور کیا اور بچہ جنا جس کا نام صغدی رکھا اور اس کے لئے صغد کے بادشاہ کی بیوی نے ایک تاج [illegible] اس سے پہلے یہاں مسلمان موسم سرما نہیں گزارا کرتے تھے لیکن سلم بن زیاد نے وہاں موسم سرما گزارا۔ اس نے جب مہلب بن ابی صفرہ کو ترکوں کے اس شہر کی طرف روانہ کیا جو خوارزم سے بھی آگے ہے وہاں جا کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور پھر [illegible] مصالحت پر آمادہ ہو گئے اور ان سے سامان [illegible] لیا تھا۔ چونکہ [illegible] کی رقم بہت زیادہ بنتی ہے جو ایک حصہ نقدی اور [illegible] کی شکل میں [illegible] سامان کی قیمت آدھی لگا [illegible] کی صورت میں ادائیگی ہوئی۔

چنانچہ جب سلم بن زیاد کے پاس بہت قیمتی [illegible] جمع ہو گئے پھر [illegible] یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا اور ساتھ میں ایک وفد بھی [illegible] ساتھ سلم [illegible] اس سال یزید بن معاویہ نے عمرو بن سعید کو مدینہ کی امارت سے معزول کر دیا اور وہاں دوبارہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر دیا۔

جس [illegible] امیر مدینہ مقرر کر دیا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو انہوں نے عوامی مجلسوں میں اس کی بہت زیادہ اہمیت بیان کرنا شروع کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کو عظیم [illegible] قرار دیا۔

[illegible] اہل عراق اور اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ساتھ [illegible] کرنے پر [illegible] اہل کوفہ کی مذمت فرمائی اور انہیں ملامت کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر انتہائی غمگین ہوئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کی اور قاتلوں پر لعنت [illegible]

اور فرمایا کہ خدا کی قسم ان بے وقوفوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو شب بیدار [illegible] قیام میں گزارتے تھے اور دن کا اکثر روزہ سے رہتے تھے۔

اور انہوں نے ایسا شخص قتل کیا جو قرآن کے بدلے [illegible] اللہ کے خوف میں رونے کے بدلے [illegible] شراب کی [illegible] مجالس [illegible] شکار [illegible] پسند کرتے تھے۔

[illegible] یزید بن معاویہ [illegible] قریب [illegible] لوگوں نے [illegible] امیر [illegible] کرنے [illegible] یزید بن معاویہ کی مخالفت [illegible] معزولی [illegible]

یہاں تک کہ ایک کثیر تعداد لوگوں کی چھپ کر آپ سے بیعت ہوئی اور لوگوں نے اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس کا اظہار کیا جائے گا آپ عمرو بن سعید کی موجودگی کے باعث اظہار نہ کر سکے چونکہ وہ آپ پر قوی تھے۔ پھر اس میں نرمی کا پہلو بھی تھا اور اہل مدینہ نے آپ کے ساتھ قیام کی بیعت کے ذریعے اعلان کیا کہ جب حضرت حسین قتل ہو گئے ہیں تو حضرت ابن زبیر سے کوئی اختلافات نہیں رکھا جائے گا۔ اور یزید کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو اس پر یہ بات بہت شاق گزری اور اس سے کہا گیا کہ آپ عمرو بن سعید چاہیں تو ابن زبیر کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لایا جا سکتا ہے۔

یا اس کو محاصرے میں لے کر حرم سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔

اور عمرو بن سعید کو یہ پیغام ملا کہ مجھے معزول کر دیا گیا ہے اور ولید حاکم بنا دیا گیا ہے تو اس نے اس سال لوگوں کو حج کی تکمیل کی اور یزید بن معاویہ نے قسم کھائی کہ ابن زبیر کو چاندی کی زنجیر میں باندھ کر ہر صورت میں میرے پاس لایا جائے ایلچی کے ہاتھ وہ زنجیر بھی ساتھ دے کر بھیج دی اور اس کے ساتھ خز کی ایک ٹوپی بھی تھی تاکہ اس کی قسم پوری ہو۔ ایلچی جب مدینہ میں مروان کے پاس سے گزر رہا تھا تو مروان سے اپنے سفر کے متعلق بات چیت کی اور اس طوق کے بارے میں بھی بتایا کہ یہ اس کام کے لئے لایا گیا ہے مروان نے کہا کہ ان سے لے لے تیرے سفر میں مناسب آدمی کے لئے مناسب نہیں اور اس میں عاقل آدمی سے بھی گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔

اور کہا ایسے عام لوگوں نے یہ بات کی تکلیف دی ہے مگر مصالحت کی ایسے مقامات ہوتے رہتے ہیں یہ کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ مجھے اس وقت سے ڈر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں اور شہر والوں کے ساتھ بھی آگے کی پیچھے ہو جانے کا کہا جاتا ہے۔

جب ایلچی حضرت ابن زبیر کے پاس آیا تو مروان نے اپنے دونوں بیٹوں کو بھی بھیجا کہ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سنا جائے۔

اور یہ ان کو اس بارے میں میرے اشعار بھی سنا دو عبدالعزیز کہتے ہیں جب یزید کا ایلچی ان کے پاس بیٹھ گیا تو میں نے وہ اشعار سنانا شروع کئے اور وہ سن رہے تھے جب میں اشعار پڑھ کر فارغ ہوا تو آپ نے مجھ سے کہا کہ آپ دونوں اپنے والد کو میری طرف سے یہ کہہ دیں کہ میں کہتا ہوں: جب بات سخت ہو اور پتھر آپس میں ٹکراتے ہیں تو میں ایک ایسے درخت سے ہوں جس کی لکڑی سخت ہے اور اس میں کوئی حق ہونے کے لئے نرم نہیں ہوتا ہوں کہ کوئی بھی چبا کر چبا سکے اور میں سر پھیرنے کے تسلیم کر لوں یہاں تک کہ سخت چبانے والی داڑھ نرم ہو جائے مگر میں سوال کرنے والے سے نرم نہیں ہوتا ہوں۔

عبدالعزیز کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون سی بات زیادہ عجیب تھی۔ اس بات میں اہل سیر کا اختلاف نہیں ہے کہ اس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا اور امیر حرمین تھا اور بصرہ و کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد امیر تھا اور خراسان و سجستان پر سلم بن زیاد امیر تھا جو عبیداللہ بن زیاد کا بھائی تھا اور کوفہ کی قضا پر شریح مقرر تھے اور بصرہ پر ہشام بن ہبیرہ قاضی مقرر تھے۔ یہ واقدی نے نقل کیا ہے واللہ اعلم۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ تقریباً پچاس آدمیوں کے ساتھ کربلا میں شہید کر دیا گیا ایک مشہور روایت کے مطابق ۷۰ آدمیوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور ان کے ساتھ ایک جماعت اہل بیت اور ساتھیوں کو بھی قتل کیا گیا تھا۔

حضرت جابر بن عتیک بن قیس ..... ابو عبداللہ انصاری صحابی رسول ﷺ ہیں غزوہ بدر میں تھے اور یوم فتح مکہ میں آپ انصار کے علمبردار تھے ابن جوزی کہتے ہیں اسی سال ۶۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی ..... آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ شیخین نے ذکر کیا ہے آپ فرماتی ہیں حضرت حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں روزے رکھتا ہوں کیا سفر میں بھی روزہ رکھنے کی اجازت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ کی مرضی حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تمام عمر شام میں رہے جنگ اجنادین میں حضرت صدیق کے پاس فتح کی خبر لے کر گئے تھے واقدی بیان کرتے ہیں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بشارت لے کر آئے تھے جب توبہ قبول ہونے کا حکم ہو چکا تھا تو انہوں نے آ کر بشارت دی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔

جب یہ خبر دی تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر انہیں دے دیئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متصلاً

کے مرثوانی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کچھ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ زندگی نے روشن کر لی ہوئی تھی تو تمام لوگوں کا سارا سامان اٹھوا لیا۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات اسی سال ہوئی ہے۔

حضرت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی ..... آپ کعبہ کے کلید بردار، عثمان کے والد جنگ

احد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کفر کی حالت میں مارے گئے اور شیبہ نے فتح کے سال اسلام قبول کیا لیکن حنین میں شریک ہوئے۔ ابھی پوری طرح مسلمان نہیں تھے بلکہ پیچھے پیچھے آپ ﷺ کے قتل کے در پے تھے۔ چنانچہ وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو ان کی اس مذموم حرکت سے آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے انہیں ان کے ارادے کے بارے میں مطلع کر دیا چنانچہ اس کے بعد وہ ایمان لائے اور جنگ میں ثابت قدم رہے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے اپنے ایمان میں پختگی لائے۔

واقدی اپنے شیوخ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ شیبہ نے یہ بات کہی تھی کہ سب لوگ بھی اگر آپ ﷺ پر ایمان لائیں تو میں پھر بھی ایمان نہیں لاؤں گا یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ فتح کرنے کے بعد ہوازن کی طرف نکلے تو میں بھی نکلا اس غرض سے کہ شاید کوئی موقع مل جائے تو آپ ﷺ کو قتل کر کے تمام قریش کا بدلہ لے لوں۔ راوی آگے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جب لوگ گھل مل گئے تو آپ ﷺ اپنے خچر سے نیچے اترے اور میں بھی قریب ہو گیا کہ شاید کام تمام کر سکوں اور اپنی تلوار سونت لی تاکہ میں ... آگ کا شعلہ بلند ہوا قریب تھا کہ مجھے جلا دے۔ یہاں آپ ﷺ نے مجھے نام لے کر پکارا کہ اے شیبہ میرے قریب آ۔ جب میں قریب ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: یا اللہ! شیبہ کو شیطان کے شر سے پناہ دے! راوی کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے سے ہٹایا بھی نہ تھا کہ مجھے آپ ﷺ ساری دنیا سے زیادہ محبوب نظر آنے لگے تھے آپ نے فرمایا جاؤ اور لڑو میں دشمن کی طرف بڑھا خدا کی قسم اس دن اگر میرا باپ بھی سامنے آ جاتا تو میں اسے قتل کرنے سے دریغ نہ کرتا معرکے کے بعد جب وہ لوگ واپس اپنی چھاؤنیوں پر لوٹے تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے شیبہ اللہ نے تیرے بارے میں وہ ارادہ فرمایا ہے جو اس ارادہ سے بہتر ہے جو تو نے اپنے لئے اختیار کر رکھا تھا پھر آپ نے وہ تمام باتیں بتلا دیں جو میں نے اپنے دل میں چھپایا تھا اور اس کے بعد میں نے اقرار کیا اور اللہ سے بخشش کا طالب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے آپ کی مغفرت فرما دی۔

انہوں نے عثمان بن طلحہ کے بعد حجابت سنبھالی اور آج تک آپ کے بیٹوں میں حجابت قائم ہے اور یہ شیبی آپ کی طرف منسوب ہیں وہی کعبہ کے حاجب ہیں۔

آپ کی وفات کے بارے میں تین اقوال ہیں: آپ خلیفہ بن خیاط اور ان کے ساتھ ایک بڑی جماعت اسی طرف گئی ہے کہ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ہے اور محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ کی وفات یزید کے زمانے میں ہوئی۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں: المنتظم میں کہ انہوں نے اسی سال وفات پائی ہے۔

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم ..... آپ صحابی رسول ہیں دمشق نقل مکانی کر گئے تھے وہیں اپنا مسکن بنایا تھا اور وفات کے وقت یزید بن معاویہ کو وصیت پوری کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔

حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط ..... ان کا سلسلہ نسب یوں ہے ولید بن عقبہ بن ابی معیط ابان بن ابی عمرو ذکوان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو وہب القرشی العبشمی آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماں جائے بھائی تھے جن کی ماں اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب ... اور عمارہ ... ولید کے بھائی تھے ... فتح ... اسلام ... آپ ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں میں سے آپ کے باپ کو گرفتار کیا تھا جب اس کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا گیا تو کہنے لگا بچوں کا کون ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے آگ ہے اور آپ ﷺ نے ایک دوسرے ... عاصم بن ثابت کے ساتھ

کبھی بھی برا کیا تھا؟

اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے یوم فتح میں اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے انہیں بنی مصطلق کے صدقات پر امیر بنا کر بھیجا تو جب یہ ان کے احاطوں کے پاس پہنچے تو آپ سمجھے کہ یہ لوگ جنگ کرنے کے لئے نکلے ہیں، جب یہ ڈرا تو پسپا ہو کر واپس آپ ﷺ کے پاس آ گئے اور صورت حال سے آگاہ کیا جب یہ بات سامنے آئی تو آپ ﷺ نے ان کے خلاف فوج بھیجنے کا ارادہ کیا جب یہ بات بنی المصطلق تک پہنچی تو انہوں نے چند آدمیوں کو بھیجا جو آپ کے پاس آئے اور معذرت کی اور حقیقی صورت حال سے آپ کو آگاہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (یا ایہا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ الآیۃ) کئی مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اور ابو عمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اتفاق بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بنی تغلب کے صدقات پر مقرر کیا تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے بعد آپ کو کوفہ کی نیابت پر مقرر کیا تھا، پھر آپ نے شراب پی کر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور پلٹ کر ساتھیوں سے کہا کہ میں آپ کو زیادہ پڑھاؤں؟ آپ کو نشہ تھا تو یہ بات سامنے آئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے کوڑے لگائے اور چار سال کے بعد کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور آپ مدینہ ہی میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق کی طرف آئے تو آپ رقہ کی طرف چلے گئے اور وہاں ایک زمین خرید لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اور ان کے بعد تمام جنگوں کے وقت الگ تھلگ رہے اور اپنی زمین میں وفات پا گئے اور آپ رقہ میں دفن ہیں جو رقہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کے زمانے میں وفات پائی اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

امام احمد اور ابوداؤد نے فتح مکہ کے متعلق ان سے ایک حدیث نقل کی ہے اور ابن جوزی نے بھی اس سال میں ہی آپ کی وفات کا ذکر کیا ہے نیز ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے ۵۱ھ میں بھی آپ کی وفات کا ذکر ہو چکا ہے کہ ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا سن ۶۶ھ وفات کا ہے اور صحیح قول ۶۳ھ کا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ..... آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا نام ہند بنت سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے آپ کا تعلق قریش کی شاخ مخزوم سے تھا اور آپ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد ابو سلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جب ان کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور ۴ھ میں غزوہ احد کے بعد آپ کی رخصتی ہوئی، آپ نے اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ سے ایک حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور یہ کہے کہ اے اللہ مجھے میری مصیبت میں پورا بدلہ عطا فرما اور اس سے بہتر قائم مقام عطا فرما تو اللہ اس کے بدلہ میں اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں، آپ فرماتی ہیں کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد جب میں نے یہ کلمات کہے تو میں نے سوچا ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے وہ پہلا ہجرت کرنے والا ہے، بہرحال حکم خداوندی سے جب میں نے یہ کلمات کہے تو مجھے اس کے بدلہ میں رسول اکرم ﷺ عطا فرما دیئے آپ سے بہت سی احادیث کو روایت کیا ہے۔

آغاز ۶۲ھ

مورخین کہتے ہیں کہ اس سال مدینہ منورہ سے ایک وفد یزید بن معاویہ کے پاس آیا تو اس نے ان کا بڑی عزت سے استقبال کیا۔ انہیں انعامات سے بھی نوازا۔

اور حضرت حنظلہ الغسیل کو اپنا امیر مقرر کر لیا تو یزید نے ان کی طرف ایک لشکر جرار مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا جس نے تباہی مچائی اور حرہ کا معرکہ ہوا جس کی تفصیل ۶۳ھ کے تحت آ جائے گی۔

اور یزید بن معاویہ نے حجاز سے عمرو بن سعید ابن العاص کو معزول کر دیا اور ولید ابن عتبہ بن ابی سفیان کو ان کا امیر مقرر کر دیا جب ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ منورہ آیا تو اس نے اس کے اموال اور خزانوں کی حفاظت کی اور عمرو بن سعید ابن العاص کے تقریباً تین سو غلاموں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔

چنانچہ عمرو بن سعید بن العاص نے یزید کے پاس آنے کا ارادہ کیا اور اپنے غلاموں کو پیغام بھیجا کہ وہ جیل سے نکل کر میرے ساتھ آ ملیں یہ پیغام پہنچنے کے بعد عمرو بن سعید بن العاص نے ان کی سواری کا انتظام کر کے اونٹ ان کی طرف روانہ کئے اور جب پہنچ گئے تو غلام آپ کے حکم کے مطابق جیل سے نکل کر ان سے جا ملے اور انہیں لے کر یزید بن معاویہ کے پاس پہنچ گئے تو یزید بن معاویہ نے ان کا اعزاز و اکرام کیا اور عمرو بن سعید ابن العاص کو اپنا مقرب بنا لیا۔

پھر عمرو بن سعید ابن العاص نے ابن زبیر کے خلاف جو باتیں کی تھیں تو یزید ابن معاویہ نے اسے ڈانٹ دیا تو عمرو بن سعید بن العاص نے یزید بن معاویہ کو کہا کہ اے امیر المومنین! جو موجود شخص دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھتا۔ مکہ اور اہل مکہ ان کے طرف دار تھے ان کی مدد کی اور ہر طرح سے ان کے ساتھ تعاون کیا اور اگر میں ان سے مقابلہ کرتا تو میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جس کے ذریعے میں ان پر غالب آ جاتا۔

اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ مجھ سے خوف زدہ رہتا تھا اور ہر وقت ان کے دل میں مجھ سے بچنے کا دھڑکا لگا رہتا تھا اور میں ان سے بہت نرمی سے پیش آتا ان کی خاطر مدارات کرتا تاکہ کسی وقت ان پر غلبہ پا کر ان پر حملہ کر دوں۔

ان کے باوجود میں نے ان کو بہت تنگ کر دیا اور ان کو بہت سی چیزوں سے روک دیا اور میں نے ایک کام اور کیا کہ مکہ مکرمہ اور اس کے راستوں اور گھاٹیوں پر چیک پوسٹیں قائم کر دیں اور چیک پوسٹوں پر مقرر لوگوں کو یہ حکم دیا کہ جو باہر سے آنے والے آدمی کا نام اور اس کے باپ کا نام معلوم کر کے وہ کس شہر سے آیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے لکھے بغیر نہ چھوڑیں۔

اب جو شخص ان چیک پوسٹوں کو عبور کرتا تو اس سے یہ تمام باتیں پوچھی جاتیں جانچ پڑتال کے دوران اگر کوئی شخص ان کے ساتھیوں میں سے ہوتا یا اس کے متعلق یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ ان کے پاس جا رہا ہے تو میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتا وہ قتل ہو جاتا یا اسے واپس کر دیتا۔

بصورت دیگر میں ان کو کھلا چھوڑ دیتا اور آپ نے ولید کو امیر مقرر کیا ہے اور ابھی آپ کو ان کے متعلق اور ان کے کاموں کے بارے میں اطلاعات مل جائیں گی جس سے آپ کو میری تیز روی کی فضیلت اور آپ کے بارے میں میری کوششوں اور خیر خواہی کا پتہ چل جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کو بھلا کرے گا اور آپ کے دشمن کو ذلیل کرے گا تو یزید نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں اور آپ یقیناً ان لوگوں سے بہتر ہیں جنہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے اور مجھے آپ کے خلاف برانگیختہ کیا ہے۔

اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد ہے اور میں مرتے دم تک ان کی مدد کا منتظر رہتا ہوں اور انہیں سازش کرنے والوں کے اور مخالفین کے مقابلہ کے لئے تیار کرتا ہوں۔ تم سب نے ظلم کیا تھا۔

اور ولید بن عتبہ نے حجاز میں قیام کیا اور کئی دفعہ اس نے کئی بار حضرت عبداللہ بن زبیر کو پکڑنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کی کوئی کوشش بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی یہ مکہ مکرمہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرنے کے لئے جاتے تو ان کے بہت حفاظتی انتظامات کو دیکھ کر محروم واپس آ جاتے اور کسی بھی طریقے سے کامیاب نہ ہوتے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے لئے ایک مستقل دستہ تیار کیا تھا اور ان میں سے ہر ایک ان پر اپنی جان و مال نچھاور کرتا تھا۔

انہی دنوں ایک آدمی نجدہ بن عامر (جب قتل حسین کا واقعہ ہوا) نے ایک شخص نے یمامہ میں علم بغاوت بلند کیا اور یزید بن معاویہ کی مخالفت کی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاموشی اختیار کی اور علیحدگی بھی اختیار کر لی۔

نجدہ بن عامر حنفی کے تمام ساتھی جو نادار تھے اور ان کی بدولت یہ چھپے رہتے تھے نجدہ بن عامر ہر وقت کسی موقع کے منتظر رہتے تھے کہ کیا ایسا موقع

کے امان پر جانے کا مطالبہ کر رہے تھے چنانچہ جب عرفہ کی شب آئی تو انہوں نے حملہ کر دیا لیکن ولید بن عتبہ نے انتہائی دلیری اور بہادری کے ساتھ ان کا دفاع کیا جس کی وجہ سے نجدہ بن عامر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکست کھا کر واپس چلا گیا اور حضرت زبیر اور ابن نجدہ پیچھے ہو گئے۔

ان کے ہمراہیوں میں سے ہر فریق [illegible] کرنے لگا اور نجدہ نے یزید کو خط لکھا اور کہا کہ آپ نے ایک ایسا شخص ہمارے پاس بھیج دیا ہے جو کسی بات کی تمیز نہیں کر سکتا اور نہ کسی کی سمجھانے کی نصیحت قبول کرتا ہے۔

اگر آپ کسی نرم طبیعت کے آدمی کو میرے پاس بھیجیں تو جتنے منتشر امور ہو گئے ہیں وہ آسان ہو جائیں اور جو عام افراتفری کا شکار ہو گئے ہیں وہ مجتمع ہو جائیں لہذا آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس بارے میں غور و فکر کریں ان شاء اللہ اس میں ہمارے معاملات اور عوام کی بھلائی ہو گی۔

مورخین کہتے ہیں کہ اس کے بعد یزید نے ولید کو معزول کر دیا اور عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ولید مدینہ کی طرف چلا گیا اور اس وقت ولید بن عتبہ نو عمر نوجوان تھا ایسا ناتجربہ کار آدمی تھا جس کو کسی کام میں کوئی مہارت حاصل نہ تھی۔

تو انہوں نے اس میں لاپرواہی برتی اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے ایک وفد یزید کی طرف بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل انصاری، عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی، منذر بن زبیر اور اہل مدینہ کے بہت سارے اشراف شامل تھے۔ یہ تمام لوگ یزید بن معاویہ کے پاس گئے تو اس نے ان کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کیا اور ان سے حسن سلوک سے پیش آیا اور انہیں انتہائی قیمتی انعامات [illegible]۔ پھر وہ منذر بن زبیر کے علاوہ تمام وفد کے لوگ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

اور وہ اپنے دوست عبیداللہ بن زیاد کے پاس بصرہ چلا گیا اور یزید نے اس وفد کے مقابلے میں منذر بن زبیر کو ایک لاکھ کا انعام دیا اور جب وہ وفد مدینہ آیا تو اس نے یزید کو سب و شتم کیا اور اس پر بہت سے عیب بیان کئے اور کہنے لگے کہ ہم ایک ایسے شخص سے ہو کر آئے ہیں کہ جو دین سے دور ہے جو شراب پیتا ہے اور اس نے اپنے پاس آلات لہو و لعب اور گانے والیاں رکھی ہوئی ہیں جو گانا گا کر اس کو خوش کرتی ہیں۔

اور ہم تمہیں گواہ بناتے ہیں کہ ہم نے اس کو معزول کر دیا ہے لوگوں نے بھی ان کی بات مان لی اور اس کو معزول کرنے پر متفق ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب نے ان کو ملامت کی کہ ایسی حرکت نہ کرو۔

چنانچہ اس کے بعد منذر بن زبیر بصرہ سے مدینہ آ گئے اور اس نے بھی یزید کو معزول کرنے کی تائید کی اور ان لوگوں سے اتفاق کر لیا کہ یہ شرابی [illegible] ہے اور اس نے بھی وہی باتیں لوگوں کو بتائیں جو وفد مدینہ نے بتائی تھیں کہ وہ شراب نوشی کرتا ہے اور وہ نشہ میں مست رہتا ہے اور وہ نماز چھوڑ دیتا ہے اور اس نے وفد مدینہ سے بھی عیب لگانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور طرح طرح کے عیب اپنے محسن پر لگائے جب اس بات کی اطلاع یزید کو ملی تو اس نے کہا اے اللہ میں نے اس کو فضیلت دی اور عزت دی اور اس کی عزت کی لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے آپ نے دیکھ لیا ہے اے اللہ! اس کو جھٹلا اور اس کو عبرت ناک سزا سے دوچار فرما۔

پھر یزید نے اس سے مدارات کچھ دیکھنے کے بعد حضرت نعمان بن بشیر کو اہل مدینہ کے پاس بھیجا کہ ان کو جا کر سمجھائیں اور اس کارروائی سے منع کریں جو انہوں نے شروع کی ہوئی ہے اور یہ بھی کہ یزید نے نعمان ابن بشیر کو کہہ دیا کہ ان کو یہ بھی بتا دیں کہ اس کا انجام بہت برا ہو گا [illegible] کریں اور ان کو یہ بھی حکم دیں کہ وہ دوبارہ اطاعت کی طرف رجوع کریں اور جماعت کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں۔

نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم کے مطابق جو کچھ کام کیا اور ان کو فتنے سے ڈرایا اور کہا کہ تمہارا ایک معاملہ حق ہے جس کا علاج یہی ہے کہ اس شر کو بند کر دیا جائے ورنہ آپ تو طاقت نہیں رکھتے کہ اہل شام کے ساتھ جنگ لڑ سکو۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مطیع نے کہا اے نعمان کوئی چیز آپ کو اس جماعت کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے پر آمادہ کر رہی ہے [illegible] درست کہا ہے [illegible] خراب کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیر: خبردار اللہ کی قسم! میں ان امور کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجھے موت [illegible] رہے ہیں جس کے لئے [illegible] تو لگے ہیں شامل ہو چکا ہوں جن میں اور دوسرے لوگ شامل ہو گئے ہیں اور [illegible] کے لوگ ایسے ہیں کہ جب لڑنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو اپنے دوست [illegible] کرتے ہیں [illegible] دیتے ہیں اور [illegible] کرتے ہیں کہ ان کی طرف دیکھا بھی نہیں جا سکتا اور جب

وہ کہہ رہے ہوتے ہیں تو دونوں لشکروں کے درمیان موت کی چکی گھوم رہی ہوتی ہے اور میں آپ کو یوں دیکھتا ہوں کہ جیسے آپ اپنے گھر کے صحن میں ضرب لگا کر میری طرف آ گئے ہیں اور آپ نے ان صحابہ یعنی انصار کو اپنی گلیوں اور مساجد اور اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل ہوتے ہوئے چھوڑ دیا ہے تو لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور دمشق واپس آ گئے اور صحابہ کو قتل کر دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اہل مدینہ کے وفد میں شامل تھا لیکن وہ دمشق یزید سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آ گئے تھے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس سال ولید بن عتبہ نے لوگوں کو حج کروایا تھا لیکن وفد اہل مدینہ ۶۲ھ کے آغاز میں وہاں گیا تھا جبکہ حج سے پہلے لوگوں کو سنایا گیا تھا۔

اس سال وفات پانے والے اعیان

حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی ...... آپ اس وقت اسلام لائے جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے آپ کے پاس سے گزرے آپ ﷺ جب کراع الغمیم پہنچے تو حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی نے اس موقع پر تقریباً اسی گھرانوں والے لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے۔

دوران ملاقات آپ ﷺ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی اور پھر حضرت بریدہ نے بھی سیکھا پھر جب غزوہ احد ہوا تو حضرت بریدہ نبی ﷺ کے پاس مدینہ تشریف لائے اور پھر آپ کے ساتھ رہ کر تمام غزوات میں شامل رہے اور پھر مستقل مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کر لی اور جب بصرہ فتح ہوا تو آپ وہاں اترے اور گھر کی حد بندی کی پھر جب خراسان کی طرف جنگ ہوئی تو آپ نے اس میں شرکت کرنے کے لیے خراسان کی طرف سفر کا ارادہ فرمایا۔

آخر کار یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں مقام مرو میں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون اور بہت سارے مؤرخین نے آپ کی اسی سال وفات کی تصریح کی ہے۔

ربیع بن خثیم ...... ابو یزید الثوری الکوفی آپ حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں ایک مرتبہ ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے وہ اللہ کی طرف عاجزی کرنے والے یاد آ جاتے ہیں اور فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھتے تو آپ سے محبت کرتے۔

آپ کی عاجزی اور انکساری کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود آپ سے محبت کرتے تھے اور بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیم صدق کا منبع تھے اور عبداللہ بن مسعود کے جتنے بھی ساتھی تھے آپ ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی تھے ابن معین فرماتے ہیں کہ آپ ایسے مقام پر تھے کہ ان کی مثل ملنا انتہائی مشکل ہے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اسی سال میں وفات کا ذکر کیا ہے۔

علقمہ بن قیس ابو شبل النخعی الکوفی ...... آپ ابن مسعود کے اکابر اصحاب اور علماء میں سے تھے حضرت علقمہ بن قیس حضرت ابن مسعود سے ملتے جلتے تھے آپ کی شکل و صورت بالکل ایسی ہی تھی جیسی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تھی اور شکل و صورت میں بھی ان کے مشابہ تھے اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے ان کے علاوہ بہت سے تابعین نے بھی آپ سے روایات لی ہیں۔

عقبہ بن نافع الفہری ...... حضرت معاویہ نے آپ کو دس ہزار فوج کے لشکر کا سربراہ بنا کر افریقہ بھیجا تو انہوں نے انتہائی دلیری سے فتوحات حاصل کیں اور آخر کار افریقہ کو فتح کر کے قیروان کی حد بندی کی اور پھر ان کی جگہ مسلمان بس گئے اور قیروان آباد کیا۔

اور اس کی حالت یہ تھی کہ یہاں گھنی جھاڑیاں تھیں جن میں خون خوار درندے سانپ بچھو اور تمام حشرات۔ جس سے مجاہدین کو بڑی پریشانی تھی اس لئے اس جگہ جو حضرات خالی ہونا ضروری تھا ورنہ آبادی آسانی سے ایک جگہ بسانے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

چنانچہ عقبہ بن نافع فہری نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان درندوں سانپوں وغیرہ کو اس جگہ سے نکال دے پس اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کی دعا قبول ہوگئی اور تمام درندے اور سانپ وغیرہ اپنے بچوں سمیت نکلنے لگے حتیٰ کہ وہ جگہ تمام چیزوں سے محفوظ ہوگئی۔

جب وہ جگہ تمام چیزوں سے خالی ہوگئی تو انہوں نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا اور اس سال مستقل اسی جگہ قیام پذیر رہے اور اسی سال آپ کی جنگیں بربری اور رومی قوم سے بھی ہوئیں اور آپ کو مقام شہادت حاصل ہوا اور اسی سال اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عمرو بن حزم: آپ جلیل القدر صحابی ہیں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نجران کا عامل مقرر فرمایا اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔
مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ نے کافی عرصہ تک وہیں نجران ہی میں قیام فرمایا اور یزید بن معاویہ کے زمانے تک بھی زندہ رہے۔

مسلمہ بن مخلد انصاری ...... بقول مؤرخین ہجرت کے سال پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا سماع کیا اور جب مصر پر مسلمانوں نے حملہ کیا تو یہ بھی شامل ہوئے اور فتح مصر میں شامل رہے۔

مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یزید بن معاویہ کی فوج کے امیر مقرر ہوئے اور اسی سال یعنی ۶۲ھ میں ذوالقعدہ میں فوت ہوئے۔

مؤرخین فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد ہوا اور غزوہ خندق و فتح مکہ ہوا تو اس وقت آپ ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور ان تینوں غزووں میں ان مشرکین کے ساتھ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو شہید بھی کیا۔

اس کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں شامل ہوئے اور حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج بھی ادا کیا اور حجۃ الوداع میں بھی شرکت کی۔

مؤرخ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ساٹھ سال کی عمر پائی اور اتنی ہی عمر زمانہ اسلام میں پائی نیز فرماتے ہیں کہ آپ نے یزید بن معاویہ کا زمانہ پایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اسی سال وفات پائی اور اسی سال میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی کی بیوی الرباب بنت امرئ القیس نے وفات پائی جو اہل عراق کے پاس اس وقت موجود تھیں جب واقعہ پیش آیا آپ کے خاوند حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن علی پھر وہ اکثر رسول پر یاد کرتے تھے۔

۶۳ھ

مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس سال حرہ کا معرکہ پیش آیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ ابن ابی عامر کو امیر مستقل مقرر کر دیا۔

اہل مدینہ نے اس کے بعد اس بات کا اظہار کیا کہ ہم نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا ہے اور قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر کو امیر مقرر کر دیا ہے۔

جب لوگوں نے بیعت کا عہد توڑ دیا تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے یزید کو ایسے اتار دیا جیسے کہ میں نے اپنے سر سے پگڑی اتار دی ہو اور اسے پاؤں سے پھینک دیا ہو۔

اسی طرح دوسرے آدمی نے کہا کہ میں نے یزید کو ایسے اتار دیا جیسے میں اپنے پاؤں سے جوتی اتار دیتا ہوں یہاں تک کہ لوگوں نے خوشی میں پگڑیوں اور ٹوپیوں اتارنے کی وجہ سے پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر لگ گیا۔

یزید کو معزول کرنے کے بعد ان لوگوں نے یزید کے مقرر کردہ عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان اور مروان کو نکالنے اور بنی امیہ کو مدینہ سے جلاوطن کر دینے پر اتفاق کیا جب ان کو اس خبر کا علم ہوا تو بنو امیہ مروان بن حکم کے گھر اکٹھے ہو کر محصور ہو گئے۔

اہل مدینہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کا محاصرہ کرتے ہوئے گھیراؤ کر لیا اور حضرت علی بن حسین (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان لوگوں میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ ان دونوں نے یزید کو معزول کرنے میں ہاتھ نہیں بٹایا۔ ابن عمر وغیرہ کے گھر کے کسی شخص نے ان کو معزول کرنے میں ساتھ دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے افراد کو کہا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص یزید کو معزول کرنے کا ساتھ نہ دے۔ بلکہ میں کہ اور میرے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوگی اور انشاء اللہ تم کو سیراب کیا جائے گا۔ یہ بعد والے الفاظ صحیح سند کے ساتھ یزید کے حالات میں آ جائیں گے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اہل مدینہ نے ابن مطیع کی بیعت کی تھی اور موت پر انہوں نے بیعت کی تھی تو آپ نے اس کو نا جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم راہ فرار اختیار نہ کریں گے لہٰذا یزید کے ساتھ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے۔

اسی طرح بنو عبدالمطلب میں سے بھی کسی شخص نے یزید کو معزول کرنے میں حصہ نہیں لیا اور حضرت محمد بن حنفیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو یہ کسی شخص کے ساتھ پیش آئے اور یزید کی جماعت میں ان سے مقرر تھا اور جہاد کیا اور ان لوگوں نے یزید پر شراب نوشی اور بعض مرتبہ نماز چھوڑنے کے جو الزامات لگائے تھے ان کا جواب بھی دیا اس کی تفصیل یزید کے حالات میں آ رہی ہے۔

بنو امیہ نے خوف کے مارے یزید کو خط لکھ کر اپنی اس انتہائی نا گفتہ بہ حالت سے آگاہ کیا جس سے دو چار ہیں اور یہ کہ ہماری نجات کے لئے کسی فوجی دستے کو بھیجا جائے اگر آپ نے ہماری نجات کے لئے فوج نہ بھیجی تو ان سب کی بیخ کنی ہو جائے گی۔

چنانچہ جب یہ خط یزید کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر قرآن کی وجہ سے اپنے پاؤں لٹکائے ہوا تھا جب اس نے خط کو پڑھا تو بہت پریشان اور بے قرار ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا یہ حالات ہو جائے کیا وہ ایک ہزار آدمی نہیں ہیں ایک نے کہا کہ بیشک ہیں تو یزید نے کہا کہ وہ کتنے بزدل ہیں کہ انہوں نے دن کی ایک گھڑی میں بھی جنگ نہیں کی اور دشمن سے نکل بھاگے۔ اس کی یہ حالت تھی حتیٰ کہ یہ پریشان ہوا۔

تو عمرو بن سعید بن العاص کو بلا کر اس نے یہ خط پڑھ کر مطالبہ کیا کہ آپ کو چنا جائے اور کسی شخص کو ان کی نجات کے لئے بھیجیں۔ یزید ابن معاویہ نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے لیکن عمرو بن سعید بن العاص نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب امیر المومنین نے مجھے مدینہ سے معزول کیا تو میرا مقصد تھا کہ ان کے معاملات ٹھیک ہیں مگر قریش کا خون زمین کے بچھونے میں بہایا جائے گا اور میں اس کی ذمہ داری قبول کرنا پسند نہیں کرتا۔

اس کی ذمہ داری وہ شخص قبول کرے جو میری نسبت ان سے دور ہو تو امام مدائنی نے فرمایا ہے کہ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کے پاس بھیجا جو اس وقت انتہائی بوڑھا اور ضعیف ہو چکا تھا۔

اس بوڑھے نے یہ سرداری قبول کر لی اور یزید کی پکار کا جواب دیا تو یزید نے اس کے ساتھ دس ہزار کا لشکر روانہ کر دیا۔

بعض مورخین نے بارہ ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادوں کا لشکر بیان کیا ہے جب یزید نے یہ لشکر روانہ کیا تو ان میں سے ہر سپاہی کو ایک سو دینار دیے اور بعض نے چار سو دینار بیان کیا ہے پھر یزید نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہا کہ تمہارے پاس جو ہے سو ہے۔

مدائنی نے بیان کیا ہے کہ یزید نے اہل دمشق پر عبداللہ بن مسعدہ الفزاری اور اہل حمص پر حصین بن نمیر السکونی اور اہل اردن پر حبیش بن دلجہ القینی اور اہل فلسطین پر روح بن زنباع الجذامی اور شریک الکنانی کو امیر مقرر کیا اور ان سب پر مسلم بن عقبہ مری غطفانی کو امیر مقرر کیا اور بعض سلف اسے مسرف بن عقبہ کہتے تھے حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے ان لوگوں پر امیر مقرر کر دیں میں آپ کو کفایت کروں گا۔

اور نعمان بن بشیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ماں شریک بھائی تھے ان کی ماں کا نام عمرہ تھا تو یزید نے کہا کہ نہیں ان کا معاملہ اسی سے حل ہوگا۔ خدا کی قسم میں ان کو بار بار معاف کرنے اور ان سے حسن سلوک کرنے کے بعد بھی قتل کروں گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین میں تمہیں آپ کے اور رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے درمیان اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ عبداللہ بن جعفر نے ان سے کہا کہ اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو کیا آپ ان سے قبول کر لیں گے؟ انہوں نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ ان لوگوں کو تین بار دعوت دو، اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ان کی بات مان لینا اور ان سے ہاتھ روک لینا ورنہ بصورت دیگر ان سے دلیری کے ساتھ جنگ کرنا اور جب جنگ شروع ہو تو سب سے پہلے اللہ سے مدد طلب کرنا اور جب تو جنگ میں غالب ہو جائے تو تین روز تک مدینہ کو مباح قرار دے دینا۔ اس کے بعد لوگوں کو چھوڑ دینا اور اگر آپ کی ملاقات علی بن حسین سے ہو جائے تو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور ان کو اپنا مقرب بنانا چونکہ یہ اس بات میں شامل نہیں ہیں جس میں یہ لوگ شامل ہیں اور یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو یہ بھی کہا کہ جب وہ مدینہ سے فارغ ہو جائے تو وہ ابن زبیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی طرف چلا جائے اور یزید نے یہ بھی کہا کہ اگر تجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر السکونی لوگوں کا امیر مقرر کیا جائے۔

مورخین کرام فرماتے ہیں کہ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ مکہ جا کر ابن زبیر کا محاصرہ کر لے تو عبیداللہ بن زیاد نے یزید کے اس حکم سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم! میں ایک فاسق فاجر شخص کے لئے ان دو چیزوں کو جمع نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کو قتل کروں اور بیت اللہ سے جنگ کروں۔

اور جب اس نے حضرت حسین کو قتل کر کے شہید کر دیا تو اس کی ماں نے اس کو بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تو ہلاک ہو جائے تو نے کیا کیا ہے اور کس عمل کا ارتکاب کیا ہے اور سخت اس سے ناراض ہوئی۔

بعض مورخین یزید بن معاویہ کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر نے اپنے خطبہ میں یزید کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یزید القرود، یزید الخمور، تارک الصلوٰۃ اور گانے والی عورتوں کے ساتھ رہنے والا ہے اور جب مسلم بن عقبہ نے تیاری کر لی اور دمشق میں فوج کی نمائش کی تو وہ کہنے لگا۔

ابوبکر کو کہہ دو کہ جب فوج رات کو چلے اور وادی القریٰ کے قریب پہنچ جائے تو دیکھنا کہ اس نے قوم کے ان لوگوں کو جو شراب میں مدہوش ہیں اکٹھا کر لیا ہے اس کے علاوہ یہ عجیب ہے جو ام القریٰ میں ہو رہا ہے جو دین سے دھوکہ کرنے والا اور جھوٹے فیصلے کرنے والا ہے اور ایک روایت میں یہ اشعار یوں آتے ہیں۔

ابوبکر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب معاملہ پیش آ جائے اور فوج وادی ام القریٰ تک اتر پڑے دس ہزار جوان اور ادھیڑ عمر تو دیکھے گا کہ اس نے قوم کو شراب سے مدہوش لوگوں کا اکٹھا کر لیا ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ جب مسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گیا اور جب مدینہ حرہ کے قریب پہنچ گیا تو اہل مدینہ نے بنو امیہ کے محاصرہ میں پوری کوشش صرف کر دی اور دھمکیاں دیتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور ہم تمہیں قتل کر کے ہی چھوڑیں گے۔ البتہ یہ مطالبہ مان لو تو پھر تمہیں تمہاری جان بخشی جا سکتی ہے۔ وہ مطالبہ یہ ہے کہ اس بات کا ہم سے وعدہ کرو کہ تم ان شامیوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی ہمارے خلاف مدد نہیں دو گے اور کوئی اہل مدینہ کی پوشیدہ بات انہیں نہیں بتائیں گے۔

اور جب فوج پہنچی تو مسلم بن عقبہ نے فوج کا نہایت اچھا استقبال کیا پھر وہ بیٹھ گئے اور جب مسلم بن عقبہ نے حالات دریافت کرنا شروع کر دیئے تو ان میں سے کسی نے بھی کسی بات کا جواب نہ دیا تو اس کو کوئی بات نہ بتانے کی وجہ سے پریشانی ہوئی اور وہ تنگ ہو کر چلا گیا تو عبدالملک بن مروان نے اس کے پاس آ کر اسے کہا کہ اگر تو فتح کا خواہش مند ہے تو مدینہ کی مشرقی جانب حرہ میں اتر جا اور جب اہل مدینہ تمہارے پاس آئیں گے تو سورج تمہارے پیچھے اور ان کے چہروں پر ہوگا پھر تم ان کو اطاعت کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ٹھیک ورنہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ شروع کر دینا۔

ان شاء اللہ تجھے فتح ہوگی کیونکہ انہوں نے امام کی مخالفت کی ہے اور اطاعت سے باہر نکل گئے ہیں مسلم بن عقبہ نے کہا عبدالملک بن مروان کی تعریف کی پس جب تیرا باپ ... مسلم نے مدینہ کے مشرق میں حرہ میں پڑاؤ ڈالا

[illegible] تین دن کی مہلت دی۔

[illegible] تین دن گزرنے کے بعد اس نے اہل مدینہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے اہل مدینہ! تین دن گزر گئے ہیں [illegible] انہوں نے کہا ہم [illegible]

انہوں نے کہا ہم آپ کی یہ بات کبھی قبول نہیں کریں گے [illegible] جنگ کرنے کے لئے [illegible] تو مسلم بن عقبہ نے کہا [illegible] ہم اپنی پوری قوت اس وقت [illegible] پر صرف کریں گے۔

اہل مدینہ نے اس کی اس بات کا انتہائی جرأت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا [illegible] اے اللہ کے دشمنو! اگر تم نے [illegible] تو ہم تمہیں اس پر [illegible] اور کیا ہم تمہیں چھوڑ دیں گے کہ تم بیت اللہ میں جا کر [illegible] اب تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ [illegible] نہیں چھوڑیں گے۔

اہل مدینہ نے [illegible] ایک خندق کھودی اور اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حصہ پر ایک امیر مقرر کیا اور ان میں سے سب سے خوبصورت حصہ وہ تھا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ موجود تھے۔

بالآخر جنگ شروع ہو گئی اور نہایت شدید لڑائی ہوئی، پھر اہل مدینہ شکست کھا گئے اور فریقین کے بہت سے سردار اور اعیان قتل ہوئے جن میں حضرت عبداللہ بن مطیع اور ان کے سات بیٹے ان کے سامنے قتل ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن الغسیل اور ان کے ماں جائے بھائی محمد بن ثابت اور محمد بن عمرو بن حزم قتل ہو گئے [illegible] تو مروان بن حکم ان کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا اللہ تم پر رحم کرے کتنے ہی ستون ہیں جن کے پاس میں نے آپ کو طویل قیام اور سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

پھر مسلم بن عقبہ جسے سلف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں [illegible] مدینہ کو تین دن تک مباح قرار دے دیا اور بہت سے [illegible] قتل کیا اور مدینہ کے بہت سے اموال لوٹ لئے گئے۔

مدائنی کہتے ہیں [illegible] کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا جن میں حضرت معقل بن سنانؓ [illegible]

اور اس نے حضرت علی بن حسینؓ کو بلایا اور مروان بن الحکم اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان بٹھایا [illegible] ان دونوں کے ذریعے اس سے امان حاصل کریں۔

[illegible] آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے تو مروان بن حکم نے مشروب منگوایا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ جنگ حرہ ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ بروز بدھ ہوئی تھی انہوں نے کہا ہے کہ مدینہ کو تین دن تک لوٹا گیا اور واقدی اور ابو معشر نے بیان کیا ہے کہ جنگ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو بدھ کے دن ہوا تھا۔

واقدی نے عبد اللہ بن جعفر سے بحوالہ ابن عبد اللہ بن عون بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت عبد اللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا۔ اور لوگ انہیں عائذ کہتے تھے اور بیت اللہ کی پناہ لیے ہوئے تھے اور وہ خلافت کے بارے میں شوریٰ کا نظریہ رکھتے تھے اور ذوالحجہ کے چاند کے بعد حضرت مسور بن مخرمہ نے مصعب کے ذریعہ حرہ کی جنگ کی خبر ابن زبیر کو پہنچائی تو وہ بہت غمگین اور پریشان ہوئے اور اہل شام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ابن زبیر سے ملاقات ہوئی۔

حرہ کا واقعہ ابو مخنف کی روایت کے خلاف بھی بیان کیا گیا ہے مدائنی نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ذکر کیا کہ یعقوب نے ابن زبیر سے بتایا کہ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کے شیخ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور اس سے کہا کہ تیرا ان اہل مدینہ سے واسطہ پڑے گا اگر وہ ایسا کریں تو مسلم بن عقبہ کو ان پر بھیجنا جو ایسا شخص ہے جس کی خیرخواہی کو میں نے آزمایا ہے اور جب حضرت معاویہ فوت ہو گئے تو اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا اور ان جانے والوں میں حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر بھی شامل تھے جو ایک شریف فاضل سردار عبادت گزار شخص تھے اور ان کے ساتھ ان کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔

یزید نے آپ کو ایک لاکھ درہم دیئے اور آپ کے بیٹوں کو دس دس ہزار درہم اور ان کے علاوہ سواریاں اور خلعت دیئے اور جب آپ مدینہ واپس آئے اور جب لوگ ان کے پاس آئے تو ان سے پوچھا کہ آپ کے پیچھے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں ایک ایسے شخص کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں خدا کی قسم اگر میں صرف اپنے بیٹوں کے ساتھ ہی اس سے جنگ کروں تو انہوں نے کہا ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یزید نے آپ کو عطیات، انعام اور عزت سے نوازا ہے انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اور میں نے اس سے یہ چیزیں اس لئے قبول کی ہیں تاکہ میں ان کے ذریعہ جنگ کرنے کی قوت حاصل کروں اور آپ نے لوگوں کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا تو انہوں نے ان کی بیعت کر لی۔

یزید کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو ان کی طرف بھیجا اور اہل مدینہ نے ان تمام پانی کے گھاٹوں کو جو ان کے اور اہل شام کے درمیان تھے آلودہ کر دیا اور ان میں تارکول ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے شامیوں پر مسلسل بارش برسائی اور انہوں نے مدینہ پہنچنے تک ایک ڈول بھی نہ کھینچا اور اہل مدینہ بہت بڑے لشکر کی صورت میں نکلے کہ کسی نے ایسا نہ دیکھا تھا اور جب اہل شام نے انہیں دیکھا تو ان سے خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے ان سے جنگ کرنے کو ناپسند کیا اور ان کا امیر مسلم شدید بیمار تھا اور اسی دوران میں کہ لوگ ان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے اچانک انہوں نے مدینہ کے درمیان سے اپنے پیچھے تکبیر کی آواز سنی اور اہل شام کے بنو حارثہ نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ دیوار پر چڑھے ہوئے تھے پس لوگوں نے شکست کھائی اور خندق میں گرنے والوں کی تعداد قتل ہونے والوں سے زیادہ تھی اور وہ مدینہ میں داخل ہوئے تھے اور حضرت عبد اللہ بن حنظلہ دیوار سے ٹیک لگائے نیند میں خراٹے لے رہے تھے ان کے بیٹے نے انہیں جگایا اور جب انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور لوگوں کی کارروائی کو دیکھا تو انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کو آگے کیا یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے قتل ہو گئے۔

اور مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی کہ وہ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں وہ ان کے خون، اموال اور اہل کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرے۔

ابن عساکر نے احمد بن عبد الصمد کے حالات میں بیان کیا ہے کہ احمد بن مروان مالکی کی کتاب سے روایت کیا ہے کہ حسین بن حسن بصری نے ہم سے بیان کیا کہ احمد بن یونس نے اصمعی کے حوالے سے ہم سے بیان کیا اور محمد بن یوسف نے بحوالہ مدائنی مجھے بتایا کہ جب اہل مدینہ حرہ کے دن تو ایک شخص نے آواز دی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر بیٹھے آواز دی ہے کہ تھے اور وہ فرما رہے

عبادت گذار، نیک، صالح، ہدایت یافتہ، حسن سلوک کرنے والے اور کامیابی کی طرف سبقت کرنے والے تھے، قوم کے متقی تھے جیسے کہ عقلمند اور خوبصورت مرد اور عرب کے علاقہ میں کسی کو بھی رونے والا یہ سانحہ پیش آیا۔ [illegible] اس نے تیرے لوگوں اور تیرے [illegible] کو قتل کر دیا ہے جو رعب والے اور متقی تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا اے لوگو! تمہارے ساتھی سب قتل ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہہ کر مدینہ کو تین دن تک مباح کر کے قتل عام کی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی فحش غلطی ہے اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہ اور ان کے بیٹوں کا قتل بھی شامل ہے۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کروایا اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں بے حساب عظیم مفاسد برپا ہوئے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا اور بغیر کسی جھگڑنے والے کے اپنے ایام کو دوام بخشنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کے خلاف سزا دی اور اس کے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا جو ظالموں کو ہلاک کرنے والا ہے اور اس نے غالب مقتدر کی طرح گرفت کی اور اسی طرح [illegible] نے ظالم بستیوں پر زبردست گرفت کی ہے۔ بے شک اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حسین بن حریث نے ہمیں بتایا کہ فضل بن موسیٰ نے ہمیں [illegible] نے عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے اس کے باپ کے حوالے سے خبر دی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اہل مدینہ سے جنگ کرے گا۔

وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اور مسلم نے ابو عبداللہ القراظ المدنی جس کا نام دینار ہے، کی حدیث سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مدینہ کے متعلق برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا۔ یا پانی میں نمک کی طرح پگھلا دے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ابو عبداللہ قراظ کے طریق سے [illegible] حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے یوں پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا کہ یزید بن خصیفہ نے عطاء بن یسار سے بحوالہ سائب بن خلاد ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ پر ظلم کرتے ہوئے انہیں خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت ہوگی اور روز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے توبہ اور معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔ اسے نسائی نے [illegible] طریق سے علی بن حجر سے اسماعیل بن جعفر بن یزید بن خصیفہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ نے عطاء بن یسار سے بحوالہ [illegible] بن الخزرج روایت کرتے ہیں جنہوں نے [illegible] کا ذکر کیا اور اسی طرح اسماعیل نے یزید بن خصیفہ [illegible] سے روایت کیا ہے اور اسی طرح نسائی نے [illegible] یحییٰ بن حبیب بن عربی نے حماد بن یحییٰ نے سعید بن مسلم بن ابی مریم سے بحوالہ عطاء بن یسار [illegible] نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے اسے مرفوع کیا اور ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ حیوۃ بن شریح نے ابن الہاد سے [illegible] عطاء بن یسار سے بحوالہ السائب بن خلاد مجھے بتایا وہ نقل کرتے ہیں کہ آپ نے [illegible] فرمایا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اسے خوفزدہ کیا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ علی بن احمد بن القاسم نے ہمارے ہاں بیان کیا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن عبدالحمید بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ [illegible] یحییٰ بن عبداللہ بن [illegible] انصاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں محمد اور عبدالرحمن کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم حرہ کی جنگ کے روز اپنے باپ کے ساتھ باہر نکلے اور ہمارے باپ حضرت جابر کی نظر [illegible] تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا [illegible] ہم نے کہا اے [illegible] کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا [illegible] آپ نے ان دونوں کے درمیان کو خوفزدہ کیا اور آپ نے

بنا ہوا تھا اپنی پیشانی پر رکھا۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اس کی روایت میں تنہا ابن ابی مسعود بن عبد العزیز منفرد ہے اور اس حدیث اور اس طرح کی اور احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یزید بن معاویہ پر لعنت ڈالنے کی رخصت کے قائل ہیں اور یہ روایت احمد بن حنبل سے ہے جسے الخلال اور ابوبکر عبد العزیز اور قاضی ابو یعلیٰ اور اس کے بیٹے قاضی ابو الحسین نے اختیار کیا ہے اور ابو الفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الگ تصنیف میں اس کی مدد کی ہے اور یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس سے روکا ہے اور انہوں نے بھی اس بارے میں تصنیف کی ہے تا کہ اس پر لعنت اس کے باپ یا کسی صحابی کی لعنت کا وسیلہ نہ بن جائے اور جو کچھ اس سے سوء تصرف صادر ہوا ہے انہوں نے اسے تاویل پر محمول کیا ہے کہ اس نے تاویل کی ہے اور غلطی کی ہے۔

نیز اس کے باوجود کہا ہے کہ وہ فاسق امام تھا اور علماء کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق امام صرف فسق کرنے سے معزول نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہیں ہوتا کیونکہ اس سے فتنہ انگیزی اور فساد پیدا ہوتا ہے اور حرمت والے خونوں کی خونریزی اور اموال کی لوٹ مار اور عورتوں وغیرہ کے ساتھ فحش کام ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت کام ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں اس کے فسق سے کئی گنا فساد پیدا ہوتا ہے جیسے کہ پہلے سے آج تک ہوتا آ رہا ہے۔

اور بعض لوگوں نے یہ جو بیان کیا ہے کہ جب یزید کو اہل مدینہ کے حالات اور مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج نے حرہ میں جو سلوک ان سے کیا تھا اس کی اطلاع ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا کیونکہ وہ اپنے آپ کو امام سمجھتا تھا اور یہ لوگ اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے تھے۔ اور اہل مدینہ نے اس کے سوا کسی اور کو اپنا امیر بنا لیا تھا پس ان کے ساتھ جنگ کرنا اسے جائز تھا تاکہ وہ اطاعت کی طرف لوٹ آئیں اور جماعت کی طرف واپس آ جائیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کی زبان سے انہیں انتباہ کیا اور صحیح میں بیان ہوا ہے جو شخص تمہارے پاس اس حالت میں آئے کہ تم متفق ہو اور وہ تم میں تفریق پیدا کرنا چاہے تو اسے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔

اور وہ جو اشعار انہوں نے اس کی جانب سے اس بارے میں بیان کئے ہیں اور اس کے واقعہ احد میں ابن الزبعریٰ کے اشعار کو پیش کرنے میں جو اس نے معرکہ احد کے بارے میں کہے تھے اور جن میں وہ کہتا ہے

کاش میرے شیوخ بدر میں نیزوں کے پڑنے سے بنی خزرج کی گھبراہٹ کو دیکھتے جب وہ قبا کے صحن میں اترے تو انہوں نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور عبد الاشہل میں خوب خونریزی ہوئی اور ہم نے ان کے دوگنے اشراف کو قتل کر دیا اور ہم نے بدر کی کجی کو درست کر دیا اور وہ درست ہو گئی۔

اور بعض روافض نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے

ہاشم نے حکومت کے ساتھ کھیل کیا ہے پس نہ کوئی حکومت آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔

اگر یزید بن معاویہ نے یہ شعر کہا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو اور اگر اس نے یہ شعر نہیں کہا تو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے بدنام کرنے کے لئے اسے گھڑا ہے اور عنقریب آئندہ سال میں یزید بن معاویہ کے حالات اور اس کے اقوال اور قبیح افعال اور جو کچھ اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا ہے بیان کیا جائے گا۔ جنگ حرہ اور حضرت حسین کے قتل کے بعد اسے تھوڑی سی مہلت ملی تھی کہ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا جس نے اس سے پہلے اور بعد میں سرکشوں کو ہلاک کیا ہے اور وہ علیم اور قدیر ہے

اس سال بہت سے مشاہیر اور اعیان صحابہ وغیرہ ان کے علاوہ نے جنگ حرہ میں وفات پائی جن کا تذکرہ طوالت چاہتا ہے اور مشہور صحابہ میں سے حضرت عبد اللہ بن حنظلہ جو معرکہ حرہ میں مدینہ کے امیر تھے اور حضرت معقل بن سنان اور حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہم اور مسروق بن اجدع شامل ہیں۔

۶۴ھ کے واقعات

اس سال محرم کے آغاز میں مسلم بن عقبہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں سے جو یزید بن معاویہ کی مخالفت کی وجہ سے جنگ کرنے کے لیے مکہ گیا اور اس نے مدینہ میں روح بن زنباع کو مدینہ پر نائب مقرر کیا اور جب وہ مشلل علاقے پر پہنچا تو اس نے فوج کے امراء کو جمع کر کے اکٹھا کیا اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے وصیت کی ہے کہ اگر مجھے موت کا حادثہ پیش آ جائے تو میں حصین بن نمیر السکونی کو تم پر امیر مقرر کر دوں اور خدا کی قسم اگر مجھے اختیار حاصل ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا پھر اس نے اسے بلا کر کہا اے گدھے کی پالان دیکھ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اسے یاد کر پھر اس سے عہد لیا جب وہ مکہ پہنچے تو تین دن سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرے پھر اس نے کہا اے اللہ میں نے توحید و رسالت کی شہادت کے بعد کوئی ایسا کام نہیں کیا جو مجھے اہل مدینہ کے قتل سے زیادہ محبوب ہو اور مجھے آخرت میں اس کی جزا کی امید ہو اگر میں اس کے بعد دوزخ میں داخل ہوا تو میں بدبخت ہوں گا پھر وہ مر گیا خدا اس کا برا کرے اور وہ مشلل میں دفن کیا گیا۔

پھر اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے یزید بن معاویہ کو بھی موت دے دی اور وہ اس کے بعد ربیع الاول کی چودہ راتیں گزرنے پر فوت ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس چیز سے خوش نہ کیا جس کی وہ اس سے امید رکھتے تھے اور اس نے ان پر غلبہ کر لیا جو اپنے بندوں پر غالب ہے اور اس نے حکومت کو ان سے چھین لیا اور ان سے اس نے حکومت چھین لی جو جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔ اور حصین بن نمیر قریش کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور واقدی کے قول کے مطابق ۲۶ محرم کو وہاں پہنچا اور بعض کا قول ہے کہ محرم کے چار دن باقی رہتے تھے کہ وہاں پہنچا تو اہل مدینہ کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ وہاں گئے جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے مل گئے۔

اور اسی طرح نجدہ بن عامر الحنفی جو اہل یمامہ میں سے تھا لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ آپ کے پاس آ گیا تاکہ وہ بیت اللہ کو اہل شام سے بچائے اور حصین بن نمیر مکہ کے باہر اترا اور حضرت عبداللہ بن زبیر اہل مکہ اور ان کے پاس آنے والے لوگوں کے ساتھ حصین بن نمیر کے مقابلے میں نکلے اور انہوں نے شدید جنگ کی اور منذر بن زبیر اور ایک شامی شخص نے باہم مقابلہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا اور اہل شام نے اہل مکہ پر بڑی بے جگری سے حملہ کیا اور اہل مکہ منتشر ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا خچر آپ سمیت پھسل گیا اور مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ایک گروہ نے پلٹ کر آپ پر حملہ کیا اور انہوں نے آپ کی حفاظت میں جنگ کی حتیٰ کہ سب کے سب مارے گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے رات تک ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کیا تو وہ آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اور انہوں نے باقی ماندہ محرم اور پورے صفر میں باہم جنگ کی اور جب ۳ ربیع الاول ۶۴ھ ہفتہ کا دن آیا تو انہوں نے کعبہ پر منجنیق نصب کر دیا اور ان سے آگ کے گولے پھینکے اور بیت اللہ کی دیواروں کو بھی جلا دیا یہ قول واقدی کا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اس کا گوپھن پھٹی ہوئی جھاگ والے نر کی مانند ہے جس سے اس مسجد کی سنگباری کی جاتی ہے

اور عمرو بن حوط السدوسی کہتا ہے:

تو نے ام فروہ کی کارروائی کو کیسے پایا جب اس نے انہیں صفا اور مروہ کے درمیان پکڑ لیا۔

ام فروہ ایک منجنیق کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ مسجد کی دیواروں پر پہلے آگ لگی کہ اہل مسجد کعبہ کے اردگرد آگ جلانے لگے تھے اور کعبہ کے ایک پردے کو آگ لگ گئی جو ہوا کی تیزی سے اوپر چھت تک پہنچ گئی اور بعض کا قول ہے کہ کعبہ اس طرح جل گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک رات میں کسی ایک پہاڑ پر تکبیر کی آواز سنی تو آپ نے خیال کیا کہ اہل شام میں سے پہاڑ والے لوگوں کو دیکھنے کے لیے نیزے پر آگ کو بلند کیا گیا تو ہوا نے نیزے کے ایک سرے سے آگ کا ایک شرارہ اڑا دیا جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان جا گرا جس سے کعبہ کے پردوں اور چھتوں کو آگ لگ گئی اور وہ جل گئیں اور رکن یمانی سیاہ ہو گیا اور تین مقامات سے پھٹ گیا اور ربیع الآخر کے آغاز تک یہ معاملہ جاری رہا اور لوگوں کے پاس یزید بن معاویہ کی وفات کی خبر آ گئی اور ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو ۳۵ یا ۳۹ سال کی عمر میں وفات پا گیا اور اس کی حکومت تین سال اور چند ماہ رہی

اور قتل کیا جانا ان کا مطلوب تھا [illegible] ہو گئے [illegible]

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے [illegible] موت سے [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ جاری رکھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ [illegible] یزید کی موت کی خبر [illegible] اور عبداللہ بن زبیر نے [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] شام [illegible] ہو گئے ہیں [illegible] جاتا ہے [illegible] تقدیر [illegible] آج [illegible]

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حصین بن نمیر دونوں نے [illegible] گفتگو کرنے کے لئے [illegible] اکٹھے ہوئے [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیر نے [illegible] عبداللہ بن زبیر [illegible] حصین نے [illegible] جائیں گے [illegible] عبداللہ بن زبیر [illegible] انکار کیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حصین نے حضرت عبداللہ بن زبیر [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیر [illegible] حکومت [illegible] حضرت علی بن حسین زین العابدین نے ان کی [illegible] حصین بن نمیر [illegible] چارہ [illegible] چلے گئے [illegible] اپنے باپ کی وصیت کے [illegible] دمشق میں [illegible] واللہ اعلم بالصواب۔

یزید بن معاویہ کے حالات ۔۔۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس امیر المومنین ابو خالد اموی ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی زندگی میں اس کی بیعت خلافت ہوئی کہ وہ اپنے باپ کے بعد ولی عہد ہوگا پھر اس کے باپ کی وفات کے بعد ۶۰ھ [illegible] بیعت کو پختہ کیا گیا اور وہ اپنی وفات تک [illegible] ربیع الاول ۶۴ھ [illegible] مسلسل خلیفہ رہا اور اس کی ماں میسون بنت بحدل [illegible] اس نے اپنے باپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور ایک اور حدیث وضو کے بارے میں بھی ہے اور اس سے اس کے بیٹے [illegible] اور عبدالملک بن مروان نے روایت کی ہے اور ابوزرعہ دمشقی نے اسے اعلیٰ طبقہ میں بیان کیا ہے جو صحابہ کے بعد کا طبقہ ہے۔

[illegible] بیان کیا ہے کہ اس کی [illegible] بہت [illegible] اس کی ماں نے خواب میں دیکھا [illegible] اپنا خواب اپنی ماں سے بیان کیا تو وہ کہنے لگی اگر تیرا خواب سچا ہے تو ضرور ایسا بچہ [illegible] حضرت معاویہ [illegible] کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے [illegible] اس کی ماں نے [illegible] کی طرف دیکھا [illegible]

اس موقع پر حضرت معاویہ نے کہا جب وہ مر گیا تو اس کے [illegible] جب یہ باہم پہنچے تھا اور [illegible] کی [illegible] کرنے کی [illegible] بات کرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا خدا کی قسم [illegible] تیرے بیٹے عبداللہ سے بہتر ہے [illegible] حضرت معاویہ کا ایک [illegible] تھا۔

واقدی نے کہا خدا کی قسم [illegible] یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] نشست سے اٹھنے سے قبل معلوم ہو [illegible] لیکن پھر آپ نے اس کے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور کہا کہ [illegible] آپ کی مجلس [illegible] میں [illegible] کہا آپ [illegible] ایک خوبصورت [illegible] خدمت [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] حضرت معاویہ [illegible] تو نے مجھے [illegible]؟ آپ نے [illegible] اور کہا کہ مجھے خیال آیا ہے کہ میری اس مجلس میں [illegible] اس اللہ کا شکر ہے جس نے [illegible] امیر المؤمنین [illegible] بھلائی ہے [illegible] ہے کہ آپ اپنے بعد میرے لئے [illegible] مسلمانوں کے [illegible] اجازت دے [illegible] شام [illegible] انہوں نے مجھ سے [illegible] گھر کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت معاویہ نے کہا [illegible] حضرت معاویہ نے [illegible] امیر المؤمنین [illegible] میرے متعلق وصیت [illegible] آپ نے [illegible]۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب یزید کو [illegible] وصیت کا سوال کرو تو یزید نے آپ سے کہا مجھے [illegible] کر دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی [illegible] آپ نے پوچھا [illegible] جو شخص [illegible] رات [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] آپ اپنے بعد میرے لئے [illegible] کی وصیت کر دیں تو آپ نے ایسا ہی کیا۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو کہا [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible] سے زیادہ [illegible] قدرت [illegible] رکھا [illegible] مجھے قدرت نے [illegible] شخص [illegible] معاف کرتا ہے [illegible] ہوتی ہے۔

[illegible] میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو مسعود کو اپنے غلام کو [illegible] دیکھا تو فرمایا اے ابو مسعود اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس [illegible] تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے [illegible] عراق [illegible] حضرت معاویہ کے لئے [illegible] کرنے [illegible] یزید نے [illegible] کی طرف [illegible] قسم [illegible] طرف [illegible] ہیں۔ حضرت معاویہ نے [illegible] باپ [illegible]۔

مدائنی [illegible] سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید [illegible] احنف بن قیس نے آپ سے کہا اے امیر المؤمنین ہمارے بچے ہمارے قلوب کے ثمر اور ہماری کمر کے ستون ہیں اور ہم ان کے لئے [illegible] اگر وہ ناراض ہوں تو انہیں راضی [illegible] آپ کی زندگی سے [illegible] آپ کی موت کی آرزو [illegible] حضرت معاویہ نے کہا اے ابو بحر [illegible] غلام یزید کے پاس جا [illegible] امیر المؤمنین نے تمہارے لئے ایک لاکھ درہم اور ایک سو کپڑے کا حکم دیا ہے۔ یزید نے [illegible] امیر المؤمنین کے پاس [illegible] اس نے کہا احنف کے پاس سے یزید نے کہا بیشک میں [illegible] نے پچاس ہزار درہم اور پچاس [illegible] احنف کے پاس بھیج [illegible]

اپنے باپ کے زمانے سے علم سے بیان کیا ہے کہ یزید نوجوانی میں شراب اور نوجوانوں والی حرکات کرتا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو محسوس کر کے نرمی کے ساتھ اسے نصیحت کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے تو ذلت اور رسوائی کے بغیر جو تیرے ہونامردی اور قدر کو برباد کر دے گی اور تیرا دشمن تیری مصیبت پر خوش ہوگا اور تیرا دوست تیرے ساتھ برا سلوک کرے گا اپنی حاجت تک پہنچنے کی کس قدر قدرت رکھتا ہے پھر فرمایا اے میرے بیٹے میں تجھے کچھ اشعار سناتا ہوں ان سے ادب سیکھ اور انہیں یاد کر لے پس آپ نے اسے اشعار سنائے۔

بلندیوں کی جستجو میں دن بھر کھڑا رہ اور قریبی حبیب کی جدائی پر صبر کر حتیٰ کہ رات کا اندھیرا چھا جائے اور رقیب کی آنکھ لگ جائے پس جس کام کا تو خواہش مند ہے رات بھر تو اس کام میں لگا رہ رات دانش مند کا دن ہوتی ہے کتنے ہی فاسق ہیں جنہیں تو درویش خیال کرتا ہے وہ رات کو عجیب کام کرتے گزارتے ہیں رات نے اس پر اپنے پردے ڈال دیے ہیں اور اس نے امن و چین سے رات گزاری ہے اور احمق کی لذت ایک ظاہری چیز ہے جس کے متعلق ہر تنگ کرنے والا دشمن کوشش کرتا ہے۔

حضرت معاویہ کی طرف ان اشعار کی نسبت محل نظر ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص ان گندی باتوں سے آزمایا جائے اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے پردے میں چھپ جائے۔

اور واقدی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس جا کر حضرت حسن بن علی کی تعزیت کرے اور جب وہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا تو آپ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس کی عزت کی اور یزید حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس ان کے سامنے بیٹھ گیا اور حضرت ابن عباس نے اس کی نشست کو بلند کرنا چاہا تو یزید نے انکار کیا اور کہا میں تعزیت کرنے والے کی نشست پر بیٹھوں گا نہ کہ مبارکباد پیش کرنے والے کی نشست پر، پھر بیٹھا پھر یزید نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ابو محمد پر اپنی وسیع رحمت کرے اور اللہ آپ کو بھی بڑا اجر دے اور اچھی تسلی دے اور آپ کی مصیبت کے عوض وہ چیز دے جو آپ کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے آپ کے لئے بہتر ہو اور جب یزید آپ کے پاس سے اٹھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب بنو حرب مر جائیں گے تو لوگوں کے علماء بھی مر جائیں گے پھر آپ نے بطور مثال یہ شعر پڑھا۔

بڑی بات سے چشم پوشی کرتے ہوئے وہ اپنے گونگے بولنے والے اور عقلمندوں کی وراثتوں کی جڑ اول ہی ہیں۔

اور یزید پہلا شخص ہے جس نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں قسطنطنیہ شہر سے جنگ کی اور خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ھ بیان کیا ہے پھر اس نے سرزمین روم سے اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد اس سال لوگوں کو حج کروایا اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیصر کے شہر سے جنگ کرنے والی پہلی فوج مغفور ہے اور وہ دوسری فوج تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حرام کے پاس خواب میں دیکھا تھا حضرت ام حرام نے کہا اللہ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں شامل کر دے آپ نے فرمایا کہ تو اولین میں سے ہے یعنی حضرت معاویہ کی فوج میں شامل ہوگی جب وہ قبرص سے جنگ کریں گے اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں ۲۷ھ میں قبرص فتح کیا اور حضرت ام حرام بھی آپ کے ساتھ تھیں اور آپ نے وہیں قبرص میں وفات پائی پھر دوسری فوج کا امیر آپ کا بیٹا یزید ابن معاویہ تھا اور حضرت ام حرام نے یزید کی فوج کو نہیں پایا اور یہ دلائل نبوۃ میں سے سب سے بڑی دلیل ہے اور اس مقام پر حافظ ابن عساکر نے اس حدیث کو بیان کیا ہے جسے عاصم نے عن الاعمش عن ابراہیم ابن عبیدہ عن عبداللہ روایت کیا ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا میری صدی کے لوگ بہترین ہیں پھر جو ان کے ساتھ ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ ہوں گے۔

اور اسی طرح اسے عبداللہ بن شقیق نے حضرت ابوہریرہ سے بحوالہ حضرت نبی کریم ﷺ اسی کی مانند روایت کیا ہے پھر انہوں نے حماد بن سلمہ کے طریق سے ابو محمد سے بحوالہ زرارہ بن اوفی بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قرن ایک سو بیس سال کا ہوتا ہے پس رسول اللہ ﷺ ایک قرن میں مبعوث ہوئے اور اس کے آخر میں یزید ابن معاویہ نے وفات پائی ابوبکر ابن عیاش نے بیان کیا ہے کہ یزید ابن معاویہ نے ۵۱ھ، ۵۲ھ اور ۵۳ھ میں لوگوں کو حج کروایا ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ ابو کریب نے بیان کیا کہ رشدین بن عمرو بن الحارث بحوالہ ابو نجیح ابن الاشج نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید سے کہا اگر تو حاکم بن جائے تو کیا کرے گا اس نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ سے فائدہ پہنچائے آپ نے فرمایا

مجھے بتاؤ تو سہی اس نے کہا اے میرے باپ خدا کی قسم! میں ان میں حضرت عمر ابن الخطاب جیسے کام کروں گا حضرت معاویہ نے کہا اے میرے بیٹے سبحان اللہ خدا کی قسم! میں نے مقدور بھر کوشش کی مگر میں نے اس کی طاقت نہ پائی تو حضرت عمر کی سیرت پر کیسے چل سکتا ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے بحوالہ مروان بن ابی سعید ابن المعلی نے مجھ سے بیان کیا حضرت معاویہ نے موت کے وقت یزید کو وصیت کرتے ہوئے کہا اے یزید اللہ سے ڈرنا میں نے اس امارت کو تیرے لئے ہموار کر دیا ہے اور جو کچھ میں نے اس سے لینا تھا لے لیا ہے اگر یہ کوئی اچھی چیز ہے تو میں اس سے بہرہ مند ہوا ہوں اور یہ کوئی اور چیز ہے تو میں اس سے بدبخت ہوا ہوں لوگوں سے نرمی کر اور جو تجھے اذیت اور عیب والی بات پہنچے اس سے چشم پوشی کر اس سے موافقت کر تیری زندگی خوشگوار ہو جائے گی اور تیری رعیت تیرے لئے سدھر جائے گی اور مناقشت اور غصہ سے اجتناب کر بلاشبہ تو اپنے آپ کو اور اپنی رعیت کو ہلاک کر دے گا اور اہل شرف کے بہترین لوگوں کی توہین اور ان پر تکبر کرنے سے بچ اور ان کے لئے یوں نرم ہو جا جو کہ وہ تجھ میں کمزوری نہ پائیں اور ان کے لئے اپنے بستر کو ٹھیک ٹھاک کر اور انہیں اپنے قریب کر بلاشبہ وہ تیرے حق کو جانیں گے اور ان کی توہین نہ کر اور ان کے حق کو ہلکا مت سمجھ وہ بھی تیری توہین کریں گے اور تیرے حق کو ہلکا سمجھیں گے اور تجھے گالیاں دیں گے جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو عمر رسیدہ اور تجربہ کار مشائخ اور متقی حضرات کو بلا کر ان سے مشورہ کر اور ان کی مخالفت نہ کر اور اپنی رائے کو ترجیح دینے سے بچ بلاشبہ رائے ایک شخص میں نہیں ہوتی اور جس چیز کو تو جانتا ہے اور اس پر جو شخص تجھے آمادہ کرے اس کے مشورے کو درست جان اور اسے اپنی بیویوں اور خادموں سے پوشیدہ رکھ اور تہبند اونچا رکھ اپنی فوج کی دیکھ بھال کر اور اپنی اصلاح کر لوگ تیرے لئے درست ہو جائیں اور انہیں اپنی باتیں کرتے نہ چھوڑ بلاشبہ لوگ جلدی سے شر کی طرف جاتے ہیں اور نماز میں حاضر ہو اور میں تجھے جو وصیت کر رہا ہوں اگر تو نے اس پر عمل کیا تو لوگ تیرے حق کو پہچان لیں گے اور تیری مملکت بڑی ہو جائے گی اور تو بھی لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہو جائے گا اور اہل مدینہ کے باشندوں کے شرف کو پہچاننا بلاشبہ وہ تیرا اصل اور خاندان ہے اور اہل شام کے شرف کو یاد رکھنا بلاشبہ وہ تیرے مطیع ہیں اور اہل انصار کی طرف خط لکھ جس میں تو ان سے بھلائی کا وعدہ کر یہ بات ان کی امیدوں کو بڑھا دے گی اگر تمام صوبوں سے تیرے پاس آنے والے وفد ہوں تو ان سے حسن سلوک کر اور ان کی عزت کر۔ بلاشبہ وہ اپنے پیچھے والوں کے نمائندے ہیں اور کسی تہمت تراش اور چغلخور کی بات نہ سن میں نے انہیں برا وزیر پایا ہے۔

اور ایک طریق سے بیان ہوا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا بلاشبہ اہل مدینہ میں میرا ایک دوست ہے اس کی عزت کرنا اس نے پوچھا وہ کون ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اور جب وہ حضرت معاویہ کی وفات کے بعد یزید کے پاس گئے تو حضرت معاویہ انہیں جو عطیہ دیا کرتے تھے یزید نے اسے دگنا کر دیا حضرت معاویہ کے زمانہ میں دس لاکھ کا عطیہ تھا اور یزید نے انہیں ایک کروڑ دیا تو آپ نے اسے کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو اس نے آپ کو ایک کروڑ اور دیا تو ابن جعفر نے اس سے کہا خدا کی قسم! میں تیرے بعد اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے اکٹھا نہیں کروں گا اور جب حضرت عبداللہ بن جعفرؓ یزید کے پاس سے نکلے اور اس نے آپ کو دو کروڑ درہم دیئے تھے تو آپ نے یزید کے دروازے پر بختی اونٹ بیٹھے ہوئے دیکھے جن پر خراسان سے ہدیہ آیا تھا پس حضرت عبداللہ یزید کے پاس گئے اور ان میں سے تین بختی اونٹوں کا اس سے مطالبہ کیا تاکہ آپ ان پر سوار ہو کر حج اور عمرہ کریں اور جب آپ یزید کے پاس شام آئے تو یزید نے حاجب سے کہا دروازے پر یہ بختی اونٹ کیسے ہیں؟ اسے ان کا علم نہ تھا۔ اور ان اونٹوں پر کئی قسم کے اموال تھے اس نے کہا انہیں اموال سمیت حضرت ابن جعفرؓ کے پاس بھیج دو۔ اور حضرت ابن جعفر فرمایا کرتے تھے کیا تم مجھے اس شخص یزید کے بارے میں حسن رائے پر ملامت کرتے ہو"

یزید میں حلم و بردباری، سخاوت، فصاحت، شعر شاعری، شجاعت، بہادری اور حکومت کے بارے میں خوش رائے والی قابل تعریف عادتیں بھی تھیں۔ اور وہ بامعمول کر رہن سہن کا بھی اچھا تھا۔ اور اسی طرح اس میں شہوات اور بعض اوقات بعض نمازوں کے ترک کرنے اور اکثر اوقات انہیں نہ پڑھنے کی عادت بھی پائی جاتی تھی۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ابو عبدالرحمٰن نے ہم سے بیان کیا کہ حیوۃ نے ہم سے بیان کیا کہ بشیر بن ابی عمرو خولانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ولید بن قیس نے اس سے بیان کیا کہ اس نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہو جائیں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے۔ اور خواہشات کی پیروی کریں گے۔ اور عنقریب ہلاکت سے دو چار ہو جائیں گے۔ پھر ناخلف آدمی ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے۔ اور وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ اور تین آدمی

قرآن پڑھیں گے، مومن، منافق اور فاجر۔ میں نے ولید سے پوچھا یہ تینوں کیسے ہوں گے؟ انہوں نے کہا منافق اس کا انکار کرنے والا ہوگا اور فاجر اس کے ذریعے کھایا پیا کرے گا اور مومن اس پر ایمان لائے گا۔ اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے اور حافظ ابو یعلیٰ کا بیان ہے کہ ہم سے زہیر نے ہم سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ فضل بن دکین نے ہم سے بیان کیا کہ کامل ابو العلاء نے ہم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو صالح سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ستر کے سرے اور بچوں کی حکمرانی سے اللہ کی پناہ مانگو اور زبیر بن بکار نے عبدالرحمن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا ہے کہ تم ہم میں سے نہیں ہو اور تیرا ماموں بھی ہم میں سے نہیں ہے اے خواہشات کی خاطر نمازوں کو ضائع کرنے والے۔

راقم بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شعر موسیٰ بن یسار کے لئے ہے جو موسیٰ شہوات کے نام سے معروف و مشہور ہے اور حضرت حمید بن زبیر سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے یزید کے لئے یہ اشعار پڑھے تھے: آپ ہم سے نہیں ہیں اور آپ کا ماموں ہم میں سے نہیں ہے اور تیرا ماموں ہم میں سے نہیں اے نفسانی خواہشات کی وجہ سے نمازوں کو ضائع کرنے والے۔

اور ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ ابوالحکم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن حمزہ نے ہشام بن الغاز سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے ابو عبیدہ سے بیان کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا حتیٰ کہ بنی امیہ کا ایک شخص جسے یزید کہا جاتا ہے آ کر اسے توڑ دے گا [ختم کرے گا اس انصاف کو] یہ حدیث مکحول اور ابو عبیدہ کے درمیان منقطع ہے بلکہ معضل ہے اور ابن عساکر نے صدقہ بن عبداللہ دمشقی کے واسطے سے ہشام بن الغاز سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے ابو ثعلبہ خشنی سے انہوں نے ابو عبیدہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا حتیٰ کہ سب سے پہلے اس کو توڑنے والا بنو امیہ کا ایک شخص ہوگا جسے یزید کہا جاتا ہوگا۔ پھر ابن عساکر نے بیان کیا کہ یہ اسی طرح مکحول اور ابو ثعلبہ کے درمیان منقطع ہے اور ابو یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ معاویہ بن ہشام نے سفیان سے انہوں نے عوف سے انہوں نے خالد بن ابی المہاجر سے انہوں نے ابو العالیہ سے بیان کیا ہے کہ ہم شام میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ حضرت ابوذر نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنو امیہ سے ہوگا۔

اور ابن خزیمہ نے بندار سے انہوں نے عبدالوہاب بن عبدالمجید سے انہوں نے عوف سے روایت کی کہ مہاجر بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابو العالیہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابو مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا۔ اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس میں ایک بات بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابوذر غفاری شام میں تھے اور ان کا امیر یا کمانڈر یزید بن ابی سفیان تھا۔ یزید نے ایک شخص سے لونڈی غصب کر لی اور اس شخص نے یزید کے خلاف حضرت ابوذر سے مدد مانگی کہ وہ اسے لونڈی واپس دلوائیں۔ پس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یزید کو حکم دیا کہ وہ لونڈی اسے واپس کر دے تو اس نے اس معاملے سے انکار کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک حدیث سنائی تو اس نے لونڈی کو واپس کر دیا اور یزید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

اور اسی طرح امام بخاری نے اسے تاریخ میں بیان کیا ہے اور ابو یعلیٰ نے محمد بن المثنیٰ سے عبدالوہاب کے حوالے کے ساتھ نقل کیا ہے پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں ملک شام آئے ہوں۔ راقم بیان کرتا ہے کہ حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تو آپ نے ان کی جگہ ان کے بھائی حضرت معاویہ کو امیر مقرر کیا۔ اور محمد بن یحییٰ الذہلی نے بیان کیا ہے کہ میں نے علی سے پوچھا کہ کیا ابو العالیہ نے حضرت ابوذر سے احادیث سنی ہیں یا احادیث۔ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں اس نے روایت ابو مسلم کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ ابو مسلم کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں۔

مختصراً یزید بن معاویہ کی مذمت میں بہت سی احادیث بیان کی گئی ہیں جو سب کی سب من گھڑت ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور سب سے پختہ روایت وہ ہے جسے ہم نے اس کی سند کے ضعف اور بعض حصے کے منقطع ہونے کے باوجود بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

حمید بن مسعدہ نے سفیان سے انہوں نے شبیب سے اور انہوں نے غرقدہ سے اور انہوں نے مستظل سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ اہل عرب کب ہلاک ہوں گے جب ان کا منتظم ایسا شخص ہوگا جس نے جاہلیت کا زمانہ نہ پایا ہوگا اور نہ اسے اسلام میں پہلے اسلام قبول کرنے والوں کا درجہ حاصل ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کو شراب نوشی کرنے اور بعض برے کام کرنے کی وجہ سے ملامت کی جاتی ہے اب رہی بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی تو جیسا پیچھے بیان ہو چکا ہے اس کے دادا ابوسفیان نے جنگ احد کے روز کہا تھا کہ تم ان میں سے مثلہ پاؤ گے میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اس نے مجھے برا لگا ہے اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں ان سے وہ سلوک نہ کرتا جو ابن مرجانہ یعنی عبیداللہ بن زیاد نے کیا ہے۔ اور جب قاصد آپ کے سر کو لے کر آئے تو اس نے ان سے کہا کہ میں تمہاری اس کام کے بغیر اطاعت پر راضی تھا اور اس نے کسی کو کوئی انعام نہیں دیا اور حضرت حسین کے گھر والوں کی عزت کی اور ان کی تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں بلکہ ان سے بھی زیادہ انہیں واپس کر دیں اور ان کو بڑے تحفے دیئے اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کیا اور ان کو اپنے گھر والوں کے پاس گھر میں ملایا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خاندان ان کے پاس آیا اور حضرت حسین کے قتل پر رونا اور نوحہ ہوا اور بعض کا کہنا ہے کہ یزید شروع شروع میں جب یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ خوش ہوا پھر اس پر شرمندہ ہوا۔

ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے کہا ہے کہ یونس بن حبیب الجرمی نے ان سے بیان کیا کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کیا تو اس نے ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو وہ شروع شروع میں آپ کے قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا مقام اس کے نزدیک اچھا اور اونچا ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ شرمندہ ہوا اور کہا کرتا تھا کہ اگر میں تکلیف برداشت کر لیتا اور آپ کو اپنے گھر میں اتارتا اور جو آپ چاہتے فیصلہ ان کے حوالے کر دیتا تو مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ خواہ میری حکومت میں کمزوری آ جاتی رسول اللہ کے حق اور آپ کی قرابت کی رعایت کرتے ہوئے میری حکومت میں کمزوری پیدا ہو جاتی۔ پھر کہنے لگا کہ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو کہ اس نے آپ کو مجبور کیا ہے حالانکہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ آپ کا راستہ چھوڑ دے یا آپ میرے پاس آ جائیں یا مسلمانوں کے ملک کی کسی آخری سرحد پر چلے جائیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دے دے۔ مگر اس نے یہ بات نہ مانی بلکہ آپ کی بات رد کر دی اور آپ کو قتل کر دیا اور اس نے آپ کے قتل سے مجھے مسلمانوں کا مبغوض بنا دیا (غضبناک) اور ان کے دلوں میں میری دشمنی کا بیج بو دیا اور نیک و بد لوگ مجھ سے بغض رکھنے لگے ہیں کیونکہ لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کو بڑا سمجھا ہے مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے اور اس پر غضب ناک ہو۔

جب اہل مدینہ اس کی فرمانبرداری سے پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے اس کو اپنے عہدے سے معزول کر دیا اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو حاکم بنا لیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کوئی بات نہ کی اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے دشمن ہو گئے تھے صرف دین کے بارے میں شراب پینے اور بعض قبیح افعال اور فسق کے کاموں کے کرنے کا ذکر کیا انہوں نے زندیق کی طرح اس پر بے دینی کی تہمت اور بے دینی کا الزام نہیں لگایا بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق حاکم سے بغاوت اس وجہ سے جائز نہیں ہوتی کہ اس سے فتنہ ابھرتا ہے اور جنگ ہوتی ہے جیسا کہ حرہ کے وقت ہوا اور اس نے لشکر بھی فرمانبرداری کی طرف بلانے کے لئے ان کی طرف بھیجا اور تین دن کی مہلت دی اور جب وہ نہ مانے تو اس نے ان سے جنگ کی اور اہل مدینہ کو جنگ میں جو فتح حاصل تھی لیکن اس نے مدینہ کو تین دن حلال کرنے سے تجاوز کیا اور حد سے بڑھ گیا جس کی وجہ سے بڑی خرابی پیدا ہوئی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے اور حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور اہل بیت نبوت کی جماعت نے عہد (وعدہ) کو نہیں توڑا اور آپ نے یزید کی بیعت کے بعد کسی کی بیعت کی جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اسماعیل بن علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ صخر بن جویریہ نے نافع کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ جب لوگوں نے یزید بن معاویہ کی فرمانبرداری سے علیحدگی اختیار کی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو جمع کیا۔ پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد کہا ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے مطابق اس شخص کی بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی عہد شکنی ہے۔ اور سب سے بڑی عہد شکنی یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کیا جائے اور یہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر کسی کی بیعت کرے پھر اس کی بیعت کو توڑ دے پس تم میں سے کوئی شخص یزید کی فرمانبرداری سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور نہ اس معاملے میں حد سے بڑھے

[illegible]

کہ اس شخص نے [illegible] ابن الزبعری کے وہ اشعار پڑھے جو تو نے بھیجے ہیں، مرزبانی نے محمد بن یوسف بن الفرا بن بسام سے بیان کیا ہے کہ محمد بن القاسم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اصمعی کو بیان کرتے سنا ہے کہ میں نے ہارون الرشید کو یزید بن معاویہ کے یہ اشعار پڑھتے سنا۔

وہ مرد جن کی اولاد عبد مناف سے ہے، میری روح نے تمنا کی [illegible] پاکیزہ لوگوں میں ان کے گھر ہیں (ذی شان خاندان) پھر اسے اخلاف کے کاموں کو حاصل کیا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد [illegible] جوانوں کے ساتھ چلتے ہوئے اور تھے، ان چیزوں سے زیادہ عزت والی ہے جو اسے بچھو سے ہیں اور [illegible] کے موتی کی طرح [illegible] اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ مصعب نے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے یہ اشعار مجھے سنائے ہیں۔ وہ آ گیا ہے اور غائب ہو گیا ہے پھر [illegible] کی [illegible] ہے۔ [illegible] کے لئے [illegible] معلوم نہیں اور اسے پھر اٹھایا ہے [illegible] کرتی ہے [illegible] جب [illegible] آ جاتی ہیں [illegible] سے کھینچی جاتی ہے اس کی [illegible] ہے کہ جب [illegible] کے پیچھے [illegible] پر [illegible] اپنے [illegible] میں [illegible] اور ان کے [illegible] اس کے [illegible] ہیں جب میں نے اس کے چہرے کو اندھیری رات کے چاند سے تشبیہ دی اور [illegible] ہوئی تو اس نے مجھے کہا کیا تو مجھے چاند سے تشبیہ دیتا ہے یہ میری شان کو کم کرنے والی بات ہے [illegible] جس کی [illegible] تو نہیں دیکھا کہ چاند اپنے کمال کے وقت جب تشبیہ [illegible] جاتا ہے پھر [illegible] طرح [illegible] جاتا ہے۔

اگر تو نے میرے [illegible] کو [illegible] سے اور میری پلکوں کو تلوار (جادو) سے اور میری آنکھوں کی سیاہی کو رات سے تشبیہ دی ہے تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

اور زبیر بن بکار نے ابو محمد الجزری کے حوالے سے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ میں ایک گویا لونڈی تھی جسے سلامہ کہا جاتا تھا وہ بڑی خوبصورت چہرے والی، عقل مند اور بہترین قسم کی لونڈیوں میں سے تھی اس نے قرآن پڑھا اور شعر کی روایت نقل کی اور شعر کہا اور عبدالرحمن بن حسان اور احوص بن محمد اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے پس اسے احوص سے محبت ہو گئی اور اس نے عبدالرحمن سے اعراض کیا تو ابن حسان یزید بن معاویہ کے پاس شام چلا گیا اور اس نے اس کی مدح کی اور اسے سلامہ کے حسن و جمال اور فصاحت و بلاغت کے متعلق بتایا اور کہا اے امیر المومنین وہ آپ ہی کے لائق ہے اور آپ کے داستان سنانے والوں میں شامل ہے۔ یزید نے کسی کو بھیجا جس نے اسے خرید کر اس کے پاس لے آیا اس نے اس کے نزدیک بڑا مرتبہ و مقام حاصل کیا اور اسے اس کی تمام لونڈیوں پر فوقیت دے دی گئی جو اس کے پاس تھیں اور عبدالرحمن واپس مدینہ آیا اور احوص کے پاس سے گزرا تو اسے غمگین اور غصہ میں پایا اور اس نے اس کے غم میں اضافہ کرنے کا ارادہ کیا اور اسے کہا ہے اسے وہ شخص جو [illegible] کرنے والی محبت ہے جسے محبوب سے [illegible] باتوں کے [illegible] محبت نے اسے [illegible] کر دیا ہے اور [illegible] کے پاس کے ساتھ [illegible] ہے اور جو چیز اسے پسند ہے وہ ختم ہو گئی ہے اور جو ناپسند ہے وہ اسے مل گئی ہے اور جس کے پاس وہ ہے اس نے اسے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے جس سے وہ خوشی حاصل کرتا ہے وہ زمانے کا خلیفہ ہے محبوب سے جو چیز تجھے عزیز ہو وہ [illegible] دل والا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ احوص سال بھر [illegible] سے رکا رہا پھر اس کا غم اس پر غالب آ گیا تو اس نے یزید کے پاس جا کر اس کی مدح کی تو یزید نے اس کی عزت کی اور وہ اس کے پاس بڑے مرتبہ و مقام پر رہا [illegible] اور سلامہ نے چوری چھپے اس کی طرف ایک خادم بھیجا اور اسے اس شرط پر رشوت دی کہ وہ اسے اس کے پاس لے آئے۔ خادم نے یزید کو اطلاع دی تو اس نے کہا اس کا پیغام پہنچا دو اس نے پیغام پہنچایا اور احوص کو اس کے پاس لے گیا اور یزید ایسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ ان دونوں کو دیکھ سکتا تھا مگر وہ دونوں اسے نہ دیکھتے تھے اور جب لونڈی نے احوص کو دیکھا تو وہ اس کے پاس کھڑی ہوئی اور وہ اس کے پاس گیا اور اس کے حکم سے کرسی بچھا دی گئی جس پر وہ بیٹھ گیا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے عشق کی شدت کے شکوے و شکایت کرتے رہے اور وہ مسلسل صبح تک باتیں کرتے رہے اور یزید یہ سب [illegible] سنتا رہا اور جب احوص نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا میری رات اس محبوب کی وجہ سے ختم [illegible] جب کرنے والے جدائی کے بعد [illegible] ہو گئے [illegible] باہمی [illegible] سکون حاصل کرتا ہے سلامہ [illegible] پا [illegible] اے میرے [illegible] مجھے نہیں بھولوں گی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یزید بن معاویہ کی ازواج و اولاد کی تعداد [illegible]

ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی، یزید کے بعد مروان بن الحکم نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے [illegible] بہت دوڑنے والے دیکھنے والے کی طرح تھیں۔ اور عبداللہ بن یزید جسے اسوار کہا جاتا ہے اور یہ عربوں کے سب سے بڑے تیر انداز تھے اور اس کی ماں ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھی جس کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ [illegible] کرتے تھے کہ وہ قریش کا بہترین [illegible] اور عبداللہ اصغر، ابو بکر، عتبہ، عبدالرحمن، ربیع اور محمد مختلف ماؤں سے تھے اور یزید، حرب، عمر اور عثمان بھی تھے یہ پندرہ بیٹے (مذکر) اور دو بیٹیاں اس کی تھیں [illegible] عاتکہ، رملہ، ام عبدالرحمن، ام یزید اور ام محمد [illegible] اور یہ سب مر گئے ہیں اور ان میں سے کسی کی اولاد باقی نہیں، واللہ اعلم۔

معاویہ بن یزید کی حکومت [illegible] ۔۔۔ ابو عبدالرحمن اور ابو یزید اور ابو لیلیٰ القرشی الاموی بھی کہا جاتا ہے، اس کی ماں ام ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھی، اس کے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیعت ہوئی اور اس کی حکومت کا آغاز [illegible] ربیع الاول ۶۴ھ [illegible] یہ نیک اور [illegible] عمدہ اور بہت سوچ رکھنے والا آدمی تھا۔ مگر اس کی مدت کم رہی [illegible] بعض کا قول ہے کہ [illegible] اس کی حکومت [illegible] بعض کا قول ہے [illegible] اور بعض [illegible] بیان کرتے ہیں واللہ اعلم۔

اور یہ اپنے باپ کی زندگی میں [illegible] بیمار تھا اور لوگوں کے پاس [illegible] اور [illegible] کی عمر میں فوت ہوا، بعض ۲۳ سال ۱۸ دن اور بعض ۱۹ سال اور بعض ۲۰ سال اور بعض ۲۱ سال کی عمر میں وفات پانا بیان کرتے ہیں واللہ اعلم۔

اور اس کے بھائی خالد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعض نے عثمان بن عتبہ اور بعض نے ولید بن عتبہ کا نام بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے [illegible] اس نے [illegible] وصیت کی تھی اور اس کے [illegible] مروان بن الحکم [illegible] اور ضحاک بن قیس [illegible] اس کے بعد لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا حتیٰ کہ شام میں مروان کی حکومت قائم ہوئی۔

اور اسے دمشق میں باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ وصیت نہیں کرتے؟ تو اس نے کہا میں اس کی حلاوت کو اپنے ساتھ آخرت میں نہیں لے جاؤں گا اور بنی امیہ کو اس کی کڑواہٹ کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔ یہ مرحوم بہت سفید رنگ، بہت گھنے بالوں والا، بڑی بڑی آنکھوں والا، گھنگریالے بالوں والا [illegible] گول سر والا اور خوبصورت تھا اور اس کے چہرے پر بہت بال تھے اور [illegible] کا رنگ [illegible] تھا [illegible] عبدالرحمن بن [illegible] کے بھائی تھے [illegible] لوگوں میں سے تھے اور اس کے متعلق ایک شعر عبداللہ بن ہمام سلولی نے کہا ہے:

یزید نے حکومت کو اپنے باپ سے حاصل کیا اور معاویہ [illegible] سے حاصل کیا [illegible] اور اس سے [illegible] روایت ہے کہ ایک روز معاویہ بن یزید نے لوگوں میں الصلوٰۃ جامعہ کا اعلان کرایا تو لوگ جمع ہو گئے تو اس نے [illegible] تمہاری حکومت سنبھالی ہے حالانکہ میں اس کے بوجھ اٹھانے سے کمزور ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں اسے کسی [illegible] کے لیے چھوڑ دوں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑا تھا اور اگر تم چاہو تو میں اسے شوریٰ کے چھ آدمیوں میں چھوڑ دوں جیسے حضرت عمر بن الخطاب نے چھوڑا تھا، لیکن تم میں سے اس کے مناسب کوئی [illegible] اور میں نے تمہاری حکومت کا معاملہ تمہارے سپرد کر دیا ہے جسے تم پسند کرو اسے اپنا امیر بنا لو۔ پھر وہ منبر سے اتر کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور [illegible] یہاں تک کہ فوت ہو گیا رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کہتے ہیں کہ اسے زہر پلایا گیا تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسے طاعون ہوا تھا [illegible] مروان [illegible] اس سے [illegible] کو [illegible] تو [illegible] کے بارے میں [illegible] کے بعد [illegible]۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جیسا کہ ہم نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ابو لیلیٰ نے کسی کے متعلق وصیت نہ کی اور فوت ہو گیا اور دنیا سے چل بسا۔ پس حجاز میں عبداللہ بن زبیر غالب آ گئے اور دمشق اور اس کے ارد گرد علاقوں پر مروان بن الحکم غالب آ گیا اور خراسان کے باشندوں نے سالم بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی حتیٰ کہ وہ لوگوں پر خلیفہ بن گیا اور انہوں نے اسے بہت پسند کیا اور سالم نے ان میں اچھی سیرت اختیار کی جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو پسند کیا پھر انہوں نے اس کو اپنے اندر سے نکال کر باہر کر دیا اور نافع بن ازرق کی کمان میں مرتکب ہو کر قراء اور خوارج نے بصرہ میں بغاوت کر دی اور انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کو اس کی بیعت کرنے کے بعد وہاں سے باہر نکال دیا تا کہ وہ لوگوں کا امام ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کو اپنے پاس سے باہر نکال دیا اور وہ بہت سی لڑائیوں کے بعد جن کا ذکر کرنا مختصر بات کو طویل کرنے کا سبب ہو گا شام چلا گیا اور انہوں نے اس کے بعد عبداللہ بن حارث بن نوفل کی بیعت کر لی جو "ببہ" کے نام سے مشہور تھا اور اس کی ماں ہند بنت ابی سفیان تھی اور اس نے بصرہ کی پولیس کا ہمیان بن عدی سدوسی کو نگران و افسر مقرر کیا اور لوگوں نے جمادی الآخری ۶۴ھ کے شروع میں اس کی بیعت کر لی اور فرزدق نے کہا ہے۔

میں نے کئی لوگوں کی بیعت کی اور ان کے عہد کو پورا کیا اور ببہ کی بیعت میں نے کسی شرمندگی کے بغیر کی ہے اور اس نے چار ماہ وہاں قیام کیا پھر اپنے گھر کی طرف کوچ کر گیا اور بصرہ کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو خط لکھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت انس بن مالک کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس آپ نے وہاں ان کو نماز پڑھائی پھر وہ چلے گئے جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے اور نعمان بن بشیر نے حمص میں اور زفر بن حارث نے قنسرین میں بغاوت کر دی جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہو گی ان شاء اللہ پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت، ابن حزم اور ایک گروہ کے نزدیک آپ اس وقت امیر المومنین تھے اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب یزید کی وفات ہوئی تو فوج مکہ سے چل پڑی اور یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور وہ بیت اللہ میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ جب حصین بن نمیر السکونی فوج کے ساتھ شام واپس آ گیا تو حجاز اور اس کے ارد گرد کے علاقوں پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت مضبوط ہو گئی اور لوگوں نے یزید کے بعد جلد ہی آپ کی بیعت کر لی اور آپ نے اپنے بھائی عبیداللہ بن زبیر کو مدینہ منورہ پر نائب مقرر کیا اور اس نے بنو امیہ کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور مدینہ سے دور کرنے کا حکم دے دیا پس انہوں نے ان کو وہاں سے جلاوطن کر دیا اور وہ شام کی طرف چلے گئے اور ان میں مروان بن الحکم اور اس کا بیٹا عبدالملک بھی شامل تھا پھر بصرہ والوں نے آپس کی جنگوں اور فتنوں کے بعد (جن کا بیان طوالت کا باعث ہو گا) حضرت ابن زبیر کو پیغام بھیجا انہوں نے تھوڑے سے عرصہ میں اپنے اوپر چار امیر مقرر کیے پھر ان کے امور و معاملات میں خلل پڑ گیا پھر انہوں نے دوسری دفعہ حضرت ابن زبیر کو اپنے متعلق پیغام بھیجا تو آپ نے حضرت انس بن مالک کو لکھا کہ وہ ان کو نمازیں پڑھائیں۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مصعب بن عبدالرحمان نے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی تو لوگوں نے کہا اس معاملہ میں مشقت پائی جاتی ہے اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن علی بن ابی طالب نے بھی آپ کی بیعت کی اور آپ نے حضرت ابن عمر، حضرت ابن حنفیہ اور حضرت ابن عباس کو بھی بیعت کرنے کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ اور تقریباً تین ماہ امام کے بغیر رہنے کے بعد جب سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی اور اطاعت قبول کر لی۔ اور حضرت ابن زبیر نے عبدالرحمان بن یزید انصاری کو امام صلوٰۃ مقرر کیا اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کو خراج کا امیر مقرر کر کے کوفہ والوں کی طرف روانہ کیا اور دونوں شہر والوں نے آپ سے وعدہ کیا اور آپ نے مصر کی طرف آدمی بھیجا تو انہوں نے آپ کی بیعت کر لی اور عبدالرحمان بن جحدر کو مصر پر نائب مقرر کیا اور جزیرہ نے آپ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور آپ نے حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کو بصرہ کا امیر بنا کر بھیجا اور خراسان کی طرف بھی پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی اور شام میں ضحاک بن قیس کو پیغام بھیجا تو اس نے بھی بیعت قبول کر لی۔

کہتے ہیں کہ دمشق کے باشندوں اور اس کے ارد گرد کے لوگوں نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی حتیٰ کہ جب حصین بن نمیر مکہ سے شام کی طرف واپس آیا تو انہوں نے مروان بن الحکم سے بیعت کر لی تھی اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس خوارج کی ایک جماعت آپ سے مزاحمت کرتے ہوئے قریب ہوئی جس میں نافع بن ازرق، عبداللہ بن اباض اور ان کے سربراہ اور سرپرست لوگوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی

اور جب آپ کی حکومت مضبوط ہوگئی تو انہوں نے آپس میں کہا کہ تم نے غلطی کی ہے کیونکہ تم نے اس شخص کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے اور تمہیں حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں اس کی رائے کا علم نہیں ہوا۔ اور وہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عیب کو بیان کرتے تھے۔ پس وہ اکٹھے ہو کر آپ کے پاس گئے اور انہوں نے آپ سے حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے انہیں وہ جواب دیا جس سے ان کو تکلیف ہوئی۔

اور حضرت عثمان کے ایمان کی تصدیق اور نصرت اور احسان اور اچھی سیرت والی باتوں کے واضح ہو جانے کے بعد آپ کے حق کی طرف رجوع کرنے کو ان کے سامنے بیان کیا تو اس موقع پر انہوں نے آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور آپ سے علیحدہ ہو گئے اور عراق و خراسان کے علاقوں میں چلے گئے اور ان شہروں میں اپنے جسم و بدن اور دین اور مختلف اور پھیلے ہوئے کئی مذاہب و مسالک لے کر بکھر گئے جو بیان میں نہیں آ سکتے کیونکہ وہ جہالت اور بے عقلی کی قوت اور غلط اعتقادات سے نکلتے ہیں اس کے باوجود انہوں نے بہت شہروں اور صوبوں پر غلبہ پا لیا حتیٰ کہ تمام صوبے ٹوٹ گئے جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

مروان بن الحکم کی بیعت کا بیان

اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حصین بن نمیر مکہ کے محاصرہ سے واپس آیا اور عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے شام آ گیا اور بنو امیہ مدینہ سے شام منتقل ہو گئے تو معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد مروان بن الحکم کے پاس آئے اور معاویہ بن یزید نے اس وقت کا عزم کیا تھا کہ دمشق میں حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت ہو اور ان کے ساتھیوں نے اس شہر پر غلبہ پا لیا کہ ضحاک بن قیس کی بیعت کر لی کہ وہ ان کے درمیان صلح کرائے گا اور ان کے لئے ان کے معاملہ کو ٹھیک کر دے گا کہ لوگ ایک امام پر متفق ہو جائیں اور ضحاک بن قیس چاہتا تھا کہ حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت ہو اور حمص میں نعمان بن بشیر نے قنسرین میں زفر بن عبداللہ کلابی نے اور فلسطین میں ناتل بن قیس نے آپ کی بیعت کر لی، اور مروان کو قرار نہ آیا تو وہاں سے روانہ ہو گیا اور عبیداللہ بن زیاد حصین بن نمیر مسلسل مروان بن الحکم کو حکومت سنبھالنے کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے اسے اس کی رائے سے موڑ دیا اور اسے حضرت ابن زبیرؓ کے اقتدار اور حکومت کے شام میں داخل ہونے کے خوف میں مبتلا کر دیا اور انہوں نے کہا کہ تم قریش کے سردار ہو اور تم اس حکومت کے زیادہ حقدار ہو پس حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت کو چھوڑ دو اور ابن زیاد اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر بنو امیہ کے علاوہ کسی نے حکومت سنبھال لی تو وہ مر جائے گا اس موقع پر ضحاک بھی دمشق والوں کے ساتھ مروان کے پاس آئے اور ان سے ان کے ارادہ سے اتفاق کر لیا اور کہنے لگا کہ کوئی چیز فوت نہیں ہوئی۔

اور حصین بن مالک بن بحدل کلبی نے ضحاک بن قیس کو حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت سے موڑنے کے لئے خط لکھا اور بنو امیہ نے جو احسان کئے تھے ان کا ذکر کیا اور ان کے اس معزز شرف کا بیان کرنے لگا اور حسان بن مالک نے بنو امیہ کے لئے اردن والوں کی بیعت لی اور دیکھا کہ ضحاک بن قیس ابن زبیر کی طرف دعوت دینے لگا ہے اس پر اس نے ملک پر حملہ کر دیا۔ اور ایک رات اسے گھیر لیا اور جمعہ کے روز دمشق والوں کو اس نے پڑھ کر سنایا کہ اہل شام کی اطاعت کے بعد حق ظاہر ہو گیا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ خط لکھنے میں سے تھا اور وہ اس کے ساتھ تھا تو وہ لوگ خود پڑھ رہے تھے اس نے اسے خط دیا اور وہ ضحاک بن قیس کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے اسے خط پڑھ کر سنایا مگر اس نے منبر پر ہاتھ سے اشارہ کر کے لوگوں کو خاموش کرایا مگر وہاں ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی اور دوسروں نے اس کی تکذیب کی اور جھگڑا ہو گیا لوگوں کے درمیان ایک بہت بڑا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور خالد بن یزید بن معاویہ نے جو ایک نوجوان تھا منبر کی دو سیڑھیاں چڑھ کر لوگوں کو خاموش کرایا اور ضحاک نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور ضحاک بن قیس نے خط کی تصدیق کرنے والے لوگوں کو قید کر دیا پھر ان کے قبیلہ اور خاندان والے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ان کو قید خانہ سے باہر نکال دیا اور حضرت ابن زبیرؓ اور بنو امیہ کے بارے میں متردد ہو گئے اور فتنہ میں پڑ گئے اور جمعہ کی نماز کے بعد باب الجیرون میں لوگ جمع ہوئے اور اس دن کو یوم جیرون کا نام دیا گیا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو اپنا امیر بنانا چاہا مگر وہ انکار کر گیا اور اسی دوران میں فوت ہو گیا پھر ضحاک بن قیس نے جامع مسجد کے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کیا اور یزید بن معاویہ کو گالیاں دیں تو بنی کلب کے ایک نوجوان نے اس کی طرف جا کر اپنے ہاتھ سے عصا مارا اور لوگ اپنی تلواریں لگائے بیٹھے تھے (یعنی بالکل تیار بیٹھے تھے) تو ان کے لئے مسلح ہو کر اور پھر لوگوں نے ایک دوسرے کے پاس جا کر مسجد میں جنگ کی اور قیس اور اس کے دوست حضرت ابن زبیرؓ کی طرف دعوت دیتے تھے اور بنو کلب بنو امیہ اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کی طرف دعوت دیتے تھے اور یزید اور اس کے خاندان کی مدد کرنے لگے پس ضحاک بن قیس نے اٹھ کر دارالامارۃ (ایوان صدر) میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور صرف ہفتہ کے روز نماز فجر کے لئے باہر نکلا پھر اس نے بنو امیہ کو پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس آ گئے اور ان میں مروان بن الحکم عمرو بن سعید بن العاص اور خالد

معاویہ کے بیٹے خالد اور عبداللہ بھی شامل تھے۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ بنوامیہ سے جو واقعہ پیش آیا اس پر ضحاک نے ان سے معذرت کی اور ان کے ساتھ سب نے مل کر حسان بن مالک کے پاس جانے پر اتفاق کیا کہ وہ حکومت کے لئے بنوامیہ کے کسی شخص پر متفق کر لیں، پس وہ سب متفق ہو کر ان کے پاس گئے اور ضحاک بھی اور وہ حسان کے پاس جانے کے لئے جابیہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں معن بن ثور بن یزید بن اخنس اپنی قوم قیس کے ساتھ آ گیا اور اس نے کہا تو نے ہمیں حضرت ابن زبیر کی بیعت کی طرف دعوت دی تو ہم نے تمہاری بات مان لی اور اب تو اس بدو کی طرف جا رہا ہے تاکہ وہ اپنے بھانجے خالد بن یزید بن معاویہ کو خلیفہ بنا دے تو ضحاک نے اس سے کہا کہ کیا مشورہ ہے؟ اس نے کہا مشورہ یہ ہے کہ جس بات کو چھپاتے تھے اسے ظاہر کریں اور حضرت ابن زبیر کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف دعوت دیں اور حسان سے انکار کر دیں۔ پس ضحاک اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کی بات کی طرف مائل ہو گیا اور دمشق واپس آ گیا اور اس نے قیس کی اس فوج کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھی اور اس کے دوستوں کے ساتھ قیام کیا اور اس وقت اس نے معاونین کے امراء اور دیگر حصوں کی طرف پیغام بھیجا اور انہوں نے حضرت ابن زبیر کی بیعت کر لی۔

اور اس نے اہل دمشق کی اطلاع کا خط حضرت ابن زبیر کو لکھا، جس کا تذکرہ حضرت ابن زبیر نے اہل مکہ سے کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی طرف شام کی نیابت کا پروانہ لکھا، بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ ضحاک نے اپنی خلافت کی بیعت لی تھی واللہ اعلم۔

اور مدائنی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس نے پہلے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی دعوت دی پھر عبیداللہ بن زیاد نے اسے یہ بات اچھی کر دکھائی کہ وہ اپنی بیعت کی طرف دعوت دے اور اس نے یہ کام مکر و فریب اور تکبر کی خاطر کیا تاکہ وہ اس کا کام بگاڑ دے جس کی وہ نیت رکھتا تھا، چنانچہ ضحاک نے تین دن لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی، لوگ اس بات کی وجہ سے اس سے ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ تو نے پہلے ہمیں ایک آدمی کی بیعت کی دعوت دی جس کی ہم نے بیعت کر لی اور اب تم اس کی بیعت بغیر کسی عذر و سبب کے توڑ رہے ہو اور اپنی طرف بلا رہے ہو؟ چنانچہ ضحاک پھر سے حضرت ابن زبیر کی بیعت کی طرف بلانے لگا اور اس وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ ہو گئے یہی وہ بات تھی جس کا ابن زیاد نے ارادہ کیا تھا۔

ابن زیاد اس کے ساتھ ہو گیا اور "مروان" کے ساتھ جمع ہونے کے بعد وہ اس کے پاس گیا اور اس کی رائے کی تعریف کرنے لگا، پھر مروان اس سے جدا ہو گیا تاکہ ضحاک کو دھوکہ دے، اپنے خیمے دمشق میں اس کے پاس آ کر ٹھہرا اور روزانہ اس کے پاس جاتا، پھر ابن زیاد نے ضحاک کو مشورہ دیا کہ وہ دمشق سے صحرا کی طرف نکل آئے اور لشکروں کو اپنی طرف بلائے تاکہ یہ بات اس کی طاقت کا باعث بنے، سو وہ مرج الراہط چلا گیا اور اس کے ساتھی وہاں ٹھہرے۔ اس وقت بنوامیہ اردن کے علاقے میں جمع ہونے لگے اور حسان بن مالک بن بحدل کلبی سے تھے ان کی قوم بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئی، جب مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا پختہ ارادہ کیا اور ان کی اطاعت کا تو ان کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تاکہ بنوامیہ کے لئے امان اور ان کی بیعت قبول کرے، ابھی چلے بھی نہ تھے کہ عبیداللہ بن زیاد عراق سے واپس آ گیا اور ان سے ملاقات کی اور انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور اس کی رائے کی کمزوری کا ذکر کیا، عمرو بن سعید بن العاص، حصین بن نمیر، ابن زیاد اور اہل شام کے علاوہ دیگر کئی لوگ اکٹھے ہوئے اور مروان سے کہا کہ تو قریش کا بڑا ہے، خالد بن یزید بچہ ہے اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ادھیڑ عمر کا آدمی ہے، ایک لوہے کو دوسرے سے کاٹا جاتا ہے، لہٰذا اپنا معاملہ اس بچے کے حوالے مت کیجئے، البتہ اپنا گلا اس کے گلے میں ڈال دیجئے، ہم تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہیں اپنا ہاتھ بڑھائیے، چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور "جابیہ" میں بروز بدھ ۳ ذی القعدہ ۶۴ھ کو اس کی بیعت کی گئی، یہ بات واقدی نے کہی ہے۔ جب معاملہ اس کے حق میں پختہ ہو گیا تو اپنے ہمراہیوں کو لے کر ضحاک بن قیس کی طرف چلا اور مرج راہط میں اس سے مڈبھیڑ ہوئی، مروان بن حکم نے غلبہ پا کر اسے قتل کر دیا اور قیس میں ایسا قتل کیا کہ کسی طرح کا قتل اس سے پہلے نہیں سنا گیا تھا، اس کی تفصیل ۶۵ھ کے حالات کے شروع میں آئے گی کیونکہ واقدی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ۶۵ھ کے محرم میں پیش آیا تھا، اور محمد بن سعد کی روایت جو واقدی وغیرہ سے ہے اس میں ہے کہ یہ اس سال کے اواخر میں پیش آیا تھا، لیث بن سعد، واقدی، مدائنی، ابو سلیمان بن یزید، ابو عبیداللہ اور دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ مرج راہط کا واقعہ نصف ذی الحجہ ۶۴ھ میں ہوا تھا۔

مرج راہط کے واقعہ کی مزید تفصیلات

اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ ضحاک حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دمشق کا نائب تھا وہ ان کی شخصیت کی صورت یا غیر موجودگی میں ان کی نیابت میں نماز پڑھاتا تھا اور [illegible] کرتا تھا اور [illegible] سے روکتا تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے بیٹے یزید کی بیعت کی کوشش کرتا رہا پھر جب یزید فوت ہو گیا تو لوگوں نے معاویہ بن یزید کی بیعت کی۔ معاویہ بن یزید کی موت کے وقت دمشق کے لوگوں نے اس کی بیعت کی اس شرط پر کہ لوگوں کا جب تک کوئی امام مقرر ہو، پھر جب لوگ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر رہے تھے۔ تو اس نے بھی ان کی بیعت کا عزم کر لیا اور ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا اور خطبے میں یزید بن معاویہ کی مذمت کی جس کی وجہ سے مسجد میں فتنہ برپا ہوا کہ لوگ [illegible] گئے جب لوگ سکون پذیر ہو گئے تو ضحاک اٹھ کر دارالامارہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا پھر اس نے اپنے ساتھیوں پر اتفاق کیا کہ وہ حسان بن مالک بن بحدل کے پاس جائیں [illegible] اور حسان اپنے [illegible] یزید کی بیعت کا ارادہ [illegible] حسان کا [illegible] دمشق [illegible] بیعت کے لئے [illegible] عبد اللہ بن زبیر کے لئے بیعت لی [illegible] مروان [illegible] یزید بن معاویہ کے ساتھ [illegible] حسان بن مالک [illegible] ضحاک بن قیس کے [illegible] بھی [illegible] مخالفت [illegible] چنانچہ مروان [illegible] عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کے [illegible] کا عزم کر [illegible] حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ سے جلا وطن کرنے کا [illegible] جب وہ [illegible] میں پہنچا [illegible] عبید اللہ بن زیاد سے ملاقات ہوئی [illegible] عراق [illegible] حصین بن نمیر اور عمرو بن سعید بن العاص تھے انہوں نے [illegible] ملاقات کرنے کے [illegible] عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ [illegible] مروان [illegible] ان کے [illegible] عبید اللہ بن زیاد نے [illegible] دمشق [illegible] ضحاک کے پاس جا [illegible] بیعت [illegible] اپنے لئے [illegible] عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے [illegible] ضحاک [illegible] لوگوں [illegible] کامیابی [illegible] عبد اللہ بن زبیر کے لئے [illegible] لوگوں کے نزدیک [illegible] قلعوں [illegible] جنگلات میں [illegible] مرج راہط [illegible] دمشق میں [illegible] حسان کے [illegible] مروان [illegible] خالد بن یزید سے نکاح کیا [illegible] مرج راہط کی طرف ضحاک بن قیس کے مقابلے [illegible] عبید اللہ بن زیاد اور اس کا بھائی [illegible] مروان کے پاس [illegible] دمشق میں اس کی طرف سے یزید بن ابی النمر [illegible] مروان [illegible] عبد الرحمٰن [illegible] کی طرف [illegible] دمشق [illegible] عبید اللہ بن زیاد [illegible] عمرو بن سعید بن العاص [illegible]۔

ضحاک نے حضرت نعمان بن بشیر کی طرف [illegible] خط لکھا [illegible] اہل حمص [illegible] دمشق [illegible] ضحاک [illegible] زفر بن الحارث [illegible] مروان [illegible] لشکر [illegible] مقابلہ [illegible]۔

پھر عبید اللہ نے مروان کو مشورہ دیا کہ انہیں جنگ بندی کی دعوت دی جائے اور پھر اچانک ان پر حملہ کیا جائے کیونکہ جنگ تو دھوکے کا نام ہے اور تم اور تمہارے ساتھی حق پر ہیں اور وہ حق سے ہٹے ہوئے ہیں اس بات کی منادی کرا دی گئی جس کے بعد مروان کے ساتھیوں نے تو جنگ بندی کی اور وہ سخت انداز سے لڑتے رہے یہاں تک کہ بڑا امیر کی معرکہ میں ضحاک بن قیس قتل ہو گیا اسے ایک شخص زحمہ بن عبداللہ نے قتل کیا جو بنی کلب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اسے نیزہ مار کر آر پار کر دیا اور وہ اسے پہچان نہ سکا۔

اور مروان اور اس کے ساتھیوں نے بھی بڑا صبر کیا یہاں تک کہ وہ لوگ ان کے سامنے سے بھاگ نکلے مروان نے پکار کر کہا: بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ پھر ضحاک کا سر لایا گیا کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس کے قتل کی خوشخبری دی وہ روح بن زنباع جذامی تھا اور شام کی حکومت مروان کے ہاتھ لگ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ مروان نے مرج راہط کو دیکھ کر آپ پر روئے اور فرمایا: کیا اب جبکہ میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں تو بادشاہت کے لیے تلواروں سے لڑوں؟ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ ان کی مدت حکومت زیادہ نہ ہوئی بلکہ صرف نو ماہ رہی جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔

اور صحیح روایت کے مطابق ضحاک بن قیس بن خالد الاکبر بن وہب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک ابو انیس الفہری صحابہ کرام میں سے تھے انہوں نے نبی علیہ السلام سے احادیث سنیں اور کئی احادیث روایت کی ہیں اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے اور وہ فاطمہ بنت قیس کے بھائی ہیں اور ان سے دس سال بڑی تھیں اور وہ [illegible] ہیں آپ کے [illegible] نے قتل کی ہے بعض کا گمان ہے کہ انہیں شرف صحابیت حاصل نہیں [illegible] کا کہنا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا اور آپ سے بلوغت سے پہلے احادیث سنیں واقدی کی ایک روایت میں ہے کہ ضحاک نبی علیہ السلام کی وفات سے ۷ سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابن عساکر [illegible] دمشق میں موجود تھے [illegible] حکومت اختیار کر لی [illegible] کے پاس دمشق میں ان کا ایک گھر تھا [illegible] جنگ صفین کے موقع پر امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے امیر مقرر تھے اور جب حضرت معاویہ نے وفات پائی تو [illegible] امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ضحاک نے نماز میں [illegible] اور نماز [illegible] کیا تو علقمہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں نے ان کی جماعت نہیں کی۔

پھر معاویہ نے انہیں اپنے پاس دمشق کا نائب بنا دیا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس ان کی وفات تک رہے یہاں تک کہ ان کا بیٹا یزید ولی عہد بنا ان کا بیٹا معاویہ بن یزید پھر حکومت کا معاملہ اس طرح منتقل ہو گیا جس کا ذکر کر چکے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں علی بن زید نے حسن کے واسطہ سے خبر دی کہ ضحاک بن قیس نے قیس کو خط لکھا۔ جب یزید بن معاویہ کی وفات ہو چکی تھی [illegible] سلام علیکم اما بعد! کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا: کہ قیامت سے قبل کئی فتنے رات کی تاریکی کی مانند ہوں گے اور بہت سے فتنے دھوئیں کے ٹکڑوں کی طرح ظاہر ہوں گے ان میں آدمی کا دل مر جائے گا جیسا کہ اس کا بدن مر جاتا ہے صبح کو مومن اور شام کو کافر اور شام کو مومن صبح کو کافر ہوگا لوگ اپنے اخلاق اور دین کو دنیا کے تھوڑے مال کے عوض بیچ دیں گے اور اب یزید بن معاویہ کی وفات ہو چکی ہے اور تم ہمارے بھائی ہو تو ہم سے سبقت نہ کرنا یہاں تک کہ ہم کوئی حیلہ کر لیں [illegible] بیہقی کے طریق سے [illegible] یعقوب بن اسحاق [illegible] نے نقل کیا ہے کہ ضحاک بن قیس امیر معاویہ کے پاس آئے تو امیر معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

[illegible] ضحاک [illegible] ضحاک نے کہا: کہ ہماری قوم خوب جانتی ہے کہ [illegible] گھوڑے کی [illegible] امیر معاویہ نے کہا [illegible] تم نے [illegible] ہم [illegible] امیر معاویہ [illegible] قسم [illegible] گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے [illegible] گھوڑے [illegible] دمشق کے مؤذن نے ضحاک سے کہا: اے امیر! میں خدا کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں خدا کی خاطر تم سے بغض رکھتا ہوں۔

اس نے کہا کیوں؟ [illegible] آپ [illegible] دوست رکھے تو ضحاک نے کہا کیونکہ تم اذان میں ریا کرتے ہو اور تعلیم پر اجرت لیتے ہو [illegible] مرج راہط کے دن قتل ہوئے [illegible] نصف ذوالحجہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے یہ بات لیث بن سعد [illegible] واقدی [illegible] نے کہی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

اس سال حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے آپ کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ ہیں آپ پہلے بچے ہیں جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد انصار میں سے آپ کی ولادت سب سے پہلے ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو حضور علیہ السلام کے پاس لے گئیں آپ نے انہیں کھجور چبا کر کھلائی اور ان کی والدہ کو خوشخبری سنائی کہ یہ بچہ اچھی زندگی گزارے گا اور قتل ہو کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا چنانچہ ان کی زندگی اچھائی اور راحت میں بسر ہوئی۔

وادی کوفہ پر امیر معاویہ کی طرف سے نائب رہے پھر شام میں سکونت اختیار کر لی اور فضالہ بن عبید کے بعد جو حضرت ابو درداء کے بعد قاضی بنے تھے آپ شام کے قاضی مقرر ہوئے اور حمص پر امیر معاویہ کی طرف سے نائب بنے پھر انہوں نے ہی آل رسول کو یزید کے گھر سے مدینہ پہنچایا اور انہوں نے قتل حسین کے بعد آل رسول کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کیا چنانچہ یزید ان کے لئے نرم پڑ گیا اور ان سے احسان کا برتاؤ کیا اور ان کا اکرام کیا پھر مرج راہط کی جنگ ہوئی تھی کہ آپ ابن زبیر کے حامی ہو گئے نعمان نے اہل حمص کے ذریعہ ان کی مدد کی تو اہل حمص نے آپ کو بیرین نامی بستی میں شہید کر دیا۔ آپ کو خالد بن خلی الکلاعی نے قتل کیا اور بعد میں قتل ہونے والا جو خالد بن خلی کا بھائی تھا قتل ہوا۔

ان کی بیٹی ان کے قتل میں مرثیہ کہتی ہے ...... کاش ابن مزینہ اور اس کا بیٹا آپ کے قتل کے بجائے سامان بن جاتے اور بنی امیہ میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا بلکہ بدلہ دیا آپ کے قتل کی خبر دی اسے ہم گھٹنے والے تھے آؤ اور آپ کے سر کو کاٹ کر نیزے کے اوپر رکھ دیا اور ہاتھ بھی کاٹ لئے ہیں میں ہمیشہ دن بھر روتی رہوں گی اور رات کو رونے والوں کے ساتھ بھی روتی رہوں گی۔

کہا گیا ہے کہ ایک آدمی حضرت نعمان بن بشیر کے پاس آیا آپ اس وقت حمص کے حاکم تھے آپ بیٹھے تھے تو اس سے پوچھا کیوں آئے ہو؟ کیسے آنا ہوا؟ تو اس نے کہا: جو کہ آپ مجھ سے صلہ رحمی کریں گے اور قرابت کا لحاظ کریں گے اور میرا قرض ادا کریں گے تو حضرت نعمان نے فرمایا خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں البتہ ان لوگوں سے تمہارے لئے کچھ طلب کرتا ہوں پھر آپ نے اہل حمص کو مخاطب کر کے کہا: کہ لوگو! یہ تمہارے چچا زاد عراق سے آئے ہیں اور تم سے صلہ کا خواہاں ہے تو آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے بیک زبان کہا آپ ہمارے مالوں میں اپنی مرضی سے فیصلہ کر لیں تو آپ نے ان کے لئے ایک ایک دینار کا فیصلہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر آدمی اپنے مال سے دو دو دینار دے گا اور وہ لوگ بیس ہزار کی تعداد میں تھے حضرت نعمان نے فرمایا اے بیت المال سے جو کچھ بھی ہو ادا کر دیا جائے جب یہ رقم ان لوگوں کے ذمے سے نکل گئی تو آپ نے ہر شخص کے عطیہ سے ادا کر دیا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ارشادات

یہ تیرے لئے مختلف ہلاکت کا سامان ہے کیونکہ آزمائش کے زمانے میں ہے یعقوب بن سفیان نے فرمایا کہ ہم سے ابوالیمان نے روایت بیان کی ہے کہ ہم سے اسمٰعیل بن عیاش نے انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ سے انہوں نے ہیثم بن مالک الطائی سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: کہ شیطان کے بہت سے جال اور پھندے ہیں اور ان جالوں اور پھندوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اترانا اور گھمنڈ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی جتلانا اور اللہ کی ذات کے علاوہ خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔

آپ کی وہ مشہور حدیث جو آپ نے حضور ﷺ سے سن کر بیان کی ہے: کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ

مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے سو جو شبہات میں گر کر رہ گیا تو گویا وہ حرام میں جا پڑا جیسا کہ کوئی چرواہا محفوظ چراگاہ کے ارد گرد بکریاں چرا رہا ہو تو قریب ہے کہ وہ اس میں چرانے لگے، سنو ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے اور غور سے سنو اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔ اس روایت کو مسلم نے بھی شعبی سے نقل کیا ہے۔

ابو مسہر نے فرمایا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے گورنر تھے اور جب مروان بادشاہ ہو گیا تو حضرت "نعمان" فرار ہو گئے اور خالد بن خلی الکلاعی نے آپ کا تعاقب کر کے قتل کر دیا۔ ابو عبیدہ اور دیگر مورخین نے بیان کیا ہے کہ آپ اسی سال قتل کیے گئے۔ محمد بن سعد نے اپنی اسانید سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت خوبصورت عورت سے شادی کی اور اپنی بیوی میسون سے "میسون" بنت بحدل کو اسے دیکھنے کے لئے روانہ کیا وہ بھی اس کے پاس گئیں۔ انہوں نے اس کو دیکھا تو بہت پسند کیا جب واپس آئیں تو آپ نے پوچھا تم نے کیسا پایا تو وہ کہنے لگیں کہ وہ بے مثال حسن کا مرقع ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک تل پایا تھا جو میرا گمان ہے کہ اس کا خاوند قتل ہو گا اور اس کا سر اس عورت کی گود میں ہو گا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دے دی اور حضرت "نعمان" نے اس سے شادی کر لی پھر جب ان کا قتل ہوا تو اس کی گود میں ۶۵ھ میں ان کا سر ڈالا گیا۔

سلیمان بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ آپ ۶۵ھ میں بمقام حمص قتل کیے گئے جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ ۶۰ھ میں ہی قتل کیا گیا لیکن ۶۴ھ میں قتل ہونا درست ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ ..... اسی سال حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ جو صغار صحابہ میں سے تھے فوت ہوئے۔ انہیں مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منجنیق کا پتھر لگا جبکہ وہ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرات صحابہ کے علماء اور فقہاء میں سے ان میں آپ بھی تھے آپ کا نسب نامہ یوں ہے: مسور بن مخرمہ بن نوفل بن عبد مناف زہری۔ آپ کی والدہ عاتکہ ہیں جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بہن ہیں۔ آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور روایت بھی۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو ہمیشہ روزے سے رہتے جب مکہ آتے تو ہر روز طواف کرتے اور جتنے روز اس سے غائب رہتے اور دو گانہ ادا کرتے۔

کہتے ہیں کہ جنگ قادسیہ میں آپ کو غنیمت میں سونے سے بنا ایک لوٹا ملا آپ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ہے پھر ایک ایرانی آپ سے ملا اس نے کہا یہ لوٹا میرے ہاتھ دس ہزار درہم میں فروخت کر دیں، آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کوئی قیمتی چیز ہے تو آپ نے اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی طرف بھیج دیا تو انہوں نے اسے آپ ہی کی قیمت میں شامل کر دیا بعد میں آپ نے اسے ایک لاکھ میں فروخت کیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ مکہ آ گئے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو منجنیق کا پتھر لگا اتفاقاً جو اہل شام نے اس کے ذریعے کعبہ پر سنگ باری کی تھی جس کی وجہ سے آپ کا پانچ دن بعد انتقال ہوا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور لوگوں کے ساتھ آپ کے جنازے کو کندھا دیا اور پھر حجون لے گئے اور لوگ منجنیق کو روکنے کے لئے ہوئے اور اہل شام کے درمیان آپ کو لئے جا رہے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت "مسور" نے کسی گرانی کی خواہش سے غلہ روکا، پھر انہوں نے بادل دیکھا تو اسے ناپسند کیا۔ صبح ہوئی تو بازار گئے اور کہنے لگے: جو میرے پاس آئے گا میں اسے دوں گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن مخرمہ کیا تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟ تو حضرت "مسور" نے کہا نہیں بخدا اے امیر المؤمنین لیکن میں نے بادل دیکھ کر لوگوں سے فائدہ اٹھانا ناپسند کیا اور مجھے یہ بات بری لگی کہ میں ان سے نفع کماؤں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت "مسور" ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت منذر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ ..... آپ کی ولادت خلافت فاروقی میں ہوئی والدہ کا نام اسماء بنت ابی بکر الصدیق تھا حضرت

منذر نے قسطنطنیہ کے جہاد میں یزید بن معاویہ کے ساتھ شرکت کی، حضرت معاویہ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ایک لاکھ کا انعام دیا اور جاگیر بھی دی لیکن مال پر قبضہ کرنے سے پہلے امیر معاویہ فوت ہو گئے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ، عثمان بن عبداللہ اور حکیم بن حزام کے بیٹے اہل شام سے جنگ کرتے اور رات انہی کے ساتھ کھانا تناول کرتے، حضرت منذر اپنے بھائی کے ساتھ مکہ کے محاصرہ میں قتل ہوئے حضرت معاویہ نے وفات کے وقت وصیت کی کہ منذر آپ کو قبر میں اتاریں۔

مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف

آپ بہادر اور فاضل نوجوان تھے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کے محاصرہ میں قتل ہوئے، اور واقعہ حرہ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں محمد بن ابی بن کعب، عبدالرحمٰن بن ابی قتادہ، ابو حلیمہ معاذ بن الحارث انصاری وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی امامت پر مقرر کیا تھا، اسی طرح زینب بنت ام سلمہ کے دو بیٹے بھی قتل ہوئے اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ بھی اسی دن قتل ہوئے رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے ساتھ ان کے بھائی وغیرہ بھی قتل ہوئے۔ قیس بن شریک بنو تمیم کے مشہور شاعر تھے اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے نے اسی سال وفات پائی۔

اور اسی سال یعنی ۶۴ھ میں مشرقی علاقوں میں بہت سی جنگیں ہوئیں۔ جو یہ ہیں: خراسان میں عبداللہ بن خازم اسلمی کا غلبہ ہو گیا اور اس نے گورنروں کو مغلوب کر کے نکال دیا اور یہ واقعہ جو ان کے بیچ ہوا یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد کا ہے اور ابھی تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی تھی اور عبداللہ بن خازم اور عمرو بن مرثد کے درمیان جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہم اسے ان کے اجمالی ذکر پر کفایت کرتے ہیں۔ جو قبائل اور گروہوں کی ایک دوسرے کے ساتھ جنگیں ہیں واللہ سبحانہ اعلم۔

واقدی نے کہا کہ اہل خراسان نے معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد سلم بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسے بہت چاہنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے اس سال پیدا ہونے والے بچوں میں سے تقریباً ایک ہزار بچوں کا نام اس کے نام پر رکھا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے عہد شکنی کی اور اختلاف کر کے اس کی مخالفت کی تو سلم انہیں چھوڑ کر چلا گیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو ان کا نائب بنا گیا۔

اسی سال شیعہ کے سردار سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر جمع ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے واسطے نخیلہ کو مقرر کیا اور وہ محرم ۶۱ھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام کربلا میں شہید ہونے کے بعد سے اس بارے میں عزم صمیم اور سخت جدوجہد میں رہے اور انہوں نے جو پیغام آپ کو بھیجے تھے اس پر ندامت ہوئی اور جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو تنہا اور کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ دیا۔ آپ سے جدا ہو گئے آپ کی نصرت نہ کی اور اس نے بچنے کی کوشش کی مگر اس وقت ملنے نے کچھ فائدہ نہ دیا، چنانچہ وہ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے، وہ جلیل القدر صحابی تھے اور اس معاملہ میں کوشش کرنے والوں کے پانچ امیر تھے سلیمان بن صرد صحابی اور مسیب بن نجبہ فزاری جو حضرت علی کے بڑے دوستوں میں سے تھے۔

عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی، عبداللہ بن وال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی یہ سب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، ان سب نے وعظ و نصیحت اور خطاب کرنے کے بعد حضرت سلیمان بن صرد کو امیر بنانے پر اتفاق کیا اور آپ کی نخیلہ کا عہد پورا کیا اور یہ کہ جو شخص ان کی اس بات سے موافقت کرے وہ اس جگہ آ جائے، اس کے بعد انہوں نے بہت سا مال اور اسلحہ جمع کرنا شروع کیا اور اس کے لیے تیاری شروع کر دی۔ مسیب بن نجبہ نے ان لوگوں میں کھڑے ہو کر خطاب کیا یہ واقعہ ۶۵ ہجری کا ہے۔

حمد و ثناء کے بعد اس نے کہا:

اما بعد! ہمیں طوالت عمر اور کثرت فتن کے ذریعہ آزمایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائش کی ہے اور اس نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کی مدد کرنے میں جھوٹا پایا ہے حالانکہ ہم نے اس سے پہلے ان سے خط و کتابت کی۔ اور وہ ہماری خواہش پر ہمارے پاس آئے کہ ہم ان کی مدد کریں گے

سو ہم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا اور ان سے وعدہ خلافی کی اور ہم انہیں ان کے پاس لے گئے جنہوں نے آپ کو آپ کی اولاد اور آپ کے نیک کاروں اور شیعوں کو قتل کر دیا اور ہم نے اپنے دست و بازو سے ان کی مدد نہ کی اپنی زبانوں سے حمایت نہ کر کے ان کی مدد چھوڑ دی اور نہ اپنے مال خرچ کر کے انہیں تقویت دی۔

سو ہم سب کے سامنے اپنی ہلاکت واجب ہو گئی اور جب تک ہم آپ کے قاتلین اور آپ کے قاتلین کی مدد کرنے والوں کو قتل نہ کریں یا اس سے پہلے خود قتل ہو جائیں، ہمارے سب مال بچے برباد ہو جائیں ہمارے گھر اجڑ جائیں۔ اے لوگو! تم سب کمر بستہ ہو جاؤ اور اپنے خالق کے حضور توبہ استغفار کرو، اپنے آپ کو ہلاک کر دو یہ تمہارے مالک کے نزدیک بہتر ہے۔ اس نے طویل گفتگو کی اور اپنے تمام بھائیوں کو پیغام بھیجا کہ وہ آئندہ سال نخیلہ میں جمع ہو جائیں۔

حضرت سلیمان بن صرد نے سعد بن حذیفہ بن الیمان حاکم مدائن کو ان سے ملنے کی پیشکش کا خط روانہ کیا تو اس نے آپ کی بات مان لی اور مدائن کے رہنے والوں میں سے اپنے فرمانبرداروں کو اس کام کے لئے بلایا تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اس کی مدد کی اور مقررہ تاریخ میں نخیلہ جمع ہونے کا وعدہ کیا۔ سعد بن حذیفہ نے حضرت سلیمان بن صرد کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس کی وجہ سے کوفہ والے شیعان کی اس بات پر متفق ہونے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور وہ سب اس کام میں مصروف ہو گئے۔ جب تھوڑے عرصے بعد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں امارت کی طمع ہوئی اور یہ یقین کر لیا کہ اہل شام کمزور ہو چکے ہیں اور ان کی قیادت کرنے والا کوئی نہیں، بایں ہمہ انہوں نے نخیلہ والے وقت مقررہ سے پہلے جانے کے لئے حضرت سلیمان بن صرد سے مشورہ کیا تو انہوں نے اس بات سے منع کر دیا اور کہا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں یہاں تک کہ مقررہ وقت آ جائے، جس کا ہم نے اپنے بھائیوں سے وعدہ کر رکھا ہے، اس کے بعد وہ خفیہ طور پر اسلحہ اور فوج تیار کرتے رہے اور لوگوں کو اس کا مطلق علم نہ تھا اور اہل کوفہ نے عمرو بن حریث جو کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کا نائب تھا کوفہ سے باہر نکال دیا اور عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف کو اپنا حاکم بنا لیا اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت لی اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے نائبین کی آمد تک سلطنت کے امور کی نگہداشت کرتا رہا، پھر جب اس سال ۲۲ رمضان جمعہ کا دن تھا تو حضرت ابن زبیر کی جانب سے دو امیر کوفہ آئے۔ دونوں میں سے ایک کا نام عبداللہ بن یزید خطمی تھا جو جنگ اور سرحد کا حاکم تھا دوسرا ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی تھا جو اموال کا امیر تھا۔

ان دونوں کے آنے سے ایک جمعہ پہلے اس مہینے کی ۱۵ تاریخ کو مختار بن ابی عبید الثقفی کوفہ آیا اور اس نے دیکھا کہ شیعہ حضرت سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہیں اور انہوں نے آپ کو بڑی عزت دے رکھی ہے اور جنگ کے لئے تیار ہیں اس کے بعد جب مختار کوفہ میں ان کے پاس ٹھہرا تو اس نے محمد بن علی بن ابی طالب کے امام مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو بلایا اور باطن میں محمد بن حنفیہ تھے اور ان کا لقب مہدی ہے چنانچہ بہت شیعہ اس کے پیچھے ہو لئے اور حضرت سلیمان بن صرد سے علیحدگی اختیار کر لی شیعوں کے دو فرقے بن گئے ان میں اکثر امام حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کے خلاف خروج کا ارادہ رکھتے تھے اور دوسرا مختار کے ہمراہ تھا جو محمد بن حنفیہ کی امامت کی طرف بلاتا تھا اور خروج کے لئے پر تول رہا تھا۔

یہ تمام امور محمد بن حنفیہ کے مشورے اور رضامندی کے بغیر ہو رہے تھے وہ لوگ آپ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں تا کہ وہ جس حقیقت سے بے خبر ہیں اور انہیں اپنی اغراض فاسدہ میں کامیابی حاصل ہو، پس لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائب عبداللہ بن یزید کے پاس آئے کہ شیعوں کے دونوں گروہوں نے اپنے اختلاف کے باوجود لوگوں کے خلاف خروج اور جدوجہد کرنا چاہتے ہیں ان کی طرف جانے میں اس کی مدد کی، کسی نے اسے رائے دی کہ وہ جلدی ان کے پاس جائے اور ان کی دیکھ بھال کرے، پولیس اور جانثاروں کو ساتھ لے کر روانہ ہو، جس شہر پر قبضہ کا متفقہ طور پر ارادہ کئے ہوئے ہیں اس کو غارت کرے۔ اس نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی اور اپنی گفتگو میں ان لوگوں کے متعلق وہ بھی بتایا جس کی اسے اطلاع ملی تھی اور جو ارادہ وہ رکھتے تھے اس کا بھی اظہار کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو حضرت حسین کے قاتلین سے بدلہ لینا چاہتے ہیں اور انہیں یہ بھی پتہ چل جانا چاہئے کہ میں آپ کے قاتلین میں شامل نہیں ہوں اور اللہ کی قسم میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں آپ کی شہادت کا انتہائی صدمہ ہوا ہے اور آپ سے جنگ کو ناپسند سمجھا ہے۔ خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلین پر لعنت کرے۔

اور قتل ہی کیا، کیونکہ میں زیادتی کا آغاز کرنے میں آپ سے پہل نہیں کروں گا، اور اگر یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو یہ ابن زیاد کے پاس پہنچیں، اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کے نیک لوگوں کو قتل کیا ہے، اس سے جو کریں بدلہ لیں اور اپنے شہر کے باشندوں کے خلاف مسلح خروج نہ کریں، اس میں ان کی موت اور استیصال ہو گا، لیکن دوسرے امیر ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! اس فریب ساز کی بات سے بچو، آپ [illegible] خدا کی قسم ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ ہم سے خلاف کرنا چاہتے ہیں [illegible] وہ بیٹے کو باپ کے بدلے اور دوست کو دوست کے بدلے [illegible] گرفتار کریں گے، یہاں تک کہ وہ حق کو اختیار کر لیں۔

تو مسیب بن نجبہ نے فوراً اس کی طرف بڑھ کر اس کی بات کاٹ دی۔ پھر اس نے کہا اے عہد شکنوں کے بیٹے! کیا تو ہمیں اپنی تلوار اور ظلم کے ذریعے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم تو اس سے کہیں زیادہ ذلیل ہے، ہم [illegible] ہم تجھے ملامت نہیں کرتے جبکہ ہم نے تیرے باپ اور دادا کو قتل کیا ہے، اور ہم تیرے ساتھ [illegible] سے پہلے ہی تجھے ان دونوں کے ساتھ ملانے کی تمنا کرتے ہیں۔ اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے ساتھیوں میں سے عمال کی ایک جماعت نے مسیب بن نجبہ کی مدد کی، مسجد میں بہت شور پیدا ہوا، اور عبداللہ بن یزید کی تحریر سے تنگ آ گئے اور لوگوں نے دونوں امیروں کے درمیان صلح کرائی اور بچ کر چلے گئے۔

پھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے ساتھی جو شیعہ تھے ہتھیار لگا کر باہر آئے، اور لوگوں کے خلاف خروج کی نیت [illegible] اس کا اظہار کیا، اور حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ جزیرہ کی طرف نکل گئے، ان کے حالات اب ہم بیان کریں گے۔

مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب سے شیعوں کا [illegible] ناپسندیدہ ہو گیا ہے

جب اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عزم دیکھا تھا اس وقت آپ اہل عراق کے ہمراہ شام کا رخ کیے ہوئے تھے، آپ نے مدائن میں پڑاؤ کیا، تو اس نے اپنے چچا کو جو مدائن کا حاکم تھا مشورہ دیا کہ وہ حضرت حسین کو گرفتار کر کے حضرت معاویہ کے پاس بھیج دے، اور اسے ان کے ہاں بڑا کام قرار دے، مگر اس کے چچا نے اس بات سے انکار کر دیا، اسی وجہ سے شیعوں نے اس سے بغض رکھا، جب مسلم بن عقیل کا حادثہ پیش آیا اور ابن زیاد نے آپ کو قتل کر دیا، تو اس وقت مختار کوفہ میں تھا، ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلم کی مدد کے لیے ضرور کھڑا ہوں گا اور ان کا بدلہ لوں گا، تو اس نے اسے بلا بھیجا، اور اس کی آنکھ پر اپنی چھڑی ماری جس سے وہ زخمی ہو گئی، اور اسے قید کر دیا، جب اسے [illegible] کی خبر پہنچی تو وہ [illegible] کی بہن [illegible] حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کی بیوی تھیں، حضرت ابن عمر نے یزید بن معاویہ کو لکھا کہ وہ مختار کو قید سے نکالنے کے لیے ابن زیاد کو سفارش کرے، یزید نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا [illegible] ابن زیاد کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسے رہا کر دیا۔

اور اسے کہا اگر میں نے تجھے تین دن کے بعد کوفہ میں دیکھا تو تجھے قتل کر دیا جائے گا، تو یہ حجاز کی طرف روانہ ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں عبیداللہ بن زیاد کی انگلیاں کاٹ دوں گا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں اتنے لوگ قتل کروں گا جتنے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے میں قتل کیے گئے تھے، جب ابن زبیر کی امارت مستحکم ہوئی تو مختار بن ابی عبید نے ان کی بیعت کی، اور ان کے بڑے امراء میں شامل ہو گیا، اور جب حصین بن نمیر نے اہل شام کے ساتھ ان کا محاصرہ کیا تو مختار نے حضرت ابن زبیر کے سامنے شدید جنگ کی، پھر جب یزید کی موت کی خبر اور اہل عراق کے اضطراب کی خبر پہنچی تو وہ [illegible] حضرت ابن زبیر سے [illegible] حجاز سے کوفہ آ گیا، بروز جمعہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگ نماز کی تیاری میں مصروف تھے [illegible] جس کے پاس سے گزرتا اسے سلام کرتا اور فتح کی بشارت دیتا [illegible] مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک ستون کے پاس نماز پڑھی یہاں تک کہ نماز کھڑی ہو گئی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پھر نوافل پڑھے یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھی گئی، پھر وہ اپنے گھر لوٹا اور لوگوں نے اسے سلام کیا اور اس کے پاس آئے، انہوں نے اس کی تعظیم کی اور وہ حضرت محمد بن حنفیہ کے امام مہدی ہونے کی طرف لوگوں کو بلانے لگا اور اہل بیت کا بدلہ لینے کا [illegible] ان کے شہداء کے قصاص کے لیے آیا ہوں [illegible] ان کا بدلہ لوں گا، شیعوں میں سے جو لوگ حضرت سلیمان بن صرد کے پاس جمع تھے انہیں کہا [illegible] کہ یہ لوگ حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ خروج کرنے میں عجلت کر رہے ہیں [illegible] ان کی امداد کرنے کی بجائے اپنی طرف مائل کرنے لگا، اور ان سے کہتا: "میں ولی الامر اور امام مہدی" کی

طرف سے تمہارے پاس ایک بات نکلی ہے جس میں شفا ہے، پہلوں اور پچھلوں کا اٹھانا، دشمنوں کا قتل کرنا تقرب کا عمل ہوتا ہے۔ سلیمان بن صرد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں صفوں میں سے ایک طالب ہے اور دوسرا مطلوب ہے، جو آدمی تجربہ کار اور بہادر ہے وہ جنگ کی تدبیر کا ماہر ہے [illegible] صرف تمہیں [illegible] کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو اور [illegible] حرکت سے [illegible] [illegible] ان سے [illegible] قتل کرتے ہوئے جو میں نے بیان کی ہے [illegible] ہوئی ہے جس میں تمہارے [illegible] قوت اور تمہارے دشمن کا قتل اور تمہارے دلوں کی [illegible] ہے، پس میری بات پر کان دھرو اور میری بات سنو اور [illegible] ایک دوسرے [illegible] [illegible] [illegible] ہے [illegible] [illegible] کے پاس پہنچ گئے لیکن ان کے امام حضرت سلیمان بن صرد کے ساتھ تھے۔

جب حضرت سلیمان بن صرد قتل ہو گئے تو عمر بن سعد بن ابی وقاص اور [illegible] وغیرہ نے [illegible] عبداللہ بن یزید سے کہا کہ مختار بن ابی عبید، سلیمان بن صرد کے مقابلہ میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ایک وقت تک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بیان کیا ہے کہ [illegible] [illegible] اور عبیداللہ بن [illegible] [illegible] کے پاس گئے تو [illegible] [illegible] ہوئے تھے۔

اے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوں گا اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب [illegible] [illegible] کے پاس گئے تو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible] گئے۔

عہد ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں کعبہ کی تہدیم و تعمیر کا قصہ

ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ گرا دیا کیونکہ اس کی دیواریں منجنیق کی سنگ باری سے منحرف ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آپ نے دیواریں منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچ گئے۔ یہاں ان کے پیچھے طواف کرنے والے نماز پڑھتے، حجر اسود تابوت میں رکھ دیا اور قیمتی چیزوں کو ریشم کے کپڑوں میں رکھا اور کعبہ میں جو خوشبو اور سامان خزانچی کے پاس تھے انہیں سنبھال لیا یہاں تک کہ آپ نے اسے حضور ﷺ کی چاہت کے مطابق دوبارہ تعمیر کر دیا جیسا کہ صحیحین اور دیگر حسن و صحیح کتب میں آیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تیری قوم جاہلیت سے نئی نئی نہ ہوتی تو میں کعبہ کو گرا کر حجر کو اس میں شامل کر دیتا، بلاشبہ تیری قوم کو اخراجات نے پیچھے رکھا، میں اس کے مشرقی اور غربی دو دروازے بنا دیتا جن میں سے ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے، میں اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا بیشک تیری قوم نے اس کے دروازے کو بلند کر دیا ہے تاکہ جسے چاہیں داخل کریں اور جسے چاہیں روک دیں، پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے اسی طرح تعمیر کیا جیسا کہ آپ کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے حوالے سے بتایا تھا۔

بعد میں جب حجاج بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۳ھ میں آپ پر دسترس حاصل کر لی جیسا کہ ابھی بیان ہوا چاہتا ہے تو اس نے شامی دیوار گرا کر حجر کو پہلے کی طرح نکال دیا اور جن پتھروں کو آپ نے زائد از حجر کعبہ کے اندر داخل کر کے جوڑ دیا ان سے دروازہ پھر اونچا ہو گیا اور اس کے یہ نشانات ابھی تک باقی ہیں۔ حجاج نے یہ سب کارروائی عبدالملک بن مروان کے حکم سے کی تھی، عبدالملک اس حدیث سے ناآشنا تھا اور جب حدیث کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ہم نے اسے چھوڑ دیا ہوتا، اس نے اس کی صداقت قبول کی کہ حضور ﷺ نے اس بارہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر چلنے کا ارادہ کیا تو حضرت امام مالک نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ سلاطین کعبہ کو بازیچہ اطفال بنائیں، مراد یہ کہ کوئی اپنی پسند سے اس کی تعمیر۔ یہ تفصیلیں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ملامت عبدالملک کی وجہ سے تھی جبکہ حجاج اسے نے رکھا تھا واللہ اعلم۔

ابن جریر طبری نے بیان کیا ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا، آپ کے بھائی عبیداللہ اور کوفہ میں عبداللہ بن یزید امیر تھے اور کوفہ کا قاضی سعید بن مرزبان کے پاس تھا، قاضی شریح نے فتنے کے زمانے میں عہدہ قضا سے جواب دے دیا، بصرہ میں عمر بن معمر کی امیر تھے، اس کے قاضی ہشام بن ہبیرہ تھے، خراسان کا امیر عبداللہ بن خازم تھا اور اسی سال آخر میں مرج راہط کا معرکہ ہوا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اس سال مروان مصر میں داخل ہوا اور اسے حضرت ابن زبیر کے نائب عبدالرحمن بن جحدر سے حاصل کر لیا، شام، مصر اور اس کے مضافات پر مروان کی حکومت مستحکم ہو گئی واللہ اعلم۔

علامہ واقدی کا کہنا ہے کہ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت جابر بن عبداللہ اور عبید بن عمیر نے اس کے گرانے کا مشورہ دیا، حضرت ابن عباس نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ آپ کے بعد آنے والا بھی اسے گرانے کا اور تعمیر کرتا رہے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی حرمت ختم ہو جائے گی، میرا مشورہ یہ ہے کہ جو تعمیر خراب ہو گئی اس کی اصلاح کر دیں، اس کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تین دن تک استخارہ کیا اور چوتھے دن آپ نے کعبہ کو گرانے کا کام شروع کرایا، جب وہ حجر تک پہنچے تو پتھروں کو اونٹ کی گردنوں کی طرح پیوستہ پایا، آپ نے پچاس آدمی طلب کیے اور انہیں کھدائی کا حکم دیا، انہوں نے جب اس پر کدالیں چلائیں تو مکہ لرز گیا، آپ نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا اور اس کے بعد اس پر بنیاد رکھی اور زمین کے ساتھ کعبہ کے دو دروازے بنائے، ایک سے داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے، حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے نصب کیا اور اسے چاندی کے ساتھ مستحکم کیا کیونکہ وہ دو ٹکڑے ہو چکا تھا، آپ نے کعبہ کی لمبائی میں دس ہاتھ کا اضافہ کیا۔

اس کی دیواروں کو کستوری سے لیپا اور انہیں ریشم سے ڈھک دیا۔

پھر آپ نے مساجد عائشہ سے عمرہ کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی سعی کی اور کعبہ کے ارد گرد جو خون اور پانی کا حوض تھا اسے دور کیا، کعبہ اوپر سے نیچے تک منجنیق کے پتھروں سے کمزور ہو چکا تھا۔ اس کا ارد گرد آگ سے پھٹ گیا تھا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تجدید کعبہ کی وجہ صحیحین میں مذکور ہوئی حضرت عائشہ کی حدیث ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے واللہ اعلم۔

آغاز ۶۵ھ

اس سال حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے پاس سترہ ہزار افراد جمع ہوئے ان میں سے ہر ایک قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے خون کا مطالبہ کرتا تھا علامہ واقدی نے فرمایا کہ جب لوگ نخیلہ کی طرف گئے تو وہ بہت کم تھے حضرت سلیمان کو ان کی قلت نے خوش نہ کیا انہوں نے حکیم بن منقذ کو کوفہ بھیجا جنہوں نے بآواز بلند کہا اے لوگو! حسین کا بدلہ لو اور جامع مسجد کی طرف نکل پڑو یہاں تک کہ سب سے بڑی مسجد تک پہنچ گئے لوگوں نے جب ان کی آواز سنی تو وہ نخیلہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور کوفہ کے سرکردہ لوگ بھی نکلے جو سولہ ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ تھے جن کے نام حضرت سلیمان بن صرد کے رجسٹر میں لکھے تھے جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو چار ہزار کے سوا کوئی تیار نہ ہوا

اس پر مسیب بن نجبہ نے حضرت سلیمان سے کہا: ناخوشی سے جانے والا آپ کا کیا فائدہ دے گا، اور آپ کی معیت میں وہ شخص نکلے گا جسے اس کی نیت نے نکالا ہو اور جس نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے لئے بیچ دیا ہو، لہٰذا کسی کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں آپ دشمن سے جہاد کی خاطر چل پڑیے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیے!

پھر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب میں کھڑے ہو کر خطاب کیا اور فرمایا: لوگو! جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے ثواب کے لئے نکلا ہو وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے اور جس کا خروج دنیا طلبی ہو تو اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ ہمارے ساتھ آئے تو جو بقیہ لوگ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا ہم دنیا کے لئے نہیں نکلے اور نہ ہم اس کے طلبگار ہیں۔ پھر ان سے کہا گیا کیا ہم قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں جو شام میں ہیں جبکہ ان کے قاتلین ہمارے نزدیک سادات کے طور پر کوفہ میں ہیں جیسے عمر بن سعد وغیرہ؟ تو حضرت سلیمان نے فرمایا: کیا ابن زیاد ہی تو ہے جس نے ان کی طرف فوج تیار کر کے ان کو قتل کیا پھر اس نے جو کچھ کیا سب جانتے ہیں سو جب ہم اس سے فارغ ہو جائیں گے تو کوفہ میں اپنے دشمنوں سے نمٹیں گے اور اگر تم پہلے ان سے لڑو گے جیسا کہ تمہارے شہر کے پاس ہیں تو تم میں سے ہر کوئی یہ دیکھے گا کہ یہاں اس نے اپنے بھائی یا باپ اور کسی دوست کو قتل کر دیا ہے اب سے کمزوری واقع ہو گی لہٰذا جب تم فاسق ابن زیاد سے فارغ ہو جاؤ گے تو تمہیں تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک کہا چنانچہ انہوں نے لوگوں میں منادی کرا دی کہ کوچ کرو چنانچہ لوگ ۵ ربیع الاول کے بعد جمعہ کے شام کے وقت نکلے۔

انہوں نے اپنے خطبہ میں لوگوں سے کہا کہ جو کوئی دنیا کے سونے اور زیورات کے لئے نکلا ہے تو وہ خوب سمجھ لے کہ اس کا مقصد ہمارے پاس نہیں ہے ہمارے پاس تو ہمارے کندھوں پر تلواریں اور ہاتھوں میں نیزے اور زاد راہ ہے جو ہمارے لئے دشمن سے ملاقات تک کافی ہے یہاں تک کہ ہم اپنے دشمن سے جا ملیں سو ان لوگوں نے شفا بخشنے والی بات کی یقین دہانی کرا دی اور یہی حالت تھی انہوں نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ ابن زیاد فاسق کا مقابلہ کرو اس کی سزا تلوار ہے اور وہ اس وقت شام سے عراق کے ارادے سے آ رہا ہے تو لوگوں نے اس بات پر پختہ عزم کر لیا، پھر جب انہوں نے اپنی بیعت کا اعلان کیا تو ان سے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد نے ملاقات کی جو کوفہ کے امراء تھے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت سلیمان بن صرد کی طرف سلام بھیجا اور وہ لوگ یہ پیغام لائے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ابن زیاد کے مقابلہ میں ہمارے ساتھ ہو جائیں اور ایک ہو جائیں اور انہوں نے ان کی تقویت کے لئے لشکر بھیجنے کی نیت کر لی تھی کہ جو قصد ان لوگوں نے کیا ہے اس سے وہ دستبردار ہو جائیں اور بہتر یہ ہے کہ آپ ان کا انتظار کر لیں یہاں تک کہ وہ ان سے

پہنچایا گیا ہے کہ پھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ [illegible] کی معیت میں ان کے پاس آنے کے لیے تیار ہو گئے، اور انہی دنوں [illegible]
[illegible] نے [illegible] کی طرف [illegible] تھا۔

پھر [illegible] کے ساتھ [illegible] حسین [illegible] تھے [illegible]
[illegible] ابن صرد [illegible] یزید کے پاس کی بات [illegible] اپنی جان کا
خوف تھا جب [illegible] حضرت سلیمان کے پاس [illegible] لوگ اس وقت [illegible]
[illegible] سب لوگ ان کے ساتھ [illegible]
[illegible] حضرت سلیمان [illegible] انکار کر دیا اور [illegible]
[illegible] حضرت سلیمان [illegible] اصحاب [illegible]
[illegible] ان کے پاس [illegible] حضرت سلیمان [illegible] اصحاب [illegible]
[illegible] ان لوگوں کے [illegible]
[illegible] حضرت سلیمان [illegible]
[illegible] جب [illegible] آپ کے ساتھ [illegible]
[illegible] جب [illegible] حضرت حسین [illegible] کی قبر کے پاس [illegible]
[illegible] استغفار طلب کرتے [illegible]
[illegible] آپ کے ساتھ [illegible]

میں [illegible] حضرت سلیمان بن صرد اور ان [illegible] حضرت حسین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت سلیمان [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت سلیمان نے [illegible]
[illegible] رخصت کیا۔

اس نے [illegible] حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے [illegible]
حسین بن [illegible]

[illegible] حضرت سلیمان [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible]
[illegible]
[illegible] آپ [illegible]
[illegible] آپ [illegible]
[illegible] حضرت سلیمان
[illegible] حضرت سلیمان [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]

معرکہ عین الوردۃ

جب اہل شام ان کے قریب آ گئے تو حضرت سلیمان نے اپنے اصحاب میں تقریر کی آخرت کی ترغیب اور دنیا کی بے رغبتی کا تذکرہ کیا اور انہیں جہاد پر ابھارا اور کہا کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو مسیب بن نجبہ تمہارے امیر ہیں اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن سعد بن نفیل، وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن وال، وہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر رفاعہ بن شداد اس کے بعد آپ نے مسیب بن نجبہ کو پانچ سو گھڑ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا تو انہوں نے ابن ذی الکلاع کے لشکر پر غارت گری کی جبکہ وہ بے خبر تھے اور ان کی ایک جماعت کو قتل کیا اور دوسروں کو زخمی کر دیا اور چوپایوں کو ہنکا لے۔ جب ابن زیاد کو یہ خبر ملی تو اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار کی فوج میں روانہ کیا اس نے صبح حضرت سلیمان بن صرد کے پاس کی جن کا لشکر بروز بدھ جمادی الاولیٰ کی ۲۲ تاریخ کو آ گیا اور حصین بن نمیر ۱۲ ہزار لوگوں میں تھا اور دونوں گروہوں میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے تیار کھڑا تھا تو شامیوں نے حضرت سلیمان کے ساتھیوں کو مروان بن الحکم کی فرمانبرداری کا کہا؟ اور یہ کہ عبیداللہ بن زیاد کو ان کے حوالے کر دیا جائے، جسے حضرت حسین کے بدلے میں قتل کر دیتے تو دونوں فریق اپنی بات پر اڑے رہے اور اس دن رات تک بڑی سخت جنگ کی اور اس دن عراقیوں کا پلہ شامیوں کے مقابلے میں بھاری رہا۔ پھر جب انہوں نے صبح کی تو ابن ذی الکلاع آٹھ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ شامیوں کے پاس پہنچا ابن زیاد نے سخت برا بھلا کہا تو اس دن ایسی جنگ ہوئی کہ بوڑھوں بچوں نے بھی نہیں دیکھی تھی ویسے ہی ان کے درمیان رات تک صرف نماز کے اوقات حائل ہوتے۔ تیسرے دن کی صبح ادہم بن محرز باہلی دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شامی فوج میں پہنچا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور دن چڑھے تک سخت جنگ ہوئی پھر اہل شام نے اہل عراق کا گھیراؤ کر کے ہر طرف سے ان کا احاطہ کر لیا۔ حضرت سلیمان بن صرد نے لوگوں میں خطاب کر کے انہیں جہاد پر ابھارا اس کے بعد پھر آپس میں بہت بڑی جنگ ہوئی۔ پھر حضرت سلیمان گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگے اور اپنی تلوار کا نیام توڑ کر بآواز بلند پکار کر کہنے لگے: اللہ کے بندو! جو جنت اور اپنے گناہ سے توبہ کی طرف جانا چاہتا ہے وہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے میری طرف آ جائے۔ چنانچہ ان کے ساتھ بہت سے لوگ اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر پیادہ چلنے لگے اور حملہ کر کے بیچ میدان کارزار کے درمیان میں پہنچ گئے اور شامیوں کے اتنے لوگ قتل کیے کہ خون میں گھس گئے۔ حضرت سلیمان جو عراقیوں کے امیر تھے شہید کر دیے گئے، انہیں یزید بن حصین نامی شخص نے تیر مارا جو ان کے جا لگا تو وہ گر پڑے پھر کود کر کھڑے ہو گئے، پھر گر پڑے۔ بے شک رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد مسیب بن نجبہ نے علم سنبھالا اور انتہائی شدید جنگ کی۔ اور وہ یہ اشعار کہہ رہے تھے:

> "حسینہ عورت جانتی ہے کہ میں بالوں اور چوٹی کی گردش اور چہرے ظاہر ہونے کو خوب جانتی ہے کہ میں جنگ کے دن ایک دوسرے پر غضب کے دن کسی شیر سے زیادہ بہادر ہوں جو بھیڑیے پر حملہ کرتا ہے، میں عربوں کو موت کا جام پلانے والا اور قریب آنے والے کو دور سے مارنے والا ہوں۔"

پھر آپ نے حملہ کیا اور اپنی نیت پوری کر دی اور اسی موقف میں اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد عبداللہ بن سعد بن نفیل نے علم سنبھالا، انہوں نے بھی سخت ترین جنگ کی، اسی وقت ربیعہ بن مخارق نے اہل عراق پر انتہائی خطرناک حملہ کیا اور عبداللہ بن سعد بن نفیل آگے سامنے آ گئے پھر دونوں گتھم گتھا ہو گئے تو ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ بن سعد پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اس کے بعد اس نے چچا کو چھڑا لیا۔ عبداللہ بن وال نے جھنڈا سنبھالا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے لگا اور کہہ رہا تھا جو جنت کی طرف بڑھے، عصر کے بعد کا وقت تھا اور دوستوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور بے دریغ دشمنوں کو بھگا دیا اس کے بعد وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ یہ آدمی متقی اور قاری تھے، ان کو ادہم بن محرز باہلی نے قتل کیا پھر رفاعہ بن شداد نے جھنڈا لیا اور پیچھے مڑا تو شامیوں نے ان کا پیچھا کیا اور رفاعہ نے اپنے ساتھ باقی ماندہ لوگوں کو لے کر اپنے شہر آ گئے

قصد کیا۔ شامیوں نے صبح دیکھا کہ عراقی واپس جا چکے ہیں، پس انہوں نے ان کے پیچھے طلب تعاقب نہ کی کیونکہ ان کے بہت سے لوگ ان کے ہاتھوں قتل اور زخمی ہو گئے تھے۔ جب یہ لوگ مقام ہیت میں پہنچے تو وہاں سے سعد بن حذیفہ بن یمان ان کی مدد کے لئے اپنے ساتھ مدائن کے لوگ لئے آ رہا تھا۔

جب اسے ان کے معاملہ کی اور ان پر جو گزری اس کی خبر ملی تو اس کے ساتھیوں نے اسے ان کی موت کی خبر دی، ان کے لئے رحمت واستغفار کی دعا کی، ان کے لئے آبدیدہ ہو گئے، پھر اہل مدائن، مدائن کی طرف واپس ہو گئے، اور کوفہ کی ایک لوٹنے والی جماعت لوٹ آئی۔

ان کے بہت سے لوگ کافی تعداد میں قتل ہو چکے تھے، جب مختار بن ابی عبید جو ابھی تک جیل میں ہی تھا، واپس ہوا تو اس نے رفاعہ بن شداد کی طرف قتل ہونے والوں کی تعزیت کا خط لکھا، ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور شہادت پانے والوں کے بارے میں حرص اور بہت زیادہ ثواب کی امید دلانے لگا، وہ کہہ رہا تھا: ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جن کے اجر اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیئے اور ان سے راضی ہو۔ خدا کی قسم جس نے ان میں سے ایک قدم بھی اٹھایا تو اس کا ثواب دنیا و مافیہا سے زیادہ ہے، حضرت سلیمان بن صرد پر جو گزری سو گزری اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا، ان کی روح اٹھا لی، شہداء اور صالحین کی ارواح میں شامل ہے، اما بعد: سو میں تمہارا امیر ہوں جو ان شاء اللہ تعالیٰ ظالموں اور فسادیوں کو قتل کرے گا سو تم لوگ تیار رہو اور تیاری جاری رکھو اور خوشخبری پاؤ، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور اہل بیت کے خونوں کا بدلہ لینے کے لئے بلاتا ہوں اور اس نے بہت سی باتیں ذکر کیں جو اسی مضمون کی تھیں۔

اس نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی لوگوں کو ان کی ہلاکت کی خبر دے دی تھی جو اس کے پاس آنے والے شیطان نے اسے بھیج دی تھی، شیطان اس کے ذہن میں ڈالتا تھا جو قریب مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجتا تھا، اس نے حضرت سلیمان بن صرد اور ان کے لشکر کا نام [illegible] قرآن [illegible] کیا تھا۔ حضرت سلیمان بن صرد خزاعی جلیل القدر عظیم الشان عابد زاہد صحابی تھے، ان کی احادیث صحیحین وغیرہما کتب میں مروی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں حاضر تھے، آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے گھر میں شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے جمع ہوتے تھے اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق آنے کا خط لکھا تھا، پھر جب وہ یہاں آ گئے تو یہ لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے اور اس کے بعد آپ کربلا میں شہید ہو گئے، ان لوگوں نے دیکھا کہ وہی ان کے آنے کا سبب بنے اور پھر انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا یہاں تک کہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ شہید ہو گئے، سو ان لوگوں کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی، اس کے بعد یہ لوگ اس لشکر میں جمع ہو گئے اور اپنا نام توابین رکھا اور اپنے امیر حضرت سلیمان کا نام امیر التوابین رکھا، پھر بعد میں حضرت سلیمان بن صرد بھی ۶۵ھ میں شہید ہو گئے، بعض نے کہا ہے ۶۷ھ میں شہید ہوئے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی ان کا سر، مسیب بن نجبہ کا سر مروان بن الحکم کے پاس اس واقعہ کے بعد لایا گیا۔

الغرض اس پر جو گزرے معرکہ کے بعد ابن صرد کا اور مسیب بن نجبہ کا سر مروان بن الحکم کے پاس لایا گیا اور شامی امراء نے مروان کو اس فتح کے متعلق خطوط لکھے جو اللہ نے انہیں ان کے دشمن پر دی اور امراء نے لوگوں سے خطاب کر کے فوجوں کے بارے میں اور اہل عراق میں سے جو لوگ قتل ہو گئے تھے ان کے متعلق بتایا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کے سرداروں سلیمان اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اس نے دمشق میں سروں کو لٹکا دیا اور مروان بن الحکم نے اپنے بعد اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کے لئے امارت کی وصیت کی تھی اور اس نے اس سال امراء سے اس امر پر بیعت لی۔

واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ اسی سال میں مروان بن الحکم اور عمرو بن سعید الاشدق دیار مصر میں داخل ہوئے اور ان دونوں نے مصر کو حضرت عبداللہ بن زبیر کے نائب عبدالرحمن بن جحدم سے چھین لیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ مروان نے مصر کا ارادہ کیا اور اس کا نائب ابن جحدم اس کے [illegible]

شہر نکالا تو مروان نے اس سے جنگ کرنے کے لئے اس کا سامنا کیا تو وہ اس کے مد مقابل ہو گیا اور عمرو بن سعید نے فوج کا ایک دستہ لے کر عبدالرحمن بن جحدم کے پیچھے نکل کر مصر میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا اور عبدالرحمن بھاگ گیا اور مروان نے مصر میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اس کا امیر مقرر کر دیا اور اسی سال میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو شام کو فتح کرنے کے لئے بھیجا اور مروان نے عمرو بن سعید کو اس کے مقابلہ میں بھیجا پس وہ اسے فلسطین میں ملا اور مصعب ابن زبیر اس کے مقابلہ میں بھاگ کھڑا ہوا اور واپس لوٹ آیا اور اسے بھگا دیا اور مستقل طور پر شام اور مصر کی حکومت مروان کے لئے مستحکم ہو گئی۔

واقدی کا بیان ہے کہ جب مروان نے مصر کا محاصرہ کیا تو عبدالرحمن بن جحدم نے شہر کے گرد خندق بنا دی اور اہل مصر نے ساتھ جنگ کرنے کو نکلا اور وہ باری باری جنگ کرتے اور آرام کرتے تھے اور اسے یوم التراویح کا نام دیا گیا اور اہل شہر کے خواص میں مسلسل قتل جاری رہا اور ان میں سے بہت سے آدمی مارے گئے اور اسی روز عبداللہ بن یزید بن معدی کرب الکلاعی بھی قتل کیا گیا جو ایک سردار تھا۔ پھر عبدالرحمن نے مروان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ چلا جائے گا تو مروان نے اس کی بات مان لی اور اس نے اپنے ہاتھ سے اہل مصر کو امان نامہ لکھ دیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ وہ اپنے مردوں کو دفن کرنے اور ان پر رونے لگے اور مروان نے ۸۰ آدمیوں کو جنہوں نے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا قتل کر دیا اور اکیدر بن حمام اللخمی کو بھی قتل کر دیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا اور یہ ۱۵ جمادی الثانی کا واقعہ ہے جس روز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے وفات پائی اور وہ آپ کے جنازے کے لئے نکلنے کی طاقت نہیں پا سکے اور انہوں نے آپ کو آپ کے گھر میں ہی دفن کر دیا اور مروان مصر پر غالب آ گیا اور اس نے بیعت لے لی پھر وہ شام واپس لوٹ آیا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا اور اپنے بھائی بشر بن مروان اور موسیٰ بن نصیر کو اس کا وزیر بنا دیا اور دوسرے کاموں کے متعلق بھی اسے وصیت کی اور شام کی طرف واپس آ گیا۔

اور اسی سال میں مروان نے دو فوجیں تیار کیں ان میں سے ایک کو حبیش بن دلجہ القینی کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ اس کے لئے مدینہ پر قبضہ کرے اور اس کا واقعہ ہم ابھی بیان کریں گے اور دوسری فوج کو عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ عراق بھیجا تاکہ وہ اسے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائبین سے چھین لے اور ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ ان کی ملاقات توابین کی فوج کے ساتھ ہوئی جو سلیمان بن صرد کے ساتھ تھی اور ان کا واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور شامی فوج مسلسل عراق کی طرف رواں دواں رہی اور جب وہ جزیرہ میں پہنچے تو انہیں مروان بن الحکم کی موت کی اطلاع ملی اس کی وفات اسی سال کے ماہ رمضان میں ہوئی اور اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یزید بن معاویہ کی بیوی ام خالد سے نکاح کیا تھا اور وہ ام ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھی اور مروان کے اس کے ساتھ نکاح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کے بیٹے خالد کو حقیر کرے بلاشبہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ وہ اپنے بھائی معاویہ کے بعد بادشاہ بنے گا اسی لئے اس نے اس کی ماں سے نکاح کر لیا تاکہ اس کے معاملے کو حقیر کرے، اسی دوران ایک روز وہ مروان کے پاس آیا تو اچانک مروان اپنے ہم نشینوں کے ساتھ اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگا اور جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے تر سرین والی کے بیٹے! خالد اپنی ماں کے پاس گیا اور اسے وہ بات بتائی جو اس نے اس سے کہی تھی۔ اس نے کہا اس بات کو پوشیدہ رکھو اور اسے یہ نہ بتانا کہ تو نے مجھے یہ بات بتائی ہے اور جب مروان اس کے پاس گیا تو اس نے اس سے پوچھا کیا خالد نے تیرے پاس میرا ذکر برائی سے کیا ہے؟ اس نے اسے کہا کہ خالد نہیں کہتا آپ کے بارے میں ایسی بات جبکہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اور آپ کی تعظیم کرتا ہے پھر مروان اس کے پاس سو گیا اور جب سو گیا تو اس نے ایک تکیہ لے کر اس کے چہرے پر رکھ دیا اور اس نے اور اس کی لونڈیوں نے اس پر چڑھ کر اسے دبا دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا یہ واقعہ ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں پیش آیا اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال تھی اور بعض نے کہا ہے کہ ۸۱ سال کی تھی اور اس کی حکومت نو ماہ رہی اور بعض نے تین دن کم دس ماہ بیان کی ہے۔

مروان بن الحکم کے حالات

مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی ابو عبدالملک اور اسے ابو الحکم اور ابو القاسم بھی کہا جاتا ہے اور ایک بڑی جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں اس لئے کہ وہ حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بارے میں اس سے روایت کی گئی ہے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں مروان اور مسور بن مخرمہ سے چند صحابہ کی بات [illegible] کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مروان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت اور بسرہ بنت صفوان الاسدیہ سے روایت کی ہے اور وہ اس کی ساس تھیں اور حاکم ابو احمد نے کہا ہے کہ وہ اس کی خالہ تھی اور کہا جاتا ہے خود حضرت سے بھی کوئی روایت نہیں ہے اور اس سے اس کے بیٹے عبدالملک، سہل بن سعد، سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، علی بن حسین زین العابدین اور مجاہد وغیرہ نے روایت کی ہے واقدی اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا ہے اور آپ سے کوئی چیز یاد نہیں کی اور جب حضرت نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو اس کی عمر آٹھ سال کی تھی اور ابن سعد نے اسے تابعین کے طبقہ اولیٰ میں بیان کیا ہے اور مروان قریش کے سادات اور فضلاء میں سے تھا اور ابن عساکر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ایک عورت کی ماں کو اس کے نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہنے لگی کہ مشرق کے جوانوں کے سردار جریر بن عبداللہ البجلی اور قریش کے جوانوں کے سردار مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق تم جانتے ہی ہو، نے بھی اسے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ پس اس عورت نے کہا اے امیرالمومنین کیا آپ سنجیدگی سے بات کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اے امیرالمومنین ہم نے آپ کے ساتھ نکاح کر دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کا اکرام و احترام کرتے تھے اور یہ الحکم کا کاتب تھا اور اسی کے سبب سے [illegible] کا فتنہ ہوا۔ مروان نے جب سے حضرت عثمان کا محاصرہ ہوا اور انہوں نے آپ سے اصرار کیا کہ آپ مروان کو ان کے سپرد کر دیں تو حضرت عثمان نے اس سے منع کر دیا اور یوم الدار کو مروان نے شدید جنگ کی اور بعض خوارج کو قتل کر دیا اور یوم جمل کو یہ میسرہ کا امیر تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھٹنے میں تیر مارا جس سے آپ مر گئے۔ واللہ اعلم۔

ابوالحکم نے کہا کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب جنگ جمل میں لوگ شکست کھا گئے تو حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ مروان کے بارے میں اکثر پوچھتے تھے۔ تو آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس پر قرابت کی مہربانی نے بے چین کر رکھا ہے اور یہ قریش کے جوانوں کا سردار ہے اور ابن ابی الدنیا نے محمد بن حازم عن ابی عبدالملک [illegible] قبیصہ بن جابر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد اس معاملہ کے بارے میں کس کو چھوڑا ہے؟ تو انہوں نے کہا وہ کتاب اللہ کے قاری، دین اللہ کے فقیہ [illegible] لئے اور حدود [illegible] مروان بن الحکم [illegible] اور اس نے متعدد سالوں میں لوگوں کے لئے حج کی امارت کی اور حنبل نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ مروان کے پاس قضا کا علم بھی تھا اور وہ حضرت عمر بن الخطاب کے فیصلوں کی پیروی کیا کرتا تھا۔ اور ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک روز آپ نے مروان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے چالیس سال سے کتاب اللہ کو پڑھا ہے پھر میں فتنوں میں پڑ گیا اور اس کام میں لگ گیا اور امام لیث بن سعد نے صفوان بن عمرو سے بحوالہ شریح بن عبید وغیرہ بیان کیا ہے کہ مروان جب اس کا ذکر کرتا تو کہتا۔

ہم نے اپنے ہاتھ سے پیش کردہ سے اور اپنے رب کے فضل سے حظ و اور لیث نے یزید بن حبیب کے حوالہ سے سالم ابی النضر بیان کیا ہے کہ مروان ایک جنازہ میں شریک ہوا اور جب اس نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو واپس آ گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے ایک قیراط حاصل کیا ہے اور ایک قیراط سے محروم ہو گیا۔ پھر مروان کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ اس کے گھٹنے ننگے ہو گئے اور بیٹھ گیا حتیٰ کہ اسے اجازت دی گئی۔

اور المدائنی نے ابن عبینہ بن محمد سے بحوالہ حضرت جعفر بن محمد روایت کی ہے کہ مروان نے علی بن حسین کو اپنے باپ کے قتل کے بعد چھ ہزار

دینار قرض دیئے تھے جب وہ شہادت کے بعد واپس آئے تھے اور جب ان کی موت کا وقت قریب آ پہنچا تو انہوں نے اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی کہ وہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز واپس نہ لے، عبدالملک نے آپ کو پیغام بھیجا تو آپ نے اسے قبول نہ کیا، تو عبدالملک نے آپ سے اصرار کیا تو آپ مان گئے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں حاتم بن اسماعیل نے جعفر بن محمد سے ان کے باپ کی روایت سے بتایا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اور اسے دہراتے نہیں تھے اور اسی کو شمار کیا کرتے تھے۔

اور عبدالرزاق نے ابن جریج سے بحوالہ محمد بن یوسف بن شعیب روایت کی ہے کہ مروان وہ پہلا شخص ہے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دیا ہے تو ایک شخص نے اسے کہا آپ نے سنت کی مخالفت کی ہے، مروان نے کہا جو کچھ یہاں ہوا کرتا تھا اسے ترک کر دیا گیا ہے، ابو سعید نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدلے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اسے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ جب ان کے سامنے کوئی مشکل پیش آتی تو آپ اپنے پاس موجود صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے۔ یہ محدثین فرماتے ہیں کہ انہی نے سب سے پہلے صاعوں کو جمع کر کے ان میں سے جو سب سے منصفانہ تھا اسے اختیار کیا، اور صاع انہی کی طرف منسوب ہو کر بولا جاتا ہے کہ یہ مروان کا صاع ہے۔

اور دیگر بہت سے لوگوں نے فرمایا ہے کہ ابوالحکم بن عمرو نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے سعید بن ابو سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب مروان کے گھر سے باہر نکلے تو ان لوگوں سے ملے جو اس کے ہاں سے نکلے تھے، وہ آپ سے کہنے لگے اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! مروان نے ہمیں گواہ بنایا ہے کہ اس نے اسی وقت میں آزاد کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا کہ پاک مال کا ایک درہم سو غلاموں سے بہتر ہے جو بیان کیا کہ مجھے ایک ہی کافی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عثمان ابن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں جریر نے اعمش سے بحوالہ عطیہ از ابو سعید بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب فلاں کی اولاد تیس آدمیوں تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے مال کو تجارت کی چیز اور اللہ کے دین کو آمدنی کا ذریعہ اور اللہ کے بندوں کو غلام بنا لیں گے اور ابو یعلیٰ نے زکریا بن یحییٰ سے بحوالہ صالح بن عمر از مطرف از عطیہ از ابو سعید روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بنوالحکم تیس آدمیوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ اللہ کے دین کو آمدنی کا ذریعہ اور اللہ کے بندوں کو غلام اور اللہ کے مال کو تجارت کا ذریعہ بنا لیں گے۔ اور طبرانی نے احمد بن عبدالوہاب سے بحوالہ ابو المغیرہ از ابو بکر بن ابی مریم از راشد بن سعد از ابی ذر روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب بنو امیہ چالیس آدمیوں تک پہنچ جائیں گے اور اس نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے یہ منقطع ہے اور عبدالرحمٰن نے اسے اپنے باپ سے بحوالہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب ابوالعاص کی اولاد تیس تک پہنچ جائے گی۔

اور انہوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ اور بیہقی وغیرہ نے ابن لہیعہ کی حدیث سے ابو قبیل از ابن موہب روایت کی ہے کہ وہ حضرت معاویہ کے پاس تھا کہ مروان آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جب بنوالحکم کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے مال کو آپس میں تجارت کا ذریعہ اور اللہ کے بندوں کو غلام اور کتاب اللہ کو دھوکے کا ذریعہ بنا لیں گے اور جب وہ ۴۹۹ تک پہنچ جائیں گے تو ان کی ہلاکت کھجور کے چبانے سے بھی جلدی ہو جائے گی، اور رسول اللہ ﷺ نے عبدالملک بن مروان کا ذکر کیا تو فرمایا چار جباروں کا باپ ہے۔ یہ سب طرق ضعیف ہیں۔ اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ بنوالحکم آپ کے منبر پر چڑھ اتر رہے ہیں اور آپ کو صبح ہوئی تو آپ نے ناراضگی کی طرح فرمایا میں نے بنوالحکم کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وفات تک اچھی طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ اور ثوری نے اسے علی بن زید سے بحوالہ سعید بن المسیب مرسل روایت کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے جو خواب آپ کو دکھایا ہے وہ لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے ہے۔ تو آپ خوش ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس
یعنی لوگوں کے لئے آزمائش بنایا گیا ہے۔

اور یہ حدیث مرسل ہے اور سعید کی طرف اس کی سند ضعیف ہے۔ اور اس موضوع کی کئی احادیث وضع کی گئی ہیں اسی لئے ہم نے ان کے بیان سے پہلو تہی کی ہے۔

اور مروان کا باپ الحکم حضرت نبی کریم ﷺ کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ اور اس نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا اور مدینہ آیا پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہیں مر گیا اور مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کا بڑا سبب تھا کیونکہ اس نے آپ کی زبان سے ایک جعلی خط مصریوں کے قتل کرنے کے لئے لکھا اور جب وہ مدینہ میں حضرت معاویہ کی طرف سے امیر تھا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے تیرے باپ الحکم پر لعنت کی ہے جبکہ تو اس کی صلب میں تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے الحکم اور اس کی اولاد پر لعنت کی ہے واللہ اعلم۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب مروان بن الحکم [illegible] کے پاس جا بیٹھا تو آپ نے [illegible] اپنی بیعت کی دعوت دی اور اس کی بیعت کر لی اور اس نے اس شرط پر بیعت کی کہ جب اس کی حکومت مستحکم ہو جائے گی تو وہ خالد بن یزید کے لئے حکومت سے دستبردار ہو جائے گا۔ اور مروان نے اپنے لئے حکومت اور عمرو بن سعید کے لئے دمشق کی نیابت کی۔ اور مروان کی بیعت ۶۵ھ [illegible] ۶۴ھ روز سوموار [illegible] ابن سعد وغیرہ کا ہے۔ اور لیث نے بیان کیا ہے کہ رجب ۶۵ھ کا واقعہ ہے [illegible] کی ۱۱۱ [illegible] تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ [illegible] حکومت کو [illegible] مستحکم کر دیا۔ اور جب شام میں اس کی حکومت مضبوط ہو گئی تو اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالملک کے لئے بیعت لی پھر اس نے اس کے بعد اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لئے بیعت لی جو عمر بن عبدالعزیز کے والد تھے۔ اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتا تھا اور [illegible] حسان سے اس معاملے میں اتفاق کیا [illegible] نے عبدالملک کی بیعت کا [illegible] مروان کے [illegible] عنقریب بیان ہو گا۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سوتے ہوئے موت میں اس کے چہرے پر تکیہ رکھ دیا جس کی وجہ سے اس کا گلا گھٹ گیا اور مر گیا۔ پھر اس نے اور اس کی لونڈیوں نے بلند آواز سے چلا کر کہا امیر المؤمنین اچانک فوت ہو گئے ہیں پھر اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک کھڑا ہوا۔ جیسا کہ ہم بھی بیان کریں گے اور عبداللہ بن ابی مذکور کا بیان ہے کہ [illegible] نے مجھ سے فرمایا کہ مروان نے سب سے آخری بات یہ کہی کہ جو شخص جہنم سے ڈرا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور اس کی انگوٹھی کا نقش العزۃ للہ تھا۔ اور اصمعی کا بیان ہے کہ عدی بن ابی عمارہ نے اپنے باپ سے مجھ سے بیان کیا کہ مروان کی انگوٹھی کا نقش آمنت بالعزیز الرحیم تھا۔

اس کی وفات دمشق میں ۶۱ سال کی عمر میں ہوئی اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور ابو معشر کا قول ہے کہ وفات کے دن اس کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اور خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے [illegible] ہشام نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مروان نے ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں وفات پائی اور اس کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اور اس کے بیٹے عبدالملک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی کل حکومت ۱۰ ماہ [illegible] دن تھی۔ اور بعض حضرات ۱۰ ماہ بیان کرتے ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ چھوٹا قد [illegible] بڑا سر [illegible] ۱۱۱ [illegible] والا تھا۔ اور اس کا لقب خیط باطل تھا [illegible] ہے کہ سعید بن کثیر بن عفیر نے بیان کیا ہے کہ مروان نے مصر سے واپسی پر [illegible] وفات پائی اور [illegible] بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے دمشق میں وفات پائی اور [illegible] الصغیر [illegible] اور اس کا کاتب عبید بن اوس [illegible] اور اس کا غلام [illegible] اور [illegible] قاضی [illegible] اور اس کا [illegible] یحییٰ بن قیس [illegible] تھا اور عبدالملک عبدالعزیز وغیرہ اس کے بیٹے تھے اور [illegible] اس کی کئی بیٹیاں بھی تھیں۔

عبدالملک بن مروان کی خلافت

اس کے باپ کی زندگی میں ہی لوگوں نے اس کی خلافت تسلیم کر لی تھی اور جب ۳ رمضان ۶۵ھ کو اس کا باپ فوت ہو گیا تو دمشق میں اور اس کے مضافات کے علاقے میں اس کی دوبارہ بیعت ہوئی۔ اور اپنے باپ کی طرح حکومت پر اس کا ہاتھ مضبوط ہو گیا۔ اور وفات سے پہلے اس کے باپ نے ہر طرف فوجیں بھیجی تھیں ایک فوج عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ عراق کی جانب تاکہ وہ عراق کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے چھین لے اور رستے میں وہ عین الوردہ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ توابین کی فوج سے ملا اور ان کا جو قصہ ہوا وہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ اس نے ان پر فتح حاصل کی اور ان کے امراء اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور مروان نے حبیش بن دلجہ کو فوج کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اسے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نائب سے واپس لے لیں۔ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب وہ مدینہ پہنچے تو اس کا نائب جابر بن اسود بن عوف بھاگ گیا اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف کا بھتیجا تھا۔ پھر حضرت ابن زبیر کی جانب سے بصرہ کے نائب حارث بن عبداللہ بن ربیعہ نے اس کی طرف ایک فوج روانہ کی۔ اور جب حبیش بن دلجہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ ان کے مقابلہ میں آیا اور حضرت ابن زبیر نے عباس بن سہل بن سعد کو مدینہ کا نائب بنا کر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ حبیش کی تلاش میں جائے پس وہ اس کی تلاش میں گیا حتی کہ ربذہ میں اس سے جا ملا اور یزید بن سیاہ نے حبیش کو تیر مار کر قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کئی آدمی قتل ہو گئے اور باقیوں نے شکست کھائی۔ اور ان میں سے پانچ سو آدمی مدینہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ پھر وہ عباس بن سہل کے فیصلے پر اترے تو اس نے انہیں باندھ کر قتل کر دیا اور ان کی شکست خوردہ فوج شام واپس آگئی۔

ابن جریر کہتے ہیں اور جب یزید بن سیاہ حبیش بن دلجہ کا قاتل عباس بن سہل کے ساتھ مدینہ آیا تو وہ سفید لباس میں ترکی گھوڑے پر سوار تھا اور ابھی وہ ٹھہرا ہی تھا کہ اس کے کپڑے سیاہ ہو گئے کیونکہ لوگوں کے ہاتھ پھیرنے اور کثرت سے اس پر خوشبو اور کستوری ڈالنے سے وہ سیاہ ہو گئے۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال بصرہ میں خوارج کی حالت بگڑ گئی اور اسی سال میں نافع بن ازرق نے جو خوارج اور اہل بصرہ کا سردار تھا۔ اہل بصرہ کے شہسوار مسلم بن عبیس کو قتل کیا پھر ربیعہ سلیطی نے اسے قتل کر دیا اور ان دونوں کے درمیان پانچ امراء قتل ہو گئے اور خوارج کے معرکے میں بہت سے لوگ بصرہ والوں میں سے قتل ہو گئے جو شمار میں نہ آسکے۔ اور جب نافع بن ازرق قتل ہو گیا تو خارجیوں نے عبیداللہ بن ماحوز کو اپنا امیر منتخب کر لیا اور وہ انہیں مدائن لے گیا۔ انہوں نے اہل مدائن کو قتل کیا پھر اہواز اور فارس پر غالب آ گئے اور اموال اکٹھے کیے۔ اور بہت سا مال لے کر پھر وہ اصفہان کی طرف بھیجے گئے جس کا امیر عتاب بن ورقاء ریاحی تھا۔ جس نے ان سے جنگ کی اور انہیں شکست دی اور جب خوارج کا امیر ابن ماحوز قتل ہو گیا تو انہوں نے قطری بن الفجاءۃ کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ پھر ابن جریر نے اہل بصرہ کے ساتھ ان کی جنگ کا واقعہ بیان کیا جو دولاب مقام پر ہوئی اور خوارج کو اہل بصرہ پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور اہل بصرہ کو خارجیوں کے بصرہ میں داخل ہونے کا خوف پیدا ہو گیا تو حضرت ابن زبیر نے مہلب بن ابی صفرہ ازدی کو خراسان کی صوبہ داری کا امیر بنا کر بھیج دیا۔ اور جب وہ بصرہ پہنچا تو لوگوں نے اسے کہا کہ خارجیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے صرف آپ ہی مناسب ہیں۔ اس نے کہا مجھے امیر المومنین نے خراسان کی طرف بھیجا ہے اور میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا پس اہل بصرہ نے اپنے امیر حارث بن عبداللہ بن ربیعہ کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک خط مہلب کو لکھیں جس میں وہ اسے خارجیوں کی طرف روانگی کا حکم دیں تاکہ وہ انہیں بصرہ میں داخل ہونے سے روکے۔ اور جب اسے خط دیا گیا تو اس نے اہل بصرہ پر شرط عائد کی کہ وہ اپنے بیت المال سے اس کی فوج کو تقویت دیں۔ اور جن علاقوں پر وہ غلبہ حاصل کرے ان کے اموال پر اس کا قبضہ ہو گا تو انہوں نے اس کی یہ بات مان لی

کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ حکم جاری کر دیا اور اسے منظور فرما دیا۔

کی مہلب [illegible] پیادہ [illegible] اور جب [illegible] کی طرف [illegible] ایک جماعت [illegible] شکست خوردہ [illegible] کی طرف [illegible] ان کی فوج کے [illegible] پیادہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] شکست [illegible] غالب آ جاتی ہے [illegible] اس نے کہا [illegible] کی طرف [illegible] ان کے [illegible] سے پہلے [illegible] امیر [illegible]۔

اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ نے ان کے [illegible] بہت [illegible] عبید اللہ بن [illegible] کے ساتھ [illegible] مہلب نے [illegible] اور ان لوگوں کے درمیان جو شکست خوردہ [illegible] لگے [illegible] اور مہلب نے [illegible] مصعب بن زبیر [illegible] حارث بن ابی ربیعہ [illegible] معزول [illegible] جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ اس سال [illegible] پیدا ہوا [illegible] مروان بن محمد بن مروان ہے اور وہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ ہے [illegible] سے خلافت چھن گئی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے [illegible] بھائی [illegible] معزول کر دیا [illegible] حضرت [illegible] کے بعد [illegible] ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال کے آخر میں حضرت ابن زبیرؓ [illegible] معزول کر دیا [illegible] امیر [illegible] بنایا تھا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال بصرہ میں طاعون جارف پڑا اور ابن الجوزی نے المنتظم میں بیان کیا ہے [illegible] ۶۹ھ میں اس کا پڑنا بیان کیا ہے [illegible] مشہور [illegible] معروف ہے [illegible] پہلے دن بصرہ میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور دوسرے دن اکہتر ہزار [illegible] اور تیسرے دن تہتر ہزار [illegible] مر گئے [illegible] کوئی [illegible] یہاں تک کہ [illegible] دروازوں کو بند کر دیا گیا۔

اور ابو نعیم اصبہانی کا بیان ہے کہ ابو محمد بن حیان نے ہم سے بیان کیا کہ احمد بن عصام نے ہم سے بیان کیا کہ معدی نے ایک شخص کے حوالے سے جس کی کنیت ابو خلیفہ تھی مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ابن عامر کا زمانہ پایا تھا اس نے بیان کیا کہ ہم بابل میں گھومتے تھے۔ وہ ہم دروازوں کو توڑتے تھے اور جب ہم بے زیادہ ہو گئے تو ہم نے دفن کرنے کی طاقت نہ پائی ہم ایک گھر میں گئے جس کے رہنے والے مر گئے تھے اور وہ بہت اور ان کے دروازے کو بند کر چکے اس کا معاملہ ہے۔ ہم ایک گھر میں داخل ہوئے۔ اور ہم نے اس کا جائزہ لیا تو ہم نے اس کے دروازے کو بند کر لیا۔ جب طاعون ختم ہو گیا ہم وہاں گئے۔ تو ہم نے پتھر لگایا۔ اور جن دروازوں کو ہم نے بند کیا تھا ان کو کھولا۔ پس ہم نے اس دروازے کو کھولا جسے ہم نے بند کیا تھا۔ یا اس گھر کا کوئی کھولنے والا جسے ہم نے بند کیا تھا اور اس کا جائزہ لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے درمیان میں ایک تر و تازہ بچہ بیٹھا ہے گویا اس گھڑی اس کی ماں نے اس کو تھوڑی دیر پہلے دودھ سے لیا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ اسی اثنا میں ہم اس بچے کے پاس کھڑے تھے حیران ہو رہے تھے کہ اچانک ایک کتیا دیوار کے شگاف سے نمودار ہوئی۔ اور بچے کے قریب ہو گئی اور بچہ بھی اس کے قریب ہو گیا کتیا نے اسے دودھ پلایا۔ معدی کا کہنا ہے کہ میں نے اس بچے کو بصرہ کی مسجد میں داڑھی پکڑے ہوئے دیکھا۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کی۔ اور حجر کو اس میں شامل کر لیا اور اس کے دو دروازے بنائے تاکہ ایک سے داخل ہوا جائے اور دوسرے سے نکلا جائے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ احمد بن ابی خیثمہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن خالد بن رستم صنعانی ابو محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ زیاد بن جبل نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ مکہ میں تھا جب حضرت ابن زبیر مکہ کے امیر تھے۔ اور میں نے آپ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میری ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تیری قوم نے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر لوٹا دیتا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں نے کھدائی کی تو انہوں نے اونٹوں کی طرح کے پتھر پائے انہوں نے ایک پتھر کو ہلایا جو اس پر تھا تو اس سے چمک پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا اسے اپنی جگہ پر رہنے دو پس حضرت ابن زبیر نے اس کی تعمیر کی اور آپ نے اس کے لئے دو دروازے بنائے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کتب احسان اور مسانید میں مروی ہے۔

اور اس حدیث کے بیان کا موضوع ان شاء اللہ کتاب الاحکام میں بیان ہوگا اور ابن جریر نے اس سال میں ابن خنجرہ کی جنگ کا بھی ذکر کیا ہے جو عبداللہ بن خازم اور حریش بن ہلال القریعی کے درمیان خراسان میں ہوئی جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اور ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا اور مدینہ منورہ کے امیر مصعب بن زبیر اور کوفہ کے امیر عبداللہ بن مطیع اور بصرہ کے امیر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی تھے۔

اس سال فوت ہونے والے نامور حضرات

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل ابو محمد آپ کی بزرگ علماء اور عبادت گزار صحابہ میں سے تھے آپ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی جانب سے بہت کچھ لکھا ہے آپ نے اپنے باپ سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ اپنے باپ سے صرف بارہ سال چھوٹے تھے۔ بہت علم والے اور عبادت گزار اور متقی تھے اور آپ اپنے باپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ملامت کرتے تھے آپ موٹے لکھنے والے تھے اور آپ ہر روز قرآن مجید اور تورات پڑھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ روتے روتے نابینا ہو گئے تھے آپ رات کو نفل عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے حضرت معاویہ نے آپ کو کوفہ کا امیر بنانا چاہا تو پھر آپ کو معزول کر کے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو اس کا امیر مقرر کر دیا۔ آپ نے اسی سال مصر میں وفات پائی اور حضرت عبداللہ بن سعد کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی قبر میں اترے کہتے ہیں کہ آپ بہتر سال کے ہو کر فوت ہوئے تھے۔

آغاز ۶۶ھ

اس سال مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب اپنے خیال کے مطابق کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس نے وہاں سے گورنر عبداللہ بن مطیع کو نکال دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب سلیمان بن صرد کے ساتھی جنگ ہار کر کوفہ واپس آئے تو انہوں نے مختار بن ابی عبید کو قید ہونے کی حالت میں پایا۔

اس نے انہیں سلیمان بن صرد کے بارے میں تعزیتی خط لکھا اور کہنے لگا میں اس کا ولی ہوں اور میں حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کروں گا۔

اور رفاعہ بن شداد نے جو ان لوگوں کی فوج کے باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ واپس آیا تھا اسے لکھا کہ ہم اس بات پر جو تم پسند کرتے ہو تمہارے ساتھ ہیں پس مختار ان کے ساتھ معاہدے کرنے لگا اور انہیں تمنا میں ڈالنے لگا اور شیعوں ان سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس نے انہیں جو پوشیدہ خط لکھا اس میں انہیں کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو، اگر میں ان کے پاس گیا تو میں مشرق و مغرب کے درمیان تمہارے دشمنوں پر تلوار چلاؤں گا اور اللہ کے حکم سے انہیں ایک ایک کر کے قتل کروں گا اور ان کے ڈھیر لگا دوں گا اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے ہماری پیروی اختیار کی اور ہدایت پائی اللہ اسے خوش آمدید کہے گا اور جو شخص نافرمانی کرنے والا اور انکار کرنے والا ہو گا اللہ اسے دور کرے گا۔ جب ان کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے اسے خفیہ طور پر پڑھا اور اسے جواب دیا کہ یہ بات تم جانتے ہو کہ ہم اسی طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ اور جب تو چاہے ہم تجھے عقوبت خانے سے نکال دیں گے لیکن اس نے پسند نہ کیا کہ وہ کوفہ کے ذمہ داروں کو اطلاع کر کے قید خانہ کی جگہ سے نکلے اور اس نے زبردستی کی اور اپنی بہن صفیہ کے خاوند کو خط لکھا اور وہ ایک نیک عورت تھی اور اس کے خاوند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے اس نے آپ کو لکھا کہ آپ کوفہ کے دونوں امیروں عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس اس کے متعلق سفارش کریں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں ان دونوں کو ایک سفارشی خط لکھا تو ان دونوں کا جواب نہ ملا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو تعلقات ہیں وہ تم جانتے ہو اور میرے اور مختار کے درمیان رشتہ اور قرابت کے جو تعلقات پائے جاتے ہیں انہیں بھی تم جانتے ہو اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اسے آزاد کر دو، والسلام۔

ان دونوں نے اسے بلایا اور اس کے حق میں شخصوں کی جماعت اس کی ضامن ہوئی اور عبداللہ بن یزید نے اسے قسم دی کہ اگر وہ مسلمانوں کے لیے کسی مصیبت کے کھڑا کرنے کا ارادہ کرے تو اس پر ایک ہزار اونٹ نحر کرنا ہو گا جنہیں وہ کعبہ کے سامنے ذبح کرے گا اور اس کے سب غلام اور لونڈیاں آزاد ہوں گی اس نے ان دونوں کے سامنے اس کی ذمہ داری لی اور گھر میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ ان دونوں پر لعنت کرے انہوں نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے اور جب میں کسی بات کی قسم کھاتا ہوں اور دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھتا ہوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں اور جو کام بہتر ہوتا ہے اسے کر لیتا ہوں اور میرا ایک ہزار اونٹ ذبح کرنا معمولی بات ہے اور میرا اپنے غلاموں کو آزاد کرنا ایسی بات ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ کام پورا ہو جائے اور میں صرف ایک غلام کا بھی مالک نہ ہوں اور شیعوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور اس کے ساتھیوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اور انہوں نے چھپ کر اس کی بیعت کر لی۔ اور پانچ آدمی اس کی بیعت لیتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور یہ تھے السائب بن مالک اشعری، یزید بن انس، احمر بن شمیط، رفاعہ بن شداد اور عبداللہ بن شداد جشمی، اور اس کا معاملہ مسلسل مضبوط ہوتا رہا۔ اور یہ حالات رہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفہ سے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مطیع کو اس کا نائب بنا کر بھیج دیا اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بصرہ کا نائب بنا کر بھیجا اور جب عبداللہ بن مطیع کا گورنر بن کر رمضان ۶۵ھ میں کوفہ آیا تو اس نے لوگوں سے خطاب کیا اور اپنی تقریر میں کہا کہ میرے امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری غنیمت کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت کو اختیار کروں پس السائب بن مالک اشعری نے اس کے پاس جا کر کہا کہ ہم صرف حضرت علی بن ابی طالب کی اس سیرت سے راضی ہیں جو آپ نے ہمارے ملک میں اختیار کی تھی اور ہم حضرت عثمان کی سیرت کو پسند نہیں کرتے اور اس نے آپ پر اعتراض کیے اور حضرت عمر کی سیرت کو

چاہتے ہیں خواہ وہ لوگوں کی بھلائی کے خواہش مند ہوں، اور بعض شیعوں کے سرداروں نے اس کے قول کی تصدیق کی تو امیر خاموش ہو گیا، اور کہنے لگا کہ تم ہم میں اس سیرت کو اختیار کرو گے جو تم چاہتے ہو اور پولیس پر حکومت ایاس بن مضارب العجلی نے عبداللہ بن مطیع سے کہا، بلاشبہ یہ شخص جو آپ کی بات قبول نہیں کرے گا، یہ مختار کے سرکردہ ساتھیوں میں سے ہے اور میں کوفہ کے درست ہونے سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ اس کے پاس آدمی بھیج کر اسے قید ہونے تک بھیج دو میرے جاسوسوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس کا کام اس کی خواہش کے مطابق پورے طور پر مکمل ہو چکا ہے پس عبداللہ بن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور دوسرے امیر کو اس کے پاس بھیجا ان دونوں نے مختار کے پاس جا کر اسے کہا کہ امیر کو جواب دو اس نے اپنے کپڑے منگوائے اور اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے ساتھ جانے پر تیار ہو گیا، اور زائدہ بن قدامہ نے یہ آیت پڑھی اور جب کافر تیرے متعلق تدبیر کر رہے تھے کہ تجھے پکڑ لیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے نکال دیں پس مختار گر پڑا۔ اور اس نے حکم دیا کہ اس پر چادر ڈال دی جائے۔ اور اس نے بیمار ہونے کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ امیر کو میرے حال کی اطلاع دے دو۔ ان دونوں نے ابن مطیع کے پاس واپس آ کر اس کی طرف سے معذرت کی تو اس نے ان دونوں کی تصدیق کی اور اس سے غافل ہو گئے اور جب اس سال کا محرم کا مہینہ آیا تو مختار نے حضرت حسین کا بدلہ لینے کے لئے اپنے حامیوں کے ساتھ نکلنے کا پختہ ارادہ کیا اور جب اس نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تو شیعوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور انہوں نے اسے اس وقت نکلنے سے منع کیا اور کسی اور وقت نکلنے کا کہا پھر انہوں نے اپنے میں سے کچھ لوگوں کو حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے مختار کے بارے میں اور جس چیز کی طرف اس نے دعوت دی ہے اس کے متعلق دریافت کریں۔ پس جب وہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے جو بات انہیں کہی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے مدد کرے۔ اور قبل ازیں ان کے حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس جانے کی اطلاع مل گئی تو اس نے اس بات کو ناپسند کیا اور اسے خطرہ ہوا کہ جو بات اس نے آپ کے متعلق کی ہے آپ اس کی تکذیب کریں گے۔

بلاشبہ وہ بات حضرت محمد بن حنفیہ کی اجازت سے جسے انہیں دی گئی تھی اور اس نے ان کی واپسی سے پہلے ہی نکلنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اس کے متعلق کاہنوں اور نجومیوں کی طرح ان سے قافیہ بندی کا کلام کرنے لگا۔ پھر جیسے اس نے قافیہ بندی کا کلام کیا تھا ویسے ہی ہوا اور جب وہ واپس آئے تو انہوں نے جو کچھ حضرت ابن حنفیہ نے کہا تھا اسے بتایا تو اس موقع پر مختار بن ابی عبید کی اور شیعوں کے نکلنے کا معاملہ مضبوط ہو گیا۔ اور وقت کی اطاعت سے ہو کر سرداران شیعہ نے کلام درست کہا۔

اس بات کو کچھ لوگ کہ تمام امراء کوفہ عبداللہ بن مطیع کے ساتھ ہیں اور وہ ہماری دشمنی پر تلے ہیں۔ اور اگر ابراہیم بن اشتر نخعی ہماری آپ کی بیعت کرے تو ہمیں کسی دوسرے سب امراء سے بے نیاز کر دے گا تو مختار نے ایک جماعت کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اسے دعوت دے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور انہوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے باپ کی جاں نثاری کی یاد دلائی۔ اس نے کہا میں تمہارا مطالبہ اس شرط پر مانتا ہوں کہ میں تمہارے تمام معاملات کا سرپرست ہوں گا انہوں نے کہا یہ بات ممکن نہیں ہے کیونکہ مہدی نے مختار کو ہمارے لئے وزیر اور والی بنا کر بھیجا ہے، پس ابراہیم بن اشتر نے ان سے موافقت نہ کی اور وہ واپس آ گئے اور انہوں نے مختار کو اطلاع دی، مختار تین دن تک ٹھہرا رہا، پھر اپنے سرکردہ ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس گیا تو وہ اس کے پاس گیا اور اس نے اس کا احترام کیا اور اس کے پاس بیٹھا تو اس نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی اور حضرت ابن حنفیہ کی زبان سے اس کے لئے ایک خط نکالا جس میں آپ نے اسے اپنے شیعہ ساتھیوں کے ساتھ حضرت حسین کی بیعت کے لئے شامل ہونے اور اہل بیت کی مدد کی دعوت دیتے ہیں، ابن اشتر نے کہا میرے پاس حضرت ابن حنفیہ کے کئی خطوط آئے ہیں جو اس انداز کے نہیں ہیں۔ مختار نے کہا یہ بھی ان کا خط ہے، ابن اشتر نے کہا کون گواہی دیتا ہے کہ یہ ان کا خط ہے؟ تو مختار کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر اس کی گواہی دی پس ابن اشتر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مختار کو اپنی جگہ بٹھایا اور اس کی بیعت کی اور ان کے لئے پھل اور شہد کے شربت منگوائے۔

شعبی کا بیان ہے کہ میں اور میرا باپ اس مجلس میں ابراہیم بن اشتر کے ساتھ موجود تھے اور جب مختار اٹھ کر چلا گیا تو ابراہیم بن اشتر نے مجھے کہا اے شعبی ان لوگوں نے جو گواہی دی ہے اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ لوگ قراء اور امراء اور لوگوں کے سرکردہ ہیں اور مجھے خیال ہے کہ یہ اسی بات کی گواہی دیتے ہیں جسے جانتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس تہمت کی بات اس سے پوشیدہ رکھی لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے نکلیں اور مختار کی لوگوں کی رائے کا پتہ تھا۔ پھر ابراہیم اور ان کی قوم کے جن لوگوں نے ان کی [illegible] کی تھی ان کو لے کر پہنچ ان کے گھر آتے جاتے تھے پھر شیعوں کا ان کے مکان پر [illegible] ۶۶ھ [illegible] رات کو ان کا اظہار ہو گا۔ [illegible] ان لوگوں کے [illegible] ہو گئی۔

[illegible] ہر جانب پولیس کی [illegible] ایاس [illegible] ابراہیم بن اشتر اپنی قوم کے [illegible] مختار کے [illegible] سے نکلا اور [illegible] ابن مطیع [illegible] ابن اشتر [illegible] ابن اشتر نے ایک شخص کے ہاتھ سے [illegible] ایک شخص نے ان کا سر کاٹ لیا [illegible] جلال [illegible] ابراہیم نے [illegible] رات کے [illegible] کا [illegible] کے ساتھیوں نے [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ [illegible] کا اعلان [illegible] تمام [illegible] ابن اشتر [illegible] کا قصد [illegible] ابن [illegible] ہو گئے۔

اور ان کے [illegible] حضرت حسین کا [illegible] لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ [illegible] کے پاس [illegible] اور [illegible] ابن اشتر نے [illegible] ابن مطیع کے پاس [illegible] اور فوراً [illegible] شبث [illegible] مختار کے [illegible] (والنزعات غرقاً) [illegible] و تولی [illegible] ایک [illegible] ابن مطیع [illegible] شبث بن ربعی [illegible] ابن اشتر [illegible] ہزار [illegible] ابن اشتر [illegible] مقابلہ [illegible] شکست [illegible] ابراہیم [illegible] ابن اشتر [illegible] ابن مطیع کی طرف [illegible] راشد بن ایاس [illegible] شبث بن ربعی [illegible] ابن اشتر [illegible]

[illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ [illegible] ابن مطیع [illegible] شبث بن ربعی [illegible]

اس فوج کی طرف بڑھا جو ابن [illegible] کے ساتھ تھی اور ان کے درمیان شدید جنگ ہوئی جس میں راشد بن ایاس اور جو لوگ اس کی فوج [illegible] تھے اس نے آگے بھیجا تھا اور عبداللہ بن سعد اور ابان کے علاوہ ایک جماعت بھی قتل ہوئی۔ پھر ابن اشتر نے ان پر فتح پائی اور [illegible] ابن مساحق کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ اس نے اسے رشتہ داری یاد دلائی تو اس نے اسے چھوڑ دیا اور وہ بعد میں بھی ابن اشتر کی شکر گزاری کرتا رہا۔ پھر مختار اپنی فوج لے کر قصر کی طرف بڑھا اور انہوں نے تین دن تک ابن مطیع کا گھیراؤ کیے رکھا اور عمرو بن حریث [illegible] اس کے ساتھ تھے وہ [illegible] میں چھپا ہوا تھا اور جب ابن مطیع کو اس کے ساتھیوں کی حالت تنگ ہو گئی تو اس نے ان سے مشورہ لیا تو شبث بن ربعی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے اور ان کے لئے مختار سے امن طلب کرے۔ اس نے کہا میں تو یہ کام نہیں کروں گا جب کہ حجاز اور بصرہ میں میری اطاعت کی جاتی ہے۔ تب اس نے اسے کہا اگر تیرا یہی خیال ہے تو تو چھپ کر چلا جا تاکہ تو اپنے صاحب کے پاس پہنچ کر اسے صورتحال سے آگاہ کرے اور جو کچھ ہم نے اس کی اطاعت اور اس کی حکومت کے قیام کے لئے کیا ہے اسے بیان کرے۔ جب رات ہوئی تو ابن مطیع چپکے سے [illegible] اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو امراء نے ابن اشتر سے ان کے لئے امان لی اور اس نے انہیں امان دی۔ پھر وہ قصر سے نکل کر مختار کے پاس آئے اور اس سے بیعت کر لی۔ پھر مختار نے نکل کر محل میں داخل ہو کر وہیں رات گزاری۔ اور صبح [illegible] کے دروازے سے [illegible] اور وہ مسجد کی طرف گیا اور اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے بلیغ خطاب کیا پھر لوگوں کو بیعت کی دعوت دی اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند چھت اور زمین کو کشادہ راستہ بنایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد اس سے زیادہ پر ہدایت کی بیعت نہیں کی گئی پھر وہ منبر سے نیچے اتر آیا اور لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اور اہل بیت کے بدلہ لینے پر اس کی بیعت کرنے لگے اور ایک شخص نے مختار کو بتایا کہ ابن مطیع حضرت ابو موسیٰ اشعری کے گھر میں ہے۔ اس نے اس کے سامنے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ اس کی بات نہیں سنتا۔ اس نے تین بار یہ بات دہرائی تو وہ شخص خاموش ہو گیا اور جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مطیع کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے اور اسے [illegible] قبضہ کر لیا۔ چلا جا اس سے پہلے وہ [illegible] ابن مطیع [illegible] مغلوب ہونے کی حالت میں اس نے حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے [illegible] پسند نہیں کیا اور مختار نے اچھے اخلاق و کردار کی وجہ سے لوگوں کا محبوب بننے لگا اور اس نے بیعت انہیں [illegible] اور اس نے اس فوج کو جو جنگ میں اس کے ساتھ تھی بہت سے اقرباء [illegible] اور عبداللہ بن کامل شاکری کو اپنی پولیس کا افسر بنایا اور سرداروں کو قریب کیا [illegible] کے ہمنشین تھے اور ان موالی کو یہ بات گراں گزری جو اس کی مدد کر رہے تھے اور انہوں نے کہا [illegible] ابو عمرہ کیسان [illegible] کا محافظ تھا [illegible] کیا ہے اور [illegible] العرب [illegible] ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ ابو عمرہ نے یہ بات اس سے بیان کی تو اس نے کہا وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں پھر کہنے لگا ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔ اے ابو عمرہ [illegible] خوش ہو جاؤ [illegible] اس بات سے [illegible] خوش ہو گئے۔ پھر مختار نے سرداروں کو عراق اور خراسان کے اطراف و شہروں کی جانب روانہ کیا۔ [illegible] اور [illegible] کے لئے [illegible] جب [illegible] تو اس نے شریح کو قاضی بنا دیا اور شیعوں کی ایک جماعت نے شریح پر اعتراضات کئے [illegible] اس نے حجر بن عدی [illegible] کے متعلق [illegible] جیسا کہ [illegible] اس کے متعلق [illegible] گیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے اسے قاضی کے عہدے سے معزول کر دیا تھا۔ جب شریح کو ان باتوں کی اطلاع ملی تو وہ بیمار بن گیا [illegible] عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی [illegible] پھر [illegible] عبداللہ بن مالک کو قاضی بنا دیا۔

پھر مختار نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے [illegible] کا سبب یہ ہے کہ مروان نے [illegible] اور [illegible] اور ان کا [illegible] کے [illegible] پھر [illegible] سے قتل کر دیا [illegible] اس نے وہاں [illegible] اور حضرت [illegible] کے بیٹے عبداللہ [illegible] سال تک [illegible] اس کا [illegible] بات

مختار ثقفی نے یزید بن انس کو اپنے منتخب کردہ تین ہزار جوانوں کے ساتھ بھیجا اور [illegible] قریب تھے جوانوں کے بعد جوانوں سے مدد [illegible] ان کے ساتھ [illegible] کے باہر نکل [illegible] اور ان کے بیٹے [illegible] سے جنگ [illegible] اور جب [illegible] یزید بن انس [illegible] کے ساتھ [illegible] حاصل [illegible] اور وہ دونوں کوفہ کے قریب [illegible] پہنچے [illegible] اور یزید بن انس [illegible] اور ان کی فوجوں کے [illegible] عبیداللہ بن [illegible] کی فوج [illegible] ابن زیاد [illegible] اور یہ ۶۶ھ کے [illegible] کا واقعہ ہے [illegible] تحت جنگ کی اور [illegible] کی طرف والے [illegible] عبیداللہ بن زیاد [illegible] اور ان کے [illegible] یزید بن انس [illegible] اور جب [illegible] دوسرے [illegible] ان کی [illegible] رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو وہ [illegible] اور یہ واقعہ ۶۶ھ کی عید الاضحیٰ کا ہے۔

پس انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے شدید جنگ کی اور مختار کی فوج نے شامیوں کی فوج کو شکست دی اور انھوں نے ان کے [illegible] کر لیا اور ان میں تین سو آدمیوں کو قید کر لیا اور [illegible] نے انھیں قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا اور [illegible] اور ان کے ساتھی [illegible] اور [illegible] کی طرف [illegible] کے لئے [illegible] تمھاری [illegible] اور [illegible] کا [illegible] ہم [illegible] بیعت [illegible] آ گئے ہیں [illegible] اور ہم [illegible] شکست [illegible] بات [illegible] اور [illegible] کی طرف [illegible] کے [illegible] کو شکست کھائی ہے [illegible] مختار کے خلاف [illegible] کا اتفاق کر لیا اور [illegible] کذاب ہے اور انھوں نے [illegible] قتل کر دیا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ وہ کذاب [illegible] کا خیال ہے کہ حضرت [illegible] نے اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ [illegible] کے خلاف نکلنے کا انتظار کر رہا ہے [illegible] ابراہیم بن اشتر کوفہ سے نکلے [illegible] اور [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے [illegible] اور انھوں نے [illegible] کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق [illegible] کوفہ کے [illegible] اور انھوں نے [illegible]

یہ چاہتا تھا ابن اشتر کے پاس پہنچ کر وہ جلد اس کے پاس واپس آ جائے، اور قاصد نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ انھیں کہے کہ تم کیوں ناراض ہو گئے تھے رہے سب مطالبات تو میں مانتا ہوں، وہ مصروف رہا اور ابن اشتر کے آنے تک انھیں اپنے ساتھ جنگ کرنے سے روکنا چاہتا تھا اور اس نے کہا کہ اگر تم محمد بن حنفیہ کے خط کے بارے میں میری تصدیق نہیں کرتے۔ تو تم اپنی طرف سے اور میں اپنی طرف سے آدمی بھیجتا ہوں جو ان سے اس کے متعلق دریافت کرے گا اور وہ مسلسل ان سے ٹال مٹول کرتا رہا کہ تین دن بعد ابن اشتر آ گیا اور لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اہل یمن مختار سے لڑنے والوں کا سامنا ہو گیا اور ابن اشتر مضر کے مقابل میں ہو گیا اور ان کا امیر شبث بن ربعی تھا اور یہ سب کچھ اس کے مشورہ سے ہوا تھا کیونکہ ابن اشتر اپنی قوم سے جنگ کرنے کو ناپسند کرتا تھا اور وہ ان سے شفقت کرتا تھا۔ اور وہ ان پر ترس کرتا تھا۔ پھر کوفہ والوں نے کوفہ کے اطراف میں شدید جنگ کی اور فریقین کے مقتول بہت ہو گئے اور ایسے جنگی حالات ہو گئے جو ان کی ذلت کا باعث ہوئے اور معزز لوگوں کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔ جس میں عبدالرحمن بن سعید بن قیس الکندی اور اس کی قوم کے سات سو اسی (۷۸۰) آدمی شامل تھے اور مختار کے ساتھیوں میں سے چھ سو آدمی مارے گئے اور یہ دن "جبانۃ السبیع" کے نام سے مشہور ہے اور یہ ۲۴ ذوالحجہ ۶۶ھ بدھ کا دن تھا۔ پھر مختار کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور اس نے ان میں سے پانچ سو (۵۰۰) آدمی قیدی بنا لیے اور انھیں اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا ان میں سے جو شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا اسے قتل کر دو۔ تو ان میں سے دو سو چالیس (۲۴۰) آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھیوں نے ان میں سے ان آدمیوں کو قتل کیا جو مختار کے علم کے بغیر انھیں تکلیف دیتے تھے اور ان سے بدسلوکی کرتے تھے۔ پھر باقی ماندہ لوگوں کو آزاد کر دیا۔ اور عمرو بن الحجاج زبیدی بھاگ گیا، اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شامل تھا معلوم نہیں کہ وہ کس علاقے میں چلا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے دستے کے امیر شمر بن ذی الجوشن کا قتل

اور کوفہ کے معزز سردار مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ بھاگ گئے، ان بھگوڑوں میں شمر بن ذی الجوشن بھی تھا اللہ اس کا برا کرے۔ مختار نے اس کے پیچھے اپنے غلام زربی کو بھیجا اور جب وہ اس کے قریب آیا تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم آگے بڑھو اور مجھے تم اپنے پیچھے اس طرح چھوڑ کر بھاگے ہو کہ اس مرد کافر نے میرا لالچ کیا ہے پس وہ چلے گئے اور شمر پیچھے رہ گیا تو زربی اس کے پاس آیا تو شمر نے پلٹ کر اس پر حملہ کیا اور اس کی کمر توڑ دی اور اسے قتل کر دیا اور شمر چلتا رہا اور اسے چھوڑ دیا اور اس نے مصعب بن زبیر کو خط لکھا اور اسے اپنی آمد کے متعلق آگاہ کیا اور اس سمت کے ملک جو کلتانیہ کی جانب ہے وہ مصعب کی طرف بصرہ کو جائے گا۔ اور شمر نے اس بستی کے ایک کافر کے ہاتھ خط لکھا جس کے پاس وہ ٹھہرا ہوا تھا، اور اس کا نام کلتانیہ تھا، اور وہ بستی اس نہر کے پاس تھی جو وہاں ایک ٹیلے کے پہلو میں تھی وہ کافر گیا تو اسے ایک اور کافر ملا، اس نے اس سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا مصعب کے پاس، اس نے پوچھا کس کی طرف سے؟ اس نے کہا شمر کی طرف سے، اس نے کہا میرے ساتھ میرے آقا کے پاس چلو اور وہ ابو عمرہ تھا جو مختار کے محافظوں کا امیر ہے اور وہ شمر کی تلاش میں ہے تو کافر نے اسے اس کی جگہ بتا دی۔ تو ابو عمرہ نے اس کا ارادہ کیا، اور شمر کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اس مکان سے منتقل ہو جائے۔ تو اس نے کہا یہ سب کذاب کے خوف سے ہے؟ قسم بخدا میں یہاں سے تین دن تک کوچ نہیں کروں گا، تو ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا، اور جب رات ہوئی تو ابو عمرہ نے سواروں کے ساتھ ان پر اچانک حملہ کر دیا اور انھیں سوار ہونے اور ہتھیار پہننے سے پہلے پکڑ لیا اور شمر بن ذی الجوشن نے ان پر حملہ کر دیا اور اس نے تنگی کی حالت میں ان سے نیزہ زنی کی [illegible] اپنے خیمے میں داخل ہو کر اس سے تلوار نکالی اور وہ کہہ رہا تھا تم نے جنگل کے بہادر شیر کو بھڑکا دیا ہے [illegible] پیچھے ہٹتے نہیں دیکھو گے [illegible] اس نے ان سے جنگ کرنے [illegible] اس پر حملہ [illegible] مسلسل اپنی حفاظت کرتا رہا [illegible] باقی کو قتل کر دیا [illegible]

(اللہ اکبر خبیث قتل ہو گیا) سنا تو وہ سمجھ گئے کہ وہ قتل ہو گیا ہے اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔

ابو مخنف نے حوالے سے ابن ... بیان کیا ہے کہ جب مختار جبانۃ السبیع سے باہر نکلا اور جنگ سے واپس محل کی طرف آیا تو سراقہ بن مرداس البارقی جو قیدیوں میں شامل تھا اس نے اپنی بلند آواز سے پکارا

اے معد کے بہترین شخص مجھ پر احسان کر جو ہر محل پر اترنے والے اور فوج سے بہتر ہے اور لبیک کہنے والے اور روزہ رکھنے والے اور سجدہ کرنے والے سے بہتر ہے، راوی کا بیان ہے اس نے جیل میں کو پیغام بھیجا کہ اسے رات کو قید رکھو، دوسرے دن اسے آزاد کر دیا اور وہ مختار کی طرف یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا ہے۔

ابو اسحاق کو اطلاع دو کہ ہم پر جو حملہ کیا گیا تھا وہ جب کی ہم نے نکالی ہے ہم نکلے تو ہم کمزوروں کو دیکھتے گئے تھے اور وہ اکٹھا تکبر اور عجب تھا ہم انہیں میدانِ جنگ میں کمزور خیال کیے تھے اور جب ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو وہ شیروں کی طرح تھے جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم متفرق ہو کر نکلے اور ہم نے دشمن کو دیکھا تو وہ بھی اسی طرح شدید میں قتل کیا ہے اور ہم نے ان سے تلواریں ٹکرائیں اور ہلاکت و فتح نیز روزی دیکھی گئی ہے ہم پلٹ آئے۔ تو نے ہر روز ہر کتیبے پر اپنے دشمن پر فتح پائی ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر دیتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ کو بدر کے دن فتح ہوئی۔ اور شعب کے روز جب وہ حنین کی طرف گئے جب تو بادشاہ بنے تو نرمی اختیار کرنا اور اگر ہم بادشاہ بنتے تو ہم فیصلوں میں ظلم و زیادتی کرتے میری توبہ قبول کر اور جب تو معافی کو دین بنا لے گا تو میں شکر ادا کروں گا۔

اور سراقہ بن مرداس قسمیں کھانے لگا کہ اس نے زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر فرشتوں کو دیکھا ہے اور ان میں سے ایک فرشتے نے اسے قید کیا ہے مختار نے اسے حکم دیا کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ بات بتائے پس اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ بات بتائی اور جب وہ منبر پر سے اترا تو مختار نے اس سے تنہائی میں ملاقات کی اور اسے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو نے فرشتوں کو نہیں دیکھا۔ اور تیرا اس بات کا مقصد یہ تھا کہ میں تجھے قتل نہ کروں۔ اور میں تجھے قتل نہیں کروں گا تو جہاں چاہے چلا جا تاکہ میرے ساتھیوں کو خراب نہ کرے پس سراقہ مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ چلا گیا اور کہنے لگا

ابو اسحاق کو اطلاع دو کہ میں نے چتکبرے سیاہ رنگ گھوڑوں کو دیکھا ہے میں نے تمہاری وحی سے انکار کیا ہے اور میں نے نذر مانی ہے کہ موت تک تم سے جنگ کرنا مجھ پر لازم ہے میری آنکھوں نے وہ دیکھا ہے جو تم دونوں نے نہیں دیکھا ہم دونوں لغو باتوں کو جاننے والے ہیں جب وہ نکلیں گے میں نکلوں گا تم جھوٹ بولتے ہو اور اگر باہر نکلے تو میں ان کے لئے ہتھیار پہنوں گا۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مختار نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا اور انہیں اپنے اسی خطبے میں قاتلین حسین کے خلاف ابھارا اور جو لوگ کوفہ میں تھے وہ کہنے لگے ہمارا کیا کام ہے کہ ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے اور وہ دنیا میں ان کے ساتھ امن میں پھر رہے ہیں۔ آل محمد ﷺ کے مددگار بہت برے ہیں تب تو میں کذاب ہوں جیسے تم نے میرا نام رکھا ہے میں ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگتا ہوں اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے انہیں مارنے والی تلوار اور نیزہ بنایا ہے اور ان کے بدلے کا طالب اور ان کے حق کا قیام کرنے والا بنایا ہے اور اللہ پر واجب ہے کہ وہ آپ کے قاتلین کو قتل کرے اور جو ان کے حق کو ضائع کرے اسے ذلیل کرے۔ ان کے نام بتاؤ ان کے پیچھے چلو۔ پھر ان کو تلاش کر کے قتل کرو جب تک میں ان سے زمین کو پاک نہ کر لوں، اور اکثر شہر سے ... میں نہیں کھاؤں گا اور پانی نہیں پیئوں گا۔ پھر کوفہ میں جو لوگ تھے ان کو تلاش کر لے گئے۔ اور انہیں لا کر اس کے سامنے کھڑا کرتے تو وہ ان کے افعال کے مطابق ہر قسم کے قتل کے طریقے کے مطابق قتل کرنے کا حکم دیتا اور ان میں بعض لوگوں کو اس نے آگ سے جلایا۔ اور بعض کے بعض اعضاء کو کاٹ کر چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے اور بعض کو تیروں سے مارا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ مالک بن نسیر البدی کے پاس لائے گئے تو مختار نے اسے کہا تو نے حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اتاری تھی۔ اس نے کہا ہم اس کے باوجود نکلے تھے۔ ہم ناپسند کرتے تھے۔ پس اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ پھر وہ تڑپتے ہوئے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ اور اس نے عبداللہ بن اسید الجہنی وغیرہ کو بری طرح قتل کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے والے خولی بن یزید کا قتل ...... مختار نے اپنے پولیس کے امیر ابو عمرہ کو اس کی طرف بھیجا جس نے اس کے گھر پر حملہ کیا تو اس کی بیوی باہر آئی انہوں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگی مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہیں، اور اپنے ہاتھ سے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ پوشیدہ تھا اور یہ اس وقت سے اس سے نفرت کرتی تھی جس رات وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اس کے پاس لایا تھا اور وہ اسے اس بات پر ملامت کرتی تھی۔ اس کا نام عیوف بنت مالک بن نہار بن عقرب حضرمی تھا، وہ مکان میں گئے تو انہوں نے اسے دیکھا کہ اس نے اپنے سر پر ٹوکرا رکھا ہوا ہے، وہ اسے اٹھا کر مختار کے پاس لے گئے۔

تو اس نے اس کے گھر کے قریب اسے قتل کرنے اور اس کے بعد اسے جلا دینے کا حکم دیا۔

اور مختار نے حکیم بن فضیل السنبسی کی طرف آدمی بھیجا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے دن عباس بن علی بن ابی طالب کے کپڑے اتارے تھے، جب اسے پکڑا گیا تو اس کے خاندان عدی بن حاتم کے پاس گئے وہ مختار کے پاس سفارش کرنے گئے۔ اور جن لوگوں نے اسے پکڑا تھا وہ ڈرے کہ حضرت عدی ان سے پہلے سفارش کرنے کے لئے مختار کے پاس پہنچ جائیں گے تو انہوں نے حکیم کو مختار کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا، حضرت عدی نے جا کر اس کی سفارش کی تو اس نے آپ کی سفارش قبول کر لی، اور جب وہ آدمی آئے تو انہوں نے اسے قتل کر دیا تھا حضرت عدی نے ان کو برا بھلا کہا اور ان پر ناراض ہو کر کھڑے ہوئے۔ اور مختار کا احسان ان کے گلے میں تھا اور مختار نے یزید بن ورقاء کی طرف آدمی بھیجا اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا جب تلاش کرنے والوں نے اس کے گھر کا گھیراؤ کیا تو اس نے باہر نکل کر ان سے جنگ کی اور انہوں نے اسے تیر اور پتھر مارے حتیٰ کہ وہ گر گیا پھر انہوں نے اسے جلا دیا اور ابھی اس میں تھوڑی سی زندگی موجود تھی، اور مختار نے سنان بن انس کو تلاش کیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا دعویدار تھا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ بصرہ یا جزیرہ کی طرف بھاگ گیا ہے تو انہوں نے اس کا گھر گرا دیا اور محمد بن اشعث بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو مصعب کے پاس بھاگ گیا تھا تو مختار نے اس کے گھر گرانے کا حکم دے دیا اور یہ کہ وہاں حجر بن عدی کا گھر تعمیر کیا جائے جسے زیاد نے گرا دیا تھا۔

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کا قتل ...... واقدی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا ایک غلام آیا اور اس کا خون اس کی پنڈلیوں پر بہہ رہا تھا حضرت سعد نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے اس نے کہا آپ کے بیٹے عمر نے، حضرت سعد نے فرمایا اسے قتل کرو اور اس کا خون بہاؤ، حضرت سعد مستجاب الدعوات تھے جب مختار نے کوفہ کے خلاف خروج کیا تو عمر بن سعد نے عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ سے پناہ طلب کی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری کی وجہ سے مختار کا دوست تھا۔ وہ مختار کے پاس آیا اور اس نے اس سے عمر کے لئے امان لی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ وہ جب تک اطاعت کرے گا اور اپنے گھر اور اپنے شہر میں رہے گا وہ اپنی جان، اہل اور مال کے متعلق محفوظ ہوگا جب تک وہ کوئی واقعہ نہ کرے، اور مختار کا مقصد یہ تھا کہ جب تک وہ پیشاب پاخانہ نہ کرتا رہے، جب عمر بن سعد کو اطلاع ملی کہ مختار اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ رات کو اپنے گھر سے نکلا اور وہ مصعب یا عبیداللہ بن زیاد کی طرف سفر کرنا چاہتا تھا تو اس کے ایک غلام نے یہ بات مختار کو بتا دی تو مختار نے کہا اس سے بڑا واقعہ کیا ہو سکتا ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اس کے غلام نے اسے یہ بات کی تو اس نے اسے کہا تو اپنے گھر پر قیام کر وہ تجھے باہر نکلنے سے روکتا ہے ابھی چلا جا تو وہ واپس چلا گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو اس نے مختار کو پیغام بھیجا کہ کیا تو اپنی امان پر قائم ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ وہ مختار کے پاس اس بات کو معلوم کرنے کے لئے آیا تو مختار نے اسے کہا بیٹھ جا اور بعض کا قول ہے کہ اس نے عبداللہ بن جعدہ کو مختار کے پاس بھیجا کہ اس سے پوچھے کیا تو اس امان پر قائم ہے جو تو نے اسے دی ہے؟ تو مختار نے اسے کہا بیٹھ جا اور جب وہ بیٹھ گیا تو مختار نے اپنے پولیس کے افسر کو کہا جاؤ اور اس کا سر میرے پاس لاؤ تو اس نے جا کر اسے قتل کر دیا اور اس کے پاس اس کا سر لے آیا اور ایک روایت میں ہے کہ مختار نے ایک رات کہا کہ میں کل بڑے بڑے قدموں والے، دھنسی ہوئی آنکھوں والے، ابھرے ہوئے ابروؤں والے شخص کو ضرور قتل کروں گا جس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے۔

اور الہیثم بن الاسود بھی موجود تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ اس کا مقصد عمر بن سعد ہے جس نے اپنے بیٹے العریان کو اس کے پاس بھیجا اور اس نے اس کو ہوشیار کر دیا۔ اس نے کہا اس نے مجھے عہد و مواثیق دے رکھے ہیں نیز ان کے بعد یہ بات کیسے ہو سکتی اور مختار جب کوفہ آیا تو شروع شروع میں اس نے اس سے [illegible] اچھا سلوک کیا۔

عمر بن سعد کو امان کا جو پروانہ ملا تھا اس کی عبارت میں حدث سے مراد سوائے اس کے کہ وہ کوئی واقعہ کرے، ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر الباقر فرمایا کرتے تھے کہ مختار کا مقصد بیت الخلاء تھا کہ سوائے اس کے کہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہو اور اس میں بے وضو ہو جائے پھر اس کو خوف آیا تو عمر بن سعد بے قرار ہو گیا اور ایک محلے سے دوسرے محلے کی طرف منتقل ہونے لگا۔ پھر وہ اپنے گھر لوٹ آیا اور مختار کو اس کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی خبر ہوئی تو اس نے کہا ہرگز نہیں قسم بخدا اس کی گردن میں ایک زنجیر ہے جو اسے واپس لے آئے گی۔ اگر وہ اڑنا بھی چاہے تب بھی میں اس سے حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا بدلہ لوں گا اور ان کا پاؤں تلے روندوں گا۔ پھر اس نے ابو عمرہ کو اس کی طرف بھیجا تو اس نے اس سے بھاگنا چاہا تو وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑا تو ابو عمرہ نے تلوار مار کر اسے قتل کر دیا۔ اور اپنی قبا کے نچلے حصے میں اس کے سر کو اٹھا کر مختار کے سامنے رکھ دیا۔ مختار نے اس کے بیٹے حفص سے جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہا کیا تو اس سر کو پہچانتا ہے؟ تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہنے لگا ہاں لیکن اس کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ مختار نے کہا ہے تو نے درست کہا ہے پھر اس کے حکم سے اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے سر کو اس کے باپ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ پھر مختار نے کہا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں اور یہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں قتل ہوا ہے اور یہ برابر کا قتل نہیں اور قسم بخدا اگر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بدلے میں تین چوتھائی قریش کو قتل کر دوں تو وہ آپ کی ایک انگلی کے برابر بھی نہ ہوں گے۔ پھر مختار نے ان دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیئے اور اس نے اس بارے میں آپ کو ایک خط لکھا۔

مختار بن ابی عبید کی جانب سے محمد بن علی کی طرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے مہدی! آپ پر سلامتی ہو۔ میں آپ کے سامنے اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے دشمنوں پر عذاب بنا کر بھیجا ہے۔ ان میں سے کوئی مقتول ہے کوئی قیدی ہے کوئی جلا وطن ہے اور کوئی بھگوڑا ہے۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتل کو قتل کیا ہے اور آپ کے مددگار کی مدد کی ہے۔ میں عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کا سر آپ کی طرف بھیج رہا ہوں ہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کے خون میں شریک ہونے والے جس کسی کو بھی پکڑا ہے قتل کر دیا ہے جس پر قابو پا سکا اور جو باقی بچے ہوئے لوگ ہیں اللہ ہرگز عاجز نہیں کر پائیں گے۔ اور میں بھی ان سے رکنے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ مجھے اطلاع مل جائے کہ ان میں سے ایک بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہا۔ اے مہدی مجھے اپنی رائے لکھئے کہ میں اس کی پیروی کروں اور اس پر قائم رہوں۔ اے مہدی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

ابن جریر نے حضرت محمد بن حنفیہ کے اس جواب کا ذکر نہیں کیا حالانکہ ابن جریر نے اس کی بڑی شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے [illegible] اور [illegible] کا اشتیاق ظاہر ہوتا ہے جس کے لیے اس نے یہ موقف اختیار کیا اور [illegible] کے دعوے میں بھی کوئی صداقت [illegible] ہے [illegible] سے روایت کرنے والے [illegible] بالخصوص [illegible] قاتلین [illegible] کا بدلہ لینے [illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کے قاتلین [illegible] کا ذکر [illegible] آپ [illegible] ضروری تھا اور اس کی طرف [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] عذاب [illegible] [illegible]

جو انھوں کی تحریر کردہ کتابوں سے افضل ہے فرمایا ہے اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کے برے اعمال کی وجہ سے ان کے پیچھے لگا دیتے ہیں اور ایک شاعر نے کہا ہے؟

اور ہر ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے اور ہر ظالم کو عنقریب ظالم سے واسطہ پڑے گا۔

اور عنقریب مختار کے حالات میں ایسی باتیں آئیں گی جو اس کے جھوٹ اور بات گھڑنے پر دلالت کریں گی۔ اور اس نے اہل بیت کی مدد کا جو دعویٰ کیا ہے اصل میں یہ ایک پردہ ہے جس میں وہ اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا تاکہ کوفہ میں رہنے والے شیعوں میں سے برے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں تاکہ وہ ان کے لیے حکومت قائم کرے اور اپنے مخالفین پر حملہ کرے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اس شخص کو مسلط کر دیا جس نے اسے سزا دی اور یہ وہی جھوٹا ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء بنت الصدیق کی حدیث میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ عنقریب ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک بربادی ڈالنے والا ہوگا اور یہی وہ جھوٹا ہے جو شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور بربادی ڈالنے والا حجاج بن یوسف ثقفی ہے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے گورنر امیر بنا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا اور حجاج اس کے الٹ تھا۔ وہ ناصبی ظالم تھا لیکن اس طبقہ میں کوئی دین اسلام اور رسالت نبوت پر تھا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے جا ملتا ہے وہ کسی طرف سے وحی آنے کا مدعی نہ تھا۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال مختار نے مثنیٰ بن مخربۃ العبدی کو بصرہ بھیجا کہ وہ وہاں کے باشندوں کو دعوت دے جو اس کی طرف دعوت دے۔ پس وہ بصرہ میں داخل ہوا اور وہاں اس نے ایک مسجد تعمیر کی جس میں اس کے پاس اس کی قوم کے لوگ اکٹھے ہوتے۔ پس وہ انھیں مختار کی طرف دعوت دیتا۔ پھر وہ شہر میں آیا اور اس کے پاس اس نے پڑاؤ ڈالا تو حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ القباع جو مصعب کی معزولی سے پہلے بصرہ کا امیر تھا نے پولیس کے افسر عباد بن الحصین کے ساتھ اس کی طرف فوج روانہ کی۔ تو انھوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس سے شہر چھین لیا اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ اور عبد القیس ان کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو امیر نے ان کی طرف بھی فوج روانہ کی اور انھوں نے اس کی طرف فوج بھیجی تو اس نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبدالرحمن المخزومی کو لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے بھیجا اور مالک بن مسمع نے ان دونوں کی مدد کی تو لوگ ایک دوسرے سے رک گئے۔

اور وہ ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ شکست خوردہ اور مغلوب اور مسلوب ہو کر مختار کے پاس واپس آ گیا۔ اور اس نے احنف وغیرہ امراء کے ذریعے ہونے والی صلح کے متعلق مختار کو بتایا اور مختار نے ان کے بارے میں لالچ کی اور ان سے خط و کتابت کی کہ وہ اس کے معاملے میں شامل ہو جائیں اور اس نے جو احنف بن قیس کو خط لکھا وہ یہ تھا: مختار کی جانب سے احنف بن قیس کی طرف اور ان کی طرف جو اس کے ساتھ ہیں تم پر سلامتی ہو۔ اما بعد! مضر کی ہلاکت ہو ربیعہ کے لیے ہلاکت ہو بلاشبہ احنف بن قیس اپنی قوم کو دوزخ میں داخل کر رہا ہے جہاں سے وہ واپسی کی طاقت نہیں رکھتے اور بے شک میں تمہارے لیے اختیار نہیں رکھتا اس چیز میں جو قضا و قدر میں لکھی جا چکی ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے میرا نام کذاب رکھا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ابو السائب مسلم بن جنادہ نے مجھے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم کو حسن بن حماد نے حماد بن علی سے بیان کیا اور وہ مجالد سے اور وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ بصرہ گیا اور ایک ایسے حلقے میں جا کر بیٹھ گیا جس میں احنف بن قیس بیٹھے ہوئے تھے۔ قوم میں سے بعض لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کن لوگوں میں سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اہل کوفہ میں سے ہوں۔ اس نے کہا تم ہمارے غلام ہو میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ہم نے تم کو تمہارے غلاموں کے ہاتھ سے مختار کے ساتھیوں سے بچایا ہے میں نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمدان کے شیخ نے ہمارے اور تمہارے متعلق کیا کہا ہے؟ احنف نے کہا کیا کہا؟ میں نے جواب دیا کہ اس نے کہا:

کیا تمہیں اس بات پر فخر ہے کہ تم نے ایک بے بس گروہ کو قتل کر دیا اور ایک مرتبہ آل مہلب کو بدبختی سے دوچار کیا جب تم ہمارے ساتھ فخر میں مقابلہ کرتے ہو تو یاد کرو جنگ جمل کے دن ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ ایک بوڑھے شیخ کی داڑھی اور ایک جوان جو گردن پر پہنچے تھے وہ جنگ جمل میں ذلیل ہو رہے تھے اور ہم نے صبح کے وقت انہیں ذبح کیا اور تم نے اللہ کی بہت بڑی نعمت کی ناشکری کی اور تم نے حضرت حسین کے بدلے میں ان کے بہت سے لوگ بری طرح قتل کر دیے۔

راوی کا بیان ہے کہ احنف نے غصہ میں آ کر کہا اے غلام! میرے پاس وہ خط لاؤ پس جب خط لایا گیا تو اس میں یہ تھا۔

مختار بن ابی عبید کی جانب سے احنف بن قیس کی طرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد، مضر میں سے بنی ربیعہ کے لئے ہلاکت ہو، بلاشبہ احنف اپنی قوم کو دوزخ میں داخل کر رہا ہے جہاں سے وہ واپسی کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھے جھٹلاتے ہو، پس اگر مجھے جھٹلایا گیا ہے تو مجھ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں، پھر احنف نے کہا یہ ہم میں سے ہے یا تم میں سے ہے۔

جب مختار کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ابن زبیر ان سے غافل نہیں اور عبدالملک کی طرف سے ابن زیاد کے ساتھ بہت بڑی شامی فوج جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی طرف آ رہی ہے تو وہ حضرت ابن زبیر سے غزل کرنے لگا اور آپ کو دھوکہ دینے لگا اور اس نے آپ کی طرف لکھا۔ میں نے آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے اور آپ کی خیر خواہی کرنے پر آپ کی بیعت کی ہے اور جب میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھ سے اعراض کر لیا ہے تو میں آپ سے علیحدہ ہو گیا اور اگر آپ اس عہد پر قائم ہیں جو میں نے آپ سے لیا ہے تو میں آپ کی بھی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر قائم ہوں۔ اور وہ شیعوں سے اس بات کو مکمل طور پر چھپاتا تھا۔ اور جب کوئی شخص اس میں سے کوئی بات اس سے ذکر کرتا تو وہ ان کے سامنے یہ ظاہر کرتا کہ وہ اس بات سے سب لوگوں سے بہت دور ہے جب یہ خط حضرت ابن زبیر کو ملا تو آپ نے معلوم کرنا چاہا کہ کیا یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے تو آپ نے عمر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی کو بلایا اور اسے کہا کوفہ کی تیاری کرو میں نے تم کو اس کا امیر بنا دیا ہے اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہاں مختار موجود ہے؟ آپ نے کہا اس کا خیال ہے کہ وہ ہماری بات سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہے اور آپ نے تقریباً چالیس ہزار درہم سے تیاری کے لئے دیئے۔ پس وہ چل پڑا اور ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ مختار کی جانب سے زائدہ بن قدامہ پانچ ہزار لئے ہوئے سواروں کے ساتھ آیا اور اس کے پاس ستر ہزار درہم بھی تھے اور مختار نے اسے حکم دے رکھا تھا کہ اسے مال دے کر کہے وہ واپس چلا جائے تو ٹھیک ورنہ سواروں کی آمد و رفت کرتا اور اس سے جنگ کرتا حتیٰ کہ وہ واپس چلا جائے۔ پس جب عمر بن عبدالرحمٰن نے سوار دیکھا تو اس نے مال کو لے لیا اور بصرہ کی طرف چلا گیا۔ اور وہ اور ابن مطیع وہاں کے امیر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور یہ مثنیٰ بن مخرمہ کے خروج کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور مصعب بن زبیر کے بصرہ پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔

اور عبدالملک بن مروان نے اپنے چچا زاد عبدالملک بن حارث بن الحکم کو ایک فوج کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ حضرت ابن زبیر کے نائبین سے شہر کو چھین لے۔ پس مختار نے حضرت ابن زبیر کو لکھا اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو فوجی مدد دوں۔ اور وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ حضرت ابن زبیر نے اسے لکھا اگر تو میری اطاعت پر قائم ہے تو میں اس بات کو ناپسند نہیں کرتا۔ پس وادی القریٰ کی طرف ایک فوج روانہ کرو جو شامیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ہماری مدد کرے۔ پس مختار نے تین ہزار آدمی تیار کیے جن کا امیر شرحبیل بن ورس ہمدانی تھا اور ان میں عرب تھوڑے تھے۔ اور اس نے شرحبیل سے کہا چلتے جاؤ حتیٰ کہ تم مدینہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تو داخل ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا حتیٰ کہ میرا حکم تیرے پاس آ جائے اور وہ حضرت ابن زبیر سے شہر کو چھیننا چاہتا تھا اس کے بعد مکہ میں حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا۔ اور حضرت ابن زبیر کو خطرہ لاحق ہوا کہ مختار نے یہ فوج دھوکہ دینے کے لئے بھیجی ہے؟ آپ نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی کو دو ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور اسے سمجھایا کہ وہ ان سے طلب کرے اور انہیں کہا اگر تم انہیں میری اطاعت میں دیکھو تو ٹھیک ورنہ ان سے مکر و فریب کرنا حتیٰ کہ اللہ انہیں ہلاک کر دے۔ پس عباس بن سہل آیا اور رقیم میں ابن ورس سے ملا اور ابن ورس اپنی فوج میں بیٹھا ہوا تھا ان دونوں نے وہاں ایک پانی پر ملاقات کی تو عباس نے اسے کہا کیا تم ابن زبیر کی اطاعت میں نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم وادی القریٰ کی طرف چلے جاؤ۔ اور وہاں جو شامی موجود ہیں ان سے جنگ کرو۔ ابن ورس نے اسے کہا مجھے تیری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا مجھے مختار نے حکم دیا ہے کہ میں شہر میں داخل ہو جاؤں پھر میں اپنے آقا کو خط لکھوں گا اور وہ مجھے اپنا حکم دے گا۔ پس عباس بن سہل اس کا مقصد سمجھ گیا اور اس نے اس کے سامنے یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ اس کا مقصد سمجھ گیا ہے اور اس نے

اسے کہا تمہاری ماں تجھے گم پائے تجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ میں قتل کروں۔ پھر عباس اس سے الگ ہو گیا اور اس نے ان کی طرف اونٹنیاں، بکریاں اور آٹا بھیجا۔ اور انہیں اس کی شدید ضرورت تھی۔ اور بھوک بھی بہت تھی۔ پس وہ انہیں ذبح کرنے اور پکانے لگے اور وہ روٹیاں پکا کر اور پانی پی کر کھانے لگے اور جب رات ہوئی تو عباس بن سہل نے ان پر شب خون مارا۔

اور اس نے ان کے امیر اور تقریباً ستر آدمیوں کو قتل کر دیا اور ان میں سے تھوڑے سے آدمی شکار کی طرف اور اپنے شہروں کی طرف ناکام ہو کر واپس آ گئے ابو مخنف کا بیان ہے کہ یوسف نے مجھ سے بیان کیا کہ عباس بن سہل ان کے پاس پہنچا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ میں کعب کا بیٹا ہوں جو بے وفائی کرنے والا نہیں۔ جب بیٹھے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو میں حمیت میں اپنا بدلہ لیتا ہوں اور آگے بڑھنے والا ہوتا ہوں اور میں جنگ کے دن مشہور بہادر کے سر پر سوار ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ وہ بکھر جاتا ہے جب بزدلوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے: بچے ہوئے تھکے ہوؤں میں سے تقریباً دو سو آدمیوں کو قتل کر دیا نے ثقیف لوگوں کو قتل کر دیا ہے جو بے خبر اور بھوکے تھے ایک نہایت شرمناک کام ہے اور آپ نے والد سے عہد تھا۔ پھر اس نے صالح بن مسعود کے ہاتھ ایک خط حضرت محمد بن حنفیہ کو لکھا۔ جس میں بیان کیا کہ اس نے آپ کی مدد کے لئے مدینہ کی طرف ایک فوج بھیجی تھی اور حضرت ابن زبیر کی فوج نے اس فوج کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں دوسری فوج کو مدینہ کی طرف بھیج دوں اور آپ اپنی جانب سے ان کی طرف قاصد بھیجیں تو ایسا کر دیجئے۔ حضرت ابن حنفیہ نے اسے لکھا۔

اما بعد! مجھے سب امور میں وہ امر زیادہ محبوب ہے جس میں اللہ کی اطاعت کی جائے پس تو پوشیدہ و اعلانیہ طور پر اللہ کی اطاعت کر اور جان لے کہ اگر میں جنگ کا ارادہ کرتا تو میں لوگوں کو جلدی جلدی اپنے پاس آتا ہوا پاتا اور میرے مددگار بہت ہیں لیکن میں ان سے الگ ہوں اور صبر کرتا ہوں حتیٰ کہ اللہ میرا فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ نے صالح بن مسعود سے فرمایا مختار سے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور خون بہانے سے باز رہے۔ اور جب محمد بن حنفیہ کا خط اسے ملا تو اس نے کہا میں نے بھلائی اور نیکی کے جمع کرنے اور کفر و خیانت کو دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ابن جریر نے المدائنی اور ابو مخنف کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر نے بنو ہاشم کے سترہ معزز سرداروں کے ساتھ حضرت ابن حنفیہ کے پاس جمع ہونے کا ارادہ کیا اور آپ نے انہیں اپنی بیعت کرنے تک محبوس اور قید کر دیا۔ انہوں نے امت کے کسی ایک شخص کے ساتھ بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور حرم میں انہیں روک دیا۔ انہوں نے مختار بن ابی عبید کو مدد کے لئے خط لکھا اور اسے کہلا بھیجا کہ حضرت ابن زبیر نے ہمیں جمع کر کے آگ میں جلانے کی دھمکی دی ہے ہم سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی طرح ہماری مدد کو ترک نہ کرنا۔

مختار نے شیعوں کو جمع کر کے انہیں خط سنایا اور کہنے لگا یہ اہل بیت کا بلاوا ہے جو تم سے مدد مانگ رہا ہے اور وہ اس بات کے ڈر سے لوگوں میں کھڑا ہو گیا ہے اور کہنے لگا اگر میں ان کی مدد کو روانہ کروں اور ان کی طرف سیلاب کی طرح سوار بھیجوں جس کے پیچھے بھی سوار ہوں حتیٰ کہ ابن کاہلیہ پر ہلاکت نازل ہو جائے تو میں اچھا نہیں پھر اس نے ابو عبداللہ جدلی کو ستر سواروں اور ظبیان بن عمارہ تمیمی کو چار سو سواروں اور ابو المعتمر کو ایک سو سواروں اور ہانی بن قیس کو ایک سو سواروں اور عمیر بن طارق کو چالیس جوانوں کے ساتھ بھیجا اور طفیل بن عامر کے ہاتھ حضرت محمد بن حنفیہ کو آپ کی طرف فوج بھیجنے کے لئے خط لکھا اور ابو عبداللہ جدلی ذات عرق میں اترا حتیٰ کہ ایک سو پچاس سوار اس کے ساتھ آ ملے پھر وہ ان کو لے کر چلا یہاں تک کہ صبح کے وقت مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ وہ یا لثارات الحسین اے حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے والو! پکار رہے تھے اور حضرت ابن زبیر نے حضرت ابن حنفیہ اور آپ کے اہل بیت کے لئے لکڑیاں تیار کر رکھی تھیں کہ اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں تو وہ ان سے آگ جلا دے اور ابھی معینہ مدت میں صرف دو دن باقی تھے پس وہ لکڑیوں کے پاس آئے اور حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس گئے۔ اور انہوں نے آپ کو حضرت ابن زبیر کے قید خانے سے رہا کرا دیا اور کہنے لگے اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم حضرت ابن زبیر کے ساتھ جنگ کریں۔ آپ نے فرمایا میں مسجد حرام میں جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ حضرت ابن زبیر نے انہیں کہا وہ سمجھتے ہیں کہ تم چھوٹ گئے ہو حتیٰ کہ وہ بیعت کر لیں۔ اور تم بھی ان کے ساتھ بیعت کر لینا تو انہوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر ان کے بقیہ ساتھی بھی آ ملے۔ اور وہ حرم کے اندر یا لثارات الحسین (اے حسین کے خون کا بدلہ لینے والو) پکارنے لگے جب حضرت ابن زبیر نے یہ دیکھا تو آپ ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ وہ وہاں سے باز رہے پھر انہوں نے حضرت محمد بن حنفیہ کو پکڑ لیا اور شعب سے بہت سا مال لے لیا اور ان کو

نے کر شعب علی میں داخل ہو گئے اور چار ہزار آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے ان کے درمیان بیت المال تقسیم کر دیا اور ابن جریر نے یہ واقعہ ایسے ہی بیان کیا ہے اور اس کی صحت محل نظر و تامل طلب ہے واللہ اعلم۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کروایا۔ اور مدینہ میں آپ کا بھائی مصعب آپ کا نائب تھا۔ اور بصرہ میں آپ کا نائب حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ اور کوفہ میں مختار کی حکومت تھی اور خراسان میں عبداللہ بن خازم مستولی تھا۔ اور اس نے عبداللہ بن خازم کی جنگوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا بیان طول طلب ہے۔

۶۷ھ

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس سال ابراہیم بن اشتر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا یہ ۱۲ ذوالحجہ کا واقعہ ہے اور ابو مخنف نے اپنے شیوخ سے بیان کیا ہے کہ جونہی مختار جبانۃ السبیع اور اہل کناسہ سے فارغ ہوا۔ اور اس نے دو دن بعد ابن اشتر کو اہل شام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیج دیا اور وہ ۶۶ھ ۲۲ ذوالحجہ کو ہفتہ کے روز روانہ ہوا۔ اور مختار بھی اسے اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ الوداع کرنے گیا۔ اور مختار کے معتمدین بھی اس کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ مختار کی کرسی بھی چتکبرے خچر پر دھری ہوئی تھی تا کہ وہ دشمنوں کے خلاف اس سے مدد طلب کریں اور وہ اس کے پاس اس سے دعا کرتے تھے اور مدد مانگتے رہتے تھے۔ اور دعا و زاری کر رہے تھے اور مختار تین باتوں کی وصیت کرنے کے بعد واپس آ گیا اس نے کہا اے ابن اشتر! پوشیدہ و اعلانیہ تینوں باتوں میں اللہ سے ڈرنا اور جلدی چلنا اور اپنے دشمن سے جلد جنگ کرنا اور کرسی والے اصحاب مسلسل ابن اشتر کے ساتھ چلتے رہے اور ابن اشتر کہنے لگا اے اللہ ہمیں اس سے جو ان بے وقوف لوگوں نے بنی اسرائیل کی سنت کے مطابق کیا ہے اس کا ہم سے بدلہ نہ لینا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ اپنے بچھڑے کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے تھے۔ اور جب وہ اس کے ساتھ پل پار کر گئے تو کرسی والے ساتھی واپس آ گئے۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اس کرسی کے بارے میں جو روایت تھی جو عبداللہ بن احمد بن شبویہ نے مجھ سے بیان کی ہے۔ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن المبارک نے ہمیں اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ سے بیان کیا کہ معبد بن خالد نے مجھ سے بیان کیا کہ طفیل بن جعدہ بن ہبیرہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں چاندی کے سکوں کا محتاج ہو گیا۔ اسی حالت میں ایک شخص کے دروازے کے پاس سے گزرا جو میرا پڑوسی تھا۔ اس کے ہاں ایک کرسی تھی جو بہت میل کچیلی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کے متعلق اس سے بات کروں۔ میں نے واپس آ کر اسے پیغام بھیجا کہ کرسی مجھے دے دو۔ اس نے اسے بھیج دیا میں نے مختار کے پاس آ کر اسے کہا میں نے ایک چیز تجھ سے چھپائے رکھی ہے مجھے خیال آیا ہے کہ میں تجھے وہ بتا دوں۔ اس نے پوچھا وہ کیا چیز ہے میں نے کہا کرسی ہے جس پر جعدہ بن ہبیرہ بیٹھا کرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اثارۂ علم ہے اس نے کہا سبحان اللہ تو نے آج تک کیوں تاخیر کی اسے میرے پاس بھیج دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اسے لایا۔ اسے دھویا تو خوبصورت لکڑی کی نکل آئی حالانکہ وہ تیل پی گئی تھی۔ پھر مختار نے میرے لیے بارہ ہزار درہم کا حکم دیا۔ پھر لوگوں میں الصلوٰۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا گیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مختار نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا گزشتہ امتوں میں جو کام بھی ہوا ہے اسی طرح اس امت میں بھی ہونے والا ہے بلاشبہ بنی اسرائیل میں ایک تابوت تھا جس سے وہ مدد مانگتے تھے۔ اور یہ کرسی بھی اسی طرح ہے پھر اس کے حکم سے اس سے کپڑے ہٹائے گئے۔ اور سبائیہ نے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ بلند کر کے تین بار تکبیر کہی تو شبث بن ربعی نے کھڑے ہو کر لوگوں کو برا بھلا کہا اور قریب تھا کہ وہ اس تابوت کی تشہیر کرنے والے کی تکفیر کرتا اور اس نے اسے توڑنے اور مسجد سے اسے باہر کرنے اور بیت الخلاء میں پھینک دینے کا اشارہ کیا تو لوگوں نے شبث بن ربعی کا شکریہ ادا کیا۔ اور جب کہا گیا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد آ گیا ہے اور مختار نے ابن اشتر کو بھیجا تو اس کے ساتھ اس نے چتکبرے خچر پر کرسی بھی لاد کر بھیجی جسے ریشمی کپڑوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ اس کے دائیں طرف بھی سات آدمی تھے اور جب شامیوں

کے ساتھ ان کا استقبال ہو، جیسا کہ انہی دنوں ہوا کہ انہوں نے شام میں اس پر غضب کا عمل کیا، اور اس نے زیادہ قتل کر دیا تو اس کرسی کی تعظیم میں اضافہ ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس سے کفر تک لے گئے طفیل بن جعدہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور میں اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہوا، اور لوگوں نے اس کرسی پر اعتراضات کیے اور وہ بکثرت اس کے عجیب بیان کرنے لگے تو اس نے کرسی کو غائب کر دیا حتیٰ کہ اس کے بعد اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

مدائنی کا بیان ہے کہ مختار نے آل جعدہ بن ہبیرہ سے وہ کرسی مانگی جس پر جعدہ بیٹھا کرتا تھا انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہمارے پاس وہ چیز نہیں جو امیر کہتا ہے، تب اس نے ان سے اصرار کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اگر وہ کوئی کرسی لے آئے تو وہ اسے قبول کر لے گا تو وہ ایک گھر سے کرسی اٹھا لائے اور کہنے لگے یہی وہ کرسی ہے، اور شبام و شاکر اور دیگر قبائل کے سرداروں نے باہر نکل کر اسے ریشم کا لباس پہنا دیا۔

اور ابو مخنف کا بیان ہے کہ سب سے پہلے موسیٰ بن ابی موسیٰ اشعری نے اس کرسی پر پردے لگائے، پھر لوگوں نے اس بارے میں اس پر ملامت کی تو اس نے اسے حوشب البرسمی کے سپرد کر دیا۔ اور وہ اس کا محافظ رہا حتیٰ کہ مختار ہلاک ہو گیا۔ اللہ اس کا برا کرے۔ روایت ہے کہ اعشیٰ ہمدان کہا کرتا تھا کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ساتھی اس کرسی کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں اور اس کرسی کے بارے میں اعشیٰ ہمدان نے کہا ہے میں تمہارے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ تم سبائی ہو اور اے شرک کی پولیس! میں تمہیں جانتا ہوں، اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہاری کرسی سکینت والی نہیں ہے، اگرچہ اس پر کپڑے پہنائے گئے ہیں اور تابوت کی مانند ہم میں کوئی چیز نہیں خواہ شبام، نہد اور خارف اس کے ارد گرد چکر لگائیں اور میں آل محمد سے محبت کرنے والا شخص ہوں، اور میں اس وحی کا انکار کرتا ہوں جو مصاحف کے اندر ہے اور میں نے عبداللہ کی جو بیعت کی ہے اس لیے کہ قریش کے سیاہ و سفید بالوں والے اور جنگجو سردار اس کے پاس آ گئے ہیں۔ اور حوشب نے کہا ابو اسحٰق کو پیغام پہنچا دو کہ میں تمہاری کرسی کا انکار کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ شبام اس کے گرد یوں چکر لگا رہے ہیں اور شاکر اس کی وحی کا اقرار کرتا ہے اور اس کے ارد گرد ان کی آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں گویا وہ حرم ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اور اس قسم کی باتیں اور اس کے پیروکاروں کی کم عقلی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ اس کی کم عقلی، کمزوری اور جہالت کی زیادتی اور اس کی بے عقلی اور اپنے ہوا و ہوس میں باطل کی اشاعت اور حق کو باطل کے ساتھ تشبیہ دینے پر بھی دلالت کرتے ہیں تاکہ وہ کمینے لوگوں کو گمراہ کرے اور جاہل لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس سال مصر میں سخت طاعون کی وبا پھیلی اور ایک بڑی تعداد ہلاک ہو گئی اور اسی سال مصر میں عبدالعزیز بن مروان نے دینار ڈھالا۔ یہ اس کام کی ابتدا تھی جو اس نے کی۔ صاحب مرآۃ الزمان کہتے ہیں کہ اسی سال ابن مروان نے بیت المقدس کی تعمیر کی ابتدا کی۔ جس کی تکمیل ۷۳ ہجری میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ پر قابض تھے۔ عرفہ اور عرفات کے ایام میں وہی خطبہ دیتے تھے۔ لوگوں کا قیام بھی مکہ میں ہوتا تھا۔ آپ عبدالملک کے برے کام بتاتے اور بنی مروان کا تذکرہ کرتے اور فرماتے کہ آپ علیہ السلام نے الحکم اور اس کی اولاد پر لعنت کی ہے اور وہ آپ علیہ السلام کا دھتکارا ہوا اور لعنت کیا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ فصیح البیان تھے اہل شام آپ کی طرف مائل تھے۔ آپ سے یہ بات عبدالملک کو جب معلوم ہوا تو اس نے لوگوں کو حج کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس کے اس عمل سے ناراض ہو گئے۔ تو اس نے قبۃ الصخرہ اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی تاکہ لوگوں کو موسم حج میں حج کرنے سے غافل کر دے اس کے جوار میں صخرہ کے پاس کھڑے ہوا کریں۔ اس کا طواف کرتے کعبہ کے طواف کی طرح اور عید کے روز قربانی کریں۔ اور مروان کے منصوبے وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ ابن زبیر مکہ میں ان کی عیب جوئی کرتے ہیں اور پھیلاتے تھے کہ اس نے اس سے کاسرہ کے عمل کی مشابہت کی ہے جو وہ ایوان کسریٰ اور خضراء میں کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

اور عبدالملک نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اس کام کے لیے بہت سا مال اور کاریگر اس کی طرف بھیجے اور رجاء بن حیوۃ اور اپنے غلام یزید بن سلام کو اس پر مقرر کیا اور وہاں کاریگر اکٹھے کیے گئے۔ عالیشان قبہ تعمیر کیا اور قالینوں اور خوشبوؤں سے بے انتہا معطر کیا اس قبہ کی طہارت پر مقرر اور خوشبوؤں سے بخور کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ اس میں کئی خرافات رکھ دیں۔ میزان اور قبر میں انہوں نے اس میں کئی سارے چھوٹے اشارات و علامات بنا دیں اس میں انہوں نے پل صراط جنت کے دروازے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی تصویر بنا دی۔ اسی طرح اس کے اردگرد کی جگہوں پر ایسا کیا جس سے لوگ آج بھی دھوکا کھا رہے ہیں اور یہ بات ہے۔ کیونکہ بیت المقدس کی تعمیر ہوئی اسی وقت اس سے

لیے وہ خوبصورت گنبد سے زمین پر اور کوئی شے نہ تھی کہ ان میں کھینچے گئے تھے۔ گنبد پر جواہرات اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں رکھی تھیں جو کہ بہت سی قسم و اقسام کی تھیں جب رجاء بن حیوۃ اور یزید بن سلام مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو جو مال انہوں نے اس پر خرچ کیا تھا اس میں سے چھ لاکھ مثقال بعض کے قول کے مطابق تین لاکھ مثقال بچ گئے اس لیے انہوں نے عبدالملک کو اس بارے میں اطلاع بھیج دی تو اس نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ میں نے تم دونوں کو ہبہ کر دیے۔ ان دونوں نے پھر پیغام بھیجا کہ اگر ہم استطاعت رکھتے ہوتے تو اپنی بیویوں کے زیورات سے بھی تعمیر میں اضافہ کرتے۔ تو عبدالملک نے ان کو پیغام بھیجا: کیونکہ تم دونوں یہ نہیں چاہتے کہ وہ مال قبول کر لو تو اس کو گنبد اور دروازوں پر لگا دو۔ تو وہ تمام رقم گنبد میں صرف کر دی گئی اور کوئی بھی اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ گنبد پر لگے ہوئے چمکدار سونے کی وجہ سے اسے دیکھ سکے۔

جب ابوجعفر منصور کی خلافت کا زمانہ آیا تو وہ سن ۱۴۰ھ میں بیت المقدس آیا تو اس نے مسجد کو خراب پایا تو اس نے حکم دیا کہ تمام سونا اور اس کے پترے اکھاڑ دیے جائیں جو کہ دروازوں اور گنبد پر چڑھائے ہوئے تھے یہ بھی حکم دیا کہ جو کچھ مسجد میں خرابی ہوئی ہے اس کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

مسجد چونکہ بہت لمبی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کے طول میں کمی کر دی جائے جب کہ اس کے عرض میں اضافہ کر دیا جائے جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اس نے اس گنبد پر جو کہ سامنے والے دروازوں کی طرف تھا یہ لکھا کہ اس کی تعمیر کا حکم اس کے خراب ہونے کے بعد امیر المؤمنین عبداللہ نے سن ۱۴۰ھ میں دیا۔ مسجد کا طول قبلہ سے شمال کی طرف ۷۵۵ گز تھا جب کہ عرض ۴۶۵ گز تھا اور بیت المقدس کی فتح سن ۱۶ھ میں ہوئی تھی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سن ۶۷ کی شروعات

اسی سال عبیداللہ بن زیاد، ابراہیم بن اشتر نخعی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ ابراہیم بن اشتر جب گزشتہ سال ۲۲ ذوالحجہ کو کوفہ سے نکلا، اس کے بعد یہ سال شروع ہوا تو وہ مقام موصل میں ابن زیاد کا قصد کرکے چلا۔ ان کی ملاقات خازر میں ہوئی۔ اس کے اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ تھا جس نے رات جاگ کر گزاری اس لیے کہ وہ سونے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو وہ جلدی سے اٹھا اور فوج کو تیار کرکے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے صبح کی نماز بہت ابتدائی وقت میں ہی ادا کر لی۔ اس کے بعد سوار ہو کر ابن زیاد کے لشکر کا مقابلہ کیا، اس کے لشکر میں گھس گیا جب کہ وہ یوں چل رہا تھا یہاں تک کہ وہ ٹیلے کی طرف سے ابن زیاد پر حملہ آور ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حرکت نہیں کر رہا، جب انہوں نے ان کو دیکھا تو جوان ہو کر ان کی طرف بڑھے۔ اس صورت حال میں ابن اشتر ایک گھوڑے پر سوار ہوا تھا جو قبائل کے درمیان چکر لگا رہا تھا اور انہیں ابن زیاد سے قتال پر ابھار رہا تھا۔ یہ کہہ رہا تھا کہ ابن زیاد آپ ﷺ کے نواسے کا قاتل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے پاس پہنچا کر تمہیں اس پر قدرت دی ہے تو اب تمہارے قریب ہے کہ اس سے قتال کرو اس لیے کہ اس نے نواسہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ نہ کیا تھا۔ یہ ابن زیاد قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہے جو ان کے اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہو گیا تھا کہ حضرت حسین، ان کی آل اولاد اس سے پانی نہ پی سکیں۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر جانے سے روکا بلکہ اس وقت کا مطالبہ کرتا رہا کہ وہ ان کو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائے تاکہ وہ آپ کو قتل کر دے۔ تم سب پر لازم ہو گیا ہے کہ تمہیں چاہیے کہ اس سے اپنے سینوں کی شفاء حاصل کرو جب کہ اپنے نیزوں اور تلواروں کو اس کے خون سے سیراب کرو کہ اس نے ہی تمہارے نبی ﷺ کی آل کے ساتھ یہ کیا تھا۔ اس نے بیوت اصحاب کے تعلق [illegible] بہت تکلیف دہ [illegible] تو ابن زیاد اپنے سواروں پیادوں کے ساتھ ایک عظیم لشکر لے کر سامنے آیا۔ اس کے دائیں طرف حصین بن نمیر اور بائیں طرف عمیر بن حباب سلمی تھا۔ اس نے ابن اشتر سے صلح کر لی تھی اور یقین دلایا کہ وہ اس کے ساتھ ہے کل وہ لوگوں کو شکست دے گا۔ ابن زیاد کے گھوڑوں پر شرحبیل بن ذی الکلاع تھا جب کہ ابن زیاد پیادوں کے ساتھ چل رہا

تھا۔ دونوں فریق اس بات پر متفق ہو گئے تو حصین بن نمیر نے اپنی فوج کے ساتھ اہل عراق کی فوج پر حملہ کر کے ان کو شکست دے دی۔ ان کا امیر علی بن مالک جشمی مارا گیا اس کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی نے کمان سنبھال لی وہ بھی قتل ہو گئے۔ عراقی لشکر شکست کھا کر بھاگ رہا تھا (تو) ابن اشتر انہیں آواز دے رہا تھا کہ اے لشکر خدا میرے پاس آؤ میں ابن اشتر ہوں اس نے اپنا خود کھول دیا تا کہ وہ اس کو پہچان لیں پس وہ اس پر قابو پا کر ان پر دوبارہ معاملہ کیا پھر انہوں نے اس سے صلح کر لی۔

اس کے بعد اہل کوفہ کے لشکر نے اہل شام کے لشکر پر حملہ کر دیا اہل شام کا لشکر شکست کھا کر ابن اشتر کے ساتھ مقابل کیا پھر ابن اشتر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کیا وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ ان سے قتال کرنے کے لئے جھنڈے کے پیچھے آ جاؤ۔ ابن اشتر نے اس دن بہت ہی زبردست شمشیر زنی کی وہ جس آدمی پر بھی حملہ کرتا اس کو پچھاڑ دیتا مقتولین بہت زیادہ ہو گئے۔ اہل شام کے لشکر نے بھی بہت ثابت قدمی سے زبردست قتال کیا جس میں نیزے اور تلوار استعمال کئے گئے لیکن ابن اشتر نے ان کے پیچھے سے زبردست حملہ کیا اہل شام کا لشکر اس کے سامنے ہی شکست کھا گیا اور انہیں گھوڑوں کی طرح قتل کرنے لگا اس نے خود وہاں کے ساتھ جو بہادر تھے انہوں نے بھی فوج کا ساتھ دیا عبیداللہ بن زیاد اپنے موقف پر ڈٹا رہا یہاں تک کہ ابن اشتر نے اس کا مقابلہ کر کے قتل کیا لیکن وہ اس کو نہیں پہچانتا تھا ابتداً اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مردوں میں ایک شخص کو دیکھو جس کو میں نے قتل کیا ہے اس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔

وہ ایک جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے کنارے پڑا ہوا تھا لوگ اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عبیداللہ بن زیاد ہے۔ ابن اشتر نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کا سر الگ کیا اور اس کو کوفہ مختار کے پاس کوفہ اہل شام سے فتح و نصرت کی خوشخبری دیتے ہوئے بھیج دیا۔ اہل شام کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اہل کوفہ نے اہل شام کا تعاقب کیا ان میں زبردست قتل و غارت گری برپا کی آخر کار بہت سے غرق ہو گئے اور ان کے قبضہ میں جو مال گھوڑے وغیرہ تھے۔ ان کو مال غنیمت بنا لیا۔

مختار نے اپنے ساتھیوں کو فتح کی خوشخبری خبر آنے سے پہلے ہی دے دی تھی لیکن مجھے یہ بات معلوم نہیں کہ یہ اس کے کہنے پر تھی یا اتفاق سے ہو گئی یا اس کی کوئی جادوگری تھی یا رمل جس کے ساتھیوں نے گمان کیا کہ اس کے پاس وحی آتی ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے اس کا ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے جس نے دین کو اس بات پر برقرار رکھا اس نے بھی کفر کیا لیکن واقدی نے کہا کہ جنگ مقام نصیبین میں ہوئی اس نے غلطی کی ہے کیونکہ جنگ موصل میں ہوئی یہ وہ بات ہے جس کی خوشخبری مختار نے کوفہ میں اپنے ساتھیوں کو خبر آنے کے وقت دی تھی کوفہ سے خوشخبری کے حصول کے لئے نکل پڑا تھا وہ دن آیا جبکہ وہ منبر پر چڑھا اس کے خطبے کے دوران ہی اہل کوفہ کو خوشخبری آ گئی۔

شعبی نے کہا کہ میرے ایک ساتھی نے کہا ہے کہ مختار نے یہ خبر لکھ کر بھیجی میں نے اس سے کہا کہ کیا یہ نہیں تھا کہ جنگ مقام نصیبین میں ارض جزیرہ پر ہوئی حالانکہ وہ تو مقام موصل میں تھا اس نے کہا کہ اللہ کی قسم اے شعبی تو قیس سے لڑنے والا یہاں تک کہ تو عذاب نہ دیکھ لے اس کے بعد لشکر ٹوٹ گیا اس کے نائب ہونے کی وجہ سے جس سے قتال کرتا تھا وہ مصعب بن زبیر کے پاس کوفہ جانے پر آمادہ ہو گیا ان میں سے بعض رہ گئے تھا ابن اشتر نے ایک آدمی کو خوشخبری دے کر ابن زیاد کا سر دے کر بھیج دیا ایک آدمی کو نصیبین کا نائب بنا کر بھیجا خود اسی شہر میں ٹھہرا رہا۔ کچھ عہدیدار موصل بھیجے۔ سنجار اور ان کے علاوہ اس جزیرے کے دوسرے علاقے جن کا یہ مقتول صاحب تھا پر قبضہ کر لیا۔

ابو احمد الحاکم نے کہا کہ سن ۶۶ ہجری میں عاشوراء کے دن عبیداللہ بن زیاد کا قتل ہوا صحیح یہ ہے کہ سن ۶۷ ہجری میں ہوا اور ابن مفرغ نے ابن زیاد کے قتل ہونے پر ابن اشتر کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

تمہارے پاس ایک نڈر کے جوڑ کے جنگجو کے سرداروں میں سے تھا۔ آپ دو دشمنوں کے مقابلہ میں بہادر اور پشت پھیرنے والا نہیں تھا۔ ابن زیاد قوم کے قتل کے بدلے میں ہلاک ہوا ہے جیسا کہ تلوار کی دھار ہم نے اس کے گھوڑے سے گرا دیا ہے جس کی عمر ہے۔ جب کہ ہمارے پاس مقتول کے بدلے قتل ہو گیا۔ قوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے قتل کئے عبیداللہ کے قتل سے پہلے بھاگنے میں مدد دی۔

ابن زیاد کے حالات

اس کا نام عبید اللہ بن زیاد بن عبید ہے جو کہ ابن زیاد ابی سفیان کے نام سے زیادہ مشہور ہے اسے زیاد ابن ابیہ اور ابن سمیہ بھی کہا جاتا ہے یہ اپنے باپ زیاد کے بعد عراق کا امیر تھا اور ابن معین نے کہا ہے اسے عبید اللہ بن مرجانہ بھی کہا جاتا ہے مرجانہ اس کی والدہ تھی اور یہ کہ وہ مجوسیہ تھی اس کی کنیت ابو حفص تھی یہ امیر معاویہ کے بعد دمشق میں رہا اس کا گھر دیماس کے پاس تھا جو کہ اس کے بعد دار ابن عجلان کے نام سے مشہور ہوا اس کی ولادت ۳۹ ہجری میں ہوئی جیسا کہ ابن عساکر نے ابو العباس احمد بن یونس الضبی سے حکایت کی ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں حضرت معاویہ، سعد بن ابی وقاص اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہم سے حدیث بیان کرتے ہوئے ہے جب کہ ان سے حسن بصری اور ابو الملیح بن اسامہ نے روایت نقل کی۔ ابو نعیم الفضل بن دکین نے کہا کہ جب عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اس وقت اس کی عمر ۲۸ سال تھی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اس کی پیدائش ۳۲ ہجری ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن عساکر نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو پیغام بھیجا کہ اپنے بیٹے کو میرے پاس بھیجو جب وہ حضرت کے پاس آئے تو انہوں نے اس سے جس چیز کے بارے میں پوچھا وہ ان کے سوال سے بھی آگے بڑھ گیا۔ پھر آپ نے اس سے ایک شعر کے بارے میں پوچھا تو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تمہیں اشعار کا علم حاصل کرنے سے کس چیز نے باز رکھا اس نے کہا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میرے سینے میں اللہ کے کلام کے ساتھ ساتھ شیطان کا کلام بھی ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت خوب میری بھی صفین کے دن کئی مرتبہ شکست کی وجہ سے ابن الاطنابہ کے یہ شعر جو اس نے کہا ہے کہ میری عفت اور آزمائش نے اور بلند قیمت کے بدلے تعریف لینے نے فقر و فاقہ کے باوجود مال کی بخشش کرنے نے ناپسندیدہ بہادر پر حملہ کرنے نے گھبراہٹ اور خوف کے وقت میرے اپنے نفس سے کہنا کہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ تیری تعریف کی جائے گی یا تو آرام پائے گا ان سب باتوں نے اس بات سے روک دیا کہ میں شکست کا ارادہ کروں اور اس کے بھیجے ہوئے ایک کا تذکرہ کر لیا۔

پھر اس نے اپنے باپ کو لکھا کہ اسے شعر روایت کرواؤ اس نے روایت کیا یہاں تک کہ اس کے مرنے میں اس سے کوئی بات ضائع نہیں ہوئی اس کے شعروں میں بھی یہ ہے کہ شعر جب مرد ابن ابن السماء کی بات کا پتہ چل جائے گا کہ مقابل عزم والا آگے گا تو میں اسی کو تیز کھا کر ہوں گا۔ جب میرے پاس مہمانوں کی آمد ہوتی ہے تو ایسے وقت میں اگر میرے پاس ان گھوڑوں کی سواری کے علاوہ کچھ نہیں تو ذبح کر کے مہمان کا اکرام کرتا ہوں۔

ایک روز حضرت معاویہ نے اہل بصرہ سے زیاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنی خوش آوازی میں خوب ہے انہوں نے کہا کہ (لحن) خوش آوازی اس کی زیادہ مجھ کو اس پر دلالت نہیں کرتی ابن قتیبہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ان کی مراد (لحن) خوش آوازی سے نہیں تھی کیونکہ وہ تو بہت فصیح تھا وہ اس کی بات کو غلط کر دیتا تو عیسیٰ کرتے مرے کہا جاتا ہے کہ گفتگو بہتر ہے جس میں کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے جب کہ بہترین بات وہ ہوتی ہے جس میں غلطی نہ ہو۔

بعض لوگوں نے کہا ان کی مراد (لحن) سے قرآن کریم کی تلاوت میں زبر زیر وغیرہ کی غلطی کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (لحن) سے مراد غلطی کرنا ہے یہی زیادہ بہتر ہے واللہ اعلم۔ حضرت معاویہ نے ان کی سادگی کلام کو پسند کیا۔ وہ اپنے کلام میں کبھی کبھی تہائی اور چوتھائی کا اعتبار بھی کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا ان کی مراد ان کی عدم فصاحت تھی۔ کیونکہ کبھی کلام میں لکنت ہوتی ہے جب کہ اس کی والدہ مرجانہ ایک عجمی تھی وہ کسی بادشاہ کی صاحبزادی تھی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے کلام میں کچھ عجمیت تھی۔ ایک دن اس نے کسی خارجی (مذہب) کو کہا کہ تم حروری ہو، انت؟: (کیا تم حروری ہے) ایک اور کہا: من کان کلمتك قاتلناہ (جو تم سے بات کرے گا ہم اس سے قتال کریں گے) حضرت معاویہ کا اس کے بارے میں یہ قول ہے کہ یہ بات اس کی کم عقلی کی علامت ہے کیونکہ اس کی مراد اطراف سے آنے والا ہے کیونکہ اس نے لشکر کو اپنے ساتھیوں کے خلاف قتال کے لئے بلایا تھا اور اس کی سیاست رعایا کے ساتھ ...

زیاد کی [illegible] کی بہت تعریف کیا کرتے تھے

جب زیاد [illegible] ۵۳ ہجری [illegible] سمرہ بن جندب کو [illegible] کے لئے امیر [illegible] کے بعد [illegible] سمرہ بن جندب کو معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو وہاں کا امیر بنایا پھر اس کو معزول کر کے ۵۵ ہجری میں ابن زیاد کو [illegible] جب یزید خلیفہ بنا تو [illegible] کوفہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں [illegible] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible]

تیرے پاس حاضر ہو جائیں۔ اس کے بعد قرآن ان تینوں باتوں کے علاوہ جس پر چاہو عمل کر سکتے ہو شمر نے اس بات کی موافقت کی جس کا اسے حکم دیا گیا یعنی وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے سامنے حاضر کرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ پس وہ ان کے ہاتھ سے میں فیصلہ کرے یعنی کہ وہ جانتے تھے کہ ابن مرجانہ کیا دیکھتا تھا وہ ایک نا حرام زادہ تھا اور حضور ﷺ کے نواسے کے لئے یہ بات زیبا ہے کہ وہ حرامزادے خبیث کے بیٹے کے پاس حاضر ہوں محمد ابن سعد نے کہا کہ ہمیں الفضل بن دکین و یوسف بن اسماعیل نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبدالسلام بن حرب نے عبدالملک بن کردوس سے انہوں نے حاجب عبیداللہ بن زیاد سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس کے ساتھ محل میں گیا جب حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے اس نے کہا کہ آپ کے چہرے پہ آگ بھڑک گئی یا اسی قسم کی بات کی۔ راوی نے اپنی آستین سے چہرہ کو ڈھانپ کر بتایا کہ اس طرح اس کے چہرے پر آگ بھڑک گئی۔ نیز اس نے کہا کہ کسی سے یہ بات نہ کہنا۔

شریک مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو نے نواسہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا تو کبھی جنت نہ دیکھے گا۔ یزید بن معاویہ جب مر گیا تو اس نے لوگوں سے بصرہ میں عبیداللہ کے لیے بیعت لی یہاں تک کہ لوگ ایک امام پر جمع ہو گئے۔ پھر لوگ اس سے جنگ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔ وہ شام چلا گیا اور مروان سے اتحاد کیا اس کو یہ بات پسند آئی کہ وہ خلافت کا متولی بن جائے اور اسی واسطے لوگوں کو تیار کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تھا کہ ابن قیس نے مخالفت کی اس کے بعد عبیداللہ نے ضحاک بن قیس کے پاس گیا وہاں مسلسل جمعہ جمعہ کے بعد اس کو دمشق۔ مرج راہط تک پیچھے دھکیل دیا اس نے مناسب یہ سمجھا کہ اب لوگوں سے اپنے بیعت لے اور اپنی خلافت دے تو اس نے عبیداللہ کی بات کو پسند کیا اسی وجہ سے مار۔ ضحاک قتل ہو گیا اور مرج راہط میں جو کچھ ہوا بیان ہو چکا ہے کہ ضحاک اور بہت سے لوگوں کو اس کے ساتھ قتل کیا گیا جب مروان حاکم بنا تو اس نے ابن زیاد کو ایک لشکر میں عراق بھیجا تو اس کی اور سلیمان بن صرد کی فوج کی جنگ ہوئی اس نے انہیں شکست دے دی۔ جو اس لشکر کے ساتھ مسلسل کوفہ کی جانب پیش قدمی کرتا رہا راستے میں اہل جزیرہ کے دشمنوں نے مخالفت ڈالی جو کہ ابن زبیر کی فوج میں شامل تھے اس کے بعد قتل ہونے سے ابن الاشتر سات ہزار فوج کا لشکر لے کر اس کے مقابلے کے لئے نکل آیا اگرچہ ابن زیاد کے پاس اس سے بھی کئی گنا زیادہ فوج تھی لیکن اشتر نے اس پر فتح پائی کہ اس کا لشکر تباہ کر دیا ایک بہت بڑی طرح قتل کیا گیا اور خازر کے مقام پر موصل سے پانچ مراحل (فاصلے کی مقدار) زیادہ قریب جگہ ہے۔

ابو احمد الحاکم نے کہا کہ وہ عاشورہ کا دن تھا میں نے کہا کہ یہ وہی دن ہے جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے پھر ابن اشتر نے اس کا سر حصین بن نمیر اور شرحبیل بن ذی الکلاع کا سر اس کے علاوہ اس کے بہت سے سرکردہ ساتھیوں کے سر بھی مختار کے پاس پہنچا دیئے مختار اس سے بہت خوش ہوا۔

یعقوب بن سفیان نے کہا کہ یوسف بن موسیٰ ابن جریر نے یزید بن ابی زیاد سے نقل کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ جب ابن مرجانہ اور اس کے ساتھیوں کے سر مختار کے سامنے لائے گئے تو ایک پتلا سانپ آیا جو کہ ان سروں میں گھس گیا یہاں تک کہ ابن مرجانہ کے منہ میں چلا گیا پھر اس کے نتھنے سے نکل گیا دوبارہ اس کے نتھنے سے داخل ہو کر منہ سے نکلا اس کے بعد سروں کے درمیان چڑھ گیا اس کے سر میں سے گھستا اور نکلتا رہا۔ ترمذی رحمۃ اللہ نے اس کو دوسرے طریقے سے عمدہ الفاظ میں روایت کیا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا واصل بن عبدالاعلیٰ نے ابن ابی معاویہ نے ہم سے نقل کیا ہے اعمش سے انہوں نے عمارہ بن عمیر سے انہوں نے فرمایا کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو وہ رحبہ کی مسجد کے اندر رکھا گیا میں ان سروں کے پاس گیا تو لوگ شور مچا رہے تھے کہ وہ آیا وہ آیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ نمودار ہوا جو سروں کے درمیان سے نکلا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنے میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکل کر غائب ہو گیا اس کے بعد پھر لوگوں نے شور مچایا کہ وہ آیا وہ آیا۔ دو یا تین بار ایسا واقعہ پیش آیا ترمذی رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو سلیمان بن زبر نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سن ۶۶ ہجری میں ابن زیاد اور حصین بن نمیر قتل ہوئے ان کے قتل کا ذمہ دار ابراہیم بن اشتر تھا اس نے ان دونوں کے سروں کو مختار کے پاس بھیج دیا اس نے ان کو ابن زبیر کے پاس روانہ کر دیا ان کے سروں کو مکہ و مدینہ میں لٹکایا گیا حکایت ابن عساکر نے اس طرح کا محمد وغیرہ سے روایت کی ہے یہ واقعہ ۶۶ ہجری میں پیش آیا۔

یہاں تک کہ یہ معاملہ ختم ہو گیا اور کہا گیا کہ وہ دن عاشورہ کا تھا جب کہ انہیں کہا گیا کہ اس بات سے وہ خوش تھے لیکن مشہور بات وہی ہے کہ یہ واقعہ سن ۶۷ھ ہجری میں پیش آیا۔ جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے لیکن اسی سال میں مروان کا حضرت ابن زبیر کے پاس بھیجنا مشکل ہے اس لئے کہ ابن زبیر اور مختار کے درمیان دشمنی پیدا ہو چکی ہو گی تھوڑے ہی عرصے بعد ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو حکم دیا کہ وہ بصرہ سے کوفہ جائیں وہاں مختار کا محاصرہ کر کے اس سے قتال کریں واللہ اعلم۔

مختار بن ابی عبید کا مصعب ابن زبیر اور اہل بصرہ کے ہاتھوں قتل کا تذکرہ

عبداللہ بن زبیر نے اس سال بصرہ کی نیابت سے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی جو کہ قباع کے نام سے معروف تھے معزول ہوئے اس نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو وہاں کا متولی بنا دیا تاکہ وہ مختار کے خلاف ان کے مددگار ساتھی بن جائیں مصعب ابن زبیر بصرہ آئے تو نقاب پوش ہو کر منبر کے قریب پہنچے وہ منبر پر چڑھے تو لوگوں نے کہا کہ امیر امیر، جب اس نے اپنا ڈھاٹا ہٹایا تو لوگوں نے اس کو پہچانا۔ پھر کہا؟ کہ اس کے پیچھے والے سب بیٹھ گئے جب لوگ جمع ہو گئے تو مصعب نے خطابت کرتے ہوئے قصے بیان کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ قرآن پاک کی اس آیت پر پہنچے (ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا) اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا پھر کہا (ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین) اس سے کوفہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا: اے اہل بصرہ تم اپنے امیروں کو لقب دیتے ہو میں نے اپنا لقب الجزار رکھا ہے لوگ جب ان کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے بہت خوش ہوئے جب اہل کوفہ نے مختار سے جنگ کرتے ہوئے شکست کھائی تھی تو اس نے ان پر بہت ظلم کیا تھا بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا ان میں سے کسی کی۔ نہ بچی شکست کھا کر وہ بصرہ کے دروازے سے مصعب کی طرف گئے اور خوشخبری دینے والے غالب ہو گئے کے مرنے والوں سے ملاقات کرنے لگا اس بات کا پابند رہنے والے لشکر کے دشمنوں نے جو کوفہ میں رہ گئے تھے غنیمت سمجھ کر ان سے بھاگ کر اس کے ساتھ دین کی خاطر اپنے بصرہ بھاگ گئے جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور یہ بات کہ وہ علی پر ٹرف مقرر ہو کر آتا ہے جب ابن اشتر نے زیاد کو قتل کیا تو وہ ان کے وفد میں امیر بن کر گیا اس نے شہروں موصل وغیرہ اپنی حکومت میں لے لیا جب مختار کو خبر ہوئی تو مصعب نے اس کی حکومت میں لالچ کی تو محمد بن الاشعث بن قیس کو بھیجا تاکہ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس بھیجو وہ خراسان کا ان کی طرف سے نائب تھا جب وہ بڑا لشکر لے کر آیا تو کثرت مال و اسباب اور بڑے لشکر کے ساتھ آیا اہل بصرہ اس سے خوش ہوئے جب کہ مصعب کو اس سے تقویت مل گئی اور اہل بصرہ کے لشکر اور اہل کوفہ میں سے جس نے اس کی پیروی کی ان کے ساتھ خشکی و سمندری راستے سے کوفہ گئے

مصعب آئے ان کے آگے آگے تمیمی تھا دائیں طرف عمر بن عبیداللہ بن معمر تھا جب کہ بائیں طرف مہلب بن ابی صفرہ تھے۔ امراء کی ان کے طاقتور قبیلوں کے مطابق ترتیب بنائی گئی۔ مالک بن مسمع احنف بن قیس زیاد بن عمرو قیس بن ہیثم وغیرہ وغیرہ مختار اپنے فوجی دستے کے ساتھ میں آیا اس نے اپنے آگے ابو کامل الشاکری کو رکھا جب کہ دائیں طرف عبداللہ بن کامل کو اور بائیں طرف عبداللہ بن وہب الجشمی کو مقرر کیا گھڑ سواروں پر وزیر بن عبداللہ سلولی تھا۔ سواری پیدل فوج پر ابو عمرہ تھا۔

اس نے لوگوں سے خطاب کیا جس میں انہیں نکلنے پر ابھارا اپنے سامنے کوفہ کی جانب بھیجا وہ اس سے بہت سے ساتھیوں کی خوشخبری دیتے ہوئے روانہ ہوئے جب مصعب کوفہ کے قریب پہنچا تو اس کی فوج کو مختار کی فوج سے مڈبھیڑ ہو گئی مصعب کی فوج نے ان پر بہت حملہ کیا مختار کی فوج تھوڑی دیر تک مقابلہ پر ٹھہری لیکن تھوڑی دیر بعد وہ شکست کھا کر کوفہ کی طرف بھاگ گئی ان کے بہت سے امراء مختار کے قتل ہوئے جب کہ بہت سے اصحاب شیعہ بھی مارے گئے اسی طرح جنگ اختتام پذیر ہو گئی۔

راوی نے کہا کہ جب مختار کا معاملہ اس تک آیا تو مصعب نے آ کر دجلہ کو کوفہ تک منقطع کر دیا تو مختار نے بیچ کل میں یہاں اس

کوفہ پر عبداللہ بن شداد کو نگران بنایا گیا تھا اور جو لوگ باقی تھے اس کے ساتھ تھے۔ قلعہ چھوڑ دیا آیا جب لشکر مصعب اس کے قریب آیا تو اس نے ہر قبیلہ کی طرف ایک سواروں کا دستہ بھیجا۔ بکر بن وائل کی طرف سعید بن منقذ کو بھیجا اور عبدالقیس کی طرف مالک بن منذر کو بھیجا، عالیہ کی طرف عبداللہ بن جعدہ کو بھیجا اور ازد کی طرف مسافر بن سعید کو بھیجا، بنی تمیم کی طرف سلیم بن یزید الکندی کو بھیجا، محمد بن الاشعث کی طرف سائب بن مالک کو بھیجا اور اب مختار اپنے بقیہ ساتھیوں سمیت باہر نکل آئے۔ پھر انھوں نے رات تک بڑا سخت قتال کیا۔ مختار کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ گئے اور وہ تنہا رہ گیا۔ اس سے کسی نے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ میں اس سے نہیں نکلا اور میں وہاں موجود رہنا چاہتا ہوں یہاں تک کہ حکم کرے۔ جب پھر وہ محل کی طرف چلے گئے اور محل دار الامارہ میں ہو گیا۔ مصعب نے آ کر قتال کے ٹھہرنے کی جگہ متعین کر کے لوگوں کو ان کی جگہوں میں پہنچا دیا۔ پھر وہ محل کی طرف چلا گیا اور محل کا محاصرہ کر کے پانی کاٹ دیا اور محاصرہ کر لیا۔ مختار باہر نکل کر ان سے جنگ کرتا اور پھر واپس محل کی طرف آ جاتا ہے۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو اس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ محاصرہ ہمارے ضعف میں اضافہ ہی کرے گا۔ ہمارے ساتھ آؤ ہم رات تک ان سے جنگ کریں گے اور عزت کی موت مر جائیں گے۔ اس کے ساتھیوں نے کمزوری دکھائی تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں دشمنوں کو اپنا ہاتھ نہیں دوں گا۔ پھر اس نے غسل کر کے خوشبو لگائی اور وہ اور اس کے ساتھی نکل پڑے اور قتل ہو گئے۔

یہ روایت بھی ہے کہ اس کے تیرہ ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ محل میں داخل ہو جائے پھر وہ ندامت و ملامت کی حالت میں محل کے اندر داخل ہوا۔ حتیٰ کہ جب اس کے متعلق فیصلہ ہوتا تھا۔ پھر مصعب نے ان کا بڑا سخت محاصرہ کیا۔ پیاس کی شدت سے مرے جا رہے تھے۔ ان مصعب سے بچاؤ کا کوئی حیلہ نظر نہیں آتا تھا۔ مختار نے اپنے اس معاملہ پر غور و فکر کیا اور اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ لیکن قضا و قدر کی زبان اور شرعیات واز ا سے خالی تھی۔

قولہ تعالیٰ: قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید [سبا: ۴۹]

پھر اس کے عزم و ارادے نے اسے قوی اور مضبوط کیا اور اپنے حلیفوں اور موالیوں کے ساتھ نکلا۔ غضب، شجاعت اور قتل اس کے ساتھ تھی۔ وہ اپنے آخری سانس تک گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب اس کے لئے کوئی جائے فرار نہ تھی۔ اس کے سب ساتھی اس سے دور متفرق ہو گئے تھے۔ سوائے ۱۹ ساتھیوں کے۔ شاید جب جنگ و تقدیر اور قضا پر مجبور ہوا، فرشتے اس سے الگ ہو گئے۔ ایک موقع پر کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں خدا کی زمین میں کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ انھوں نے کہا کیا اس صورت میں امیر کا حکم ماننا پڑے گا۔

مصعب نے مختار کی ایک جماعت کو قتل کیا۔ اصحاب مصعب میں سے قتال کے دوران محمد بن الاشعث بن قیس اور عمیر بن علی قتل ہوئے۔ مختار کے باقی ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہتھیلی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کاٹ کر مسجد کی جانب لایا گیا اس کو مسلسل وہیں رکھا گیا یہاں تک کہ حجاج کا زمانہ آیا۔ اس نے اس ہتھیلی کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ یہ مختار کی ہتھیلی ہے تو اس نے اٹھانے کا حکم دیا تو وہاں سے ہتھیلی اٹھا لی گئی۔ اس لئے کہ ہاتھ تو کٹ گیا لیکن دل تو جب کذاب بہت مخیر تھا جب کہ حجاج بھی تھا۔ اسی لئے حجاج نے ابن زبیر سے قتال کا اظہار کیا اور ان کو قتل کر دیا اور اپنے ساتھ مصلوب کر دیا۔ مصعب نے مختار کی بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب سے پوچھا اس نے کہا کہ تم اس کے بارے میں وہی کہتی ہوں جو تم کہتے ہو۔ تو چھوڑ دیا۔ پھر دوسری بیوی عمرہ بنت نعمان بن بشیر کو بلایا اس سے پوچھا کہ اس کے بارے میں کیا کہتی ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا۔ اس پر مصعب نے اس کو قید کر دیا اس کے بھائی کو لکھا کہ وہ کہتی ہے کہ وہ نبی ہے۔ اس نے مصعب کو خط لکھا کہ مت نکالو۔ پھر قتل کر دینا۔ اس نے اسے جیل سے باہر نکال کر خوب مارا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ عمر بن ابی ربیعہ المخزومی نے اس کے بارے میں کہا سب سے زیادہ عجیب بات جو کہ میں نے دیکھی ہے وہ ایک حسین و جمیل شریف اور گوری عورت کا قتل کرنا ہے۔ وہ عورت ایسے ہی بغیر جرم کے قتل کر دی گئی۔ اس خوبصورت عورت کی کیا غلطی ہے۔ ہم پر قتل و قتال کرنا لکھا گیا ہے لیکن عورتوں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔

بیہقی نے کہا کہ مجھے محمد بن یوسف نے یہ حدیث بیان کی کہ مصعب نے عبداللہ بن عمر بن خطاب سے ملاقات کی انھیں سلام کیا۔ ابن عمر نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں آپ کا بھتیجا مصعب بن زبیر ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو ہی ہے جس نے اہل قبلہ کا ایک ہی دن میں سات ہزار قتل کر دیا تھا؟ اس وقت کے مطابق زندگی گزارو۔ مصعب نے ان سے کہا کہ یہ کافر و ساحر تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم اگر

بیٹے باپ کی میراث سے ملنے والی کمر بند ان کے برابر کی رہ جاتی تو یہ چوری ہوتی۔

مختار بن ابو عبید الکذاب کے حالات: وہ مختار بن ابو عبید بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف ثقفی ہے اس کے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن زیارت نہیں کر سکے تھے اس لئے اکثر لوگ انہیں صحابہ کرام میں شامل نہیں کرتے تھے لیکن صرف ابن اثیر نے "اسد الغابہ" میں ان کا صحابی ہونے کا تذکرہ کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ عراق کی طرف ۱۳ ہجری میں بھیجا تھا۔ یہ ابو عبید جسر کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے اور ان کی وجہ سے جنگ کو ان کی طرف منسوب کیا گیا اسی مناسبت سے ایک پل مشہور ہے جو کہ دریائے دجلہ پر ہوتا ہے۔

اس لئے آج تک اس پل کو ابو عبید کا پل کہا جاتا ہے اس کی اولاد میں صفیہ بنت ابی عبید بھی تھی جو نیک، عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ عبداللہ بن عمر بن خطاب کی زوجہ تھیں عبداللہ ان سے بہت ہی زیادہ محبت سے پیش آتے تھے یہ ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گئی تھیں البتہ ان کا یہ بھائی مختار شروع میں ناصبی تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شدید بغض رکھنے والا تھا وہ مدائن میں اپنے چچا کے پاس تھا اس کا چچا وہاں کا نائب تھا جب حضرت حسن بن علی مدائن آئے تو وہاں کے لوگوں نے انہیں بے عزت کیا کیونکہ آپ باپ کے قتل کے بعد شام میں حضرت معاویہ سے قتال کرنے جا رہے تھے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب سے غداری محسوس کی تو وہاں سے بھاگ کر مدائن ایک چھوٹی سی جماعت میں چلے گئے مختار نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں تو آپ ان کے نزدیک ایک عمدہ مرتبہ پائیں گے اس کے چچا نے کہا کہ بہت برا کام کرنے کا تو مجھے اے بھتیجے کہہ رہا ہے یہاں کے بعد شیعان سے مسلسل بغض رکھتے رہے یہاں تک کہ مسلم بن عقیل بن ابی طالب کے واقعہ میں جو کہ کوفہ کے امراء میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہنے لگا کہ میں اس کی ضرور مدد کروں گا یہ بات ابن زیاد تک پہنچ گئی اس نے سو کوڑے مار کر اسے قید کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے یزید بن معاویہ کے پاس اس کے معاملے میں سفارش کرنے بھیجی پھر ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا تو اسے چھوڑ دیا اور اسے ایک چوغہ میں حجاز بھیج دیا تو مکہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور ان کے ساتھ اس وقت قتال میں شریک ہوا جب اہل شام نے محاصرہ کر کے ان سے سخت قتال کیا تھا پھر مختار کو اہل عراق کے جو حالات تھے ان کے خراب ہونے کے بارے میں پتہ چلا تو ابن زبیر کو چھوڑ کر ان کی طرف چلا گیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے ابن زبیر سے کہا کہ وہ اس کے واسطے ایک تحریر لکھ دیں جو کہ اہل کوفہ کی جانب گورنر مقرر ہو۔ تو انہوں نے اسے لکھ دی اس لئے وہ وہاں چلا گیا۔ وہ لوگوں کے سامنے تو ابن زبیر کی مدح کرتا تھا لیکن پیٹھ پیچھے برا بھلا کہتا تھا محمد بن حنفیہ سے محبت کرتا تھا اور انہی کی طرف دعوت دیتا تھا وہ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ وہ کوفہ میں غالب آ گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام لینے میں کامیاب ہو گیا اسی وجہ سے شیعوں کی بہت بڑی جماعت اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جب ابن زبیر کے عامل نے اس کو وہاں سے نکال دیا تو کوفہ کی حکومت اس کو مل گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک افواہ یہ پھیلائی جس میں اس سے معصومیت کی ان پر یہ اعلان کیا کہ اس کے پاس جبرئیل آتا ہے۔ وہ کوفہ سے نکل گیا اب تھا اور ابن زبیر کی بات نہیں سمجھا کیونکہ وہ پس پردہ محمد بن حنفیہ کی طرف بلایا کرتا تھا۔ ظاہر میں بھی انہی کی دعوت دیتا تھا پھر اس نے ان لوگوں کو جو حضرت حسین اور جو معرکہ کربلا میں موجود تھے ان کو ابن زیاد کے لشکر کی طرف بھیجا ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کیا ان میں سے کئی امراء کا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہوا جیسے عمر بن سعد بن ابی وقاص جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا یہ اس لشکر کا امیر تھا دوسرا شمر بن ذی الجوشن جو ان ہزار لوگوں کا امیر تھا جن کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار بنایا گیا تھا تیسرا سنان بن انس، چوتھا خولی بن یزید الاصبحی وغیرہ وغیرہ۔ وہ مسلسل لگا رہا یہاں تک کہ اس نے ابراہیم بن الاشتر کو دو ہزار کے لشکر میں بھیجا۔ تقریباً بیس ہزار سے جو کہ ابن زیاد کے مقابلہ پر بھیجا جب ابن زیاد کی [illegible] پہلے سب سے بڑے لشکر کی تعداد تو اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ تقریباً [illegible] ہزار تھا لشکر [illegible] بن الاشتر نے ابن زیاد کو قتل کر دیا اس کے [illegible] مال غنیمت [illegible] کتاب [illegible] کے پاس [illegible] بہت خوش ہوا [illegible]

کے علاوہ اور جو امراء تھے ان کے سر بھی سب ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیئے ابن زبیر نے حکم دیا تو ان کو مکہ کے حجون میں نصب کر دیا۔

آپ سے پہلے وہ مدینہ میں نصب کئے گئے تھے تو مختار بادشاہ سے مطمئن ہو گیا تھا اب اس کو یہ گمان تھا کہ بادشاہ کے دن میں اس کی دشمنی غالب تھی لیکن جب ابن زبیر کو اس کے مکر و فریب کی روش کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی مصعب کو عراق کا امیر بنا کر بھیجا اس وقت اپنے لشکر کے مجموعے کے ساتھ بصرہ جا رہا تھا ابھی ان کی خوشیاں مکمل نہیں ہوئی تھیں یہاں تک کہ مصعب بن زبیر بصرہ سے ایک عظیم لشکر لے کر اس تک پہنچ گئے انہوں نے اس کو قتل کر کے اس کا سر کاٹا جب کہ اس کی ہتھیلی کو مسجد کے دروازے پر لٹکانے کا حکم دیا۔ مصعب نے مختار کا سر ایک پولیس والے کے ہمراہ دیا کہ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا۔ وہ مکہ کے بعد کہ پہنچا تو دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر تسبیح پڑھ رہے تھے وہ مسلسل عصر تک تسبیح پڑھتے رہے اس قاصد کی طرف متوجہ نہ ہوئے جو مختار کا سر لے کر آیا تھا بالکل متوجہ نہ ہوئے جب عصر کا وقت قریب آیا تو وہ نماز کے لئے آئے جبکہ قاصد نے امیر المومنین کو خط دیا تھا انہوں نے پوچھا کہ قاصد کیا ہے؟ امیر المومنین میرے لئے کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو مسجد کے دروازے پر ڈال دو۔ وہ ڈال کر آنے کے بعد کہنے لگا کہ مجھے میرا انعام دیجئے امیر نے کہا کہ تیرا انعام یہ ہے جس کو تو لے کر آیا ہے اب اس کو ساتھ لے کر واپس چلے جاؤ۔

اس کے بعد مختار کی دولت ایسے ختم ہوئی جیسے کہ کبھی تھی ہی نہیں، اسی طرح ساری حکومتیں بھی ختم ہو گئیں مسلمان اس کی حکومت کے خاتمہ پر خوش ہو گئے کیونکہ یہ شخص اصل میں سچا نہیں تھا بلکہ جھوٹا تھا یہاں تک کہ یہ دعویٰ بھی کرتا تھا کہ اس کے پاس جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی آتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن نمیر نے روایت کی انہیں عیسیٰ القاری، ابو عمیر بن سعدی نے بتایا کہ رفاعہ القتبانی نے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ میں ایک دن مختار کے پاس پہنچا تو وہ مجھے ایک تکیہ پیش کرتے ہوئے بولا اگر میرا بھائی جبرائیل نہ ہوتا تو میں اس سے اٹھ جاتا اور تجھے پیش کر دیتا قتبانی نے کہا کہ میں نے چاہا کہ اسے قتل کر دوں تو وہ حدیث یاد آئی کہ جو بھی مومن کسی مومن کو اس کی جان کی امان دیدے پھر اسے قتل کر دے تو میں اس سے بری ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید القطان نے یہ حدیث بیان کی انہیں حماد بن سلمہ نے انہیں عبدالملک بن عمیر نے انہیں رفاعہ بن شداد نے حدیث سناتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک دن مختار کے سر پر کھڑا تھا کہ میں نے اس کے جھوٹے ہونے کو پہچان لیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنی تلوار سونت کر اس کو قتل کر دوں تو اس نے وہی سابق حدیث سنائی کہ مجھے عمرو بن الحمق نے یہ حدیث سنائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو اس کی جان پر امن دے دے پھر اسے قتل کر دے تو قیامت کے دن غداری کا جھنڈا دیا جائے گا امام نسائی اور ابن ماجہ نے اسے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے البدایہ کے الفاظ ان الفاظ سے ملتے جلتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی آدمی کو اس کے خون پر امان دی پھر اسے قتل کر دیا تو قاتل سے بری ہوں گا اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ مختار یہ کہتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان بھی اپنے دوستوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں مختار کے پاس آیا تو اس نے میرا اکرام کیا مجھے اپنے پاس ٹھہرایا اس نے بستر بچھایا میں رات میں رہا [illegible] صبح کو عکرمہ سے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ لوگوں کو حدیث بیان کرو اس نے کہا کہ میں جب نکلا تو ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [illegible] دوسری جگہ فرمایا "وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا" عکرمہ نے کہا کہ وہ مجھے اور مجھ سے لگے میں نے کہا کہ تمہیں کیا [illegible] [illegible] مجھے چھوڑ دو [illegible] کے ساتھ [illegible] اس کے علاوہ بھی [illegible] روایت کی گئی ہے۔

طبرانی نے [illegible] سے روایت کی ہے کہ [illegible] کے پاس آئے تو اس سے کہا کہ [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔

بلکہ اللہ اور رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن یوسف نے ابن عون الصدی

الاصل سے کہ حجاج بن یوسف حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس آیا بعد اس کے کہ اس نے ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو قتل کر کے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا تھا اس نے کہا کہ تیرے بیٹے نے اللہ کے گھر میں الحاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دردناک عذاب چکھایا اور اس کے ساتھ بہت سختی برتی ہے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا۔ تم نے جھوٹ کہا ہے وہ تو اپنے والدین کا فرمانبردار تھا بہت روزے رکھنے والا اور قیام کرنے والا تھا اور اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ عنقریب ثقیف سے دو آدمی نکلیں گے جن میں سے دوسرا پہلے سے بھی زیادہ شریر ہو گا وہ مبیر ہے امام احمد رحمۃ اللہ نے اسی مفہوم کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ نے بھی اس کی تخریج اپنی صحیح میں کتاب الفضائل کے اندر اس طرح کی ہے کہ عقبہ بن مکرم العمی نے کہا کہ ہمیں روایت کی یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے انہیں اسود بن شیبان نے انہیں ابونوفل نے انہیں ابی عقرب نے [illegible] ہے انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ثقیف میں جھوٹے اور مبیر ہوں گے حدیث میں ایک لمبا قصہ ہے مگر جو کچھ حجاج کے قتل کے بارے میں ہے حضرت اسماء کے ہاں عبداللہ کی پیدائش سن ۲ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ امام بیہقی نے حدیث دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے۔ علماء نے ذکر کیا کہ کذاب وہی مختار بن ابی عبید تھا کہ جو شیعیت کو ظاہر کرتا اور باطن میں کاہن تھا۔ اس نے خباثت میں ایک بات یہ بھی کہی کہ آسمان سے وحی آتی ہے البتہ یہ معلوم نہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں اس کے لئے کرسی بنائی گئی تھی اس کی تعظیم کی جاتی تھی کہ جب لشکر میں جاتا تو کرسی کی سواری کرتا تھا وہ اس کرسی کو اس تابوت کے مشابہ قرار دیتا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے مسلمانوں کو راحت پہنچائی جب کہ اس نے دوسرے ظالم سے انتقام لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون" [illegible] قتال کرنے والا دوسرا حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ جو کہ عبدالملک بن مروان کے بعد عراق کا نائب تھا۔ جس نے عراق کو مصعب ابن زبیر سے چھینا تھا جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔

واقدی نے بتایا کہ مختار مسلسل ابن زبیر کی حمایت کرتا رہا یہاں تک کہ مصعب ابن زبیر سن ۶۷ ہجری کے شروع میں بصرہ آئے تو اس نے مخالفت ظاہر کر دی مصعب ابن زبیر اس پر حملہ کرنے گئے اس سے قتال کیا مختار کا لشکر تقریباً ۲۰۰۰۰ جوانوں پر مشتمل تھا ایک دستہ نے حملہ کر کے شکست دیدی لیکن مختار کا لشکر ثابت قدم نہ رہ سکا کیونکہ اس کے آدمی مختار کو چھوڑ کر مصعب کے پاس جانے لگے اس سے ان کے بھائیوں کا ناحق خون کا انتقام لینے لگے جب مختار نے یہ منظر دیکھا تو وہ قصر الامارہ میں بھاگ گیا اور پھر مصعب ابن زبیر نے چار ماہ تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ پھر اسے ۱۴ رمضان سن ۶۷ میں قتل کیا۔ اس کی عمر اس وقت تقریباً ۶۷ سال تھی۔

فصل

جب مصعب ابن زبیر عراق میں مستقر ہو گئے تو انہوں نے ابراہیم بن اشتر کو پیغام بھیجا کہ وہ میرے پاس آ جائے۔ بعد میں عبدالملک بن مروان نے اسے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آ جاؤ۔

ابن الاشتر اپنے معاملے میں حیران تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ وہ ان میں سے کس کے پاس چلا جائے ان کا اتفاق نہ ہو سکا تو قوم نے پوچھا تو ابن اشتر مصعب ابن زبیر کے پاس گیا تو انہوں نے اس کا خوب اعزاز و اکرام کیا بہت احترام سے اس کو رکھا۔ مصعب نے مہلب بن ابی صفرہ کو موصل، جزیرہ، آذربائیجان اور آرمینیہ بھیجا۔ وہ جب عبداللہ بن عبید تک بصرہ سے نکلا تو وہاں کے خلیفہ تھے پھر کوفہ میں اقامت پذیر رہے [illegible] یہ سال ختم ہونے نہ پایا تھا کہ ان کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کو [illegible] [illegible] فی الفطرت [illegible] الامارت [illegible] جب وہ گئے [illegible] طرح [illegible]

نہ پکڑ لے میں وہ امور معاملات میں ضرورت سے زیادہ تیزی دکھاتا واقع ہوا تھا احنف نے عبداللہ بن زبیر کو خط بھیج کر ان کے بیٹے کو معزول کرا دیا۔ پھر ان سے بھائی مصعب کو دوبارہ کوفہ کا والی بنا دیا حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بصرہ کے مال سے بہت سا مال لے کر گیا تو اسے مالک بن مسمع مل گیا اس نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی عطیات سے لے کر جانے نہیں دیں گے تو عبیداللہ بن عمر اس مال کے ضامن بن گئے اس لئے مالک بن مسمع نے حمزہ کو چھوڑ دیا جب حمزہ مدینہ آیا تو بجائے باپ کے پاس مکہ نہیں گیا بلکہ مدینہ میں رک گیا تھا۔ اس نے سارا مال لوگوں کے پاس امانت رکھوا دیا۔ سب لوگوں نے اس کے مال کی امانت میں خیانت کی اور انکار کر دیا البتہ اہل کتاب کا ایک آدمی تھا جس نے خیانت نہیں کی اس نے امانت واپس کر دی جب اس کے باپ کو اس کی حرکت کا پتہ چلا تو کہا اللہ تعالیٰ اسے دور کرے میں نے سوچا تھا کہ بنی مروان پر فخر کروں لیکن وہ پیچھے رہ گیا ابومخنف نے ذکر کیا کہ حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بصرہ کا پورے ایک سال تک والی رہا۔

ابن جریر نے کہا کہ اس سال لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی قیادت میں حج کیا ان کے بھائی مصعب کوفہ کے عامل تھے جب کہ ان کے بیٹے حمزہ بصرہ کے عامل تھے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ بصرہ بھی مصعب کو دے دیا گیا تھا خراسان اور اس طرف کے دیگر ممالک میں ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن خازم السلمی امیر تھے اور شام پر عبدالملک کا قبضہ تھا۔

اس سال وفات پانے والوں میں الولید بن عقبہ بن ابی معیط وغیرہ ہیں جن کا ذکر ہماری کتاب التکمیل [illegible] کے مصنف نے اس سال بے شمار افراد کی [illegible] کئے گئے جن کے ذکر سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

ابتداء سن ۶۸ ہجری

اس سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ بصرہ کی امارت عطا کر دی تو اس نے وہاں آ کر بصرہ کا نظام سنبھال لیا اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو کوفہ کا خلیفہ بنایا۔ جابر بن اسود الزہری کو مدینہ کا والی مقرر کیا عبدالرحمٰن بن حاطب کو وہاں سے معزول کیا اس نے کہ اس نے سعید بن المسیب کو کوڑے لگائے تھے کیونکہ انہوں نے یہ چاہا تھا کہ ابن زبیر کی بیعت سے رک جائیں تو انہوں نے اس سے انکار کیا اس پر عبدالرحمٰن نے انہیں کوڑے لگائے لیکن ابن زبیر نے اسے معزول کر دیا اس سال [illegible] المصطلق نے اپنے شہر میں انتقال کیا اس سال جنگ ازارقہ ہوئی اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ مصعب نے فارس کے مہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف سے معزول کر دیا تو وہ ان پر غالب آ گیا تو اس کے بعد اس نے عمر بن عبیداللہ کو متولی بنا دیا مہلب الازارقہ پر غالب تھا۔

جب عمر بن عبیداللہ بن معمر کو متولی بنا دیا گیا تو انہوں نے ان سے انتقام لیا۔ عمر بن عبیداللہ نے ان سے قتال کیا ان پر خوب [illegible] ان کی جمعیت بکھر گئی اور وہ اپنے امیر زبیر بن ماحوز کے ساتھ تھے وہاں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک پہاڑ کے پیچھے چھپ گئے۔ عمر بن عبیداللہ نے ان کا تعاقب کیا ان سے زبردست قتال کیا ان کے بیٹے کو قتل کیا پھر ان کے خلاف دوسری مرتبہ کامیابی حاصل کی اس کے بعد وہ بھاگ کر بلاد اصبہان اور اس کے اطراف میں پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے قوت حاصل کر لی ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی پھر انہوں نے بصرہ کا رخ کیا [illegible] شہروں سے [illegible] عمر بن عبیداللہ بن معمر کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جب مصعب نے ان کے آنے کی اطلاع پائی تو وہ لوگوں کے درمیان سوار ہو کر [illegible] ان کے مقابلے پر [illegible] جب عمر بن عبیداللہ [illegible] کے تعاقب میں روانہ [illegible] مصعب [illegible] [illegible] [illegible]

بھاگ گئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے تو کوفہ میں ان کا تعاقب کیا اور لوگ گزرتے ہوئے اصفہان تک پہنچ گئے لیکن ان سے دور رہے قتال نہیں کیا پھر دوبارہ آئے عتاب بن ورقاء کا شہر جی میں ایک ماہ تک محاصرہ کیا یہاں تک کہ ان پر تنگی ہو گئی تو انہوں نے ان کے ساتھ قتال کیا تو وہ بھاگ گئے اور ان کا امیر زبیر بن ماحوز بھی قتل کر دیا۔ ان کے لشکر میں جو کچھ تھا سب غنیمت ہو گیا۔ خوارج قطری بن الفجاءۃ کی امارت پر متفق ہو گئے۔ پھر وہ شیراز چلے گئے۔ مصعب ابن زبیر نے مہلب ابن ابی صفرہ کو خط لکھا جب وہ موصل میں تھا کہ خوارج سے قتال کرنے کے لئے آؤ کیونکہ وہ ان سے قتال کرنے میں سب سے زیادہ بابصیرت تھا مصعب کی جگہ موصل میں ابراہیم بن اشتر کو مقرر کیا۔ اس نے مہلب کو بھیجا اور آتے ہی اس نے خوارج سے شدید قتال کیا۔

ابن جریر نے کہا کہ اس سال شام کے شہروں میں بہت شدید قحط سالی ہوئی تھی۔ تو سخت قحط کی وجہ سے وہ کسی غزوہ کے لئے نہ نکل سکے اور قحط کی وجہ سے قتال پر قادر نہ تھے۔ ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ اس سال عبیداللہ بن حر قتل ہوا اس کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ بہادر آدمی تھا حالات کے پیش نظر اس نے قتل کے بدلے میں اس کا مال لیا یہاں تک کہ وہ مدائن پہنچ گیا اور اہل کوفہ ان پر حملہ کرتے تھے۔ وہ مختار وغیرہ کی جماعت کے امیر کے پاس سے گزرتا تو ان کے بیت المال میں سے جو کچھ ملتا لے لیتا پھر اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیتا۔ پھر خلفاء اور امراء اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے اور وہ انہیں شکست دے دیتا یہاں تک کہ مصعب بن زبیر اور اس کے لشکر عراق سے اس کے مقابلہ پر پہنچ گئے پھر وہ عبدالملک بن مروان کے پاس چلا گیا جو لشکر پر مشتمل تھا اور کوفہ جا کر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا جب لشکر وہاں تک پہنچنے والے تھے۔ اس نے اپنے بھائیوں کو پیغام بھیجا تو وہ نکل گیا اس نے امیر کوفہ الحارث بن عبداللہ کو بتا دیا اس نے اس کے مقابلہ پر ایک لشکر بھیجا جس نے اسے قتل کر دیا اس کا سر کاٹ کر لے جایا گیا اس کے بعد بصرہ لے جایا گیا اس طرح لوگ اس سے مطمئن ہو گئے۔

ابن جریر نے کہا کہ اس سال وقوف عرفہ کے دوران چار مختلف جھنڈے تھے جن میں سے ہر ایک دوسرے کے تابع نہیں تھا۔ ایک محمد بن الحنفیہ اور ان کے ساتھیوں کی جماعت تھی، دوسری نجدہ حروری اور اس کے ساتھیوں کی جماعت تھی، تیسری بنی امیہ کی جماعت تھی، چوتھی عبداللہ بن زبیر کی جماعت تھی۔ سب سے پہلے اپنی جماعت کو آگے کرنے والا ابن حنفیہ تھے دوسرے نمبر پر نجدہ تیسرے نمبر پر بنی امیہ سب سے آخر میں عبداللہ بن زبیر تھے۔ لوگ بھی انہی کے ساتھ روانہ ہوتے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ابن زبیر کے آگے بڑھنے کا انتظار کرتے تھے جب انہوں نے آگے روانگی میں بہت دیر لگا دی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تاخیر کرنے میں جاہلیت کے لوگوں کی طرح ہیں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو عبداللہ بن زبیر بھی آگے بڑھ گئے اس سال لوگ آپس میں قتال سے باز رہے یہاں تک کہ ان کے درمیان کوئی جنگ اس سال نہیں ہوئی۔

اس سال مدینہ کے نائب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے جابر بن الاسود بن عوف زہری تھے جب کہ کوفہ و بصرہ میں ان کے بھائی مصعب تھے اور شام و مصر میں عبدالملک بن مروان تھے۔ واللہ اعلم

اس سال وفات پانے والے

عبداللہ بن یزید انصاری جو کہ صحابہ میں سے تھے عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث، عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب عدوی یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تھی۔ تقریباً ستر سال کی عمر میں مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت الانصاری، عدی بن حاتم، عبداللہ بن سعد بن سرح ابو سریحہ الغفاری یہ عظیم صحابی تھے پہلے کوفہ میں رہائش تھی پھر قرقیسیا میں رہے۔ زید بن ارقم یہ بھی عظیم صحابی تھے۔

اسی سال حبرالامۃ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مفسر قرآن اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے وہ بھی انتقال فرما گئے

[illegible]

وہ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ابوالعباس ہاشمی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] جماعت سے [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ [illegible] فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ [illegible] سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے [illegible] فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو [illegible] میری ختنہ [illegible] محکم [illegible] انہوں نے کہا مفصل۔

اور ابو داؤد طیالسی نے شعبہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے [illegible] کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو میں پندرہ سال کا تھا [illegible] امام مالک نے زہری سے روایت کی [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ سے [illegible] فرمایا [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ [illegible]

کے لئے دعا کرتے انہیں اپنے قریب رکھتے تھے کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرے واسطے ایک اچھی دعا کرتے ہوئے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اور تیرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین میں فقاہت عطا فرمائے اور تاویل کا علم بھی عطا کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور اس سے برکت اور علم پھیلائے بھی دے۔ حماد بن سلمہ نے عثمان بن خثیم سے نقل کیا انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل (نہانے) کا پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کہ کس نے رکھا انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن عباس نے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو علم تاویل اور دین میں فقاہت عطا فرمائے۔ اس روایت کو ابن خثیم وغیرہ سے بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن بکر سہمی نے ابو یونس سے انہیں عمرو بن دینار نے کہ کریب نے بیان کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے پاس رات کے آخری حصہ میں آیا آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ کر اپنے برابر میں کھڑا کر لیا۔ جب آپ نماز پڑھنے لگے تو میں پیچھے ہٹ گیا آپ نے نماز پڑھ لی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا بات ہے میں نے تمہیں برابر میں کھڑا کیا تو تم پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کے لئے مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر میں کھڑا ہو۔ حالانکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ نے آپ کو بہت عطا کیا ہے میں نے آپ ﷺ کو تعجب میں ڈال دیا تو آپ نے میرے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ میری سمجھ اور علم میں زیادتی فرمائے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو دیکھا تو سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ اٹھے نماز پڑھائی لیکن وضو دوبارہ نہیں فرمایا۔

امام احمد وغیرہ نے فرمایا کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے حدیث بیان کی انہیں ورقاء نے انہوں نے کہا کہ میں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے سنا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے ان کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب وہ نکلے تو پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ کہا ابن عباس نے رکھا ہے تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے دین میں فقاہت اور تاویل کا علم عطا فرمائے۔ ثوری وغیرہ نے لیث سے روایت نقل کی انہوں نے ابو جہضم موسیٰ بن سالم سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا آپ ﷺ نے ان کے بارے میں حکمت کی دعا بھی فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ دو دفعہ حکمت کی دعا فرمائی دارقطنی نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حمزہ بن قاسم ہاشمی نے انہیں عباس بن محمد نے انہیں مصعب بن ابی مالک نخعی نے انہیں ابو اسحاق نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا جب کہ وہ آپ ﷺ نے میرے واسطے حکمت کی دعا فرمائی پھر کہا کہ ابو اسحاق اسے عکرمہ سے نقل کرنے میں منفرد ہیں۔ ابو مالک نخعی عبدالملک بن حسین ان سے نقل کرنے میں منفرد ہیں (فرمایا کہ ابو اسحاق احادیث کے بیان کرنے میں قریب قریب ہے)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم نے انہیں خالد نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چمٹا کر دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے۔

امام احمد نے اسماعیل بن علیہ سے بھی روایت کی انہوں نے خالد الحذاء سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکمت عطا فرمائے۔ بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے بھی حدیث خالد کو روایت کیا ہے وہ ابن مہران الحذاء ہے جو عکرمہ سے اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہمیں ابو سعید نے حدیث بیان کی انہیں سلیمان بن بلال نے انہیں حسین بن عبداللہ نے عکرمہ سے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا (یا اللہ ابن عباس کو حکمت اور علم تاویل عطا فرما) اس حدیث کے بیان کرنے میں امام احمد منفرد ہیں۔ اسی جیسی حدیث کو عکرمہ سے بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے بہت سے طریقوں سے بھی ہیں جنہوں نے

عکرمہ سے مرسل بیان کیا ہے لیکن متصل روایت ہی صحیح ہے۔ اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت سے تابعین نے روایت کیا ہے امیر المومنین مہدی کے طریق سے بھی مروی ہے انہوں نے نقل کیا اپنے والد صاحب سے انہوں نے اپنے دادا سے ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب کی تعلیم دے اور دین کا فقیہ بنائے۔

ابو احمد بن عسال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو کامل اور عفان ابن مسلم ان دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد نے ان سے بیان کی عمار بن عمار نے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس موجود تھا اس وقت آپ سے ایک آدمی مناجات کر رہا تھا عفان نے کہا آپ اس وقت گویا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اعراض کر رہے تھے تو ہم وہاں سے چلے آئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے چچا زاد بھائی کو دیکھا کہ مجھ سے اعراض کر رہا ہے۔ میں نے کہا اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی چپکے سے سرگوشی کر رہا تھا عفان نے کہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہاں کوئی آدمی تھا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تھا۔ تو وہ واپس گئے وہاں جا کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے پاس کوئی شخص تھا کیونکہ عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس کوئی شخص اس وقت سرگوشی کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے عبداللہ کیا تو نے اسے دیکھا تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے حدیث مہدی میں الفاظ کا اضافہ ہے روایت کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تیری آنکھوں نے صحیح دیکھا تھا۔ وہ تمہاری طرح ہوا تھا یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی دوسری صفت

اس کو روایت کیا ہے کہ قتیبہ نے دراوردی سے انہوں نے ثور بن یزید سے انہوں نے موسیٰ بن میسرہ سے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا وہاں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا تو لوٹ آئے۔ آپ ﷺ سے اس آدمی کی وجہ سے بات نہ کر سکے حضرت عباس آپ سے بعد میں ملے تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو آپ کے پاس بھیجا تھا تو اس نے آپ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا اس کی وجہ سے وہ آپ سے بات کرنے پر قادر نہ ہو سکا اس لئے میرے پاس لوٹ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا جان جانتے ہیں کہ وہ آدمی کون تھا انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے بتایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے تیرے بیٹے کی موت نابینا ہونے سے پہلے نہیں آئے گی اس کو علم بھی دیا جائے گا سلیمان بن بلال نے ثور بن یزید سے اسی طرح روایت کی ہے اس حدیث کی دوسری سند بھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث کی بنیاد ان میں سے کچھ بہت زیادہ بے اصل ہیں اس لئے ہم نے بعض کی احادیث ذکر نہیں کیں ہیں جن کو ذکر کرنے کے بعد تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی۔

امام بیہقی نے فرمایا کہ ابو عبداللہ الحافظ ابو عبداللہ بن حسن القاضی بمرو نے بتایا کہ ہمیں حدیث بیان کی الحارث بن محمد نے انہیں یزید بن ہارون نے انہیں جریر بن حازم نے انہیں یعلیٰ بن حکیم نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ ﷺ انتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا کہ آؤ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ سے سوالات کر لیں گے اس لئے کہ آج وہ بہت زیادہ ہیں اس نے کہا تعجب ہے اے ابن عباس کیا تیرا خیال ہے کہ لوگ تمہارے محتاج ہوں گے حالانکہ لوگوں میں بڑے بڑے صحابہ کرام موجود ہیں۔ فرمایا کہ اس انصاری آدمی نے اس بات کو چھوڑ دیا جب کہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرنے میں مشغول ہو گیا جب مجھے یہ بات پہنچتی کہ فلاں آدمی کے پاس حدیث ہے تو میں اس کے در پر جاتا وہ آرام کر رہا ہوتا تو میں اپنی چادر اس کے دروازے پر بچھا کر بیٹھ جاتا۔ تیز ہوا میرے چہرے پر مٹی اڑاتی رہتی۔ جب وہ شخص باہر آتا مجھے دیکھتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی آپ یہاں کیسے آئے مجھے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں آ جاتا میں کہتا کہ نہیں بلکہ اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ

وہ آپ کے پاس آئے گا میں اس سے حدیث پوچھتا۔ فرمایا کہ وہ انصاری آدمی زندہ رہا یہاں تک کہ انہوں نے دیکھا کہ میرے گرد لوگوں کا مجمع لگتا ہے اور مجھ سے سوالات کرتے ہیں تو جناب وہ آدمی کہتا ہے کہ ابن عباس مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ محمد بن عبداللہ الانصاری نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عمرو بن علقمہ نے انھیں ابو سلمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کا زیادہ علم انصار کے اس قبیلہ میں پایا میں ان لوگوں کے دروازے پر بیٹھ جاتا تھا میں اگر ان سے اجازت لینا چاہتا تو مجھے مل جاتی لیکن میں ان کی اجازت (طلب نہ کرتا) ان کے دل کی خوشی کے لیے ایسا کیا۔ محمد بن سعد نے کہا مجھے یزید بن ہارون نے خبر دی کہ مجھے حدیث بیان کی قدامہ بن موسیٰ نے انھیں ابو سلمہ حضرمی نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ مہاجرین و انصار سے علم حاصل کیا میں ان سے آپ ﷺ کے غزوات کے بارے میں اور جو کچھ اس بارے میں قرآن شریف میں نازل ہوا پوچھا کرتا تھا میں جس کے پاس بھی جایا کرتا تو وہ خوش ہو کر میرے پاس خود آجاتا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کی وجہ سے تھی ایک دن میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے لگا کہ کتنا قرآن پاک مدینہ میں نازل ہوا ہے (ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہت گہرے علم کے حامل تھے) انہوں نے فرمایا کہ ستائیس سورتیں مدنی ہیں باقی سارا مکی ہیں۔ امام احمد نے کہا عبدالرزاق سے نقل کرتے ہوئے انھیں معمر نے نقل کرتے ہوئے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا زیادہ تر علم تین آدمیوں سے تھا (۱) حضرت عمر (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک مسئلے کے بارے میں آپ ﷺ کے تیس صحابہ کرام سے سوال کیا۔ مغیرہ نے شعبی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تمہیں یہ علم کیسے حاصل ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ زیادہ سوال کرنے والی زبان اور عقلمند دل کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مشائخ صحابہ کے ساتھ ابن عباس کو مجلس میں بٹھایا کرتے تھے ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ترجمان القرآن ہیں جب وہ آتے تو حضرت عمر فرماتے کہ یہ جوان زیادہ سوال کرنے والا اور عقلمند دل والا آ پہنچا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر نے صحابہ کرام سے (اذا جاء نصر اللہ والفتح) کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو بعض خاموش ہو گئے بعض نے جواب دیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند نہ آیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں آپ ﷺ کے انتقال کی خبر دی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے بارے میں میں بھی اتنا ہی جانتا ہوں جتنا آپ جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مراد یہ تھی کہ ان کے نزدیک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عظیم الشان علم و فہم میں ان کا درجہ بلند تھا اسی لیے ان کو اہل بدر میں قریب بٹھایا۔ حضرت عمر نے ان سے ایک مرتبہ شب قدر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے پہچانا کہ وہ ستائیسویں شب ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو صحیح قرار دیا اور ان کی تعریف کی جیسا کہ ہم تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں۔

حسن بن عرفہ نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن یمان نے انھیں عبدالملک بن ابی سلیمان نے انھیں سعید بن جبیر نے انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ نے ابن عباس سے فرمایا کہ تم نے ایسا علم حاصل کیا ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ واقدی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے فرمایا کہ تم ہمارے جوانوں میں بہترین عقل مند اور کتاب اللہ کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہو۔ مجالد نے شعبی سے اسماعیل نے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تجھے قریب بٹھایا کریں گے اور تمہیں اپنی مجلس میں بڑے صحابہ کے ساتھ بٹھائیں گے تو میری تین باتیں یاد رکھنا ان کے راز کو فاش نہ کرنا دوسری بات کہ ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔ تیسری یہ بات کہ ان کے سامنے کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔ شعبی نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک بات دس ہزار سے بہتر ہے۔ الواقدی نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن فضل بن ابی عبیدہ نے انھیں ان کے والد صاحب نے انھیں عطاء بن یسار نے کہ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ابن عباس کو بلایا کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے سے موت تک فتویٰ دیا کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ واقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابن ابی الزہری نے اپنے چچا کے ساتھ تھا ابو زہری نے فرمایا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرکے انہوں نے اپنے والد صاحب سے انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے ابن عباس کو جنگ جمل کے دن دو شخصوں کے

درمیان چلتے ہوئے دیکھا تو نہیں۔ تو فرمایا جس شخص کا اس جیسا چچازاد بھائی ہو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ آپ بصرہ کے امیر تھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء کو عہدوں سے ہٹانے میں بھی شامل تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ملک شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اب رہنے دیں یہاں تک کہ کوئی معمولی سی بات کی وجہ سے معزول نہ کیا جائے گا یہی ٹھیک ہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو کچھ کہا تو وہ یہ ہی کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ان کو معزول کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ایک ماہ کی امارت دے دیں پھر اس کے بعد ان کو معزول کر دیجئے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات سے انکار کیا وہ صرف قبول کرنا چاہتے تھے پھر جو کچھ ہوا پہلے بیان ہو چکا ہے جب فریقین دونوں کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت علی کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کریں۔ خوارج اور اہل یمن نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف ابو موسیٰ اشعری ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا نائب بنا دیا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو کئی سال حج بھی کرایا ایک دفعہ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سورۃ البقرہ کی تفسیر بیان کی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ النور کی تفسیر بیان کی سننے والوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر اس تفسیر کو روم ترک دیلم والے سنتے تو ضرور اسلام لے آتے۔ یہ وہ پہلا شخص تھا جو لوگوں کو بصرہ کی مسجد میں عرفہ کی رات منبر پر چڑھ کر بصرہ اور دوسرے ماحول کے لوگ جمع ہوتے تو وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے۔ لوگوں کو عصر کے بعد سے مغرب تک وعظ و نصیحت کرتے مغرب کے وقت وعظ ختم کر کے مغرب کی جماعت کرتے ان کے بعد علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے بعض نے اس کو مکروہ سمجھا انہوں نے کہا کہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ یہ نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا اور نہ ان کے بعد سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے کیا۔ بعض علماء نے اس کو مستحب سمجھا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حجاج کرام کی موافقت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جمل، حکام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کیا کرتے تھے تو حضرت علی ان مسائل میں ان سے رجوع کر لیتے تھے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں علی بن عبد اللہ نے سفیان کی اسناد سے بتایا کہ انہیں ایوب نے انہیں عکرمہ نے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے جلا دیا جب یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب دینے کی طرح عذاب مت دو بلکہ میں ان سے قتال کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس کے لئے ہلاکت ہو وہ دور دور کی باتوں میں گہرائی تک پہنچتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے متابعہ کیا ابن عباس یہ سمجھے تھے کہ حکم اب تک باقی ہے اسی طرح پالتو گدھوں کو بھی حلال سمجھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بیشک یہ سرگرداں آدمی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے متعہ سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا یعنی خیبر کے دن ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا تھا اس حدیث کی صحیحین وغیرہ میں تخریج کی گئی ہے اس حدیث کے الفاظ بہت سی طرق سے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بیہقی نے کہا کہ ابو عبادہ الحافظ نے بتایا کہ مجھے ابو بکر بن الاصول نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث ابو المعتمر نے بیان کی۔ یہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صعصعہ بن صوحان حضرت علی کے پاس بصرہ سے آئے۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے تھے۔ صعصعہ نے کہا اے امیر المومنین وہ تین چیزوں کو لینے والے اور تین چیزوں کو چھوڑنے والے ہیں (تین چیزیں یہ ہیں) جب وہ بات کرتے ہیں تو لوگوں کا دل کھینچ لیتے ہیں جب کسی سے بات کی جائے تو غور سے سنتے ہیں جب اختلاف ہو تو آسان بات کو لیتے ہیں (دوسری تین چیزیں یہ ہیں) بحث و مباحثہ کرنے والوں کا بحث اور ایسی بات جس کی وجہ سے معذرت کرنا پڑے (ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے)۔

واقدی نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر بن ابی سبرہ نے انہیں موسیٰ بن سعید نے انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے ان کے والد صاحب نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ ذہین فہم و علم والا کوئی نہیں دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکلات میں انہیں بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے پاس پیچیدہ مسئلہ آیا ہے پھر ان کے قول سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بدری

لیے ہوئے واللہ ان میں بھی یہ موجود ہوتے تھے۔

اعمش نے روایت کی ابوالضحیٰ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمارے عمروں کو پاتے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کا دسواں حصہ بھی نہ پاتا اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بہترین ترجمان قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ محمد بن سعد نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی محمد بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یحییٰ بن العلاء نے انہیں یعقوب بن زید نے انہیں ان کے والد صاحب نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر ان کو پہنچی تو آپ نے کہا سب سے بڑا عالم اور بردبار رخصت ہو گیا ہے پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا۔ ان کی موت کی وجہ سے امت پر ایسی مصیبت آئی ہے جو ختم نہ ہو سکے گی۔ محمد بن سعد۔ یہ بھی بیان ہے جس میں یحییٰ ابن علاء منفرد ہیں۔

یحییٰ ابن علاء نے روایت کی عمر بن عبداللہ سے انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے فرمایا کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو رافع ابن خدیج نے فرمایا کہ آج اس شخص کا انتقال ہو گیا ہے جس کے مشرق و مغرب کے درمیان والے سب علم کے محتاج ہیں۔

الواقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ نے انہیں عمرو بن ابی عمرو نے انہیں عکرمہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم ابن عباس رضی اللہ عنہ تمہارے گزرے ہوؤں اور پیچھے والوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں صلح کے زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور یہ میری ان کی پہلی ملاقات تھی تو ان کے پاس اور لوگ بھی تھے انہوں نے کہا کہ خوش آمدید ابن عباس۔ ہمارے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کی وجہ سے مجھے عزیز ہو اور قرابت کی وجہ سے مجھے محبوب ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موت دی میں نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کو اپنے فیصلے کے بارے میں ملامت نہیں کی جا سکتی اس کے علاوہ دوسری حدیث میں ہے کہ یہ بہتر ہے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں آپ مجھے میرے چچا زاد کے بارے میں معاف کر دیں میں آپ کو آپ کے چچا زاد کے بارے میں معاف کر دوں انہوں نے کہا آپ کی بات مان لی گئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا و ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تھا وہ حج کے مسائل میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابن المبارک نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے شعبی سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ زید بن ثابت سواری پر سوار ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی رکاب کو پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی آپ ایسا نہ کیجئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زید نے کہا کہ ذرا آپ کے ہاتھ دیکھتا ہوں انہوں نے ہاتھ نکالا تو زید نے انہیں چوم لیا پھر فرمایا کہ ہمیں اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ الواقدی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی داؤد بن ابی ہند نے انہیں سعید بن جبیر نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن المسیب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سب سے بڑے عالم تھے۔ مزید کہا کہ مجھے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن ابی الزناد نے انہیں ان کے والد صاحب نے انہیں عبیداللہ بن عتبہ نے بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے ان کے اس علم سے جو سب سے زیادہ تھا اس قدر کہ جس کے لوگ محتاج تھے اور بردباری و حسب و نسب سب سے محروم ہو گئے میں نے کوئی آدمی آپ سے زیادہ احادیث کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا نہ فقہاء کے معاملے میں ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد ان سے بڑھ کر کسی کو دیکھا اور نہ ان سے بہتر کوئی فقیہ دیکھا اور شعر و شاعری عربی ادب تفسیر قرآن اور علم میراث میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا اور علم حساب میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ مضبوط فتویٰ دینے والا جب کوئی ان سے سوال کرتے۔

وہ ایک دن مجلس میں بیٹھتے تو اس میں صرف فقہ کا ذکر کرتے دوسرے دن صرف تاویل کا ذکر کرتے ایک دن آپ ﷺ کے غزوات بیان کرتے ایک دن شعر و شاعری بھی پڑھاتے جب کہ ایک دن عربی ادب کے لئے بھی مخصوص تھا میں نے دیکھا کہ جو بھی عالم ان کی مجلس میں بیٹھتا وہ ان کا فرمانبردار ہو جاتا جو بھی سوال کرنے والا ان کے پاس آتا وہ علم ضرور حاصل کرتا۔ مدائنی نے کہا کہ میں نے کبھی بھی ان سے متعلق یہ تین شعر ہیں جو مشتمل

بات کہی ہو یا کر لیا تھا۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ابن عباس جیسا آدمی نہیں دیکھا۔ عطاء نے کہا میں نے ان کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس بزرگی میں ثقاہت میں، تعلیم و تربیت میں نہیں دیکھی، اصحاب قرآن، اصحاب عربی، اصحاب شعر و شاعری ان سے سوالات کرتے تھے وہ سب کو بہت تسلی بخش جواب دیتے۔ الثوری نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن ابی سلیم نے انہیں ابن طاؤس نے انہیں ان کے والد صاحب نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تو لوگوں میں اس طرح ایسے بلند ہو گئے تھے جیسے کھجور کے سیدھے درخت چھوٹے درختوں پر بلندی سے ہوتے ہیں۔ لیث بن ابی سلیم نے کہا میں نے طاؤس سے پوچھا تم نے اس لڑکے کو اختیار کیا ہے کہ بڑے علماء کو چھوڑ دیا (لڑکے سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہ تھے) انہوں نے کہا میں نے ستر صحابہ کرام کو دیکھا جب وہ کسی چیز میں شک میں پڑ جاتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول لیتے ہیں۔ طاؤس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ کوئی نہیں۔ عمرو نے کہا کسی نے ان کی مخالفت کی نہیں کی؟ پھر وہ قرار رکھا گیا۔ علی بن مسلم، یحییٰ ابن معین، محمد ابو نعیم وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا انہوں نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے کہا حضرت مجاہد نے فرمایا کہ میں نے ان کے جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یعنی ان کا جس دن انتقال ہوا سن ۶۸ھ وہ اس امت کے لئے بڑے عالم تھے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ابو بکر ابن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو اسامہ سے نقل کیا انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابو الضحیٰ سے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قد و قامت میں سب سے اچھے سب سے بڑی ہمتوں والے سب سے اچھے طرز والے تھے۔ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی مجلس ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس سے زیادہ تمام خیروں کی جامع نہیں دیکھی۔ یعنی حلال و حرام، تفسیر القرآن، علم عرب اور عربی، اشعار اور کھانے پینے کا اب سب ہی کا بیان ہوتا تھا۔ مجاہد نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ فصیح زبان والا کوئی نہیں دیکھا۔

محمد بن سعد نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی عفان بن مسلم نے انہیں معتمر نے انہیں حضرت سلیمان التیمی نے (یہ وہی ہیں جو قسم ان ارباب سے ارسال کرتے ہیں) یہ حضرت حسن تک جب ان سے پوچھا گیا کہ عرفہ کے دن اس مسجد میں سب سے پہلے نماز جمعہ کس نے پڑھائی تھی۔ تو انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔ یہ اول غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنے والے زیادہ معرفت جاننے والا اور زیادہ علم والا ہے۔ وہ منبر پر چڑھے تھے اور سورۃ بقرہ کی ایک ایک آیت کرکے تفسیر بیان کرتے تھے یہ اس حدیث مرسل سے کی جو کہ حسن بصری وغیرہ سے مروی ہے۔ عبداللہ بن مسلم تجیب الجندی نے کہا سفیان نے ابی بکر الہذلی سے روایت نقل کی، انہوں نے حسن سے۔ حسن نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ عرفہ کے پہلے شخص تھے وہ منبر پر چڑھے سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ کر ان کی حرف حرف تفسیر بیان کی۔ (مثج) ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ (ثج) سے ہے جس کے معنی ہیں بہانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا) بادلوں سے بہتا ہوا پانی کا ہے جیسے بیچ میں تیز۔ یعنی ابن جبیر نے کہا کہ حدیث بیان کی ابو معاویہ نے اعمش ابی صالح سے روایت کی۔ تو ہم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس اتنی بڑی ہوئی کہ سارے قریش والے بھی فخر کر بیٹھیں تو وہ ان کے لئے انتہائی فخر کی بات ہوگی۔ میں نے لوگوں کو جمع ہوتا دیکھا کہ ان کے دروازے کے پاس پہنچ جاتے تھے یہاں تک کہ راستہ تنگ ہو جاتا کوئی بھی آنے جانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا انہیں جگہ کی تنگی کے بارے میں بتلایا، دروازے سے پر بھی تھا انہوں نے کہا کہ میرے لئے وضو کا پانی رکھ دو۔ پھر انہوں نے وضو کرنے کے بعد بیٹھ گئے اور کہا باہر نکل کر لوگوں سے کہو جو قرآن کریم اور اس کے حروف اور مرادات کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہو وہ آ جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے نکل کر لوگوں میں جا کر یہ اعلان کر دیا تو اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا تو انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کرکے سمجھایا اس کے بعد ان سے کہا کہ تمہارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ لوگوں سے جا کر کہو جو لوگ حلال و حرام اور فقہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہوں وہ آ جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا۔

اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کرکے سمجھایا اس کے بعد ان سے کہا کہ تمہارے دوسرے بھائیوں نے آنا ہے تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ لوگوں سے جا کر کہو جو شخص علم میراث وغیرہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہو وہ آ جائے راوی کہتے ہیں کہ میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا تو انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید

اضافہ کر کے بتایا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تم اپنے علاوہ دوسرے بھائیوں کے لئے راستہ چھوڑ دو تو یہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے کہا کہ جا کر لوگوں سے کہو جو عربی لغات کے متعلق عربی ادب شعر و شاعری اور عجیب و غریب کلام کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہوں وہ آ جائیں میں نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اتنے لوگ گھر میں آ گئے کہ سارا کا سارا گھر بھر گیا لوگوں نے جس چیز کے بارے میں بھی ان سے سوال کیا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا بلکہ مزید اضافہ کر کے بتایا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تم اپنے علاوہ دوسرے بھائیوں کے لئے راستہ چھوڑ دو تو یہ لوگ چلے گئے ابو صالح نے کہا کہ اگر سارے کے سارے قریش اس پر فخر کریں تو یہ فخر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ میں نے ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

طاؤس یا میمون بن مہران نے کہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ متقی جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ بعض نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں میں زیادہ فقیہ تھے۔ ابو عوانہ نے اعمش سے نقل کرتے ہوئے کہا جنہوں نے ابو الضحیٰ سے انہوں نے مسروق سے مسروق نے فرمایا کہ جب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ سب سے خوبصورت ہیں۔ جب وہ بات کرتے تو میں کہتا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ جب وہ گفتگو کرتے تو میں کہتا کہ یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو النعمان نے انہیں حماد بن زید نے انہیں زبیر بن حارث نے انہیں عکرمہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں میں زیادہ قرآن جاننے والے اور زیادہ پڑھنے والے تھے۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو علم حاصل کیا تھا اس کے علاوہ بہت سا علم بھی حاصل کیا جیسے حضرت ابوبکر عمر اور عثمان وغیرہ سے بہت سا علم حاصل کیا تھا۔ ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعا بھی ان کے حق میں ہوئی کہ آپ ﷺ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو علم کتاب عطا فرمائے تو اس سے بھی ان کا علم بہت زیادہ ہو جائے گا۔ ابو معاویہ نے اعمش سے نقل کرتے ہوئے فرمایا انہوں نے ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ابن عباس نے موسم حج میں خطبہ دیا انہوں نے سورۂ بقرہ شروع کر دی اور اس کو پڑھ کر تفسیر بیان کر رہے تھے تو میں کہنے لگا کہ میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا نہ ہی ان کے جیسا کسی کا کلام سنا اگر ان کے کلام کو روم و فارس والے بھی سنتے تو ضرور اسلام لے آتے۔ ابو بکر بن عیاش نے روایت کیا عاصم بن ابی النجود سے انہوں نے ابو وائل سے کہ جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اسی سال لوگوں کو ابن عباس نے حج کرایا تو انہوں نے سورۂ نور کی تلاوت کی اور اسی جیسا ذکر کیا جیسا کہ پیچھے گزرا۔ شاید پہلا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا گزرا۔ اسی لئے اس کی مجلس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جب کہ عثمان کے زمانے میں سورۂ النور پڑھی۔ واللہ اعلم۔ اعمش نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں وہ تمام علم جس میں کچھ بھی حاصل ہے اور علم جو دنیا بھی جانتا ہوں۔ مجاہد نے کہا میں نے قرآن تین مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ میں ہر آیت پر ٹھہر کر ان سے سوالات پوچھتا تھا۔ انہی سے روایت ہے کہ مجھے پورا قرآن معلوم ہے سوائے چار چیزوں کے جن کو میں نہیں جانتا میں نے پوچھا کیا (۱) الاواہ (۲) الحنان (۳) الرقیم (۴) الغسلین۔ ان چار چیزوں کے علاوہ مکمل قرآن جانتے تھے۔ ابن وہب وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہوئے کہا انہوں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے انہوں نے فرمایا کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کیا جاتا تو وہ اگر کتاب اللہ سے ہوتا تو وہ جواب دے دیتے اگر کتاب اللہ سے نہیں ملتا سنت سے ہوتا تب بھی جواب دے دیتے۔ اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ ہوتا تو اس بارے میں اگر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کوئی قول مل جاتا تو اسے بتا دیتے ورنہ اپنے اجتہاد کے ذریعے بتا دیتے تھے۔

یعقوب بن سفیان نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابو عاصم ولید یا عبدالرحمن بن المغیرہ نے انہیں کہمس بن حسن نے انہیں عبداللہ بن بریدہ سے نقل کرتے ہوئے کہ ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو گالی دی انہوں نے کہا کہ تم مجھے گالی دیتے ہو حالانکہ میرے اندر تین خصلتیں ہیں ایک یہ کہ جب میں کتاب اللہ کی کسی آیت پر آتا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ سارے لوگ اس کو اسی طرح جانیں جس طرح میں جانتا ہوں دوسری یہ کہ جب کسی مسلمان حکمران کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ عدل و انصاف سے فیصلہ کرتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں حالانکہ میرا اس کے پاس کوئی مقدمہ بھی نہیں ہوتا اور تیسری بات یہ ہے کہ جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے کسی علاقے میں بارش ہوئی تو میں خوش ہوتا ہوں حالانکہ وہاں میرے کوئی چرنے والے جانور بھی نہیں ہوتے۔

ثوری نے ... سے روایت کی ... انہوں نے ... سے انہوں نے حسن بن ... سے انہوں نے ... سے انہوں نے ... سے کہ ...

نے فرمایا ابن ابی ملیکہ نے کہا میں مدینہ سے مکہ کے سفر تک ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے جب سفر ہوتا تو وہ آدھی رات کو اٹھتے قرآن پڑھتے حرف حرف کر کے ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے اس میں رونے کی آواز بہت زیادہ نکالتے تھے جب کہ یہ آیت پڑھتے تھے (وجاءت سکرۃ الموت) اور اصمعی نے معتمر بن سلیمان سے روایت کرتے ہوئے کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اشارہ دیا جیسے آنسوؤں نے نشانات تھے فرمایا کہ یہ نشان ان کے رونے کی وجہ سے پرانے تسمے کی مانند ہو چکی تھی۔

اس کے علاوہ کسی نے کہا ہے وہ جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اوپر جائیں تو میں روزے سے ہوں، حاتم وغیرہ نے علی بن زید سے روایت کی انہوں نے یوسف بن مہران سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ بادشاہ روم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کلام کے بارے میں سب سے معزز بندے کے بارے میں سب سے معزز عورت کے بارے میں پوچھا اور ان چار چیزوں کے بارے میں جو کہ رحم میں نہیں ٹھہریں۔ انہی میں سے وہ کبھی ہے اور اس کی قبر کے بارے میں پوچھا جو کہ اپنے مردہ کو لے کر چلی اور اس جگہ کے بارے میں پوچھا جہاں سورج صرف ایک مرتبہ طلوع ہوا تھا اور قوس قزح کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے مجرہ کے بارے میں پوچھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب بھیجا کہ سب سے محبوب کلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ) سب سے معزز بندہ اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی روح ان میں پھونکی ملائکہ سے ان کو سجدہ کروایا ہر چیز کے نام انہیں سکھائے سب سے معزز عورت اللہ کے نزدیک مریم بنت عمران ہیں وہ چار چیزیں جو کہ رحم میں نہیں رہی وہ یہ ہیں۔ آدم و حوا، عصائے موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کا مینڈھا جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا تھا ایک روایت میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر ہے وہ قبر جو کہ اپنے مردہ کو لے کر چلی وہ یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے۔ وہ جگہ جس پر صرف سورج کی روشنی صرف ایک مرتبہ پڑی وہ دریا سمندر کی جگہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے پھٹ گیا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل اس پر سے پار ہو گئے تھے قوس قزح زمین والوں کو ڈوبنے سے بچانے کی نشانی ہے کہکشاں آسمان میں ایک دروازہ ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ جگہ جہاں سے آسمان پھٹتا ہے جب بادشاہ روم نے پڑھا تو بہت حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ جوابات تو حضرت معاویہ کے نہیں تھے بلکہ اہل بیت میں سے کسی کے جوابات ہیں ان سوالات کے بارے میں کئی روایات آئی ہیں جس میں سے بعض منکر بھی ہیں واللہ اعلم۔

فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب کہ وہ قتل کئے گئے تھے ۳۵ ہجری میں حج کے امیر مقرر ہوئے ان کی اسی غیر موجودگی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے جنگ صفین کے اندر بھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ خوارج کے ساتھ قتال میں بھی شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ پر امیر مقرر کیا تھا جب یہ یہاں سے نکلے تو انہوں نے ابوالاسود الدؤلی کو نماز پڑھانے کے لئے نائب خلیفہ بنایا اور زیاد بن ابی سفیان کو خراج وصول کرنے کا امیر بنایا۔ اہل بصرہ ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے وہ ان کو فقہ سکھاتے ان کے جاہلوں کو تعلیم دیتے ان کے مجرموں کو نصیحت کرتے ان کے فقیروں کو عطا کیا کرتے تھے۔

مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے ان کو اپنی موت سے پہلے معزول کر دیا تھا اس کے بعد حضرت علی کے بعد حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا ان کا احترام و تعظیم کی وہ ان سے مختلف مسائل پوچھتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فوراً جواب دیا کرتے

تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حاضر جواب نہیں دیکھا۔ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو اتفاق سے معاویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے اس مجلس میں ان کی بہت عمدہ تعزیت کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان پر بہت احسن طریقے سے رد کیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بھی بہت فصیح و مختصر عبارت کے ساتھ تعزیت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اس کا شکریہ ادا کیا جب حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسین نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ابن عباس نے بہت سختی سے منع کیا جب کہ انہوں نے یہ ارادہ بھی کیا کہ ان کے کپڑوں کو پکڑ لے (تاکہ وہ نکلنے نہ پائے) کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آخری عمر میں مجبور (بینائی کی وجہ سے) اندھے ہو گئے تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک بات نہ مانی جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کی خبر ملی تو انہیں بہت شدید غم ہوا اس کے بعد بہت زیادہ گھر میں رہنے لگے اور فرماتے تھے کہ زبان سے اچھی بات کہو تجھے اس سے غنیمت ہے۔ بری بات سے خاموش رہ محفوظ رہے گا۔ اگر تو ایسا نہ کرے گا تو شرمندگی اٹھائے گا۔

ایک دفعہ ایک جماعت میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے وصیت کیجئے انہوں نے کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی تم جہاں [illegible] اللہ تعالیٰ کے [illegible] موت کے قریب ہو [illegible] ایسے ہو جیسے کوئی اجنبی مسافر رہتا ہے اپنے آپ کو قبر والوں میں (مردہ) شمار [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو وصیت کی اس کے [illegible] سے بہتر تھے۔ فرمایا [illegible] غیر موجودگی میں [illegible] کا ثواب ہوگا جب کہ [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ [illegible] سے بہتر ہے تو حضرت نے کہا کہ [illegible] ایک ایک کلمہ [illegible] سے بہتر ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے [illegible] رکھنے کے قابل ہے۔

جدائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] مطلب یہ ہے کہ [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] دروازہ کھلا [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں میں [illegible] سب سے زیادہ معزز ہے جو اس کے [illegible] تکلیف نہ پہنچے [illegible] میرے پاس ضرورت [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] مجلس میں میرے [illegible]

[illegible]

جب کہ دونوں ہی خراب ہو گئیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا ابو القاسم بغوی نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ابن ابی عمر نے انہیں شریک نے انہیں سماک نے انہیں عکرمہ نے انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔ معالج نے ان سے کہا ہم تیری آنکھوں سے پانی نکال تو دیں گے لیکن آپ سات دن تک نماز نہیں پڑھ سکو گے تو حضرت نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا طاقت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ان کے غصے کی حالت میں ملاقات کرے گا ایک روایت میں ہے کہ ان سے کہا گیا کہ پانچ دن تک لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا ایک روایت میں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنی پڑے گی تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا اس لئے کہ اگر کسی نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ غصہ میں ہوں گے۔ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نابینا ہوئے تو کسی نے ان کے بارے میں یہ شعر کہے۔

ترجمہ: ...... اگر اللہ نے میری آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میری زبان اور میرے کانوں میں اس کا نور ہے۔ میرا دل فہیم ہے۔ میری عقل میں کوئی خلل نہیں ہے۔ میرے منہ میں تلوار کی طرح تیز دھار شمشیر جیسا ہے۔

جب ابن زبیر اور عبدالملک بن مروان کے درمیان اختلاف ہوا: ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ لوگوں سے دور ہٹ گئے ابن زبیر نے انہیں اپنے سے بیعت کرنے کے لئے بلایا تو ان دونوں نے انکار کر دیا لوگوں نے ابو طفیل عامر بن واثلہ کو بھیجا۔ عراق سے ان دونوں کی حمایت میں جب وقت سے پہلے ہو گیا کہ ان حضرات میں کئی ایک جو ہتھیار لئے تھے جنہوں نے پہلے ہی خفیہ طور پر تیاری کر لی اس کے بعد ابن زبیر کو چھوڑنے لگے تو وہ کہا کہ ہم تو اللہ کے لئے پردہ سے آ کر بیعت کیا اور کہا کہ ہم اللہ کے نام پر پناہ چاہتے ہیں تو ان لوگوں نے ابن زبیر کو چھوڑ دیا اس کے بعد ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کے ساتھ طائف کی طرف متوجہ ہوئے جن کے گھروں کے کنارے ابن زبیر نے آگ لگا رکھی تھی کہ وہ خود ان میں جل جائیں تو لوگوں نے ان کو وہاں سے نکالا۔ یہاں تک کہ وہ طائف آ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وہاں مقیم ہے جنہوں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ۶۸ھ میں وفات پائی محمد بن حنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک: ... آپ دراز قد اور کانوں تک لمبے بال رکھنے والے تھے۔ آپ کے سر میں سفیدی آ گئی تھی۔ آپ کے دس بھائی تھے فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمن، کثیر، حارث، عون اور تمام۔ تمام سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ تمام کو گود میں اٹھا کر یوں فرماتے تھے تمام سے یہ دس ہو گئے ہیں۔ یا اللہ ان کو شریف اور نیک بنا انہیں ذکر کرنے والا بنا اور ان کے پھل کو بڑھا۔

اس سال دیگر وفات پانے والے حضرات

اسی سال ابو شریح خزاعی نے وفات پائی آپ کا ذکر گزر چکا ہے زید بن ارقم اسی سال ابو واقد لیثی کی وفات بھی ہوئی ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی مکہ میں دفن ہوئے۔

۶۹ھ کے واقعات

اس سال عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید الاشدق کو قتل کیا اس کا واقعہ یہ تھا کہ عبدالملک نے زفر کے محاصرے کے لئے قرقیسیا روانہ ہوا اس کا ارادہ تو مصعب بن زبیر سے لڑائی کا تھا جس نے مروان کی فوج کے خلاف سلیمان بن صرد خزاعی کی مدد کی۔ جب اس نے حمص اور دمشق سے

جنگ کی تھی۔ اور اس کے بعد مصعب بن زبیر کی طرف لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسی کے وقت ابن مروان نے دمشق پر عمرو بن سعید الاشدق کو نائب مقرر کیا لیکن اس نے بیت المال پر قبضہ کر کے بغاوت کر دی۔ عبدالملک نے اس پر قابو پانے کے بعد اسے بلایا اور اس کو بچھاڑا۔ جس سے یہ معنی کے مل کر اور رہے۔ کچھ روایات تو یہ ہیں کہ اسی دوران موذن نے عصر کی اذان دی تو عبدالملک نماز کے لئے اٹھا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو عمرو بن سعید کے قتل کا حکم دے دیا۔ عبدالملک کے نکلتے ہی عبدالعزیز تلوار سونت کر اس کی طرف بڑھا۔ عمرو نے اسے خدا کا واسطہ دیا کہ تم رشتہ دار ہو کر مجھے قتل نہ کرو اور یہ کام کسی اور کے سپرد کر دو۔ عبدالعزیز رک گیا۔ عبدالملک کے جانے کے بعد عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید اپنے ہمراہ ایک ہزار غلام اور دیگر بہت سے اصحاب کو اپنے ساتھ عبدالملک کے پاس آیا۔ اور اس نے قدم تیز کر کے دارالامارۃ میں بند ہو گیا لوگوں نے آواز دی ہم سے بات کرو۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے عبدالملک کے بیٹے ولید کے سر پر تلوار مار کر اسے زخمی کر دیا۔ عبدالملک واپس آیا۔ جب آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا قصہ ختم ہو چکا تھا۔ یہ اور کہتے ہیں عمرو بن سعید زندہ ہے تو اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو خوب گالیاں دیں اور ایک نیزہ منگوایا اور اس سے چھید کر اس عمرو کو مارا لیکن اس سے اس کی موت واقع نہیں ہوئی پھر عبدالملک نے تیز دھار تلوار منگوائی اور اسے لٹایا گیا عبدالملک اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کو ذبح کرنے لگا جس کی مدد بھائی نے کی اور ذبح کر دیا۔

عمرو بن سعید الاشدق کے متعلق مروی ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ ان کو حضور ﷺ سے روایت کا شرف بھی حاصل ہے ایک روایت ہے کہ باپ نے بیٹے کو حسن ادب سے بڑھ کر کوئی عمدہ چیز عطا نہیں کی۔

عمرو بن سعید نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

مشہور قول کے مطابق ان کے قتل کا واقعہ ۷۰ھ میں پیش آیا۔

عبدالملک اور سعید کی مراسلت ...... مروی ہے کہ عبدالملک نے عمرو کے محاصرے کے دوران اسے لکھا کہ میں تجھے قرابت اور رشتہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اپنے اور میرے درمیان اختلاف کو چھوڑ دے اور اپنی بیعت کی طرف واپس لوٹ آ۔ اس کے علاوہ عبدالملک نے یہ بھی لکھا کہ صلح کی صورت میں تو میرے بعد ولی عہد ہوگا الغرض ان دونوں کا اتفاق ہو گیا جس کے بعد عمرو بن سعید نے ابن مروان کے لئے دمشق کے دروازے کھول دیئے لیکن ابن مروان نے داخل ہو کر عہد اسے توڑ دیا اور عمرو بن سعید کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

ابو الاسود الدؤلی التابعی ...... آپ کو دیلی بھی کہا جاتا ہے آپ کوفہ کے قاضی اور مشہور تابعی ہیں آپ ہی کی طرف علم نحو منسوب ہے سب سے پہلے نحو کے متعلق بنیادی قواعد آپ ہی نے مرتب فرمائے کہا جاتا ہے کہ آپ نے یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ابو الاسود آپ کی کنیت ہے اور ان کا نام عمرو بن ظالم ہے۔

اسی سال ابن جریر کے قول کے مطابق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا دوران حج ایک خارجی نے تحکیم ہونے کا اظہار کیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔

اس سال بھی ۶۸ھ کے عمال اپنے عہدوں پر فائز تھے۔

اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید و حسان بن مالک ...... اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کیا علاوہ ازیں معرکہ یرموک میں اپنے خیمے کی چوب سے نو رومیوں کو قتل کیا۔ آپ دمشق میں سکونت پذیر ہو گئیں اور باب الصغیر میں مدفون ہوئیں۔

حسان بن مالک کی کنیت ابو سلیمان الکلبی ہے۔ مروان کی خلافت کے سال اس نے وفات پائی۔

۷۰ھ کے واقعات

اس سال عبدالملک بن مروان کی خلافت میں اہل روم نے لشکر کشی کی کیونکہ ابن زبیر اور بنی مروان کے درمیان شدید لڑائی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع ملا۔ عبدالملک نے شاہ روم سے ہر جمعہ ہزار دینار جزیہ پر مصالحت کر لی۔

اس سال مصر میں قحط عام ہو گیا عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز امارت سے فرار ہو کر مصر سے نکل گیا اور حلوان میں چلا گیا اور اس علاقہ کو وہاں کے باشندوں سے دس ہزار دینار میں خرید لیا۔ عبدالعزیز نے اس کو شاندار علاقہ بنایا اور جامع مسجد تعمیر کی اور اہل الفسطاط کو وہیں بلا لیا۔

اسی سال مصعب بن زبیر بصرہ سے مکہ روانہ ہوئے اور مکہ میں اپنے ساتھ لائے ہوئے بیشمار اموال تقسیم کیے۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

عاصم بن عمر بن الخطاب العدوی نے اسی سال وفات پائی آپ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حفص اور عبیداللہ آپ کے دو بیٹے تھے جنہوں نے آپ سے روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ عروہ بن زبیر نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔

عاصم بن عمر کا ایک واقعہ ۔۔۔ مروی ہے حضرت عاصم اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا پیدا ہو گیا لیکن جب عاصم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو دیکھا تو کہنے لگا یہ جس قدر پسند ہو آپ کی ہوئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں یہ آپ ہی کی ہے بالآخر دونوں نے زمین سے ہاتھ کھینچ لیے اس کے بعد دونوں (اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کی اولاد نے بھی اس زمین کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت عاصم بڑا شریف النفس بااخلاق شخص تھا آپ نے اسی سال وفات پائی۔

ابوالعلاء قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ بن ذؤیب الخزاعی ۔۔۔ آپ جلیل القدر تابعی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں آپ کا شمار فقہاء اور صالحین میں ہوتا ہے آپ کتاب اللہ کے معلم تھے۔

قیس رحمۃ اللہ علیہ بن ذریح ۔۔۔ آپ مجنوں کے ساتھیوں سے تھے کہا جاتا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اسی سال آپ کی وفات ہوئی۔

یزید بن زیاد حمیری ۔۔۔ یہ ایک مزاح پسند شاعر تھا اس نے زیاد کی ہجو کی تو اس کے بیٹے عبیداللہ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن حضرت معاویہ نے عبیداللہ بن زیاد کو اس سے باز رکھا۔ ابن زیاد نے اسہال کی دوا پلا کر اسے گدھے پر سوار کیا۔ وہ بازاروں میں پھرا کر اسی حالت میں کہ وہ گدھے پر ہو رہا تھا تو جواب میں اس نے ایک شعر کہا۔

"اس اسہال کو تو پانی دھو دے گا لیکن میرے اشعار تیری ہڈیوں میں بس جائیں گے۔"

قاضی بشیر بن النضر ۔۔۔ آپ کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار دینار تھی مصر میں آپ کی وفات ہوئی آپ کے بعد مصر کا عہدہ قضا عبدالرحمن بن حجیرہ الخولانی نے سنبھالا۔

مالک بن یخامر السکسکی الہانی الحمصی ...... ایک قول ہے کہ آپ تابعی ہیں دوسرا قول آپ کے صحابی ہونے کا بھی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ تابعی تھے ذکر کیا امام بخاری نے حضرت معاویہ کے طریق سے مالک بن یخامر کے واسطے سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ذکر کی کہ حق پر ہمیشہ قائم رہنے والی جماعت کے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے کہ وہ جماعت شام میں ہوگی اور آپ حضرت معاذ کے خواص میں سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۷۰ھ میں ہوئی ہے اور بعض مورخین نے ۷۲ھ کہا ہے۔ آپ کی وفات یہاں کی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۷۱ھ کے واقعات

اس سال کا عظیم واقعہ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قتل ہے

اس سال سے قبل دونوں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں اس سال عبد الملک نے عظیم لشکر کے ساتھ لشکر کشی کی دوسری طرف مصر میں اپنے جاسوس روانہ کیے جنہوں نے لوگوں کو مصعب بن زبیر کے خلاف ہموار کیا جس کی وجہ سے مصعب حجاز کی طرف چلے گئے۔ پھر آپ کو اطلاع ملی کہ عبد الملک شام میں آپ کی طرف قصد کا ارادہ رکھتا ہے لہذا آپ اس کے مقابلہ میں نکلے اور عبد الملک بھی مسکن تک پہنچ گیا اور مسکن کے دیر الجاثلیق میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا ابراہیم بن اشتر مصعب کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا امیر تھا اور محمد بن مروان عبد الملک کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا امیر تھا لڑائی میں ابن اشتر رحمۃ اللہ علیہ قتل ہو گئے ان کے ساتھ اہل عراق کی ایک جماعت بھی قتل ہوئی مصعب کے ساتھیوں پر بھی عراق آپ کی دستبردار ہو گیا اس نازک وقت میں مصعب نے اپنے بہادروں کو جوش دلایا اور بزدلی چھوڑ دی۔

مورخ کہتے ہیں عبد الملک نے اپنے بھائی کو مصعب کے لئے امان دے کر بھیجا لیکن مصعب نے انکار کر دیا پھر محمد بن مروان نے مصعب کے بیٹے عیسیٰ کو کہا اے میرے بھتیجے تو میرے پاس آ جا تجھے امان ہے لیکن عیسیٰ نے فرمایا میں اپنے باپ کو چھوڑ کر قریش کی عورتوں کے طعنے سننا نہیں چاہتا حضرت مصعب نے بھی امان کو جانے کے لئے کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا آخر مصعب اور عیسیٰ دونوں آگے بڑھے اور خوب لڑے عیسیٰ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت مصعب نے خوب بہادری کے ساتھ لڑائی کی مخالف فوج کے زائدہ بن قدامہ نے آپ پر حملہ کر کے نیزہ مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے آپ کو زخمی دیکھ کر عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر کاٹ لیا اور عبد الملک کے سامنے پیش کر دیا عبد الملک نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا لیکن قاتل نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے ایک جذبہ میں قتل کیا ہے مورخین نے بیان کیا ہے کہ عبد الملک نے مصعب کو قتل کرنے کے بعد کوفہ کی طرف قصد کیا اور مقام نخیلہ میں اترا اور وہاں کے لوگوں سے خطاب کیا اور کوفہ پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو امیر بنایا۔

مصعب بن زبیر ... آپ کا نام مصعب بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہے ابو عبد اللہ اور ابو عیسیٰ دونوں آپ کی کنیت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کا شرف حاصل ہے آپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے آپ انتہائی خوبصورت شخص تھے شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کبھی آپ سے حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب کو بصرہ کا گورنر بنا کر کوفہ کی امارت دی تھی۔

مختار ثقفی بھی حضرت مصعب کے ہاتھوں ہی قتل ہوا تھا کہتے ہیں کہ آپ ہی نے پہلا ایک دن میں آپ نے مختار کے سات ہزار افراد کو قتل کیا۔

یعقوب کہتے ہیں کہ آپ کے قتل کا سال ۷۲ھ ہے واقدی یہی بیان کرتے ہیں آپ کی عمر کے بارے میں تین قول ہیں ۳۶ سال ۴۰ سال ۴۵ سال۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں جس معرکے میں آپ شہید ہوئے آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں جب آپ شہید ہو گئے تو سکینہ نے آپ کو مقتولین میں تلاش کیا اور آپ کے رخسار مبارک پر موجود تل کی وجہ سے آپ کو پہچان لیا اور فرمانے لگیں کہ مسلمان عورت کا یہ مسلمان خاوند کیا ہی عظیم شخص تھا۔ تیری یاد میرے دل میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ پھر آپ نے کثیر عزہ کا شعر پڑھا۔

یہ حسین عورت کا دامن ہے جس نے اسے جنگل میدان میں پھاڑ دیا۔ اور ان کے ہاتھ سلامت نہیں رہے جس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ لوگ نیزے کی نوک پر برابر مسلمان ہوتا ہے۔

عکاشہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کے علاوہ جعفر، مصعب، عبداللہ، حمزہ، عیسیٰ بھی مختلف ماؤں سے آپ کے فرزند تھے۔ اور ایک لڑکا رباب بھی تھا۔ اس کی والدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ بنت طلحہ آپ کے ساتھ آخری عمر تک میں شریک رہیں جس کا بیان گزر چکا اور آپ کی ایک لڑکی بھی ہے۔ جس کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ تھیں آپ کے دو لڑکے اور عبیداللہ اور علی بھی ہیں۔ جن کی ماں ام ولد تھیں۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

ابراہیم بن الاشتر ... ابن الاشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شمار ہوتے اور ان کا شمار اپنے عہد کے بہادروں میں ہوتا ہے۔ یہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی فوج کا امیر تھا انہی نے قاتل حسین رضی اللہ عنہ عبیداللہ بن زیاد کو قتل کیا۔

ابو عبداللہ المرادی عبدالرحمٰن بن عسیلہ ... یہ عالم و متقی شخص تھے۔ عبدالملک جب آپ آتے تو اپنے تخت پر بٹھایا کرتا تھا۔ دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔

عمرو بن حریث المخزومی مدنی رضی اللہ عنہ ... یہ آپ ﷺ کے ہجرت فرمانے سے دو سال قبل مکہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

ابو عبدالرحمٰن حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ... آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے ام المؤمنین نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ اور آپ حضور ﷺ کے خدمت گار بن گئے۔

آپ کے نام کی وجہ تسمیہ ... ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے اصحاب جن میں سفینہ بھی شامل تھے کے ہمراہ سفر پر نکلے اصحاب کا سامان زیادہ تھا تو آپ ﷺ نے حضرت سفینہ کو فرمایا اپنی چادر بچھاؤ پھر آپ نے اس چادر میں سب کا سامان رکھ دیا۔ اور حضرت سفینہ سے فرمایا اسے اٹھاؤ کیونکہ تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں اس روز سات اونٹ کا بوجھ بھی اٹھاتا تو وہ مجھ سے ہلکا ہوتا۔

ابو زید عمرو بن اخطب الانصاری ... آپ کی وفات بھی اسی سال ہوئی آپ رضی اللہ عنہ تیرہ غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

یزید بن الاسود الجرشی السکونی ... جاہلیت پایا تھا مگر شام میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے صحابی ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کا بہت احترام فرماتے تھے اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ شام میں قحط پڑا تو آپ نے دعا کی اللہ سے بارش طلب کی۔ اور بارش ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے آپ نے اپنی بستی کے ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ ... آپ جب نکلتے تو آپ کے ساتھ نور ہوتا تھا جس کی روشنی میں آپ اپنی منزل تک پہنچتے تھے آپ کی وفات ... ہوئی۔ آپ کو دمشق کی زمین میں دفن کیا گیا ... میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

۷۳ھ کے واقعات

اس سال مہلب بن ابی صفرہ اور قطری بن فجاءہ ازرقی کے درمیان جنگ ہوئی۔ یہ جنگ بڑی شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ ہم نے پہلے بھی یہ جنگ بہت بڑی جنگوں کی تفصیلات ابن جریر نے ذکر کی ہیں۔ اسی دوران مصعب بن زبیر شہید ہو گئے اس کے بعد عبدالملک نے مہلب بن ابی صفرہ کو اہواز اور اس کے علاقوں کا حاکم بنا دیا۔ آخر میں قطری بری طرح پسپا ہو کر فرار ہو گئے۔

ابن جریر کہتے ہیں اس سال ابو فدیک حروری نے بغاوت کی اس کا تعلق قیس بن ثعلبہ سے تھا اس نے بحرین پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہاں کے امیر نجدہ بن عامر کو قتل کر دیا۔

اس کے جواب میں بصرہ کے امیر خالد بن عبداللہ نے اپنے بھائی امیہ بن عبداللہ کو ابو فدیک کے مقابلے میں بھیجا۔ ابو فدیک نے انہیں بھی شکست سے دوچار کر دیا اور امیہ کی لونڈی کو گرفتار کر لیا اور اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ خالد نے عبدالملک کو حقیقت حال لکھی تو عبدالملک نے اس کو معزولی کا حکم سنا دیا۔

ابن جریر کہتے ہیں اس سال عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے متعلق [illegible] جو ہے کہ تو [illegible] چاہئے آپ اس کام کے لئے [illegible]۔ انہوں نے کہا تھا۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے ابن زبیر کو پکڑ کر اس کی کھال کھینچ لی۔ مجھے ابھی اس کے مقابلہ میں بھیجیں۔ عبدالملک نے اس کو بہت بڑی شامی فوج کے ساتھ مکہ روانہ کیا اور اہل مکہ کے لئے اطاعت کی صورت میں پروانہ امن لکھ دیا۔

ابن زبیر اور حجاج کے درمیان جنگ کی وجہ سے اس سال لوگوں کا حج موقوف ہو گیا۔ فریقین میں سے کسی کو حج کی سعادت حاصل نہیں ہوئی وہ [illegible] بیت اللہ کا طواف بھی نہ کر سکے۔

ابن جریر کہتے ہیں اس سال عبدالملک نے عبداللہ بن خازم کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر عبدالملک نے بکیر بن وشاح کو [illegible] خط لکھا اور اس کو خراسان کی امارت دی [illegible] اس نے ابن خازم کے خلاف لشکر کشی کی اور ان دونوں کے درمیان جنگ ہوئی جس کے دوران ابن خازم قتل ہو گئے۔

ان پر [illegible] ایک شخص نے حملہ کر کے آپ کو شہید کیا اور آپ کا سر کاٹ لیا پھر بکیر بن وشاح نے عبدالملک کو خط لکھا اور ان کا سر اس کے پاس بھیجا جس سے عبدالملک بہت خوش ہوا اور ان کو خراسان کا امیر مقرر کر دیا۔

اس سال مدینہ منورہ پر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے طلحہ [illegible] بن مروان کے نائب طارق بن عمرو [illegible] ہو گئے۔

عبداللہ بن خازم کے حالات ...... ابو صالح عبداللہ بن خازم بن اسماء السلمی بصری خراسان کے امیر تھے مشہور بہادر انسان تھے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی۔ ابو [illegible] کہتے ہیں آپ کی شہادت ۷۱ھ میں ہوئی [illegible] کا قول ہے ۷۳ھ میں آپ شہید ہوئے۔

غلطی یہ ہے کہ ۷۲ھ کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ سے مروی ہے کہ ۶۲ھ میں آپ خراسان [illegible]۔ عبدالملک نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر ان کی طرف بھیجا [illegible] اور لکھا کہ [illegible] بیعت کی اطاعت میں [illegible] جو ابن خازم رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس [illegible] پھر [illegible] کی بیعت نہیں کروں گا [illegible] ابن خازم رضی اللہ عنہ نے ایک صاف طشت منگوایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو اس میں رکھا اور خوشبو لگا کر اسے کفن دے کر آپ کے اہل کے پاس مدینے بھیج دیا۔ پھر آپ نے ابن مروان کے ایلچی کو [illegible] قتل کروا دیا۔

اس سال وفات پانے والے حضرات

احنف بن قیس ...... یہ صاحب احنف بن قیس بن حصین التمیمی السعدی ہیں آپ حضور ﷺ کی حیات میں مسلمان ہو گئے تھے لیکن آپ کی بیعت حاصل نہ ہو سکی۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی آپ انتہائی بردبار شریف النفس سردار تھے آپ بصرہ کے مشہور تابعین میں سے ہیں اپنی قوم کے سردار تھے۔ ایک آنکھ سے نابینا تھے نحیف جسم والے تھے اور ٹھوڑی پر بال نہ تھے۔ چیچک کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آزمایا اور فرمایا یہ سردار شخص ہے اس کی گفتگو نے آپ کو حیران کر دیا تھا۔ اسی سال آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ کے باپ عازب بن حارث بن عدی بن مجدعہ بھی صحابی تھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بہت احادیث روایت کی ہیں مؤرخین لکھتے ہیں۔ جب عراق پر مصعب بن زبیر کی حکومت تھی اس وقت آپ کی وفات ہوئی۔

قاضی عبیدہ بن عمر سلمانی ...... عبیدہ نے حضور ﷺ کی حیات میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ انتہائی فاضل قاضی تھے قضا میں قاضی شریح کے ہم استاد تھے۔ بلکہ قاضی شریح بھی آپ سے رجوع کیا کرتے تھے آپ کی وفات کے متعلق ایک قول ۷۲ھ کا دوسرا قول ۷۳ ہجری کا ہے۔

حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہا ذات النطاقین ...... آپ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد اپنے بیٹے کے فراق میں وفات پا گئیں۔

اس سال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات میں سے چند خاص حضرات یہ ہیں۔ عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن [illegible] [illegible]۔ عبداللہ بن سعد [illegible]، عبداللہ بن [illegible] انصاری، مالک بن [illegible]، قیس بن [illegible] بصری، ثابت بن ضحاک [illegible] ابی سہل عبداللہ بن سائب، [illegible] بن [illegible]، عبیدہ بن نضیلہ، عبداللہ بن قیس الرقیات اور عبداللہ بن ہمام کی وفات بھی اسی سال ہوئی۔ [illegible] یہ تمام حضرات حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حجاج کے مقابلے میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیس بن الملوح [illegible] مشہور مجنوں ہیں جن کا لیلیٰ کے ساتھ قصہ مشہور ہے

ختم شد تاریخ ابن کثیر حصہ ہشتم

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

خواتین کے مسائل اور ان کا حل ۲ جلد ——— مرتب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
فتاویٰ رشیدیہ مبوب ——— حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ
کتاب الکفالۃ والنفقات ——— مولانا عمران الحق کلیانوی
تسہیل الضروری لمسائل القدوری ——— مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ
بہشتی زیور مدلل مکمل ——— حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے ——— مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری
فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے ——— " " " "
فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد [illegible] ——— اورنگ زیب عالمگیر
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد ——— مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
اسلام کا نظام اراضی ——— " " "
مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں مذکور قرآنی احکام) " " "
انسانی اعضاء کی پیوندکاری ——— " " "
پراویڈنٹ فنڈ ——— " " "
خواتین کے لیے شرعی احکام ——— مولانا حبیب احمد تھانوی رح
بیمہ زندگی ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
رفیق سفر سفر کے آداب و احکام " " "
اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت ——— [illegible]
علم الفقہ ——— مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح
نماز کے آداب و احکام ——— انتظام اللہ شہابی مرحوم
قانون وراثت ——— مولانا مفتی رشید احمد صاحب
داڑھی کی شرعی حیثیت ——— حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
التسہیل الضروری شرح قدوری اعلیٰ ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
ہمارے عائلی مسائل ——— مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
تاریخ فقہ اسلامی ——— شیخ محمد خضری
معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
احکام اسلام عقل کی نظر میں ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح " " " "

سیرۃ الرسول ﷺ پر دارالاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

سیرۃ طیبہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
سیرۃ النبی [illegible]	[illegible]	[illegible]
رحمۃ للعالمین [illegible]	[illegible]	[illegible]
محسن انسانیت اور انسانی حقوق	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	. . . . . .
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	[illegible]	. . . . . .
ازواج مطہرات	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
ازواج صحابہ کرام	[illegible]	[illegible]
اسوۂ رسول اکرم ﷺ	[illegible]	[illegible]
اسوۂ صحابہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	[illegible]	. . . . .
حیاۃ الصحابہ [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
الفاروق	[illegible]	[illegible]
حضرت عثمان ذوالنورین	[illegible]	[illegible]

[illegible]

طبقات ابن سعد	[illegible]	[illegible]
تاریخ ابن خلدون	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
تاریخ طبری	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

دارالاشاعت [illegible] مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز